1992

سرکاری رپورٹ
صوبائی اسمبلی پنجاب
مباحثات

بدھ 7-اکتوبر 1992ء

(چہار شنبہ 9-ربیع الثانی 1413ھ)

جلد 10--- شمارہ 1

(بشمول شمارہ جات 1 تا 17)

مندرجات

	صفحہ
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ :	1
چیئرمینوں کا پینل	3
اراکین کے قریبی عزیزوں کے انتقال اور کھٹمنڈو میں پی آئی اے کے طیارے کے حادثے میں جاں بحق ہونے والوں کے لیے فاتحہ خوانی	5
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ مواصلات و تعمیرات)	5
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	55
غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	65
مجالس کی رپورٹوں کا پیش کیا جانا	68

(جاری---)

مسئلہ استحقاق :

نشان زدہ سوال نمبر 807 کے غلط جواب کی فراہمی ---------- 69

ایوان کو صوبائی محکموں میں مالی بے ضابطگیوں سے بے خبر رکھنا ---------- 76

تحاریک التوائے کار :

ہیروئن کے استعمال کو روکنے کے لیے مناسب اقدامات ---------- 81

-گورنمنٹ پولی ٹیکنیکل کالج سمن آباد، فیصل آباد کی تباہ حالی ---------- 86

-چولستان میں اراضی کی ناجائز الاٹمنٹ ---------- 89

-پرنسپل گورنمنٹ کالج برائے خواتین سیالکوٹ کو بغرض علاج بیرون ملک نہ بھیجنا ---------- 90

مسودہ قانون :-

مسودہ قانون (ترمیم) صنعتی ترقیاتی بورڈ، پنجاب مصدرہ 1992ء ---------- 92

-مسودہ قانون (ترمیم) مزارعت و توثیق توسیع مدت برائے

ادائیگی معاوضہ، پنجاب بابت 1992ء ---------- 92

اجلاس کی طلبی کی فرمان

In exercise of the powers conferred by Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of pakistan, I Main Muhammad Azhar, Governor of the Punjab, hereby summon the provincial Assembly of the punjab to meet on wednesday the 7th October, 1992 at 4.00 P.m in the Assembly chambers, Lahore.

Dated Lahore the
Oct, 1, 1992

Main Muhammad Azhar
Governor of the Punjab.

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

بدھ، 7 اکتوبر 1992ء

(چہار شنبہ، 9 ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 4 بجے شام منعقد ہوا۔

جناب سپیکر چودھری مناظر علی رانجھا کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ
الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ
اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾
اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾

(سورۃ البقرۃ آیات 155 تا 157)

اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی ں) بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے رستے پر ہیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

کورم کا سوال

جناب محمد ضرغام خان خاکوانی : (پوائنٹ آف آرڈر)۔جناب سپیکر! میں نشان دہی کرتا ہوں کہ ایوان میں کورم پورا نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : خاکوانی صاحب ! عام طور پر ہماری پریکٹس یہی رہی ہے کہ وقفہ سوالات میں کورم کی نشان دہی نہیں کی جاتی۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! بلا شبہ آپ کی یہ بات درست ہے کہ پارلیمانی روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وقفہ سوالات میں کورم کی نشان دہی نہیں کی جاتی۔لیکن جب باقی تمام پارلیمانی روایات کو ایک ایک کر کے قربان کیا جا رہا ہے ،ان کو ختم کیا جا رہا ہے تو پھر اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر :گنتی کی جائے۔

چودھری محمد فاروق : (پوائنٹ آف آرڈر) جناب چیئرمین! جب تک پینل آف چیئرمین کا اعلان نہیں کیا جاتا تو اس وقت تک کوئی بھی رکن کسی بھی حوالے سے ایوان کی کارکردگی کو سٹاپ کرنے کے بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتا۔پنجاب اسمبلی کے رولز اور روایات کا تقاضا یہی ہے۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! فاضل رکن اپنی سیٹ پر نہیں ۔

چودھری محمد فاروق :جناب سپیکر! میں اپنی سیٹ پر ہوں ایسی کوئی بات نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب ! اب اسمبلی کی کارروائی شروع ہو چکی ہے۔ جہاں تک کورم کا مسئلہ ہے کسی بھی وقت اس کی نشان دہی کی جا سکتی ہے ۔آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد فاروق :چونکہ یہ آپ کی رولنگ ہے اس لیے میں مان لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب !آپ تشریف رکھیں ۔گنتی کی جائے۔

(گنتی کی گئی ۔ایوان مین کورم نہیں تھا)

جناب ڈپٹی سپیکر :گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(گھنٹیاں بج رہی ہیں)

(کورم کے بعد کی کارروائی)

جناب ڈپٹی سپیکر 5بج کر 10منٹ پرکرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی کی جائے۔

سیکرٹری اسمبلی : کورم پورا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کورم پورا ہے اب اسمبلی کی کارروائی ایجنڈے کے مطابق شروع کی جائے۔

چیئرمینوں کا پینل

جناب ڈپٹی سپیکر: اس اجلاس کے پینل آف چیئرمین کا اعلان ہوتا ہے۔

سیکرٹری اسمبلی : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت1973ء کے قاعدہ نمبر 14کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے حالیہ اجلاس کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل حسب ترتیب و تقدیم چار صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

(1) جناب ایس اے حمید صاحب

(2) سردار امجد حمید خان دستی

(3) ڈاکٹر سید خاور علی شاہ

(4) جناب غلام سرور خان

چودھری محمد فاروق : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ کی رولنگ کے احترام میں سر تسلیم خم کرتا ہوں لیکن صرف ریکارڈ کے لیے اور ایوان کے آئندہ کے معاملات کو ان آرڈر رکھنے کے لیے میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری اسمبلی کی یہ روایات ہیں کہ اسمبلی کا اجلاس قرآن پاک کی تلاوت سے شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں رول نمبر 19اور20میں اس کی تفصیل دی گئی ہے ۔رول کا جو تقاضا ہے وہ میں پڑھ کر ایوان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ رول نمبر 19میں لکھاہوا ہے کہ

"Rule 19. Every sitting of the Assembly shall be commence with a recitation from the Holy

Quran followed by its urdu translation."

اس کے ساتھ ہی اگر آپ رول نمبر 14 کو ساتھ ملا کر پڑھیں تو رول نمبر 14 (1) میں لکھا ہوا ہے کہ

" Rule 14 (1) At the commencement of each session, the Speaker shall nominate from amongst members a panel of not more than four Chairmen, and arrange their names in an order of precedence; and in the absence of the Speaker and the Deputy Speaker, the person whose name is highest on the panel, from among those present at the sitting shall take the Chair."

جناب سپیکر: ان دو رولز کے مطابق، اگر آپ اسمبلی کارروائی کی ماضی کی روایات دیکھیں تو کبھی بھی چیئرمین نے ایسا پوائنٹ آف آرڈر accept نہیں کیا یا entertain نہیں کیا جب تک کہ پینل آف چیئرمین کا اعلان نہ ہو جائے۔ اس اجلاس کی commencemnt آپ کی اس sitting کی commencement recitation of Holy Quran کے بعد، جب تک کہ پینل آف چیئرمین اناؤنس نہیں ہو جاتے اس وقت تک commencement مکمل نہیں ہوتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اسمبلی کی کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہو جاتا ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں اس کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں ہماری جو رہنمائی فرمائی ہے ہم آپ کے ممنون ہیں۔ شکریہ۔

ڈاکٹر سید محمد وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اسمبلی کی کارروائی شروع ہو چکی ہے۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ حالیہ سیلاب میں جو لوگ ہلاک ہوئے ہیں اور جو لوگ پی آئی اے کے حادثے میں ہلاک ہوئے ہیں ان کے لیے دعائے مغفرت/فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ اسمبلی کی کارروائی کو آگے بڑھنے دیں تو انشاء اللہ آپ کے سارے

خدشات پورے ہو جائیں گے۔

اراکین کے قریبی عزیزوں کے انتقال اور کھٹمنڈو میں پی آئی اے کے طیارے کے حادثہ میں جاں بحق ہونے والوں کے لیے فاتحہ خوانی

وزیر قانون وپارلیمانی امور : جناب والا! ہمارے معزز اراکین کے قریبی عزیزوں کا گزشتہ دنوں میں انتقال ہوا ہے ،ان کے پسماندگان کے لیے ہم ہاؤس کی طرف سے اظہار تعزیت کرنا چاہتے ہیں ۔ان کے نام یہ ہیں۔

جناب ملک سلیم اقبال کی خوش دامن کا انتقال ہوا ہے ، جناب اختر عباس بھروانہ صاحب کی خوش دامن کا انتقال ہوا ہے ، جناب شاہد منظور گل کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا ہے ، جناب چودھری خادم حسین کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا ہے ، جناب سکندر حیات بوسن صاحب کے والد محترم اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں ۔جناب احمد خان ہرل کے بھتیجے کا انتقال ہوا ہے ۔اس کے علاوہ موجودہ سیلاب میں جو قیمتی جانیں ضائع ہوئی ہیں اور کھٹمنڈو میں پی آئی اے کے طیارہ کو جو حادثہ درپیش آیا ہے اور اس میں جو قیمتی جانیں ضائع ہوئی ہیں ، یہ ایوان متفقہ طور پر ان کے پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کرتا ہے اور میں آپ کے توسط سے اس ایوان کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وفات پانے والوں کے ایصال ثواب کے لیے دعائے مغفرت فرمائی جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : فاتحہ پڑھی جائے۔

(فاتحہ خوانی کی گئی)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ مواصلات و تعمیرات)

جناب ڈپٹی سپیکر : وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے ، میاں محمود صاحب۔

میاں محمود احمد : سوال نمبر 274

افسروں کے خلاف تحقیقات کی تفصیل

*274۔ میاں محمود احمد: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ مواصلات و تعمیرات میں مختلف شعبوں ، افسروں اور اہل کاروں کے خلاف محکمانہ تحقیقات ہو رہی ہیں ۔ اگر ایسا ہے تو ایسے افسران ، اہل کاران اور محکموں کے نام کیا ہیں ۔ مکمل تفصیلات فراہم کی جائے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ ہذا کے افسروں ، اہل کاروں کی محکمہ انٹی کرپشن یا سی ایم آئی ٹی یا کسی دوسرے محکمہ میں تحقیقات بھی ہو رہی ہیں ۔اگر ایسا ہے تو ان افسران کے نام ، پتے اور جس محکمے میں تحقیقات ہو رہی ہیں تفصیل فراہم کی جائے۔

(ج) متذکرہ تحقیقاتوں کو کتنا عرصہ ہو چکا ہے اور یہ کب مکمل ہو گی۔ 1990ء کے دوران کوئی انکوائری مکمل ہوئی ۔ اگر ہوئی تو انکوائری میں کون کون لوگ ملوث پائے گئے ، ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ۔ کیا حکومت آئندہ اجلاس میں ان تمام کی تفصیل معزز ایوان میں پیش کرنے کے لیے تیار ہے ؟ اگر نہیں تو وجہ بیان کریں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) یہ درست ہے کہ محکمہ مواصلات و تعمیرات کے مختلف شعبوں میں افسران اور اہل کاران کے خلاف محکمانہ تحقیقات ہو رہی ہیں ۔ایسے افسران اور اہل کاران کے نام اور دیگر کوائف تفصیلاً تیار کر لیے گئے ہیں ۔جو ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں ۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ محکمہ ہذا کے افسران ، اہل کاران کے خلاف محکمہ انسداد رشوت ستانی میں انکوائریز ہو رہی ہیں۔اس ضمن میں مکمل تفصیل بمع نام افسران ، اہل کاران اور جس ادارے کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

(ج) ان تحقیقات کے آغاز تاریخ ہر کیس کے سامنے درج ہے ۔ حتی الوسع کوشش کی جا رہی ہے کہ محکمانہ تحقیقات جلد از جلد مکمل کر لی جائیں ۔ اس ضمن میں تمام مجاز افسران اور انکوائری افسران کو تنبیہ کر دی گئی ہے کہ وہ جلد از جلد انکوائری کیس مکمل کریں۔ محکمہ

کی جانب سے اس کارروائی کے مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ 1990ء کے دوران 40 انکوائری کیس مکمل ہوئے۔ ان میں 68 افسران و اہل کاران ملوث تھے۔ اس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے ** ان میں سے 13افسران و اہل کاران کو سزائیں ہوئیں اور 55 بری الذمہ قرار دیے گئے۔

میاں محمود احمد: جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ ارشاد فرمائیں گے کہ کل کتنے افسران کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں نے اس کا تفصیل سے جواب دے دیا ہے، تمام کی تفصیل چونکہ بہت زیادہ تھی اس لیے ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! انہوں نے اس کی تفصیل دے دی ہے۔

میاں محمود احمد: جناب والا! مجھے تو تفصیل سے کچھ پتہ نہیں چلا۔ تفصیل سے یہ آگاہی حاصل کر لیں، اسے دیکھ لیں اور اس کے بعد میرا جواب دے دیں۔ میں نے تفصیل دیکھی ہے لیکن مجھے کوئی پتہ نہیں چلا۔ وزیر موصوف مجھے یہ بتا دیں کہ کتنے افسروں اور اہل کاروں کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہے؟ انٹی کرپشن میں کتنے افسران کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہے اور چیف منسٹر انسپکشن ٹیم میں کتنے افسروں کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! اس کی مکمل تفصیل میرے پاس موجود ہے۔ اگر معزز رکن چاہیں کہ ہر ایک افسر کا نام تفصیل سے بتاؤں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس طرح جواب بڑا طویل ہو جائے گا۔ آپ اس کی مکمل تفصیل معزز رکن کو پہنچا دیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! اس کی مکمل تفصیل ایوان کی میز پر پہلے ہی موجود ہے۔ اگر معزز رکن اصرار کرتے ہیں تو میں اس کی تفصیل پڑھتا رہوں گا۔ لیکن یہ کل تک ختم ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اس طرح یہ سلسلہ بہت طویل ہو جائے گا۔

میاں محمود احمد: جناب والا! جن لوگوں کی انکوائری مکمل نہیں ہوئی۔ کب تک مکمل ہو جائے گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کو جواب بھی میرے خیال میں آچکا ہے۔

میاں محمد احمد : جناب سپیکر! اس کی تفصیل جواب میں نہیں آئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کا جواب آچکا ہے کہ انکوائری جلد از جلد مکمل کر لی جائے گی۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف صرف افسران کی تعداد بتا دیں کہ کتنے افسران کے خلاف انکوائری ہو رہی ہے؟ان کی تعداد چالیس ہے یا چار سو ہے یا ایک ہزار ہے اور انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ کہ جلد انکوائری مکمل کر لی جائے گی، جلد سے ان کی کیا مراد ہے ؟ یہ عرصہ چھ ماہ ہے ، تین ماہ ہے یا ایک سال مراد ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ کا ضمنی سوال کیا ہے ؟

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہی ہے کہ تعداد بتا دیں اور عرصہ بتا دیں کہ کتنے عرصے میں انکوائری مکمل ہو گی۔ جلد از جلد سے ان کی مراد کتنا عرصہ ہے ؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا ! اس تمام کارروائی کو نوے دن میں مکمل کرنا ہوتا ہے اور بعض ناگزیر وجوہات کی وجہ سے یہ عرصہ بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کرنل صاحب! کیا آپ ارشاد فرمائیں گے کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکا آپ اس انکوائری کو ذاتی نگرانی میں مکمل کروائیں گے ؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! وہ کس انکوائری کے متعلق فرما رہے ہیں؟ کیونکہ انکوائریاں تو سینکڑوں میں ہیں۔ان کا سوال specific ہونا چاہیے کہ کون سے کیس کی انکوائری وہ مکمل کروانا چاہتے ہیں، میں نے تو اجتماعی جواب دے دیا ہے کہ ایک طے شدہ اصول ہے کہ ایک کیس شروع ہونے کے بعد نوے دن میں مکمل ہو جاتا ہے۔

If the Hon'ble member is referring to a particular case he should let me know.

جناب ڈپٹی سپیکر : جی پراچہ صاحب! آپ فرمائیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ محترم وزیر مواصلات و تعمیرات وضاحت فرمائیں گے کہ جو جملہ لکھا گیا ہے کہ "تنبیہ کی گئی" اس تنبیہ سے پہلے کتنے کیسز تھے اور

تنبیہ کے بعد کتنے کیسز تھے اور تنبیہ کے بعد کتنے کیسز باقی رہ گئے اور یہ تنبیہ کی نوبت کیوں آئی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! اس ضمنی سوال میں ابہام ہے۔ اگر معزز رکن یہ فرما دیں کہ کون سے کیس میں تنبیہ کی گئی اور اس کی کیا وجوہات ہیں تو پھر میں اس کی تفصیل بتا سکتا ہوں۔ جس طرح انہوں نے فرمایا ہے کہ تنبیہ اس وقت کی جاتی ہے کہ ایک انکوائری افسر کے ذمے انکوائری لگائی جاتی ہے اور اگر وہ اس معینہ مدت کے اندر اس انکوائری رپورٹ کو مکمل کر کے نہ بھیجے تو اسے وارننگ دی جاتی ہے کہ وہ اس کو مکمل کر کے بھیجے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : صحیح ہے، next۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا ! چار ضمنی سوال کیے گئے ہیں اور جواب پھر بھی نہیں دیا گیا۔ گزارش یہ ہے کہ انہوں نے خود یہ لکھا ہوا ہے کہ اس ضمن میں تمام مجاز افسران کو تنبیہ کر دی گئی کہ وہ جلد از جلد انکوائری کیس مکمل کر لیں۔ سوال یہ تھا۔ میں نے بھی کیا اور میاں محمود صاحب نے بھی کیا اور اس طرف سے بھی یہ سوال ہوا۔ ان سارے ضمنی سوالات میں یہ تھا کہ اس سے پہلے کتنے کیسز تھے جن کے بارے میں تنبیہ کی گئی ہے اور اس تنبیہ کا کیا نتیجہ نکلا ہے؟ ہمیں کم از کم یہ تو معلوم ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کے لیے تازہ سوال چاہیے۔

میاں محمود احمد : جناب سپیکر! مہربانی کر کے سوال کا جواب آپ ہی دے دیا کریں۔ یہ وزیر اس لیے ہوتے ہیں کہ تھوڑی سی تیاری بھی کریں۔ جب ان کو سوال کا جواب نہیں آتا ہو گا تو میرے خیال میں ہاؤس کی کارروائی متاثر ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کرنل صاحب تیار ہو کر آئے ہیں یہ آپ کے سوالوں کا جواب دیں گے۔

میاں محمود احمد : یہاں پر انہیں پتہ ہی نہیں کہ اہل کاران کی تعداد کتنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں آپ ذرا اگلے سوال کا نمبر پکاریں؟

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی، اب تو میں اگلے سوال کے بارے میں کہہ چکا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! ابھی انہوں نے اگلے سوال کا نمبر نہیں پکارا۔

میاں محمود احمد : سوال نمبر 277۔

ریلوے لائن پر انڈر پاس بنانے کے لیے اقدامات

*277۔ میاں محمود احمد : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سابق وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر شاہدرہ میں ریلوے لائن پر ایک انڈر پاس منظور کیا گیا تھا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس سلسلہ میں پی اینڈ ڈی نے 16.50 لاکھ روپے اے ڈی پی تعمیر وطن پروگرام 91-1990ء کے بجٹ میں رقم مختص کر دی تھی۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ جب محکمہ سی اینڈ ڈبلیو نے فنانس ڈیپارٹمنٹ سے یہ رقم مانگی تو اس نے رقم دینے سے انکار کر دیا۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پہلی قسط 16.50 لاکھ روپے فوری طور پر ریلیز کرنے ، نئے سال میں تخمینہ کی باقی رقم اے ڈی پی میں شامل کرنے اور موقع پر فوری کام شروع کرنے کے لیے فوری کارروائی کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) محکمہ سی اینڈ ڈبلیو نے پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ سے ایک کروڑ 66 لاکھ 55 ہزار روپے برائے مالی سال 92-1991ء مانگے تھے۔ لیکن بجٹ میں مختص شدہ رقم ہی دوران سال مہیا کی جا سکی۔ محکمہ خزانہ نے بجٹ میں مختص شدہ رقم مہیا کرنے کے لیے کوئی انکار نہیں کیا تھا۔

(د) مبلغ 16.50 لاکھ روپے کی وضاحت اوپر جز "ب" اور جز "ج" میں کر دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مالی سال 91-1990ء میں مبلغ 66.93 لاکھ روپے ایل ڈی اے سے بھی وصول ہوئے اور مالی سال 92-1991ء کے لیے مبلغ ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے مہیا کیے گئے ہیں۔ جس میں درج ذیل محکموں کو ادائیگی برائے تعمیر اور برائے شفٹنگ سروسز

ان محکموں کی ڈیمانڈ کے مطابق کی گئی ہے۔

(1) محکمہ واپڈا -/704000روپے

(2) محکمہ ٹیلی فون -/1764000 روپے

(3) محکمہ ریلوے -/5850000 روپے

(4) محکمہ سوئی گیس -/548000 روپے

(5) محکمہ واسا -/6452000 روپے

مالی سال 93-1992ء میں ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں جس میں سے محکمہ ریلوے کو 34لاکھ روپے ادا کر دیے گئے ہیں محکمہ سوئی گیس اور ٹیلی فون نے شفٹنگ کا کام مکمل کر لیا ہے اور واپڈا نے موقع پر کام شروع کر دیا ہے۔ محکمہ ریلوے نے پل کے تمام گارڈرز تیار کر دیے ہیں تاوقتیکہ محکمہ واسا اپنا کام مکمل نہ کرلے۔ریلوے ڈیپارٹمنٹ اپنا کام موقع پر شروع نہیں کر سکتا۔ محکمہ واسا نے بھی اپنے کام کی ابتداء کر دی ہے کیونکہ متذکرہ منصوبے میں سب سے پہلے سروسز کا ہٹانا ضروری ہے جس میں واسا کو اب زیادہ اہمیت حاصل ہے۔واسا کا کام مکمل ہونے کی متوقع تاریخ 30 ستمبر ہے۔واسا کی سروسز کی منتقلی کے بعد محکمہ ریلوے اپنا کام شروع کرے گا اور اس کے اختتام کے بعد محکمہ ہائی وے اپنا کام کرے گا۔ محکمہ ہائی وے کے ذمہ مندرجہ ذیل کام ہوں گے۔

1۔ تعمیر اپروچ روڈز

2۔ تعمیر سروس روڈ

3۔ تعمیر پیپنگ سٹیشن

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کا جواب لمبا ہے۔اس پر میاں صاحب ! کوئی ضمنی سوال فرمائیں اس کا جواب پڑھا ہوا تصور ہوگا۔

میاں محمود احمد : جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ شاہدرہ انڈر پاس کے لیے کل کتنی رقم فراہم کی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی وزیر مواصلات!

وزیر مواصلات و تعمیرات : جن محکموں کو یہ رقم مہیا کی گئی ہے وہ میں عرض کر رہا ہوں یہ

1990-91ء میں سولہ لاکھ پچاس ہزار روپے حکومت پنجاب کی طرف سے مہیا کیے گئے تھے اور 66 لاکھ 93 ہزار ایل ڈی اے نے اس منصوبے کے لیے دیے تھے اس میں سے محکمہ ریلوے کو جو رقم ادا کی گئی وہ 70لاکھ 50 ہزار تھی اور تعمیر دیوار کے لیے ایک لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ 1991-92ء میں ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے مہیا کیے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کرنل صاحب ! ذرا مائیک اپنی طرف کر لیں تاکہ آواز پورے ایوان میں صحیح طور پر سنائی دے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : مائیک ہی ایسے لگے ہوئے ہیں۔ میں کیا کروں ؟ اس میں سے واپڈا کو سروسز کے لیے 7لاکھ 40 ہزار روپے ، محکمہ ٹیلی فون کو 17لاکھ 46 ہزار روپے دیے گئے۔

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر : پہلے ان کو بات کر لینے دیں۔

میاں محمود احمد : جناب والا! میں نے کل رقم پوچھی ہے کہ کتنی دی گئی ہے۔ یہ تفصیل بتا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی کرنل صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات : سر میں عرض کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ اس کا ٹوٹل بتا دیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : سر! پھر یہ معزز رکن ٹوٹل کے لیے لکھتے جائیں۔ سولہ جمع چھیاسٹھ جمع ایک کروڑ پچاس لاکھ جمع ایک کروڑ چھیالیس لاکھ روپے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : تو یہ کل کتنا بنا؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : 375لاکھ (تین کروڑ پچھتر لاکھ)

جناب ڈپٹی سپیکر : اگلا ضمنی سوال۔

میاں شہباز احمد : میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جتنی رقم انہوں نے بتائی ہے 3کروڑ 75 لاکھ ۔ پتا نہیں یہ حساب انہوں نے صحیح کیا ہے یا غلط۔ مجھے یہ صرف اتنا بتا دیں کہ تین کروڑ پچپن لاکھ روپے میں سے جو پنجاب حکومت کے اور جو دیگر محکموں

کے فنڈز ہیں اس میں سے وہاں پر کتنے پیسے خرچ ہوں گے ؟ جب کہ ان کے محکموں میں 23 فی صد تو رشوت ہوتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا یہ آپ ضمنی سوال تو نہیں کر رہے

میاں شہباز احمد: ویسے میرا ضمنی سوال اسی کے متعلقہ ہے کہ جب کہ ان کے محکمے کے افسران اس میں سے 23فی صد رشوت لیتے ہیں۔بقایا رقم خرد برد ہو جاتی ہے۔ یہ بتا دیں کہ اس میں سے کتنے پیسے لگیں گے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔ جی میاں صاحب! آپ فرمائیں۔

میاں محمود احمد : وزیر موصوف فرمائیں کہ موقع پر کب کام شروع کیا گیا اور یہ کب مکمل ہو گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر : جی کرنل صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات : اس کام کے لیے 93-1992ء میں ایک کروڑ 46لاکھ روپے مختص کیے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : راجہ صاحب! آپ سے درخواست ہے کہ آپ ذرا کرنل صاحب کی مدد فرمائیں کہ وہ ذرا اپنا مائیک سیدھا رکھیں تاکہ ان کی آواز ایوان میں آسکے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : ٹھیک ہے سر۔ اس کام کے لیے ریلوے کو جو رقم مہیا کی گئی اور انہوں نے جو سٹیل کی چیئیں بنانی تھیں وہ انہوں نے تمام بنا لی ہیں۔اس کام کی نوعیت کچھ اس طرح سے ہے کہ پہلے ریلوے والے کام کریں گے۔جب یہ محکمہ کام مکمل کر لے گا پھر سی اینڈ ڈبلیو والے اس پر کام کریں گے۔لیکن اس وقت محکمہ واسا اس پر کام کر رہا ہے۔

میاں محمود احمد : سوال بڑا سیدھا ہے۔ تین باتیں پوچھی گئی ہیں کہ شروع کب ہوا؟ مکمل کب ہو گا؟ اور اس پر کل کتنی رقم خرچ ہو گی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس میں واپڈا ، سوئی گیس ، واسا اور ریلوے ۔یہ چار محکمے ملوث ہیں جنہوں نے اپنی اپنی نوعیت کا کام کرنا ہے ۔واسا والے اس وقت سیوریج اور پانی کے پائپوں وغیرہ پر کام کر رہے ہیں جب وہ اپنا کام مکمل کر لیں

گے تو پھر ریلوے والے کام مکمل کریں گے، ریلوے والوں کا جب کام مکمل ہو گا تو پھر سی اینڈ ڈبلیو کا کام شروع ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پہلے چار محکمے کام کر لیں گے تو ان کے بعد آپ کی باری آئے گی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جی ہاں! اس وقت ہماری باری آئے گی، ہم نے ابھی کام شروع نہیں کیا۔

میاں محمود احمد : میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کو مکمل کرنا کس محکمہ کی بنیادی ذمہ داری ہے اور یہ فنڈز کس محکمے کو ملے ہیں۔ کیا جس محکمے کو یہ فنڈز ملے ہیں اور جس محکمے کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کیا اس نے اپنا کوئی شیڈول ریلوے، سوئی گیس، واسا کو اور اپنے محکمے کو دیا ہے کہ وہ فلاں فلاں تاریخ تک اپنا کام مکمل کر لیں گے اور ہم اپنا کام اتنی تاریخ تک مکمل کر لیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : جی، کرنل صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات : اگرچہ یہ کافی irrelevant question ہے مگر میں پھر عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ ریلوے فیڈرل ڈیپارٹمنٹ ہے، اسی طرح سوئی گیس بھی۔ ان کے جو تخمینے تھے کہ ہمیں اتنی رقم دیں تو ہم یہ کام کر دیں گے۔ وہ حکومت پنجاب نے رقم مہیا کی ہے۔ وہ تمام کی تمام رقم جو انہوں نے اپنے تخمینہ کے مطابق مانگی تھی وہ متعلقہ محکموں کو پوری کی پوری ادا کر دی گئی ہے۔ وہ محکمے کسی صورت میں بھی ایڈمنسٹریٹو کنٹرول سی اینڈ ڈبلیو کے نہیں ہیں۔ ان کا اپنا ایک independent status ہے اور اس میں فیڈرل گورنمنٹ کے محکمے بھی ہیں۔ وہ اپنے طور پر ہی کام مکمل کریں گے جب ان کا کام مکمل ہو جائے گا تو ہم اپنا کام شروع کر دیں گے۔

میاں محمود احمد : جناب والا! وہ ٹوٹل رقم کا جواب نہیں دے سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وہ ٹوٹل رقم کا جواب دے چکے ہیں۔

میاں محمود احمد : جناب والا! اس منصوبے پر کتنی ٹوٹل رقم خرچ آئے گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر : میرے خیال میں اس کا جواب پہلے نہیں آچکا۔

میاں محمود احمد : جی، نہیں آیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کرنل صاحب! اس منصوبے پر کل کتنی رقم خرچ آئے گی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : تقریباً 3 کروڑ 75 لاکھ روپے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : 934

ہوسٹل کی تعمیر و تفصیل

*934۔ڈاکٹر سید وسیم اختر : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) اسمبلی ہال سے متصل ایم پی اے ہوسٹل کتنے مرحلوں میں تعمیر ہو رہا ہے۔ہر مرحلہ کب شروع ہو گا، کب ختم ہو گا، ہر مرحلہ پر کتنی رقم خرچ آئے گی؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ ہوسٹل کے ساتھ مسجد بھی تعمیر ہو گی اگر ایسا ہے تو اس میں کتنے نمازی نماز پڑھ سکیں گے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) زیر تعمیر ایم پی ہوسٹل کی عمارت دو بلاک پر مشتمل ہو گی۔ جن کو بلاک اے اور بلاک بی کا نام دیا گیا ہے۔ بلاک اے کو مزید دو مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے مرحلہ پر تعمیری کام فروری 1990ء میں شروع کیا گیا۔اس مرحلہ کے تحت بلاک اے کی عمارت گرڈ نمبر 1 تک تعمیر ، لفٹیں،ائیر کنڈیشننگ،فرنیچر ، جنریٹر ، ٹیلی فون ایکسچینج اور ڈش انٹینا کی تنصیب شامل ہے۔اس کا منظور شدہ تخمینہ 573.44 لاکھ روپے ہے۔جون 1992ء تک اس مرحلہ پر 327 لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں۔رواں مالی سال میں اس مرحلہ کے لیے 125 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ جس میں سے اگست 1992ء تک 15 لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ پہلا مرحلہ جو کہ 36 کمروں پر مشتمل ہے جس کی تزئین و آرائش کا کام جاری ہے۔ونڈو ٹائپ ائیر کنڈیشنڈ، ٹیلی فون ایکسچینج اور جنریٹر فراہم کر دیے گئے ہیں۔ مرحلہ دوئم کی تجاویز جناب سپیکر صاحب کی منظوری کے بعد مجاز اتھارٹی کو بھیج دیا جائے گا۔

(ب) ہوسٹل کی تعمیر میں مسجد کی تعمیر شامل نہیں ہے۔زیر تعمیر ہوسٹل کی عمارت الفلاح بلڈنگ کے بالکل قریب ہے۔مذکورہ بلڈنگ کے احاطہ میں پہلے ہی مسجد موجود ہے جو کہ ہوسٹل کی عمارت سے چند گز کے فاصلے پر ہے۔یہاں پر ہوسٹل کے مقیم نماز ادا کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اگر اس میں کوئی ضمنی سوال ہے تو وقت کی بچت ہو جائے گی۔جی ، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پہلا مرحلہ جس کی تعمیر فروری 1990ء میں شروع ہوئی ہے اس کو کب مکمل ہونا تھا؟کیوں کہ اس میں لکھا ہوا ہے کہ ابھی اس پر کام جاری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی کرنل صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات : شیڈول کے مطابق پہلا مرحلہ 1990ء میں شروع ہو کر1992ء میں ہی مکمل ہونا تھا۔یہ 90فی صد مکمل ہو چکا ہے۔اس میں تھوڑا سا کام باقی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : ضمنی سوال یہ تھا کہ منصوبے کے مطابق بلاک اے کب تک مکمل ہونا تھا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : میں منصوبے کے مطابق ہی عرض کر رہا ہوں کہ 1990ء میں شروع ہو کر 1992ء میں اس کو مکمل ہونا تھا اور یہ مکمل ہو چکا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! سوال کے جز (ب) میں دریافت کیا گیا ہے کہ "کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ ہوسٹل کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر ہو گی اگر ایسا ہے تو اس میں کتنے نمازی نماز پڑھ سکیں گے"۔ اس کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ کہ ہوسٹل کی تعمیر میں مسجد کی منصوبہ بندی شامل نہیں۔مزید بتایا گیا کہ زیر تعمیر ہوسٹل کے نزدیک ایک مسجد ہے، جہاں نمازی نماز ادا کر سکیں گے۔میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ریونیو ریکارڈ کے مطابق وہ جگہ پہلے ہی اسمبلی کی حدود میں آتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ جگہ اسمبلی کی حدود میں واقع ہے جب کہ جواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ متصل ہے ، ساتھ ہے۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہی ہے کہ چونکہ وہ جگہ بھی ہوسٹل کی حدود میں واقع ہے، لہٰذا وہاں مسجد کی تعمیر از سر نو کی جائے گی یا اس کی

renovation کی جائے گی؟ کیا اس کے بارے میں وزیر موصوف فرمائیں گے کہ یہ مسجد اسمبلی کی حدود میں ہے یا نہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! جیسا کہ جواب میں کہا گیا ہے کہ ، وہ مسجد الفلاح بلڈنگ کے بالکل قریب ہے۔وہ ایم پی اے ہوسٹل کے کمپلیکس کی زمین پر نہیں۔لیکن وہ مسجد اتنی قریب ہے کہ ایم پی اے ہوسٹل میں رہنے والے جو حضرات نماز پڑھنا چاہیں گے وہ آسانی سے وہاں فریضہ نماز ادا کر سکیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! جو مسجد الفلاح بلڈنگ کے ساتھ ہے وہ بہت ہی چھوٹی ہے کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ تین سو کمروں کے ہوسٹل کے لیے اس مسجد کو کافی تصور کرتے ہیں جو پہلے ہی ایک بڑی بلڈنگ کے ساتھ ہے؟ اور کیا ان کے نزدیک اسمبلی کے ممبران میں نمازیوں کی تعداد اتنی ہی کم ہے کہ کسی نئی مسجد کی ضرورت نہیں ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! میں مسجد کی ضرورت سے انکار کر کے گناہ گار نہیں ہونا چاہتا۔موصوف نے جو سوال پوچھا تھا، اس کو جواب میں نے دے دیا ہے۔ایم پی اے ہوسٹل کی تعمیر اسمبلی کی نگرانی میں اور ان کی صوابدید پر ہو رہی ہے۔اسمبلی سیکرٹریٹ نے جو ڈیزائن بنوائے تھے اس میں مسجد کی تعمیر شامل نہ تھی، اس لیے وہ تعمیر نہیں ہو رہی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! نیو ایم پی اے ہوسٹل کے ساتھ جو جگہ ہے ۔جس پر ناجائز قبضہ کیا جا چکا ہے۔تو وہ جگہ کتنی ہے جس پر ناجائز قبضہ ہے اور وہ کب تک خالی کرائی جائے گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر : پراچہ صاحب !اس کے لیے نیا سوال دیں۔اس میں اور محکمے بھی شامل ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آیا مسجد پہلے ہی اسمبلی کی حدود میں ہے یا نہیں؟ کیونکہ ریونیو ریکارڈ کے مطابق وہ ہوسٹل کی جگہ میں واقع ہے۔جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال بڑا واضح ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس پر انہوں نے جواب دیا ہے کہ وہ اسمبلی کی حدود میں نہیں ہے۔تو اس کا جواب آچکا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! آج مائیک وزیر صاحب کی خاصی مدد کر رہا ہے۔

سوال کا جز الف یہ ہے کہ

"اسمبلی ہال سے متصل ایم پی ہوسٹل کتنے مرحلوں میں تعمیر ہو رہا ہے۔ہر مرحلہ کب شروع ہو گا اور کب ختم ہو گا؟"

جناب سپیکر! مجھے جواب میں یہ کہیں نظر نہیں آیا کہ یہ منصوبہ کب ختم ہو گا۔جو کچھ بتایا گیا ہے اس میں تعمیر کا صرف ابتدائی کام بتایا گیا ہے۔یہ کہیں پر نہیں بتایا گیا کہ یہ کام کب تک مکمل ہو جائے گا۔میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ پہلا مرحلہ کب تک مکمل ہو جائے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے بارے میں تو جواب پہلے آچکا ہے۔مزید کوئی تفصیل ہے تو ارشاد فرمائیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں اس ضمن میں عرض کرتا ہوں کہ کہ جیسا کہ جواب میں دیا ہوا ہے۔پہلا مرحلہ جو 1990ء میں شروع ہوا تھا اور یہ شیڈول کے مطابق مکمل ہو چکا ہے۔دوسرے مرحلے میں اسمبلی سیکرٹریٹ نے اور سپیکر صاحب نے اور اسمبلی کی جو ایک کمیٹی ہے۔انہوں نے کہا کہ اس کے ڈیزائن میں کچھ تبدیلیاں ہونی چاہئیں۔چنانچہ اس کا از سر نو ڈیزائن بنا کر approve ہو گا تو وہ شیڈول سے ذرا وافر ہو جائے گا، دیر ہو جائے گی۔

پنجاب ہاؤس کی تعمیر کی تفصیل

*935۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب ہاؤس اسلام آباد زیر تعمیر ہے۔اگر ایسا ہے تو اس پر کتنی لاگت آئے گی اور یہ کب تک مکمل ہو گا؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ عمارت کے سامنے پانی کی ٹینکی بنائی جا رہی ہے۔جس سے عمارت کی خوبصورتی بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔

(ج) اگر جزء ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پانی کی ٹینکی عمارت کے عقب میں تعمیر کرنے پر غور کر رہی ہے تاکہ عمارت کی خوبصورتی برقرار رہ سکے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین):

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب ہاؤس اسلام آباد میں زیر تعمیر ہے۔اس کا تخمینہ لاگت 2097.94 لاکھ روپے ہے اس پر اب تک کل 2077.75 لاکھ روپے کی رقم خرچ ہو چکی ہے اور اس کی تعمیر 31-10-92 تک مکمل ہو گی۔

(ب) یہ درست ہے کہ پانی کی ٹینکی عمارت کے سامنے بنائی جا رہی تھی جو کہ مکمل نہیں ہوئی تھی چونکہ یہ ٹینکی عمارت کے سامنے تھی جس سے عمارت کا view خراب ہو رہا تھا۔اب مشیر انجینئر میسرز شیر علی داوا کو مشورہ کے مطابق اس ٹینکی کو آبشار میں تبدیل کیا جا رہا ہے اس وقت 90 فی صد کام مکمل ہو چکا ہے اور 30-9-92 تک مکمل ہو جائے گی۔

(ج) عمارت کے عقب میں ٹینکی بنانے کا کوئی منصوبہ زیر غور نہیں ہے بلکہ اس مقصد کے لیے چھوٹی چھوٹی ٹیکیاں main buildings کے اوپر رکھ کر پانی کی سپلائی کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سید محمد وسیم اختر : جناب سپیکر! یہ جو پانی کی ٹینکی کو آبشار میں تبدیل کیا جا رہا ہے، تو یہ منصوبے میں alteration کی گئی ہے اور اس سے مزید اخراجات ہوئے ہوں گے۔میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ٹینکی کو آبشار میں تبدیل کرنے پر کتنی رقم خرچ ہوئی ہے ؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! تقریباً پانچ لاکھ روپے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! یہ بلڈنگ حکومت پنجاب کی طرف سے بنائی جا رہی ہے ۔ کیا یہ ایم پی اے صاحبان کے لیے مخصوص ہے یا اس پر ایم این اے صاحبان نے قبضہ کر لیا ہے ؟اور اگر ایم این اے صاحبان نے قبضہ کر لیا ہے تو اس بلڈنگ کو بنانے میں وفاقی حکومت کا کتنا حصہ ہے ؟ اگر پنجاب حکومت نے خود بنائی ہے اور خود ساری رقم مختص کی ہے تو یہ ساری پنجاب کے ایم پی اے صاحبان کے لیے ہے اور ان کے لیے مخصوص کی جانی چاہیے۔ اگر یہ کسی اور مقصد کے لیے استعمال کی جا رہی ہے تو یہ غلط مقصد ہے ۔ اس کی کیا وجہ ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کا جواب دینا پسند فرمائیں گے۔

MINISTER FOR COMMUNICATION AND WORKS: It is an extremely irrlevant question. This has nothing to do with the origi-

nal question.

جناب ڈپٹی سپیکر : سوال متعلقہ نہیں ۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : کیا انگریزی میں جواب دینے سے سوال غیر متعلقہ ہو جاتا ہے؟ نہ تو انھوں نے انگریزی میں بولنے کی اجازت لی ہے اور اس کے بعد اردو میں بولتے بولتے انھوں نے اچانک انگریزی میں بولنا شروع کر دیا ۔ دوسری بات یہ ہے کہ سوال متعلقہ ہے ۔ کس طرح غیر متعلقہ ہے ۔ وہاں قبضہ وفاقی حکومت نے کر لیا ہے۔ تعمیر آپ کروا رہے ہیں۔ پیسہ آپ خرچ کر رہے ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ آپ کے ایم پی اے صاحبان وہاں ٹھہریں گے لیکن آپ کا وہاں کوئی عمل دخل نہیں۔ آپ وہاں جا کر رہ نہیں سکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کرنل صاحب کا مقصد یہ ہے کہ ان کے محکمے کی وساطت سے اس کی تعمیر ہو رہی ہے ۔ باقی انتظامی معاملات ہیں جو میرے خیال میں کرنل صاحب کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے۔

ملک محمد دین : جناب سپیکر! جب کوئی منصوبہ بنتا ہے تو اس کا ایک پی سی ون بنتا ہے اور ایک ڈیزائن بنتا ہے ۔ جن انجینئروں نے اس کو ڈیزائن کیا تھا وہ باقاعدہ تنخواہ لیتے ہیں۔ انھوں نے اس منصوبے کا غلط ڈیزائن کیا ہے۔ اس کا کیا سزا ملے گی اور کیا حکومت پنجاب اس پر کوئی انکوائری وغیرہ کرنا چاہتی ہے ؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! جس آدمی نے اس کا ڈیزائن بنایا تھا اس نے واقعی ٹینکی سامنے رکھی تھی اور ڈیزائن کے مطابق وہ غالباً درست جگہ تھی لیکن حکومتوں کا اپنا اپنا aesthet-ic sense ہوتا ہے۔ کسی کو وہ جگہ پسند نہ آئی ہو گی تو اس کہا کہ اس کو بدل دیا جائے ۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ڈیزائن یا محکمے کا کوئی قصور نہیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! اس جواب میں بتایا گیا ہے کہ آرکیٹیکٹ نے پہلے ٹینکی وہاں پر بنوائی جو خراب ہونے کی وجہ سے اب وہاں آبشار بن گئی ہے ۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آرکیٹیکٹ نے اس ڈیزائننگ اور خاکے کی ایک لاگت اور رقم وصول کی ہے ۔ پانچ لاکھ یا جتنے لاکھ روپے سے اس ٹینکی کو آبشار میں تبدیل کیا جا رہا ہے یہ جو حکومت کا نقصان ہوا ہے آیا یہ نقصان

کسی آرکیٹیکٹ کی فیس سے منہا کیا جائے گا یا یہ نقصان آرکیٹکٹ سے پورا کیا گیا ہے یا نہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! اس سلسلے میں میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ آرکیٹیکٹ کی مرضی پر یہ ڈیزائن تبدیل نہیں ہوا۔ حکومت جو اس پنجاب ہاؤس کو بنوا رہی ہے۔ اس نے یہ سمجھا کہ اگر یہ ٹینکی سامنے بنے گی تو یہ انتہائی خوبصورت کا ویو خراب ہو گا۔ اس لیے ان کو دوبارہ ڈیزائن کرنے کے لیے کہا۔ اس ڈیزائنر کو اس سلسلے میں کوئی پینلٹی نہیں لگے گی۔ اگر اس کو ابھی کہیں کہ اس پورے پنجاب ہاؤس کا ڈیزائن بدل دے تو وہ بدل دے گا اور وہ اپنی فیس چارج کرے گا۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر ! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جس کسی نے بھی اس ٹینکی کی تجویز کو منظور کیا اور بنوایا اس سے حکومت کا جو نقصان ہوا وہ کس سے وصول کیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر :ان کا مقصد یہ ہے کہ انھوں نے جو ڈیزائن بنایا تھا وہ اس وقت کے حالات کے مطابق اس وقت کی competent authority نے منظور کیا ہے۔ اب اس میں تبدیلی لا رہے ہیں۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! جز (الف) میں بتایا گیا کہ تخمینہ کی لاگت 297.94 لاکھ روپے ہے۔ تو اس میں کتنی رقم حکومت پنجاب کی ہے اور کتنی رقم فیڈرل حکومت نے دی ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! میری معلومات کے مطابق یہ ساری کی ساری رقم حکومت پنجاب کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اگلا سوال حاجی محمد افضل چن صاحب!

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ یہ قابل داد انجینئر جو اس ٹینکی کو آبشار میں بدل رہا ہے اس کی عقل و فراست سے وزیر صاحب نے پہلے کیوں فائدہ نہیں اٹھایا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : بٹ صاحب ! معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ آپ کے سوال کی سمجھ نہیں آئی۔

جناب سہیل ضیاء بٹ :میں نے یہ پوچھا ہے کہ اتنا ہونہار انجینئر ہے جو کہ ٹینکی کو آبشار میں بنا

سکتا ہے تو اس کی اس عقل مندی سے پہلے کیوں فائدہ نہیں اٹھایا گیا ہے۔ نقصان اٹھانے کے بعد کیوں فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مٹ صاحب! یہ اپنی اپنی پسند کی بات ہے۔ اگلا سوال حاجی محمد افضل چن صاحب کا ہے۔

(سوال نمبر100 پوچھا گیا اور اس کا تحریری جواب دیا گیا)

ملک وال تا میانہ گوندل سڑک کی تعمیر

*1100۔ حاجی محمد افضل چن: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم کے تحت سال 1986ء میں ایک سڑک ملک وال تا میانہ گوندل براستہ پنڈ مگو تعمیر شروع کی گئی تھی۔ اگر ایسا ہے تو آیا مذکورہ سڑک مکمل ہو چکی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ سڑک انتہائی ناقص اور غیر معیاری تعمیر کی گئی ہے جو بننے کے ساتھ ہی ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا حکومت اس سڑک کی ناقص تعمیر کی تحقیق کے لیے کوئی کمیٹی بنانے کے لیے تیار ہے جو اس سلسلے میں اپنی رپورٹ پیش کرے اور ذمہ دار افسران کے خلاف مناسب اور انضباطی کارروائی کی جائے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین):

(الف) ملکوال تا میانہ گوندل براستہ پنڈ مگو نام کے تحت کوئی سڑک تعمیر نہیں کی گئی ہے۔ سال 1986ء میں اک سڑک پکھوال تا میانہ گوندل براستہ پنڈ مگو لمبائی 5 میل کھیت تا منڈی پروگرام کے تحت شروع کی گئی تھی جو اگست 1989ء میں مکمل ہوئی۔

(ب) جیساکہ جز (الف) میں بیان کیا گیا ہے کہ ملکوال تا میانہ گوندل براستہ پنڈ مگو کے نام کی کوئی سڑک محکمہ ہائی وے نے تعمیر نہیں کی۔ اس لیے ناقص اور غیر معیاری تعمیر خارج از بحث ہے۔ بہر حال جو سڑک محکمہ ہذا نے تعمیر کی ہے اس کی حالت تسلی بخش ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلا سوال نمبر 1154 رانا اکرام ربانی

اسمبلی کوارٹرز گڑھی شاہو کی مرمت

*1154۔رانا اکرام ربانی : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) گڑھی شاہو اسمبلی کوارٹرز کب تعمیر کیے گئے ؟

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ جب سے متذکرہ کوارٹرز تعمیر ہوئے ان کی سالانہ مرمت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی اور وہ رہائش کے قابل نہیں رہے۔

(ج) اگر جز (ب) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان کوارٹروں کی مرمت اور انہیں رنگ و روغن کروانے کو تیار ہے۔اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں ؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) گڑھی شاہو اسمبلی کے کوارٹرز کی تعمیر کا باقاعدہ ریکارڈ محکمہ کے پاس نہ ہے۔یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ پنجاب اسمبلی کی عمارت کے ساتھ ہی 37-1936ء میں یہ کوارٹرز تعمیر کیے گئے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ متذکرہ کورٹرز کی سالانہ مرمت کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔یہ کوارٹرز اچھی حالت میں ہیں اور قابل رہائش ہیں۔مزید برآں خصوصی مرمت کے فنڈز سے ان کوارٹرز میں مالی سال 91-1990ء میں -/20,040روپے کی لاگت سے چھت والے پنکھے تبدیل کیے گئے۔اس کے علاوہ مالی سال 92-1991ء میں خصوصی مرمت کے فنڈز سے ان کوارٹرز کے بیرونی غسل خانوں کے لکڑی کے بوسیدہ دروازوں کو لوہے کے نئے دروازوں میں تبدیل کر دیا گیا۔جن پر کل -/95376 روپے خرچ ہوئے۔

(ج) مالی سال 92-1991ء میں ان کوارٹرز کے لیے مبلغ -/10560 روپے سالانہ مرمت کی مد میں مختص کیے گئے تھے۔جن سے ان تمام کوارٹرز میں رنگ سفیدی اور دوسری ضروری مرمت کر دی گئی۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! یہ بالکل متعلقہ بات ہے۔یہ پتا چل جائے گا کہ کوارٹرز کی تعداد کے حساب سے یہ دس ہزار روپے میں وہاں پر رنگ و روغن کروا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کے لیے fresh question چاہیے۔جی ملک صاحب!

ملک محمد دین : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 20ہزار چالیس روپے کی لاگت سے چھت والے پنکھے تبدیل کیے گئے تو ان پنکھوں کی تعداد کتنی تھی ؟(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر : معزز ممبر! اپنی باری پر ضمنی سوال کریں۔ مٹ صاحب! تشریف رکھیں۔(قطع کلامیاں) میاں شہباز صاحب! ہمیں یہ تو پتہ چلے کہ آپ کی سیٹ کون سی ہے۔ کبھی آپ اس طرف سے بولنا شروع کر دیتے ہیں کبھی اس طرف سے بولنا شروع کر دیتے ہیں آپ کی اصل سیٹ کون سی ہے ؟ تو میں معزز ممبران سے درخواست کروں گا کہ اسمبلی کی یہ اپنی روایات بھی ہیں اور یہ قانون بھی ہے کہ ہر معزز ممبر اپنی سیٹ پر سے کھڑا ہو کر بات کر سکتا ہے اور یہ مناسب نہیں کہ آپ جس جگہ سے چاہیں کھڑے ہو کر بات کرنا شروع کر دیں۔ جی ملک صاحب! فرمایئے۔

ملک محمد دین : جناب والا! میں نے یہ ضمنی سوال کیا ہے کہ 20ہزار چالیس روپے کی لاگت چھت والے پنکھے تبدیل کیے گئے۔ تو ان پنکھوں کی تعداد کتنی تھی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! ان کی تعداد 24 ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : مٹ صاحب کا سوال بھی یہی ہے۔ جی کرنل صاحب!

جناب سہیل ضیاء مٹ : جناب والا! میں نے تو ان کی آسانی کے لیے کہا تھا کہ پنکھوں کی تعداد سے کوارٹروں کی تعداد معلوم ہو جائے گی۔ کیونکہ حساب کتاب میں جناب وزیر موصوف کمزور ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے مٹ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جی کرنل صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! درجہ چہارم کے ملازمین کے لیے 24کوارٹرز ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ملک صاحب آپ کا پنکھوں کے بارے میں کوئی سوال تھا، آپ پنکھوں کی تعداد کے بارے میں پوچھ رہے تھے یا کوارٹروں کی تعداد پوچھ رہے تھے ؟

ملک محمد دین : جناب والا! میں پنکھوں کی تعداد پوچھنا چاہتا ہوں کہ 20 ہزار چالیس روپے میں کتنے پنکھے تبدیل کیے گئے ؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! پنکھوں کی تعداد کے بارے میں نیا سوال چاہیے لیکن امید کی جاتی ہے کہ تمام کوارٹروں میں یعنی اگر 24کوارٹر ہیں تو24پنکھے مہیا کیے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! وزیر موصوف کو پنکھوں کی تعداد کا پتا ہے نہ ہی وہاں پر ہونے والی ڈویلپمنٹ اور پنکھوں کی تعداد کا پتا ہے۔ تو میری استدعا یہ ہے کہ اس سوال کے جواب کو

pendingفرما دیں اور وزیر موصوف سے یہ گزارش کریں کہ ان کوارٹروں کو یہ ملاحظہ کر لیں اور اس کے بعد یہ خود فیصلہ کر لیں کہ آیا وہ رہائش کے قابل ہیں۔آیا وہاں پر کسی قسم کی maintenanceکی ضرورت ہے یا نہیں؟ وہ کوارٹر رہائش کے بالکل قابل نہیں اور ان میں بہت کی maintenance ہونے والی ہے۔تو انہیں چاہیے کہ وہ کروا دیں تاکہ وہاں رہائش پذیر لوگ بھی ان سہولیات سے فائدہ اٹھا سکیں۔بہتر یہی ہو گا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! میں کوارٹروں کی تعداد بھی بتا چکا ہوں اور ان تمام کوارٹروں میں جو پنکھے لگائے گئے ہیں ان کے متعلق بھی عرض کر چکا ہوں ۔ان کے دروازے تبدیل کیے گئے۔لکڑی کے دروازے تبدیل کر کے آہنی دروازے لگوا دیے گئے ہیں اور ان کوارٹروں میں سفیدی بھی کروا دی گئی ہے ۔اس سوال کا جواب جن لوگوں نے دیا ہے ان کے باقاعدہ correctness کے سرٹیفکیٹ میرے پاس موجود ہیں ۔اگر انہوں نے غلط بیانی کی ہے اور معزز رکن اگر یہ ثابت کر سکتے ہیں تو اس کی نشان دہی کریں۔انشاء اللہ جس آدمی نے غلط سرٹیفکیٹ دیا ہے کہ میں نے درست جواب دیا ہے تو اس کے خلاف انکوائری ہو گی۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب سپیکر! وزیر موصوف کو نہ پنکھوں کی تعداد کا پتا ہے نہ کوارٹروں کی تعداد کا پتا ہے ۔اس لیے اس سوال کو pendingفرما دیں۔تاکہ وہ تیاری کر کے آئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جو سوال تھا اس کو جواب انہوں نے مناسب طریقے سے دے دیا ہے ۔آپ تشریف رکھیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! وزیر موصوف جواب پورے طریقے سے نہیں دے سکتے ۔بٹ صاحب !آپ مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔جی شیخ صاحب!

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! میری دانست میں وزیر موصوف کو ان کے محکمے نے صحیح معلومات فراہم نہیں کی ہیں۔اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ ۔۔۔۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : بٹ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔میں نے آپ کی بات سن لی ہے۔یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا ہے۔ وزیر موصوف کو کوارٹروں کی تعداد کا پتا نہیں اور اس سلسلے میں پوری تیاری کر کے نہیں آئے لہٰذا اس سوال کو pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : بٹ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جی شیخ صاحب فرمائیے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! جز (ب) میں جو جواب دیا گیا ہے میرے خیال میں مجھے اس سوال کے جواب کی صحت پر شبہ ہے۔ معزز وزیر اس سوال کو pending فرمالیں یا میں اس معزز ایوان سے یہ استدعا کروں گا کہ اس کے لیے کوئی سپیشل کمیٹی تشکیل دیں جو وہاں جا کر معائنہ کرے اور دیکھے کہ کیا واقعی وہ کمرے اس قابل ہیں کہ جس انداز میں جواب دیا گیا ہے وہ درست ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ ضمنی سوال نہیں ہے۔

ملک محمد دین : کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ جو پنکھے خریدے گئے تھے وہ کس کمپنی کے تھے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کے لیے نیا سوال دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سہیل ضیاء بٹ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! کرنل صاحب نمازی آدمی ہیں اور مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا ہے اور یہی ان کی نجات کا راستہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ اب چونکہ مغرب کی نماز کا وقفہ ہونے والا ہے۔۔۔۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! کرنل صاحب آج نماز میں اپنے محکمہ کے لیے یہ دعا مانگیں کہ ان کے محکمے کے افسران اپنی عادات ٹھیک کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : بٹ صاحب! مجھے بات کر لینے دیں۔ اب مغرب کی نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے اور ہاؤس کی کارروائی کو پندرہ منٹ کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کرنل صاحب پھر میدان میں آئیں گے۔

(اس مرحلہ پر ایوان کی کارروائی نماز مغرب کے لیے ملتوی ہو گئی)

(وقفہ نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی 6:19 پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر شروع ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر : حاجی احمد خان ہرل!

جناب فرید احمد پراچہ : (ان کے ایما پر) سوال نمبر 1221

لنک نہر کو سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل کرنے کے لیے اقدامات

*1221۔ حاجی احمد خان ہرل : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات سوال نمبر 1031 کے جواب کے حوالے سے ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) 1983-84ء سے لے کر آج تک تین دفعہ تخمینہ لگنے کے باوجود یہ سکیم سالانہ ترقیاتی پروگرام میں کیوں شامل نہ ہو سکی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس لنک روڈ کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے علاقے کے عوام کا ایک بہت بڑی منڈی سے رابطہ منقطع ہو گیا ہے جس کی وجہ سے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت متذکرہ لنک روڈ کو اس سال سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) اس سوال کا تعلق اسمبلی کے سوال نمبر 1031 سیشن اکتوبر 1991ء سے ہے۔جو کہ پھلروان تا چیاں لنک روڈ کے متعلق ہے۔ مذکورہ سڑک قصبہ پھلروان گجرات سرگودھا کے میل 73 پر ملاتی ہے اور سڑک کی لمبائی 3.87 کلومیٹر ہے۔گو اس سڑک کی درستگی اور اصلاح کی سکیم کی انتظامی منظوری سال 1983ء میں جاری کی گئی تھی۔لیکن اس کے لیے اب تک ترقیاتی پروگرام میں بوجہ low priority اور financial constraints کوئی رقم مختص نہ کی جا سکی۔یہاں پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ صوبہ میں اس وقت تقریباً 5 ہزار کلومیٹر سڑکیں ایسی ہیں جن پر ٹریفک کے دباؤ اور زیادتی کی بناء پر درستگی اور کشادگی ضروری ہے لیکن تاحال ان پر مالی مجبوریوں کی بناء پر کام شروع نہیں کیا جا سکا اور زیر بحث سڑک تو ترجیح کے لحاظ سے بہت کم درجہ پر ہے۔

(ب) سڑک مذکورہ تنگ ہونے کی وجہ سے ٹریفک کو کافی مشکلات کا سامنا ہے لیکن اوپر بیان کی گئی وجوہات کی بناء پر اس کی کشادگی کا کام شروع نہیں کیا جا سکا۔بہر حال اسے آمدرفت کے قابل رکھنے کے لیے مرمے کے خصوصی فنڈز میں اس کی دیکھ بھال کی جا رہی ہے۔گزشتہ مالی سال 92-1991ء میں اس پر ری سرفیسنگ بھی کی گئی لہٰذا علاقہ کے عوام کا رابطہ بذریعہ سڑک قائم ہے۔

(ج) محکمہ کی کوشش ہے کہ تمام سڑکیں جن پر کشادگی اور درستگی درکار ہے ان کو ترقیاتی منصوبے میں شامل کیا جائے۔ حتمی طور پر اس سڑک کی باری کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ترجیح کے لحاظ سے یہ سڑک بہت کم درجہ پر ہے۔

محکمہ ہائی وے کے مقامی اہل کاروں نے جو ٹریفک کاؤنٹ کی ہے اس کے مطابق اس سڑک پر روزانہ 250ٹرک ، بسیں، ویگنیں اور ٹرالیاں چلتی ہیں اس کے علاوہ تقریباً آٹھ سو موٹر سائیکل بھی روزانہ رواں دواں رہتے ہیں۔لیکن پھر بھی کشادگی کے پیمانے پر یہ سڑک پوری نہیں اترتی۔سڑک کی کشادگی کے مکمل جواز کے لیے کم از کم 800گاڑیوں کی آمدرفت ہونا ضروری ہے اس طرح سے یہ سڑک کشادگی کی ترجیحات میں کم درجے پر ہے۔

جناب ضرغام خان خاکوانی : جناب سپیکر! ایوان میں کورم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : خاکوانی صاحب ! اپوزیشن نے آپ کی یہی ڈیوٹی لگا رکھی ہے ؟

جناب ضرغام خان خاکوانی : جناب میرا کام نشان دہی کرنا ہے۔آگے آپ کی مرضی۔میں تو قانون کی بات کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ہم بھی قانون کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : اتنے بھاری بھر کم ایم پی اے کی اپوزیشن نے کورم پوائنٹ آؤٹ کرنے کی ذمہ داری لگا رکھی ہے۔میں اس پر احتجاج کرتا ہوں۔

جناب ضرغام خان خاکوانی : یہ احتجاج کرتے ہیں تو یہ نکل جائیں۔جہاں اور نہیں ہیں وہاں یہ بھی نہ ہوں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

وزیر اطلاعات : جناب یہ اس لیے کورم پوائنٹ آؤٹ کر رہے ہیں کہ ان کو گھر پر بہت ضروری کام ہے۔انہوں نے مجھے کام بھی بتایا ہے۔لیکن میں یہ بتا نہیں سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : خاکوانی صاحب آپ اپنی بات پر قائم ہیں۔

جناب ضرغام خان خاکوانی : جی ہاں!

جناب ڈپٹی سپیکر : گنتی کی جائے۔

کرنل یامین صاحب !آپ ارشاد فرمایئے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر!

(الف)اس سوال کا تعلق اسمبلی کے سوال نمبر 1031 سیشن اکتوبر 1991ء سے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس سوال کا جواب کافی لمبا ہے لہٰذا اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے اور اس بارے میں کوئی صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ : جواب کے جز (ب) میں یہ بتایا گیا ہے کہ کشادگی اور درستگی کے لیے جو ترجیح بنائی گئی ہے اس کے لحاظ سے کم از کم 800 گاڑیوں کی آمدورفت ضروری ہے اور اس سے کم درجے پر جو بھی سڑکیں آتی ہیں ان کو کشادہ نہیں کیا جاتا۔اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف پوری ذمہ داری سے اس بیان کی صحت کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ کوئی ایک سڑک بھی اس سے کم تر درجے کے معیار پر نہیں بنائی گئی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! جواب میں جس بات کی نشان دہی کی گئی ہے وہ ایک general principle ہے ۔لہٰذا میں اس بات کی ذمہ داری نہیں لے سکتا کہ اس معیار سے کم تر درجے کی کوئی سڑک کشادہ نہ کی گئی ہو کیونکہ ممکن ہے کہ وزیر اعلیٰ ، وزیر اعظم یا جناب صدر مملکت کی ہدایت پر اس سے کم درجے کی سڑکوں کی کشادگی کی گئی ہو۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر اس سے کم تر درجے کی سڑکوں کو کسی کے directive پر کشادہ کیا گیا ہے تو پھر 84-1983ء سے لے کر 10سال کی مدت گزرنے تک اس سڑک کو کیوں محروم کیا گیا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! اس ضمنی سوال کا جواب اصل سوال کے جواب میں

آچکا ہے کہ سی اینڈ ڈبلیو ڈیپارٹمنٹ کی سکیم کے مطابق اس سڑک کی low priority ہے۔ کیونکہ اس پر ٹریفک کاؤنٹ 250 کے قریب ہے اور اگر 800 کے قریب سڑک پر ٹریفک کاؤنٹ ہو تو پھر اس کی کشادگی ہو سکے گی۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! اس سوالات تو اور بھی اٹھتے ہیں مجھے وزیر موصوف کا بہت ادب احترام ہے۔ گو کہ جواب درست نہیں دیے گئے لیکن میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ

" جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کر"۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اگلے سوال کے لیے چودھری محمد اسلم کائرہ صاحب۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب سپیکر! ان کے ایماء پر سوال نمبر 1389

خلاف قانون ترقی کو روکنا

*1389۔ چودھری محمد اسلم کائرہ : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سیکرٹری مواصلات کے نوٹ محرر 31اکتوبر 1991ء پر وزیر مواصلات نے 5 نومبر 1991ء کو یہ حکم دیا تھا کہ ہیڈ ڈرافٹسمین کی ترقی سروس رولز کے تحت کی جائے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ سیکرٹری مواصلات نے اپنے مراسلہ نمبر ایس۔ او۔ وی۔ III سی اینڈ ڈبلیو /3-3/89 مورخہ 12نومبر 1991ء کے ذریعہ سروس رولز کی پابندی کرتے ہوئے ہیڈ ڈرافٹسمین کی ترقی کرنے کا ایک مراسلہ سپرنٹنڈنگ انجنیئر فرسٹ پراونشل بلڈنگ سرکل کو تحریر کیا تھا۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ سپرنٹنڈنگ انجنیئر فرسٹ پروانشل بلڈنگ نے حکومت کی واضح ہدایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے حکم نمبر ای /288 مورخہ 15دسمبر 1991ء کے ذریعے ایک غیر مستحق آدمی کو ترقی دے دی ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس خلاف قانون ترقی کو روکنے کے سلسلہ میں کیا اقدامات کر رہی ہے یا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وزیر مواصلات و تعمیرات آپ ارشاد فرمائیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ بھی درست ہے۔

(ج) سپرنٹنڈنگ انجنیئر فرسٹ پراونشل سرکل لاہور کے حکم مجریہ 15 دسمبر 1991ء کے تحت ایک ایسے شخص کو ترقی دے کر ہیڈ ڈرافٹسمین بنایا ہے جو کہ تین سال کا ڈپلومہ نہیں رکھتا جیسا کہ سروس رولز میں درج ہے۔بلکہ سرٹیفکیٹ ہولڈر ہے مگر سینئر ہونے کی بناء پر اسے ترقی دی گئی۔چونکہ وہ رولز کے مطابق تعلیمی اہلیت نہ رکھتا تھا اس لیے ترقی کا مستحق نہ تھا لہٰذا سیکرٹری مواصلات نے سپرنٹنڈنگ انجنیئر کا حکم 5 دسمبر 1991ء کالعدم قرار دے دیا ہے اور اسے کہا گیا ہے کہ رولز کے مطابق ترقی کا فیصلہ کرے۔

(د) جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اس ضمن میں ضروری کارروائی کر دی گئی ہے۔اظہار وجوہ کا نوٹس متعلقہ سپرنٹنڈنگ انجنیئر فرسٹ پراونشل بلڈنگ لاہور کو جاری کر دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سپرنٹنڈنگ انجنیئر کو اظہار وجوہ کا نوٹس کب جاری کیا گیا ہے اور اس نوٹس کا جواب موصول ہوا ہے یا نہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : سپرنٹنڈنٹ انجنیئر کے جس حکم کو کالعدم قرار دیا ہے اس کی تاریخ 15 دسمبر 1991ء ہے ، اس کے فوراً بعد اس سے جواب طلبی کی گئی تھی کہ اس نے یہ غلط فیصلہ کیوں کیا ؟ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ چونکہ یہ آدمی senior most تھا۔اس لیے pro-mote کیا ہے اور جب اسے صحیح صورت حال کی نشاندہی کی گئی تو اس حکم کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب سپیکر! میرا سوال تو یہ تھا کہ سپرنٹنڈنگ انجنیئر کو کس تاریخ کو اظہار وجوہ کا نوٹس جاری کیا گیا۔جناب والا! سوال تو بڑا واضح ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! اس کی صحیح تاریخ تو فی الحال میرے پاس نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر صاحب اس کے لیے آپ fresh question دیں۔ اگلے سوال کے لیے جناب احمد خان بلوچ صاحب۔ جناب احمد خان بلوچ صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

چھتو والا تا میانی موتھہ سڑک کی تعمیر

*1413۔ جناب احمد خان بلوچ: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) چھتو والا تا میانی موتھہ تحصیل جلال پور ضلع ملتان کتنی سڑک بن چکی ہے اور کتنا کام بقایا ہے۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ مذکورہ سڑک پر مٹی کا کام مکمل ہو چکا ہے اور وہاں پتھر بھی پہنچ چکا ہے لیکن عرصہ چھ ماہ سے کام بند ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہ ہیں اور یہ سڑک کب تک مکمل کی جائے گی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین):

(الف) چھتو والا تا میانی موتھہ سڑک کی کل لمبائی 5.125 میل ہے لیکن پہلے تین میل لمبائی کی سکیم منظور ہوئی جس کی تعمیر مکمل کر دی گئی۔ بعد میں بقایا 3.135 میل لمبائی کی دوسری سکیم منظور ہوئی جس پر کام شروع کیا گیا لیکن اس کی تکمیل ابھی نہیں ہوئی۔

(ب) یہ درست ہے کہ بقایا لمبائی کی دوسری سکیم پر کام شروع کیا گیا اور اس پر مٹی کا کام ہو گیا اور پتھر بھی موقع پر پہنچ گیا لیکن بعد میں فنڈز کی عدم دستیابی کی وجہ سے مزید کام بند ہو گیا۔

مالی سال 93-1992ء میں اس سکیم کے لیے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں 16.80 لاکھ مختص کیے ہیں اور کام مکمل ہونا اسی مالی سال میں متوقع ہے۔

ضلع گوجرانوالہ میں سڑکوں کی تعمیر

*1431۔ جناب انیس اے حمید: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) اروپ تا بائی پاس، اروپ یا ترگڑی اور ٹھٹھہ داد تحصیل و ضلع گوجرانوالہ سڑکوں کے لیے 91-1990ء میں کتنی کتنی رقومات رکھی گئی ہیں۔

(ب) 92-1991ء میں درج بالا سڑکوں کی تعمیر کب شروع کی گئی اور کتنی رقم خرچ ہوئی۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ ان سڑکوں کی تعمیر کے لیے 1991-92ء میں گرانٹ کا بیشتر حصہ محکمہ نے اپنے پاس رکھا اور استعمال نہ ہونے کی وجہ سے lapse ہو گیا۔ اگر ہاں تو اس کی کیا وجوہ ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین):

(الف) اروپ تا بائی پاس، اروپ تا تاگزی، ترگزی تا ٹھٹھہ داو سڑکات کے لیے ترقیاتی منصوبہ 1990-91ء میں کوئی رقم مختص نہیں تھی تاہم حکومت نے اس سال سڑکات کے لیے بالترتیب 3لاکھ، 4لاکھ اور 6لاکھ روپے کے فنڈ سپلیمنٹری گرانٹ کے ذریعہ مہیا کیے ہیں۔

(ب) دو سڑکوں پر ماہ مئی اور جون 1991ء کام شروع ہوا اور تیسری سڑک ترگزی تا ٹھٹھہ داو کام ماہ اکتوبر 1991ء میں شروع ہوا۔

(1) اروپ تا بائی پاس 8لاکھ روپے اور اس پر 1991-92ء میں 3.45لاکھ روپے خرچ ہوئے۔

(2) اروپ تا ترگزی 8لاکھ روپے اور اس پر 1991-92ء میں 2.72لاکھ روپے خرچ ہوئے۔

(3) ترگزی تا ٹھٹھہ داو کے لیے 15لاکھ مختص کیے گئے اور اس پر 1991-92ء میں 15.59لاکھ روپے خرچ ہوئے۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو سڑکوں کی تعمیر ہے اس میں ہر سڑک پر کتنی رقم خرچ کی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایس اے حمید صاحب! آپ اپنا ضمنی سوال دہرا دیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! 1990-91ء کی گرانٹ میں جو تین سڑکیں بنائی گئی ہیں ان پر علیحدہ علیحدہ کتنی کتنی رقم خرچ کی گئی ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! براہ کرم آپ ہاؤس کو in order کریں۔ باتیں ہو رہی ہیں اور جو ضمنی سوال پوچھا جاتا ہے مجھے صحیح طرح سنائی نہیں دیتا۔ جس کی وجہ سے میں جواب صحیح طور پر دے نہیں سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں معزز ممبران سے درخواست کروں گا کہ وہ براہ کرم کرنل صاحب کے اعزاز میں خاموشی اختیار کر لیں تاکہ ضمنی سوال کو وزیر مواصلات اچھے انداز سے سمجھ سکیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر ! میرے اعزاز میں نہیں بلکہ ہاؤس کے تقدس کی وجہ سے خاموشی اختیار کریں۔

رانا اکرام ربانی : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر : رانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! کسی کے اعزاز میں خاموشی اختیار نہیں کی جاتی بلکہ اس کے سوگ میں خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر . میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ یہ بزرگ ہیں لہٰذا ان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! بزرگی کا جواب دینے سے کوئی تعلق نہیں۔جو ممبر صاحبان ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں وہ دل کھول کر پوچھیں۔ میں ان کے سوالوں کا جواب انشاء اللہ دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ جی، جی جناب ایس اے حمید صاحب۔فرمائیں۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! 91-1990ء کی ٹوٹل گرانٹ میں سے ان تین سڑکوں پر کل کتنی رقم خرچ کی گئی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! اروپ تا بائی پاس کے لیے 92-1991ء میں 8لاکھ روپے ملے تھے چونکہ یہ دیر سے ملے تھے اس لیے اس پر 3لاکھ 45 ہزار روپے خرچ ہوئے۔اسی طرح اروپ تا ترگڑی کے لیے بھی 8لاکھ روپے ملے تھے جن میں سے 2لاکھ 72ہزار روپے خرچ ہوئے اور باقی رقم خرچ نہیں ہو سکی کیونکہ یہ گرانٹ مئی جون میں ضمنی گرانٹ کے طور پر ملی تھی اسی طرح ترگڑی تا نھنھہ داد کے لیے 15لاکھ روپے ملے تھے اس کی full utilization ہو گئی تھی 15لاکھ 59ہزار روپے خرچ ہوئے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! میں نے 91-1990ء کا پوچھا ہے وزیر موصوف

1991-92ء کی بات کر رہے ہیں تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 1990-91 ء میں گرانٹ میں سے ان تین سڑکوں پر علیحدہ علیحدہ کل کتنی رقم خرچ کی گئی؟

جناب ڈپٹی سپیکر : کرنل صاحب، معزز ممبر 1990-91 ء کے لیے پوچھ رہے ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! پہلی سڑک کے لیے 18 لاکھ روپے ملے تھے۔ اس میں سے 3 لاکھ 45 ہزار روپے خرچ ہوئے دوسری سڑک کے لیے بھی 8لاکھ روپے ملے تھے جس میں سے 2 لاکھ 72 ہزار روپے خرچ ہوئے اور تیسری سڑک کے لیے 15 لاکھ روپے ملے تھے وہ full utilized ہو گئے تھے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! وزیر موصوف جو یہ رقم بتا رہے ہیں، یہ ریلیز بھی نہیں ہوئی۔ 1990-91ء جو ٹوٹل رقم ریلیز ہوئی ہے وہ 13 لاکھ روپے ہے اور یہ 15 لاکھ روپے کا تخمینہ بتا رہے ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! 1991-92 ء کے سال میں اروپ تابائی پاس اور اروپ تا ترگزئی سڑک کے لیے اے ڈی پی میں کوئی رقم مختص نہ تھی۔

جناب ایس اے حمید : وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ ان سڑکات کا جو کل تخمینہ لگایا گیا تھا وہ کیا تھا۔ صرف تخمینہ۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! سڑک نمبر 1 ،اروپ تابائی پاس کے لیے 10 لاکھ 5ہزارروپے کا تخمینہ ہے دوسری سڑک کے لیے 10 لاکھ 52 ہزار روپے کا تخمینہ ہے اور تیسری سڑک کے لیے 31 لاکھ 48 ہزار روپے کا تخمینہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی اگلا سوال حاجی ملک سکندر حیات خان بوسن۔

ملتان روڈ لاہور کی تعمیر و مرمت

*1447۔حاجی ملک سکندر حیات خان بوسن : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ دوسال قبل ملتان روڈ لاہور کی از سر نو تعمیر کرتے وقت چوبرجی گارڈنز اسٹیٹ کی اندرونی سڑکوں کے ابتدائی حصوں کو بھی اکھاڑ دیا گیا تھا۔

(ب) آیا یہ بھی امر واقع یہ ہے کہ ان حصوں پر روڑی پتھر وغیرہ ڈال دیے گئے تھے مگر آج تک ان حصوں کی کارپٹنگ نہیں کی گئی۔ جس کی وجہ سے کالونی میں آنے جانے والے ملازمین کو دقت کا سامنا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان حصوں پر کب تک کارپٹ کر دی جائے گیا اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین):

(الف) یہ درست ہے کہ ملتان روڈ لاہور کی کشادگی اور درستگی کرتے وقت چوبرجی گارڈنز اسٹیٹ کی اندرونی سڑکوں کے ابتدائی حصوں کو برساتی نالہ تعمیر کرنے کے لیے کاٹا گیا تھا۔

(ب) ملتان روڈ سے ملحقہ کل چھ RAMPS/ACCESS ROADS ہیں جن میں سے پہلے چار RAMPS منجانب ڈسٹرکٹ کورٹس کارپٹ کر دیے گئے تھے باقی دو RAMPS پتھر ڈال دیا گیا تھا لیکن مالی سال 92-1991ء میں ملتان روڈ کی تعمیر کے سلسلے میں فنڈز کی کم یابی کی وجہ سے کارپٹنگ نہ ہو سکی۔ تاہم مالی سال 93-1992ء میں ملتان روڈ کی کشادگی کے ساتھ ساتھ ان RAMPS کی کارپٹنگ کا پروگرام بنایا گیا۔ جس کے لیے مبلغ 25 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ موقع پر کام شروع کر دیا گیا جو مکمل کر دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر کوئی معزز ممبر ایوان میں تشریف نہ رکھتے ہوں تو کوئی دوسرا معزز ممبران کی طرف سے سوال کا نمبر پڑھ دے۔

صادق آباد تا مٹھار روڈ کی توسیع

*1450۔ چودھری شوکت داؤد: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ درست ہے کہ صادق آباد تا مٹھار روڈ کی توسیع جو کہ -/7400000 روپے کی لاگت سے تعمیر ہو رہی تھی وہ ٹوٹنا شروع ہو گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہ ہیں نیز آیا حکومت اس ناقص تعمیر کے ذمہ دار متعلقہ ٹھیکے دار اور دیگر افراد کے خلاف کوئی

کارروائی کر رہی ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ اس سڑک کے لیے جو رقم مختص کی گئی تھی اس میں سے کچھ رقم دوسرے ضلع کو دے دی گئی ہے۔

(ج) مٹھار روڈ تا چک 186۔پی کی زیر تعمیر سڑک کے لیے وزیر اعلیٰ پنجاب نے کتنی رقم مختص کی تھی۔ اس میں سے کتنی رقم دی جا چکی ہے اور بقایا رقم کب تک دی جائے گی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین):

(الف) صادق آباد مٹھار روڈ کے پہلے 4 میل توسیع کا کام 74 لاکھ روپے سے 1991-92 ء میں مکمل کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت نہ ہے کہ تکمیل شدہ سڑک ٹوٹنا شروع ہو گئی ہے۔ صرف ایک نہری پانی کے کھال کے ٹوٹنے سے سڑک کا معمولی سا حصہ (از آر ڈی 16940-16800 لمبائی 120 فٹ) متاثر ہو گیا تھا۔ جس کو متعلقہ ٹھیکے دار نے اپنی لاگت پر فوری طور پر ٹھیک کر دیا ہے اور اب سڑک کے مذکورہ حصے پر کوئی (پیوند) patch نہ ہے۔

(ب) مالی سال 1992-93ء میں اس سڑک کے لیے حکومت پنجاب نے مبلغ ایک کروڑ روپے مختص کیا تھا جس میں سے بعد ازاں بذریعہ سیکرٹری صاحب تعمیرات و مواصلات پنجاب کی چٹھی نمبر SO(H-III)(CV10)m12-1/91-92 تحت مبلغ 20 لاکھ روپے مہیا کر کے ضلع بہاول نگر کی سڑک بہاول نگر ہارون آباد کی کشادگی و اصلاح کے لیے دیے گئے۔ لیکن جون 1992ء میں دوبارہ 20 لاکھ روپے کی رقم مختص کر دی گئی تھی۔

(ج) زیر تعمیر سڑک از مٹھار تک چک نمبر 186/P فوجی والا جس کا تخمینہ لاگت 37 لاکھ روپے ہے۔ مذکورہ سڑک کی تعمیر کے لیے حکومت پنجاب نے مالی سال 1990-91 ء میں 10 لاکھ روپے فنڈ دیے تھے مگر مالی سال 1991-92 ء میں حکومت پنجاب نے کوئی فنڈز جاری نہ کیے۔ رواں مالی سال 1992-93 ء میں حکومت پنجاب نے مذکورہ سڑک کے لیے فنڈ مبلغ 25.70 لاکھ روپے مختص کر دیے ہیں اور بقایا فنڈ کے لیے حکومت سے رجوع کیا جا رہا ہے تاکہ رواں مالی سال میں یہ منصوبہ مکمل کیا جا سکے۔

دریائے سورن پر پل کی تعمیر

*1460۔ جناب غلام سرور خان : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) ضلع راولپنڈی میں دریائے سورن پر گورکھ پور اور چونترہ کے مقام پر جو پل زیر تعمیر ہیں ان پر لاگت کا کل تخمینہ کیا تھا۔

(ب) اس سال کے بجٹ میں ان دونوں پلوں کی تعمیر کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی ہے ۔ ان پلوں کی تعمیر کا ٹھیکہ کس فرم کو کس سال دیا گیا اور معاہدہ کے مطابق یہ دونوں پل کب تک مکمل ہوئے تھے۔

(ج) ان پلوں کا کتنا کام مکمل ہو سکا ہے کتنا بقایا ہے ؟

(د) کیا اس وقت پلوں کی تعمیر کا کام شروع ہے ۔ اگر کام بند ہے تو اس کی وجہ کیا ہے اور کب تک کام مکمل کر لیا جائے گا؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) گورکھ پور پل کی تعمیر کا تخمینہ لاگت 219.81لاکھ روپے ہے جب کہ چونترہ کے پل کی تعمیر کا تخمینہ لاگت 225لاکھ روپے ہے۔

(ب) موجودہ سال 93-1992ء کے بجٹ میں گورکھ پور پل کے لیے 35لاکھ روپے جب کہ چونترہ پل کے لیے 45لاکھ روپے مختص ہیں۔ گورکھ پور پل کی تعمیر کا ٹھیکہ AMMI CO کنسٹرکشن کمپنی کو 24جنوری 1989ء کو دیا گیا اور معاہدہ کے مطابق یہ پل 12ماہ کی مدت میں یعنی جنوری 1990ء تک مکمل ہونا تھا۔ چونترہ پل کی تعمیر کا ٹھیکہ شیخ محمد فضل حسین اینڈ کمپنی کو 24جنوری 1989ء کو دیا گیا۔ معاہدہ کے مطابق یہ پل 18ماہ کی مدت میں یعنی جولائی 1990ء میں مکمل ہونا تھا۔

(ج) گورکھ پور پل کا کام مکمل ہے جب کہ اس کے گائیڈ بند(Guide Bund) اور Approaches کا کام ابھی تک شروع نہیں ہو سکا۔ چونترہ پل کے کل 17در(Spans) ہیں جن میں سے 10در(Spans) بشمول چھت مکمل ہیں بقایا 7دروں میں سٹرکچر کا کام مع ستون (Pillars) ہو چکا ہے تین دروں کے ستونوں پر 12ستونوں

(Beams) میں سے 11 ہم بھی رکھ دیے گئے ہیں اور ان پر ایک ہم اور رکھ کر چھت Deck Slab ڈالنے کا کام باقی ہے۔ بقایا پانچ دروں کے ابھی 20 ہم ستونوں پر رکھنے ہیں اور چھت ڈالنی ہے۔

راولپنڈی سائیڈ کا ایک گائیڈ بند جزوی طور پر مکمل ہے۔ جب کہ دوسری سائیڈ کا کام ابھی شروع نہیں کیا گیا۔ اس طرح راولپنڈی سائیڈ کی اپروچ روڈ (Approach Road) بھی جزوی طور پر مکمل ہو چکی ہے اور دوسری طرف کی ابھی شروع نہیں کی۔

(د) گورکھ پور پل کی تعمیر کا بقایا کام درج ذیل وجوہات کی بنا پر رکا ہوا ہے۔

جیسا کہ جزو (ج) کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ اس پل کے گائیڈ بند اور اپروچ روڈ کا کام بنایا ہے کیونکہ مقامی لوگوں نے مفت زمین دینے سے انکار کر دیا تھا اور کچھ مالکان زمین نے دیوانی عدالت سے حکم امتناعی حاصل کر لیا۔ پل کا تخمینہ لاگت تیار کرتے وقت یہ خیال تھا کہ مقامی آبادی زمین مفت مہیا کرے گی اس لیے اس مد کی تخمینہ لاگت میں رقم کی کوئی provision نہ کی گئی۔ اب حصول اراضی میں رکاوٹ آنے پر تخمینہ لاگت دوبارہ بنایا گیا ہے جو منظوری کے مراحل میں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حصول اراضی کی کارروائی بھی شروع ہے۔ یہ کارروائی مکمل کرنے اور حکم امتناعی غیر موثر ہونے کے بعد یہ کام شروع ہو سکے گا۔ بقایا کام مکمل کرنے کے لیے تقریباً پانچ ماہ کا عرصہ درکار ہو گا۔ چونترہ پل کا پہلا ٹھیکیدار معاہدہ کی توسیع شدہ مدت میں بھی کام مکمل نہ کر سکا۔ اس لیے اس کے خلاف معاہدہ کی شرائط کی پابندی نہ کرنے پر کارروائی کی گئی اور بقایا کام مکمل کرنے کے لیے ٹینڈر طلب کیے گئے۔ دو دفعہ کے ٹینڈر میں ریٹ زیادہ آئے اور پھر ٹھیکے دار نے دیوانی عدالت سے حکم امتناعی 25-4-92 کو بھی حاصل کر لیا ہے۔ جس وجہ سے ٹینڈر کی کارروائی روکنی پڑی۔ تاہم 7 مئی 1992ء کو عدالت سے حکم امتناعی خارج کروا لیا گیا ہے اور دوسرے ٹھیکیدار کو 22 جون 1992ء کو کام الاٹ کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کام فروری 1993ء تک مکمل ہو جائے گا۔

سپیشل مرمت کی مد میں رقوم کی فراہمی

1492-ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) سال 90-1989ء 91-1990اور92-1991ء کے دوران حکومت کی جانب سے مواصلات و تعمیرات کو سپیشل مرمت کی مد میں کل کتنی رقم فراہم کی گئی اور یہ رقم کن کن منصوبوں کے لیے فراہم کی گئی تھی۔ تفصیل ضلع الگ الگ دی جائے۔ اس رقم سے کتنی رقم خرچ ہوئی اور کتنی رقم حکومت کو واپس کی گئی۔

(ب) مالی سال 93-1992ء کے بجٹ میں سپیشل مرمت کی مد میں کل کتنی رقم مختص کی جا رہی ہے اور یہ رقم کن کن منصوبوں پر خرچ کی جائے گی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین):

(الف) محکمہ مواصلات و تعمیرات کو سپیشل مرمت کی مد میں سال 90-1989ء 91-1990اور92-1991ء کے دوران مندرجہ ذیل رقوم فراہم اور خرچ کی گئیں۔

سال	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	بقایا رقم جو واپس کی گئی
90-1989ء محکمہ شاہرات	2,69,49,066/-	2,89,31,124/-	—
محکمہ عمارات	2,80,96,733/-	3,44,22,656/-	—
91-1990ء محکمہ شاہرات	2,46,38,542/-	2,49,16,879/-	—
محکمہ عمارات	5,40,76,162/-	5,58,02,145/-	—
92-1991ء محکمہ شاہرات	2,97,48,872/-	2,88,06,249/-	9,42,643/-
محکمہ عمارات	8,59,72,584/-	7,79,95,287/-	79,77,297/-

ان رقومات کی ضلع وار تفصیل کے لیے گوشوارے منسلک ہیں۔ جب کہ مختلف منسوبہ جات کے لیے فراہم اور خرچ کی گئی رقوم کی تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مالی سال 93-1992ء کے بجٹ میں سپیشل مرمت کی مد میں 6,05,52,793 روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ جب کہ عمارات کے لیے سپیشل مرمت کے لیے 17 کروڑ کی رقم رکھی گئی ہے۔

ان رقومات کو جن جن منصوبوں پر خرچ کیا جائے گا۔ ان کی تفصیلات اور ترجیحات کا تعین کیا جا رہا ہے۔

ضلع وار تفصیل برائے محکمہ مواصلات

اسمبلی سوال نمبر1492

ضلع	1989-90			1990-91			1991-92		
	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم
لاہور (بائی پاس)	21,91,900	19,17,639	2,74,261	11,47,000	26,02,771	-	30,50,500	34,03,861	-
شیخوپورہ	14,00,000	13,17,329	82,671	12,71,500	13,52,442	-	12,00,000	11,69,014	30,986
قصور	3,00,000	2,52,934	47,060	6,80,600	5,69,580	1,11,020	2,71,000	3,38,427	-
اوکاڑہ	3,00,000	3,00,000	-	62,580	61,500	80	-	-	-
راولپنڈی	17,40,000	57,13,000	-	35,09,000	31,15,000	3,94,000	14,15,000	13,23,000	92,000
اٹک	-	1,28,188	-	4,79,154	6,56,947	-	-	-	-
جہلم	6,02,000	6,02,000	-	1,00,000	62,000	38,000	3,50,000	3,50,000	-
چکوال	7,50,000	8,11,000	-	6,00,000	3,99,000	2,01,000	6,89,000	6,88,000	1000
گوجرانوالہ	21,01,00	21,01,000	-	8,53,000	8,53,000	-	24,22,000	29,83,000	-
گجرات	6,89,000	6,89,000	-	8,54,000	3,50,000	4000	16,28,000	16,13,000	15,000
سیالکوٹ	9,26,000	9,26,000	-	8,54,000	8,54,000	-	7,40,000	7,40,000	-

اسمبلی سوال نمبر1492

ضلع وار تفصیل برائے محکمہ مواصلات

ضلع	1989-90			1990-91			1991-92		
	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم
نارووال	-	-	-	-	-	-	99,000	3,99,000	-
سرگودھا	10,94,664	11,72,872	-	8,89,350	8,81,213	8,137	29,08,000	26,62,042	2,45,958
خوشاب	3,50,000	3,45,137	4,863	6,78,200	6,79,157	-	1,96,200	1,94,874	1,326
میانوالی	1,60,000	1,57,328	2,672	5,00,000	4,58,850	41,150	1,28,000	1,25,583	2,417
بھکر	8,72,900	8,71,800	1,100	5,50,000	5,49,973	27	2,42,630	2,33,766	8,864
فیصل آباد	8,97,100	3,97,333	4,99,767	9,30,698	7,03,608	2,27,090	16,53,500	15,35,376	1,18,124
جھنگ	31,24,700	30,56,632	68,068	9,69,551	11,05,461		13,35,000	11,46,884	1,88,116
ٹوبہ ٹیک سنگھ	10,11,800	7,91,963	2,19,837	6,40,033	6,52,862		5,20,500	2,91,067	2,29,433
ملتان	7,46,000	6,15,619	1,30,381	2,38,526	2,25,010	13.516	7,61,000	5,68,940	1,92,060
وہاڑی	3,02,600	2,43,231	59.369	4,50,000	4,49,684	316	9,29.336	8,93,073	36,265
خانیوال	21,95,000	21,85,000	10,000	18,55,000	16,69,000	1,86,000	20,45,904	19,99,000	46,904

ضلع وار تفصیل برائے محکمہ مواصلات

اسمبلی سوال نمبر 1492

ضلع	1989-90			1990-91			1991-92		
	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم
پاکپتن	3,86,600	3,68,231	369	-	-	-	5,70,383	5,75,414	-
ساہیوال	5,02,600	5,02,600	-	5,33,500	5,33,500	-	4.09,817	4,60,702	-
ڈی جی خان	59,000	58,800	200	5,74,800	5,73,919	881	2,81,800	2,79,114	2,686
راجن پور	8,05,000	8,05,000	-	6,21,000	6,17,000	4,000	3,12,000	3,10,000	2,000
لیہ	-	-	-	2,91,100	2,80,455	10,645	5,14,500	4,82,451	32,049
مظفر گڑھ	5,87,000	2,27,182	3,59,818	14,53,000	13,95,985	57,015	15,38,200	12,41,293	2,96,907
بہاولپور	17,15,277	12,53,029	4,62,248	9,22,000	8,99,329	22,601	14,76,000	9,88,000	4,88,000
رحیم یار خان	-	-	-	9,10,000	8,85,740	24,260	9,80,600	9,53,038	27,562
بہاولنگر	8,22,000	7,78,339	43,661	6,89,170	5,10,539	1,78,631	8,31,000	8,18,966	12,034

ضلع وار تفصیل برائے محکمہ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ نارتھ زون - لاہور

اسمبلی سوال نمبر 1492

ضلع	1989-90			1990-91			1991-92		
	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپس کردہ رقم	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپسی کردہ رقم
لاہور	82,67,312	73,04,63[illegible]	9,62,682	2,90,81,302	2,51,38,158	39,43,144	2,78,13,592	2,61,62,246	16,51,340
شیخوپورہ	17,50,487	13,93,[illegible]3	3,57,414	20,07,144	18,97,121	1,10,023	87,38,890	67,23,426	15,464
قصور	6,71,235	6,27,896	43,369	7,81,314	7,34,368	46,946	13,28,840	11,50,665	5,52,176
اوکاڑہ	9,70,045	9,24,526	45,519	18,55,754	17,84,442	71,312	1,37,440	86,135	51,305
گوجرانوالہ	50,000		50,000	8,53,800	8,53,800	-	14,66,550	12,73,866	1,92,684
سیالکوٹ	8,71,453	8,71,45[illegible]	-	8,87,192	8,14,112	52,780	19,29,000	18,94,182	34,818
نارووال	-	-	-	-	-	-	5,32,050	5,29,206	2,844
گجرات	6,79,700	6,79,700	-	-	-	-	3,86,290	2,75,957	89,333
جہلم	5,01,290	12,28,612	-	16,44,910	20,31,858	-	3,46,300	3,46,300	-
راولپنڈی	20,80,727	86,69,301	-	39,22,454	74,79,225	-	75,86,390	73,02,455	2,83,935
چکوال	9,77,800	9,79,560	-	4,95,000	4,95,888	-	12,46,850	7,23090	5,23,860
اٹک	7,84,320	7,84,320	-	8,13,583	8,13,566	-	7,69,840	7,27,970	41,870
سرگودھا	3,70,365	7,95,056	-	5,43,650	18,62,928	-	16,44,240	18,12,360	1,68,140
میانوالی	7,34,730	7,14,933	19,797	1,49,950	1,48,749	1,201	11,30,880	11,30,580	300
خوشاب	2,28,100	38,219	47,798	3,55,874	3,49,617	6,257	3,84,560	3,71,565	13,005
بھکر	4,61,303	4,[illegible]3,[illegible]1	-	98,568	98,593	-	9,10,380	9,03,830	6,550
کل میزان	1,93,58,867	2,56,32,260	-	4,34,70,500	4,45,02,245	-	5,43,31,222	5,14,14,095	34,59,464

ضلع/ہیڈنگ (ڈویژن)	1989-90			1990-91			1991-92		
	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپس کردہ رقم	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپس کردہ رقم	فراہم کردہ رقم	خرچ شدہ رقم	واپس کردہ رقم
بہاول پور	31,25,241/-	39,63,313/-	-	39,56,428/-	47,95,076/-	-	94,45,460	74,61,767/-	-
بہاول نگر	4,76,407/-	5,12,951/-	-	5,86,890/-	4,67,708/-	-	9,13,600/-	6,91,330/-	-
رحیم یار خان	15,60,785/-	16,93,967/-	-	11,55,255/-	13,04,747/-	-	27,11,360/-	25,66,496/-	-
پاکپتن	-	-	-	-	-	-	7,51,850/-	7,39,511/-	-
ساہیوال	-	-	-	-	-	-	11,67,350/-	10,16,673/-	-
وہاڑی	-	-	-	-	-	-	10,59,800/-	9,45,658/-	-
لیہ	-	-	-	3,16,300/-	2,00,905/-	-	27,44,440/-	23,29,974/-	-
ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	-	-	-	-	-	11,97,300/-	10,54,271/-	-
جھنگ	-	-	-	-	-	-	4,83,600/-	2,82,175/-	-
ملتان	10,33,540/-	10,33,319/-	-	17,56,070/-	17,51,203/-	-	42,05,870/-	37,27,678/-	-
لودھراں	3,59,124/-	3,59,124/-	-	4,15,186/-	4,15,186/-	-	74,510/-	62,731/-	-
خانیوال	2,95,250/-	2,92,388/-	-	10,19,696/-	10,08,917/-	-	23,00,200/-	16,39,032/-	-
ڈیرہ غازی خان	5,05,410/-	5,17,892/-	-	4,12,195/-	4,12,195/-	-	16,18,000/-	13,49,500/-	-
مظفر گڑھ	-	-	-	-	-	-	12,75,600/-	12,62,125/-	-
[illegible]	12,82,109/-	3,97,622/-	-	9,85,652/-	9,43,963/-	-	9,46,000/-	9,45,697/-	-
راجن پور	-	-	-	-	-	-	7,46,222/-	5,07,374/-	-
میزان (ڈویژن۔ضلع وار)	2,80,96,733/-	3,44,22,656/-	-	5,40,76,162/-	5,58,02,145/-	-	8,59,72,584/-	7,79,95,287/-	79,77,297/-

کبیر والا تا شورکوٹ سڑک کی تعمیر

☆1492-ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کبیر والا تا شورکوٹ سڑک کی تعمیر کب کی گئی تھی اور اس کی تعمیر پر کل کتنی لاگت آئی۔

(ب) متذکرہ سڑک کی سالانہ مرمت کے لیے اس کی تعمیر سے لے کر اب تک کتنی رقم فراہم کی گئی اور اس سڑک پر روزانہ کتنی گاڑیاں گزرتی ہیں۔

(ج) آیا یہ درست ہے کہ متذکرہ سڑک ملتان اور فیصل آباد ڈویژن کو ملانے والی محکمہ ہائی وے کی اہم ترین سڑک ہے۔جو اب ٹریفک کے لیے ناقابل استعمال ہو چکی ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں اور آیا حکومت متذکرہ سڑک کی مرمت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) مذکورہ سڑک کا وہ حصہ جو ضلع خانیوال میں واقع ہے اس کی کشادگی اور درستگی کا کام 1974-75ء میں تقریباً 60لاکھ روپے کی لاگت سے مکمل ہوا۔جب کہ ضلع جھنگ میں واقع سڑک کا حصہ جس کی لمبائی 10کلو میٹر ہے۔اس کی کشادگی اور درستگی کا کام سترہ لاکھ روپے کی لاگت سے مکمل ہوا۔

(ب) ریکارڈ کے مطابق مذکورہ سڑک کی سالانہ مرمت کا کام 1981-82ء سے شروع ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔حالیہ سروے کے مطابق اس سڑک سے روزانہ 3077ٹرک ، بسیں، کاریں بشمول موٹر سائیکل اور ٹریکٹر چلتی ہیں۔

تفصیل اخراجات

نمبر شمار	سال	ضلع خانیوال میں سالانہ اخراجات مرمت	ضلع جھنگ میں سالانہ اخراجات مرمت
1	1981-82ء	3,25,653/- روپے	36,731/- روپے
2	1982-83ء	1,82,635/- روپے	31,484/- روپے
3	1983-84ء	3,20,960/- روپے	25,977/- روپے
4	1984-85ء	3,02,960/- روپے	51,322/- روپے
5	1985-86ء	3,07,284/- روپے	63,406/- روپے
6	1986-87ء	3,48,428/- روپے	90,230/- روپے
7	1987-88ء	3,38,652/- روپے	1,06,009/- روپے
8	1988-89ء	2,00,387/- روپے	30,017/- روپے
9	1989-90ء	3,97,272/- روپے	59,209/- روپے
10	1990-91ء	5,21,613/- روپے	62,276/- روپے
11	1991-92ء	4,17,152/- روپے	
	کل میزان	33,60,636/- روپے	5,56,661/- روپے

(ج) مذکورہ سڑک ملتان اور فیصل آباد کو ملاتی ہے یہ بالکل درست ہے اور یہ بھی درست ہے کہ یہ سڑک محکمہ ہائی وے کی اہم سڑک ہے جو کہ اپنی عمر پوری کر چکی ہے۔ تاہم محکمہ اپنے محدود وسائل کے باوجود اب تک اسے ٹریفک کے قابل بنائے ہوئے ہے۔ رواں مالی سال سے حکومت نے سڑکوں کی مرمت کے بجٹ میں اضافہ کر دیا ہے جس سے اس سڑک کی حالت مزید بہتر ہو جائے گی۔ متذکرہ سڑک کی تعمیر نو کا ارادہ رکھتی ہے۔ لہٰذا حکومت نے اس سڑک کی تعمیر نو کے لیے ایشیائی ترقیاتی بنک کو رضامند کر لیا ہے کہ اس سلسلہ میں حکومت کی مدد کرے۔ سڑک کا ڈیزائن ایک مقامی مشاورتی کمپنی کے ذریعے زیر تکمیل ہے اور بنک کے ساتھ معاہدہ جلد ہی طے ہو جائے گا جس کے فوراً بعد 1993-94ء میں سڑک کی تعمیر نو کا کام شروع ہو جائے گا۔

*1501۔ جناب ایس اے حمید : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) گوجرانوالہ سیالکوٹ روڈ بائی پاس تا گوجرانوالہ شہر کا بقایا کتنا حصہ ابھی تک غیر تعمیر شدہ ہے اور اس کی تعمیر نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں۔

(ب) محکمہ یہ غیر تعمیر شدہ حصہ کب تک مکمل کر لے گا۔

(ج) آیا یہ ڈسکہ تا گوجرانوالہ شہر سڑک کی تعمیر مکمل ہے یا اس کا کچھ کام بقایا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) گوجرانوالہ سیالکوٹ بائی پاس تا گوجرانوالہ شہر تک سڑک 30 جون 1992ء کو مکمل کر دی گئی ہے۔

(ب) سڑک مکمل ہو چکی ہے۔

(ج) کام مکمل ہو چکا ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان سوالوں کے جوابات جو ہمیں آتے ہیں وہ تقریباً پانچ چھ ماہ کے بعد آتے ہیں۔ اس وقت سڑک بالکل نامکمل تھی لوگوں کو بڑے مسائل تھے۔ اب اس سوال کا جواب تمام کام مکمل کرنے کے بعد دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ کو جواب دینے میں سڑک مکمل ہو گئی۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سڑک کو تمام specification کے مطابق کیا واقعی مکمل کر لیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جواب سے تو ظاہر ہو رہا ہے کہ سڑک مکمل ہو چکی ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! specification کے مطابق۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی کرنل صاحب! وہ مزید تسلی چاہتے ہیں اور آپ کی زبان سے سننا چاہتے ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! یہ سڑک بالکل specification کے مطابق بالکل اے ون حالت میں ہے اور مکمل ہو چکی ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سڑک کے درمیان dividers

لگانے تھے کیا وہ لگ رہے ہیں اور جو side road بنا تھی وہ بن گئی ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! سڑک کے شیڈول آف ورک میں جو کام مکمل تھے وہ سارے مکمل ہو چکے ہیں اب مجھے اس وقت یہ معلوم نہیں کہ جو وہ medium کہہ رہے ہیں کہ سڑک میں dividers ہوتا ہے اگر وہ شیڈول میں شامل تھا اور نہیں ہوا تو پھر وہ نامکمل ہے میرے خیال میں وہ شیڈول میں شامل نہیں تھا بعد میں این ایل سی والے مطالبہ کر رہے تھے کہ ہمیں سنٹر لائن دی جائے کہ اس کی beautification کر دی جائے۔لیکن پیسے نہیں تھے اس لیے ان کی بات نہیں مانی گئی۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! جب میں نے پہلا ضمنی سوال کیا specification کے مطابق سڑک مکمل ہوئی ہے تو وزیر موصوف نے جواب دیا کہ ہوئی ہے۔حالانکہ محکمہ کی طرف سے انہیں پوری معلومات فراہم نہیں کی گئیں اگر وزیر موصوف موقع پر ملاحظہ فرمائیں تو وہاں پر انہیں بہت سی چیزیں ملیں گی جو specification کے مطابق نہیں کی گئیں نہ وہاں پر dividers لگائے گئے اور نہ ہی وہاں پر side road مکمل کی ۔اس لیے محکمہ نے انہیں غلط معلومات فراہم کی ہیں۔اب میری درخواست ہے کہ اس سال کو موخر کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ سڑک مکمل ہو چکی ہے اور جو بھی تخمینہ تھا اس کے مطابق مکمل ہو چکی ہے اور اب مزید اسے کس بات کے لیے موخر کیا جائے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! specification کے مطابق تو اس میں ہر چیز آئے گی۔اس میں dividers بھی آئیں گے side roads بھی آئیں گی وہ کام تو ابھی نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جو اس کا تخمینہ تھا یا پلاننگ تھی اس کے مطابق تو وہ کہہ رہے ہیں کہ مکمل ہو چکی ہے جی، کرنل صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات : جی درست ہے۔

پنڈ دادن خان میں سب جیل کی تعمیر

*1505۔راجہ ناصر علی خان : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) پنڈ دادن خان تحصیل ہیڈ کوارٹر میں سب جیل کی تعمیر کس مالی سال میں شروع ہوئی

تھی اور کتنے سالوں سے اس کی تعمیر بند پڑی ہے۔اگر عمارت مکمل ہو چکی ہے تو اب تک اسے استعمال میں کیوں نہیں لایا گیا اور اگر یہ نامکمل ہے تو اسے کب تک مکمل کر کے استعمال میں لایا جائے گا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) سب جیل (جوڈیشل لاک اپ) تحصیل پنڈ دادن خان کی تعمیر مالی سال 85-1984ء میں شروع کی گئی۔اس عمارت کی انتظامی منظوری مارچ 1984ء کو 31.84لاکھ روپے جاری کی۔اس عمارت کی تعمیر مالی سال 90-1989ء تک جاری رہی۔اس وقت تک سوائے بیرونی سیوریج (external sewerage) واٹر سپلائی اور رنگ و روغن کا باقی تمام کام مکمل تھا۔بعد میں فنڈز کی عدم دستیابی کی وجہ سے ان آئیٹموں پر کام نہ کیا جا سکا۔لہٰذا سروسز کی غیر موجودگی کی وجہ سے عمارت کو زیر استعمال نہ لایا جا سکا۔موجودہ مالی سال 93-1992ء میں بقایا کام کو مکمل کرنے کے لیے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں 3.76لاکھ مختص کر دیے گئے۔لہٰذا امید کی جاتی ہے کہ بقایا کام مکمل کر کے اس بلڈنگ کو اس مالی سال کے اختتام سے پہلے ہی زیر استعمال لایا جائے گا۔

سڑکات کو پختہ کرنے کے لیے اقدامات

*1517۔ملک احمد علی اولکھ: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) ضلع لیہ میں مندرجہ ذیل سڑکیں کب تعمیر ہوئیں۔

(1) پختہ سڑک موڑ تا چک نمبر 217ٹی ایم

(2) کاظمی چوک تا قاضی آباد

(3) نیل انڈس تا 198ایم ایل

(4) کروڑ تا دارہ ہیڑال روڈ

ان سڑکوں پر خصوصاً پختہ سڑک سائیہ موڑ تا چک نمبر 217 ٹی ایم پر عملہ دیکھ بھال اب تک تعینات نہ کرنے کی وجوہ کیا ہیں۔

(ب) کیا یہ امر واقع ہے کہ مذکورہ سڑکوں کی تاحال مرمت نہیں کی گئی جس کی وجہ سے کروڑوں روپے کا نقصان ہو چکا ہے۔جب کہ عملہ تعینات کرنے کے لیے چیف منسٹر

صاحب کے احکامات بھی جاری ہو چکے ہیں۔نیز حکومت مذکورہ بالا سڑکوں خصوصاً پختہ سڑک سائیہ موڑ تا چک نمبر 217ٹی ایم کی مرمت کب کت مکمل کرانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر مواصلات وتعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) ضلع لیہ میں درج ذیل سڑکات کا سن تکمیل درج ذیل ہے۔

(1) پختہ سڑک از سائیہ موڑ تا چک نمبر 217ٹی ایم 7/83 میں کھیت تا منڈی کے تحت شروع کی گئی اور 6/85 میں مکمل ہوئی۔اس کی لمبائی 15.16 میل ہے۔

(2)

(الف) پختہ سڑک از شاہ پور تا ٹیل انڈس 1/86 کھیت تا منڈی کے تحت شروع کی گئی اور 7/87 میں مکمل ہوئی۔اس کی کل لمبائی 6.72 میل ہے۔

(ب) پختہ سڑک ان ٹیل انڈس کاظمی چوک تا قاضی آباد 7/84 میں کھیت تا منڈی شروع کی گئی اور 9/86 میں مکمل ہوئی اس کی کل لمبائی 10.80 میل ہے۔

(3) پختہ سڑک از ٹیل انڈس تا ML 9/83-84 میں کھیت تا منڈی کے تحت شروع کی گئی اور 10/84 میں مکمل ہوئی۔اس کی کل لمبائی 9.55 میل ہے۔

(4) پختہ سڑک از کروڑ تا دوارہ۔سہڑاں 9/86 میں شروع کی گئی اور 6/87 میں ایم این اے گرانٹ کے تحت مکمل ہوئی۔اس کی کل لمبائی 1.48 میل ہے۔ان سڑکوں کی مرمت حکومت پنجاب کے مہیا کردہ محدود وسائل میں سے کی جاتی ہے اور دیکھ بھال کے لیے ابھی تک کوئی عملہ مہیا نہ کیا گیا ہے۔وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے عملہ دیکھ بھال کی تعیناتی کے کوئی احکامات جاری ہو کر تا حال نہ پہنچے ہیں۔ان سڑکوں کی سالانہ مرمت دیکھ بھال ضرورت کے مطابق مہیا کردہ فنڈ میں سے ہر سال کی جاتی ہے اور محکمہ خزانہ کو عملہ کی تعیناتی کے لیے درخواست کی گئی ہے۔

مندرجہ ذیل سڑکوں کی سالانہ مرمت کی تفصیل اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ریسر فیسنگ	1987-88	1988-89	1989-90	1990-91	بجٹ 1992	اخراجات 1991	کل اخراجات
1۔ چک نمبر 217 ٹی۔ڈی۔اے تا سائیہ	Nil	6,35,721/-	434/-	Nil	Nil	Nil	6,36,155/-
2۔ ٹیل انڈس تا قاضی آباد	Nil	Nil	Nil	2,30,934/-	Nil	Nil	2,30,934/-
3۔ شاہ پور ٹیل انڈس براستہ پڑوپی اڈہ	Nil	Nil	Nil	Nil	-	-	-
4۔ ٹیل انڈس تا 98 ایم ایل	Nil	Nil	61,800/-	4,41,327/-	-	-	5,03,127/-
							13,70,216/-
سالانہ مرمت کی تفصیل							
1۔ چک نمبر 217 ٹی ڈی اے تا سائیہ	60,842/39	77,692/50	33,360/-	1,11,732/50	93,063/-	78,920/-	3,62,547/39
2۔ ٹیل انڈس تا قاضی آباد	68,705/86	56,902/82	65,594/-	95,222/50	66,315/-	56,790/-	3,43,215/88
3۔ شاہ پور ٹیل انڈس براستہ پڑوپی اڈہ	-	40,058/-	3,48,443/-	48,388/-	41,285/-	57,085/80	1,80,374/80
4۔ ٹیل انڈس تا 98 ایم ایل	56,6526/49	91,913/92	47,212/50	44,715/-	55,555/-	55,947/68	2,96,441/59
5۔ کروڑ تا دائرہ سیمڑاں	-	-	-	-	-	-	-

RS 11,82,579/66

ملک احمد علی اولکھ : جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھوں گا کہ جو سڑک یہاں پر دی گئی ہے اس کی کل لمبائی 45 میل بنتی ہے لیکن اب تک ان سڑکات پر بیل دار تعینات نہیں ہوئے جب کہ یہ سڑکیں 1983ء میں تعمیر کی گئی تھیں تو کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود اب تک بیل دار تعینات کیوں نہیں ہوئے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : آرڈر پلیز، ملک صاحب! میں آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ اپنا ضمنی سوال دہرا دیں۔

ملک احمد علی اولکھ : جناب والا! یہ سڑک 1983ء میں بنی تھی اور اتنے طویل عرصے میں ابھی تک وہاں پر بیل دار تعینات نہیں ہوئے۔ کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ابھی تک وہاں پر بیل دار تعینات کیوں نہیں ہوئے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! معزز رکن غالباً یہ پوچھ رہے تھے کہ ان سڑکوں پر بیل دار کیوں نہیں لگائے گئے؟

ملک احمد علی اولکھ : جی ہاں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! اس ضمن میں میری گزارش یہ ہے کہ 1976ء کے بعد بیل داروں کے لیے ہم نے محکمہ خزانہ سے جتنی دفعہ بھی ڈیمانڈ کی ----

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر : آرڈر پلیز، آرڈر پلیز

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اس وقت ہمارے محکمے میں کوئی پانچ چھ ہزار بیل دار کم ہیں۔ 1976ء کے بعد اس کیٹیگری میں کسی نئی پوسٹ کی منظوری نہیں ملی اور سڑکیں کافی بڑھ گئی ہیں۔ ہر دو میل پر ایک بیل دار ہونا چاہیے لیکن 1976ء سے لے کر 1992ء تک بے شمار نئی سڑکیں بن گئیں اور ہر سال ہمارا محکمہ بیل داروں کی ڈیمانڈ کرتا رہا ہے لیکن مالی دشواریوں کی وجہ سے نئی پوسٹوں کی منظوری نہیں مل سکی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سڑک پر بیل دار موجود نہیں۔

ملک احمد علی اولکھ : جناب والا! جز (ب) میں جواب دیا گیا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف

سے عملہ دیکھ بھال کی تعیناتی کے لیے کوئی احکامات وصول نہیں ہوئے۔لیکن جناب والا! اس کے لیے چیف منسٹر ڈائریکٹو جاری ہو چکا ہے بلکہ یہ 1989ء میں ڈائریکٹو جاری ہوا تھا لیکن جواب میں کہا گیا ہے کہ کوئی ڈائریکٹو جاری نہیں ہوا۔ وزیر موصوف اس کی وضاحت فرمائیں گے ؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! ممکن ہے کہ یہ بات درست ہو کہ وزیر اعلیٰ نے بیل داروں کی تعیناتی کے لیے کوئی ڈائریکٹو جاری کیا ہو۔لیکن اس ڈائریکٹو کے تحت جب ہم نے محکمہ خزانہ سے بیل داروں کی پوسٹیں مانگیں تو انہوں نے ان پوسٹوں کی مالی دشواری کی وجہ سے منظوری نہیں دی۔

جناب ڈپٹی سپیکر :اگلا سوال چودھری نور محمد تارڑ۔

حافظ آباد قادر آباد سڑک کی تعمیر

*1544۔ چودھری نور محمد تارڑ : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات میرے نشان زدہ سوال نمبر773 کے جواب کے حوالے سے جس کا جواب مورخہ 18 جون1991ء کو ایوان میں دیا گیا ازراہ کرم ایوان میں بیان فرمائیں گے کہ

"حافظ آباد۔ قادر آباد سراج روڈ کی خستہ حالت کے پیش نظر علاقہ کے لوگوں کو سفر کی مشکلات اور نقصانات سے محفوظ رکھنے کی خاطر جو رپورٹ (feasibility report) تیار کروائی جا رہی تھی جس کی تکمیل پر اس سڑک کو محکمہ ہائی وے کی تحویل میں دینے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ رپورٹ کس مرحلہ میں ہے۔ اگر وہ رپورٹ مکمل ہو چکی ہے تو اس پر عمل درآمد کرتے ہوئے متذکرہ سڑک کو ہائی وے کی تحویل میں کیوں نہیں دیا جارہا اور اگر رپورٹ تا حال نامکمل ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟"

وزیر مواصلات و تعمیرات : مورخہ 18-6-91 کو ایوان میں نشان زدہ سوال نمبر 773 کے جواب میں کہا گیا تھا کہ حافظ آباد تا قادر آباد سراج روڈ محکمہ ہائی وے کے تحت نہیں ہے۔متذکرہ سڑک کو صوبائی تحویل میں لینے کے لیے جناب چودھری نور محمد تارڑ ایم پی اے کی درخواست پر وزیر اعلیٰ پنجاب نے مورخہ 21-3-91 کو حکم جاری کیا کہ اس سڑک کی feasibility report

مزید حکم کے لیے پیش کی جائے۔جس کے جواب میں محکمہ ہذا نے ایک سمری مورخہ 25-12-91 کو جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی خدمت میں ارسال کی مورخہ 30-1-92 کو جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس سمری پر حکم دیا کہ سڑک کو صوبائی تحویل میں لینے کے لیے جو کمیٹی تشکیل دی گئی ہے اس کی سفارشات کے ساتھ اس سکیم کو ان کی خدمت میں ارسال کیا جائے۔

وزیر اعلیٰ پنجاب کی زیر ہدایت تشکیل شدہ کمیٹی کے ذمہ یہ فریضہ تھا کہ ضلع کونسل کی سڑکوں کو صوبائی تحویل میں لینے کے لیے کارروائی کرے چنانچہ اس موضوع پر کمیٹی نے اپنی سفارشات کمیٹی کو پیش کر دی ہیں اور احکامات وصول ہونے کے بعد سڑکوں کا انفرادی جائزہ لیا جا رہا ہے اور جو سڑک criteria پر پوری اتری اس کو صوبائی تحویل میں لینے کے لیے ضروری کارروائی کی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کوئی ضمنی سوال نہیں ہے وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

لالہ موسیٰ برنالی روڈ سے دینہ چک تک سڑک کی تعمیر

*1557۔ چودھری خادم حسین : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سال 88-1987ء میں حکومت نے لالہ موسیٰ برنالی روڈ سے دینہ چک تک سڑک کی تعمیر کی منظوری دی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ متذکرہ سڑک کی تعمیر کا ٹھیکہ بھی دے دیا گیا تھا اور سڑک کے کچھ حصہ کی تعمیر بھی شروع کر دی گئی تھی مگر کام ادھورا چھوڑ دیا گیا اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے۔نیز حکومت کب تک اس سڑک کی تعمیر کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) درست ہے۔کھیت تا منڈی سڑکات پروگرام کے تحت ایک سکیم بہ عنوان "تعمیر سڑک

چک سکندر تا چک دینہ" مالی سال 89-1988ء میں منظور ہوئی جو کہ لالہ موسیٰ برنالی روڈ سے دینہ کی طرف جاتی ہے۔

(ب) درست ہے کہ مذکورہ سڑک کی تعمیر کا ٹھیکہ 88-12-14 کو دے دیا گیا تھا اور اس پر تعمیر کا کام شروع ہو گیا تھا۔ ایک زمیندار مسمی حافظ عظمت بیگ نے اپنی زمین سے سڑک بنانے کے خلاف سول کورٹ سے جنوری 1989ء میں حکم امتناعی لے لیا۔
سڑک کا آغاز چونکہ زمیندار کی زمین میں سے ہی ہوتا تھا اس لیے اس نے پتھر وغیرہ کے ٹرک بھی زمین سے گزارنے کی اجازت نہ دی۔اس وجہ سے کام پوری رفتار سے جاری نہ رہ سکا۔ تاہم stay والی جگہ جو تقریباً 800 فٹ لمبائی میں ہے کو چھوڑ کر بقیہ سڑک جولائی 1992ء میں مکمل کر دی گئی ہے۔سول عدالت سے stay کے اخراج کے بعد ہی 800فٹ ٹکڑے میں سڑک کی تعمیر مکمل ہو گی۔

سڑک کی تعمیر و مرمت کے لیے اقدامات

*1599۔ملک احمد علی اولکھ :کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اضلاع بھکر ، لیہ ، ڈیرہ اسمٰعیل خان اور تحصیل کوٹ ادو تونسہ شریف کو براستہ جھنگ ، فیصل آباد، لاہور سے ملانے والی واحد سڑک ناقابل استعمال ہو چکی ہے اور خستہ حالی کی وجہ سے آئے دن حادثات کی موجب بن چکی ہے۔ اگر ایسا ہے تو آیا حکومت کے زیر غور اس کی توسیع کا کوئی منصوبہ ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ متذکرہ اضلاع سنٹرل پنجاب کو اناج، دالیں، ایندھن، لکڑی اور گوشت کی بڑی مقدار فراہم کرتے ہیں لیکن صوبائی دارالحکومت تک آمدورفت کے لیے حکومت کی عدم توجہی کا شکار ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت متذکرہ اضلاع کو لاہور سے ملانے کے لیے حکومت کام کر رہی ہے اگر ہاں تو کب تک ایسا کیا جائے گا؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) لاہور، فیصل آباد، جھنگ تا اٹھارہ ہزاری اور سرائے مہاجر سے بھکر تک سڑک توسیع شدہ ہے اور ٹھیک حالت میں ہے۔جب کہ اٹھارہ ہزاری سے سرائے مہاجر تک اور بھکر سے

دریاخان تک سڑک توسیع طلب ہے۔جس کی توسیع مرحلہ وار کی جا رہی ہے۔ضلع جھنگ، بھکر کی حد سے دریا خان تک سڑک کی توسیع ایشیائی ترقیاتی بنک کے توسط سے 1993-94ء میں کی جائے گی اس کے بعد اٹھارہ ہزاری سے جھنگ بھکر حد تک توسیع کا پروگرام ہے۔اٹھارہ ہزاری گڑھ مہاراجہ چوک اعظم سے لیہ اور دائرہ دین پناہ سے تونسہ شریف موڑ تک سڑک توسیع شدہ ہے۔جب کہ چوبارہ سے چوک اعظم سڑک زیر توسیع ہے اور آئندہ چوبارہ سے گڑھ مہاراجہ ڈیرہ دین پناہ سے لیہ تک مرحلہ وار وسائل کے مطابق توسیع کی جائے گی۔تونسہ موڑ سے تونسہ شریف تک سڑک نیشنل ہائی وے اتھارٹی کی تحویل میں ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ متذکرہ اضلاع اناج، دالیں، ایندھن اور لکڑی وغیرہ سے دوسرے اضلاع کو فراہم کرتے ہیں۔لہٰذا سڑک کی مرمت پر وسائل کے مطابق پوری توجہ دی جاتی ہے اور سڑک درست حالت میں رکھی جاتی ہے۔

(ج) اس جزو کا جواب جز (الف) میں دیا جا چکا ہے۔

جھنگ ، کبیر والا، ملتان روڈ شاہراہ کی تعمیر

*1605۔چودھری عبدالستار : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جھنگ کبیر والا، ملتان روڈ شاہراہ نے موت کے کنوئیں کی شکل اختیار کی ہوئی ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی بروقت مرمت نہ کروانے کی کیا وجوہات ہیں کیا حکومت اس کی فوری مرمت کروانے کو تیار ہے۔اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) یہ درست نہ ہے کہ یہ سڑک موت کا کنواں بن چکی ہے کیوں کہ اس پر حادثات کی شرح دوسری سڑکوں کی اوسط سے مختلف نہ ہے البتہ ٹریفک کے زیادہ دباؤ کی وجہ سے اس کی حالت زیادہ اچھی نہ ہے۔

(ب) محکمہ اپنے وسائل کے مطابق اس کی مرمت کرتا رہا ہے علاوہ ازیں اس کی دوبارہ تعمیر کا

منصوبہ بھی بنایا گیا ہے جس کے تحت جھنگ شورکوٹ سیکشن پر سال رواں کے دوران کام شروع کر دیا جائے گا اور اس پر موجودہ سال میں ایک کروڑ بیس لاکھ کی رقم بھی مختص ہے سیکشن کبیر والا تا شورکوٹ کی تعمیر نو ایشیائی ترقی بنک کے صوبائی سڑکوں کی تعمیر کے پروگرام میں شامل ہے اور اس پر 1993-94ء میں کام شروع ہو جائے گا۔رواں مالی سال میں حکومت نے سڑکوں کی مرمت کے لیے بجٹ بڑھا دیا ہے۔جس سے سڑک کی مرمت مزید بہتر ہو جائے گی۔

گراؤنڈز کی دیکھ بھال کے لیے اقدامات

*1631۔جناب فرید احمد پراچہ : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) چوبرجی گارڈن اسٹیٹ میں گراؤنڈ کی تعداد کیا ہے اور ان کی دیکھ بھال کے لیے مالیوں کی تعداد کیا ہے؟

(ب) کیا یہ امر واقع ہے کہ ان مالیوں کی موجودگی کے باوجود گراؤنڈز کی حالت بے حد خراب ہے اور ان میں خاک اڑتی رہتی ہے۔

(ج) کیا یہ امر بھی واقع ہے کہ مالیوں سے ان کی ڈیوٹی لینے کی بجائے افسران اپنے گھروں میں ڈیوٹی لیتے ہیں۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس سلسلے میں کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) چوبرجی گارڈن اسٹیٹ میں ایک دو بڑی گراؤنڈ ہیں۔جس کا رقبہ تقریباً تیس کنال ہے اور چوبیس عدد کھلی جگہیں چھوٹی چھوٹی گراؤنڈز کی صورت میں موجود ہیں۔ان کا رقبہ فی گراؤنڈ کم و بیش دو کنال ہے۔حکومت کی طرف سے منظور شدہ مالیوں کی تعداد سات اور ایک ہیڈ مالی ہے۔ جب کہ اس وقت موجودہ مالیوں کی تعداد پانچ اور ہیڈ مالی ایک ہے۔کیونکہ حکومت کی طرف سے اس وقت نئی بھرتی پر پابندی ہے۔جس کی وجہ سے محکمہ ہذا باقی ماندہ دو مالیوں کی بھرتی نہ کر سکا۔

(ب) اس امر میں کوئی صداقت نہیں ہے۔مالی گراؤنڈز کی دیکھ بھال کے سلسلے میں ڈیوٹی افسر

طریقے سے سر انجام دے رہے ہیں۔گراؤنڈز کی خراب صورت حال کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ گراؤنڈز چوبرجی کوارٹر، پونچھ ہاؤس کوارٹر کے مکینوں کے بچے اور ملحقہ علاقہ کے بچے استعمال کرتے ہیں۔وہاں صبح و شام کرکٹ و دیگر کھیل کھیلتے ہیں ۔اس کے علاوہ کوارٹرز میں چار سکول ہیں۔ہزاروں بچے اور بچیاں دیوار یا جنگلہ نہ ہونے کی وجہ سے اس گراؤنڈ سے گزر جاتے ہیں جس کی وجہ سے گراؤنڈ کی دیکھ بھال میں وقت پیش آتی ہے۔ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اور اس گراؤنڈ کو اچھا رکھنے کے لیے محکمہ نے گراؤنڈ کے چاروں طرف جنگلہ لگانے کا پرگرام بنایا ہے ۔جس کے لیے تخمینہ 3,69,400/- روپے کا بنا کر حکام بالا کو بھیج دیا ہے۔جونہی فنڈ مہیا کیے جائیں گے تو جنگلہ لگا دیا جائے گا پھر اس گراؤنڈ کی حالت بہتر ہو جائے گی۔

(ج) یہ امر صداقت پر مبنی نہ ہے۔کوئی بھی مالی کسی بھی افسر کے گھر کام نہیں کرتا۔ تمام مالی گراؤنڈ کی دیکھ بھال میں لگے رہتے ہیں۔

(د) جز ہائے بالا کا جواب جز الف، ب اور ج کے مطابق ہے۔

رہائشی الاؤنس کی وصولی

*1686۔خان غلام سرور خان : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایکسین ہائی وے اٹک ڈویژن مورخہ 22اگست1990ء کو منور خان اکائونٹنٹ کا ایک کوارٹر الاٹ کیا تھا جس میں وہ رہائش پذیر ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ اکاؤنٹنٹ سرکاری رہائش گاہ میں رہنے کے باوجود ابھی تک 45فی صد رہائش الاؤنس وصول کر رہا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے اس بے قاعدگی کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) وضاحت کی جاتی ہے کہ منور خان نامی سرکاری اہل کار جس کا ذکر اسمبلی سوال میں کیا گیا ہے وہ اکاؤنٹنٹ نہ ہے بلکہ اکاؤنٹس کلرک ہے اور یہ درست نہ کہ مورخہ 22 اگست 1990ء کو ایک سرکاری کوارٹر منور خان کو الاٹ کیا گیا اور مذکورہ اکاؤنٹس کلرک اس کوارٹر میں ماہ جنوری 1991ء اور ماہ فروری1991ء میں رہائش پذیر رہا۔ اس کے بعد

اس نے یہ کوارٹر چھوڑ دیا اور اب اس کوارٹر میں رہائش پذیر نہ ہے۔

(ب) جیسا کہ جز الف میں واضح کیا گیا ہے کہ مذکورہ اکاؤنٹس کلرک صرف دو ماہ سرکاری رہائش گاہ میں مقیم رہااور اس دورانیے میں اس نے 45 فی صد رہائشی الاؤنس وصول نہ کیا بعد ازاں سرکاری رہائش گاہ چھوڑ دینے پر وہ ہاؤس رینٹ الاؤنس کا حق دار ہے اور وصول کر تا رہاہے۔

(ج) کسی قسم کی بے قاعدگی نہیں ہوئی ہے۔

سڑک کی مرمت

☆1757-چودھری محمد فاروق : کیاوزیر مواصلات وتعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) علی بیگ ہیڈ سے رسول (ضلع گجرات) تک گزشتہ چار سال میں کتنے حادثے ہوئے۔ان میں کتنے حادثات کی ایف آئی آر درج ہوئی اور ان حادثوں میں کل کتنے افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان مہلک حادثات کی وجہ سے سڑک کی ناقص تعمیر اور کم چوڑائی ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ سڑک دفاعی نقطہ نگاہ سے بھی بہت اہم ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ علی بیگ ہیڈ سے رسول کے سڑک کے کنارے کئی جگہوں سے ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں۔اگر ہاں تو حکومت نے گزشتہ چار سالوں میں اس سڑک کی مرمت کے لیے کتنے فنڈز مہیا کیے تھے؟

(ہ) اس سڑک پر اس وقت ہیل داروں کی کل کتنی تعداد کتنی ہے۔حکومت اس سڑک کی مرمت کے لیے خاطر خواہ فنڈز کب تک مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔نیز ہیل داروں کی تعداد میں کب تک اضافہ کر دیا جائے گا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) 1988-89ء تک ٹریفک پولیس کے ریکارڈ کے مطابق 27 حادثات رونما ہوئے اور ان کی ایف آئی آر درج ہوئیں۔ان حادثات میں کل 46 افراد ہلاک اور 53 خواتین زخمی

ہوئے۔

(ب) یہ درست نہیں ہے کہ حادثات سڑک کی ناقص تعمیر کی وجہ سے ہوئے۔ سرائے عالمگیر سے ہیڈ رسول تک سڑک کھیت سے منڈی پروگرام کے تحت تعمیر ہوئی اور اس کی چوڑائی معیار کے مطابق 12 فٹ ہے جب کہ علی بیگ سے سرائے عالمگیر تک سڑک حکومت آزاد کشمیر نے 10 فٹ چوڑائی کی تعمیر کی تھی جو اب محکمہ شاہرات کی تحویل میں ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ یہ سڑک پاکستان اور آزاد کشمیر کے درمیان اہم رابطہ سڑکوں میں سے ایک ہے۔

(د) درست نہیں ہے۔ کیونکہ سڑک کے کنارے محفوظ ہیں تاہم نہر کے کٹاؤ کی وجہ سے نہر کے کنارے کئی جگہوں سے بہت کم رہ گئے ہیں۔ جن کی مرمت و بحالی کی ذمہ داری محکمہ انہار کی ہے۔ اس سلسلے میں محکمہ ہذا سے کئی بار تحریری رابطہ بھی کیا گیا ہے۔ سڑک ہذا کی سالانہ مرمت کی مد میں گزشتہ چار سالوں میں مبلغ 19 لاکھ 9 ہزار روپے خرچ کیے گئے۔

(ہ) اس سڑک کی کل لمبائی 37 1/2 میل ہے۔ محکمانہ قواعد کے مطابق 19 بیلی داروں کی ضرورت ہے جب کہ تاحال 10 بیلی دار کام کر رہے ہیں۔ بقیہ آسامیوں کے لیے محکمہ خزانہ سے منظوری کی درخواست کی ہے۔ جس کے بعد ہی ان آسامیوں پر بھرتی ہو سکے گی اور مرمت و دیکھ بھال کا کام مزید بہتر ہو جائے گا۔ یہ رواں مالی سال میں اس سڑک کی مرمت اور ری سرفیسنگ پر تقریباً 14 لاکھ 90 ہزار روپے خرچ کیے جائیں گے۔

بھمبر نالہ پر پل کی تعمیر

*1758۔ چودھری محمد فاروق: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سرائے عالم گیر سے کوٹلہ ارب علی خان روڈ براستہ دندی بلانی دفاعی نقطہ نگاہ سے ایک اہم سڑک ہے جو جہلم چھاؤنی سے چھمب جوڑیاں اور برنالہ سیکٹر پونچھ کے لیے ایک محفوظ ذریعہ ہے اور کھاریاں کے راستہ جانے کی نسبت تیس میل کم فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ سرائے عالمگیر سے کوٹلہ ارب علی خان سڑک پر موضع ہراڑیاں کے قریب بھمبر نالہ پر ایک پل کی تعمیر کی اشد ضرورت ہے اور اس مقام پر پل نہ ہونے کی وجہ سے عوام کو سخت مشکلات کا سامنا ہے؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس مقام پر پل کی تعمیر کے لیے کب تک اور کتنے فنڈز مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین):

(الف) یہ درست ہے سرائے عالمگیر سے کوٹلہ ارب علی خان براستہ دندی بلائی سڑک جہلم چھاؤنی کو چھمب چوڑیاں اور برنالہ سیکٹر سے ملانے کے لیے نزدیکی راستہ ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ اس سڑک پر بھمبر نالہ پر پل موجود نہیں ہے ۔یہ سڑک کھیت یا منڈی پروگرام کے تحت 88-1987ء میں مکمل کی گئی تھی اور اس سکیم میں بڑے بڑے پلوں کی تعمیر شامل نہ تھی۔پل نہ ہونے کی وجہ سے برسات کے موسم میں بعض اوقات ٹریفک میں تعطل واقع ہوتا ہے۔

(ج) ایسی کھیت سے منڈی تک تعمیر شدہ سڑکات پر اب مرحلہ وار پروگرام کے تحت پلوں کی تعمیر جاری ہے ۔ سال ضلع گجرات میں چار نئے پل تعمیر کیے جا رہے ہیں ۔جو اگلے سال مکمل ہوں گے۔پل زیر بحث کو اس کے بعد اگلے پروگرام میں شامل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مری روڈ راولپنڈی میں فلائی اوور برج کی تعمیر

*1767۔چودھری محمد حنیف: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت نے مری روڈ راولپنڈی میں فلائی اوور برج بنانے کا اعلان کیا تھا؟

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ منصوبہ کے لیے کتنے فنڈز مہیا کیے گئے ہیں اور اس منصوبہ پر کب تک عمل درآمد شروع کر دیا جائے گا۔تفصیلاً بتایا جائے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین):

(الف) یہ درست ہے کہ صوبائی حکومت نے مری روڈ راولپنڈی میں فلائی اوور برج بنانے

اعلان کیا تھا۔ جس سے سڑک کی حالت کا بہتر بنانا اور ٹریفک کے نظام میں باقاعدگی پیدا کرنا مقصود تھا۔ منصوبہ میں کمیٹی چوک پر انڈر گراؤنڈ پل کی تعمیر بھی شامل تھی۔ منصوبہ تیار کرتے وقت کمیٹی چوک پر بالائی پل کا بھی جائزہ لیا گیا تھا لیکن یہ قابل عمل نہ پایا گیا۔

(ب) مذکورہ منصوبہ کے لیے صوبائی حکومت نے سال 92-1991ء میں ڈیڑھ کروڑ روپیہ مہیا کیا تھا۔ تاہم جناب وزیر اعظم نے اس کی تعمیر جون 1992ء میں نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے سپرد کر دی ہے جو اس کا نئے سرے سے جائزہ لے رہی ہے۔

نواب الدین رولر ڈرائیور کو بقایاجات کی ادائیگی

*1797۔ جناب فرید احمد پراچہ : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ نواب الدین ولد حاکم دین سابق روڈ رولر ڈرائیور قصور ڈویژن محکمہ ہائی وے پنجاب ساٹھ سال کی عمر پوری ہونے کے بعد مورخہ 18 مارچ 1983ء کو ریٹائر ہوئے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ملازم مذکورہ کو تاحال سروس کے بقایا جات ادا نہیں کیے گئے۔

(ج) اگر جز (الف) و (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں اور مذکورہ ریٹائر شخص کو کب تک بقایا واجبات ادا کر دیے جائیں گے۔ نیز اس کوتاہی کے مرتکب افراد کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) مذکورہ اہل کار کو واجبات کی ادائیگی کے لیے کاغذات تیار کر کے یکم اگست 1985ء کو ڈسٹرکٹ اکاؤنٹ آفس قصور کو بھیجے گئے جو سروس ریکارڈ نامکمل ہونے کی بنا پر واپس ہو گئے۔ مذکورہ ڈرائیور کی سروس بک تکمیل کے لیے لاہور ڈویژن کو بھیجی گئی جہاں پر وہ ریگولر ہوئے تھے۔ جس پر کارروائی ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ کاغذات کی تکمیل کے بعد تمام بقایا جات ڈسٹرکٹ اکاؤنٹ آفس سے پاس کروا کر انشاء اللہ 31 اکتوبر 1992ء تک ادا کر دیے جائیں گے۔ نیز کاغذات کی تکمیل کے سلسلے میں کوتاہی کے مرتکب اہل

کاران کے خلاف باضابطہ کارروائی کی جائے گی۔

مری روڈ پر فلائی اوور برج کی تعمیر

*1800۔ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

کیا یہ درست ہے کہ راولپنڈی میں مری روڈ پر فلائی اوور برج تعمیر کرنے کا کوئی منصوبہ حکومت کے زیر غور ہے اگر ہاں تو اس پر کب تک عمل درآمد ہونے کی توقع ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

یہ درست ہے کہ صوبائی حکومت نے مری روڈ راولپنڈی کی اصلاح کا منصوبہ تیار کیا تھا جس سے سڑک کی حالت بہتر بنانا اور ٹریفک کے نظام میں بہتری پیدا کرنا مقصود تھا۔منصوبہ میں کمیٹی چوک پر انڈر گراؤنڈ پل کی تعمیر بھی شامل تھی منصوبہ تیار کرتے وقت کمیٹی چوک پر بالائی پل کا بھی جائزہ لیا گیا تھا لیکن یہ قابل عمل نہ پایا گیا۔مذکورہ منصوبے کے لیے صوبائی حکومت نے سال 92-1991ء میں ڈیڑھ کروڑ کی رقم مہیا کی۔ تاہم جناب وزیر اعظم نے س کی تعمیر جون 1992ء میں نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے سپرد کر دی ہے جو اس کا نئے سرے سے جائزہ لے رہی ہے۔

غیر قانونی ترقی کی تحقیقات

*1815۔رانا اکرام ربانی : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) محکمہ تعمیرات و شاہرات پنجاب میں کل کتنے سب انجنیئر تعینات ہیں۔

(ب) کیا سب انجنیئر کی ترقی بطور ایس ڈی او مقرر کردہ 25 فی صد کوٹہ کے مطابق ہو رہی ہے اور اس وقت کتنے سب انجنیئر بطور ایس ڈی او کام کر رہے ہیں۔

(ج) سنیارٹی کا لحاظ رکھے بغیر کتنے جونیئر سب انجنیئر بطور ایس ڈی او وزیر اعلیٰ کے حکم سے لگائے گئے ہیں۔

(د) اگر جز (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ سینئر سب انجنیئر کی حق تلفی نہیں ہے اور حکومت اسے درست کرنے کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) محکمہ تعمیرات و شاہرات میں کل 848 سب انجنیئر کام کر رہے ہیں۔

(ب) محکمہ میں سب انجنیئر کی ترقی بطور ایس ڈی او 25% کوٹہ کے مطابق ہو رہی ہے۔اس وقت محکمہ میں 20% کوٹہ کے تحت 74 سب انجنیئر بطور ایس ڈی او کام کر رہے ہیں اور 5% کوٹہ کے تحت 21 انجنیئروں کو بطور اسی ڈی او ترقی دی جا چکی ہے اور وہ محکمہ میں کام کر رہے ہیں اس ضمن میں یہ وضاحت کی کاتی ہے کہ 20% کوٹہ کے مطابق کل اسامیوں کی تعداد 81 بنتی ہے مگر 7 آسامیاں ہائی کورٹ کے حکم امتناعی کی وجہ سے پر نہ کی جا سکیں۔مزید برآں مذکورہ بالا 74 اسی ڈی او میں سے 16 جونیئر سب انجنیئر بطور ایس ڈی او کام کر رہے ہیں۔جس کی تفصیل جز (ج) کے تحت دی گئی ہے۔

(ج) مندرجہ ذیل سب انجنیئرز جو کہ جونیئر ہیں لیکن بطور ایس ڈی او کام کر رہے ہیں:

1۔ پندرہ سب انجنیئر کرنٹ چارج کی بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔

2۔ ایک سب انجنیئر اپنے ہی سکیل میں کام کر رہا ہے۔

مذکورہ بالا سب انجنیئر میں سے صرف 3 وزیر اعلیٰ کے حکم سے کام کر رہے ہیں۔

(د) ان سب انجنیئر میں سے 13 جونیئر سب انجنیئر عدالت عالیہ کے حکم امتناعی کے تحت بطور ایس ڈی او کام کر رہے ہیں جن کی کرنٹ چارج تعیناتی محکمہ نے ختم کر دی تھی محکمہ پوری تندہی سے حکم امتناعی خارج کروانے کی کوشش کر رہا ہے مزید برآں دو سب انجنیئر جو کہ وزیر اعلیٰ کے حکم سے بطور ایس ڈی او کام کر رہے ہیں۔ اپنی چھ ماہ کی مدت پوری ہوتے ہی واپس سب انجنیئر کے عہدے پر چلے جائیں گے۔اس امر کی منظوری وزیر اعلیٰ کے حکم سے اپنے ہی سکیل میں بطور ایس ڈی او کام کر رہا ہے اس کا کیس دوبارہ وزیر اعلیٰ کو بھجوایا جا رہا ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

ٹیکنیکل اور سول انجنیئر کی تعیناتی

*104۔ شیخ محمد طاہر رشید: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) اس وقت محکمہ ہذا میں کتنے ٹیکنیکل اور کتنے انجنیئرز سول کی جگہ کام کر رہے ہیں۔

(ب) کتنے سول انجنیئر ٹیکنیکل کی جگہ اور کتنے ٹیکنیکل انجنیئرز سول کی جگہ کام کر رہے ہیں۔

(ج) کیا اس معاملہ کے لیے کوئی کمیٹی کام کر رہی ہے جو انجنیئر کو ان کی تعلیم کے مطابق کام کا تعین کر سکے ؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین) :

(الف) اس وقت محکمہ ہذا میں کل 50 ٹیکنیکل اور 532 سول انجنیئروں کی جگہ پر کام کر رہے ہیں۔

(ب) اس وقت 4 سول انجنیئروں کی جگہ پر اور 23 مکینیکل انجنیئر سول انجنیئروں کی جگہ پر کام کر رہے ہیں۔

(ج) 1967ء میں الیکٹریکل ، مکینیکل اور سول انجنیئرنگ کیڈر cader کے انضمام کے بعد ان تینوں کی تشخیص ختم ہو گئی ہے ۔اس سلسلہ میں کوئی کمیٹی کام نہیں کر رہی اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ محکمے کا کام تسلی بخش طریقے مکینیکل انجنیئر جو سول انجنیئروں کی جگہ پر کام کر رہے ہیں۔

نمبر شمار	نام انجنیئر	عہدہ	جائے تعیناتی
1۔	جہانگیر احمد	ایس ڈی او	ففتھ پراونشل بلڈنگ سب ڈویژن ملتان
2۔	وسیم اخلاق	//	تھرڈ میڈیکل پراونشل بلڈنگ سب ڈویژن لاہور
3۔	محمد تاشفین	//	تھرڈ پراونشل بلڈنگ سب ڈویژن شیخوپورہ
4۔	انوار احمد	//	سیکنڈ پراونشل بلڈنگ سب ڈویژن لاہور
5۔	میاں محمد ارشد	اسسٹنٹ انجنیئر (کوالٹی کنٹرول)	کوالٹی کنٹرول پراونشل بلڈنگ سرکل سرگودھا
6۔	اشتیاق احمد	ایس ڈی او	سیونتھ پراونشل بلڈنگ سب ڈویژن لاہور
7۔	خالد عزیز مٹ	//	سیونتھ پراونشل بلڈنگ سب ڈویژن لاہور
8۔	شوکت محمود	//	سیکنڈ پراونشل بلڈنگ سب ڈویژن خانیوال
9۔	محمد ابراہیم ملک	//	پراونشل بلڈنگ سب ڈویژن پاکپتن
10۔	محمد ندیم الدین	//	ہائی وے سب ڈویژن بورے والا
11۔	صفدر رضا	//	بلڈنگ ریسرچ سٹیشن لاہور

12۔	ملک مہر احمد	//	ہائی وے سب ڈویژن راجن پور
13۔	نوید احمد	//	سیکنڈ پراونشل سب ڈویژن وہاڑی
14۔	مہر عظمت حیات	//	ہائی وے سب ڈویژن دینہ
15۔	عبدالحمید کھوکھر	//	ہائی وے سب ڈویژن مری نمبر 2 مری
16۔	خالد احمد جنجوعہ	ایس ای	پراونشل بلڈنگ سرکل راولپنڈی
17۔	میاں عبدالمجید	//	پروجیکٹ انجنیئرنگ سیل ہائی وے (ساؤتھ زون)
18۔	محمد مظفر خاں	//	ہائی وے سرکل سرگودھا
19۔	منظور احمد چوہدری	//	ہائی وے سرکل ملتان
20۔	میاں محمد شریف	//	فورتھ پراونشل بلڈنگ سرکل لاہور
21۔	محمد صدیق چٹھہ	ایکسئین	پراونشل بلڈنگ ڈویژن لاہور
22۔	سید انوار حسنات	//	فسٹ میڈیکل بلڈنگ ڈویژن لاہور
23۔	رانا غوث محمد	//	ہائی وے ڈویژن راولپنڈی

تفصیل سول انجنیئر جو مکینیکل انجنیئروں کی جگہ پر کام کر رہے ہیں۔

نمبر شمار	نام انجنیئر	عہدہ	جائے تعیناتی
1۔	احمد ندیم خاں	ایس ڈی او	ایم ایم سب ڈویژن گجرات
2۔	وقار احمد شعیب	//	ایم ایم سب ڈویژن سرگودھا
3۔	محمد عارف	ایکسئین	ہائی وے مکینیکل ملتان
4۔	امتیاز احمد	//	ہائی وے مکینیکل گوجرانوالہ

خان پور کی سڑکوں کو قومی تحویل میں لینا

*182۔ چودھری لیاقت علی : کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنے ڈائریکٹو نمبر ی یو ایس (iv) سی ایم ایس اے ٹی = 91/17-9067-9068 مورخہ 30 جون 1991ء کی رو سے سڑکات ڈھوک تا ہلیاں تا خان پور اور سنگل آباد تا دیوالیاں کو پراونشلائز کیا ہے لیکن تاحال ان

سڑکات کی پراونشلائزیشن پر عمل درآمد نہ ہوا ہے؟

(ب) اگر ایسا ہے تو کب تک وزیر اعلیٰ کے احکامات پر عمل درآمد ہو گا؟

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل ریٹائرڈ محمد یامین):

(الف) ہاں یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنے ڈائریکٹو نمبری یو ایس اے ایل = 9068-9067-91/17 مورخہ 30جون 1991ء کی رو سے احکامات صادر فرمائے تھے۔

1۔ ڈھوک تا ھلیاں تا خان پور

2۔ سنگل آباد تا دیوالیاں

چونکہ ضلع کونسلوں کی بہت سی سڑکات کو صوبائی تحویل میں دیے جانے کی درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔اس لیے جناب وزیر اعلیٰ نے ایک کمیٹی تشکیل کر دی ہے۔ اس کمیٹی کی ذمہ داری یہ ہے کہ تفصیلی جائزہ لے کر اپنی سفارشات برائے منظوری جناب وزیر اعلیٰ کو پیش کرے۔ اس کمیٹی نے معیار سے متعلقہ اپنی سفارشات جناب وزیر اعلیٰ کو پیش کر دی ہیں ان کی منظوری حاصل ہونے پر ان سڑکات کو صوبائی تحویل میں لینے کے لیے ضروری کارروائی کی جائے گی۔

(ب) جیسا کہ جز (الف) کے جواب میں عرض کیا گیا ہے کمیٹی کے معیار سے متعلقہ سفارشات کی منظوری کے بعد مزید کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

مجالس کی رپورٹوں کا پیش کیا جانا

راجہ خلیق اللہ خان: جناب سپیکر!

میں تحریک استحقاق نمبر 15 پیش کردہ الحاج اخلاق احمد خان ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاق کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رپورٹ پیش کر دی گئی ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں معزز ممبران سے یہ درخواست کروں گا اور خاص طور پر جناب راجہ

بشارت صاحب سے یہ اپنی درخواست کروں گا کہ اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہے اگر دوستوں نے معاملات زیر بحث لانے ہوں تو وہ لابی میں تشریف لا جا سکتے ہیں۔ لہٰذا ممبران سے گزارش ہے کہ وہ اسمبلی کی کارروائی میں بھر پور طریقے سے حصہ لیں۔ شکریہ۔

ڈاکٹر ممتاز علی چودھری : جناب والا! میں چیئرمین مجلس قائمہ برائے کوآپریٹو مسودہ قانون نا پسندیدہ کوآپریٹو سوسائٹیز پنجاب مصدرہ 1992ء میں مسودہ قانون نمبر 12 بابت 1992ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے کوآپریٹو کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی)

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر : تحریک استحقاق نمبر 1 چودھری عبدالوکیل خان کی طرف سے ہے۔ (تشریف نہیں رکھتے)۔ یہ تحریک dispose of تصور ہو گی۔ تحریک استحقاق نمبر 2 رانا اکرام ربانی کی طرف سے ہے۔

نشان زدہ سوال نمبر 807 کے غلط جواب کی فراہمی

رانا اکرام ربانی : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ گزشتہ اجلاس میں نشان زدہ سوال نمبر 807 کے جزو "ب" کا جواب وزیر مال نے صحیح نہیں دیا سوالات کے ذریعہ حکومتی کارکردگی کی خامیوں کو سامنے لانا اور انہیں بہتر بنانا مقصود ہوتا ہے اور یہ اسی صورت ممکن ہے کہ ایوان میں صحیح جوابات دیے جائیں۔

میں نے ایک نوٹیفکیشن کے حوالہ سے پوچھا تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ جناح آبادی سکیم کے لیے چیئرمینوں کی نامزدگی کرتے وقت اس نوٹیفکیشن میں وہ حلقہ جات شامل نہیں کیے گئے جہاں سے آزاد امیدوار یا حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے ایم پی اے منتخب ہوئے ہیں۔

وزیر مال نے جواب دیا تھا کہ یہ درست نہیں ہے۔

متذکرہ نوٹیفکیشن میں ہر نام کے آگے حلقہ نیابت کا نمبر بھی لکھا ہوا ہے اور اس میں حزب اختلاف

کے اراکین کے نام اور حلقہ نمبر نہیں ہے اور غلط جواب کے ذریعہ حقائق کو چھپانے کی دانستہ کوشش کی گئی ہے۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس سوال کے ذریعے سے میرا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی روایت جو جمہوری لحاظ سے درست نہیں تھی لیکن سوال کے جواب میں جو رویہ اختیار کیا گیا ہے اس نے اس بنیاد کو جنم دیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں نے یہ تحریک استحقاق دی ہے۔

جناب والا! یہ سوال کا جز (ب) ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ اس فہرست میں وہ حلقہ جات شامل نہیں کیے گئے۔ جہاں سے آزاد یا حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے ایم پی ایز منتخب ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہے کہ یہ درست نہیں۔اس کے بعد یہ سوال تھا کہ کیا حکومت حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے ممبران کو بھی باقی سب ایم پی ایز کی طرح اپنے اپنے حلقہ انتخابات میں چیئرمین الاٹمنٹ کمیٹی مقرر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ اس کو جو جواب انہوں نے دیا ہے وہ میں پڑھ دیتا ہوں۔ جناح آبادی رولز اور قاعدہ کے تحت وزیر اعلیٰ صوبائی اسمبلی کے متعلقہ رکن کا یا حلقہ کے معززین یا عوام میں سے کسی کو بطور چیئرمین الاٹمنٹ کمیٹی مقرر کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟ مختصر جواب "ہاں" یا "ناں" میں ہو سکتا تھا۔ جناب سپیکر! میں اس تحریک سے ایوان کی توجہ اس رویے کی طرف دلانا چاہتا تھا اور اس ایوان کی کارروائی کے حوالے سے ذرائع ابلاغ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا تھا اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے عوام کی توجہ اس دعویٰ کی طرف دلانا چاہتا تھا کہ اس ایوان میں بھی اور ایوان کے باہر بھی ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ ہم جمہوریت کے چیمپئن ہیں اور جب بھی جمہوریت کی تان ٹوٹتی تھی وہ قائد حزب اختلاف کی مراعات کے حوالے سے ٹوٹتی تھی اس کے علاوہ تمام کام غیر جمہوری۔

جناب سپیکر! اس لحاظ سے بھی میں نے اس پر توجہ دلانی چاہی تھی کہ وہ چیزیں جو آج کی اس حکومت کے نزدیک پیپلز پارٹی کی صحیح آئینی، قانونی طور پر منتخب حکومت کے زمانے میں جو یہ کہتے تھے کہ کام ہونے چاہییں آج جب انہیں ایوان صدر کے کمپیوٹر نے انہیں یہ اختیار دے دیا ہے۔ جناب والا! میں اس طرز عمل کو عوام کے سامنے لانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے انہوں نے جو سہارا لیا وہ یہ تھا کہ

The Chairman who shall be nominated by the Chief Minister or by any other person so authorised by him from amongst public representatives or other respectables.

جناب سپیکر! ایوان میں ایک تو یہ غلط انگریزی بولی جاتی ہے۔ پھر اصرار کیا جاتا ہے کہ نہیں یہ درست ہے۔ اس کا ترجمہ جس کا انہوں نے جزو (ج) میں دیا ہے کہ جی " اراکین صوبائی اسمبلی"۔ کہیں بھی اراکین صوبائی اسمبلی کا ذکر نہیں۔ لیکن ترجمے میں انہوں نے صوبائی اسمبلی فٹ کی ہوئی ہے۔ وہ بھی شاید چیف ایگزیکٹو کی طرف سے اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ لیکن میں اس کی طرف نہیں جاتا۔ جناب والا! یہ نوٹیفکیشن میرے پاس ہے جس کو میں نے اپنی تحریک استحقاق کی بنیاد بنایا ہے۔ پیپلز پروگرام کے لیے بھی اسی ڈرافٹنگ کی مدد سے respectables کا لفظ لیا گیا تو ان کو بڑا اعتراض تھا کہ یہ غیر جمہوری ہے۔ جناب میرے پاس یہ نوٹیفکیشن ہے۔ پی پی 1,2,3,4 اس کے بعد 55 غلام سرور خان صاحب کا نام نوٹیفکیشن میں سے غائب۔ اس کے بعد پھر اسی طرح 31 تک ترتیب چلتی ہے۔ 32 پراچہ صاحب پھر غائب۔ پھر 59 تک ترتیب چلتی ہے اور رانا ثناء اللہ خان غائب۔ پھر 61-60 ہے۔ جناب والا! میں یہ نوٹیفکیشن جناب کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اگر اس میں حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے اراکین ہیں تو ان کا جواب درست ہے۔ پھر میں ایوان سے معافی چاہوں گا کہ میں نے ایوان کا وقت ضائع کیا۔ لیکن اگر اس نوٹیفکیشن میں ہمارے نام نہیں ہیں تو پھر جناب والا! میرا یہ سوال درست کیسے نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور اس ایوان میں ان وجوہات کی نشان دہی ہونی چاہیے جن کی بنیاد پر دانستہ یا نادانستہ اس ایوان کو صحیح معلومات نہیں پہنچائی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وزیر مال صاحب۔

وزیر مال: (محمد ارشد خان لودھی): جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں۔ ہمارے بھائی معزز رکن قائد حزب اختلاف نے اسے اس طرح explain کیا ہے کہ شائد میں نے اس میں کوئی غلط بات کی ہے۔ اگر آپ سوال کو دیکھیں تو آپ کو عملی علم ہو جائے گا کہ میں نے اس میں کوئی غلط جواب نہیں دیا۔ اگر دانستہ طور پر جواب دیا ہوتا تو میں یہ ضرور کہتا کہ یہ deliberate نہیں۔ یہ

تو میں نے صحیح جواب دیا ہے۔ شائد میں ان کو explain نہیں کر سکا۔ جناب والا! اگر آپ کے پاس یہ سوال ہے تو یہ سمجھ میں آجائے گا۔ انہوں نے سوال پوچھا تھا کہ یہ درست ہے کہ جناح آبادی سکیم کے چیئرمینوں کی نامزدگی کرتے وقت اس نوٹیفکیشن میں حلقہ جات شامل نہیں ہوئے ہیں۔ جناب والا! انہوں نے یہ سوال پوچھا ہے۔ یہ نوٹیفکیشن ہے اور نوٹیفکیشن ہمارے جاری ہوتے ہیں۔ ہم نوٹیفکیشن اکٹھا بھی جاری کر لیتے ہیں، ہمارے پاس ایک کیس پراسس کر کے آئے تو ہم اس کا بھی نوٹیفکیشن کر لیتے ہیں۔ لیکن اس میں یہ ضروری نہیں کہ ہم نے یہ ایک ہی دفعہ جاری کرنا تھا۔ میں بڑے ادب سے بات کروں گا کہ انہوں نے یہ پوچھا ہے کہ آیا اس نوٹیفکیشن میں آزاد امیدواروں کے نام آئے ہوئے ہیں۔ جناب غور فرمائیں تو یہ ایک تکنیکی پوائنٹ ہے جو انہوں نے پوچھا ہے اور میں نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ درست نہیں ہے۔ انہوں نے پوچھا ہے کہ آیا آزاد امیدواروں کے یا حزب اختلاف کے اس میں نام آئے ہیں۔ میں نے کہا آئے نہیں ہیں اور میں نے کہا کہ یہ درست نہیں ہے بلکہ آئے ہیں۔ کن کے آئے ہیں آزاد امیدواروں کے نام آئے ہیں اور ہم نے ان کو نام دے دیے۔ یہ اپوزیشن والے ہمارے بھائی ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ جناح آبادی ایکٹ کے تحت یہ اختیار چیف منسٹر پنجاب کا ہے اور یہ حلقے زیر غور ہیں ہم انشاء اللہ ان کا فیصلہ کریں گے۔ یہ میرا جواب تھا۔ اگر یہ deliberate ہے یا میں نے کہا کوئی غلط بات کی ہے یا شائد میں اس کو explain نہیں کر سکا۔ تو explaination یہ ہے کہ اس نوٹیفکیشن میں آزاد امیدواروں کے نام ہیں۔ لیکن جو حلقے خالی ہیں۔ وہ زیر غور ہیں۔ جونہی فیصلہ ہوگا انشاء اللہ ہم notify کریں گے۔ تو یہ میں نے deliberate نہیں کیا اور خدانخواستہ میں نے یہاں کوئی چیز conceal نہیں کی۔ اگر رانا صاحب یہ بات کرتے ہیں اگر پیپلز ورکس پروگرام کی بات کرتے ہیں تو مجھے یہ بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ ایک ایکٹ کی بات ہے ، یہ قانون کی بات ہے اس کو ہم نے ایک نشست میں پاس کیا تھا۔ وہ جو آپ کے چیئرمین مقرر ہوئے تھے وہ کسی ایکٹ اور قانون کے تحت مقرر نہیں ہوتے تھے۔ یہ قانون اور ایکٹ کی زد میں آتے ہیں اور اس کے تحت ہم نے notify کیا ہے اور یہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی discretion ہے۔ چاہے وہ کسی کو respectable کر دیں ۔ تو اس میں ایسے نام بھی ہیں جن میں ہم نے respectables کو کیا ہے، ہم نے آزاد ممبران کو کیا ہے، ہم نے آئی جے آئی ممبران کو کیا ہے۔ کچھ حلقے خالی ہیں میں اپنے دوست اپنے

بھائی کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے جو ہی فیصلہ کیا ہم ان کو بھی notify کر دیں گے۔

جناب والا! میں نے جس جواب کو تحریک استحقاق کا موضوع بنایا ہے وہ جواب بھی آپ کے سامنے ہے سوال بھی آپ کے سامنے ہے ۔ جزو (ج) کا جواب بھی irrelevant ہے۔ میں نہایت ادب سے جناب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جواب گندم اور سوال چنا والی بات ہے ۔ میں نے یہ پوچھا تھا لیکن اس کا تحریک استحقاق میں ذکر نہیں ہے۔ explain کرنے کے لیے لسٹ آپ کے پاس موجود ہے کہ آیا یہ حزب اختلاف کے جو بھی نو یا دس ممبر یہاں بیٹھے ہیں ان کو بنانے کا کوئی ارادہ ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے جو explain کیا ہے اس کو تو ہاں یا ناں میں جواب دیا جا سکتا تھا۔ یہاں پر اس ایوان کے 240 یا 248 ممبر ہیں ان میں پی ڈی اے کے دس گیارہ اراکین جو ہم جناح آبادی کا چیئرمین نہیں بنا سکتے۔ نام پھر بھی ہم جناب جناح آبادی ہی رکھیں گے۔ حالانکہ میں انہیں تجویز کرنا چاہتا تھا کہ اگر قائد اعظم محمد علی جناح کی تعلیمات کا اس طرح مذاق اڑایا جانا ہے تو پھر اس کا نام بھی نواز شریف آبادی رکھ دیں۔ لیکن میں اس تفصیل میں نہیں جاتا۔ جناب والا! یہ نوٹیفکیشن آپ کے پاس ہے ۔ اس میں میں نے لال سیاہی سے اپنے حزب اختلاف کے اراکین کا نام لکھا ہوا ہے۔ اگر میری یہ تحریک استحقاق درست ہے تو پھر اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس میں آپ نے تحریک استحقاق کی جو بنیاد بنائی ہے ، وہ یہ ہے کہ " میں نے ایک نوٹیفکیشن کے حوالے سے یہ پوچھا تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ جناح آبادی سکیم کے چیئرمینوں کی نامزدگی کرتے وقت اس نوٹیفکیشن میں وہ حلقہ جات شامل نہیں کیے گئے، جہاں سے آزاد امیدوار یا حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے ایم پی اے منتخب ہوئے ہیں"۔ تو منسٹر صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے اس کو جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے کئی ایک حلقوں میں آزاد امیدواروں کو جناح آبادی سکیم کا چیئرمین بنایا ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں چاہتا تھا کہ چیئر پر آپ کی موجودگی میں یہ بات نہ کرتا۔ میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس ایوان کا احترام برقرار رکھنا ہمارے ایکشن کے لحاظ سے اتنا ہی اہم ہے جتنا چیئر پر بیٹھے ہوئے کسی بھی شخص پر لازم ہوتا ہے۔ یہاں پر ہوتا ہے کہ وزراء محکموں کے وکیل صفائی کا کام انجام دیتے ہیں۔ میں بڑے دکھ کے ساتھ اس بات کا اظہار

کرنا چاہتا ہوں کہ جو بھی شخص چیئر پر بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کے لیے گورنمنٹ پارٹی کے وکیل صفائی کا کام انجام دینا میرے خیال میں مناسب نہیں ہوتا۔ جناب سپیکر! ہم حزب اختلاف یہاں پر آپ کے سامنے بیٹھے ہیں میں نے اسی لیے لال سیاہی سے آپ کو لکھ کر دے دیا ہے۔ اب جزوی اور غیر جزوی کے چکر میں آپ ان کو bail out کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ایسی بات نہیں ہے۔ رانا صاحب!

رانا اکرام ربانی : آپ مجھے ویسے ہی کہہ دیں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہ تحریک استحقاق واپس لے لیں۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر :انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم نے آزاد امیدواروں کو بھی چیئر مین بنایا ہے۔

رانا اکرام ربانی : میں عرض کرتا ہوں ۔ میں بحث میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ آزاد بھی وہ جنہوں نے بعد میں مسلم لیگ یا آئی جے آئی میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ جس وقت notify کیا گیا ہے اس وقت ان کی آزاد حیثیت نہیں رہی تھی۔ لیکن میں اس بحث میں تو جانا ہی نہیں چاہتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر :آپ اس پر مزید کچھ فرمانا چاہیں گے ؟

وزیر مال : میں تو یہ گزارش کر رہا ہوں کہ پہلے تو اس کا یہ فیصلہ کر لیں کہ جواب میں نے غلط دیا ہے ؟ اگر رانا صاحب مجھے قائل کر لیں کہ میں نے غلط جواب دیا ہے تو اس کے بعد میں اگلا جواب دوں گا کہ میں اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہوں یا نہیں۔ مجھے بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ رانا صاحب ہمارے قائد حزب اختلاف ہیں ۔ جو سوال انہوں نے پوچھا ہے اس کو جواب میں نے دیا ہے۔ انہوں نے سوال کو قطعی طور پر دیا ہے۔ انہوں نے آزاد ممبران کو شامل کیا ہے۔ جو دوسرے ممبران ہیں اس کے بارے میں میں نے کہا ہے کہ اس کا نوٹیفکیشن ہم نے نہیں کیا اور یہ معاملہ ابھی زیر غور ہے۔ میں نے کون سی چیز چھپائی ہے ؟ اور کون سی چیز قانون سے باہر کی ہے ؟ مجھے یہ بتا دیں کہ میں نے کون سی بات غیر قانون کے کی ہے ؟ جہاں تک ان حلقوں کا تعلق ہے، میں وہ یقین دلاتا ہوں کہ جو نہی فیصلہ ہوگا ، اس کی جو competency ہے ، That is with Chief Minister اور اس سیکشن میں لکھا ہوا ہے کہ وہ اکیلے representative نہیں ہیں۔ وہاں representative بھی ہو سکتے ہیں، respectable بھی

ہو سکتے ہیں۔ اب It is up to Chief Minister ان کی یہ discretion ہے کہ وہ کسی کو repersentative کر دیں، کسی کو respectable کر دیں، تو It is up to Chief Minister جونہی فیصلہ ہو گا ہم انشاء اللہ اس ایوان میں رانا صاحب کو مطمئن کریں گے اور یہ ہماری commitment بھی ہے کہ ہم انشاء اللہ سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتے ہیں۔ ہم نے ڈویلپمنٹ فنڈ دیے ہیں، ہم نے مراعات دی ہیں، اس گورنمنٹ نے دی ہیں اور ہم نے کہاں discretion پیدا کی ہے؟ ہم نے کہاں discrimination پیدا کی ہے؟ اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ میں نے خدانخواستہ کوئی غلط جواب نہیں دیا۔ میں قواعد و ضوابط اور قانون کے تحت دیا ہے۔

رانا اکرام ربانی: جناب ڈپٹی سپیکر! منسٹر صاحب میری بات کا مطلب نہیں سمجھ سکے۔ آپ حزب اختلاف والوں کو بنائیں، نہ بنائیں۔ ایکٹ میں 1985 to onwards اس ایوان کا جس طریقے سے مذاق اڑایا جاتا ہے، اس ایوان کو عوام کی نظروں میں ایک مذاق بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! قانون میں جو provisions اور clause رکھے جاتے ہیں، یہ رکھے اس لیے جاتے ہیں۔ اس کا آج وزیر موصوف فائدہ لے رہے ہیں۔ لیکن میں نے اس پر اپنی تحریک استحقاق نہیں دی کہ مجھے بنایا جائے۔ نہ بنائیں۔ ابھی تک نہیں بنایا تو کیا فرق پڑتا ہے۔ جناب سپیکر! میں نے اپنے سوال کا جواب مانگا ہے اس کا جواب جان بوجھ کر یہاں نہیں دیا گیا۔ کیونکہ اس ایوان میں یہ تسلیم کرنا ان کے لیے بہت مشکل تھا کہ ہاں، پورے ایوان میں سے دس بندوں کو ہم نے پریکٹس میں شامل نہیں کیا۔ جناب والا! یہ میں نے آپ کو سامنے رکھا ہوا ہے۔ اس کو دیکھنا آپ کا کام ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر فیصلے کو پینڈنگ رکھتے ہیں۔

میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کل حالیہ سیلاب پر بحث ہو گی۔ جو حضرات اس میں حصہ لینا چاہتے ہوں وہ براہ کرم اپنے نام سپیکر تک پہنچا دیں۔ شکریہ۔ تحریک استحقاق نمبر 12 جناب فرید احمد پراچہ صاحب اور جناب محمد حنیف چودھری صاحب کی طرف سے ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! تحریک استحقاق نمبر 7 میری طرف سے ہے۔ یہ محترم وزیر اعلیٰ کی انگریزی سے متعلق ہے۔ اس کا نمبر پراچہ صاحب کی تحریک سے پہلے fall کرتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے بارے میں جناب قائد حزب اختلاف سے بات ہو چکی ہے۔ انہوں

نے خود ہی فرمایا ہے کہ اس کو پینڈنگ رکھا جائے۔

تحریک استحقاق نمبر 12

ایوان کو صوبائی محکموں میں مالی بے ضابطگیوں سے بے خبر رکھنا

جناب فرید احمد پراچہ : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" کی اشاعت 16 ستمبر میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ پنجاب کے 104 سرکاری ادارے برسوں سے خزانہ میں ایک پیسہ بھی جمع نہیں کرا سکے۔ رقم محکمہ کے اکاؤنٹ میں جمع کرانے کی بجائے ذاتی اکاؤنٹ میں جمع کرائی جا رہی ہے۔ افسروں نے بینکوں سے لاکھوں روپے کے قرضے حاصل کر لیے۔ پی ایل ایس اکاؤنٹ ختم کر دیے گئے۔ پروجیکٹ وار ریلیف لاہور نے 27 سال سے خزانہ میں رقم جمع نہیں کرائی۔ اخبار میں دی جانے والی تفصیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صوبائی اسمبلی جو صوبائی فنڈ کا اصل نگران ادارہ ہے اور جس نے محکمہ خزانہ کی فراہم کردہ معلومات کی بناء پر بجٹ کو منظور یا مسترد کرنا ہوتا ہے۔ اسے سرکاری محکمہ جات کی اصل کارکردگی، ان کی اندرونی صورت حال اور بھاری رقوم کے خرد برد کی تفصیلات سے قاصر رہتی ہے۔ اس خبر کے شائع ہونے سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ممبران اسمبلی کو عمداً بے خبر رکھا جا رہا ہے۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ گزارش ہے کہ تحریک استحقاق منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! اس بارے میں میری گزارش یہ ہے کہ اخبارات میں بعض بہت ہی اہم مسائل پر ایسی خبریں آتی ہیں کہ جن سے محکمہ جات کی اندرونی صورتحال واضح ہو جاتی ہے۔ یہاں پر جب بجٹ پیش کیا جاتا ہے تو اس موقع پر ہم نے اپنی بجٹ تقاریر میں بھی یہ کہا تھا کہ غلط اعدادو شمار دیے جاتے ہیں، محکمہ جات کی ایک جعلی تصویر پیش کی جاتی ہے، حقیقی پس منظر اور حقیقی صورت حال سے ایوان کو بے خبر رکھا جاتا ہے۔ جس کی بنیاد پر پھر صورتحال یہ بنتی ہے کہ یہاں پر جو بجٹ بھی پاس ہوتا ہے وہ عوامی امنگوں کا نمائندہ نہیں ہوتا۔ اس بجٹ میں جو کچھ بھی اعدادوشمار ہیں ، اس بجٹ میں محکمہ جات کی جو صورت حال ہے ، اس بجٹ میں ہمارے صوبے کی معاشی صورت حال کی جو صورت بنتی ہے وہ حقیقی نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے پھر

عوام پر بے پناہ بوجھ بھی لاد دیے جاتے ہیں ۔ اس کی وجہ سے پھر غیر یقینی صورت حال بنتی ہے۔ جناب سپیکر! پھر اس کی وجہ سے ہی ضمنی بجٹ آتے ہیں جو اصل بجٹ کے کم از کم تیس پینتیس فی صد کے برابر ہوتے ہیں۔اس لیے جو خبر اب یہ شائع ہوئی ہے جس میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ کس طرح سے رقم میں خرد برد ہو رہی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح سے مختلف افسران نے اپنے اکاؤنٹ کے اندر رقوم جمع کرا رکھی ہیں اور اس سے وہ فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حکومت کی اپنے محکمہ جات پر گرفت کمزور ہے۔ اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ صوبے کے عوام جس صورت حال کا سامنا کرتے ہیں اور ہم پر جو مختلف قسم کے ٹیکس عائد کیے جاتے ہیں اور جس کے نتیجے میں افراط زر ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں مہنگائی بڑھتی ہے اس کی اصل خرابی تو وہاں پر ہے جہاں پر کبھی ہاتھ نہیں ڈالا جاتا۔ جہاں سے خرابیوں کو کبھی چیک نہیں کیا جاتا۔ جہاں سے کبھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی کہ یہ جو کچھ تصویر ہے یہ تصویر کیا ہے اور جب کبھی ایسی کوئی صورت حال اخبارات کے ذریعے سے سامنے آتی ہے، یہاں اسمبلی میں اٹھائی جاتی ہے تو ہمارے وزراء کرام وکیل صفائی بن کر افسران کے لیے سامنے آجاتے ہیں اور یہ defend کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ صورت حال یوں نہیں بلکہ یوں ہے۔ لیکن جناب سپیکر! یہ ساری کی ساری بات ایک کھوکھلے سے نظام کی ہے اور اس کھوکھلے نظام کا بھرم کب تک رہ سکتا ہے۔ اس بات کو واضح کرنے کے لیے یہ تحریک استحقاق میں نے پیش کی ہے اور میری استدعا ہے کہ اس تحریک استحقاق کو منظور کیا جائے تاکہ حقیقی صورت حال عوام کے سامنے آسکے۔ وہ تمام تر خزانہ جس کی اصل کسٹوڈین یہ اسمبلی ہے اور منتخب اراکین ہیں اس کو محفوظ رکھا جاسکے ۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ اس کو لازمی طور پر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ اس کو محض انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے اور جو صحیح صورت حال ہے اسے سامنے لایا جائے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون (سردار نصر اللہ خان دریشک) : جناب والا! میں نے پہلے بھی کئی دفعہ اپنے معزز اراکین حزب اختلاف کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ یہ تحریک استحقاق ہمارے معزز اراکین اسمبلی کے استحقاق کا ایک مسئلہ ہے اس کا اگر صحیح استعمال کیا جائے تو اس ایوان کے وقار میں بھی

اضافہ ہوتا ہے اور اس کو اہمیت دی جاتی ہے اگر ایسے معاملات پر ہم تحریک استحقاق لے آئیں جن کا استحقاق کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں بنتا۔ یہ بات کسی لحاظ سے بھی میں سمجھتا ہوں اس ایوان کے وقار میں بھی اضافہ نہیں کرتا اور اس معزز رکن کے وقار میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اس کو اہمیت بھی دی جاتی ہے اگر ایسے معاملات پر ہم تحریک استحقاق لے آئیں جن کا استحقاق کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں بنتا۔ یہ بات کسی بھی لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کے وقار میں اضافہ نہیں کرتا اور اس معزز رکن کے وقار میں بھی اضافے کا موجب نہیں بنتی۔ جناب والا! اس تحریک استحقاق کے متعلق میں جناب کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق جناب فرید احمد پراچہ اور جناب محمد حنیف چودھری صاحب کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔ اس تحریک استحقاق کا متن انہوں نے تحریک التوائے کار نمبر 25 کی شکل میں دیا ہوا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کسی لحاظ سے موضوع بن سکتا ہے تو تحریک التوائے کار کا بن سکتا ہے اور تحریک استحقاق کا موضوع نہیں بن سکتا اور انہوں نے خود اس پر تحریک التوائے کار دی ہوئی ہے تو یہ abuse of the privilege ہے۔ اس کو rule out کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ تحریک التوائے کار میں نے نہیں دی میں نے تحریک استحقاق دی ہے اگر کسی اور معزز ممبر نے تحریک التوائے کار دی ہے تو وہ اس کو ایک التواء کا معاملہ سمجھتے ہیں۔ لیکن میں اسے استحقاق کا مسئلہ سمجھتا ہوں اور میں نے اس پر دلیل دی ہے کہ ہم کسٹوڈین ہیں۔ ہمارا یہ حق ہے ہمارا یہ استحقاق ہے کہ سرکاری خزانے میں خرد برد سے یا اس کے بارے میں جو حقیقی صورت حال ہے ، اندرونی صورتحال ہے اس سے ہمیں آگاہ رکھا جائے۔ ہمیں کیوں نہیں آگاہ رکھا جاتا۔ بجٹ کے موقع پر کیوں نہیں بتائی جاتی کہ اندر کی تصویر کتنی کھوکھلی ہے اور یہ ساری نمائش ہے جو سامنے لائی جا رہی ہے اور اس وقت ایک کردار یہ سامنے آتا ہے کہ جیسے ہر طرف سب اچھا ہے اور ایک فاضل بجٹ دے دیا گیا ہے۔ لیکن جب بعد میں ضمنی بجٹ آتے ہیں تو وہ بھی ہمارا استحقاق ہوتا ہے۔ اس لیے یہ استحقاق کا معاملہ بنتا ہے۔ یہ آپ کا بھی استحقاق ہے اور وزیر قانون صاحب کا بھی یہ استحقاق ہے اگر انہیں اپنے استحقاق کا خیال نہیں تو کم از کم ہمیں اپنے استحقاق کا خیال ہے۔ یہ پورے صوبے کا عوام کے بھی استحقاق کا مسئلہ

ہے اس لیے یہ استحقاق کی تحریک ہے اور اس کو admit کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پراچہ صاحب! جہاں تک آپ کی تحریک استحقاق کا تعلق ہے معاملے کی اہمیت سے انکار نہیں۔ لیکن تحریک استحقاق کے لیے جو قانون یا ضابطہ درکار ہے یہ آپ کی تحریک استحقاق اس پر پوری نہیں اترتی۔ لہٰذا میں اس کو rule out کرتا ہوں۔

چودھری محمد حنیف: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری 10 نمبر اور 11 نمبر تحریک استحقاق بھی تھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شائد آپ کو جناب پراچہ صاحب نے نہ بتایا ہو میں یہ آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اس پر کئی ایک ایسی تحریک استحقاق اور تحریک التوائے کار آپ دوستوں نے دے رکھی ہیں جو گزشتہ سیشن میں بھی آئی تھیں اور اس سے ملتی جلتی ایک تحریک استحقاق آپ نے اس سیشن میں بھی دی ہے اور جو گزشتہ سیشن میں تحریک استحقاق اور تحریک التوائے کار آچکی ہیں وہ قانون اور ضابطے کے تحت اس سیشن میں نہیں آسکتیں۔ تو وہ ہم نے جناب فرید احمد پراچہ صاحب کے نوٹس میں لاتے ہوئے اور جناب قائد حزب اختلاف کے نوٹس میں لاتے ہوئے ان پر فیصلہ دیا ہے تو وہ آپ کو convey کر دیں گے۔ تو آپ کی جو تحاریک استحقاق ہیں وہ بھی اسی زمرے میں آتی ہیں اس لیے وہ entertain نہیں ہو سکتیں۔

چودھری محمد فاروق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! گزشتہ سیشن میں کئی تحریک التوائے کار کے بارے میں چیئر سے یہ رولنگ آئی کہ یہ تحاریک التوائے کار pending کی جاتی ہیں۔ کچھ تحاریک التوائے کار کے بارے میں یہی فیصلہ ہوا تھا کہ آپ ان پر تقاریر نہ کریں اور جب امن عامہ پر بحث کا روز آئے گا تو اس روز آپ کو ان تحاریک کے حوالے سے بحث کی اجازت دی جائے گی۔ تو جناب سپیکر! وہ سیشن تو اچانک off ہو گیا۔ prorogue ہو گیا۔ اب میں آپ سے اس امر کے بارے میں رولنگ

چاہتا ہوں کہ ایسی تحاریک جنہیں گزشتہ سیشن میں امن عامہ کے روز بحث میں شامل کیے جانے کے لیے چیئر سے رولنگ آئی تھی کیا امن عامہ پر بحث کے لیے وہ رولنگ اب تک برقرار ہے؟ اور اس دفعہ امن عامہ پر بحث کے لیے کوئی ایسا دن مقرر کریں گے کہ جس روز ان تحاریک کے حوالے سے بحث ہو سکے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! امن عامہ پر بحث کے لیے اجلاس میں بھی دن مقرر ہو چکے ہیں اور آپ اپنی ان تحاریک التوائے کار کے حوالے سے یا اور بھی جو آپ کے ذہن میں بات آتی ہو امن عامہ کے دن وہ آپ ہاؤس میں پیش کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے آپ پر کوئی بار نہیں ہے۔

اب ہم تحریک التوائے کار نمبر 3 لیتے ہیں جو چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے۔

(اس مرحلہ پر چودھری محمد حنیف صاحب نے ایک تحریک التوائے کار نمبر 1 پڑھنا شروع کی)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کون سی تحریک پڑھ رہے ہیں۔

چودھری محمد حنیف: جناب والا! میں تحریک التوائے کار نمبر 1 پڑھ رہی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تحریک التوائے کار نمبر 3 پڑھیں۔ گزشتہ سیشن میں تحریک التوائے کار نمبر 1 جیسی زیر بحث آچکی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 3 کی ایک کاپی معزز رکن کو فراہم کی جائے۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! اسے pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 3 کو pending کیا جاتا ہے۔

اگلی تحریک التوائے کار نمبر 5 رانا صاحب اور جناب علی حسن رضا قاضی صاحب کی طرف سے ہے۔ قاضی صاحب کی استدعا ہے کہ وہ ضروری کام کی غرض سے باہر جا رہے ہیں تو رانا صاحب! آپ اس پر بات کرنا چاہیں گے؟ یہ اسی زمرے میں آتی ہے جس کے بارے میں میں پہلے گزارش کر چکا ہوں۔ یہ نمبر 5 ہے۔

جناب رانا اکرام ربانی: جناب والا! یہ کس ضمن میں hit ہوئی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: گزشتہ اجلاس میں اسی قسم کی تحریک التوائے کار زیر بحث آچکی ہے۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! یہ حکومتی حلقوں کی چیئر کے بارے میں جو نیت میں سمجھ سکا ہوں بعض چھوٹی اور بڑی دونوں چیئر کے بارے میں مجھے ان کی نیت صحیح نہیں لگتی۔ یہ آپ کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب جو کچھ ہو رہا ہے اس میں آپ کی مرضی بھی شامل ہے۔

رانا اکرام ربانی: یہ جو غلط مشورے ہیں (قہقہے) اور خاص طور پر لاء منسٹر صاحب کے مشورے ہیں۔ جناب والا! یہ بعد میں مکر جاتے ہیں اور چیئر کے لیے کوئی پرابلم ہو جاتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ آپ کی مرضی سے اور آپ کے فرمان کے مطابق چل رہا ہے۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میری تحریک التوا نمبر 4 جو تھی یہ اتنی اہم تحریک التوا ہے کہ جس پر اس ملک کی سالمیت کے بارے میں بھی پراپیگنڈہ کیا جا سکتا ہے۔ میں اس لحاظ سے یہ سمجھتا ہوں کہ کم از کم اہل پنجاب کی اس تحریک التوا کے حوالے سے صفائی دے دی جائے کہ سندھ کے کھمبے ہیں پنجاب میں ٹرائی ہو رہی ہیں۔ آپ اسے یہاں ہاؤس میں ڈسکس کریں یا نہ کریں لیکن کم از کم اسے پڑھنے کی اجازت تو دے دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے آپ سے درخواست کی ہے کہ آپ اپنی تحریک التوا نمبر 5 پیش کریں۔

ہیروئن کے استعمال کے روکنے کے لیے مناسب اقدامات

رانا اکرام ربانی: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہیروئن کا بڑھتا ہوا استعمال ہمارے معاشرے کے لیے ایک مستقل روگ بن گیا ہے۔ نئی نسل جس تیزی سے اس کا شکار ہو رہی ہے وہ ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے اور ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ جنرل ضیاء الحق کے دور کی یہ یادگار ان کے جانشین غالباً زندہ رکھنا چاہتے ہیں تاکہ بربادی کا جو سلسلہ شروع کیا گیا تھا وہ آگے بڑھتا رہے۔ اب اس نشہ کے علاج کے نام پر مختلف ناموں سے کلینکس کی ایک پوری کھیپ مارکیٹ میں آگئی ہے۔ جس سے لوٹ مار کا ایک نیا

سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ غیر انسانی اور میڈیکل اصولوں کی نفی کرتے ہوئے صرف مریض کے اقربا کی تسلی کے لیے بھاری فیسیں چارج کرنے کے باوجود علاج نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ حکومت ایک بورڈ تشکیل دیتی جو پری طرح تسلی کرنے کے بعد متعلقہ ادارے کو اجازت نامہ جاری کرتی اور اکثر و بیشتر اس بورڈ کے اراکین surprise visit کے ذریعہ ان اداروں کی کارکردگی پر نگاہ رکھتے ہیں اور ان بورڈز میں نہ صرف ملکی ماہرین کی خدمات حاصل کی جانی چاہئیں بلکہ غیر ملکی ماہرین کی رضاکارانہ خدمات حاصل سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس وقت پوری دنیا اس کو چیلنج سمجھتے ہوئے اپنی تمام تر توانائیاں بروئے کار لا رہی ہے۔ لیکن اس اہم مسئلے پر اس طرح چشم پوشی اختیار کی جارہی ہے جیسے ہیروئن کے بڑھتے ہوئے استعمال پر۔

اس ہم ذمہ داری سے غفلت کے نتیجہ میں اس موذی نشہ کا مریض نشہ کی علت سے تو جان نہیں چھڑا پاتا بلکہ علاج میں اکثر و اوقات جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اس اہم ذمہ داری سے حکومت کی چشم پوشی ایک ایسا امر ہے کہ جس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی، اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر صحت! جواب دیں گے۔

وزیر صحت (چودھری جعفر اقبال): جی میں جواب دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بڑے خوش ہو رہے تھے کہ ایک تو نمبر 1 جو ہے وہ lapse ہو گئی۔

وزیر صحت: نہیں جناب، میں خوش نہیں ہو رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تیار ہو کر آئے ہیں۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں خوش نہیں ہو رہا تھا۔ میں حیران ہو رہا تھا کہ نمبر 3 کو معزز ممبر نے کیوں آگے کیا ہے، بلکہ میں درخواست کر رہا تھا کہ اس نمبر 3 کو ٹیک اپ کیا جائے۔ کیونکہ کوئی ایسی وجہ نہیں کہ جس سے نمبر 3 کو ملتوی کیا جائے۔ کیونکہ ممبر بھی موجود ہیں اور جواب دینے والے بھی موجود ہیں۔

جناب والا! لیڈر آف دی اپوزیشن کی طرف سے جو یہ تحریک التوائے کار نمبر 5 پیش کی

گئی ہے اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ صوبائی حکومت نے منشیات کی فروخت ، سمگلنگ، استعمال کی روک تھام اور منشیات کے عادی مریضوں کے لیے کمشنری سطح پر ، ضلع کی سطح پر اور تحصیل کی سطح پر انسداد منشیات کمیٹیاں تشکیل دی ہیں۔ اس کو بڑا closely watch کیا جاتا ہے اور اس کی تقریباً ہر ماہ میٹنگز ہوا کرتی ہیں۔ وہ اس لیے بنائی گئی ہیں کہ اس چیز کو روکا جائے اور حکومت واقعی اس چیز کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ دیکھتی ہے۔ جہاں تک محکمہ صحت کا معاملہ ہے تو محکمہ صحت نے اس مرض کے علاج کے لیے اس وقت پورے پنجاب میں آٹھ سنٹر بنائے گئے ہیں، ان میں میو ہسپتال لاہور، سروسز ہسپتال لاہور، سر گنگا رام ہسپتال لاہور، علامہ میموریل ہسپتال سیالکوٹ، ڈسٹرکٹ ہسپتال فیصل آباد، جنرل ہسپتال راولپنڈی، نشتر ہسپتال اور فی ڈی ایچ ہسپتال بہاول پور شامل ہیں۔

جناب والا! اس کے علاوہ ان مراکز میں جو ہم سہولتیں دے رہے ہیں وہ یہ ہیں کہ علاج کے علاوہ مریضوں اور ان کے لواحقین کو باقاعدہ منشیات، طبی ، اخلاقی ، معاشرتی اور معاشی نقصانات سے بچاؤ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے تاکہ لوگوں میں بے داری پیدا کی جا سکے کہ کس طرح سے معاشرے کو اس لعنت سے بچایا جا سکتا ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ یہاں جو تحریک میں کہا گیا ہے کہ پرائیویٹ ہسپتال اور کلینک کا جہاں تک تعلق ہے تو اس وقت تک حکومت کے پاس اس بارے میں ابھی تک کوئی قانون نہیں بنا لیکن ہم نے اس کو ٹیک اپ کیا ہے۔ میں نے پہلے بھی اس ہاؤس کے فلور پر کہا تھا کہ انشاء اللہ عنقریب ہم اسے لیجسلیشن کے لیے لائیں گے اور پرائیویٹ ہسپتالوں اور خاص طور پر اس طرح کے کلینکس کو ہم اچھی طرح دیکھ پائیں گے کہ اس طرح کے معاملات میں کوئی بھی حوصلہ افزائی نہ کی جا سکے۔

تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ جہاں ہم نے پہلے ہی اتنی سہولتیں دے رکھی ہیں۔ حکومت نے ضلعی، تحصیل اور ڈویژنل سطح پر کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں تو اس کے بعد کوئی خاص وجہ نہیں بنتی کہ ہم اس تحریک التوائے کار کو ٹیک اپ کریں اور ایوان کا یہ قیمتی وقت ضائع کریں اس سے بھی زیادہ اہم موضوع لیے جا سکتے ہیں۔ تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس کو ڈسپوز آف کیا جائے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! ہیلتھ منسٹر کی وضاحت کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ اس تحریک التواء پر غور اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ سے تھوڑی سی اجازت چاہوں گا کہ پوری دنیا میں اس مسئلے کو eradication کے لیے اور ان اقدامات کو project کرنے کے لیے جتنا زور دیا جا رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس پنجاب کے عوام کے لیے یہ بات باعث حیرت ہو گی کہ یہ جو آٹھ سنٹر ہیں وہ یہ کام کر رہے ہیں اور ان کے علم میں ہونے کے باوجود پرائیویٹ کلینکس کے بارے میں انہوں نے ابھی تک کوئی بل نہیں بنایا، ابھی تجویز زیر غور ہے۔

جناب سپیکر! یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے۔ جتنا وقت ، انسانی جانیں اور وسائل اس نشے کے ذریعہ سے برباد ہو رہے ہیں اگر volume وہ نہیں ہے تو کم از کم اس سے ملتا جلتا اس نشے کے علاج کے نام پر جو کلینکس مارکیٹ میں آئے ہیں انہوں نے جو لوٹ مار مچائی ہے۔ یہ آٹھ سنٹر کام کر رہے ہیں اور پنجاب میں کسی کو پتہ نہیں۔ آپ اس ایوان کے اراکین سے پوچھ لیں۔ میں اس لیے چاہتا ہوں کہ جس وقت اگر اس تحریک التوا پر بات ہو گی تو یہ بھی بات جناب والا! آپ کے علم میں آئے گی کہ اس ایوان میں جن جن شہروں کا نام لیا گیا ہے۔ آیا ان شہروں کے رہنے والے نمائندگان کو بھی پتہ ہے کہ وہاں پر اس علاج کی سہولت موجود ہے؟

جناب سپیکر! اس کا علاج اور اس کی جو rehabilitation ہے وہ eradication سے بھی زیادہ مشکل ہے اور جتنے عام سے انداز میں وزیر صحت نے اس کا ذکر کیا ہے اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہو گا کہ rehabilitation کس نہج اور کس انداز میں ہو رہی ہے پوری دنیا نے اب re-habilitation پر زیادہ زور دینا شروع کر دیا ہے۔ یہاں پر سنٹر بنے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سنٹروں پر کچھ نہ کچھ فنڈز بھی دیے جاتے ہوں گے لیکن نہ کسی مریض کو پتہ ہے اور نہ عوام کو پتہ ہے۔ پتہ نہیں وہاں پر کون لوگ علاج کروانے کے لیے جاتے ہیں اور یہ کیسے ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد اس تحریک التوا پر غور اور ضروری ہو گیا ہے۔ کم از کم اس حوالے سے بھی لوگوں کو پتہ چل جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی، آپ کوئی اور وضاحت فرمانا چاہیں گے؟

وزیر صحت : جناب والا! لیڈر آف دی اپوزیشن rehabilitation کی بات کر رہے ہیں۔ میں نے اپنی بات میں بڑا واضح طور پر یہ کہا ہے کہ حکومت اس کی اہمیت جانتی ہے۔ اس کی serious-

ness جانتی ہے اور تب ہی ہم نے تحصیل، ڈسٹرکٹ اور ڈویژن سطح پر کمیٹیاں بنائی ہیں جو وہاں پر باقاعدہ اس کا جائزہ لے رہی ہیں اور ان سنٹرز کو اور خاص طور پر ڈسٹرکٹ سطح پر ہم نے جو سہولتیں دے رکھی ہیں ان کو بھی بڑا closely watch کرتی ہیں۔ تو جہاں تک حکومت کے فرائض کی بات ہے وہ بڑے احسن طریقے سے سر انجام دے رہی ہے۔ جہاں تک پرائیویٹ کلینک کی بات ہے وہ حکومت کے نوٹس میں آئی ہے اس کی قانون سازی کا بل اس ایوان میں انشاء اللہ تعالیٰ لایا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! اگر آپ اس سلسلے میں اتفاق فرمائیں کیونکہ یہ معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ رانا صاحب! اگر آپ کو اس سلسلے میں ٹھوس قسم کی تجاویز دینا چاہیں تو رانا صاحب ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب سے میٹنگ کر کے اس سلسلہ میں ان کی تجاویز لیں اور اپنے محکمہ میں بہتر طریقے سے اس کو ریفارم کریں تاکہ اس مسئلہ میں کسی حد تک تو کمی آ سکے۔ اگر یہ مکمل طور پر ختم نہ ہو سکے تو کم از کم اس میں کمی تو ضرور آنی چاہیے۔

وزیر صحت: جناب والا! مجھے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! مجھے پولیٹیکل ethics نے اجازت نہیں دی کہ میں کسی شخص کے حوالے سے یہاں اس ایوان میں بات کروں۔ وزیر صحت کے پچھلے بیچ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے ان کی rehabilitation کے لیے جس بات کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ لیکن میں نے احتیاط کی ہے اور میں نے اس حوالے سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہیں کہا جو مجھے واپس لینا پڑے خواہ وہ ethics کے خلاف ہو یا پھر چاہے پارلیمانی روایات اس کی اجازت نہ دیتی ہوں۔ جناب والا! یہ بڑا ہی اہم مسئلہ ہے اور یہ میری ذات کا مسئلہ نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اسی لیے میں آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ اور ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب ملک کر ٹھوس قسم کی تجاویز وزیر صحت کو دیں اور وہ کوشش کریں گے کہ اس مسئلہ میں کسی طریقہ سے اصلاح کی جائے۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! آپ اسے ملتوی فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں تو اب اس کے بارے میں کوئی ابہام نہیں ہونا چاہیے۔

رانا اکرام ربانی : پھر ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : تو پھر اب اسے dispose of ہو جانا چاہیے۔

رانا اکرام ربانی : ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پھر یہ تحریک التوائے کار dipose of ہوتی ہے۔

وزیر صحت ، آپ ڈاکٹر افضل اعزاز اور قائد حزب اختلاف سے مل کر ان کی بہتر تجاویز لے لیں اور کوشش کریں کہ ان پر عمل درآمد کریں۔

وزیر صحت : جناب سپیکر! آپ کی یہ تجویز بڑی صحیح ہے میں ان سے مل کر ان کی تجاویز لے لوں گا۔

جناب والا! میں ایک چیز اس ایوان میں کہنا بھول گیا۔ جہاں تک انفرمیشن کی بات ہے یہ ملک میں ہی نہیں بلکہ بیرون ملک میں بھی لوگوں کو پتہ ہے کہ ہم اس سلسلہ میں کیا کر رہے ہیں اور ابھی پچھلے سال لیڈی ڈیانا نے ہمارے میو ہسپتال میں اس سنٹر کو visit کیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اب تحریک التوائے کار نمبر 12 ہے اور یہ رانا ثناء اللہ خان صاحب کی ہے۔ جی رانا صاحب۔

گورنمنٹ پولی ٹیکنیکل کالج سمن آباد، فیصل آباد کی تباہ حالی

رانا ثناء اللہ خان : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ گورنمنٹ ٹیکنیکل کالج سمن آباد، فیصل آباد فنی تعلیم کا اہم ادارہ ہے۔جو گزشتہ چند سالوں سے اور بالخصوص موجودہ سربراہ ادارہ کی نا اہلیت اور ہوس زر کی وجہ سے تباہ حالی کا شکار ہو رہا ہے اور ان دنوں غنڈہ گردی اور بدمعاشی کی آماج گاہ بنا ہوا ہے اس سے قبل بھی اس کالج سے ملحقہ آبادیوں کے مکینوں نے ایک بہت بڑے جلوس کی صورت میں کالج ہذا پر حملہ کیا تھا اور کالج کی عمارت (ہوسٹل) کو آگ لگائی تھی وجہ یہ تھی کہ کالج سے ملحق رہائشی آبادیوں میں ہونے والی چوری، ڈکیتی کی وارداتوں کے بعد ملزمان کا رخ اس کالج کی جانب ہوتا ہے اور اب بھی صورت حال ابتر ہو چکی ہے اور کسی وقت کوئی ناخوشگوار واقع ہو سکتا ہے لیکن سربراہ ادارہ حالات سے بے نیاز پیسہ کمانے

میں مصروف ہیں اور مصدقہ اطلاعات کے مطابق اس سال کالج میں پڑھائی جانے والی سول اور الیکٹریکل ٹیکنالوجی جن میں داخلہ حاصل کرنا ہر طالب علم کی خواہش ہوتی ہے داخلہ میرٹ کی بجائے رشوت کی بنیاد پر دیا گیا اور اس سلسلہ میں دس ہزار فی طالب علم وصول کیے گئے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں غنڈہ گردی ، لاقانونیت تو ایک معمول سا بنتا جا رہا ہے لیکن داخلہ دینے کے معاملے میں رشوت ایک نیا رخ ہے جو تعلیمی نظام کی تباہی حال کی انتہا کی نشان دہی کرتا ہے جب کہ حکومت اس بارے میں مکمل خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے اور صورت حال کی بہتری کے لیے کوئی اقدام کرنے سے گریزاں ہے اس صورت حال سے عوام میں بے چینی اور اضطراب ، غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں لایا جائے۔

جناب سپیکر! اس تحریک میں بیان کیے گئے اس واقعہ کا جہاں تک تعلق ہے ----

جناب ڈپٹی سپیکر : رانا صاحب اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ تو نہیں ہو سکتی۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں چند منٹ میں اپنی بات ختم کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پہلے وزیر صاحب اپنا جواب دے لیں۔ اس کے بعد آپ اپنی بات کر لیں۔ جی وزیر تعلیم صاحب!

وزیر تعلیم (میاں عثمان ابراہیم) : جناب سپیکر! معزز رکن نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے اور اس میں جس مسئلے کی نشاندہی کی ہے اس مسئلے کو ہم نے پہلے بھی ٹیک اپ کیا ہے فاضل رکن نے اس مسئلے کی طرف پچھلے اجلاس میں میری توجہ دلائی تھی۔ میں نے فوری طور پر ایک انکوائری کمیٹی بنائی تھی اس کمیٹی نے اپنی جو ابتدائی رپورٹ بھیجی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میرٹ کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا اب اس کی باقاعدہ انکوائری ہو رہی ہے اس کی رپورٹ ابھی مجھے موصول نہیں ہوئی۔ اس رپورٹ کے آنے پر اور اس کی روشنی میں اگر پرنسپل جرم وار قرار پایا گیا تو ہم اسے ای اینڈ رولز کے تحت سزا دیں گے ۔ جناب والا! چونکہ یہ گریڈ 19 کی پوسٹ ہے لہٰذا ہم نے ابتدائی رپورٹ کی روشنی میں ہم نے وزیر اعلیٰ صاحب کو اس کی ٹرانسفر کے بارے میں لکھ دیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! وزیر تعلیم کی یہ بات کہ جب ان کے نوٹس میں یہ بات آئی تو انہوں نے انکوائری کے احکامات جاری کیے۔ میں اس پر ان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور میں ان

کے اس رویہ کی بھی تعریف کرتا ہوں۔ اب جناب والا! میں یہ چاہوں گا کہ اگر وہ اس معاملہ کی پہلے ہی انکوائری شروع کر چکے ہیں لہٰذا جب تک اس انکوائری کا کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔ آپ میری اس تحریک التوائے کار کو ملتوی فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میرے خیال میں آپ اسے dispose of ہونے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! اگر یہ ایوان میں اس بات کی یقین دہانی کروا دیں کہ انکوائری کی رپورٹ میں جو بھی بات سامنے آئے گی۔ اسی کے مطابق ایکشن ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وہ تو پہلے ہی فرما رہے تھے کہ انکوائری کی رپورٹ کے مطابق ایکشن ہو گا۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! ہم انکوائری رپورٹ کے مطابق ، ہم قانون کے مطابق ایکشن لیں گے اور ہم نے یہ مسئلہ پہلے ہی ٹیک اپ کر لیا ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ فاضل رکن اب مطمئن ہو جائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں صرف اتنا چاہوں گا ۔ کیونکہ معمول یہ ہے کہ انکوائری شروع ہوتی ہے تو یہ سالہاسال چلتی ہے تو اس سلسلے میں میری یہ عرض ہے کہ ادارہ بہت ہی اہم ادارہ ہے اور میرے خیال کے مطابق پنجاب میں فنی تعلیم کے چند ایک ادارے ہوں گے۔ وہاں پر نہ صرف فیصل آباد بلکہ پورے پنجاب اور آزاد کشمیر اور دوسرے صوبوں کی سیٹیں وہاں پر مختص ہیں لہٰذا ایسا نہ ہو کہ یہ انکوائری سالہاسال چلتی رہے۔ صرف اتنی سی بات ہے باقی میں ان کی یقین دہانی پر مطمئن ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں بھی وزیر تعلیم سے استدعا کروں گا کہ اس کی انکوائری کا فیصلہ جلد ہونا چاہیے اور اگر یہ ثابت ہو جائے تو اس بارے میں صحیح ایکشن ہونا چاہیے۔ کیا اب اسے پریس نہیں کرتے۔

رانا ثناء اللہ خان : نہیں ، جناب والا!

جناب ڈپٹی سپیکر : تحریک التوائے کار نمبر 15 چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے ۔ جی چودھری صاحب۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا، اس کو موخر کر دیں۔ اس کا کل جواب دے دیا جائے

گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس تحریک التوائے کار کو ملتوی کیا جاتا ہے۔

اگلی تحریک التوائے کار نمبر 19 جناب فرید احمد پراچہ اور ڈاکٹر محمد وسیم اختر صاحب کی طرف سے ہے۔

چولستان میں اراضی کی ناجائز الاٹمنٹ

جناب فرید احمد پراچہ : ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ قریباً آٹھ نو سال قبل چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ اس کا مقصد چولستان کے غیر آباد علاقہ کو آباد کرنا۔ وہاں ترقیاتی سکیموں کا اجراء اور بنجر اراضی کی ترقی بیان کیا گیا لیکن طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی ابھی تک اتھارٹی کے قواعد و ضوابط تیار نہیں کیے گئے کسی ترقیاتی سکیم کا اجراء نہیں کیا گیا کسی غریب کاشت کار یا بے گھر شہری کو ایک پلاٹ بھی نہیں دیا گیا جب کہ افسران کی ملی بھگت سے زمینوں پر ناجائز قبضہ کا سلسلہ تیز رفتاری سے جاری ہے اب تک ہزاروں ایکڑ اراضی پر قبضہ ہو چکا ہے ایک نام نہاد شہری مزارعہ سکیم کا فائدہ اٹھا کر بوگس اندراجات کے ذریعہ زمینیں خرد برد ہو رہی ہیں جس سکیم کا سرے سے کوئی مستند ریکارڈ موجود نہیں ۔ خدشہ ہے کہ اگر اس صورت حال کا فوری جائزہ نہ لیا گیا تو علاقہ کے غریب افراد کے لیے سرے سے کوئی اراضی نہیں بچے گی اور با اثر غلط کار افراد ہی ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے گے اس علاقہ میں اراضی کو نیلام عام کرم کے ذریعہ فروخت کرنے سے حکومت کو کروڑوں روپے بھی مل سکتے ہیں اور غریب کاشت کار ترقیاتی منصوبوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں حکومت کا اپنے فرائض سے پہلوتہی کرنے کا یہ مسلسل عمل فوری تقاضا کرتا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لایا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! اس کا جواب بھی ابھی موصول نہیں ہوا ہے ، مہربانی کر کے اس کو بھی کل تک موخر کر دیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ اس کا جواب کل دے دیا جائے یہ نہ

ہو کہ پورا سیشن گزر جائے اور یہ کہیں کہ جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو موخر کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار 21 چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے۔

پرنسپل گورنمنٹ کالج برائے خواتین سیالکوٹ کو بغرض علاج بیرون ملک نہ بھیجنا

چودھری محمد حنیف: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ جنگ مورخہ 16 ستمبر 1992ء میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق حکومت پنجاب کی ایک اور لاپرواہی جس کے نتیجہ میں منظوری کے باوجود پرنسپل گورنمنٹ کالج برائے خواتین سیالکوٹ کو علاج کے لیے بیرون ملک نہیں بھیجا گیا جب کہ منظور نظر افراد کی سمری چند ہفتوں میں تیار ہوتی جاتی ہے اور غریب بے چارہ تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا ہے۔ جس کی ایک مثال ماسٹر محمد اکرم کی موت ہے جو بے چارہ سرخ فیتے کی نظر ہو گیا۔ اس خبر سے صوبہ بھر کے عوام میں سخت بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے لہٰذا استدعا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی روک کر فوری طور پر اس کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! جس ہیڈ مسٹریس کا ذکر فاضل رکن کر رہے ہیں ان کو علاج کے لیے ہم نے پیسے دیے ہیں، وہ باہر چلی گئی ہیں، اور شاید اب علاج سے فارغ ہو کر واپس آنے کی تیاری کر رہی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ کی تسلی ہو گئی ہے۔ کیونکہ آپ کی التوائے تحریک کسی کام آ گئی ہے۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! یہ خوشی کی بات ہے اور میں وزیر تعلیم کا مشکور ہوں کہ اگر انہوں نے یہ کام کروایا ہے۔ اگر کسی طرح باقی لوگوں کے ساتھ بھی یہ سلوک کیا جائے تو کتنا اچھا ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس پر زور نہیں دیتے؟

چودھری محمد حنیف : جی ہاں!

جناب ڈپٹی سپیکر : تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔اب ہم قانون سازی کو لیتے ہیں

سید چراغ اکبر شاہ : جناب والا! کورم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شاہ صاحب!آپ بضد ہیں؟

سید چراغ اکبر شاہ : جی ہاں!

جناب ڈپٹی سپیکر : گنتی کی جائے۔ (گنتی کی گئی) کورم پورا نہیں ہے۔ پانچ منٹ کے لیے گھنٹی جائی جائے۔

(اجلاس میں کورم پورا نہ ہونے کی نشان دہی کی گئی اور پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں جائی گئیں)

(پانچ منٹ کے بعد)

جناب ڈپٹی سپیکر : گنتی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

ایوان میں کورم پورا ہے۔

جناب میاں شہباز احمد : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میاں شہباز احمد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں شہباز احمد : جناب سپیکر! یہ ایوان صوبے کا ایک اہم ادارہ ہے اور ہم یہاں پوری قوم کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ جتنا کام قوم کے لیے ہم کرنا چاہتے ہیں اپوزیشن والوں کو چاہیے کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔ اپوزیشن والے ہمیشہ کورم کی نشان دہی کر کے خود ہی باہر چلے جاتے ہیں جو کہ نہایت ہی بچگانہ بات ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جس طرح محترمہ بے نظیر بھٹو صاحب کہتی ہیں کہ میاں نواز شریف صاحب نے ٹوپی پہن لی ہے۔ کیا ٹوپی پہننا بری بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر :میاں صاحب !آپ کا شکریہ۔تشریف رکھیں ۔

خانزادہ ضرغام خان خاکوانی : جناب سپیکر! معزز رکن پارلیمانی روایات کے مطابق کریں۔یہاں پر بے نظیر یا نواز شریف کی بات نہیں ہو رہی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون صاحب! آپ ارشاد فرمایئے۔

مسودہ قانون

مسودہ قانون (ترمیم) صنعتی ترقیاتی بورڈ، پنجاب مصدرہ 1992ء

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS:

Mr. Deputy Speaker Sir, I introduce:-

" The punjab Industerial Development Board (ammendment) Bill, 1992.

MR. DEPUTY SPEAKER: The punjab Idusterial Development Board (Ammendment) Bill, 1992 " has been introduce . It is referred to the appropriate Standing committee for reported by 21st October, 1992.

مسودہ قانون (ترمیم) مزارعت و توثیق مدت برائے ادائیگی معاوضہ پنجاب بابت 1992ء

MISNISTER FOR LAW: Mr. Deputy Speaker Sir, I introduce:

" The punjab Tenancy and Validation of extension of period for payment of Compensation (Amendment) Bill, 1992."

MR. DEPUTY SPEAKER:

" The Punjab Tenancy and Validation of extensions of period for payment of Compensation (Ammendment) Bill, 1992." has been introduced. It is referred to the appropriate Standing Committee for reported by 15th October, 1992."

Now, the House is adjourned till 9.00 a.m. tomorrow.

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

بدھ، 8 اکتوبر 1992ء

(چہار شنبہ 6 ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 50 منٹ منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر مناظر علی رانجھا کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ

وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ
لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ
مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ
دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ
اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾

(پارہ: 5 سورۃ النساء آیات 123 تا 126)

نجات نہ تو تمہاری آرزوؤں پر اور نہ ہی اہل کتاب کی آرزوؤں پر ہے جو شخص برے عمل کرے گا اسے اسی طرح کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ ہی مددگار اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو گا۔ تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی حق برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے حکم اللہ کو قبول کیا اور نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیروکار ہے۔ جو یکسو مسلمان تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا اور آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے۔ سب کچھ اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وما علینا الا البلاغ ۝

جناب ڈپٹی سپیکر : سردار صاحب ! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں کہ پہلے تحاریک استحقاق کو ٹیک اپ کر لیا جائے ؟

وزیر قانون وپارلیمانی امور : جی ہاں ! پہلے تحریک استحقاق کو ٹیک اپ کر لیں اس کے بعد Call Attention Notice لے لیا جائے۔

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر : تو پہلے ہم تحریک استحقاق کو ٹیک اپ کر لیتے ہیں۔ پراچہ صاحب، ٹھیک ہے ؟

جناب فرید احمد پراچہ : ٹھیک ہے جناب والا !

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ تحریک استحقاق نمبر 18 جناب رانا اکرام ربانی کی طرف سے ہے۔

نشان زدہ سوال نمبر 126 کے غلط جواب کی فراہمی

رانا اکرام ربانی : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور ضروری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کی متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ گزشتہ اجلاس میں میرے سوال نمبر 126 کا جواب دیتے وقت وزیر اعلیٰ پنجاب نے غیر ذمہ دارانہ انداز اختیار کرتے ہوئے حقائق کو چھپانے کی کوشش کی۔ سوال کے جز (الف) میں دریافت کیا گیا تھا :

" آیا صوبائی حکومت کے علم میں ہے کہ مرکزی حکومت نے ایک خاص معاملے میں کوئی پالیسی بنائی ہے اور اس پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ " جواب دیا گیا کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔ اس ایوان کی تاریخ گواہ ہے کہ مختلف مواقع پر حکومتی پالیسی پر بیان دیتے وقت یہ کہا جاتا رہا کہ "وزیر اعظم کی ہدایات کی روشنی میں، مرکزی حکومت کی پالیسی کے مطابق "اور کہیں بھی "جی ہاں "اور "جی نہیں" کو مرکزی حکومت کے دائرہ کار میں مداخلت نہیں سمجھا گیا اور اس طرح جز (ب) کے سوال کو سرے سے غیر ضروری قرار دیا گیا۔ جناب سپیکر ! اس سوال کے ذریعے موجودہ حکومت کی امتیازی پالیسی اور سیاسی انتقامی پالیسیوں کو منظر عام پر لانا تھا اور اس کو ہی چھپانے کے لئے نادانستہ حقائق سے روگردانی کرتے ہوئے ایسا جواب دیا گیا جو درست بھی نہیں ہے اور غیر ذمہ دارانہ بھی ہے۔ اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر ! اس سوال کے جواب کو میں نے اپنی تحریک استحقاق کا موضوع بنایا ہے۔ اس کے ذریعے سے حقائق اس ایوان کے سامنے، ایوان کی وساطت سے وزرائے کرام کے سامنے اور وزرائے کرام کی وساطت سے عوام کے سامنے لانے تھے کہ موجودہ حکومت کی پالیسیاں ایک ہی معاملے میں کتنی متضاد ہوتی ہیں۔ لیکن اسی کو چھپانے کے لئے، میں نامعقول تو نہیں کہتا، لیکن غیر معقول رویہ اپنایا گیا ہے۔ سوال یہ تھا کہ

کیا موجودہ حکومت کے علم میں یہ ہے کہ موجودہ حکومت میں پیپلز پارٹی کے دور اقتدار میں رکھے گئے ملازمین کو اس بناء پر برطرف کر دیا گیا ہے کہ یہ قواعد میں نرمی کر کے ملازمت میں رکھے گئے تھے۔ جناب سپیکر! اگر اس بات کا صحیح جواب دیا جاتا تو اس کے ساتھ ضمنی سوال بھی پوچھا جانا تھا کہ پنجاب میں 1985ء سے لے کر جو سکھا شاہی رہی اس میں ہر قسم کے رولز اینڈ ریگولیشنز میں نرمی کر کے کتنے لوگوں کو ملازمتیں دی گئیں۔ انہی حقائق کو چھپانے کے لیے یہ کہا گیا کہ مرکزی حکومت کے معاملات میں صوبائی حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں۔ اگر سوال یہ ہوتا کہ کیا صوبائی حکومت مرکزی حکوت کو کارروائی سے بھی باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہے، یا یہ پوچھا جاتا ہے کہ آیا صوبائی حکومت مرکزی حکومت کو اس سلسلے میں کوئی مواد مہیا کر رہی ہے تو پھر یہ کہا جا سکتا تھا کہ مرکزی حکومت کے ملازمین کے معاملات میں صوبائی حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں۔ جبکہ میں نے عمل دخل کا پوچھا ہی نہیں۔ صرف ایک سوال کیا تھا۔ جناب والا آج آپ کی رولنگ یہ ہو کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی تو پھر آج کے بعد مرکزی حکومت کا ذکر، مرکزی حکومت کی پالیسی کا ذکر، وزیر اعظم کا ذکر، ان کی پالیسی کا ذکر اس ایوان میں ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار پا جائے گا۔ ایوان کو اس چیز سے بچانے کے لئے میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ذمہ داری ان لوگوں پر ڈالی جائے کہ اگر اس کے ذمہ دار اہل کاران کو عدالتوں میں جانا پڑے تو انہیں وکیل صفائی مقرر کرنے کے لئے بھاری رقم خرچ کرنا پڑے لیکن اس ایوان میں وزراء مفت ان کے وکیل صفائی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

جناب والا! ایک دفعہ یہاں پر منظور موہل صاحب نے بجٹ پر بحث کے دوران وزراء کے لیے بڑے خوبصورت الفاظ استعمال کیے تھے اور اس کے بعد ہمارے لگائے گئے ہر الزام کا جواب تو دیا گیا تھا لیکن اس بات کا جواب نہ دیا گیا، نہ ہی اس بات کا برا مانا گیا کہ "یہ ایک نالائقوں کی فوج کرسیوں پر بیٹھی ہے"۔ جناب سپیکر! یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم عوام کے نمائندے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ عوام کے نمائندے ہیں تو پھر انہیں عوام کی نمائندگی بھی کرنی چاہیے اور اس حوالے سے حکومت کے مختلف محکموں کی کارکردگی باقاعدہ بنانے کے لیے، ان کی کارکردگی میں کسی قسم کی نااہلی کو اجاگر کرنے کے لئے اور constructive تجاویز بنانے کے لیے دنیا بھر کی پارلیمنٹس میں جو رواج ہے، اس کا مقصد فوت ہو جاتا ہے آپ کے سامنے اگر سوال جواب نہیں تو میں کل کی طرح آج پھر آپ کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں کہ اگر میں نے مداخلت کرنے کا کہیں کہا ہو، کہیں پوچھا ہو تو پھر آپ یہ کہہ سکتے ہیں۔ اسی حوالے سے دوسرا سوال تھا جس کو یہ ویسے ہی گول کر گئے۔ لہٰذا اس قسم کی پریکٹس کو روکنے کے لیے میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے پاس بھیجا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری، سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن (جناب عادل شریف گل) : جناب سپیکر! رانا صاحب نے جو تحریک استحقاق پیش کی ہے وہ سوال نمبر 126 کے دو جز تھے۔ اس کے پہلے جز میں یہ پوچھا گیا تھا کہ "کیا ان لوگوں کو جنھیں پیپلز پارٹی نے نوکریاں دیں یا پیپلز پارٹی کے دور میں جن لوگوں کو قواعد میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا مرکزی حکومت نے نوکریوں سے نکالا ہے"؟ اور اس کے دوسرے جز میں یہ پوچھا گیا تھا کہ "اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پنجاب مرکزی حکومت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے 1985ء سے لے کر اب تک کے ایسے ملازمین کو جنہیں قواعد و ضوابط میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا تھا برطرف کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں"؟

جناب سپیکر! اس کا جواب دے دیا گیا تھا اور جواب دیتے وقت وزیر اعلیٰ صاحب نے نہ تو یہاں پر غیر ذمہ دارانہ رویے کا مظاہرہ کیا، نہ حقائق کو چھپانے کی کوشش کی اور جواب دیتے وقت یہ چیز واضح کی گئی تھی کہ یہ معاملہ خالصتاً مرکزی حکومت سے متعلقہ ہے، صوبائی معاملہ نہ ہے۔ صوبائی حکومت نے کبھی بھی مرکز کے معاملے میں مداخلت نہ کی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ بعض اوقات وزیر اعظم کی ہدایات کے مطابق یہاں پر کچھ الفاظ دہرائے جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں وہ الفاظ دہراتا ہوں جو انہوں نے اپنی تحریک استحقاق دیے ہیں۔ "وزیر اعظم کی ہدایات کی روشنی میں"۔ دوسرا ہے کہ "مرکزی حکومت کی پالیسی کے مطابق"۔

جناب سپیکر! میں اپنے جواب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعظم پورے ملک کے وزیر اعظم ہیں۔ مرکزی حکومت بعض اوقات آئین میں دی گئی Concurrent List کے مطابق جو معاملات ہوتے ہیں ان کے بارے میں صوبے سے وہ جوابات پوچھ سکتے ہیں، معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ چند چیزیں جو اس Concurrent List میں آتی ہیں۔ میں یہاں پر واضح کرنا چاہتا ہوں مثلاً ٹورزم، زکوٰۃ کا معاملہ، فنانس کا معاملہ، explosives کا معاملہ ہے، لیبر پالیسی ہے، ایجوکیشن پالیسی ہے، migeration کا معاملہ ہے۔ یہ سب چیزیں اس Concurrent List میں شامل ہیں جو آئین کے اندر دی گئی ہے اور وزیر اعظم پاکستان صوبے سے اس Concurrent List کے مطابق تمام چیزوں کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں۔

جناب والا! تیسری بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ رانا صاحب نے یہ کہا کہ میں حقائق کو سامنے لانا چاہتا تھا کہ پیپلز پارٹی کے لوگوں کے ساتھ جو امتیازی سلوک ہوا۔ اس کے بارے میں وہ صوبائی اسمبلی کے فورم پر آواز اٹھانا چاہتے تھے۔ جناب سپیکر! پہلے سوال کا جو پہلا جز تھا اور اس کا جو جواب تھا وہ دوسرے جز سے منسلک تھا۔ چونکہ پہلے جز کا جواب اثبات میں نہ تھا اس لیے دوسرے جز کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہ

کی گئی۔ جناب والا! اگر یہ آواز اٹھانا چاہتے ہیں تو پیپلز پارٹی کے ایم این اے حضرات قومی اسمبلی کے اندر موجود ہیں، قومی اسمبلی کا فورم موجود ہے۔ چونکہ یہ معاملہ قومی اسمبلی کا ہے اور اگر یہ قومی اسمبلی سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو رانا صاحب سے میری استدعا ہے کہ وہ اپنے ان نمائندگان جو کہ قومی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کی نمائندگی کرتے ہیں ان سے کہیں کہ وہ قومی اسمبلی کے فورم پر یہ آواز اٹھائیں، البتہ یہ اگر صوبائی اسمبلی سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں، وزیر اعلیٰ پنجاب سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو پھر صوبائی اسمبلی کے فورم پر بات ہو سکتی ہے۔ ہمیں کوئی typical واقعہ بتائیں کہ ایسا ہوا ہے تو پھر اس کا جواب دینے کے لیے ہم تیار ہیں۔ لہٰذا میری رانا صاحب سے استدعا ہے کہ وہ اپنی اس تحریک کو پریس نہ فرمائیں۔ بصورت دیگر آپ سے استدعا ہے کہ چونکہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی لہٰذا اسے rule out کیا جائے۔ شکریہ۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری کا مشکور ہوں کہ انہوں نے بہت سے ایسے دلائل مجھے یاد کرائے ہیں جو کہ میں اپنی short statement میں miss کر گیا تھا۔ جناب والا! مجھے بھی اس Concurrent List کا علم ہے کہ کون کون سے معاملات مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ میں نے یہاں پر قانون کی بات نہیں کی۔ اگر میں آج ان سے یہ سوال کروں کہ کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعظم صاحب چین کے دورے پر ہیں؟ تو اس کا کیا جواب دیا جائے گا کہ ہم مرکز کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے۔ جناب سپیکر! اگر اس سوال کا جواب "جی ہاں" اور "جی نہیں" میں ہے تو پھر یہ میری تحریک استحقاق بنتی ہے۔ اور اگر اس سوال کا جواب کسی بھی معقول پیمانے سے صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کے معاملات میں دخل نہیں دیتی تو پھر میری اس تحریک استحقاق کو ختم کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ ہماری رہنمائی فرمائیں، سپیکر کو یہ بتائیں کہ تحریک استحقاق کے بارے میں ہمارے جو مروجہ قوانین ہیں ان کے مطابق یہ تحریک استحقاق بنتی ہے یا نہیں۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! میں نے اپنے سوال میں یہ پوچھا تھا کہ کیا مرکزی حکومت نے ان ملازمین کو جو پیپلز پارٹی کے دور میں بھرتی کیے گئے تھے، ملازمتوں سے فارغ کر دیا ہے۔ اس سے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس سوال کا جواب مرکزی حکومت کے معاملات میں مداخلت ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! اس میں آپ کا استحقاق کس انداز سے مجروح ہوتا ہے؟

رانا اکرام ربانی: چونکہ میرے سوال کا جواب درست نہیں دیا گیا، اس لیے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے جو پڑھا ہو گا۔ جواب یہ ہے کہ مرکزی حکومت کے ملازمین کے معاملات:

میں صوبائی حکومت کا کوئی عمل دخل نہ ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں بھی یہی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میں نے یہ کہا ہو کہ کیا صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے یہ سفارش کرنے کا ارادہ رکھتی ہے کہ ان ملازمین کو بحال کر دیا جائے پھر تو جواب بنتا تھا کہ "جی ہاں" یا "جی نہیں"۔

جناب ڈپٹی سپیکر :آپ میری یہ رہنمائی فرمائیں کہ ہمارا جو رولز آف پروسیجر پنجاب اسمبلی کا ہے۔اس کے کس ضابطے کے تحت آپ کی تحریک استحقاق کو admit کیا جائے ؟

رانا اکرام ربانی : جناب والا! میں نے ایک سوال کیا ہے۔اس سوال کا واضح جواب لینے کے لیے اس ایوان میں میرا حق ہے۔بلکہ ہر ایک رکن کا یہ حق ہے کہ اسے اس کے سوال کا واضح جواب دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر :آپ کا سوال مرکزی حکومت کے بارے میں ہے۔صوبائی حکومت کے بارے میں نہیں ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! مرکزی حکومت کی پالیسی کے بارے میں علم رکھنا ممنوع نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر :پالیسی کی بات کرنا اور بات ہے اور مرکزی حکومت کے اقدامات کے بارے میں سوالوں کا جواب دینا کچھ اور ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میرا پہلا جز صرف علم کے بارے میں ہے۔مداخلت کے اختیار کے بارے میں نہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر، جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر : شیخ طاہر رشید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! کیا اس معزز ایوان کے اندر ضابطوں سے ہٹ کر کسی معزز رکن کی گزارش پر کسی تحریک استحقاق پر بات ہو سکتی ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر شیخ صاحب! اسی معاملے پر بحث ہو رہی ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید :آپ ضابطے کے مطابق بات کریں۔اگر اپوزیشن لیڈر بلا ضابطہ یا بغیر ضابطہ کے بات کریں گے تو پھر پارلیمانی روایات کیا رہ جائیں گی ؟

جناب ڈپٹی سپیکر شیخ صاحب!آپ تشریف رکھیں۔رانا صاحب آپ ارشاد فرمائیے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں نے گزارش کا لفظ Chair کے احترام میں استعمال کیا ہے۔ غالباً آپ کے لیے گزارش کا لفظ شیخ صاحب کو کسی کی ہدایت پر ناگوار گزرا ہو گا تو کہہ نہیں سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ان کے پاس کوئی عہدہ نہیں بیٹھا ، اس لیے یہ ان کی اپنی ذاتی سوچ ہو سکتی ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! ان کو جو ہدایات ہوتی ہیں وہ غیر ملکی ہوتی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔ cross question کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جی رانا صاحب!

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں نے یہ سوال پوچھا تھا کہ آیا صوبائی حکومت کے علم میں یہ ہے کہ کوئی معاملہ، آپ اس پالیسی کو چھوڑیں ، ایگریکلچر پالیسی ہے یا کوئی اور پالیسی ، اسی طرح کی یہ بھی ایک پالیسی تھی کہ آیا یہ صوبائی حکومت کے علم میں ہے۔ اگر یہ جواب ہوتا کہ ہمارے علم میں نہیں ہے پھر بھی یہ ایک واضح جواب تھا۔ اگر یہ کہتے کہ ہمارے علم میں ہے پھر بھی یہ جواب واضح تھا۔ میں نے مداخلت کے بارے میں کہا بھی نہیں لیکن اس کے باوجود آپ کی رولنگ کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ آپ کی رولنگ کے مطابق --------

جناب ڈپٹی سپیکر : جی میں تو صرف یہ عرض کر رہا تھا --------

رانا اکرام ربانی : جناب والا! اس ایوان میں مرکزی حکومت کا ذکر ایسے ہی ہو گا جیسے کسی ناپاک چیز کا ذکر ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر :شیخ محمد طاہر رشید صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جناب رانا صاحب کی یہ تحریک استحقاق مطلوبہ قواعد و ضوابط پورے نہیں کرتی۔ اس لیے میں اس کو rule out کرتا ہوں۔ تحریک استحقاق نمبر 16 جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی طرف سے ہے۔

جناب علی حسین رضا قاضی : جناب سپیکر! میری تحریک استحقاق نمبر 6 ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : تحریک استحقاق نمبر6 جناب علی حسن رضا قاضی کی طرف سے ہے۔ جی قاضی صاحب!

ڈی ایس پی چنیوٹ کا رکن اسمبلی سے ملنے سے انکار

جناب علی حسن رضا قاضی : میں حال ہی میں وقع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے ۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 6 ستمبر 1992ء کو چنیوٹ میں جنرل بس سٹینڈ سے ملحقہ ویگن اڈہ پر چند مسافروں کو غنڈوں نے جن کا تعلق ویگن اڈہ سے تھا ، زدوکوب کیا۔ مضروب میرے حلقہ انتخاب سے تعلق رکھنے والے معزز شریف شہری ہیں ۔ میں اطلاع ملنے پر ہسپتال گیا ۔ میڈیکل سرٹیفکیٹ لے کر برائے اندراج مقدمہ سٹی پولیس سٹیشن گیا۔ تھانہ انچارج نے کہا کہ ڈی ایس پی کے حکم کے بغیر پرچہ درج نہیں ہو سکتا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قریباً تین بجے کا وقت تھا ان کے اردلی نے بتایا کہ ڈی ایس پی صاحب آرام فرما رہے ہیں اور ان کی طرف سے سخت ہدایات ہیں کہ انھیں سوتے میں بے آرام نہ کیا جائے ۔ لیکن ساتھ ہی مشورہ بھی دیا کہ آپ کہیں سے ٹیلی فون کر لیں تو شاید بات ہو جائے ۔ ڈی ایس پی کی موجودہ رہائش کے قریب ایک پی سی او واقع ہے ۔ میں نے وہاں سے فون کیا ۔ فون اٹھانے والے نے یہ بتلایا کہ ڈی ایس پی صاحب پولیس سٹیشن بھوانہ گئے ہوئے ہیں۔ چنیوٹ شہر ان دنوں ایک حساس علاقہ ہے ۔ اس میں تعینات امن و امان قائم رکھنے کا ذمہ دار ایک اہل کار کی اپنے فرائض سے غفلت اور بے حسی کا اظہار جس کے نتیجے میں چنیوٹ کے حالات بہتر ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی جو اپنی جگہ ایک مجرمانہ فعل ہے ۔ لیکن اپنے حلقہ انتخاب میں ایک اہم واقعہ ہونے پر حق نمائندگی ادا کرتے ہوئے میں نے اس واقعے کے سلسلے میں ڈی ایس پی سے ملنا چاہا ۔ لیکن ڈی ایس پی نے دانستہ انکار کر کے مجھے میرے حق نمائندگی سے محروم کرنے کی کوشش کی ہے ۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

وزیر مال(جناب محمد ارشد خان لودھی) : جناب سپیکر! یہ 6-9-92 کا واقعہ ہے۔ وہاں پر ایک جنرل بس سٹینڈ ہے اور اس کے نزدیک ویگنوں کا ایک اڈہ چل رہا ہے جہاں پر فریقین میں لڑائی ہوئی اور اس کے بعد قاضی صاحب نے جو کہا ہے کہ وہ ہسپتال گئے ، تھانے گئے ۔ جناب والا! میں

کے ممبران کا بھی۔انہوں نے جس طرح اس تحریک کو پیش کیا ہے۔میں اس کو میکنیکلی deal نہیں کروں گا ،کیونکہ ایک ایم پی اے کا واقعہ ہے۔لیکن جس طرح قاضی صاحب نے یہاں پر حقائق بیان کیے ہیں وہ اس طرح نہیں۔ان کی grievance یہ ہے کہ وہ تھانے گئے تو ان کو کسی نے یہ نہیں کہا کہ پرچہ رجسٹرڈ کر دیا جائے گا۔حالانکہ پولیس رولز کے تحت کسی ایس ایچ او کی ضرورت نہیں ہوتی۔کوئی تھانہ بھی ایس ایچ او کے بغیر ایک منٹ نہیں رہ سکتا۔ وہاں ایک ایس ایچ او تبدیل ہو چکا تھا۔لیکن اس کی جگہ پر next senior آدمی کام کر رہا ہے اور اگر ایس ایچ او نہ بھی ہو تو 154 کے تحت جو بھی آدمی بیٹھا ہو گا

He has to record the statement of the complainant.

میں یہ مان ہی نہیں سکتا کہ قاضی صاحب تھانے گئے ہوں اور کسی محرر،اے ایس آئی یا تھانیدار نے یہ کہہ دیا ہو کہ ڈی ایس پی کی اجازت کے بغیر پرچہ نہیں ہو سکتا اور پھر ماشاء اللہ ہمارا ایک نمائندہ ہمارا ایم پی اے تھانے جائے تو کس کو جرات ہو سکتی ہے کہ وہ اس کو انکار کرے کہ یہ پرچہ رجسٹرڈ نہیں کرتا؟ایک تو یہ بات ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ جو grievance ان کو تھی،ہمارے ریکارڈ کے مطابق 11 بجے لڑائی ہوئی اور مضروبان ہسپتال چلے گئے۔ان کو 12 بجے سرٹیفکیٹ ملے اور اسی دن 6 ستمبر کو ساڑھے بارہ بجے ان کا پرچہ رجسٹرڈ ہو گیا۔ریکارڈ کے مطابق پرچہ 154 کے تحت 25-12 پر رجسٹرڈ ہو چکا ہے اور اس میں سے دو ملزمان چار دن کے بعد گرفتار ہوئے۔ They are in the judicial lock up. اور اس کے بعد تین ملزمان نے قبل از وقت گرفتاری ضمانت کروائی تھی اور 92-10-5 کو ان کی ضمانت کنفرم ہو چکی ہے۔ملزمان بھی گرفتار ہو چکے ہیں،پرچہ بھی رجسٹرڈ ہو چکا ہے اور میرے خیال کے مطابق ان کا grievance دور ہو چکا ہے۔تو میں اپنے بھائی سے درخواست کروں گا کہ اگر ان کی grievance دور ہو چکی ہے تو وہ اس کو press نہ کریں۔اگر وہ مزید اس کو press کریں گے تو میں ادب سے یہ بات کروں گا کہ اگر وہ چاہیں تو میں ان کو بلا کر،ایس ایچ او کا یا ڈی ایس پی کا جو behaviour تھا یا انہوں نے ان کا ٹیلی فون نہیں سنا یا ان کو اردلی کی جو بات ہے It is still to be inquired upon کہ یہ بات ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے اور اس کے بارے میں اگر وہ کہیں تو میں حاضر ہوں،میں ان کو بلا کر تسلی کروا سکتا ہوں۔یا اگر کوئی ایکشن ڈیمانڈ ہو تو پھر ہم انشاء اللہ ایکشن بھی لیں گے۔لیکن قاضی صاحب کا جو basic grievance ہے وہ دور ہو چکا ہے۔پرچہ رجسٹرڈ ہوا اور ملزمان گرفتار ہوئے ہیں۔

جناب علی حسن رضا قاضی: جناب سپیکر! یہ پرچہ درج کرانے کی بات نہیں ہے۔یہ میرے استحقاق کی بات ہے کہ میں ان کے گھر ملنے گیا تو ان کے اردلی نے بتایا کہ وہ سو رہے ہیں اور انہوں نے سخت ہدایت کی ہے

کہ ان کو جگایا نہ جائے اور اردلی کے مشورے پر میں نے فون کیا تو بتایا گیا کہ تھانہ بھوانہ گئے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ اس وقت گھر میں موجود تھے۔ انہوں نے دانستہ طور پر ملنے سے انکار کیا۔ میرا استحقاق اس پر نہیں بنتا کہ وہاں پر ایس ایچ او تھا یا نہیں تھا، اس نے پرچہ رجسٹرڈ کیا ہے یا نہیں کیا۔ میرا استحقاق یہ ہے کہ مجھے دانستہ طور پر ڈی ایس پی نہیں ملا۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

سید چراغ اکبر شاہ : جناب والا! خان صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اس کی admissibility پر بات نہیں کرتے، اس لیے میں بھی ان کی اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی admissibility پر بات نہیں کرتا۔ صرف ایک واقعہ آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔ یہاں پر ایسے کافی چہرے موجود ہیں جو 1985ء والی اسمبلی میں بھی اس معزز ایوان کے رکن تھے۔ میں بھی اس وقت اس معزز ایوان کا رکن تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہاں پر ایک تحریک استحقاق پیش ہوئی تھی اور وہ تحریک استحقاق جناب وزیر قانون نے پیش کی تھی۔ وہ اس وقت کمشنر ڈیرہ غازی خان کو گھر ملنے گئے اور کمشنر صاحب ان سے نہیں ملے تھے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس کی روشنی میں جیسے اس تحریک کا فیصلہ ہوا تھا۔ جمہوری ایوانوں کی روایات ہیں کہ پرانی روایات کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ اگر اس وقت تحریک کو dismiss کر دیا گیا تھا تو آج بھی کر دیا جائے اور اگر اس وقت بھی کوئی کمیٹی بنادی گئی تھی تو آج بھی بنادی جائے۔ میری استدعا یہ ہے کہ ایک جیسا فیصلہ ہونا چاہیے۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی) : جناب والا! ہمارے پاس جو جواب آیا ہے وہ یہ ہے کہ قاضی صاحب نے کسی ایکسچینج سے ٹیلی فون کیا ہے اور وہ ٹیلی فون ڈی ایس پی کے آفس میں موصول ہوا ہے وہاں اس کا اردلی موجود تھا۔ اس نے یہ کہا کہ ڈی ایس پی بھوانہ تھانہ میں کسی تفتیش کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں۔ میں تو یہ گزارش کر چکا ہوں کہ یہ پوائنٹ تو ایسا ہے جس کی ابھی investigation کی جائے گی۔ قاضی صاحب کہہ رہے ہیں کہ میرا ٹیلی فون نہیں سنا اور ڈی ایس پی کہہ رہا ہے کہ میں بھوانے گیا ہوا تھا۔ یہ پوائنٹ ایسا ہے کہ اگر قاضی صاحب پسند فرمائیں تو میں اس ڈی ایس پی کو بلوا لیتا ہوں اور اس تحریک استحقاق کو مؤخر کر دیں، میں انشاء اللہ ان کی شکایت کو دور کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شاہ صاحب! یہ بات درست ہے اور لودھی صاحب کا مشورہ صحیح ہے۔ اس تحریک کو مؤخر رکھتے ہیں اور لودھی صاحب بھی اس ڈی ایس پی کو بلا لیتے ہیں۔ آپ کب تک اس کی رپورٹ دے سکتے ہیں؟

سید چراغ اکبر شاہ : ٹھیک ہے، مؤخر کر دیں۔

وزیر مال : جناب والا! ایک ہفتہ کے اندر اندر آپ کو اس کی رپورٹ دے دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے قاضی صاحب! آپ اور لودھی صاحب مل کر اس معاملے کو حل کر لیں۔ وہ

متعلقہ آدمی کو بلا لیتے ہیں اور ایک ہفتے کے اندر اندر ایوان میں رپورٹ پیش کریں گے۔ فی الحال اسے مؤخر رکھتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 16 جناب فرید احمد پراچہ۔

نشان زدہ سوال نمبر 1008 کے غلط جواب کی فراہمی

جناب فرید احمد پراچہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 13 ستمبر محترم وزیر صحت نے میرے نشان زدہ سوال نمبر 1008 کے جواب میں بتایا کہ نان میڈیکل ڈیمانسٹریٹرز میں سے دو ڈاکٹروں کو اسسٹنٹ پروفیسر بائیو کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ میں ترقی دے دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی نان میڈیکل ڈیمانسٹریٹرز یا لیکچرار بائیو کیمسٹری کسی سینئر پوسٹ پر کام نہیں کر رہے ہیں۔ سوال کا یہ جواب حقائق کے بالکل برعکس ہے۔ میری معلومات کے مطابق اس وقت مندرجہ ذیل نان میڈیکل اساتذہ مختلف کالجوں میں مختلف سینئر پوسٹوں پر کام کر رہے ہیں جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

1۔	مختار احمد	اسسٹنٹ پروفیسر بائیو کیمسٹری پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد
2۔	کامران عزیز	ایسوسی ایٹ پروفیسر
3۔	شیخ عبدالسلام	پروفیسر بائیو کیمسٹری
4۔	مسعود احمد چغتائی	پروفیسر بائیو کیمسٹری
5۔	محمد علی	پروفیسر بائیو کیمسٹری
6۔	ندیم احمد	پروفیسر بائیو کیمسٹری

سوال کے جواب میں وزیر صحت نے عمداً غلط جواب دے کر اور حقائق کو چھپا کر نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ گزارش ہے کہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس بارے میں میری گزارش یہ ہے کہ اسمبلی سوالات کرنے کا اور وقفہ سوالات رکھنے کا ایک واضح مقصد یہ ہے کہ معاملات کو یا کہیں بھی جو مسائل ہیں ان کو حل کیا جائے۔ کہیں اگر کوئی خرابیاں ہیں تو ان کو نمایاں کیا جائے اور ان کی اصلاح کی تدابیر کی جائیں۔ یہ وہ مقصد ہے اور یہ پارلیمانی روایات کا حصہ ہے۔ لیکن یہاں پر وقفہ سوالات کو جس طرح سے استعمال کیا جاتا ہے اس لحاظ سے یہ بڑی ہی قابل تشویش بات ہے کہ سوالات کے جوابات جو متعلقہ وزیر کی طرف سے دیے جاتے ہیں، اس پر کبھی انہوں نے

تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی کہ جوابات صحیح بھی ہیں یا نہیں؟ معلومات مکمل دی جارہی ہیں، اس میں کوئی اخفاء تو نہیں کیا جارہا، اس میں کسی چیز کو دانستہ چھپایا تو نہیں جارہا؟ میں نے جو سوال کیا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ میڈیکل ڈیمانسٹریٹرز کا مسئلہ حل ہو، اس کے علاوہ کوئی بات نہیں تھی اور اس پر وزیر صحت نے یہاں پر یہ یقین دہانی بھی کروائی تھی کہ یہ مسئلہ حل کیا جائے گا۔ ایک طویل عرصے سے ان کا معاملہ التواء میں پڑا ہوا ہے۔ ان کی پروموشن کو التواء میں رکھا جارہا ہے کہ ابھی قواعد نہیں بنے، ان کے لیے ابھی سروس سٹرکچر نہیں بنا، اس لیے اس بارے میں، میں نے سوال کیا تھا۔ لیکن اس کے بارے میں جو معلومات دی گئی ہیں اس میں اس بات کو چھپایا گیا۔ یہ زیادہ لوگ تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے جواب میں کہا کہ ہم نے صرف دو کو ہی کیا، زیادہ کو نہیں کیا۔ اس لیے جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ اس معاملے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آخر اس طرح سے معاملات کو چھپانے کا مقصد کیا ہے؟ کس لیے معاملات کو چھپایا جاتا ہے اور یہ معلومات ارکان اسمبلی سے کیوں چھپائی جاتی ہیں؟ جو ارکان اسمبلی کا ایک بنیادی حق ہے۔ وہ معلومات ان تک کیوں نہیں پہنچائی جاتیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر صحت۔

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال): جناب والا! اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ فاضل رکن نے تحریک استحقاق نمبر 16 اس معزز ایوان میں پیش کی ہے۔ جو کہ سوال نمبر 1008 کے بارے میں ہے۔ جناب والا! یہ ان کے علم میں بھی اور ہاؤس کے علم میں بھی ہے کہ جب بھی محکمہ صحت کے بارے میں وقفہ سوالات ہوتا ہے تو میں ذاتی طور پر مکمل تیاری کر کے آتا ہوں اور اس بات کی تائید ان کے قائد حزب اختلاف، ان کے دوسرے ممبران اور اس معزز ایوان کے فاضل اراکین بھی کر چکے ہیں اور مجھے ذاتی طور پر اس کی داد بھی دی ہے۔ جہاں تک ذاتی طور پر سوال نمبر 1008 کا معاملہ ہے تو یہ سوال بنیادی طور پر نان میڈیکل ڈیمانسٹریٹرز کے بارے میں تھا۔ جہاں نان میڈیکل ڈیمانسٹریٹرز کا ذکر کیا گیا وہاں ہم نے سوال کے جواب کو اسی حد تک محدود کرتے ہوئے یہ بتایا کہ دو نان میڈیکل ڈیمانسٹریٹرز کو پروموشن دی گئی اور یہ ضابطے اور قانون کے تحت دی۔ فاضل رکن اسمبلی نے اپنی تحریک استحقاق میں جن چھ ناموں کا ذکر کیا ہے ان کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

ان میں سے پانچ ڈائریکٹ پبلک سروس کمیشن سے اسسٹنٹ پروفیسر کی پوسٹ پر سلیکٹ ہو کر آئے ہیں۔ ان میں جناب مختار احمد صاحب ہیں، کامران عزیز بٹ صاحب ہیں، شیخ عبدالسلام، مسعود احمد چغتائی اور محمد علی صاحب ہیں۔ جہاں تک انہوں نے چھٹے شخص کا ذکر کیا ہے۔ جس کا نام ندیم احمد ہے اس کے بارے میں

عرض یہ ہے کہ وہ کنٹریکٹ کی بنیاد پر راولپنڈی میڈیکل کالج میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر کام کر رہے تھے اور اس وقت کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر گورنر پنجاب نے قواعد میں نرمی کرتے ہوئے ان کو مستقل بنیادوں پر پروفیسر بائیو کیمسٹری تعینات کر دیا تھا۔ یہاں پر اس سلسلے میں جو تحریک استحقاق پیش کی گئی ہے، جہاں تک سوال کیا گیا تھا اسی حد تک ہم نے اس کا جواب بھی دیا ہے۔ اگر وہ سوال کا جواب پڑھیں تو وہ بڑا صاف اور واضح ہے۔ میرے خیال میں اسے مجھے دہرانے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے میں جناب والا سے یہ گزارش کروں گا کہ سوال کے مطابق میں نے جواب درست دیا ہے اور جو سوال انہوں نے نہیں کیا اس کا جواب دینا میں نے ضروری نہیں سمجھا۔ اب چونکہ تحریک استحقاق میں انہوں نے نام لے کر ان پروفیسر صاحبان کا ذکر کیا ہے تو میں نے اس کی تفصیل بھی آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! اس وقت جو سوال میں نے بنیادی طور پر کیا تھا وہ محترم وزیر صاحب کے سامنے نہیں۔ بلاشبہ انہوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ یہ بڑی تیاری کر کے آتے ہیں۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ ہمارا جو معاملہ ہے اس کے متعلق ان کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ ان کو صحیح معلومات فراہم نہیں کی جاتیں۔ میرا جو سوال تھا اس کے دائرے میں صرف ڈیمانسٹریٹرز نہیں آتے تھے۔ اس میں سارے حضرات آتے تھے۔ یہ سوال کو دوبارہ پڑھ لیں۔ اس کے دائرہ کار میں جو لوگ آتے تھے۔ ان کے بارے میں معلومات نہیں دی گئیں۔ اس میں ایسوسی ایٹ پروفیسر بھی شامل تھے۔ اس میں ان کے گریڈ بھی لکھے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پراچہ صاحب! سوال و جواب میرے پاس موجود ہیں۔ آپ یہ فرمائیں کہ سوال کے کس جز سے آپ مطمئن نہیں ہیں؟ آپ کے سوال کے کس حصے کا جواب صحیح طریقے سے نہیں دیا گیا؟

جناب فرید احمد پراچہ : میرے پاس اس وقت سوال نہیں ہے۔ ان کی طرف سے جو جواب دیا گیا ہے وہ بھی میرے پاس نہیں ہے۔

(فاضل رکن کو سوال و جواب کی کاپی مہیا کی گئی)

جناب والا! یہ جز (ب) ہے،، کیا یہ حقیقت ہے کہ ان میں سے اکثر حضرات کی مدت ملازمت پندرہ سال سے زائد ہے اور ان میں سے اکثر کے پاس ایم فل کی ڈگری موجود ہے اور ان میں سے بعض سینئر میڈیکل اساتذہ، اسسٹنٹ پروفیسر، ایسوسی ایٹ پروفیسر اور پروفیسر کی اسامیوں پر کام کر رہے ہیں۔،، جس میں میں نے ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسسٹنٹ پروفیسر ان سب کا کیا تھا، صرف demonstrator کی بات نہیں کی تھی۔ اس لیے اس کے جواب میں مکمل بات آنی چاہیے تھی۔ مجھے اس پر بھی کوئی اصرار نہیں ہے مجھے یہاں پر وزیر صاحب کو تکنیکی طور پر ناک آؤٹ کرنے کا کوئی شوق نہیں۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ یہ مسئلہ حل

ہو۔اس کے بارے میں یہ واضح طور پر کوئی commitment دیں۔ یہ کوئی پریکٹس نہیں کہ پہلے ایک سوال کا جواب آئے پھر ہم اس پر تحریک استحقاق دیں پھر اس کا جواب آئے ہم اس سارے معاملے میں مسئلے کا حل چاہتے ہیں۔اگر یہ مسئلہ حل کرنے کے بارے میں کوئی واضح یقین دہانی کراتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ یہ کب تک ہو جائے گا۔اس میں بھی جو جواب دیا گیا یا یقین دہانی کروائی گئی،وہ یقین دہانی بھی یہی تھی کہ اس بارے میں میں پوری کوشش کروں گا۔لیکن یہ بتایا جائے کہ یہ مسئلہ کب تک حل کیا جائے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر :آپ کے پاس سوال اور اس کے جواب کی کاپی ہے۔ پراچہ صاحب کا زیادہ زور اس بات پر ہے کہ آپ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کون سے اقدامات اٹھا رہے ہیں۔ان کا تحریک استحقاق پر زیادہ زور نہیں ہے۔

وزیر صحت (چودھری محمد جعفر اقبال) : میں نہیں سمجھتا کہ میں تکنیکی طور پر اس کا دفاع کروں، کیوں کہ میں نے پہلے ہی بڑی تفصیل سے اس کا جواب دے دیا ہے۔ جہاں تک یہ اس کی وضاحت چاہتے ہیں تو یقینی طور پر میں نے پہلے بھی اس پر statement دی ہے کہ یہ محکمے کے علم میں ہے اور زیر غور ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کو pursue کروں گا اور اس پر جلد از جلد فیصلہ کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پراچہ صاحب مطمئن ہیں؟

جناب فرید احمد پراچہ : جلد تو 90 دن بھی گیارہ سال بن جاتے ہیں۔ جلد کا کوئی تعین کر دیا جائے۔

وزیر صحت : جناب والا! 90 دن سے پہلے اسے حل کرنے کی کوشش کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : تو آپ اس تحریک کو پریس نہیں کرتے؟

جناب فرید احمد پراچہ : جی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : تو فاضل رکن تحریک کو پریس نہیں کرتے۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ تحریک التوائے کار نمبر 3 چودھری حنیف صاحب کی طرف سے تھی۔ کیا اس کو آج بھی پینڈنگ رکھنا ہے؟

چودھری محمد حنیف : جی ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ تحریک التوائے کار نمبر 15 ہے۔ کیا اس کو بھی پینڈنگ رکھنا ہے؟

وزیر صحت : جناب والا! اسے پہلے بھی پینڈنگ کیا گیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ خود استدعا کر رہے ہیں کہ اسے پینڈنگ رکھا جائے۔ تو آپ تیار ہو کر آئے ہیں؟

وزیر صحت: جی ہاں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیوں بار بار پینڈنگ کروا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ کی رات کی نیند خراب کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر صحت: ایسی کوئی بات نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب یہ 19 نمبر کو بھی کل پینڈنگ رکھا گیا تھا۔ یہ پڑھی گئی تھی اور اس پر آپ نے جواب دینا تھا۔ یہ 23 نمبر میاں محمود الرشید کی طرف سے ہے۔

میاں محمود الرشید: جناب والا! اجازت ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمایئے۔

لاہور بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے میٹرک اور انٹر کے نتائج میں تفاوت

میاں محمود الرشید: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لاہور بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے انٹر کے اعلان کردہ نتائج میں صرف 34% طالب علم امتحان میں کامیاب ہو سکے ہیں۔ جبکہ تقریباً دو ماہ پہلے میٹرک کے امتحان میں 70% طلباء و طالبات کو کامیاب قرار دیا گیا تھا۔ ان دونوں نتائج کے تفاوت کو دیکھ کر ہر شہری کے ذہن میں مختلف شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔ بالخصوص میٹرک کے امتحانات میں 74 فی صد طلباء و طالبات کی کامیابی کے بعد تقریباً 55 ہزار طلباء و طالبات کو کسی بھی کالج میں داخلہ نہ مل سکا اور ہزاروں طلباء اور ان کے والدین پریشان حال پھر رہے ہیں۔ نیز روزنامہ "جنگ" کی خبر کے مطابق انٹر کے نتائج کے اعلان کے تیسرے دن اول، دوم اور سوم آنے والے طلباء و طالبات کی پوزیشنوں کو بدل دیا گیا۔ لاہور بورڈ آف انٹرمیڈیٹ کے ساتھ لاکھوں طلباء کا مستقبل وابستہ ہے۔ جو اس نے داؤ پر لگا رکھا ہے اور ادارے کے اندرونی حالات انتہائی ہو چکے ہیں میری استدعا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی روک کر اس معاملے پر بحث کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! فاضل رکن نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے وہ تکنیکی طور پر قابل پذیرائی

نہیں ہے کیونکہ یہ single specific matter نہیں اور انھوں نے اس تحریک التوائے کار میں تین معاملات اٹھائے ہیں۔ انھوں نے پہلا مسئلہ تو یہ اٹھایا کہ نتائج میں تفاوت ہے، دوسرا مسئلہ یہ اٹھایا کہ 55 ہزار کے قریب طلباء کو کالجوں میں داخلہ نہیں مل سکے گا اور تیسری بات انھوں نے فرمائی ہے کہ پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ recent occurrance کا بھی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن میں تھوڑا سا facts کے متعلق بتاؤں گا تاکہ ان کو صورت حال سے آگاہی ہو سکے۔ جناب والا! یہ شروع ہی سے میٹرک اور انٹر کے امتحانات میں تفاوت چلا آرہا ہے۔ آپ پچھلے پانچ سال کے نتائج کو دیکھ لیں۔ جو اوسط ہے وہ بالکل اسی طرح چلی آرہی ہے۔ میٹرک میں نتیجہ زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلا امتحان ہوتا ہے اچھے طالب علم اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن انٹر کے امتحانات میں جو نتیجے کی variation ہے وہ ہمیشہ وہی کی وہی رہی ہے۔ تو یہ کوئی پہلی مرتبہ ایسا نہیں ہوا کہ اتنا تفاوت ہوا ہے۔ ویسے یہ اتفاق کی بات ہے کہ جب نتیجہ اچھا آ جائے تو محکمے کو پھر بھی تنقید کا نشانہ بننا پڑتا ہے اگر نتیجہ ذرا مناسب ہو محکمہ کو پھر بھی تنقید کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ ہمیں کم از کم محکمے کو یہ بتا دیا جائے کہ وہ کتنے فی صد نتیجہ نکالے تاکہ اسے تنقید کا نشانہ نہ بننا پڑے۔ دوسرے انھوں نے یہ کہا ہے کہ 55 ہزار کے قریب طالب علموں کو داخلہ نہیں ملے گا۔ میرے فاضل رکن کو شاید اس بات کا علم نہیں ہے کہ ہمارے جو موجودہ طالب علموں کی فرسٹ ایئر کی capacity تھی وہ 41 ہزار 6 سو 25 تھی۔ اور اس کے بعد ہم نے حال ہی میں 8 ہزار مزید سیٹیں لاہور ڈویژن کے لیے پیدا کی تھیں۔ اس حساب سے تقریباً پچاس ہزار کے قریب گورنمنٹ کے اداروں میں طلباء کو داخلہ دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ لاہور ڈویژن میں بے شمار پرائیویٹ کالج ایسے ہیں جہاں دس ہزار طالب علموں کو آسانی سے داخلہ مل جاتا ہے اور ویسے بھی جناب والا! میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد کبھی بھی سو فی صد لڑکے کالجوں میں داخلے کے لیے نہیں آتے۔ ان میں سے بہت بڑی تعداد عملی زندگی میں اپنا مقام پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس حساب سے میں یہ کہوں گا کہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ 55 ہزار طالب علموں کو داخلہ نہیں ملا۔ انھوں نے اپنی تحریک التوائے کار میں تیسرا نکتہ اٹھایا ہے کہ پہلی دوسری اور تیسری پوزیشن کو تبدیل کر دیا گیا یہ درست نہیں ہے۔ صرف دوسری پوزیشن کو اس بناء پر تبدیل کرنا پڑا کہ ایک لڑکی مریم ریاض نے جب داخلے کا فارم دیا تھا تو انھوں نے 91-1990ء پارٹ اول کا اپنا صحیح رول نمبر نہیں لکھا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کا رزلٹ وقت پر ڈیکلیئر نہیں ہو سکا۔ والدین اس کا پتا کرنے آئے۔ انھیں جو چٹھی گئی تھی وہ اس کے جواب میں آئے تو انھیں بتایا گیا کہ پہلے درست رول نمبر دیں۔ جب درست رول نمبر دیا گیا اور اس کے بعد ان کا رزلٹ compile کیا گیا تو پتا چلا کہ انھوں نے سیکنڈ پوزیشن حاصل کی ہے تو

ٹیکنیکل بنیاد پر سیکنڈ پوزیشن کو تبدیل کیا گیا تھا۔ یہ سراسر امیدوار کی غلطی تھی۔ جناب سپیکر! ان وجوہات کی بناء پر میں آپ سے گزارش کروں گا کہ تحریک التوائے کار کو technically rule out کر دیا جائے۔

میاں محمود الرشید : جناب والا! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی تحریک التوائے کار میں تین معاملات کو لیا ہے۔ جب کہ میرا اصرار ہے کہ میں نے صرف ایک معاملے لاہور بورڈ آف انٹرمیڈیٹ کو لیا ہے۔ باقی تو میں نے اس میں مثالیں دی ہیں۔ بورڈ کے معاملات ایک specific issue ہے، اس کو میں نے لیا ہے۔ لہٰذا technically اس پر اعتراض کیا جانا درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر! آپ اس بات کے گواہ ہیں۔ آپ اخبارات میں روزانہ پڑھتے ہیں کہ کس طرح سے سنٹرز بک رہے ہیں۔ کس طرح سے بوٹی مافیا اور نقل کے ذریعے طلباء کو پرچے حل کرنے کے لیے دیے جا رہے ہیں۔ کس طرح answer شیٹوں کو تبدیل کیا جا رہا ہے۔ سیکریسی نام کی کوئی چیز بورڈ کے اندر موجود نہیں۔ جن طلباء کو فرسٹ ڈویژن یہ ظاہر کر رہے ہیں اور جو سکالرشپ ہولڈرز بھی ہوتے ہیں وہ ایک فقرہ بھی صحیح طریقے سے نہ پڑھ سکتے ہیں، نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ بول سکتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ یہ معاملہ انتہائی اہم ہے اور وزیر موصوف کو یہ بھی یاد ہو گا کہ جن دنوں میٹرک کا رزلٹ نکلا تھا اس سے اگلے دن روزنامہ "جنگ" کے صفحہ اول پر ہو کارٹون تھا۔۔۔۔۔ اور جاوید اقبال صاحب کو داد دینا پڑتی ہے۔۔۔۔۔ انھوں نے یہ لکھا تھا کہ 74 فی صد رزلٹ تو کیا، بوٹی مافیا کے ساتھ محکمہ تعلیم اگر تھوڑا سا تعاون اور کرتا تو یہ نتیجہ سو فی صد نکل سکتا تھا۔ جناب والا! یہ سارے معاملات اس ہاؤس کے سامنے ہیں اور عوام کے سامنے ہیں۔ یہ انتہائی اہم نوعیت کا مسئلہ ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ بورڈ کے معاملات کو درست کرنے کے لیے میری اس تحریک التواء کو admit کیا جانا ضروری ہے تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعات کا سدباب ہو سکے اور ہماری آنے والی نسل کہ جس نے اس ملک کی باگ ڈور سنبھالنا ہے، وہ صحیح راستے پر چل سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میاں صاحب! آپ نے جو معاملہ اٹھایا ہے، اس کی اہمیت سے انکار نہیں۔ لیکن اگر آپ تحریک التواء کے بارے میں متعلقہ قانون کا مطالعہ فرمائیں تو اس میں واضح ہے کہ آپ کی تحریک التوائے کار اس کے دائرہ کار میں نہیں آتی۔ یہ specific matter نہیں ہے۔ اس میں آپ نے کئی ایک معاملات اٹھائے ہیں۔ لہٰذا میں اس کو technically rule out کرتا ہوں۔

جناب ارشاد حسین سیلھی : جناب سپیکر! میں نے بھی ایک تحریک التوائے کار دی ہے اور وہ recent occurrance کا معاملہ ہے۔ میں چاہوں گا کہ اس کو بغیر باری کے لیا جائے کیونکہ وہ اس موقع پر انتہائی اہم اور ضروری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : لاء منسٹر صاحب! میں آپ کی رہنمائی چاہوں گا۔ جناب سیٹھی صاحب نے ایک تحریک التوائے کار دی ہے جو سیمنٹ کی قیمت کے بارے میں ہے کہ اس کا ریٹ -/125 روپے ہے۔ حکومت کی طرف سے تو اس کا ریٹ -/125 روپے نہیں ہے، حکومت کی طرف سے -/125 روپے سے بھی کم نہیں ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جی ہاں! اس وقت ہولڈر اور ڈیلر یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اضافہ حکومت کی طرف سے کیا گیا ہے۔ جب کہ حکومت کی طرف سے موقف یہ ہے کہ ہم نے یہ اضافہ نہیں کیا۔ عوام کو دونوں پہلوؤں میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس لیے میں چاہوں گا کہ حکومت کا موقف بھی سامنے آجائے گا اور اس کے بعد پھر عوام کی پریشانی کا بھی ازالہ ہو سکے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : لاء منسٹر صاحب! یہ چاہتے ہیں کہ اس کو بغیر باری کے لیا جائے۔ کیونکہ سیلاب سے جو لوگ متاثر ہوئے ہیں انہیں اپنے مکانات کی تعمیر کے لیے بھی سیمنٹ درکار ہوگا۔ ویسے بھی عام شہری کے لیے سیمنٹ کا حصول کافی مشکل ہو گیا ہے۔ تو وہ چاہتے ہیں کہ اس کو بغیر باری کے لیا جائے۔

وزیر قانون : جناب والا! مجھے اس کی کاپی دی جائے۔ اس کو دیکھ کر میں next working day پر کچھ کہنے کی پوزیشن میں ہوں گا کہ ہم اس کو بغیر باری کے لے سکتے ہیں یا نہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں نے بھی یہی تحریک دی ہے۔ اس بارے میں میری گزارش ہے کہ یہ ایک فوری مسئلہ ہے۔ ایسا ہے کہ جو اس وقت -/170 روپے قیمت ہے گجرات میں دفعہ 144 کے تحت ڈپٹی کمشنر نے -/125 روپے قیمت کر دی ہے اور وہاں پر -/125 روپے میں بک رہا ہے۔ باقی جگہ پر 170 ہے، لاہور میں 170 ہے۔ اگر یہ معاملہ دفعہ 144 کے ذریعے سے کسی حد تک حل ہو سکتا ہے تو اس بارے میں ایک فوری نوعیت کی بات ہے، ایک ایڈمنسٹریٹو آرڈر کی بات ہے۔ جو موقف فیکٹریوں کا، ملوں کا اور ڈیلروں کا ہے وہ ایک الگ بات ہے۔ لیکن کم از کم -/125 یا -/120 کے اوپر تو ملنا چاہیے ناں -/170 کے اوپر بک رہا ہے اور اس کے ساتھ سارے ترقیاتی منصوبے اور سیلاب سے حالی کا پروگرام ہر چیز متاثر ہو رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : لاء منسٹر صاحب! آپ کیا ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر قانون : جناب والا! اس کی کاپی مجھے مل جاتی ہے تو اس کی روشنی میں جو اس کے relevant quarters ہیں ان کو اس بارے میں ہدایات جاری کروں گا۔ جہاں تک اس تحریک التوائے کار کے بغیر باری کے لیے جانے کا تعلق ہے تو اس کو دیکھ کر میں next working day پر اس پوزیشن میں ہوں گا کہ اس کو

ہم بغیر باری کے لیتے ہیں یا نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں محمود الرشید کی طرف سے تحریک التوائے کار نمبر 24 ہے۔

کوآپریٹو فنانس کارپوریشنوں کے کھاتہ داروں کی رقوم کی واپسی کا پیچیدہ طریق کار

میاں محمود الرشید: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے کے مطابق مختلف کوآپریٹو فنانس کارپوریشنوں کے -/50000 اور اس سے کم کے کھاتہ داروں کو رقوم کی واپسی کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ لیکن رقوم واپس کرنے کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے یا کیا جا رہا ہے وہ انتہائی پیچیدہ، مشکل اور صبر آزما ہے کہ اس سے لاکھوں چھوٹے کھاتہ دار دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے مطابق جس ادارے کی جس شاخ میں کھاتہ دار نے رقم جمع کروائی تھی اسے ادائیگی بھی وہیں سے ہونی چاہیے تھی۔ لیکن اب صرف دو دو یا تین تین برانچوں کو اس کام پر مامور کیا گیا ہے اور انہوں نے اس سلسلے میں جو فارم طبع کروائے ہیں وہ انتہائی پیچیدہ ہیں۔ نیز کھاتہ داروں سے اصل رسیدات بھی طلب کی جا رہی ہیں۔ ان رسیدات کے گم ہونے کی صورت میں بنک ذمہ داری لینے کو تیار نہیں ہیں۔ بنک کی جن برانچوں سے ادائیگی ہونی ہے وہاں پر سفارش سے -/500 روپے لے کر -/5000 تک رشوت لے کر اکاؤنٹ کھل رہے ہیں۔ ہزاروں کھاتہ داروں کو اس بارے میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ معاملہ بہت اہمیت کا حامل ہے اس لیے اسمبلی کی کارروائی روک کر اس پر بحث کی جائے۔

وزیر قانون: جناب والا! تین تحریک ہائے التوائے کار ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ چودھری محمد حنیف صاحب کی 15 نمبر ہے، یہ 24 نمبر ہے اور ایک اور بھی ہے۔ میں نے اس کو بھی پینڈنگ کروایا ہوا ہے۔ اگر آپ مہربانی فرما کر اس کو بھی پینڈنگ فرما دیں تو تینوں کا میں اکٹھے جواب دے دوں گا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کو پینڈنگ رکھتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تحریک التوائے کار نمبر 28 جناب رانا اکرام ربانی صاحب اور ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب کی طرف سے ہے۔

ریجنل زرعی تحقیقاتی ادارہ بہاولپور کے خاتمے کا فیصلہ

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک

اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت کے ایک فیصلہ کے مطابق ریجنل زرعی تحقیقاتی ادارہ بہاول پور کے خاتمے کا اصولی فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ اس ادارے پر اب تک ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ ہو چکا ہے۔ 1987ء میں قائم ہونے والے اس ادارے کے اکثر ملازمین کو یکم جولائی 1991ء سے اب تک تنخواہیں بھی نہیں دی گئیں اور نہ ہی اس کے بجٹ کے لیے فنڈز جاری کیے گئے ہیں جس کے نتیجے میں زرعی تحقیق و ترقی کا کام بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے رحیم یار خان سے کاٹن ریسرچ انسٹیٹیوٹ کا ڈائریکٹوریٹ بھی منتقل کیا جا چکا ہے۔ یہ امر باعث حیرت ہے کہ بہاول پور زون غذائی پیداوار کے علاوہ کپاس کی کاشت کے لیے نہایت موزوں اور مالا مال ہے جس کو مسلسل زرعی اور تحقیقی سہولتوں سے محروم کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ بہاول پور کے عوام سے ناانصافی اور حق تلفی کی جا رہی ہے اور اب اگر زرعی تحقیقاتی ادارے کے خاتمے کا فیصلہ واپس نہیں لیا گیا تو اس سے احتجاجی تحریک بھی جنم لے سکتی ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ زرعی تحقیق کے شعبے کو مزید سہولتیں مہیا کی جائیں اور تمام علاقوں کو احساس شمولیت ہو لیکن اس کے برعکس شعبے سے متعلق اس منفی فیصلہ سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اور اضطراب غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

وزیر خوراک و زراعت (چودھری محمد اقبال) : جناب سپیکر! اس بارے میں میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ اس کا جواب دینا چاہتے ہیں؟

وزیر خوراک و زراعت : جی، میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے، فرمایے۔

وزیر خوراک و زراعت : جناب سپیکر! ہمارے قابل احترام دوست نے ریجنل زرعی تحقیقاتی ادارہ بہاول پور کے بارے میں جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے اس سے تھوڑا سا اختلاف کرتے ہوئے میں یہ عرض کروں گا کہ یہ حقائق پر مبنی نہیں۔ یہ معاملہ جب میرے نوٹس میں آیا کہ اس قسم کا ایک ادارہ ہے جسے فنڈز کی کمی کی وجہ سے ختم کیا جا رہا ہے تو میں نے اپنے colleague جو فنانس کے محکمے کو ہیڈ کرتے ہیں یعنی شاہ محمود صاحب سے یہ معاملہ take up کیا اور انہوں نے 12-9-92 کو اس کے اوپر ایک میٹنگ ہولڈ کی۔ اس کی ساری مشکلات کے سلسلے میں انہوں نے ہمارے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا ہے۔ جناب والا! اس میں فرق صرف یہ ہے کہ اس میں ڈویلپمنٹ اور نان ڈویلپمنٹ فنڈز کا چکر تھا۔ جس کے اوپر وہ باقاعدہ طور پر agree کر گئے ہیں۔ بلکہ یہ ادارہ جو عارضی بنیادوں پر قائم تھا اس کو ہم نے مستقل کر لیا ہے۔ اس میں ایسی کوئی خدشے کی بات نہیں ہے کہ یہ ادارہ ختم ہو رہا ہے یا فنڈز کی کمی کی وجہ سے تنخواہیں نہیں مل رہیں۔ اس

میں اس قسم کی صورتحال نہیں ہے۔اسے ہم مستقل بنیادوں پر چلانا چاہتے ہیں تاکہ زرعی تحقیق متاثر نہ ہو سکے۔اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی کے خدشات اس معاملے میں درست نہیں۔ہم اس بارے میں بڑے positive ہیں۔اس لیے میں عرض کروں گا کہ وہ اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہ فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر :جی رانا صاحب! آپ اسے پریس نہیں کرتے ؟

جناب رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! مجھے خوشی ہے کہ کم از کم وزیر صحت نے اس امر پر جو وضاحت کی ہے اس کے بعد میں اس تحریک کو پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: not pressed ، میاں محمود الرشید صاحب! ایک تحریک التوائے کار نمبر 25 آپ کی طرف سے ہے۔اس پر جناب پراچہ صاحب کی ایک تحریک استحقاق تھی جس پر ڈسکشن ہو چکی ہے اور وہ dispose of ہو چکی ہے،اس لیے آج آپ کی تحریک take up نہیں ہو سکتی۔

اگلی تحریک التوائے کار نمبر 29 جناب رانا ثناء اللہ خان صاحب کی طرف سے ہے۔رانا صاحب کو اس تحریک کی ایک کاپی مہیا کی جائے۔

میونسپل کارپوریشن فیصل آباد میں محصول چونگیوں کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی

رانا ثنااللہ خان : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنی کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ محصول چونگیوں کے قواعد و ضوابط کے مطابق محصول چونگی کی ہر اس رسید پر جس کی مالیت بیس روپے تک ہو، 15 پیسے کی رسیدی ٹکٹ اور جس رسید کی مالیت بیس روپے سے زیادہ ہو اس پر 80 پیسے کا رسیدی ٹکٹ لگایا جانا ضروری ہے۔جبکہ فیصل آباد میونسپل کارپوریشن جس کی محصول سے ہونے والی وصولی 30 کروڑ روپے کے لگ بھگ ہے۔کارپوریشن حکام کی ملی بھگت سے کسی بھی محصول کی رسید پر رسیدی ٹکٹ نہیں لگایا جاتا۔ایک مصدقہ اطلاع کے مطابق اس مد میں متعلقہ حکام لاکھوں روپے خردبرد کر رہے ہیں۔جس سے قومی خزانے اور فیصل آباد کے عوام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔یہ لاکھوں روپے اگر سرکاری خزانے میں جمع ہوں تو اس کا 35 فی صد شہر کی ڈویلپمنٹ کے لیے خرچ ہو کر شہر کی کچھ نہ کچھ تعمیر و ترقی کا باعث بن سکتا ہے۔کیونکہ 65 فی صد ہضم کیا جا رہا ہے جو آئی جے آئی کے منشور سے بھی انحراف ہے۔اس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اور اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب لطیف مغل صاحب! کیا آپ اس کا جواب دیں گے ؟

پارلیمانی سیکرٹری لوکل گورنمنٹ (ایم لطیف مغل) جی ہاں!

جناب ڈپٹی سپیکر : جی فرمائیے۔

پارلیمانی سیکرٹری (ایم لطیف مغل) : جناب سپیکر! فاضل ممبر نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے، اس سے قبل بھی یہی تحریک التوائے کار کا جواب 126 اور 56 نمبر دیا جا چکا ہے۔ تو جو انہوں نے اعتراض لگایا ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ ہماری ہر چونگی پر مالیت کے لحاظ سے اور مناسبت کے لحاظ سے وہاں رسیدیں لگائی جاتی ہیں۔ پھر میونسپل کمیٹی ہو یا میونسپل کارپوریشن ہو، ان اداروں میں ہماری آڈٹ ٹیمیں ہیں، وہ چیک کرتی ہیں۔ اگر کسی جگہ پر نہ بھی لگائی جائیں تو بعد میں جب وہ رسیدیں ان کے پاس جاتی ہیں تو وہ چیکنگ کے وقت بھی لگائی جاتی ہیں۔ ہم نے میئر فیصل آباد سے پوچھا تو انہوں نے 3 لاکھ 65 ہزار روپے کی رسیدیں لگائی ہیں۔ تو ہم نے سختی سے یہ نوٹس بھی لیا ہے اور انہیں متنبہ بھی کیا ہے کہ جہاں بھی ٹکٹوں کی ضرورت ہو تو وہ لگاتے ہیں اور اس کے بعد جیسے میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ ہمارا آڈٹ ہوتا ہے۔ اگر نہ لگائیں تو آڈٹ والے اعتراض کرتے ہیں اور اس وقت تک اعتراض ختم نہیں کیا جاتا جب تک مالیت کے لحاظ سے وہ ٹکٹیں نہ لگائی جائیں۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی انہیں سختی سے کہہ دیا ہے۔ وہ پہلے بھی لگائی جا رہی ہیں اور آئندہ بھی لگاتے رہیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! اس تحریک میں میں نے جس معاملے کی نشاندہی کی ہے۔ اسے میرے محترم بھائی مغل صاحب نے indirectly تسلیم کیا ہے اور انہوں نے کچھ فگرز بتائی ہیں جو غالباً 3 لاکھ 65 ہزار کے قریب ہیں۔ تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آیا وہ مالیت کے حساب سے جتنی مالیت کا محصول وصول ہوا ہے اس حساب سے وہ 3 لاکھ 65 ہزار روپے والی رقم درست ہے ؟ اگر وہ درست نہیں تو وہ اس معاملے میں کوئی انکوائری ہولڈ کریں اور پتا کریں کہ اس میں 3 لاکھ 65 ہزار ہی بنتا تھا یا اس سے بہت زیادہ دس گنا بلکہ سو گنا زیادہ رقم زیادہ بنتی تھی اور یہ 3 لاکھ 65 ہزار میں یہ معاملہ ختم کر دیا گیا ہے کہ یہ 3 لاکھ 65 ہزار کی ٹکٹیں لگا دی گئی ہیں۔ تو اس سلسلے میں یہ قومی نقصان ہے۔ فیصل آباد کے لوگوں کا بھی نقصان ہے اور وہ اس سے متاثر ہو رہے ہیں تو اس سلسلے میں میں چاہوں گا کہ وہ اس معاملے کو seriously لیں۔ یہ نہیں ہے کہ صرف 3 لاکھ 65 ہزار روپے کا انہوں نے بتا دیا تو انہوں نے مان لیا کہ ٹھیک ہے وہ رسیدی ٹکٹ لگے ہیں۔ جبکہ یہ درست بات ہے کہ وہاں ایسا نہیں ہو رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی مغل صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری (ایم لطیف مغل) : جناب سپیکر! جیسے میں نے کہا ہے کہ چونگیات ٹھیکے پر دی گئی ہیں۔ میں نے جو فگرز یہاں پر دی ہیں یعنی 3 لاکھ 65 ہزار روپے کی تفصیل میئر کے پاس آچکی ہے۔ تو جیسے میں نے کہا ہے کہ یہ ان کے سوال تک ہے۔ جب انہوں نے سوال کیا ہے اور تحریک التوائے کار پیش کی تھی اس وقت تک یہ تھی۔ لیکن سال کے بعد یہ آڈٹ ہوتی ہیں۔ جتنی books جاری ہوتی ہیں ان کا آڈٹ کیا جاتا ہے۔ اگر کسی book میں ٹیمیں لگائی گئیں تو جو ہمارے آڈٹ والے ہیں وہ ٹوٹلی رسیدوں پر ٹھیکیداروں سے وصولی کر لیتے ہیں۔ اس میں تو کوئی گھپلا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ بعد میں بھی وصول کی جا سکتی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ متعلقہ میونسپل کارپوریشن کے میئر سے ذاتی طور پر اس معاملہ کو ٹیک اپ کریں اور ان سے کہیں کہ آپ اس معاملہ کو دیکھیں۔ اگر اس میں کوئی بے قاعدگی ہو رہی ہے تو اس کو دور کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری لوکل گورنمنٹ (ایم لطیف مغل) : ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے رانا صاحب؟

رانا ثنا اللہ خان : جناب سپیکر! اگر محترم پارلیمانی سیکرٹری اس بات کی یقین دہانی کرواتے ہیں تو ان کی اس یقین دہانی پر میں اسے پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : مہربانی، جی شکریہ۔ The motion was not pressed. اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب وزیر اعلیٰ قائد ایوان تشریف فرما ہیں۔ کال اٹینشن نوٹس کو ہم لیتے ہیں۔

وزیر قانون : جناب والا! پراچہ صاحب کال اٹینشن نوٹس ٹیک اپ نہیں کریں گے۔ دوسرا محمود الرشید صاحب والا ٹیک اپ کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی، پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ : دوسرا پہلے ہو جائے۔ اس کے بعد اگر وقت ہوا تو اس پر بات ہو جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس معاملے کے بارے میں میں نے یہ کال اٹینشن نوٹس دیا ہے اس پر ہم نے تحریک التواء بھی دی ہوئی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس تحریک التواء پر بھرپور طریقے سے گفتگو ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کو ٹیک اپ نہ کیا جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ :جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے۔اب یہ سوال نمبر2 جناب میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے ہے۔

علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں قتل کی واردات کے ملزمان کی گرفتاری

میاں محمود الرشید :کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔۔۔۔۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 298۔ عمر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں کپڑے کے ایک معروف تاجر عقیل باری کے گھر میں قتل کی واردات کے نتیجے میں ان کی بیوی اور دو بچوں کو ذبح کر دیا گیا اور ملزم فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ واردات میں ملوث ایک ملزم گرفتار ہو چکا ہے۔ جبکہ دوسرا ملزم مفرور ہے۔اگر ایسا ہے تو دوسرے ملزم کی گرفتاری میں کیا امر مانع ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر :جی! جناب وزیر اعلیٰ صاحب!

وزیر اعلیٰ :(جناب غلام حیدر وائیں) : شکریہ جناب سپیکر! آج کا کال اٹینشن نوٹس نمبر 2 جو میرے بھائی محمود الرشید نے ابھی پیش فرمایا ہے، اس پر میں اپنی معروضات پیش کرنے سے پہلے جو کال اٹینشن نمبر 1 آیا تھا۔اس پر میرے بھائی پراچہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم نے کال اٹینشن کے ساتھ ہی تحریک التواء بھی دی ہوئی ہے اور اس پر ہم اس کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ تو ہم کال اٹینشن پر بھی اس کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین) بلکہ میرے خیال میں کال اٹینشن نوٹس کو تحریک التواء پر زیادہ اہمیت دینی چاہیے۔ لیکن اس میں بات یہ ہے کہ وہ مسئلہ اس وقت کورٹ میں کہیں writ میں چلا گیا ہے۔ تو sub- judice ہونے کی وجہ سے آج زیر بحث نہیں آسکتا،ورنہ میں تو یقینی طور پر اس موضوع پر ایوان کو اعتماد میں لینا چاہتا تھا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب فرید احمد پراچہ :پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پراچہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔اس پر فیصلہ ہو چکا ہے۔آپ تشریف رکھیں ان کو جواب دینے دیں۔

جناب فرید احمد پراچہ :جناب سپیکر!وہ مسئلہ sub-judice نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ اس پر آپ نے خود ہی decision لے لیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! اگر وہ مسئلہ sub-judice نہیں تو پھر اسے آج زیر بحث آجانا تھا۔ میں اس کے لیے تیار ہوں اور اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب فرید احمد پراچہ: آج زیر بحث لے آئیں۔

وزیر اعلیٰ: ان شاء اللہ، میں تو چاہتا ہوں کہ اسے جلدی زیر بحث لائیں تاکہ "پاسبان" کی ساری کارکردگی کے بارے میں اس ایوان کو بھی اعتماد میں لیا جائے اور اس ایوان کے ساتھ ساتھ ساری دنیا سنے کہ "پاسبان" کیا کر رہی ہے؟

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب فرید احمد پراچہ: یہ بات بھی زیر بحث آئے کہ کس طرح سے علاقے دیے گئے ہیں۔ کس طرح سے علاقے لوگوں کو بانٹ دیے گئے ہیں کہ وہ پولیس کی سرپرستی میں جو ظلم چاہیں کرتے رہیں۔ یہ بات بھی ایوان میں آئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پراچہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! یہ ،،پاسبان،، نہیں نادان ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! اب معزز قائد ایوان سوال کا جواب دیں گے۔ میں معزز اراکین سے درخواست کروں گا کہ آپ مہربانی فرما کر اپنی نشستوں پر تشریف فرما ہوں۔ میں قائد ایوان سے درخواست کروں گا کہ وہ سوال کا جواب دیں۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! کال اٹینشن نوٹس نمبر 2 جو میرے بھائی میاں محمود الرشید صاحب نے ایوان میں پیش کیا ہے میں اس کے جواب کی طرف آرہا ہوں۔ اور ان کے کال اٹینشن کے جز (الف) کے بارے میں میری گزارش ہے کہ بدقسمتی سے 5۔ ستمبر کو لاہور میں مسٹر عقیل باری صاحب جو یہاں کے ایک تاجر ہیں، وہ رات کو اپنے کاروبار سے جب 9 اور 10 بجے کے قریب گھر واپس آئے تو انہوں نے جب اپنی کوٹھی کے باہر کے دروازے سے گھنٹی جائی تو اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ پھر انہوں نے ساتھ والے پڑوسی کے ملازم سے کہہ کر اندر سے جب دروازہ کھلوایا اور اپنی گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے رکھ کر اپنے مکان کے اندر کمروں میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیوی ایک کمرے میں ہلاک ہو چکی ہے اور ایک اور کمرے میں ان کے

دو معصوم بچوں کو بڑی بے رحمی سے ہلاک کر دیا گیا ہے البتہ ان کی ایک سب سے چھوٹی بچی جس کی عمر تقریباً ایک یا ڈیڑھ سال کے قریب تھی وہ ہلاک کرنے کی کوشش کے باوجود قدرت الٰہی سے بچ گئی۔ اس روز مدعی عقیل باری صاحب نے اپنا پرچہ متعلقہ تھانہ گلشن اقبال میں درج کروایا اور اس کی تفتیش ہوئی کیونکہ یہ بہت ہی گھناؤنا جرم تھا۔ اس میں تین قتل ہوئے ہیں اور یہ بالکل ہی اندھی واردات تھی کہ دو معصوم بچے اور ایک گھر کی مالکہ کو مارا گیا تھا۔ اس وقت اس کو جس حالت میں دیکھا گیا وہ اپنے نچلے حصے میں عریاں حالت میں تھی تو پولیس نے اس معاملے میں اگلے ہی روز پوری سنجیدگی سے تحقیق کر کے اس واردات کے اصلی محرکات کا پتا کر لیا۔ وہ یوں ہوا کہ صبح کو عقیل باری کے والد صاحب کا ایک ملازم فتح محمد گھر میں آیا ہوا تھا۔ جب باہر گھنٹی ہوئی۔ ملزمان قریباً بارہ ایک بجے کے قریب آئے تو فتح محمد جو عقیل باری کے والد صاحب کا ملازم ہے، وہ جب مین گیٹ پر آیا تو ملزمان نے کہا کہ ہمیں عقیل باری نے بھیجا ہے اور آپ کے گھر کا جو غسل خانہ ہے اس کی سینٹری کی کوئی فٹنگ درست ہونے والی ہے۔ اس کے لیے ہم مالک کے کہنے پر آئے ہیں۔ چنانچہ فتح محمد ملازم نے ان کو اندر جانے دیا اور جب وہ سینٹری کے کمرے میں چلے گئے تو فتح محمد عقیل باری کے والد صاحب کے گھر واپس اجازت لے کر چلا گیا۔ اس دوران ملزمان نے مین دروازہ پھر آ کر بند کیا۔ بڑے بچے کی عمر آٹھ نو سال کے قریب تھی۔ وہاں پر ان دو بچوں کو انہوں نے چھری سے ذبح کیا۔ خاتون جس حالت میں دیکھی گئی۔ اس کے گلے میں نائلون کی رسی ڈال کر اس کو ہلاک کیا گیا تھا تو اس کے نچلے حصے کے جو پارچات ہیں شلوار وغیرہ اتاری ہوئی تھی۔ تو اس سے اس بات کا شبہ ہوا کہ شاید اس کے ساتھ انہوں نے criminal assault کی بھی کوشش کی ہے اور اس نے مزاحمت کی ہے۔ جس معاملے پر یہ بات ہوئی ہے لیکن جب فتح محمد کو بلایا گیا تو اس نے یہ بتایا کہ انہوں نے سینٹری فٹنگ کے بارے میں بات کی ہے اور وقوعہ سے چند سال پیشتر وہاں پر ایک ملزم غلام مصطفیٰ نامی نے اس گھر کی سینٹری فٹنگ کا کام کیا تھا۔ چنانچہ پولیس نے لاہور کی سینٹری فٹنگ کی تمام دکانوں پر تفتیش کے دوران اس مصطفیٰ کو شناخت کیا ہے۔ جس نے 1987ء میں اس گھر کی سینٹری فٹنگ کا کام کیا تھا اور تفتیش کے دوران اس بات کا پتہ چلا کہ یہ ان دو ملزمان میں سے ایک ہے۔ دوسرا ملزم آفتاب مسیح ہے۔ انہوں نے یہ واردات کی ہے اور یہ جاتے ہوئے وی سی آر اور کچھ دوسرا سامان بھی لے گئے۔ غلام مصطفیٰ ولد محمد حنیف تو اگلے روز ہی گرفتار کر لیا گیا اور تفتیش کے دوران اس نے واقعات کے بارے میں اب تک یہ کہا ہے کہ ہم نے یہ واردات تو کی ہے لیکن اس خاتون کو ہلاک کرنے کے بارے میں وہ یہ کہتا ہے کہ یہ کام آفتاب مسیح نے کیا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق آفتاب مسیح پولیس کی کوشش کے باوجود ابھی تک گرفتار نہیں ہو سکا اور جب اس کے متعلق فیصل آباد اور گجرات میں چھاپے مارے گئے اس کا ایک عزیز گجرات میں

رہتا ہے اور وہ وہاں کا مقامی بھی ہے۔ اس کے گھر میں جب پولیس نے چھاپہ مارا تو وہاں پر یہ مکان کے پچھلے حصے سے فائرنگ کرتا ہوا بھاگ گیا اور یہ پولیس کے قبضے میں ابھی تک نہیں آیا۔ میڈیکل ایگزیمنیشن کے لیے جو اعضاء بھجوائے گئے تھے، میں نے آج صبح بھی ان کے بارے میں پتہ کیا ہے۔ وہ بھی آچکے ہیں اور اس خاتون کے ساتھ ان ملزموں نے بے رحمی کے ساتھ criminal assault بھی کیا ہے۔ اس بارے میں کیمیکل ایگزیمنیشن بھی آگیا ہے۔ آج صبح ہی میں نے اس بدنصیب مالک کے ساتھ ٹیلی فون پر بات بھی کی ہے۔ اس سے بھی میں نے واقعات دریافت کیے ہیں اور انہوں نے مجھے یہی بتایا ہے۔ اگرچہ آفتاب مسیح کی گرفتاری کی کوشش ہو رہی ہے اور پولیس نے اس مالک کو گارڈ بھی دیا ہے اور فتح محمد جو ملازم ہے اس کے بارے میں یہ بڑا ہی فکر مند تھا کہ آفتاب مسیح ابھی تک نہیں پکڑا گیا اور ہمیں شبہ ہے کہ وہ کہیں اور واردات کر کے ہمارے اس گواہ فتح محمد کو بھی نہ نقصان پہنچائے۔ پولیس نے اگرچہ اسے گارڈ دی ہے لیکن وہ بہت فکر مند ہے کہ اس کی گرفتاری فوراً ہونی چاہیے۔ میں نے صبح بھی متعلقہ پولیس سے اس مسئلہ پر بات کی ہے اور اس نے یہ کہا ہے کہ یہ آفتاب مسیح گجرات میں اپنے عزیز کونسلر کے جس گھر میں رہ رہا ہے اور وہاں سے یہ بھاگ گیا ہے اس کو انہوں نے شامل تفتیش کیا ہے اور پولیس اس بات پر positive ہے کہ انشاء اللہ بہت جلد آفتاب مسیح کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلہ میں کوئی امر مانع نہیں کہ جس نے اتنا بڑا گھناؤنا جرم کیا ہے اس کی اس سلسلے میں کوئی reservation ہو۔ میں اپنے بھائی میاں محمود الرشید صاحب سے عرض کروں گا کہ اس سلسلہ میں ان کے پاس بھی اگر کوئی معلومات ہیں جس کی وجہ سے اس کی گرفتاری میں کوئی معاونت ہو تو ہم ان کے بے حد شکر گزار ہوں گے اور میں جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے اس ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں کسی قسم کی بھی نرمی نہیں برتی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا کوئی صاحب ضمنی سوال کرنا چاہیں گے؟

میاں محمود الرشید: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پانچ ستمبر کو اس دن 601 عمر بلاک میں پانچ لاکھ روپے کی ایک ڈکیتی ہوئی۔ اس کے ایک دن بعد چھ ستمبر کو 583 عمر بلاک میں ڈاکہ پڑا اور چھ ستمبر کو ہی 583 عمر بلاک میں گاڑی چوری کی گئی اور اس میں قیمتی اشیاء اور کیش چوری ہوا۔ 7 ستمبر کو عمر بلاک کی مین مارکیٹ میں ڈکیتی ہوئی، پرس چھینا گیا اور خاتون کی چوڑیاں اتاری گئیں اور 10 ستمبر کو چیمہ ہاؤس میں ڈکیتی کی واردات ہوئی۔ ان پانچ دنوں میں اسی ایک چھوٹے سے عمر بلاک میں ڈکیتی اور راہ زنی کی چھ وارداتیں ہوئیں۔ کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ یہ ڈکیتی اور راہ زنی کی جو وارداتیں ہوئی ہیں ان کے ملزمان کو پکڑنے کے لیے کوئی خصوصی کوششیں ہو رہی ہیں یا نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر : میاں صاحب یہ ضمنی سوال نہیں ہے۔آپ ضمنی سوال اپنے سوال کے حوالے سے کریں۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ میں اس کو generalize نہیں کر رہا۔ میں پورے صوبے کی، پورے شہر کی یا پورے ملک کی بات نہیں کر رہا۔ میں اس محلے کی بات کر رہا ہوں کہ جس میں یہ قتل کی واردات ہوتی ہے اور پانچ دن کے اندر چھ ڈاکے پڑے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میاں صاحب! آپ نے جو سوال دیا ہوا ہے آپ اس حوالے سے تو ضمنی سوال کر سکتے ہیں اور کوئی اور دوست اس سوال کے حوالے سے کوئی ضمنی سوال اگر کرنا چاہیں تو وہ کر سکتے ہیں۔ میں نے اس بارے میں پہلے بھی عرض کیا ہے۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ لاہور کی جدید آبادیاں اور بستیاں، علامہ اقبال ٹاؤن، فیصل ٹاؤن، ماڈل ٹاؤن ایکسٹنشن سکیم، ٹاؤن شپ اور گارڈن ٹاؤن جہاں روزانہ اس قسم کے اغواء، ڈکیتی، راہزنی اور قتل کے واقعات ہو رہے ہیں اور یہ علاقے علاقہ غیر میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ کیا ان علاقوں میں جرائم کی روک تھام کے لیے حکومت کوئی خصوصی اقدامات کر رہی ہے یا نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ بھی relevant question نہیں ہے۔ آپ اس سوال کے حوالے سے ملزمان کی گرفتاری کے سلسلے میں، تفتیش کے سلسلے میں بات کر سکتے ہیں یا کوئی اور بھی صاحب چاہیں تو وہ بات کر سکتے ہیں۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! یہ بالکل relevant ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں میاں صاحب! یہ relevant نہیں ہے۔

میاں محمود الرشید : اچھا، جناب والا! میرا تیسرا ضمنی سوال یہ ہے، شاید یہ بھی relevant نہ ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں، میں نے آپ سے درخواست کی ہے کہ آپ پہلے ہی سوچ سمجھ کر بات کریں۔ آپ صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں اور بڑے پڑھے لکھے ہیں اور آپ کو رولز اینڈ پروسیجر کا بھی پتہ ہوگا۔ لہذا آپ نے جو سوال دیا ہے اگر آپ اس سے متعلقہ سوال کرنا چاہیں تو آپ بے شک کریں۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب جو فرما رہے ہیں کہ ایک ملزم پکڑا گیا۔ یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ آج سے ایک سال پہلے اسلام پورہ میں جو blind murder ہوئے تھے۔ ایک سال میں تو ان کا پتہ نہیں چلا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جہاں پر ایک ملزم تو پکڑا گیا۔ اس میں پولیس کے تو کوئی کارہائے نمایاں

نہیں ہیں کہ پولیس نے اس کو گرفتار کیا بلکہ ان کا جو ملازم تھا۔ اس کی نشان دہی پر اس کے تعاون سے یہ ایک آدمی پکڑا گیا۔ اب ایک ماہ سے چند دن اوپر ہو گئے ہیں اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود ایک ملزم پکڑا گیا اور دوسرا ملزم پولیس کی پہنچ سے باہر ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کو ایک مہینے کے اندر پکڑنے کی خصوصی کوششیں کیوں نہیں کی گئیں اور وہ ملزم اب تک کیوں نہیں پکڑا گیا؟

وزیر اعلیٰ : جناب سپیکر! ظاہر ہے کہ جس وقت کوئی واردات ہو اور وہ بالکل اندھی ہو اور اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ہوں تو اس میں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہی رہ نمائی فرما سکتی ہے یا اس کے بارے میں عوام یا دوسرا کوئی clue دے یا پولیس اس کی تحقیقات کی طرف جائے۔ میرے خیال میں اس کیس میں جو بالکل ہی ایک اندھا قتل تھا بلکہ تین قتل تھے۔ اس میں دوسرے دن ہی ایک ملزم کی گرفتاری جائے خود پولیس کی اس معاملے میں سنجیدگی کے ساتھ تحقیق کی نشان دہی کرتی ہے۔ دوسرے ملزم کی بھی نشاندہی ہو چکی ہے اور وہ ابھی تک پولیس کے قبضے میں نہیں آیا۔ لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ پولیس اس بارے میں غافل ہے لیکن جناب سپیکر! ہم نے دیکھا ہے کہ آج کے دور میں ملزمان کو پناہ دینے کے جو جدید طریقے اس وقت استعمال ہو رہے ہیں ان کو دیکھ کر میرے خیال میں ہر شریف شہری متفکر ہو رہا ہے۔ میں انشاء اللہ یقین دلاتا ہوں کہ کسی ملزم کو خواہ وہ چوری کی کوئی واردات کرے۔ خواہ اجتماعی صورت میں کرے ان دونوں کو میں نہیں چھوڑوں گا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : ضمنی سوال۔ جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ ظالموں اور قاتلوں کے ہاتھ بڑے لمبے ہوتے ہیں اور ان تک پہنچنا اور رسائی حاصل کرنا کافی دشوار کام ہے۔ تو جناب، میں جناب وزیر اعلیٰ سے پوچھتا ہوں کہ کیا گورنمنٹ کے اختیارات اور ان کے ہاتھ اتنے طویل اور لمبے نہیں ہوتے کہ ان تمام قاتلوں کو، ان تمام اغوا کرنے والوں کو اور شر پسند عناصر کو سزا دی جا سکے؟ چونکہ یہ سزا نہیں ملتی اس لیے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا قتل ہوتا ہے۔ یہاں اس اسمبلی کے فلور پر صرف یہ یقین دہانی کرائی جائے اور عملی طور پر کچھ نہ کیا جائے۔ یہی ایک وجہ ہے اور میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہی ایک وجہ ہے کہ قتل و غارت اور اس کے بعد اغوا اور دوسری تمام اس قسم کی برائیاں جنم لیتی ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر : ڈاکٹر صاحب یہ کوئی ضمنی سوال نہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : ضمنی سوال جناب والا! میں محترم وزیر اعلیٰ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ دوسرے ملزم نے جس کونسلر کے گھر پناہ لی اس کونسلر کا تعلق کس سیاسی گروپ سے تھا اور اس کا نام اور پتہ کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب وزیر اعلیٰ صاحب!

وزیر اعلیٰ : جناب سپیکر! جب پولیس نے ضلع گجرات میں چھاپہ مارا تو آفتاب مسیح ملزم اپنے عزیز جو کہ اس کا خالو ہے اس کے گھر میں تھا اور اس کا نام مسمی یعقوب عاصی ہے۔ یہ اقلیتی کونسلر ہیں۔ یہ کس فریق سے تعلق رکھتے ہیں، کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یا کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے متعلق تو معلومات نہیں ہیں اور اس کی اتنی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ملزم خواہ کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ ملزم ہے تو وہ ملزم ہے اور ملزم خواہ مخواہ ہماری طرح کا گناہ گار ہو تو تب بھی ملزم ہے اور اگر تقدس مآب ہے تو وہ بھی ملزم ہے۔ انشاء اللہ دونوں سے ہم اسی طرح نپٹیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر : اب میرا خیال ہے کہ اس پر کافی بحث ہو چکی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جس تقدس مآب کے گھر سے ملزم پکڑا گیا ہے اس تقدس مآب کا نام تو بتا دیا جائے اور یہ بتا دیا جائے کہ اس تقدس مآب کا تعلق کس گروپ سے تھا۔ اگر اپنی پارٹی کے لوگوں کے نام ان کو معلوم نہیں ہیں، انہیں یہ نہیں پتا کہ یہ کس گروپ سے تعلق رکھتے ہیں تو یہ ان کی معلومات کی کمی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پراچہ صاحب! تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! میرا بھی اس بارے میں ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ کے ضمنی سوال کے بارے میں مجھے یہ شک پڑ رہا ہے کہ غیر متعلقہ ہو گا۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! میرا سوال بالکل متعلقہ ہے۔ میں وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بلاشبہ یہ بڑی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔ کیا انہوں نے متعلقہ ایم پی اے اور پاسبان تحریک سے رہنمائی حاصل کی اور ان تحریکوں نے پولیس کی رہنمائی کی معاونت کی؟

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ متعلقہ سوال نہیں۔۔۔ میں نے کل بھی آپ سے درخواست کی تھی کہ ایوان نے حالیہ سیلاب کے بارے میں بحث شروع کرنی ہے اور جن ممبران نے اس میں حصہ لینا ہے وہ اپنے نام براہ کرم سپیکر کو پہنچا دیں۔ کل بھی کئی دوستوں نے اپنے نام پہنچائے تھے۔ اگر اور ممبران اظہار خیال کرنا چاہتے ہوں تو اپنے نام سپیکر تک پہنچا دیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب ڈپٹی سپیکر : اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست میاں عبدالستار رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول

ہوئی ہے۔

میں گزشتہ اجلاس جو کہ 27-8-92 سے لے کر 13-9-92 تک تھا، ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکا۔ مہربانی فرما کر اس عرصہ کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔

Due to floods in my area I can not attend Assembly Session on 13-9-92 and onwards. Leave may please be granted.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار امجد حمید خان دستی رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I am suffering from high fever and influenza. Dr. Rauf Khan of Services Hospital Lahore has advised me complete rest.

Kindly grant me leave of absence for a week and oblige.

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ سمیرا ربانی کھر صاحبہ رکن اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔

With due respect I state that I would not be able to attend

the Assembly Session today that is 13th Sep.1992, because I am not feeling well. So kindly grant me leave for the said day.

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب اکرام اللہ رانجھا صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں 7 تا 10 ستمبر کو ناسازی طبع کی وجہ سے اجلاس میں شرکت نہ کر سکا جب کہ لاہور میں موجود تھا۔ لہذا میری ان تاریخوں کی چھٹی منظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست حاجی اخلاق احمد صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

جناب عالی! گزارش ہے کہ مورخہ 9 ستمبر کو طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ لہذا مہربانی فرما کر مورخہ 9 ستمبر کی رخصت عطا فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست صاحبزادہ سید مظہر الحسن چن پیر صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بندہ 9 ستمبر 1992ء کو طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ لہذا مہربانی فرما کر 9 ستمبر 1992ء کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب شوکت علی بھٹی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں بوجہ ناسازی طبع 92-9-10 - 92-9-13 تا 92-9-7 اور 92-8-31 کو اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ مہربانی فرما کر میری رخصت فرمائی جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب فرید احمد پراچہ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں بعض ناگزیر مصروفیات کی وجہ سے 10 ستمبر کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ براہ مہربانی میری رخصت منظور کی جائے۔ نوازش ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیلاب پر بحث

جناب ڈپٹی سپیکر : اب حالیہ سیلاب پر بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ میں قائد حزب اختلاف سے گزارش کروں گا کہ وہ اس پر بحث کا آغاز فرمائیں۔

رانا اکرام ربانی : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بڑا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے تاریخ کے سب سے بڑے man made disaster پر بحث کے آغاز کے لیے کہا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ سیلاب، زلزلے، آندھیاں اور کبھی کبھی وبائی صورت میں پھوٹ پڑنے والی بیماریاں بھی ایک آفت ہوتی

پر مسلط ہوئی۔ پھر انہوں نے اپنے آپ کو اقتدار میں رکھنے کے لیے جو لائحہ عمل اختیار کیا اس کے نتیجہ میں یہ سیلاب کی ہمیں سزا ملی جو ہم اب تک جھیل رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھوں گا کہ ہر دور میں ایک خاص طبقے نے جو سرکاری، درباری علماء اور مشائخ پر مشتمل ہوتا ہے، انہوں نے ان چیزوں کی وجوہات اور اس کے بارے میں کیے جانے والے لائحہ عمل پر غور کرنے کی جائے یہ کہا کہ قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا ملی۔ جناب سپیکر! پیپلز پارٹی کے دور میں جب زلزلہ آیا تو یہ کہا گیا کہ یہ اس بات کی سزا ہے کہ ایک عورت کو حکمران بنا لیا گیا ہے۔ وہی علماء مشائخ اور ایسے لوگ کہ جن کا کام ہی صرف تنخواہ لینا اور پھر اسے حلال کرنا ہوتا ہے، اس کے بارے میں اتنے گہرے under ground چلے جاتے ہیں، ان کی activities دیکھنے میں نہیں آتیں۔ اگر انہیں آج برآمد کرنا پڑے تو ان کے لیے تیل نکالنے والے rig کی ضرورت ہوگی۔ جناب والا! اگست، ستمبر اور اس سے پہلے جولائی کے آخری دنوں میں عام طور پر بارشوں کا موسم ہوتا ہے۔ کسی موسم میں بارشیں کم ہوتی ہیں، کسی موسم میں زیادہ ہوتی ہیں۔ لیکن بہر حال یہ موسم مون سون کا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! جس وقت جہلم کے ارد گرد رہنے والے لوگوں پر اس قیامت کا آغاز ہوا، میں اس قیامت کی ذمہ داری متعین کرنے سے پہلے محکمہ موسمیات کی پیشین گوئیوں کی کچھ نقول، جو میرے پاس ہیں، ان کو پڑھتا ہوں۔ 19 جولائی کی ایک رپورٹ میرے پاس ہے جس سے مسلسل ایک پیشین گوئی کا، وارننگ کا، اطلاع کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان میں واضح طور پر یہ لکھا جاتا رہا کہ : Moonsoon incursion over Central Punjab. اور پھر اس میں upper catchment area میں بھی اور lower rim station پر بھی مسلسل thunder storm کبھی moderate and heavy rainfall. اس کے بعد اگست میں بھی : Strong southwesterly current due to accentuation of seasonal low has resulted in heavy precipitation over the Eastern catchment areas.

اور اسی طرح upper catchment and lower catchment areas میں مسلسل یہ thunders showers بتائے جاتے رہے۔ اس کے بعد پھر ستمبر کا مہینہ آ گیا۔

جناب سپیکر! ان اطلاعات کے علاوہ دنیا بھر میں بہت سے اور ایسے وسائل اور resources ہیں جن کے ذریعے سے بھی communicate کیا جاتا رہا کہ اس دفعہ catchment areas میں غیر معمولی طور پر بارشیں ہو رہی ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قائد حزب اقتدار وزراء اور باقی اراکین اس ہاؤس میں آرڈر میں بیٹھے ہوئے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میں معزز ممبران سے درخواست کروں گا کہ قائد حزب اختلاف جب تقریر کر رہے ہوں تو ایوان میں مکمل خاموشی ہونی چاہیے۔ اور ان کی تقریر کو دلچسپی اور دل جمعی سے سنا جائے۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! اس سے پہلے بھی متعدد بار یہ بات ایوان کے اندر ہوئی ہے اور میں نے اس وقت بھی یہ گزارش کی تھی کہ کیا یہ کام صرف معزز سپیکر کا ہے، معزز چیئر کا ہی ہے کہ وہ ہاؤس کو in order رکھے یا اس کی کچھ ذمہ داری مقرر پر بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسی باتیں ایوان کے اندر کرے جس سے ایوان کی دلچسپی برقرار رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ رانا صاحب! آپ ارشاد فرمایئے۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! ایک اتنے اہم اور حساس موضوع کے ساتھ ان کا یہ رویہ ہماری اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ ان ایوانوں میں لوگ عوامی mandate کے بغیر بیٹھے ہیں۔ اگر یہ عوامی mandate کے ساتھ بیٹھے ہوتے تو یقیناً میری گزارشات کو غور سے سننے کی کوشش کرتے، تاکہ آئندہ کے لیے اس صوبے کے عوام کو جن کے ووٹوں کا دعویٰ کیا جاتا ہے ان disaster سے بچانے کے لیے جناب والا! کوئی لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ مجھے اس رویہ اور طرز عمل پر انتہائی دکھ ہوا ہے۔

جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ دنیا سٹ کر اتنی مختصر ہو چکی ہے اور informations اتنی جلدی ایک سے دوسری جگہ communicate ہوتی ہیں کہ اصل مسئلہ وہاں تک پہنچنے سے پہلے متعلقہ قومیں، متعلقہ حکام اور متعلقہ ادارے اس مشکل کا سامنا کرنے کے لیے اگر پوری طرح نہیں تو کسی نہ کسی حد تک ضرور تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر ہمیں یہ نوید بھی سنائی جاتی رہی کہ پاکستان کے پاس ایک کمپیوٹرائزڈ tele metric system ہے جو catchment areas کی جتنی بھی movements ہیں، جتنی developments ہیں ان کو ریکارڈ کرنے کے بعد خود بخود یہ منگلا اور دوسرے ڈیمز کے جو حکام ہیں ان کے پاس relay کر دیتا ہے۔

جناب والا! یہ سارے حقائق میں اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ میں آج یہاں پر ایک man made disaster پر بات کر رہا ہوں۔ flood forecasting and warning centres پر بھی

یقیناً پاکستان کے عوام جو اس ملک کے اصل مالک اور حاکم ہیں ان کی آمدنی کا ایک حصہ خرچ ہو رہا ہے اور اس سے یہ ادارہ چل رہا ہے۔ اس ادارے کی طرف سے ستمبر کے پہلے ہفتے میں جو کہ ریکارڈ پر موجود ہے special warning of critical situation دی گئی۔ جناب والا! کیا یہ ناگہانی آفت ہے؟ جولائی سے وارننگ شروع ہوئی، اگست گزر گیا، ستمبر میں اسی سنٹر نے سیالکوٹ میں جو latest radars لگائے گئے ہیں۔ یہ صرف اسی مقصد کے لیے لگائے گئے ہیں۔ پھر غالباً دو یا تین ستمبر کو انڈیا سے ہمیں خبردار کرنا شروع کر دیا گیا کہ پانی اس مقدار میں پاکستان کی طرف آ رہا ہے اور پھر 6 ستمبر کو بڑی ہلکی سی وارننگ متعلقہ محکموں کو بھی جاری کی گئی لیکن وہ لوگ جو اس طوفان میں اجڑے۔ جناب والا! جو معزز اراکین اس issue کو non seriously لینا چاہتے ہیں میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ لوگ جو اپنے ہیں بھائیوں، ماں باپ سے محروم ہو گئے۔ ان کو اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ جناب سپیکر! منگلا ڈیم جہاں سے یہ طوفان شروع ہوا اس کے بعد inflow کے راستے میں different level پر نشان لگائے گئے ہیں۔ لیکن 8/9 ستمبر تک وہ نشانات جو خطرے کے نشانات تھے وہ پانی میں ڈوب گئے تھے۔ لیکن حکومت کو یا حکومت کے ماتحت اداروں کو اس بارے میں کوئی ذمہ داری محسوس نہیں ہوئی۔ جناب والا! منگلا lake کے حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ صبح کے وقت منگلا میں main flow اڑھائی لاکھ کیوسک کے قریب تھا۔ یہاں میں estimated facts and figures عرض کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میرے پاس جو exact facts and figures ہیں ان سے شاید کچھ مختلف ہوں۔ پھر شام تک یہی inflow ساڑھے 6 لاکھ کیوسک کے قریب ہو گیا اور جس وقت سپل ویز کو کھولنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس وقت inflow تقریباً 10 لاکھ کیوسک تک پہنچ گیا تھا۔ منگلا lake میں صبح جو لیول تھا وہ 1203/83 تھا اور شام کو ہی لیول 1206/33 تک پہنچ گیا۔ میں یہاں پر ایک بات اس ایوان کی اطلاع کے لیے اور خصوصاً ان حضرات کے لیے جو یہاں پر صرف کارروائی ڈالنے کے لیے آتے ہیں۔ میں بتانا چاہوں گا کہ منگلا lake میں ایک انچ کے دسویں حصہ تک پانی چڑھ آنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ inflow 80 ہزار کیوسک ہے۔ دوسری طرف ڈسچارج صبح 28 ہزار، دوپہر دو لاکھ کے قریب اور شام کو 3 لاکھ 25 ہزار تک زیادہ سے زیادہ تھا۔

جناب والا! منگلا کور کے کور کمانڈر نے وزیراعظم اور چیف آف آرمی سٹاف کی بریفنگ کے وقت یہ بات بتائی تھی کہ یہ موسم بارشوں اور سیلاب کا موسم ہوتا ہے۔ لیکن اس سال پہلی دفعہ یہ ہوا ہے کہ inflow کے مقابلے میں جو ڈسچارج تھا، وہ تقریباً نہ ہونے کے برابر۔ پچھلے سالوں میں ان تواریخ میں جو ڈسچارج تھا وہ اس سال سے زیادہ تھا۔ اور جب ایسی صورت حال پیدا ہوئی تو پھر 2 لاکھ 62 ہزار کیوسک پانی

ڈسچارج کیا گیا اور اس ڈسچارج کی average 9 لاکھ 87 ہزار تھی۔ جناب والا! اس صورت حال کے بارے میں، میں آپ کی خدمت میں پنجابی میں عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ "گھر دوں سیلاب بنا کے ٹور دتا گیا کہ جاؤ جی لو کو اللہ دے سپرد"۔ اللہ کے کیوں سپرد؟ اس لیے کہ ان سے ووٹ لیے نہیں گئے تھے بلکہ ان کا گلا دبا کر یہ نشان لگوائے گئے تھے۔ اور اگر حکام اس سلسلے میں اپنے آپ کو جواب دہ سمجھتے تو یہ سب کچھ ہونے سے پہلے وہ بہت کچھ سوچتے۔ کئی سالوں سے جہلم اور اس کے ارد گرد سیلاب کی ایسی صورت حال پیدا نہیں ہوئی تھی تو وہاں پر کچھ آبادیاں بن گئیں جنھیں وچلا بیلا کہا جاتا تھا۔ اب تو وہ تاریخ کا حصہ بن گئے ہیں۔ پانی کی 12 سے 15 فٹ کی یہ دیوار آئی اور اس کے 8 دیہاتوں کو بہا کر لے گئی اور اس میں چار سو کے قریب ہمارے بھائیوں اور ہماری بہنوں کا نشان بھی نہیں رہا۔ اس ایوان کو یاد ہوگا کہ 13 تاریخ کا سیشن ہونے سے پہلے جس وقت ہم یہاں سے گئے تو کسی کے علم میں نہیں تھا کہ جب ہم دوبارہ اس ایوان میں آئیں گے تو اس وقت تک حکمران ہمارے وطن کی، ہمارے صوبے کی کیا حالت بنا چکے ہوں گے۔

جناب سپیکر! اطلاعات کا یہ عالم ہے کہ پہلی اطلاع ملنے پر جس وقت آرمی کے لوگ پنڈ دادن خان گئے تو اے سی پنڈ دادن خان نے انھیں کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ ہمیں اس مرحلے پر فوج کی مدد کی ضرورت ہے۔ بعد میں اس کو، اس کے عملے کو اور دوسرے شہریوں کو انھی فوجیوں نے نکالا۔ میں فوج کے حوالے سے یہاں ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں کہ مارشل لاء کے پیداوار حکمران آج فوج کے نام سے اتنے allergic ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص کسی حوالے سے فوج کی تعریف کر دے تو اسے بغاوت سمجھا جاتا ہے اور اسی موقع پر میں پھر ایک پنجابی کا جملہ لوں گا "فوج والیاں نوں لوگ کہندے نیں ہور چکو" جناب والا! میں اس صورت حال کو مزید آگے لے جانے سے پہلے اس man made disaster پر انٹرنیشنل لیول پر جو کچھ کہا گیا ہے کہ ڈیمز جو دنیا بھر میں فلڈ کنٹرول انسٹرومنٹس سمجھے جاتے ہیں پاکستان میں وہ فلڈ creating کے طور پر استعمال کیے گئے ہیں۔ پھر اس سارے عمل میں حکومت کی کارکردگی کو بین الاقوامی سطح پر جو انعام دیا گیا ہے وہ یہ تھا کہ this all happend because of criminal act of the resposible institutions.

جناب والا! پھر واپڈا کے سابق چیئرمین جنرل زاہد علی اکبر نے ساری صورت حال کے بارے میں بتایا ہے کہ ہمارے ہاں سپیشل سیل ہیں۔ جناب والا! میں یہ ساری تفصیل اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ آج تک نہ ذمہ داری قبول کی گئی ہے نہ determine کی گئی ہے، نہ کسی پر ڈالی گئی ہے۔ جنرل (ریٹائرڈ) زاہد علی اکبر نے کہا ہے کہ ایک سپیشل سیل ہوتا ہے جو مون سون میں بنایا جاتا ہے اور اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ moment

to moment جو ڈویلپمنٹ ہوتی ہے، سیلاب اور بارش کے پانی سے related، ان کو monitor کرے اور اس کے بارے میں فوری طور پر highest level پر effective decision لیے جا سکیں۔ catchment area سے آنے والا پانی منگلا میں 48 سے 78 گھنٹے میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر اس وقت ڈیم کے دروازے کھولنے کا فیصلہ کر لیا جاتا تو یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی۔

جناب والا! یہ گزارشات جو میں عرض کر رہا ہوں یہ سارے وہ علاقے ہیں جہاں میں خود صورت حال دیکھ کر وہاں کے رہنے والوں سے پوچھ کر اور کچھ ایسے لوگ جنھوں نے مجھ سے یقین دہانی لی ہے میں ان کے نام disclose نہیں کروں گا۔ ان کے بعد یہ سارے facts اس ایوان میں عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے جہلم کے حوالے سے اخبارات میں خبریں آئیں تو وہاں کے مسلم لیگی اور آئی جے آئی کے جو حضرات تھے انھوں نے صحافیوں کے خلاف پرچے درج کرا دیے کہ تم لوگوں کے دکھوں کی نشان دہی کیوں کرتے ہو اور جس وقت وہاں کے رہنے والوں کا پریشر بڑھا تو پھر چیئرمین بلدیہ جہلم کو یہ کہنا پڑا اور ذمہ داری ڈالنی پڑی کہ واپڈا، ٹیلی فون، بجلی، سول انتظامیہ، ریجیشن کسی کی طرف سے بھی ہمیں کوئی ایڈوانس نوٹس نہیں تھا۔ اور آخری moment جناب چیئرمین صاحب کے یہ الفاظ ہیں کہ ٹیلیفون بھی بند کر دیے گئے تھے تاکہ لوگوں کو پتا نہ چل سکے۔ اس کے بعد سول انتظامیہ اطلاع دینے میں اور امدادی کارروائیاں کرنے میں فیل ہو گئی۔

جناب والا! اس کے بعد یہ طوفان بڑھتا ہوا بیرہ، خوشاب اور جھنگ تک پہنچ گیا۔ پیپلز پارٹی کے دور میں تربیلا ہیڈ کا جو over flow ہے جسے over load کہنا چاہیے، اس کو کنٹرول کرنے کے لیے چینل کی تجویز بنائی گئی تھی اور کروڑوں روپے اس کے لیے مختص کیے گئے۔ لاکھوں روپے اس کی تیاری، main plan پر بھی خرچ ہوئے۔ لیکن اس کے بعد اس پر implementation روک دی گئی۔ اگر اس فلڈ چینل کی تعمیر کا کام مکمل ہو جاتا تو اٹھارہ ہزاری بند توڑنے کی صورت میں right bank میں جو تباہی و بربادی ہوئی اس سے بھی بچا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد ملتان میں جب پانی پہنچا تو شیر شاہ بائی پاس بند جسے توڑنے کی صورت میں 20 ارب روپے سے زیادہ کا مالی نقصان ہوا ہے۔ تیس لاکھ سے زائد عوام متاثر ہوئے ہیں۔ محتاط ترین اندازوں کے لیے 24 گھنٹے delay کے بعد اور وہ بھی فوج کی مداخلت سے توڑا گیا لیکن اس دوران علی پور اور مظفر گڑھ پر جو پریشر تھا وہ already اتنا ہو چکا تھا کہ اس بند کو توڑنے سے بھی وہ نتائج حاصل نہیں ہو سکے جو بروقت فیصلہ کرنے سے ہونے تھے۔

جناب سپیکر! جہاں پہ مختلف محکموں کے درمیان co-ordination کے فقدان کا اظہار ہوتا

ہے وہاں پہ اس بات کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ آج بھی فیصلے human consideration پہ نہیں political consideration پر کیے جاتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات اس دور میں حکومت کے لیے بہت ہی سبکی کا باعث ہے۔ مظفر گڑھ کے ساتھ دوآبہ (فلڈ پروٹیکشن بند) جناب والا! یہ ساری چیزیں میں وہاں پر خود دیکھ کر اور وہاں کے لوگوں سے جو متاثرین ہیں، جنھوں نے یہ بھگتا ہے، ان سے ملنے کے بعد عرض کر رہا ہوں۔ بنیادی طور پر یہ پروٹیکشن بند ریلوے نے بنایا تھا، لیکن اس کے بعد وہی صورتحال یعنی اس کی مرمت اور دیکھ بھال کا کام کسی محکمے نے نہیں کیا جس کے نتیجے میں وہ بند بھی بہت خستہ حالت میں تھا اور قطعی طور پر کوئی لوڈ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

جناب سپیکر! مجھے خوشی ہے کہ ہمارے جو پی ڈی اے کے ارکان تھے، انہوں نے بڑی محنت سے یہ سارے اعداد و شمار اکٹھے کر کے رکھے ہوئے تھے۔ بہاول پور میں تحصیل احمد پور شرقیہ سب سے زیادہ متاثر ہوئی تھی۔ 23 ہزار ایکڑ رقبہ پر کھڑی فصلیں تباہ ہو گئیں، 45 ہزار مویشی سیلاب میں بہہ گئے یا مر گئے اور 55 ہزار کے قریب افراد بے گھر ہو گئے۔ وہاں پر بھی سول ایڈمنسٹریشن نے یہ کلیم کیا کہ انہوں نے لوگوں کو سیلاب آنے سے پہلے نکال لیا تھا۔ لیکن یہ بات غلط ہے، کیونکہ سیلاب آنے کے بعد بھی پاک فوج نے چار یا پانچ ہزار افراد کو جو پانی میں گھر چکے تھے، کشتیوں کی مدد سے وہاں سے نکالا۔ جناب والا! یہ بات بڑی باعث حیرت ہے کہ ملتان ڈویژن سے تین مرکزی وزراء ہیں اور یہ بات انتہائی افسوس ناک ہے کہ تینوں وزراء میں سے ایک شخص بھی اس عرصہ میں وہاں نہیں گیا۔ جناب والا! اس کے بعد کارروائی ڈالنے کے لیے وہاں پر دورے شروع ہو گئے دورے بھی ان علاقوں کے کیے گئے جہاں پر شوٹنگ کی ٹیم ساتھ ہوتی تھی، ٹی وی کے کیمرے، ان کے ٹیکنیشن اور ان کے وہ دوسرے ساتھ ہوتے تھے جہاں پر وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ گئے۔ چونکہ جہاں پر شوٹنگ ہو نہیں سکتی تھی وہاں پر تو جانے کا فائدہ ہی نہیں تھا۔ پھر اسی ایوان کے معزز اراکین نے اپنے علاقے کے لوگوں کے پریشر کے آگے یہ تسلیم کیا کہ یہ دورے جائے اس کے کہ لوگوں کی سہولت کا باعث بنتے، اس کی استقبالیہ تیاریوں میں پیسہ اور وقت دونوں کا ضیاع ہوا اور ان حضرات کے وہاں سے آنے کے بعد ملک وال میں جہاں وزیر اعلیٰ تشریف لے گئے وہاں پر کچھ ہنگامہ آرائی ہوئی۔ بعض لوگ تو اس سلسلے میں بعض وزراء کا نام لیتے ہیں، بعض لوگ مسلم لیگ کی دھڑے بندیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

بہر حال جناب سپیکر! یہ بات اپنی جگہ پر ایک ٹھوس ثبوت ہے کہ وہاں پر حزب اختلاف یا ان سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص موجود تھا۔ نہ ہی ان کو بلایا جاتا ہے اور نہ ہی وہاں پر کوئی جاتا ہے لیکن اس خفت کو مٹانے کے لیے وزیر اعلیٰ کے واپس آنے کے بعد پی ڈی اے کے لوگوں کے خلاف پرچے دیے گئے اور ایسے

وقوعے جو وہاں پر ہوئے ہی نہیں۔ جناب والا! جائے اس کے کہ یہ وہاں پر جا کر متاثرین کے لیے سہولت کا باعث بنتے، لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگتے پھرتے رہے، ضمانتیں کروانے کے لیے بھاگتے پھرتے رہے۔ ان کے عزیز و اقارب ملاقاتوں کے لیے بھاگے پھر رہے تھے۔ پھر ایک اور واقعہ میں بتانا چاہتا ہوں۔ یہاں پر سرائے عالمگیر سے تعلق رکھنے والے معزز رکن بھی موجود ہیں۔ وہاں پر میاں شہباز شریف کی طرف سے ایک امدادی ٹیم متاثرین کے لیے بھیجی گئی۔ اب ان کو کیا پتہ کہ شہزادے یہاں پر تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ایک بے چارے ویگن والے سے حماقت ہو گئی کہ اس نے ان حضرات کے لیے راستہ نہیں دیا۔ جناب والا! یہ اس کا بہت بڑا قصور تھا کہ میاں شہباز شریف صاحب کے بندے ہوں اور ان کو راستہ نہ دیا جائے۔ پنجاب میں کس کی اتنی جرات ہو گئی ہے؟ اور آج یہ صورتحال کہ وہاں پر ان کی بہنیں، ان کی مائیں ان کی ملاقات کے لیے، ان کے بچاؤ کے لیے، ان کے چھپنے کے لیے جگہ فراہم کر رہی ہیں۔

جناب والا! یہ انداز ہے متاثرین کے علاقوں میں۔ ایک اور اہم بات جو میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ اتنے بڑے disaster کے دوران وزیر پانی و بجلی جن کا اس موقعہ پر موجود ہونا لازمی تھا، ان سارے فیصلوں کے وقت موجود ہونا ذمہ داری کے اعتبار سے لازمی تھا۔ لیکن وہ جمالی صاحب کو سیاسی بحران سے بچانے کے لیے بلوچستان تشریف لے گئے۔ جمہوریت کا دعویٰ بھی ہے اور وہ آج تک کابینہ میں بھی موجود ہیں، بڑی جرات اور بڑے حوصلے سے بیان بھی دیتے ہیں۔ لیکن ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! اس ضمن میں یہ بھی عرض کرتا جاؤں کہ اس وقت صوبوں کو جو خود مختاری حاصل ہے اس کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے؟ وہ خود مختاری حاصل ہے یا نہیں ہے؟ جناب سپیکر! اس ساری صورتحال کے ابتدائی دنوں میں لوگ اپنے عزیزوں کے پاس جانے کے لیے ان کی خیریت دریافت کرنے کے لیے ظاہر ہے بے چین تھے۔ لیکن کوئی محکمہ انہیں صحیح معلومات فراہم نہیں کر رہا تھا۔ محکمہ موسمیات والے کچھ نہیں بتاتے تھے۔ سڑکوں کی صورتحال کا کچھ نہیں پتہ تھا، جیسا کہ اس معزز ایوان میں بھی کچھ وزراء نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ coordinated efforts جو ہمارے محکموں میں ہونی چاہیے وہ بالکل نہیں ہے۔ خدانخواستہ ایسی صورتحال پیدا ہو لیکن انسان کی زندگی کے ساتھ بحرانوں کا وجود بھی ایک لازمی امر ہے اور یہ حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس عمل میں وہ اپنی تیاریاں مکمل کر کے رکھیں۔ مکمل تو ایک طرف اس دفعہ تو ان کی تیاری تھی ہی نہیں۔ اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں تھی اور man made disaster سے لوگوں کی جان و مال سے کس طرح کھیلا گیا۔ اس سے 18 اضلاع متاثر ہوئے ہیں۔ ایک نہایت ہی محتاط اندازے کے مطابق بھی 20 ارب روپے سے زیادہ کا مالی نقصان ہوا ہے۔ تیس لاکھ سے زائد عوام متاثر ہوئے ہیں۔ محتاط ترین اندازہ

کے مطابق بھی مرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں گنی جا سکتی ہے اور جو لاپتہ ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

جناب والا! اس سے پورا اسٹرکچر تباہ و برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ کشمیر کے ساتھ بھی ہمارے جتنے روابط تھے وہ سڑکوں اور پلوں کے ذریعے سے بالکل بھی نہیں ہیں۔ آرمی والوں نے ایک پل بنایا ہے۔ جناب والا! مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ میں یہاں پر بار بار آرمی کا ذکر کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میرے جانے سے پہلے میرے خلاف بھی ایک بغاوت کا پرچہ درج ہو جائے۔ جناب والا! یہ فوج کی پیداوار فوج سے اتنا گھبراتی ہے 50 فی صد کے قریب چاول جو تقریباً 18 لاکھ من بنتے ہیں، اسی طرح سے 50 فی صد کے قریب کپاس کی فصل جو پہلے ہی وائرس کے ذریعے سے کافی متاثر تھی۔ نو کروڑ کے قریب گنا اور تین لاکھ من کم و بیش دالیں، مرچ اور دوسری چیزیں شامل ہیں فوری طور پر تباہ ہو گئی ہیں۔ تین لاکھ کے قریب مکانات اور اس کے علاوہ مویشیوں کے نقصانات کا اندازہ بھی بہت مشکل ہے، پولٹری فارم بھی اس میں آجاتے ہیں، سڑکیں، ریلوے لائنیں، محکمہ نہر کا سسٹم تین ہزار ملین estimated loss بن جاتا ہے۔ پھر اس سارے علاقے میں لوگوں نے اپنے استعمال کے لیے جو گنا، زرعی آلات، ادویات، بیج و کھاد وغیرہ سٹور کیا ہوا تھا 50 فی صد کے قریب وہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ اگلی فصل کے لیے بھی ظاہر ہے ان کو اس کے لیے پیسے چاہئیں وہ بھی ان کے پاس نہیں ہیں اور جیسا کہ آج بھی یہاں پر ذکر ہوا ہے کہ آؤٹ آف ٹرن تحریک التوائے کار لے لی جائے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حکومت متاثرین کے لیے سہولت فراہم کرتی اور سیمنٹ جیسی چیز subsidised rate پر متاثرین کو مہیا کرتی۔ لیکن یہ چونکہ ان کے چندے کھاتے رہے ہیں۔ ان سے ان یونٹس کو دینے کا کمشن لیا جاتا رہا ہے۔ جناب والا! کچھ لینے کے بعد moral courage ختم ہو جاتی ہے۔ آپ قیمتوں میں اتنا اضافہ کیوں کر رہے ہیں۔ پھر حکومت کے مقرر کردہ نرخ سے زیادہ قیمت پر مارکیٹ میں کیوں بیچا جا رہا ہے۔ جناب یہ آج کی صورتحال ہے اس ملک کے نتیجے میں اور soil کو جو نقصان ہوا ہے اس کو reclaime کرتے اور کاشت کاری کے لیے prepare کرنے پر جو وقت اور پیسہ لگے گا۔ اس کے علاوہ ہماری جو ایکسپورٹ اثر انداز ہو گی، ہمیں امپورٹ کے لیے مزید اخراجات کرنے پڑیں گے اور اس سارے امتحان کے لیے حکومت اس وقت تیار نہیں ہے۔ قیمتوں میں مسلسل اضافہ، یہ کریانہ مرچنٹ ایسوسی ایشن کے شیخ صاحب ہیں۔ ان کی پریس کانفرنس تھی کہ جو لوگ حکومت سے متعلقہ ہیں انہوں نے ضروری اشیا کو سٹور کرنا شروع کر دیا ہے اور جو روزمرہ کی خوراک کی چیزیں ہیں ان میں بھی دس بیس فی صد کا اضافہ ان دونوں میں ہو گیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن سے اس ملک کے عوام کو توقع ہو سکتی تھی کہ یہ لوگ ایسے وقت میں اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گے۔ جناب والا! اس کا ایک اور side effect ہے۔ جب ہم خوشاب سے آگے گزرے تو جہلم کے پل

پر پلر کھڑے تھے اور ان کے اوپر جو span ڈالا ہوا تھا۔ کرنل یامین صاحب یہاں بیٹھے ہیں تو میں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ پہلے ہی گر گیا تھا۔ لیکن اب وہ span سیلاب کے کھاتے میں ڈالا جائے گا۔ اسی طرح جن سڑکوں کی ابھی تعمیر ہی نہیں ہوئی تھی یا وہ ابھی مکمل نہیں ہوئی تھیں اب اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی تعمیر کو مکمل ظاہر کر کے اس کو کلیمز دیے گئے ہیں اور جہاں پر پتھر، مٹی وغیرہ نہیں ڈالی گئی تھی وہاں پر بھی اسے سیلاب میں بہہ جانا ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ جو ٹھیکے دار ہیں وہ بھی ان کے اپنے ہیں، ٹھیکے دینے والے بھی ان کے اپنے ہیں اور لینے والے بھی ان کے اپنے ہیں۔ لیکن جناب والا! یہ سارے معاملات جو میں نے وہاں پر دیکھے ہیں وہ میں اس میں لانا چاہتا ہوں۔ پھر ایک اور سیکٹر جو اس سیلاب کے ذریعے دیکھنے میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ upper areas سے بے شمار اور انتہائی قیمتی لکڑی سیلاب کے ساتھ بہہ کر آئی۔ اریگیشن یا جو دوسرے محکمے تھے ان کی یہ ذمہ داری تھی کہ اگر انہی کو مقرر کر لیا جاتا تو وہ بھی متاثرین کی امداد کے لیے خاصا source مہیا کر سکتے تھے۔ لیکن کل کے اخبار میں تھا کہ جو سرکاری حضرات ہیں، حکومتی حضرات، شہزادے اور ان کے کارندے کلاشنکوفیں لے کر آتے ہیں اور ڈز ڈز کر کے لکڑی اٹھا کے لے جاتے ہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں۔

جناب والا! یہ صورتحال جو اس قوم پر مسلط کی گئی اس ڈر سے کہ حزب اختلاف کی طرف سے ستمبر یا اکتوبر میں لانگ مارچ متوقع تھا، اس کو روکنے کے لیے یہ عوام کو تحفہ دیا گیا ہے۔ لیکن جناب والا! یہ قدرت کا اصول ہے کہ ہر ایکشن کا ایک ری ایکشن ہوتا ہے۔ یہ ان کا سیلاب تھا جو عوام کے اوپر ڈھایا گیا ہے۔ لیکن میں عوام کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کو بڑے حوصلے سے برداشت کیا۔ لیکن جناب والا! ساتھ ہی یہاں پر ایک پیشین گوئی بھی کرتا ہوں کہ ری ایکشن کے طور پر جب عوام کا سیلاب upper areas کی طرف جائے گا تو مجھے اس سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس سارے کام کے بعد گورنمنٹ کی priorities کیا ہیں جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہو کہ جو اندازہ لگائے جانے کی گنجائش ہوتی ہے کہ حکومت اس سارے معاملے کو کتنا سنجیدگی سے لے رہی ہے اور عوام کو اس مسئلے سے پیدا ہونے والے نقصانات سے بچانے کے لیے یا اس کے اثرات کو کم کرنے کے لیے کیا کر رہی ہے۔ اب ایک ارب روپے کا جہاز، یہی رقم اس abnormal situation میں استعمال ہو سکتی تھی۔

جناب والا! میں چھوٹے ملک کی بات کرتا ہوں کہ کسی بھی جگہ پر یہ اس قسم کی کھیلنے کی سہولت جو ہمارے وزیراعظم صاحب نے اپنے گھر میں جو کھیلنے کی سہولت بنائی ہے میرے خیال میں کسی بھی ملک کے سربراہ کے گھر میں اس قسم کی سہولت مہیا کرنے کا کبھی کسی نے سوچا بھی نہ ہو گا اور پھر یہاں پنجاب میں

اخبارات میں بھی بڑا شور ہوا کہ ان کی یہ سڑک کروڑوں روپے سے زائد ہے۔reason یہ بتائی گئی کہ تبلیغی جماعت کے لیے اور تبلیغی اجتماع کے لیے آنے جانے والوں کو دقت ہوتی ہے۔

لیکن جناب والا! وہاں پر وزیراعظم صاحب کا انڈسٹریل کمپلیکس زیر تعمیر ہے۔اب ظاہر ہے کہ بادشاہ سلامت نے آنا جانا ہوتا ہے۔پھر یہاں پر رہنے والے چھوٹے موٹے لوگوں کی تو مجال نہیں کہ ان کا راستہ صاف نہ کریں۔کروڑوں روپیہ اس سڑک پر لگایا جا رہا ہے اور اس کی منظوری کے لیے short cutsاستعمال کیے جا رہے ہیں اور جو روٹین کا طریقہ کار یا قواعد و ضوابط ہوتے ہیں ان کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے۔اب اس کے اثرات، ظاہر ہے کہ جاپان، امریکہ اور جرمنی یا جتنے بھی بڑے بڑے ملک ہیں وہ یہ سوچتے ہیں کہ یا تو اس ملک میں اتنا نقصان ہوا ہی نہیں یا پھر حکومت کی ترجیحات کوئی اور ہیں اور اگر تھوڑا بہت نقصان ہوا بھی ہے تو یہ حکومت لوگوں کے اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے سنجیدہ ہی نہیں۔میرے پاس Pakistan Observer کی اسلام آباد سے چھپنے والی رپورٹ ہے۔برٹش ہائی کمشنر نے شروع شروع میں جو relief goods بھیجے۔ابھی تک ان کا فیصلہ ہی نہیں ہوا کہ وہ کہاں پر بھیجے جائیں گے۔اس نے اس پر protest کیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جاپان کی طرف سے ہمیں صرف 8 لاکھ ڈالر کے قریب، برطانیہ کی طرف سے 2 لاکھ ڈالر کے قریب اور جو اقوام متحدہ کے ادارے ہیں UNDP وغیرہ انہوں نے ایک لاکھ ڈالر کے قریب اور امریکہ کی طرف سے ہمیں مذاق ہی کیا گیا ہے۔

جناب والا! طریقہ تو یہ تھا کہ اگر ان کی اپنی کوئی culamity نہیں تھی تو اس موقع پر قوم کو بھی اپوزیشن کو بھی اور بین الاقوامی اداروں کو بھی اعتماد میں لیا جاتا۔شوٹنگ کے لیے نہیں، کہ ٹوٹی ہوئی چارپائی منگوائی اور اس پر بیٹھ گئے۔کیمرہ وزیراعظم کے بوٹوں پر ڈالا گیا کہ ان کے بوٹ میلے ہو گئے ہیں کہ انہوں نے قوم کی rehabilitation کے لیے بڑا کام کیا ہے۔جس وقت یہ ساری صورتحال ہو تو بین الاقوامی اداروں کا response بھی بڑا accordingly ہوتا ہے۔لیکن آج ہمارے سامنے جو مرحلہ ہے وہ یہ ہے کہ ہماری اپنی budgetory priorities ہیں، ADP کی priorities ہیں اور اراکین اسمبلی کے لیے جو ترقیاتی رقومات حلقہ جات کے لیے مختص کی گئی ہیں ان کو revise کیا جائے۔اور متاثرہ علاقوں میں rehabilitation کے لیے maximum support دی جانی چاہیے۔سینٹ فوری طور پر دینا چاہیے اور سریا تو اتفاق والوں کو مفت دینا چاہیے۔یہاں روز بات ہوتی ہے کہ پاکستان میں وہ بن گئے، وہ بن گئے۔جناب والا! اس پاکستان میں وہ بن گئے ہیں تو ایک دو سال کے لیے یہ سریا بھی مفت دے دیں تو یہ ان کی کمیشن کی رقومات کے برابر بھی نہیں ہوتا جو انہوں نے ادھر ادھر سے حاصل کی ہوئی ہیں۔کسانوں کی زرعی

ضروریات انہیں فوری طور پر subsidized ریٹ پر مہیا کی جائیں۔ بلا سود قرضہ دیا جائے۔ جناب والا! میں قرضوں اور بلوں کی وصولی تک یہ تجویز کرتا ہوں کہ ان میں بھی انہیں رعایت دی جائے۔ معاملہ اور آبیانہ معاف کیا جائے اور اسی ضمن میں سب سے بڑھ کر میری تجویز یہ ہے ماہرین سے تو نہیں، چین اور امریکہ سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگوں سے میری بات ہوئی ہے۔ وہاں بھی کسی زمانے میں اسی طرح ریگولر basis پر کبھی کبھی بہت بڑے بڑے فلڈ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے اس کو ریگولر چینلز بنائے جس کے ذریعے سے ایک تو remote areas جہاں پر اریگیشن ممکن نہ تھی، وہ under irrigation لائے گئے اور دوسرے یہ کہ اس قسم کی صورتحال سے بچنے کے لیے ہمارے سامنے ایک تجربہ ابھی ماڈرن زمانے میں ہوا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا مستقل بندوبست کیا جاسکتا ہے۔

جناب والا! میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ قومی اسمبلی میں بھی اور forums پر ہر قسم کے لوگوں نے گورنمنٹ سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے بھی بات کی ہے۔ لیکن تقریباً ایک مہینہ ہونے کو آیا ہے، ابھی تک کسی نے اس کی ذمہ داری متعین نہیں کی کہ ستمبر کے پہلے ہفتے میں اور دوسرے ہفتے کے آغاز میں جو کچھ ہوا اس کا ذمہ دار کون ہے۔ یہاں پر جو غیر درست پالیسی سٹیٹمنٹ دی گئی تھی میں نے اس دن بھی یہ عرض کیا تھا کہ اس کی ذمہ داری کسی ذمہ دار ادارے کے سامنے متعین کی جائے۔ اس صورت میں ہم کسی کو جواب دہ بھی ٹھہرا سکتے ہیں۔

جناب والا! مسلح افواج نے جو کام کیا ہے میں اس اہم موقع پر انہیں بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ سول اداروں کے ان افراد کو، ان گمنام افراد کو جن کے نام میں نہیں جانتا، لیکن انفرادی طور پر انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے۔ وہ قوم کے معیار پر بھی پورے اترے ہیں اور انہوں نے اپنے ساتھ ساتھ اداروں کی ساکھ بھی بحال رکھنے کی کوشش کی ہے۔ امدادی کاموں میں معروف ایدھی ٹرسٹ اور دوسری تنظیموں اور افراد جنھوں نے اس بوجھ کو بانٹا ہے اور بانٹ رہے ہیں انہیں بھی میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ لیکن یہ بات تشنہ رہے گی اگر اس سارے ضمن میں، اس ساری بحث میں جو رویہ سرکار کا، سرکاری اداروں کا رہا وہ بہت افسوس ناک تھا۔ بھیرہ میں کچھ بین الاقوامی ایجنسیوں کے لوگ گئے۔ وہاں سرکاری طور پر جو گھی تقسیم کیا جارہا تھا وہ ورلڈ فوڈ پروگرام کے تحت غالباً فن لینڈ کی طرف سے آیا تھا اور وہ expire ہو چکا تھا۔ یہ بات حکومت کے علم میں ہوگی۔ انہوں نے مجھ سے بھی یہ سوال کیا تھا کہ اس اہم مرحلے پر بھی آپ اپنے بہن بھائیوں کی جانوں سے کھیلنے سے باز نہیں آتے۔ جناب والا! یہ میری ذمہ داری تو نہ تھی لیکن پاکستانی ہونے کی حیثیت سے میں نے اس طنز کو اور اس طنز کی کاٹ کو محسوس کیا۔ اس بات کو حکومت اس صورت

میں محسوس کرتی اگر وہ جھرلو کے ذریعے سے حکومت میں نہ آئے ہوتے اور اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے جواب دہ سمجھتے۔ پھر دوسری تنظیموں نے جہاں پر تعاون کرنے کی کوشش کی ہے تو ان کے راستے میں بھی رکاوٹیں حائل کی گئیں۔

جناب والا! میں چاہوں گا کہ میں نے یہاں پر جو پوائنٹس اور facts and figures عرض کیے ہیں، حکومت کی طرف سے جو بھی اس بحث کو wind up کرے وہ ان ساری باتوں کا جواب دے تاکہ قوم اور اس ایوان کی رہ نمائی ہو کہ یہ سارا کچھ کیوں ہوا اور آئندہ اس سے بچنے کے لیے ہم کیا لائحہ عمل اختیار کر رہے ہیں۔ میں جناب والا! کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس ایوان کے ان اراکین کا بھی جنھوں نے اس ساری تفصیل کو غور سے سنا۔ اس سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ مایوسی تو ہمارے مذہب میں گناہ ہے لیکن ہمارے نقطہ نظر کی حمایت کرنے والوں میں اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق انشاء اللہ تعالیٰ اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ پچھلے انتخابات کے بعد جن خامیوں اور بے قاعدگیوں کی میں نے اس نشست میں نشاندہی کی تھی آج اس کی تائید کرنے والوں میں پہلے کی نسبت بہت اضافہ ہو گیا ہے اور بہت جلد یہ صورتحال مختلف ہو گی اور پھر اس وقت وزیر قانون کے پاس سونے کے لیے بہت وقت ہو گا۔ ان گزارشات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ، سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب!

جناب غلام سرور خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ بہتر تو یہ ہو گا کہ جس دن اس بحث کو wind up کرنا ہو یہ اس دن بات کریں۔ آج ہمیں موقع دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جناب چیف منسٹر صاحب اس بحث کو wind up کریں گے۔ ہمارے ریلیف منسٹر لودھی صاحب اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اریگیشن منسٹر صاحب نے بھی اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ وہ اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ جناب چیف منسٹر بحث کو wind up کریں گے۔

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! اگر اریگیشن منسٹر اس پر بات کرنا چاہتے ہیں تو وہ آخری دنوں میں بات کر لیں۔ ابھی دو دن بقایا ہیں۔ جو بھی انہوں نے جواب دینا ہے وہ آخری دن دیں۔ ابھی باقی دوستوں کی بات سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چیف منسٹر صاحب اس کو wind up کریں گے اور آپ اپنی بحث میں جو بھی نکات اٹھائیں گے جناب چیف منسٹر ان کا جواب دیں گے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : کیا اپوزیشن اپنی مرضی سے سپیکر منتخب کر سکتی ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ تو انہوں نے ایک تجویز دی تھی۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ عام اراکین کی نسبت وزراء کی حیثیت ذرا سی مختلف ہو جاتی ہے۔ کسی بھی موضوع پر عام بحث میں، قطع نظر اس کے کہ گورنمنٹ پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں، حزب اختلاف سے ہیں یا آزاد ہیں، عام اراکین بحث میں حصہ لیتے ہیں۔ کیونکہ وزراء کا بیان سرکاری نقطہ نظر کی زد میں آتا ہے۔ یہ اس ایوان کی روایات ہیں کہ عام بحث اراکین وہ اراکین کرتے ہیں، خواہ کسی بھی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں اور پھر سرکاری نقطہ نظر آخر میں جس نے بھی wind up کرنا ہو وہ پیش کرتا ہے۔ اس دن بھی یہ بات ہوئی تھی محترم سردار صاحب نے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن پھر یہی طے پایا تھا کہ چیف منسٹر صاحب نے اس پر بیان دینا ہے۔ تو میں گزارش کروں گا کہ روایات کے پیش نظر وزراء آخر میں تقریر کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس سلسلے میں گزارش صرف اتنی ہے کہ چونکہ حکومت کا بھی اپنا نقطہ نظر ہے۔ اریگیشن منسٹر صاحب نے سیلاب کی صورتحال سے اچھے انداز اور اچھے طریقے سے واقفیت رکھتے ہیں۔ تو حکومت کا نقطہ نظر بھی عوام کے یا ہاؤس کے سامنے آنا چاہیے۔ اس کے بعد معزز ممبران کے اپنے خیالات ہوں گے۔ وہ اس میں بھرپور طریقہ سے حصہ لے سکتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ایسی کوئی غیر پارلیمانی پریکٹس نہیں ہے کہ جو ہمارے لیے زیادہ harmful ہو۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میری اتنی گزارش ہے کہ یہ بالکل بیان کریں یہ ان کا حق ہے۔ لیکن یہ سب کی بحث سن لیں۔ ممکن ہے میں وہ زائد نکات سامنے لاؤں جن کا جواب دینا ان کے ذمے ہو اور اس کے بعد اور بحث ہو۔ کیا ہر بحث کے بعد یہ جواب دیں گے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب فرید احمد پراچہ صاحب! میں نے پہلے ہی گزارش کی ہے کہ اس بحث کو وزیر اعلیٰ صاحب conclude کریں گے اور اس میں آپ کے نکات یا جو بھی آپ کی باتیں ہیں ان کے متعلق اپنی تقریر میں ارشاد فرمائیں گے۔ تو میرا خیال ہے کہ اس میں جن خدشات کا آپ اظہار فرما رہے ہیں ایسی کوئی بات نہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! سارے وزراء کی لائن آخر میں لگے اور اس وقت وزیر آب پاشی بھی اور وزیر اعلیٰ صاحب بھی فرمالیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: باقی جو صاحبان ہیں وہ آخر میں ہی بیان فرمائیں گے۔ لیکن وزیر آب پاشی کا براہ راست اس معاملے سے تعلق ہے۔ ان کا بیان یا ان کی بات ہاؤس میں آنی چاہیے اور اس کی روشنی میں آپ صاحبان کو اظہار خیال کرنا چاہیے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ حکومت کا نقطہ نظر بھی آپ کے سامنے آنا چاہیے عوام کے سامنے آنا چاہیے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر زیادہ اعتراض کیا جائے۔

شیخ انوار الحق پراچہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمایئے۔

شیخ انوار الحق پراچہ: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر اس بات پر ہے کہ ایک تو کورم پورا نہیں اور وزیر اعلیٰ صاحب یہاں سے تشریف لے جا چکے ہیں اور وزراء صاحبان بھی، کہ دکھی لوگوں کی باتیں ہی نہ سن سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کس بارے میں ہے؟ آپ نے کئی معاملات ایک ہی پوائنٹ آف آرڈر میں اٹھائے ہیں۔

چودھری خادم حسین: جناب والا! ان کا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ اپنی سناتے ہیں تو ہم سنتے ہیں۔ لیکن جب ہم کوئی بات کرتے ہیں تو یہ سنتے نہیں۔

جناب والا! اس سیلاب سے جتنا میں دکھی ہوا ہوں اور جتنا مجھے درد ہوا ہے، شائد پورے پاکستان میں کسی کو نہ ہو، کیونکہ توپ کے دھانے سے نکلا ہوا پہلا گولہ میرے گھر پر پڑا تو میں آپ کی وساطت سے حزب اختلاف سے یہ استدعا کروں گا کہ وہ اسے آج بھی سیاسی اکھاڑہ نہ بنائے۔ اگر ان کے گھر لٹتے تو ہم دیکھتے کہ کیا ہوتا۔ ہمارے بھائی مرے ہیں، ہماری بیٹیاں مری ہیں، ہماری مائیں مری ہیں، لیکن انہوں نے اس کو بھی سیاسی اکھاڑہ بنا رکھا ہے۔ میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ ہم ان کی سنتے ہیں تو وہ بھی ہماری باتیں سنیں۔ جو اطلاعات انہوں نے پیش کی ہیں اس میں ان کو غلط اطلاعات دی گئی ہیں۔ میرے گھر کی بات ہو تو میں اس کو بہتر سمجھتا ہوں۔ وہ جب میری باری آئے گی تو میں بتاؤں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! آپ نے ابھی تقریر کرنی ہے یہ سب باتیں آپ اپنی تقریر میں فرمائیں گے۔ تو ہماری رہنمائی ہو گی۔

شیخ انوار الحق پراچہ: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر اس بات کا تھا کہ وزراء صاحبان بھی یہاں سے تشریف لے جا چکے ہیں، وزیر اعلیٰ صاحب بھی یہاں سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ بات تو ہمارے گھر کی ہے جو لٹ گئے اور تباہ ہو گئے۔ وہ کیسے کہتے ہیں کہ بات ان کے گھر کی ہے۔ لیکن یہ سننا بھی گوارہ نہیں کرتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پراچہ صاحب! آپ کی بات درست ہے۔ یہاں پر وزرائے کرام بھی بیٹھے ہیں اور جناب وزیر اعلیٰ نے بھی قائد حزب اختلاف کی پوری بات سنی ہے۔ وہ اسمبلی کی بلڈنگ کے اندر ہی اپنے دفتر میں موجود ہوں گے۔ وہاں پر بھی یہاں کی کارروائی سنائی دیتی ہے۔

شیخ انوار الحق پراچہ : جناب والا! ہمارے علاقوں میں جو سیلاب نے تباہی کی ہے اس سے آپ واقف ہیں ،کیونکہ آپ اسی تحصیل کے رہنے والے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پراچہ صاحب! آپ درست فرما رہے ہیں۔ لیکن آپ اسمبلی کی کارروائی کو اس کے طریقہ کار کے مطابق آگے چلنے دیں۔ جی چودھری صاحب!

وزیر خوراک وزراعت (چودھری محمد اقبال) : جناب سپیکر! یہ بڑی افسوس صورتحال ہے کہ اعتراض برائے اعتراض شروع ہو گیا ہے۔ جناب والا! اگر ہم یہ اعتراض کر دیتے کہ پہلے حزب اختلاف کے معزز ممبران بات کریں اور بعد میں قائد حزب اختلاف بات کریں گے کیونکہ قائد حزب اختلاف کا درجہ ہاؤس کے اندر قائد ایوان کے برابر ہوتا ہے۔ ہم نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ انہوں نے بحث کا آغاز کیوں کیا ہے اور عام طور پر جب کبھی بحث پر بحث ہوتی ہے تو اس کا آغاز بھی قائد حزب اختلاف کرتے ہیں۔ اگر ان کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے وزیر آبپاشی جواب دیں تو اس میں کون سی بری بات ہے اور کون سی پارلیمانی روایت کی خلاف ورزی ہوئی ہے ؟ یہ بڑا serious سنگین موضوع ہے ،اس کے اوپر تو بہت سنجیدہ انداز اختیار کرنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی سردار صاحب فرمائیے۔

وزیر آب پاشی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) : جناب سپیکر! یہاں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کیوں تصور کیا جا رہا ہے کہ میں قائد حزب اختلاف کے جواب کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔ میں محکمہ آبپاشی کا متعلقہ فرد ہوں۔ بہت سی ایسی باتیں کی گئی ہیں جو محکمہ آب پاشی سے متعلقہ ہیں۔ اگر میں ان کی وضاحت کروں گا تو اس میں میرے خیال میں قائد حزب اختلاف کی شان میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ wind up تو ویسے ہی قائد حزب اقتدار کریں گے۔ قائد حزب اختلاف جس روایت کا حوالہ دے رہے ہیں وہ روایت ویسے ہی پوری کی جائے گی۔ لیکن اس ہاؤس میں اسمبلی کو prorogue کرنے سے پہلے جو ڈیبیٹ شروع ہوئی تھی اس کا بھی حوالہ دیا گیا ہے کہ میں نے اس دن جناب سپیکر! کو استدعا کی تھی کہ مجھے بات کرنے کی اجازت فرمائی جائے، لیکن مجھے وہ اجازت نہ دی گئی۔ نہیں ، یہ غلط ہے۔ جناب سپیکر! آپ اس دن غائبًا موجود تھے، جناب سپیکر! آپ نے کہا کہ اگر میں بات کروں گا تو پھر فرید احمد پراچہ صاحب بھی بات کریں گے۔ تو سارے ہاؤس نے مجھے کہا تھا کہ ان سے بچنے

کے لیے آپ ہی نہ بولیں۔ تو میں بیٹھ گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ آپ اب اپنی تقریر ارشاد فرمائیں۔

وزیر آبپاشی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب والا! نہایت ادب اور احترام سے میں ان چند نکات کے بارے میں بات کروں گا جو جناب رانا صاحب نے ہاؤس کے سامنے پیش کیے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب آپ اپنی تقریر میں سیلاب کی عام صورتحال کے بارے میں ارشاد فرمائیں گے اور اس میں ان کی تقریر کے حوالے سے جو بھی بات کرنا چاہیں وہ کریں۔

وزیر آبپاشی (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جی میں وہ بھی عرض کروں گا۔ جناب والا! پہلے تو یہاں یہ فرمایا گیا کہ فلاں تاریخ پر اور اس کے بعد فلاں تاریخ پر اخباروں کے حوالے سے اور دیگر ذرائع ابلاغ کے حوالے سے یہ بات کی گئی کہ اطلاعات دی جاتی رہیں کہ catchment areas میں اس سال مون سون کی بارشیں کہیں ہلکی ہوں گی، کہیں زیادہ ہوں گی اور کہیں غیر معمولی ہوں گی۔ تو جناب والا! یہ اخباری حوالے یا اور جس حوالے سے بھی یہ بات کی گئی یہ ہر سال اس قسم کی اطلاعات محکمہ موسمیات کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ یہ بھی اس ایوان کو علم ہے کہ جن دریاؤں میں اس دفعہ سیلاب آیا، یعنی دریائے جہلم اور دریائے چناب کے catchment areas پاکستان کی سرحد میں نہیں ہیں بلکہ ہندوستان کی سرحد میں ہیں۔ ایک چیز جو یہاں mention نہیں کی گئی میں وہ بھی mention کر دینا چاہتا ہوں کہ علاوہ ان اطلاعات کے جو محکمہ موسمیات یا اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام تک پہنچائی جاتی ہیں، اس کے علاوہ حکومت پاکستان اور حکومت ہندوستان کے درمیان ایک معاہدہ ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز رکن جناب ایس اے حمید صاحب کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

اس معاہدے کے تحت بغیر معاوضہ لیے ہوئے حکومت ہندوستان ان دو دریاؤں کے آگے جو catchment areas ہیں اور جو بیاس اور ستلج کے بھی ہیں ان کی معلومات حکومت پاکستان کو فراہم کرتی ہے۔ عام حالات میں یومیہ، زیادہ بارشوں کے حالات میں ہر چھ گھنٹے کے بعد اور سیلاب کی حالت میں ہر تین گھنٹے کے بعد یہ معلومات حکومت ہندوستان حکومت پاکستان کو فراہم کرتی ہے اور حکومت پاکستان وہ اطلاع حکومت پنجاب کو pass down کرتی ہے۔ یہاں اخباری حوالے سے یا اور جس حوالے سے بارشوں کا اندازہ لگایا گیا اس کا حوالہ دے کر کہہ دینا کہ حکومت نے غفلت کی اور فلڈ سے نمٹنے کی تیاری نہ کی۔ میں سمجھتا ہوں یہ غیر ذمہ دارانہ بات ہے، یہ کہہ دینا کسی بھی ذریعے سے چاہے وہ محکمہ موسمیات ہو یا ہندوستان کی ایجنسیاں ہوں کہ اس دفعہ غیر معمولی بارشیں ہوں گی۔ اس بارش کا کوئی حتمی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ غیر معمولی بارش میں بھی

بہت سا فاصلہ ہو سکتا ہے۔ غیر معمولی بارش خشک سالی کے مقابلے میں اگر چھ انچ ہو جائے تو زیادہ ہو گی۔ اگر بارہ انچ ہو جائے تو زیادہ ہو گی، لیکن جس طرح سے اس سال بارشیں ہوئیں۔ اس کا اندازہ کسی نے بھی نہیں کیا۔ نہ ہندوستان کی ایجنسیوں نے اور نہ غیر ملکی سیٹلائیٹ سسٹم نے اندازہ کیا۔ لیکن ہمارے پاس تو سیٹلائیٹ سسٹم ہے ہی نہیں۔ اور پھر ساری چیز جو اس وقت تک بحث میں لائی گئی ہے وہ منگلا ڈیم کی ہے۔ کہ in flow اتنی تھی، out flow اتنی تھی۔ یہ وہ اعداد و شمار ہیں جناب والا! جو کہ اخباری حوالوں سے quote کیے گئے۔ کسی انجینئر، جو کہ واپڈا پر موجود ہو جو انچارج ہو یا متعلقہ ہو اس کے حوالے سے یہاں کچھ نہیں quote کیا گیا۔ سب اخباری حوالوں سے quote کیا گیا ہے کہ in flow اتنی تھی out flow اتنی تھی۔ گیٹ کس وقت کھول دیے جاتے تو یہ ہو جاتا وہ ہو جاتا، وہ نہ کیا گیا تو یہ ہو گیا۔

جناب والا! میری رائے کے مطابق یہ سب قیاس آرائی ہے۔ نیشنل اسمبلی میں یہ بحث ہوئی اور اس پر متفقہ طور پر نیشنل اسمبلی نے ایک دس رکنی کمیٹی مقرر کر دی ہے۔ جس میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے ارکان موجود ہیں اور ان کی رپورٹ آجانے سے پہلے جو بھی یہاں منگلا کے بارے میں کہا جائے گا وہ قیاس آرائی ہو گی۔ نہ اس وقت اس ہاؤس میں کوئی اور ممبر ہے جو کہہ سکتا ہے کہ میں اس چیز کا ماہر ہوں اور میں منگلا پر گیا ہوں اور میں نے وہاں ریکارڈ کی پڑتال کی ہے اور میں نے یہ جانچ پڑتال دیکھی ہے اور نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ بغیر تحقیق کیے ہوئے اور وہ تحقیق اس کمیٹی کے سپرد کی گئی ہے۔ جب تک ان کی رپورٹ نہ آئے اس وقت تک ہمیں قیاس آرائی سے پرہیز کرنا چاہیے اور جب وہ رپورٹ آئے گی تو جیسا کہ ان حضرات نے بھی پڑھ لیا ہو گا اس میں اپوزیشن کے ممبران بھی ہیں۔ تو کوئی چیز اس کمیٹی کے سامنے پوشیدہ نہیں رہے گی اور وہ کمیٹی اپنی رپورٹ جب پرائم منسٹر کو یا نیشنل اسمبلی کو پیش کرے گی تو وہ سارے ملک کے سامنے عیاں ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! یہاں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ صرف سیاسی image بنانے کے لیے عام طور پر تو کچھ نعرے باہر اپوزیشن کی طرف سے لگائے گئے۔ لیکن اس معزز ایوان میں جب قائد حزب اختلاف پنجابی کا ایک محاورہ پیش کرتے ہیں کہ "گھروں سیلاب بنا کر ٹور دتا گیا" تو مجھے انتہائی دکھ ہوا۔ سیاست میں اقتدار آنا اور چلے جانا یہ ڈیموکریسی کا ایک پروسیس ہے جو چلتا رہا ہے اور آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ لیکن کسی جماعت کو، کسی شخص کو ایسی بات کرنے سے پہلے ضرور سوچ لینا چاہیے کہ عوام کی بھاری اکثریت رائے سے حکومت میں جو پارٹی آئی ہو تو وہ عوام کی خیر خواہ ہے، بہی خواہ ہے اور حکومت کی ہر ممکن یہ کوشش ہوتی ہے کہ عوام کی بہبود کی خاطر کام کیے جائیں اور یہ تصور کرنا کہ کوئی منتخب حکومت عوام کے لیے سیلاب بنا کر

تباہی و بربادی کرے گی یہ انتہائی بے انصافی ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ الفاظ آج کی حکومت کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں تو جیسا کہ خود جناب قائد حزب اختلاف نے کہا کہ 73ء میں جب پی پی پی کی حکومت تھی تو سیلاب میں یہ کیا گیا تھا وہ کیا گیا تھا تو پھر وہ سیلاب کون لایا تھا؟ 73ء میں بھی تو سیلاب آیا تھا اور 73ء میں بھی غلطی ہوئی تھی، تباہیاں ہوئی تھیں۔ تو پھر میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ وہ سیلاب کون لایا تھا؟ وہ بھی حکومت وقت لائی تھی؟ یہ سیلاب بندوں کے بس کی بات نہیں۔ بندوں کے اختیار کی بات نہیں۔ بارش پر کسی کا قابو نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اس کی قدرت ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس سال دنیا بھر میں غیر معمولی موسمی حالات بن چکے ہیں۔ میں انھی سے پوچھتا ہوں کہ یہاں ذکر کیا گیا کہ حکومت تیار نہیں تھی۔ حکومت سنبھلی ہوئی نہیں تھی وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی باتیں کی گئیں۔ جناب والا! امریکہ سے دنیا میں اور کوئی امیر ترین ملک ہے؟ تکنیکی طور پر کوئی ملک ان سے آگے نہیں ہے۔ ان کے ذرائع اور وسائل سے کسی اور ملک کے ذرائع اور وسائل زیادہ ہیں؟ حال ہی میں جب ان کے ساحل پر hurricane کی تباہیاں اٹھیں تو ان کے پاس کوئی معلومات نہیں تھیں؟ وہ اس کی کوئی پیش قدمی کر سکے؟ وہ اپنے ملک کو اپنی دولت کے بل بوتے پر اور اپنی تکنیکی معلومات کے بل بوتے پر جو ارب ہا ڈالرز کا وہاں نقصان ہوا وہ چا سکے؟ ہمارے پاس تو وہ وسائل بھی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس تو ایک چھوٹا سا سیٹلائٹ بھی نہیں جس سے ہم موسمی حالات کا اندازہ لگا سکیں۔ تو یہ کہنا کہ کسی حکومت نے غفلت کی، حکومت کی طرف سے تیاری نہیں تھی، یہ بے جا ہے۔ حکومت کی تیاری اور حکومت کی پوری کوشش کا ثبوت میں اس طرح سے پیش کرتا ہوں کہ جہاں جہاں پنجاب بھر میں حفاظتی بند ہیں، ایک بند بھی حکومت پنجاب کا نہیں ٹوٹا۔ (نعرہ ہائے تحسین) جہاں ناگزیر ہوا اور ہیڈ ورکس کے اوپر حالات نے سیلاب کو اس حد تک پہنچا دیا کہ ہیڈ ورکس کو چانے کے لیے cuts کرنے پڑے جس کا تکنیکی لفظ breaches ہے، اربوں روپے کے ہیڈ ورکس کو چانے کے لیے وہاں برچز کیے گئے۔ جناب والا! پھر یہ کہا جاتا ہے اور بار بار حزب اختلاف کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ سیاسی نقطہ نگاہ سے کیے گئے نہ کہ تکنیکی لحاظ سے۔ پھر میں 73ء کا حوالہ دیتا ہوں کہ 73ء میں جب دریائے چناب میں سیلاب تھا تو ہیڈ پنجند کو چانے کے لیے breach کرنا ناگزیر ہو چکا تھا اور ماہرین کی رائے تھی کہ دائیں کنارے سے breach کیا جائے۔ ساری زبان میں اس کی میں ایک وجہ بیان کرتا ہوں کہ دائیں کنارے پر پنجند کے کیوں breach کیا جائے۔ کیونکہ زمین کی قدرتی ڈھلان دائیں سے یعنی مغرب سے مشرق کی طرف ہے اور اگر دائیں جانب breach کیا جاتا تو پانی اس breach سے گزرتا ہوا زمین کی سطح کے مطابق کچھ فاصلے طے کرنے کے بعد واپس دریا میں شامل ہو جاتا۔ لیکن اس وقت کی سیاسی حکومت نے بائیں جانب breach کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہاولپور اور رحیم یار خان کے دو ضلعے ڈوب گئے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! وزیر موصوف نے جس breach کا ذکر کیا ہے میں اس علاقے کا باشندہ ہوں۔ میں تاریخ کے حوالے سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کسی نے وہ بند نہیں توڑا تھا۔ وہ خود بخود ٹوٹا تھا اور قادر آباد سے لے کر پنج ند تک دونوں طرف ہر جگہ پر بند ٹوٹے تھے۔ ہمارے ہاں ہیڈ پنج ند ور کس پر یہ مسئلہ اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ باتوں کی وجہ سے ہوا ہے، حالانکہ وہ بند کسی نے نہیں توڑا تھا۔ کسی نے نہیں توڑا تھا (اپوزیشن کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین) یہ میں ان کو خوش کرنے کے لیے نہیں، تاریخ کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ بلکہ اس حوالے سے بہاولپور کے رہنے والے دوستوں نے اس دفعہ اس لیے resist کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ہم سے انتقام لینا چاہتے تھے کہ اس وقت کے مصطفیٰ کھر نے وہ بند توڑ دیا تھا، اس لیے اس دفعہ یہ دائیں طرف والا بند توڑنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس دفعہ بھی بھائیوں نے غلط فہمی کی بنیاد پر ہمارے ساتھ یہ محاذ آرائی کی ہے۔ حالانکہ وہ بند کسی نے نہیں توڑے تھے، وہ خود بخود ٹوٹے تھے اور قادر آباد سے لے کر ہیڈ پنج ند تک دونوں طرف سے بند ٹوٹ گئے تھے۔ کیوں اس وقت کی حکومت نے بندوں کی حفاظت نہیں کی تھی۔ یہ منسٹر صاحب کی بات بالکل صحیح ہے کہ ہمارے ہاں اس وقت جو بند تھے وہ مضبوط تھے۔ جہاں ضرورت تھی وہاں سے بند توڑے گئے۔ لیکن یہ کہنا کہ اس وقت کی حکومت نے اس کو توڑ دیا تھا اس وجہ سے ہمارے ہاں یہ ہیڈ پنج ند پر مسئلہ پیدا ہوا کہ لوگوں کا یہ تقاضا تھا کہ یہ پچھلی حکومت نے توڑے تھے، اس لیے ہم دائیں حصے والا بند توڑیں گے۔ میں اپنے محترم وزیر صاحب کی خدمت میں دست بستہ گزارش کروں گا کہ وہ اس پر ضد نہ کریں۔ اس کی اصلاح فرمالیں۔

وزیر آب پاشی : جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ یہ پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن کہہ سکتے تھے۔ لیکن جناب، اگر یہ مجھے بات مکمل کرنے دیتے تو میں اپنی بات کو جس طرف لا رہا تھا تو شاید اس سے یہ بھی مطمئن ہو جاتے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس مرتبہ جہاں جہاں breaches کیے گئے وہاں صرف اور صرف ماہرین اور فوجی ماہرین جو ان کی انجینئرنگ کور ہوتی ہے اس کا مشورہ تھا۔ اس مشورے میں کسی سیاسی یا اس علاقے کی کسی مقامی شخصیت کو شامل نہیں کیا گیا۔ اس میں میرے خیال میں نہ میرے سامنے دست بستہ عرض کرنے کی کوئی ضرورت ہے نہ اس میں کوئی اختلاف ہے۔ میں نے جو 73ء کا واقعہ بتایا ہے۔ جب میں سیلاب کے دوران جا تا رہا ہوں۔ سیلاب گزر جانے کے بعد جا تا رہا ہوں تو وہیں کے لوگوں نے مجھے کہا ہے۔ ضلع مظفر گڑھ کے لوگوں نے مجھے کہا ہے۔ میں ضلع مظفر گڑھ کا رہنے والا نہیں ہوں۔ میں ضلع بہاول پور اور ضلع رحیم یار خان کا رہنے والا نہیں ہوں۔ لیکن اس صوبے کا رہنے والا ضرور ہوں۔ وہاں کے مقامی لوگوں نے

مجھے کہا ہے کہ 73ء میں سیاسی فیصلہ کیا گیا تھا۔ اگر یہ اس کی تردید کرتے ہیں تو میرے خیال میں بہاول پور اور رحیم یار خان کے اور حضرات بھی یہاں بیٹھے ہوں گے۔ لیکن میں اسے موضوع بحث بنانا ہی نہیں چاہتا۔ میں تو صرف وضاحت یہ کر رہا تھا کہ اس مرتبہ جہاں جہاں پانی آیا ہے وہاں پر محکمہ آب پاشی کے ماہرین اور پاک فوج انجینئرز کور کے ماہرین آپس میں مشورے میں رہے اور جو جو انھوں نے مناسب سمجھا وہ انھوں نے کیا۔

وزیر صحت : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! چونکہ یہاں اضلاع رحیم یار خان اور بہاولپور کا ذکر ہوا ہے اور وہاں کے منتخب نمائندوں کا بھی ذکر ہوا ہے تو میں یہ ضروری سمجھوں گا کہ میں اس حوالے سے کچھ عرض کرتا جاؤں۔ میرے بھائی فاضل رکن اسمبلی نے کہا کہ وہاں کے لوگوں نے اور منتخب نمائندوں نے ہم سے بدلہ لینے کے لیے اس بار یہ محاذ آرائی کی اور اس لیے یہ توڑا گیا۔ تو جناب والا! میں اس ایوان کے فلور پر یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ مظفر گڑھ کے باسی اور وہاں کے منتخب لوگ ہمارے بھائی ہیں۔ ہمیں اسی طرح احساس ہے اور اسی طرح دکھ ہے جس طرح سے ہمارا ذاتی نقصان ہوا ہے۔ میں یہاں واضح طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رحیم یار خان اور بہاول پور کے باسیوں نے یہ ہرگز فیصلہ نہیں کیا تھا کہ ہم نے کوئی ان سے بدلہ لینا ہے۔ خدانخواستہ ہم نے ان سے کوئی بدلہ نہیں لینا تھا۔ ہم نے تو صرف ایک اپیل کی تھی اور وہ بھی محکمہ آب پاشی سے درخواست کی تھی کہ technically جو آپ مناسب اور موزوں سمجھتے ہیں اس پر آپ فیصلہ کریں، نہ کہ کسی پریشر کے تحت کریں۔ میں واضح طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ڈویژن کے باسیوں یا وہاں کے منتخب لوگوں نے کچھ دباؤ نہیں ڈالا اور نہ ہی کوئی بدلہ لیا ہے۔

جناب چیئرمین : میرا خیال ہے کہ یہ پوائنٹ debateable نہیں۔ وزیر موصوف اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب غلام سرور خان : جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج کا دن صرف وزراء صاحبان کے لیے ہی مختص کیا گیا ہے کہ وہ خود ہی حکومت کی طرف سے بات کرتے رہیں۔ اس بارے میں پہلے بحث ہو چکی ہے۔

جناب چیئرمین : جناب سپیکر! آپ وزیر آب پاشی کو فلور دے چکے ہیں، لہذا اب انھیں ہی بات کرنے دی جائے۔ یہاں پر تو ہر منسٹر اٹھ کر گورنمنٹ کو defend کرتا ہے۔

جناب چیئرمین : انھوں نے personal explanation کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی بات کو سننا چاہیے۔

وزیر آب پاشی : پھر جناب والا! اس ایوان میں قائد حزب اختلاف نے foreign magazine اخبار یا

خبر کے حوالے سے یہ quote کیا کہ " "Dams and Flood Control Instruments یہ میں قائد حزب اختلاف کی تقریر کا وہ حصہ quote کر رہا ہوں۔ تو جناب والا! یہاں میں عرض کرتا ہوں کہ ڈیم کا بنیادی مقصد فلڈ کنٹرول نہیں ہوتا۔ ڈیم کا بنیادی مقصد یا تو آب پاشی کے لیے ہے یا ہائیڈل پاور generate کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ کیونکہ ڈیمز بنانے سے پانی کی سٹوریج ہوتی ہے، لہٰذا وہ فلڈ کنٹرول میں بھی امداد دیتے ہیں۔ لیکن یہ کہہ دینا کہ Dams and Flood Control Instruments یعنی وہ فلڈز کنٹرول کرنے کے لیے ہی بنائی گئے ہیں تو یہ تاثر بالکل غلط ہے۔ اس وقت منگلا ڈیم زیر بحث ہے اور ہر شخص اس پر قیاس آرائی کر رہا ہے۔ یہ بنیادی طور پر آب پاشی کے لیے اور بعد ازاں ہائیڈل پاور generate کرنے کے لیے بنایا گیا ہے اور ساتھ ہی فلڈ کنٹرول میں ہمیں اس طرح سے امداد مل جاتی ہے کہ اس کی lake میں سٹوریج بھرنے کے لیے جب پیچھے سے پانی آ رہا ہو تو وہاں میں سٹوریج کے لیے استعمال ہوتا ہے اور وہ بوقت ضرورت دریاؤں میں اور دریاؤں کے ذریعے نہروں میں کام دیتا ہے۔

جناب والا! یہاں اور بھی بہت سی باتیں کی گئیں۔ چونکہ ان کا میرے محکمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا میں ان کا جواب یہاں عرض نہیں کرتا۔ وہ جناب وزیر اعلیٰ اپنی وائنڈ اپ سپیچ میں ضرور فرمائیں گے۔ پھر یہاں پر ملتان شہر اور خاص طور پر بوسن بند کی حفاظت اور اس کے نتیجے میں جو اور نقصانات ہوئے ان کا ذکر کیا گیا۔ جناب والا! ملتان شہر میری معلومات کے مطابق تقریباً 15 لاکھ یا 16 لاکھ کی آبادی کا شہر ہے۔ اس کا پہلا حفاظتی پشتہ بوسن بند کہلاتا ہے اور اس شہر کے لیے پہلی دفاعی لائن بوسن بند تھی اور دوسری دفاعی لائن شجاع آباد کی ایک نہر جس کا بایاں کنارہ باقاعدہ حفاظتی بند کی طرز کا بنایا گیا ہے۔ بعض سیکشنوں پر اس کی stone pitching بھی کی گئی ہے۔ میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ اول تو ملتان شہر کو خطرہ ہی نہیں تھا۔ یہ کہا گیا کہ ملتان کو بچانے کے لیے فلاں اقدامات کیے گئے۔ پہلے تو میں یہ عرض کروں گا کہ بفضل خداوند کریم ملتان شہر کو خطرہ ہی نہیں تھا، کیونکہ پہلی دفاعی لائن جو کہ بوسن بند تھا breach نہیں ہوئی۔ ابھی تو اس کی دوسری دفاعی لائن ویسے ہی موجود تھی۔ پھر یہ کہا گیا اور غالباً قائد حزب اختلاف کو ان علاقوں کے نام ہی نہیں آتے، کیونکہ یہ نہ کبھی وہاں گئے ہیں اور نہ اس دوران وہاں گئے ہوں گے۔ شیر شاہ پل کے قریب ریلوے بند میں شگاف ڈالا گیا ہے اور ان کا فرمان ہے کہ چوبیس گھنٹے لیٹ کیا گیا، لہٰذا مظفر گڑھ شہر میں چلا گیا۔ میں آپ کی وساطت سے وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ شائد ان کی معلومات میں نہ ہو کہ جناب پل محکمہ ریلوے کا پل ہے اور اس کی نظری پہ جو بند بنا ہوا ہے وہ بھی ریلوے کا ہے۔ ڈی ایس ریلوے ملتان، محکمہ آب پاشی کا چیف انجینئر ملتان، اور کور کمانڈر ملتان، یہ تینوں بہت ذمہ دار افسران ہیں۔ ان کی مسلسل

میٹنگ کور کمانڈر صاحب کے دفتر میں ہوتی رہی اور مسلسل جائزہ لیتے رہے کہ اب سیلاب بوسن بند سے گزر کے چناب کی طرف جارہا ہے تو اس کو واچ کرنا ہوگا کہ پل کے نیچے پانی خطرے کے لیول تک کب پہنچتا ہے۔

جناب والا! چناب پل پہ کوئی کیوسک سے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ یہاں مین سی لیول سے خطرے کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اور جو میں نے محکمہ ریلوے سے معلومات حاصل کی ہیں وہ یہ ہے کہ مین سی لیول سے 392.6 سے پانی کی سطح زیادہ ہو جائے تو پھر پل کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ میری معلومات کے مطابق جب وہ خطرے کا نشان پہنچا تو ڈی ایس ریلوے نے اپنے افسران بالا سے مشورہ کر کے یہاں breach کا حکم دیا اور یہ breach محکمہ آب پاشی نے نہیں کیا، بلکہ آرمی کے کور آف انجینئرز نے کیا۔ اس کا کسی اور چیز سے تعلق نہیں ہے ماسوائے اس کے کہ جب چناب پل کے لیے خطرے کا نشان پہنچے گا تو اس وقت breach کرنی چاہیے تاکہ بند کو چلایا جا سکے۔ وہاں املاک کا نقصان ہوا جس کا جتنا کسی اور کو نقصان ہوگا اتنا ہی مجھے ہوا۔ لیکن وہ بھی ملکی خزانے سے بنی ہوئی تھی کوئی غیر ملکی پل نہیں تھی اس کو چلانا مقصود تھا کسی کے ساتھ زیادتی کرنا مقصود نہ تھا۔ پھر breach حکومت پنجاب کے کسی سیاسی فرد نے نہیں کی۔ پھر ماہرین ریلوے، ماہرین انجینئرز آرمی اور محکمہ آب پاشی کے مشورے سے یہاں breach کیا گیا اور اس جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ مظفر گڑھ شہر کے واقعی خاصے حصے میں پانی پھیلا، املاک کو نقصان ہوا، گھر گرے ہیں۔ لیکن یہ بھی میں عرض کر دوں کہ مظفر گڑھ سے اوپر کی طرف ریلوے کا ایک بند ہے جس کو دوآبہ بند کہتے ہیں۔ اس کی نگرانی حکومت پنجاب کے ذمہ نہیں ہے۔ وہ محکمہ ریلوے کا ہے اور اس کی دیکھ بھال، مرمت وغیرہ کرنا محکمہ ریلوے کی ذمہ داری ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ انھوں نے کی۔ میں یہ قطعاً نہیں کہہ رہا کہ انھوں نے اس کی حفاظت نہیں کی۔ لیکن بند خود ٹوٹا اور اس بند کے ٹوٹنے سے چونکہ سیلاب کا پانی بہت اونچا تھا تو ایک نہر سیری جو بالکل شہر مظفر گڑھ سے اوپر کی طرف ہے۔ سیری نہر کے کناروں سے پانی گزر گیا اور وہ شہر میں داخل ہو گیا۔ سیری نہر سے آگے ایک راجباہ ہے جسے گنیش راجباہ کہتے ہیں۔ گنیش راجباہ کو دفاعی لائن بنایا گیا اور دس پندرہ فیصد شہر کی حدود میں جو پانی گیا وہ سیری نہر کے ٹوٹنے سے گیا۔ لیکن اس کے بعد گنیش راجباہ کو مضبوط کر دینے کے بعد سارے کا سارا شہر محفوظ رہا۔

جناب والا! پاکستان تو پاکستان، قیام پاکستان سے قبل بھی ایسی تباہی لانے والے سیلاب کی مثال نہیں ملتی۔ لیکن اس ایوان میں اس کا مذاق یوں اڑایا گیا ہے کہ وزیر اعظم شوٹنگ کرنے کے لیے علاقوں میں پھرتے رہے۔ مجھے افسوس ہے کہ وزیر اعظم کے وہ دورے جن کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ اپنی آنکھوں سے علاقائی نقصان کا جائزہ لیں اور ان لوگوں کے پاس زیادہ سے زیادہ پہنچیں۔ جہاں سیلاب نے تباہی

پھیلائی۔ تمام حضرات جانتے ہیں کہ بغیر شیڈول کیے ہوئے، بغیر اطلاعات دیے ہوئے اور بغیر سرکاری انتظامات کیے ہوئے وزیر اعظم کے ہیلی کوپٹر پانی میں گھر ہوئے جزیروں میں اترتے رہے ہیں۔ لیکن ان کے لیے شوٹنگ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر میں اسی لہجے میں کہوں گا کہ شوٹنگ کے لیے ہمارا ہیرو تو وہاں موجود تھا لیکن افسوس یہ ہے کہ ہیروئن وہاں موجود نہیں تھی۔ شوٹنگ تب مکمل ہوتی کہ ہیرو موجود ہوتے جیسے کہ تھے اور ہیروئن بھی ساتھ ہوتی۔ معاف کیجیے گا میں انھی کی زبان استعمال کر رہا ہوں کہ ہیروئن صاحبہ ہیلی کوپٹر کا مطالبہ کرتے کرتے سندھ میں بیٹھی رہیں، حالانکہ ہیلی کاپٹر کے علاوہ بھی سیلاب زدہ علاقوں میں پہنچا جا سکتا تھا اور میں بذریعہ سڑک سیلاب زدہ علاقہ میں جاتا رہا ہوں۔ صرف ان مواقع پر میں ہیلی کاپٹر پہ گیا ہوں کہ جب وزیر اعظم نے خود طلب کیا ہو کہ میں سیلاب زدہ علاقوں میں ان کے ساتھ چلوں یا وزیر اعلیٰ نے طلب کیا ہو کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ ورنہ میں بذریعہ سڑک جاتا رہا ہوں۔ بیشتر علاقے ایسے تھے جہاں سڑک بند نہیں تھی۔ جھنگ یا سرگودھا میں بعض علاقے ایسے تھے جہاں سڑکوں کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ پھر یہ بھی یہاں کہا گیا کہ کسی حکومتی محکمے نے عوام کو بروقت اور صحیح اطلاع نہیں دی۔

جناب والا! جتنی بھی اموات ہوئی ہیں، میں سمجھتا ہوں یہ بھی بہت زیادہ ہوئی ہیں۔ کیونکہ ایک شخص کی بھی جان جانا ہر مسلمان کے لیے باعث صدمہ ہے۔ لہٰذا میرے بیان کو غلط نہ سمجھا جائے۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ اگر حکومت نے بروقت انتظامات نہ کیے ہوتے یا بروقت علاقے خالی نہ کروائے ہوتے اور بروقت سیلاب کے راستے کو خالی نہ کروایا ہوتا تو اموات اس سے دس گنا بلکہ سو گنا زیادہ ہو سکتی تھیں اور جہاں اموات ہوئی ہیں وہاں کے بارے میں بھی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حکومت نے کئی ذرائع سے ان علاقوں کو اطلاعات دینے کی کوشش کی۔ آخری کوشش یوں کی گئی کہ پولیس اور محکمہ مال کے اہل کاروں کو ان علاقوں میں بھیجا گیا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں آپ کا بھی دیہات سے تعلق ہے کہ عام لوگوں کا تاثر ہوتا ہے کہ ہم نے بہت زیادہ سیلاب دیکھے ہیں۔ انھوں نے احتیاط کے طور پر عورتوں اور بچوں کو نکال کے محفوظ مقامات پر پہنچا دیا یا پہنچاتے رہے۔ بعض مقامات پر مرد حضرات بیٹھے رہے، یہ کہہ لیں کہ اپنے گھر کی حفاظت کی خاطر یا اپنے مال مویشی کی خاطر بیٹھے رہے اور پھر جب انھیں سیلاب کی شدت کا اندازہ ہوا اور پھر انھوں نے نکلنے کی کوشش کی تو اس میں جانی نقصان ہوا۔ اور جیسے کے رانا صاحب یہاں خود فرما رہے تھے کہ اس وقت فوج کی امداد بہت کام آئی جیسے کہ اس کے پاس ہیلی کاپٹر ہوتے ہیں اور موٹر لگی ہوئی کشتیاں بھی ہوتی ہیں۔ انھوں نے بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اترنے سے بچا لیا اور انھیں نکال کر محفوظ مقامات تک پہنچایا۔ لیکن یہ کہہ دینا کہ حکومت کی طرف سے تیاری نہیں تھی میں سمجھتا ہوں یہ بہت بڑی بے انصافی ہوگی۔

پھر یہاں پہ ان اعداد و شمار کا حوالہ دیا گیا کہ ان معلومات کے مطابق بیس ارب کا نقصان ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ بیس ارب کا نقصان ہوا ہو یا اس سے بھی زیادہ ہوا ہو اس کا جواب وزیر مال جو یہاں موجود تھے اور وہ اس کا جواب دیں گے۔ لیکن جہاں فصلات کا ذکر کیا گیا تو اس میں یہ کہا گیا کہ پچاس فی صد چاول کی فصل تباہ ہو چکی ہے۔ اور پچاس فی صد کپاس کی فصل تباہ ہو گئی ہے، اتنے فی صد دالیں اور اتنے فی صد دوسری فصلیں تباہ ہوئی ہیں۔ جناب والا! اس میں کوئی مہارت کی ضرورت نہیں۔ ایک سیدھا سادا فارمولا ہے۔ جناب قائد حزب اختلاف اسی کو اگر اپنا لیتے تو غلط اعداد و شمار کا حوالہ دینے سے بچ جاتے۔ جہاں پچاس فی صد کپاس کا کہا گیا ہے وہاں میں یہ کہوں گا کہ سرگودھا کے ضلع تک تو کپاس کی کاشت ہوتی ہی نہیں۔ جھنگ سے نیچے کی طرف جو علاقے آتے ہیں ضلع جھنگ، ضلع مظفر گڑھ، ملتان، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، رحیم یار خان، بہاول پور، وہاڑی، ساہیوال اور اوکاڑہ وغیرہ ایسے علاقے ہیں، جہاں کپاس کاشت ہوتی ہے۔ کپاس کاشت کرنے والے اضلاع میں سے ضلع جھنگ اور ضلع مظفر گڑھ میں بہت بھاری نقصان ہوا ہے۔ اس کی نسبت بہت کم نقصان ضلع مظفر گڑھ اور ضلع ڈیرہ غازی خان اور راجن پور میں ہوا ہے۔ کپاس کاشت کرنے والے جو اصل علاقے ہیں، وہ ملتان، وہاڑی، خانیوال، رحیم یار خان، بہاولپور، بہاول نگر، اوکاڑہ اور ساہیوال ہیں، جہاں اس سیلاب کا کچھ اثر بھی نہیں ہوا۔ باقی وجوہات ہو سکتی ہیں، کہیں وائرس کی شکایات ہوئیں، کہیں بیماریوں کی شکایات ہوئیں۔ یہ وجوہات تو ہر سال ہوتی ہیں۔ سیلاب کی زد میں وہ اضلاع تو آئے ہی نہیں۔ عام آدمی بھی جانتا ہے جو اس پیشے سے تعلق رکھتا ہے کہ 75 فی صد کپاس تو ان اضلاع میں ہوتی ہے جن کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ تو پچاس فی صد نقصان کہاں سے ہو گیا جبکہ کپاس کاشت کرنے والے اضلاع میں سے دو اضلاع ضلع جھنگ اور ضلع مظفر گڑھ ایسے ہیں جہاں بھاری نقصان ہوا ہے۔ اسی طرح میں یہ عرض کرتا ہوں کہ چاول کا یہاں پچاس فی صد نقصان کا ذکر کیا گیا۔ اس کا میں اسی طرح ذکر کر کے ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ دریا کے سیلاب کی زد کا اندازہ لگا لیا جائے اور کل زیر کاشت رقبہ کا اندازہ لگا لیا جائے تو اتنی بھاری نقصان کی شرح کبھی نہیں بنتی۔ جناب سپیکر! میں ایوان کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بیشتر علاقوں میں سیلاب دریا بیڈ کے اندر رہا ہے لیکن ایک طریقہ بن چکا ہے کہ دریا کے "کچے" کچھی "یا بیٹ" کے علاقے کو بھی کاشت کرنا شروع کر دیا گیا ہے لیکن دریا کے "کچے" کے علاقے میں چاول کی کاشت نہیں کی جاتی۔ وہاں اور فصلات کاشت کی جاتی ہیں، کیونکہ چاول کے لیے نہری پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ کچے میں نہری نظام نہیں ہوتا۔ پھر بھی میں عرض کروں گا کہ یہاں مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔ پچاس فی صد یقیناً نقصان ہوا۔

جناب والا! یہاں حکومت کی ترجیحات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جس دن سیلاب کی طغیانی اٹھی تھی جناب وزیر اعلیٰ نے اسی دن یہاں بیان کیا تھا اور اخبارات کے ذریعے سارے صوبے کے سامنے بیان دیا تھا کہ ہماری اولین ترجیح یہ ہے کہ لوگوں کی جان بچائی جائے اور انہیں محفوظ مقامات پر پہنچایا جائے۔ پھر ہماری ترجیح یہ ہوگی کہ ان کی صحت کا خیال رکھا جائے، یعنی وباء اور بیماریوں کو پھیلنے سے روکا جائے اور لوگوں کو اس سے محفوظ کیا جائے اور انہیں انجکشن اور دیگر ادویات پہنچائی جائیں۔ پھر تیسری ترجیح یہ تھی کہ ان کے مال مویشیوں کو بچانے کی کوشش کی جائے اور اب حکومت کی جو ترجیحات ہیں ان کے بارے میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب واضح کر چکے ہیں۔ اب اولین ترجیح یہ ہے کہ اب سیلاب سے متاثرین لوگوں کو خوراک پہنچائی جائے۔ اس کے بعد ان لوگوں کو اپنے گھروں میں دوبارہ آباد ہونے کے لیے امداد پہنچائی جائے۔ اس سلسلے میں بھی جناب وزیر اعظم پاکستان اور جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اعلانات کر چکے ہیں۔ جو بیج بطور امداد دیا جا رہا ہے اس کے بھی اعلانات ہو چکے ہیں اور جو بیج بطور interest free loan ان متاثرین کو دیا جا رہا ہے اس کا بھی اعلان ہو چکا ہے۔ یہاں دہرانے سے ایوان کا وقت ضائع ہوگا۔ یہ کہنا کہ لوگوں کے پاس فصل ربیع کاشت کرنے کے لیے اس وقت سرمایہ موجود نہیں، غلط ہے، کیونکہ اس بات کا اعلان ہو چکا ہے کہ بیج اور کھاد حکومت کی طرف سے ہر اس کاشت کار کو مہیا کیا جائے جس کی خریف کی فصل کا نقصان ہوا ہے یا جو اس قابل نہیں رہا کہ وہ ربیع کی فصل کاشت کر سکے۔ پھر جناب والا! یہاں پر ایک ذکر یہ بھی کیا گیا ہے کہ پیپلز پارٹی کے دور میں غالباً 77ء کے دور کو یہ کہتے ہوں گے، دریاؤں کے breaches کے لیے flood channels بنائے گئے تھے۔ جناب والا! میں نے محکمہ اریگیشن کے ریکارڈ میں یہ کہیں نہیں دیکھا اور نہ پایا کہ کسی بھی ہیڈ ورکس پر down stream breaches کا پانی گزارنے کے لیے flood channels بنائے گئے ہوں بلکہ یہ موجودہ حکومت پنجاب کی تجویز ہے کہ ایسے ناگہانی سیلابوں کو ہیڈ ورکس سے گزارنے کے لیے انتظامات کیے جائیں اور تین تجاویز کو محکمہ آب پاشی اس وقت examine کر رہا ہے، ان کا جائزہ لے رہا ہے۔ ان کی موزونیت کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ ایک تجویز یہ ہے کہ جہاں breach کی جاتی ہے اس کو channelize کر دیا جائے تاکہ breach کا پانی وسیع طوفان کی طرح نہ پھیلے، بلکہ ایک channel کے اندر بہتا ہوا واپس دریا میں شامل ہو جائے۔ دوسری زیر غور تجویز یہ ہے کہ ہیڈ ورکس کو بڑھا دیا جائے، ہیڈ ورکس میں توسیع کر دی جائے۔ مثلاً اگر کسی ہیڈ ورکس کی گنجائش 7 لاکھ کیوسک کی ہے تو اس کی گنجائش کو ساڑھے آٹھ لاکھ کر دیا جائے یا نو لاکھ کیوسک کر دیا جائے۔ تاکہ وہ اس قسم کے سیلاب کو بآسانی گزار سکے اور breach کرنے کی نوبت نہ آئے۔ تیسری تجویز یہ ہے کہ جس طرح ڈیمز پر ہوتا ہے، مستقل ایک spill way بنا دیا جائے تاکہ جب اس ہیڈ ورکس کی گنجائش سے زیادہ پانی گزرے گا

تو خود بخود یہ spill way سے گزرتا ہوا واپس دریا میں شامل ہو جائے گا۔

جناب والا! میں اس بنیاد پر بڑے وثوق سے اپنی statement دے سکتا ہوں کہ میں ہر سیلاب زدہ ضلع کا دورہ ذاتی طور پر کر چکا ہوں۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ کہیں جناب وزیر اعظم پاکستان کی قیادت میں اور کہیں جناب وزیر اعلیٰ کے ہمراہ اور پھر کچھ اضلاع میں، میں بائی روڈ پھرتا رہا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ متاثرین کے لیے خوراک بروقت پہنچی۔ یہاں تک کہ ان کے مویشیوں کا چارہ تک بھی مہیا کیا گیا۔ انسانی جانوں کے تحفظ کے لیے ہر ممکن امداد انجکشن اور ادویات موجود ہیں۔ میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ صرف ریکارڈ کی بات نہیں کہ ڈاکٹرز نے ریکارڈ بنا لیا ہو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ بھئی آپ کے علاقے میں ٹیکے لگ چکے ہیں؟ ادویات آپ کو مل رہی ہیں؟ لوگوں کی تصدیق ہے کہ جی ہاں مل رہی ہیں۔ خوراک کے لیے کچھ حکومت کی طرف سے انتظامات کیے گئے ہیں اور کچھ ہمارے مقامی ایم پی اے حضرات اور شہریوں نے خدا ترسی کرتے ہوئے اپنے طور پر خوراک مہیا کی ہے۔ اب اگلے مرحلے میں جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ربیع کی فصل کے لیے نہری نظام کو جو نقصان ہوا ہے اس کی تقریباً 1154 میل لمبائی بنتی ہے اور تین بڑے ہیڈ ورکس پر breaches پڑ گئے تھے جن میں رسول ہیڈ ورکس، تریموں ہیڈ ورکس اور پنجند ہیڈ ورکس شامل ہیں۔ ان میں بڑے بڑے breaches پڑ گئے تھے۔ جناب والا! یہاں میں آپ کی وساطت سے یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت تینوں ہیڈ ورکس کے breaches بند ہو چکے ہیں اور اس وقت جب میں یہ statement دے رہا ہوں کہ تباہ شدہ 1154 میل میں سے 80 فی صد نہریں مرمت ہو چکی ہیں اور بقایا 20 فی صد بھی انشاء اللہ دو یا تین دن میں مکمل ہو جائیں گی۔ کیونکہ پنجاب حکومت کی تمام تر مشینری تقریباً اس کام کے لیے استعمال کی جا رہی ہے اور میں وثوق سے on the floor of the house یہ کہہ رہا ہوں انشاء اللہ العزیز نہروں کی اس حد تک مرمت مکمل کر لی جائے گی کہ فصل ربیع کے لیے کاشت کار کو پانی مہیا کر دیا جائے۔ باقی ان کو جو specification کے مطابق بنانا ہے کہ کینال کی پٹڑی کی اتنی اونچائی ہونی چاہیے اس کی خوبصورتی یا سڑک وغیرہ یہ کام بعد میں ہوتا رہے گا۔ لیکن کاشت کار کو ربیع کا پانی مہیا کرنے کے لیے انشاء اللہ العزیز جتنا بھی نقصان ہوا ہے وہ 100 فی صد ربیع کے پانی دینے سے مکمل ہو جائے گا۔ شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں نقطہ وضاحت پر ایسی چیزوں کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں جو mis-quote کی گئی ہیں۔ جناب والا! میرا خیال تھا کہ محترم وزیر آبپاشی نے مکمل جاگتے ہوئے میری تقریر سنی ہو گی۔ لیکن جس طریقے سے انہوں نے مجھے mis-quote کیا ہے اس سے مجھے یقین ہے کہ انہوں نے

میری تقریر آدھے جاگتے ہوئے اور آدھے سوتے ہوئے سنی ہے اور اسی طرح میں نے پورے نظام کی نشاندہی کی تھی کہ یہ اس طرح چلایا جارہا ہے۔ انہوں نے پہلی بات فرمائی کہ میں نے قیاس آرائیاں کی ہیں، کور کمانڈر منگلا کی بریفنگ، اب کور کمانڈر منگلا قیاس آرائی ہے؟ سننے والے وزیر اعظم پاکستان، کیا وزیر اعظم پاکستان قیاس آرائی ہے؟ یا چیف آف آرمی سٹاف، وہ قیاس آرائی ہے؟ میں نے یہاں پہ بریفنگ کے facts بتائے تھے۔

دوسری بات انہوں نے فرمائی ہے کہ میں نے کہا کہ فلڈ اس لیے آئے ہیں کہ۔۔۔۔ میں نے یہ کہا تھا کہ ایک خاص طبقے کی طرف سے ہمیشہ یہی بات کی جاتی رہی ہے۔ میرا خیال تھا کہ سردار صاحب میری اس بات کو appreciate کریں گے کہ کچھ غیر ذمہ دار لوگوں نے پیپلز پارٹی کے زمانے میں بھی کہا تھا کہ بھیرہ میں زلزلہ اس لیے آیا کہ عورت کی حکومت ہے۔ اسی حوالے سے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سیلاب اس لیے آیا کہ فلاں کی حکومت ہے۔

تیسری بات میں نے 1970ء کے حوالے سے نہیں کی تھی میں آج بھی اپنی اس بات پر قائم ہوں کہ جھنگ میں پیپلز پروگرام 1988ء تا 1990ء میں یہ سکیم بنائی گئی تھی کہ فلڈ چینلز بنائے جائیں تاکہ تریموں کے over load کو یہاں سے گزارا جائے۔

جناب والا! ایک اور بات جو سردار صاحب نے یہاں کی اس پر مجھے بڑا افسوس ہوا میں کم از کم ان سے یہ توقع نہیں کرتا تھا انہوں نے کہا ہے کہ وزیر اعظم صاحب بغیر اطلاع دیے گئے ہیں۔ اگر وزیر اعظم صاحب بغیر اطلاع کہیں جاتے ہیں تو کیمرے ساتھ نہیں جاتے، ٹیلی ویژن کا سامان ساتھ نہیں جاتا۔ میں نے یہاں پر کئی دفعہ گزارش کی ہے کہ اگر ہماری قائد ایک خاتون ہیں تو ان کے حوالے سے ایوان میں ایسی باتیں کرنے سے پرہیز کیا جائے کہ جس کے جواب میں ہمیں بھی سب کے نام معلوم ہیں، سب کے رشتے معلوم ہیں۔ لیکن میں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ اس ہاؤس میں کوئی ایسی ناگوار صورتحال پیدا نہ ہو۔ لیکن "یہ ہیروئن اور شوٹنگ" کی بات، میں اب بھی یہ کہتا ہوں کہ کیمرے جہاں بھی ساتھ جائیں گے اسے شوٹنگ ہی کہا جائے گا۔ لیکن ہماری قائد چونکہ خاتون ہیں، اس حوالے سے ان کا ذکر کرنا جیسے سردار صاحب نے کیا ہے، میں اس پر بڑا احتجاج کرتا ہوں اور میں یہ آخری دفعہ یہ احتجاج کرتا ہوں، کیونکہ اس کے بعد ہم بھی اسی انداز اور اسی نہج میں بات کیا کریں گے جس انداز سے ہماری قائد کے حوالے سے بات ہوگی۔

وزیر آب پاشی: جناب سپیکر! میں نقطہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہایت احترام سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے قیاس آرائی کا لفظ اس طریقے سے استعمال کیا تھا کہ جس سپیشل کمیٹی کے سپرد منگلا کے

Lake-spillway کا معاملہ کیا گیا ہے، جب تک ان کی رپورٹ نہ آجائے، جب تک وہ تحقیق نہ کر لیں تب تک جو بات بھی ہم کہیں گے وہ قیاس آرائی ہو گی۔ اگر اس پر قائد حزب اختلاف کے احساسات مجروح ہوئے ہیں تو میں ان کو وضاحت کے طور پر یہ بتا رہا ہوں۔ دوسرا جناب والا! یہ کہہ رہے تھے کہ میں نے ان کی قائد کے بارے میں کوئی نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں۔ میں نہایت ادب سے آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے فرمایا کہ جہاں کیمرے جائیں گے ہم اس کو شوٹنگ کہیں گے۔ جناب والا! ٹی وی کیمرے کا ساتھ ہونا شوٹنگ نہیں ہوتا وہ حالات کا ریکارڈ بنانا ہوتا ہے جو انہوں نے قوم کے سامنے پیش کرنا تھا۔ اس قسم کی آفت ملک میں کبھی نہیں آئی اور اس طرح سے وزیر اعظم پاکستان کبھی بھی علاقے میں نہیں گئے۔ جس وسعت سے انہوں نے دورے کیے۔ آج تک پاکستان کی تاریخ میں کسی وزیر اعظم نے اس طرح سے دورے نہیں کیے۔ کیونکہ میں ان کے ہیلی کاپٹر میں ان کے ساتھ رہا ہوں کیمرہ انھی کے ہیلی کاپٹر میں ہوتا تھا۔ قبل از وقت موقع پر کیمرہ موجود نہیں ہوتا تھا۔ کیمرہ انھی کے ساتھ موجود ہوتا تھا اور اس غرض سے ہوتا تھا کہ جس علاقے میں وزیر اعظم صاحب دورہ کر رہے ہیں اس کی تصویر لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ Photographer کا لفظ اس کیمرہ مین کے لیے مجھے استعمال کرنا چاہیے۔ عین فرض ہے کہ جب وزیر اعظم عوام سے مل رہا ہے اور وزیر اعظم ان سے ہمدردی کر رہا ہے یا ان کے حالات پوچھ رہا ہے تو اس کا ریکارڈ بھی قوم کے سامنے پیش کریں۔ تو جب یہ شوٹنگ کا لفظ استعمال کریں گے تو شوٹنگ میں تو ہیرو ہوتا ہے۔ میں نے اس کے حوالے سے یہ بات کی تھی۔ خدانخواستہ ان کی قائد کی شان کے خلاف بات کرنا قطعاً میرا مقصد نہیں تھا۔ اگر یہ احتیاط کرتے تو شاید میں اس topic پر آتا ہی نہ لیکن جب انہوں نے وزیر اعظم پاکستان کے مسئلے کو شوٹنگ بنا دیا، جب وہ ستم زدہ لوگوں کے پاس کھڑے ہو کر ان سے ہمدردی کر رہے ہیں یا ان کی بربادی کا اپنی آنکھوں سے حال دیکھ رہے ہیں تو اس کو یہ شوٹنگ کہیں گے تو پھر تو شوٹنگ میں ہیرو اور ہیروئن آتے ہیں۔ تو اگر یہ مسئلہ اس طرح بیان نہ کیا جاتا تو میں قطعاً یہ ذکر نہ کرتا۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ سردار صاحب بھی اور باقی سارے احباب بھی سن لیں کہ اب اگر آئندہ ذکر ہو گا تو یہاں یہ وہ نام بھی آئیں گے، ان کے رشتے بھی آئیں گے۔ پھر اس پہ کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی ہم کسی کے اعتراض کی پرواہ کریں گے۔ ہم نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔

وزیر آبپاشی: میں نے انتہائی ادب سے وضاحت کی ہے کہ اگر۔۔۔۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! یہاں پر کوئی سردار ہے یا کوئی وزیر ہے، ہم بھی بات کرنا جانتے ہیں اور بات کرنے کا حق رکھتے ہیں اور آئندہ بھی ہم یہاں پہ بات کریں گے۔

وزیر آب پاشی : میں سمجھتا ہوں کہ رانا صاحب بلاوجہ خفا ہو رہے ہیں۔ اگر وزیر اعظم کے پر خلوص دوروں کو شوشنگ کا لفظ نہ دیا گیا ہوتا تو یہ بحث یہ topic آتا ہی نہیں تھا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! گزارش یہ ہے کہ میں نے وزیر موصوف کو ان کی تقریر کے دوران interrupt نہیں کیا۔ انھوں نے کپاس کے نقصان کے حوالے سے صرف جھنگ اور مظفر گڑھ کی بات کی ہے۔ میں ان کا ریکارڈ درست کرانا چاہتا ہوں کہ بہاول پور کے علاقے میں دریائے ستلج سے اور اوچ شریف کا علاقہ جو پنج ند کے بالکل ملحق ہے جہاں سے نو ساڑھے نو لاکھ کیوسک پانی گزرا ہے وہاں بھی کپاس کا خاطر خواہ نقصان ہوا ہے اور سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 35 ہزار ایکڑ میں کپاس کی فصل خراب ہو گئی ہے یہ ریکارڈ درست فرمالیں۔

وزیر آب پاشی : جناب والا! فاضل رکن نے شائد میری تقریر غور سے نہیں سنی۔ میں نے کہا کہ جہاں بھاری نقصان ہوا ہے وہ ضلع جھنگ اور ضلع مظفر گڑھ ہیں۔ باقی میں نے ڈیرہ غازی خان کا بھی ذکر کیا، راجن پور کا ذکر بھی کیا۔ بہاولنگر، رحیم یار خان کا بھی معمولی نقصان ہوا ہے۔ پھر میں دریائے چناب اور دریائے جہلم کے فلڈ کا ذکر کر رہا تھا۔ میں نے بیاس اور ستلج کے فلڈ کا ذکر نہیں کیا وہ اس سے پہلے اگست میں گزر چکا ہے۔

جناب چیئرمین : اگر مقرر چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب ہیں۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ آیا آج کا دن صرف وزیروں اور مشیروں کے لیے مختص کیا گیا ہے یا باقی ارکان اسمبلی کو بھی بولنے کا حق دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین : میرے پاس جو اس وقت لسٹ موجود ہے اس میں سب سے پہلے نمبر پر چودھری محمد فاروق صاحب ہیں۔ وہ اس وقت ایوان میں حاضر نہیں۔ ان کے بعد چودھری غلام صاحب ہیں۔ تیسرا نام ان کا ہے۔ تو میں نے in order بات کی ہے۔ اگر یہ اپنی باری کسی کو دینا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! سب سے پہلے میں نے written request کی تھی۔ آپ نے لسٹ میں میرا نام بھی نہیں لیا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! یہ کس ترتیب سے لکھے گئے ہیں؟ جماعت اسلامی کی طرف سے کل ہی جناب سپیکر کو نام دے دیے گئے تھے اور ویسے بھی روایت کے مطابق پی ڈی اے کے بعد جماعت اسلامی کے لوگوں کو گفتگو کرنی چاہیے۔ اگر آپ یہی کرنا چاہتے ہیں کہ وزیر اور مشیر ہی سب کچھ بیان کر دیں تو اس بات کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسے ختم کر دیجیے اور یہ تین دن مختص کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جناب چیئرمین :آپ نے جو بات کی ہے اگر in order پر لیں تو یہ بات ٹھیک بنتی ہے کہ پہلے قائد حزب اختلاف اس کے بعد حکومتی پارٹی کا آدمی اور اس کے بعد دوسرے جو آپ کے بینچز ہیں۔ تو اگر آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو آپ بات کریں۔

چودھری خادم حسین : جناب سپیکر! میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اعداد و شمار میں کچھ ابہام ہے۔ پریس کے پاس بھی غلط معلومات ہیں، میرے بھائیوں کے پاس بھی غلط معلومات ہیں۔ سیلاب کا آغاز میرے حلقہ سے ہوا اگر آپ مجھے موقع دیں تاکہ باقی جتنی بھی تقاریر ہوں گی وہ متوازن ہوں گی اور جس طرح میرے پاس ہر گاؤں کے علیحدہ علیحدہ اعداد و شمار ہیں اگر پورا ہاؤس مجھے بولنے کی اجازت دے دے تو میں آپ کا بھی اور ہاؤس کا بھی مشکور ہوں گا تاکہ جو غلط معلومات کسی وجہ سے ملی ہیں ان کی درستگی ہو جائے۔

جناب چیئرمین :جی جناب فرید احمد پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ :بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ انتہائی اہم موضوع ہے جس پر آج یہاں گفتگو ہو رہی ہے اور اس لحاظ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بحث سنجیدہ اور ہماری قومی سالمیت کے متعلق ہے۔ اس لیے اس کو اسی نوعیت پہ لیا جائے۔ یہ کوئی سیاسی سٹیٹمنٹ نہیں اور نہ ہی کوئی سیاسی محاذ آرائی کی بات ہے۔

جناب والا! میں بات کا آغاز اس بات سے کروں گا کہ میں نے ان تمام علاقوں ان میں سے اکثر علاقوں کا خود دورہ کیا ہے۔ میں امدادی سامان لے کر خود ان علاقوں میں پہنچا ہوں میں نے ان علاقوں کے اندر لوگوں کو تباہ حال حالات میں خود دیکھا ہے اور اس لحاظ سے جو کچھ بھی تباہی اور بربادی ہوئی ہے، جس طرح سے بھی لوگوں کے گھر اجڑے ہیں، جس طرح سے اموات ہوئی ہیں جس طرح سے بھی لوگوں کی فصلیں برباد ہوئی ہیں اور ایک غریب آدمی کا یہی کچھ سرمایہ حیات تھا کہ اس کی دو چار ایکڑ زمین تھی یا اس کا ایک آدھ کوٹھا تھا یا اس کے مال مویشی تھے وہ سب کے سب سیلاب میں بہہ گئے تو اس کی کل کائنات ختم ہو گئی اور اس طرح کے افراد کی ایک بڑی تعداد ہے۔ ان کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں نے ان آہوں کو بھی سنا ہے، ان آنسوؤں کو بھی دیکھا ہے۔ ان لوگوں کے حالات بھی دیکھے ہیں جو اس سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ یہ کوئی فضائی دورہ نہیں تھا۔ میں لوگوں کے پاس بھی گیا ہوں، اس لیے میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو حقیقی تصویر ہے اس میں کسی سیاسی وابستگی کے بغیر جو کچھ بات بھی ہم نے دیکھی ہے اس کو میں اس ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے پاس بھی حقائق ہیں اعداد و شمار ہیں۔ میں نے منگلا کے افسران سے بھی بات کی ہے۔ میں نے انتظامیہ کے لوگوں سے بھی بات کی ہے۔ ہمارے پاس تمام شواہد ہیں اور میں دستاویزی ثبوت لے کر آج یہاں حاضر ہوا ہوں۔ جہاں تک یہ بات ہے کہ سیلاب آفات سماوی ہے تو بلاشبہ یہ

اللہ کی طرف سے آنے والی ایک آفت ہے۔ یہ بارش ہوتی ہے تو وہ بھی خدا کی طرف سے آتی ہے۔ انسان اسے نہیں بناتے۔ لیکن تباہی وبربادی کو نہیں روکا جا سکتا ہے تباہی وبربادی کو کم کیا جا سکتا ہے۔ یہ انسانوں کے بس کے اندر ہے اور پھر جو آفات سماوی آتی ہیں تو وہ بھی اسی طرح سے نہیں آتیں کہ آسمان سے بارش ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک کے اندر یہ بات بتائی گئی ہے یہ آسمان سے بارشیں، یہ سیلاب اور یہ زلزلے یونہی نہیں آجاتے ،بلکہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ "ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدیهم" کہ یہ خشکی اور تری کے اندر جو فساد پھیل گیا ہے یہ جو تباہی وبربادی ہوئی ہے یہ انسانوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ اور جناب سپیکر! جو کچھ بھی ہمارے اوپر جو تباہی وبربادی آئی ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی کی ایک علامت ہے۔ وہ ناراضگی جو ہم نے خدا تعالیٰ سے وعدے کر کے اس کو جھٹلایا ہے۔ اللہ سے ہم نے وعدہ کیا، قوم سے ہم نے وعدہ کیا کہ اس ملک کے اندر ہم شریعت کا نفاذ کریں گے اور پھر ہم نے شریعت کا مذاق اڑایا اس کی دھجیاں بکھیریں اور یہاں ہمارے وزراء کرام وساتھی یہ بیان دیتے رہے کہ جناب، اگر ہم سود کو ختم کریں گے تو ہماری معیشت تباہ ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دکھا دیا کہ آپ سود کی حیثیت کو برقرار رکھو، اس پر اصرار کرو اور پھر اپنی معیشت کو چالو۔ آج جو ہماری حیثیت تباہ وبرباد ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتباہ ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو اس طرح کے بیانات دے کر خدا کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! اس موضوع پر میں زیادہ طویل بات کرنے کی جائے عرض کرتا ہوں کہ یہ سیلاب کے ساتھ جو کچھ بھی تباہی وبربادی آئی ہے اس کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے اتنے محکمے بنائے ہوئے ہیں، ہم نے اتنے ادارے قائم کیے ہوئے ہیں، ان اداروں پر قوم کا کروڑوں روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ آخر وہ کس مرض کی دوا ہیں۔ وہ کس موقع پر کام آئیں گے؟ ہمارا جو یہ نقصان ہوا ہے، اس سلسلے میں وہ ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں؟ جناب سپیکر! یہ بات بھی کافی ہے کہ منگلا ڈیم بننے کے بعد تیس سال تک سیلاب نہیں آیا۔ اتنی بڑی مدت تک یہاں پر سیلاب نہیں آیا۔ خود یہ دلیل کافی ہے۔ حالانکہ بارشیں ہوتی رہی ہیں۔ یہاں پر بڑی بڑی طوفانی بارشیں بھی ہوئی ہیں، ساون کے موسم میں ایک ایک ہفتہ بارشیں ہوتی رہی ہیں اور کئی سال ایسا ہوتا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس طرح کی تباہی وبربادی کبھی نہیں آئی۔ اگر یہ تباہی وبربادی آئی ہے تو یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جن کے ذمے یہ تھا کہ وہ ہمیں بارشوں سے مطلع کریں، اس نظام کے اندر کوئی خامی ہے۔ ان کا یہ فرض تھا اور ہمیں بتاتے۔ منگلا کے جو افسران ہیں ان کو بتایا جائے کہ کہاں کہاں بارشیں ہو رہی ہیں اور کس انداز سے ہو رہی ہیں۔ لیکن اس بارے میں ذمہ داری پوری نہیں کی گئی۔ یہاں پر ایک فلڈ وارننگ اور فلڈ فور کاسٹنگ سنٹر موجود ہے۔ یہ 1973ء میں قائم کیا گیا تھا، اس کے بعد بتایا گیا کہ ہم نے اسے

کمپیوٹرائزڈ کر دیا ہے، یہ بھی بتایا گیا کہ ہمارے سیٹلائٹ کے ساتھ رابطے ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا کہ روس اور بھارت کے تمام سنٹروں سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا کہ ٹیلی میٹرک سسٹم امریکہ کے بعد صرف ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ ہم نے سیالکوٹ میں ایک راڈار کا نظام بھی قائم کیا ہوا ہے۔ جو موسم کے بارے میں پیشین گوئیاں کرے گا۔ جناب والا! یہ فلڈ وارننگ سنٹر کی طرف سے دی گئی معلومات ہیں یہ میری اپنی معلومات نہیں ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری قوم کا اس پر روپیہ خرچ ہوا ہے۔ 1973ء سے لے کر 1992ء تک اربوں روپے خرچ ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے بعد ان کی طرف سے جو ایک اطلاع دی گئی ہے، اس کی ٹیلیگراف میرے پاس موجود ہے۔ ایک اطلاع 9 ستمبر کو دی گئی، 9 ستمبر صبح 10 بجے یہ اطلاع دی گئی، حالانکہ 6 ستمبر سے بارشوں کا سلسلہ جاری تھا اور چھ ستمبر سے بارشوں کا جو سلسلہ جاری تھا اس کے متعلق ہمارے اخبارات میں بھی خبریں شائع ہو چکی تھیں۔ اتنے سنٹر آپ نہ بھی قائم کریں تو ایک عام آدمی کی سمجھ میں بھی یہ بات آ رہی ہے، ایک عام دیہاتی آدمی بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ اتنی بارشیں ہو رہی ہیں اس دفعہ سیلاب آئے گا۔ لیکن جناب یہ سنٹر 9 ستمبر کو اطلاع فراہم کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے اخبارات میں خبریں شائع ہو چکی تھیں۔ کہ "طوفانی بارشوں سے سب کچھ تہس نہس ہو گیا ہے"۔ یہ میں آپ کو اخبارات کی سرخیاں پڑھ کر سنا رہا ہوں۔ "اسی فی صد پروازیں منسوخ "ٹرینوں کی آمدورفت میں خلل"۔ "شہروں میں بجلی، ٹیلی فون، پانی کا نظام درہم برہم"۔ "نشیبی علاقے دریا بن گئے"۔ جناب سپیکر! یہ ساری 9 ستمبر سے پہلے کی خبریں ہیں جو مختلف اخبارات میں چھپتی رہی ہیں۔ اس کے بعد آپ منگلا ڈیم کا جو catchment area ہے اس میں جو کچھ بھی آپ کے وہ سنٹرز قائم ہیں جہاں سے یہ معلومات دی جاتی ہیں کہ کتنی بارش ہو رہی ہے، فلاں علاقے میں کتنی بارش ہو رہی ہیں، اس کی کتنی حیثیت ہے؟ بارہ سو لینے والا وہاں پر معمولی سے، معمولی انسان ہونے کی حیثیت سے نہیں، اپنی قابلیت کے لحاظ سے ایک عام آدمی کو وہاں پر مقرر کر دیتے ہیں، جس نے آپ کے اتنے بڑے منگلا ڈیم پر کام کرنا تھا، اپنے فرائض سرانجام دینے ہیں، جہاں پر آپ کے سیلاب کا سارا چینل ہے۔ اب ان کی جو معلومات ہیں وہ کیا ہیں؟ جو پیچھے سے کئی دنوں کی معلومات آ رہی ہوتی ہیں ان کو ditto کرتے ہوئے اسے وہ آگے بھیج دیتے ہیں، جو کچھ ان سنٹروں پر ہوتا ہے، میں اس کے متعلق عرض کرتا ہوں اور میرے پاس اس کے متعلق بھی معلومات ہیں اور میرے پاس اس کا پورا نقشہ ہے۔ یہ جو ڈومیل میں ایک سنٹر قائم کیا گیا تھا، یہاں پر (نقشہ دکھاتے ہوئے) 6 ستمبر کو بتایا گیا کہ کوئی بارش نہیں ہوئی۔ 7 ستمبر کو بتایا گیا کہ 0.02 انچ بارش ہوئی ہے۔ 8 ستمبر کو بتایا گیا کہ 1.91 انچ بارش ہے۔ پھر اچانک 9 ستمبر کو بتا دیا گیا کہ 9.45 انچ بارش ہے۔ اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں کوئی سائنٹفک طریقہ موجود نہیں ہے۔ اسی طرح سے پلندری کے اندر

ایک سنٹر قائم ہے۔ وہاں کی بھی ساری معلومات اسی طرح سے ہیں۔ پھر ایک سنٹر کوٹلی میں ہے اور ایک کالر میں ہے۔ ان چاروں سنٹروں سے جو معلومات آئیں ان کے اندر کوئی اتنا توازن نہیں تھا۔ ان کے اندر تو وہ انداز اور اتنی معلومات بھی نہیں تھیں جو انسانی آنکھیں دیکھ رہی تھیں کہ بارشیں کتنی ہو رہی ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ اس سسٹم میں خرابی ہے۔ اس کو چیک کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سے اخبارات میں ایک خبر شائع ہوئی کہ ہمارے پاس معلومات کا کوئی نظام نہیں۔ آپ کے ہی محکمے آپس میں مقابلہ کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ 3 ستمبر کو ہمیں بھارت سے وارننگ مل گئی تھی تو پھر اس کے بعد اس کے مطابق انتظام کیوں نہیں کیا گیا؟ اور اسی طرح جو کچھ بھی محکمہ موسمیات کی طرف سے اطلاع ہے ان میں کوئی توازن موجود نہیں۔ ان محکموں میں کوئی حقیقی بات یا حقیقی درد موجود نہیں۔ چھوٹے پیمانے سے جو بات شروع ہوتی ہے اس پر ہی اپنی لکیریں پھیر کر اس کو آگے بھیج دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس طرح سے حکومتیں نہیں چلا کرتیں۔ یہ کوئی انداز نہیں کہ آپ انسانوں کی جانوں سے کھیل رہے ہیں اور دوسری طرف آپ ان انسانوں کا تحفظ بھی کر رہے ہیں۔ اسی طرح سے جناب سپیکر! منگلا ڈیم کا جو ایمرجنسی سپل وے ہے اس کے اس تمام راستے کے اوپر کالونیز بنانے کا، ان میں آبادیاں قائم ہونے کا، کنٹونمنٹ کے تحت وہاں ان کے دفاتر قائم کرنے کی اجازت کس نے دی تھی؟ یہ ایمرجنسی سپل وے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ اگر اسی راستے کے اوپر آبادیاں بھی بن جائیں، اسی راستے کے اوپر کنٹونمنٹ کے دفاتر بھی بنے ہوئے ہوں تو پھر یہ ایمرجنسی سپل وے کیا چیز ہیں؟ جناب یہ پوچھنا ہمارا حق بنتا ہے اور اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ حکومت کیوں نہیں ایک کمشن قائم کرتی؟ اور اس کمشن کے سامنے یہ ساری باتیں آجائیں گی کہ کس کی کتنی ذمہ داری ہے؟ اس ذمہ داری کا تعین کر لیا جائے۔ واپڈا کی کتنی ذمہ داری ہے؟ اس میں اریگیشن والوں کی کتنی ذمہ داری ہے؟ اس میں فلڈ وارننگ سنٹر والوں کی کتنی ذمہ داری ہے؟ اس میں فلڈ کنٹرول کمشن کی کتنی ذمہ داری ہے؟ یہ جتنے آپ نے مختلف سنٹرز قائم کیے ہوئے ہیں ان کی کتنی ذمہ داری ہے؟ اس کا پورے طور پر تعین ہونا چاہیے۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! واپڈا والے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ڈپٹی کمشنر جہلم کو 9 ستمبر کو 10 بجے صبح ٹیلیفون کیا۔ صاحب بہادر نے ٹیلی فون خود اٹینڈ نہیں کیا اور ان کے پی اے نے وہ ٹیلی فون سنا اور پھر اس کے بعد وہ ان کو مکمل تفصیل دیتے رہے۔ میرے پاس اس کی مکمل تفصیل ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ تفصیل ٹھیک ہے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا تعین کون کرے گا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اطلاع دی ہے اور اگر صبح دس بجے اطلاع مل

گئی تھی تو پھر رات تک جہلم کے لوگوں کو کیوں مطلع نہیں کیا گیا؟ کیوں نہیں وہاں پر اعلان کیا گیا۔ کیوں نہیں لوگوں کو بچایا گیا، کیوں نہیں ایسا انتظام کیا گیا کہ وہاں پر لوگوں کے جتنے بھی مسائل تھے وہ ان کا بندوبست کر سکیں؟ وہاں پر جو نشیبی آبادیوں تھیں ان کے لیے انتظامات کیوں نہیں کیے گئے۔ اگر یہ ساری اطلاعات درست ہیں یا پھر خود حکومت ان کی تصدیق کرے یا تردید کرے، ٹیلی فون کے ذریعے جو اطلاع دی گئی، ٹیلی گرام کے ذریعے جو اطلاع دی گئی ان کی حقیقت کیا ہے؟ پھر میں یہ سوال کرتا ہوں کہ جہلم تک تو یہ بات ہے کہ واپڈا نے اطلاع دی۔ اسے ڈپٹی کمشنر نے وصول کیا یا نہیں کیا۔ لیکن اس سے آگے جو علاقے متاثر ہوتے رہے، اس سے آگے ملک وال میں جو نقصان ہوا، جو منڈی بہاوالدین میں نقصان ہوا، میانی میں جو نقصان ہوا، جو چک سیداں میں ہوا، جو حضور پور میں ہوا، جو بھیرہ میں ہوا، چک رام داس میں ہوا، اسی طرح سے جو کچھ خوشاب میں ہوا، ان سارے علاقوں میں سیلاب جو تباہی و بربادی پھیلاتا گیا اس کے لیے تو بہت سارا وقت موجود تھا۔ اس میں تو بتایا جا سکتا تھا، اس میں تو لوگوں کو خبردار کیا جا سکتا تھا۔ اس میں تو ان لوگوں کے لیے انتظام کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جناب والا اس کا انتظام نہیں کیا گیا۔ اس طرح جناب والا! آپ کے پاس ایک مائیکرو ویو سسٹم موجود ہے۔ سسٹم کے ساتھ ٹیلی ویژن کے ڈرامے دکھانے کا ہی کام ہوتا ہے کہ ایک اسٹیشن کے ڈرامے دوسرے سٹیشن سے دکھائے جائیں۔ اس سے مائیکرو ویو سسٹم سے یہ کام کیوں نہیں لیا گیا کہ لوگوں کو بروقت اور صحیح طور پر مطلع کیا جاتا۔ اب اسی طرح سے میں عرض کرتا ہوں کہ جو ڈیم ہیں، جو بیراج ہیں، جو بند ہیں، ان کی مرمت کے کام کے لیے مستقل محکمے موجود ہیں۔ لیکن ان کی مرمتوں کے کام نہیں کیے گئے۔ وہ ڈیم مٹی سے بھر جاتے ہیں یا وہ دریا اپنے ساتھ مٹی کو بہا کر لے جاتے ہیں۔ ان کا لیول مختلف ہو جاتا ہے۔ بند کا لیول اتنے پانی کے لیے کار آمد نہیں رہتا۔ یہ تو عام سمجھ میں آجانے والی بات ہے۔ لیکن ہماری وزارت خزانہ، جو مرکزی وزارت خزانہ ہے وہ اس کے لیے رقم مختص کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ ابھی وزیر آبپاشی یہ فرما رہے تھے کہ ہم نے یہ تجاویز دی ہیں۔ یہ تجاویز وہ کب سے دے رہے ہیں؟ اگر انھوں نے یہ دی ہیں تو یہ تجاویز کیوں ہیں؟ اتنی تباہی و بربادی کے بعد، بقول شاعر:

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

اتنے لوگوں کی تباہی و بربادی کے بعد آپ یہ بیان کرنے کا کریڈٹ لے رہے ہیں کہ ہم نے تجاویز مرتب کی ہیں۔ یہ تجاویز کیا چیز ہیں' ان پر عمل درآمد کیوں نہیں ہوا؟ اس طرح جناب والا! اب میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک مختلف ریلیف کا کام ہے یہ جس انداز سے کیا گیا ہے اس کے فوری بعد انتظامیہ کو جس سطح سے لوگوں کو سنبھالنا چاہیے تھا انتظامیہ نے اس طرح سے لوگوں کو سنبھالا نہیں ہے۔

11 تاریخ کو بھیرہ میں سیلاب آیا اور 17 ستمبر تک ارد گرد سے کہیں سے کوئی امداد وہاں پر نہیں پہنچی۔ ایک چھوٹی سی پلی درمیان میں تھی۔ جس پر فوری طور پر گارڈر رکھ کر کسی بھی طریقے سے ان کے ذریعے سے امداد وہاں پر پہنچائی جا سکتی تھی۔ مجھے یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، قوم جانتی ہے کہ جماعت اسلامی ریلیف کا کام کر رہی ہے۔ لیکن یہ حقائق بھی ہیں کہ 17 ستمبر 1992ء کو بھیرہ میں سب سے پہلے اگر کوئی امداد باہر سے پہنچی ہے تو وہ جماعت اسلامی کی ٹیم امدادی سامان لے کر وہاں پہنچی ہے۔ جناب سپیکر! یہ بات کہ یہاں پر آپ جو کچھ بھی ان افسران کو، ان ڈپٹی کمشنرز کو، ان اسسٹنٹ کمشنرز کو تحفظ دینا شروع کریں کہ یہ اپنے دفاتر کے اندر بیٹھ کر جس طرح سے جو کچھ کرتے ہیں وہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ جو کچھ فیصل ٹاؤن میں یہاں لاہور میں کوٹھی میں ہوا ہے۔ یہی شراب اور یہی رقص و سرور۔ اس کے اندر مصروف رہنے والے لوگوں کو آپ defend کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ جناب، انتظامیہ کی طرف سے کوئی غفلت نہیں ہوئی۔ جناب، میں عرض کرتا ہوں کہ صحیح ہے کہ وزیر اعظم نے بہت دورے کیے ہیں، ہم ان کا اس لحاظ سے خیر مقدم بھی کرتے ہیں کہ بہر حال، یہ بات چاہے نمائش کے لیے تھی یا تصاویر کے لیے تھی یا ٹیلی ویژن کے کیمروں کے لیے تھی، بہر حال وہ مختلف علاقوں تک پہنچے ہیں۔ مگر اس کا جناب والا! جو نقصان ہوا ہے وہ یہ کہ ساری کی ساری انتظامیہ، سارے کے سارے وزرائے کرام، ان کی ساری سرگرمیاں اس پر صرف ہو گئیں کہ وزیر اعظم کے دورے کو کس طرح کامیاب بنانا ہے۔ اس کے انتظامات کرنے ہیں، اس کے لیے وہ سارے اس طرف مصروف ہو گئے۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ ریلیف کا کام جو فوری طور پر ہونا تھا، انسانوں کی جانیں بچانے کا کام وہ اس انداز کے اوپر نہیں ہو سکا۔ میں پھر اخبارات کی چند خبروں کے ذریعے سے آپ کو عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی تباہی و بربادی ہوئی ہے، جس انداز میں ہوئی ہے آپ ذرا اس کا اندازہ کیجیے کہ یہ اخبارات کی خبریں یوں ہیں۔ یہ کوئی غلط نہیں ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ بستیوں کا نام و نشان مٹ گیا ہے اور انتظامیہ سیلاب آنے کے بعد کشتیاں تلاش کرتی رہی۔ اسی طرح سے سیلاب زدہ علاقوں میں مویشیوں کی چوری عروج پر پہنچ گئی۔ چور رات کو فائرنگ کرتے ہیں پھر شور مچاتے ہیں کہ پانی آ گیا اور جانور چرا لیتے ہیں۔ یہ دیوان عاشق صاحب کا بیان ہے۔ محکمہ لائیو سٹاک کی کارکردگی انتہائی ناقص ہے۔ ہم جہاں بھی گئے ان کا کوئی آدمی نہیں ملا۔ یہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کا بیان ہے۔ جناب، یہ آپ کی اپنی گواہیاں ہیں۔ پھر اس کے بعد اخبارات کی رپورٹنگ ہے جو ان کی ٹیم گئی ہے اور لوگ ان سے کہہ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ کہاں ہیں ہم سے ووٹ مانگنے والے عوامی نمائندے۔ فوج نہ آتی تو شاید ہم زندہ نہ بچتے۔ اسی طرح سے ان لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے پاس تو اب کھانے کو بھی کچھ نہیں بچا۔ کھلے آسمان تلے پڑے

ہیں۔ بچے غلاظت کے باعث بیمار ہیں۔ ہماری چاول، باجرہ اور مکئی کی فصل تباہ ہو گئی ہے۔ ہم مر جاتے تو شاید ہمارے منتخب نمائندے ہماری لاشیں بھی کھانے کے لیے پہنچ جاتے۔ یہ متاثرین کے شکوے ہیں۔ سرگودھا بائی پاس روڈ پر تین حفاظتی پشتوں میں موجود تمام گاؤں ابھی تک سات فٹ پانی میں گھرے ہوئے ہیں اور افسران اور ایکس ای این یہ کہتے ہیں کہ بند توڑنے کا فیصلہ تو چیف ہی کر سکتا ہے۔ اسی طرح سے جناب وزیر اعلیٰ آئے ضرور تھے، سیلاب زدگان کو دیدار نصیب نہیں ہو سکا۔ پھر یہ خبر ہے کہ ہمیں تو فوج نے بچایا ہے، سرکاری امداد کا دور دور تک نام و نشان نہیں۔ میں اس تفصیل کے اندر نہیں جاتا، اس میں بہت ساری خبریں ہیں۔ یہ میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔

پیر محمد بیامین رضوی: جناب سپیکر! پراچہ صاحب کے لیے کتنا ٹائم مختص کیا گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! وہ ختم کرنے والے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: آج دو بجے تک بولوں گا۔ پھر اگلے دن ان شاء اللہ۔ جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ یہ سارے کے سارے مختلف محکمے جن کا ان کے ساتھ تعلق تھا۔ جب میں نے دورہ کیا تو مجھے کوئی محکمہ کام کرتے ہوئے نظر نہیں آیا۔ یہ ساری کی ساری جتنی بھی چیزیں آپ بیان کر رہے ہیں یہ آپ اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے کر رہے ہیں یا وزراء ایک دوسرے سے بڑھ کر کارکردگی بیان کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں اور یہ صحیح ہے کہ فوج کے لوگ ہمیں کام کرتے ہوئے نظر آئے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ کسی نہ کسی جگہ پر ہیلتھ والوں کی کوئی ڈسپنسری یا کوئی اور چیز کام کر رہی تھی۔ لیکن مجموعی طور پر تو یہاں پر سارے ہی محکموں کا کام تھا۔ یہ محکمے مجموعی طور پر ہمیں کام کرتے ہوئے نظر نہیں آئے۔ اب خوراک کا محکمہ ہے۔ گندم جو کہ ان کے کھانے کا ایک ذخیرہ تھا، تعفن پھیلا ہوا تھا۔ سارے علاقوں میں لوگوں نے گندم سڑکوں پر بہادی تھی، یا سیلاب اسے بہا کر لے گیا تھا یا اس کو پانی لگ گیا تھا اور وہ تباہ و برباد ہو گئی۔ لیکن اس کے لیے کوئی بندوبست نہیں تھا کہ اب ان لوگوں کو کھانے کے لیے کہاں سے ملنا ہے۔ اسی طرح لائیو سٹاک کی یہ بات سامنے آگئی۔ میں دوبارہ 24 ستمبر کو گیا ہوں اور اس وقت تک مویشیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان کو اٹھانے کا کوئی بندوبست نہیں تھا اور علاقوں کے اندر تعفن پھیلا ہوا تھا۔ یہ لائیو سٹاک کا اتنا بڑا نقصان ہوا ہے، اس کو cover کرنے کے لیے کیا تدابیر ہیں، کس کس چیز کا بندوبست کیا گیا ہے؟ اسی طرح جنگلات کا محکمہ ہے، اسی طرح سے مواصلات ہے۔ جن کا سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے۔ کرنل صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ سڑکیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ منڈی بہاؤالدین سے پنڈ دادنخان جو 45 کلومیٹر ہے ہم وہاں پر پانچ گھنٹوں میں پہنچے ہیں۔ اور یہ سڑکیں ٹوٹی ہوئی تباہ و برباد تھیں اور وہاں پر ہمیں ذرائع مواصلات کا کوئی ایک ورکر

بھی نظر نہیں آیا جو کہ وہاں پر کام کر رہا ہوتا۔ جناب والا! اسی طرح سے پلیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ان کا بندوبست اور ان کی مرمت کے لیے انتظام ہونا چاہیے تھا۔ یہ سارے کے سارے کاموں کے لیے اتنی بڑی افسروں کی فوج، یہ اتنا عملہ آخر کس لیے ہے؟ اسی طرح سے محکمہ تعلیم کا بھی کام تھا۔ سکول تباہ و برباد ہوئے ہیں وہ پانیوں میں گھرے ہوئے ہیں وہاں پر کتابیں تباہ ہو چکی ہیں، بنچ تباہ ہو چکے ہیں، اس کی لیے کسی بھی محکمے کا کوئی افسر ہمیں وہاں نظر نہیں آیا کہ کسی جگہ پر یہ حال ہے یا لوگوں نے نہیں بتایا کہ کسی نے آکر یہ کہا ہو کہ اب ان کی ریلیف کے لیے ہمارے پاس کیا پروگرام ہے۔ ہاؤسنگ والوں کا بہت بڑا کام تھا۔ کتنے لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ ان کے گھر تباہ ہو گئے ہیں، واٹر سپلائی کی سکیمیں تباہ ہو گئی ہیں۔ احمد آباد ایک چھوٹا سا یونین کونسل ہے، وہاں پر دو واٹر سپلائی کی سکیمیں پنڈ داد نخان میں موجود تھیں اور وہ ساری کی ساری تباہ ہو گئیں۔ اور لوگ وہ پانی پینے پر مجبور ہیں جن میں جانوروں کی اور انسانوں کی لاشیں ملی ہوئی ہیں اور کوئی انتظام نہیں اور اس بارے میں کوئی سوچ وچار نہیں۔ اسی طرح ہمارا اوقاف کا محکمہ ہے یعنی مساجد بھی تباہ و برباد ہوئیں، جن کو ہم نے اپنی آنکھوں سے شیر پور میں دیکھا اور بہت ساری جگہوں پر دیکھا۔ آخر یہ کام تو خود خود کرنے کے تھے کہ وہاں پہنچ کر ان کو اس کا جائزہ لینا چاہیے تھا کہ یہ مساجد ہیں اور لوگوں نے بڑی محنت سے اپنے چندے جمع کر کے بنائی ہیں۔ اب تو وہ اپنے گھر بنانے کے قابل نہیں ہیں۔ یہ محکمہ جو اتنے مزاروں کی آمدنی کھا رہا ہے یہ آخر کب اس کی سکیم بنائے گا اور کب ان مساجد کو آباد کرے گا۔ اسی طرح سے قانون کا اور زراعت کے محکمے کا بہت بڑا کام ہے یعنی اب یہ سارے کا سارا کام ان کا ہے۔ کپاس کی فصل، چاول کی اور گندم کی فصل جو ہے اس کا بھی اب وقت آگیا ہے کہ اس کے لیے کھاد بیج فراہم کرنے کا کوئی ایسا مربوط نظام بنایا جائے بعض جگہوں پر تو زمین کو وتر آگیا اور بعض جگہ پر تو دریا نے زرخیز زمینوں کے اوپر پتھر لا کر پھینک دیے اور ریت پھینک دی تو ان کے لیے کوئی بندوبست کیا جائے۔ اسی طرح بہت سے دوسرے محکمہ جات کی بات ہے۔ مرکزی محکموں کی بات ہے جس میں ٹیلی فون، ریلوے ہے اور دوسرے محکمے ہیں۔ لیکن میں اختصار سے کام لیتے ہوئے اس پر نہیں جاتا۔

جناب والا! اب مجھے عرض کرنا ہے کہ اس کی بحالی کا کیا پروگرام ہے۔ یعنی کیا تجاویز ہیں کہ ہم اس بحالی کے کام کو کر سکتے ہیں۔ اس پر میری سب سے پہلی تجاویز یہ ہیں کہ حکومت غیر ترقیاتی اخراجات میں، انتظامی اخراجات میں فوری طور پر پچاس فی صد کمی کا اعلان کرے۔ یہ انتظامی اخراجات میں، غیر ترقیاتی اخراجات میں، افسر شاہی کے اخراجات میں اس لیے کہ اگر آپ ترقیاتی اخراجات میں کوئی کٹوتی کریں گے یا ممبران کو کہیں گے تو وہ کریں گے۔ میں نے سب سے پہلے خود اعلان کیا اور اپنے ترقیاتی اخراجات میں سے میں

نے دس لاکھ روپے سیلاب فنڈ میں دینے کا خود اعلان کیا ہے لیکن میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ کام غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی کرنے سے ہوتا ہے۔ آپ ترقیاتی اخراجات میں کمی کر کے اس کو نہیں کر سکتے۔ اسی طرح سے اس بات کی ضرورت تھی۔ یہ جو آبیانہ اور مالیہ کی معافی ہے، لوگ تو پانچ سال تک بحال نہیں ہو سکیں گے۔ جتنا ان کا نقصان ہوا ہے۔ ان کا پانچ سال تک مالیہ اور آبیانہ معاف کیا جائے۔ اسی طرح سے مکانوں کی تعمیر ہے۔ لوگوں کے لیے تو ان کے ڈیرے ان کے مکان ہیں۔ ان کے ڈیرے بھی تباہ ہوئے ہیں اور غریب آدمی کے لیے وہی کچھ تھا۔ اب جو کچھ معلومات آپ پٹواریوں کے ذریعے سے لے رہے ہیں۔۔ کہا گیا کہ ہم کمیٹیاں بنائیں گے۔ کوئی کمیٹیاں نہیں بنیں۔ ابھی تک یہ ساری کی ساری معلومات پٹواریوں کے ذریعے سے لی جا رہی ہیں اور جو پٹواریوں کے ذریعے سے معلومات آئیں گی وہ کس حد تک صحیح ہوں گی۔ اسی طرح سے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان علاقوں کو ٹیکس فری زون قرار دیا جائے۔ جس طرح سے جہلم ہے اور دوسرے علاقے ہیں تاکہ وہاں پر اب انڈسٹری لگ سکے اور پھر ان علاقوں کی بحالی ہو سکے۔

جناب سپیکر! مجھے آخر میں ایک دو باتیں اس کے مستقل انتظام کے لیے کرنی ہیں۔ میرے پاس منگلا کے بارے میں معلومات ہیں جو کچھ بھی وہاں سیلاب آتے رہے ہیں ۔اس میں کوئی پیشین گوئی کی بات نہیں ہے۔ یہ صرف معلومات کی بات ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے کہ آئندہ کبھی اس طرح کا سیلاب نہ آئے۔ پوری قوم کو اجتماعی طور پر معافی مانگنی چاہیے۔ لیکن جو کچھ بھی سیلاب آئے ہیں وہ تقریباً دریائے جہلم پر 1928ء سے لے کر اب تک جب ایک سیلاب آیا تو اگلے سال ضرور سیلاب آیا ہے یعنی اس کی یہ ہسٹری ہے۔ 1928ء میں آیا، پھر 1929ء میں آیا۔ 1958ء میں آیا ہے پھر 1959ء میں آیا ہے۔ اسی طرح سے 1976ء میں آیا پھر 1977ء میں آیا ہے اب 1992ء میں آیا ہے جناب سپیکر! یہ کوئی پیشین گوئی نہیں ہے لیکن جو کچھ بھی معلومات اس نقشے کے مطابق ہیں، اس کے مطابق میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہمیں اس کا جائزہ لینا ہے کہ ہمارے پاس مستقل حل اس سیلاب کی آفت کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا ہے۔ اس میں سب سے پہلی بات جس کے اوپر میں زور دوں گا وہ یہ ہے کہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لیے ہمیں حقیقی طور پر کوشش کرنی چاہیے۔ محض نمائشی طور پر نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے اس سیلاب کے دریائی پانی کا تعلق بہت زیادہ مسئلہ کشمیر کے ساتھ ہے۔ کشمیر کی آزادی کے ساتھ ہے۔ جہاد کشمیر کی کامیابی کے ساتھ ہے ۔ ہمارے دریا وہاں سے آتے ہیں، بھارت وہاں پر دو لر بیراج بنا رہا ہے اور ہم خراج تحسین پیش کرتے ہیں مقبوضہ کشمیر کی حزب المجاہدین کو کہ جنھوں نے دو لر بیراج کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کو تعمیر نہیں ہونے دیا۔ آج اگر وہ دو لر بیراج قائم ہو چکا ہوتا اور اسی طرح سے ان کی حالت ہوتی تو شائد اس سے بہت زیادہ تباہی آتی۔

ہمیں اس بات کی ضرورت ہے۔ اب بھی ہماری یہ معلومات ہیں کہ بھارت نیلم دریا کے اوپر کنٹرول وال ڈیم بنا رہا ہے اور بالاکوٹ کے مقام پر ایک ڈیم بنا رہا ہے۔ پھر تنگ کر کے وولر بیراج کو اور کنٹرول وال بیراج کو آپس میں ملا رہا ہے۔ اب اس کے ساتھ جو آپس میں مل کر ایک بڑی تباہی و بربادی ہو گی اس کا اندازہ ہم کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ اگر ہم سیلاب کے مسئلے کو مستقل بنیادوں پر حل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں مسئلہ کشمیر کو بھی حل کرنا چاہیے اور اس بارے میں حکومت پاکستان کی پالیسی اس وقت قوم کی امنگوں کی ترجمانی نہیں کرتی اور ان وعدوں کو بھی ترجمانی نہیں کرتی جن کی بنیادوں پر اسلامی جمہوری اتحاد نے قوم سے ووٹ لیے تھے۔ اس لیے میں اس موقع پر یہ زور دوں گا کہ مسئلہ کشمیر یا کشمیر کے بارے میں ہماری جو قومی پالیسی ہے اس کو قوم کی امنگوں کا ترجمان ہونا چاہیے۔ دوسری بات جو مستقل حل کے ضمن میں ہے کہ دریاؤں کو گہرا کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا بھر میں دریا اتنے چوڑے نہیں ہوتے، ان کے پاٹ اتنے چوڑے نہیں ہوتے۔ اگر ہم نے ان کو گہرا کرنے کے اوپر خرچ کیا ہوتا اور جو فلڈ وارننگ سنٹروں پر فلڈ کنٹرول کمشن کے اوپر ہم جو اربوں روپے کے سرمایے صرف کر رہے ہیں یہی بات ہم نے کی ہوتی تو اب تک ہم نے اپنے دریاؤں کو گہرا کر کے نہ صرف سیلاب کا، نہ صرف آب پاشی کا، بلکہ باربرداری کا مسئلہ بھی حل کر چکے ہوتے۔ ہمارا بہت سارا باربرداری کا کام، مال برداری کا کام ان دریاؤں کے ذریعے سے ہوتا جو دنیا بھر کے اندر ہو رہا ہے۔ اسی طرح سے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ کالاباغ ڈیم کے موضوع پر کوئی مفاہمت نہ کی جائے۔ ہماری حکومت نے معذرت خواہانہ رویہ رکھا ہوا ہے۔ صوبہ سرحد کے ان چند سیاست دانوں کے سامنے کہ جو اس قومی مسئلے کے اوپر اپنی ایک سیاسی رائے رکھتے ہیں اور یہ معذرت خواہانہ رویہ وہ حکومت رکھ رہی ہے جس نے کالاباغ ڈیم کے نام پر ووٹ لیے ہیں۔ ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ اس میں کیا سیاسی مجبوری ہے۔ کل تقریریں کرتے تھے کہ کالاباغ ڈیم ضرور بن کر رہے گا جب آپ پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے۔ اب آپ پاکستان کے وزیر اعظم بنے ہیں تو آپ کیوں اس کے بارے میں ایک حقیقت پسندانہ پالیسی اختیار نہیں کرتے۔ اسی طرح سے ایسی بات کی ضرورت ہے کہ چھوٹے ڈیم تعمیر کیے جائیں۔ یہ بہت اہم بات ہے اور دنیا بھر کے اندر چھوٹے ڈیم تعمیر کر کے ایک تو مقامی طور پر بجلی پیدا کی جاتی ہے اور دوسرے پانی کا آب پاشی کا مسئلہ بھی حل کیا جاتا ہے۔ پھر اسی طرح سے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک وارننگ سسٹم بنایا جائے۔ تربیلہ کے اوپر وارننگ کا ایک نظام ہے اور وہاں پر جب سائرن بجتے ہیں تو حضرو تک اس کی آواز جاتی ہے۔ تو منگلا کے اوپر بھی اس کا نظام چاہیے کہ جب کبھی ایسا خدانخواستہ سیلاب کا خطرہ ہو تو وارننگ کا ایک نظام

مقامی طور پر بھی ہو اور اسی طرح سے جیسا کہ میں پہلے تذکرہ کر چکا ہوں کہ موسمیاتی پیشین گوئیاں وغیرہ کا پورے طور پر انتظام کیا جائے اور اس کو انٹرنیشنل سسٹم سے مربوط کیا جائے اسی طرح سے کمپیوٹرائزڈ ماڈل ہم اپنے ہاں کر سیلاب کی تمام گزرگاہوں کا سمندر تک وقت متعین کر سکتے ہیں۔ اس کے ماڈل بنا کر اس کو کمپیوٹرائزڈ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں عرض کروں گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بھی ایک تنبیہ ہے۔ اس تنبیہ کو مد نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ قرآن پاک کے اندر یہ تنبیہ دی گئی ہے :

افامن اھل القریٰ ان یاتیھم باسنا بیاتاً و ھم نائمون

"کیا یہ بستیوں کے رہنے والے، یہ شہروں کے رہنے والے اس بات سے بے خبر ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر رات کے وقت آ جائے اور وہ بے خبر سوئے ہوئے ہوں۔"

او امن اھل القریٰ ان یاتیھم باسنا ضحیً وھم یلعبون

"کیا لوگ اس بات سے بے خبر ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب دن کے وقت آئے اور وہ کھیل کود میں مصروف ہوں۔" یہ اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے وارننگ ہے۔ یہ اس کی طرف سے تنبیہ ہے۔ یہ اس کی طرف سے متوجہ کیا گیا ہے اور اس پر جہاں پوری قوم کو استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ وہاں پر ہمارے حکمرانوں کے لیے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ جو اسلام کے نظام کو قائم کرنے کا وعدہ کرنے کے باوجود اور شریعت کو بالادستی دلانے کا وعدہ کرنے کے باوجود اس میں کوتاہی کر رہے ہیں اور ابھی تک وہ خبریں، ابھی تک وہ باتیں، ابھی تک وہ بیانات قوم کے سامنے کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں اسی گزارش کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ اس میں لازمی طور پر کوئی کمشن قائم کرنا چاہیے۔ تمام غلطیوں، کوتاہیوں اور خامیوں کا جائزہ لینا چاہیے اور قوم کے اندر حقیقی طور پر ریلیف کے کاموں میں شمولیت کا جو جذبہ ہے اس کو لینا چاہیے۔ اس ضمن میں، میں صرف ایک بات کو کرنا چاہتا ہوں کہ امریکی امداد جو پچاس ہزار ڈالر کی تھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ قومی غیرت کا جنازہ نکالنے کی بات کی گئی ہے۔ ہمیں اس کو مسترد کر دینا چاہیے تھا۔ یہ کیا حقیقت ہے پچاس ہزار ڈالر کی۔ ہم نے لاہور میں جو جماعت اسلامی نے کیمپ قائم کیے صرف ایک دن میں بارہ لاکھ روپے جمع ہو گئے جو پچاس ہزار ڈالر کے برابر ہے۔ تو پچاس ہزار ڈالر کی بھیک لے کر اس قوم کے سامنے جس کی پالیسیوں پر اور جس کے زیر اثر ہونے پر ہم فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ڈوریں وہاں سے ہلتی ہیں۔ قوم تو اسے مسترد کرتی ہے۔ حکمرانوں کو بھی اسے مسترد کرنا چاہیے۔ یہ ہماری قومی غیرت کا تقاضا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آئندہ ہمیں ان

تمام سیلابوں کے عذاب سے، زلزلوں سے اور ان چیزوں سے اس قوم کو محفوظ رکھے اور ان حکمرانوں سے بھی، ان افسروں سے بھی، ان لوگوں سے بھی کہ جو قوم کے ساتھ وعدے کر کے ان کو پورا نہیں کرتے۔

و آخر دعونا ان الحمد الله رب العالمین۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب جناب راجہ ناصر علی صاحب کی بھی چٹ ہے اور جناب چودھری خادم صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی دس منٹ ہیں۔ راجہ صاحب آپ دس منٹ میں بات کر سکیں گے؟

راجہ ناصر علی خان: جناب والا! وقت تھوڑا ہے میں اگلے روز اپنی تقریر کروں گا۔

چودھری خادم حسین: جناب والا! وقت کے پیش نظر میں بھی اگلے روز تقریر کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے اب کوئی اور صاحب اس موقع پر تقریر کرنا چاہیں گے؟

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! میں نے بھی آج کے لیے چٹ بھیجی تھی۔ لیکن اب وقت بہت کم رہ گیا ہے، لہٰذا اتوار کے روز مہربانی فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلے ورکنگ ڈے یعنی اتوار کو تقریر کر لیں۔

جناب غلام سرور خان: جناب والا! یہاں یہ commit کیا جائے۔ کیونکہ پھر یہ نہ ہو کہ اتوار بھی وزراء کی نذر ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انشاء اللہ جن لوگوں کو آج ٹائم نہیں مل سکا اتوار کے روز یہ کوشش ہوگی کہ ان کو ضرور ٹائم دیا جائے۔ تو اب اجلاس کی کارروائی اتوار چار بجے تک کے لیے ملتوی ہوتی ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی اتوار چار بجے تک کے لیے ملتوی ہو گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

اتوار' 11۔ اکتوبر 1992ء

(یک شنبہ' 13 ربیع الاوّل 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں شام 4 بج کر 35 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ
وَالنُّوْرَ ۚ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ ○ ھُوَ الَّذِیْ
خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ
تَمْتَرُوْنَ ○ وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَ
جَھْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ○

سورۃ الانعام آیات 1 تا 3

ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور روشنی بنائی۔ پھر بھی کافر اور چیزوں کو اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں○ وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر (مرنے کا) ایک وقت مقرر کر دیا۔ اور ایک مدت اس کے ہاں اور مقرر ہے۔ پھر بھی تم (اے کافر اللہ کے بارے میں) شک کرتے ہو○ اور آسمان اور زمین میں وہی (ایک) اللہ ہے۔ تمہاری پوشیدہ اور ظاہر سب باتیں جانتا ہے۔ اور تم جو عمل کرتے ہو سب سے واقف ہے○

وما علینا الا البلاغ○

پوائنٹ آف آرڈر

اراکین اسمبلی کی گاڑیوں کی پارکنگ کا مسئلہ

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی ملک صاحب!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اسمبلی کی حدود کے اندر جو گاڑیاں ہیں ان کے سامنے ہمارا فرنٹ آتا ہے لیکن وہاں ایم پی اے حضرات کی کاریں پارک نہیں ہونے دی جاتیں۔ جب وہاں سے کوئی گاڑی چلتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ سڑک پر پارک کریں۔ لیکن اس کے آگے سکوٹر آ جاتے ہیں اور اس کے بعد سائیکلوں کی پارکنگ ہے اور تیسرے نمبر پر وہاں ایم پی اے حضرات کی گاڑیوں کی پارکنگ ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پوری اسمبلی کا چکر لگا کر آنا پڑتا ہے۔ تو یہ کیا وجہ ہے کہ فرنٹ پر بورڈ لگائے ہوئے ہیں اور وہاں پر کار پارکنگ نہیں کرنے دی جاتی۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! شروع شروع میں یہاں بہت دفعہ اس ہاؤس میں بھی اس معاملے پر بات کی گئی۔ لیکن انتظامی وجوہات کی بنا پر finaily معزز ارکین اسمبلی کی رضا مندی سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس سامنے والی جگہ کو خالی رکھا جائے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! اگر اس کو خالی رکھنا ہے تو کم از کم ایم پی اے حضرات کی گاڑیوں کی پارکنگ کے لیے تو کوئی جگہ ہونی چاہیے۔ پہلے سکوٹر آجاتے ہیں۔ اس کے بعد سائیکل آجاتے ہیں اور اس کے بعد ہمیں جگہ ملتی ہے اور ہمیں اسمبلی کا پورا چکر لگانا پڑتا ہے۔ تو جناب والا! اس میں اعتراض والی کیا بات ہے؟ یہاں ایم پی اے حضرات کی گاڑیوں کے لیے کار پارکنگ تو ہونی چاہیے۔ وہاں تو افسران کی گاڑیاں آ جاتی ہیں۔ اور ہمیں کاریں کھڑی کرنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ملتی۔ ہم سڑکوں پر کیسے پارک کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر : تو پھر ایسے کرتے ہیں کہ اگر آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہے تو اس اجلاس کے بعد آپ پیش کریں۔ ہم اس پر بات کر لیں گے۔ کوئی بھی قابل عمل اچھی تجویز ہوگی تو اسے entertain کیا جائے گا۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر : اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج ٹرانسپورٹ سے متعلقہ سوالات ہیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال) : جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ آپ وقفہ سوالات شروع کریں میں آپ کی وساطت سے ایوان سے معذرت خواہ ہوں کہ جو چند دن پہلے نشان زدہ فہرست جاری ہوئی ہے۔ آج اس میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں اور ایوان میں ہر ممبر کی میز پر وہ تبدیل شدہ فہرست دی گئی ہے۔ درحقیقت جب میں نے وہ لسٹ دیکھی تو اس میں اب تک کافی تبدیلیاں آچکی تھی۔ سوالات اور جوابات بہت پرانے تھے اور ان میں خاصی تبدیلی آگئی تھی۔ چنانچہ میں نے اس فہرست کو تبدیل کر دیا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں جواب صحیح دے سکوں گا۔

جناب سپیکر : جی ملک صاحب!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : ہاؤس میں کورم نہیں ہے۔ میں اس کی نشان دہی کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : آپ وقفہ سوالات میں نشان دہی کرتے ہیں؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جی' ہاں بالکل وقفہ سوالات میں کورم کی نشان دہی ہو سکتی ہے اور آپ کی عدم موجودگی میں یہاں پر ایسا ہوا بھی ہے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب' طے شدہ پارلیمانی روایات کے مطابق وقفہ سوالات میں تو کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں ہوتا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! یہ طے شدہ روایات صرف اپوزیشن کے لیے ہیں یا صاحب اقتدار والوں کے لیے بھی ہیں؟

جناب سپیکر : نہیں' یہ سب کے لیے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : تو جناب والا! یہ طے شدہ روایات صرف یہی ہیں کہ ہم کورم پوائنٹ آؤٹ نہ کریں' یا اس کے علاوہ اور بھی کوئی چیزیں ہیں؟ جو باتیں طے شدہ ہیں ان پر عمل نہیں ہو رہا۔

جناب سپیکر : یہ پارلیمانی روایت اس لیے بنی ہے کہ وقفہ سوالات میں عوامی مفاد سے متعلقہ باتیں ہوتی ہیں۔ جس کے لیے حکومت جواب دہ ہوتی ہے عوام کی شکایات اور تکلیف کا ازالہ کرنے کے لیے آپ سوالات کرتے ہیں اور حکومت اس کا جواب دیتی ہے۔ یہ چونکہ

عوامی مفاد کی بات ہوتی ہے۔ اس لیے دل چسپی کی بات ہوتی ہے۔ چنانچہ وقفہ سوالات میں کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا جاتا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! یہ تو آپ جا فرماتے ہیں۔ لیکن یہاں جتنی دیر ہم بیٹھتے ہیں' عوام کے مفاد کا ہی تحفظ کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔ تو کیا صرف سوالات میں ہی عوام کا تحفظ ہوتا ہے یا باقی جو معاملات ہوتے ہیں ان میں بھی عوام کا تحفظ ہوتا ہے؟

جناب سپیکر : یہ سب معاملات میں ہونا چاہیے' لیکن مسلمہ پارلیمانی روایات اور آداب کو ہمیں ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے آپ کا حق ہے کہ آپ کورم پوائنٹ آؤٹ کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کا قانونی حق ہے۔ قواعد اور آئین کے تحت بھی آپ کا حق ہے۔ لیکن کوئی مسلمہ پارلیمانی آداب ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں میری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ آپ کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں۔ اور یہ کہیں ملک سلیم اقبال صاحب نے تو آپ کو نہیں کہا؟ (قہقہے)

وزیر اطلاعات و ثقافت و ٹرانسپورٹ : نہیں' جناب! میں تو گزارش کرنے والا تھا کہ ملک صاحب کا سوال ایک ہی ہے اور بہت دور ہے۔ شاید وہ آئے ہی نہ۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : میرے خیال میں ملک سلیم اقبال صاحب بھی اپنی جان چھڑوانا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر : تو پھر میرے خیال میں اب ملک صاحب کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کرتے۔ میاں محمود احمد صاحب۔

(جناب ارشاد حسین سیٹھی نے میاں محمود احمد کے ایماء پر سوال نمبر 252 پیش کیا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : سوال نمبر 252

رانا اکرام ربانی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی' رانا ربانی صاحب۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! فنی طور پر کورم پوائنٹ آؤٹ ہو چکا ہے۔ میری دانست میں اب جائے اس کے کہ آپ کارروائی کو آگے چلائیں' کورم کے مطابق کارروائی ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر : اگر قائد حزب اختلاف یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وقفہ سوالات میں کورم پوائنٹ آؤٹ ہوا ہے' اس کے مطابق کارروائی کو چلایا جائے تو مجھے ان کے احترام میں اس بات کو عین رولز کے مطابق آگے بڑھانا ہے۔ ویسے میں ان کی خدمت میں بھی یہ عرض کروں گا کہ

وقفہ سوالات میں کورم کی نشان دہی آج تک کبھی نہیں ہوئی۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! جہاں تک آپ کے فرمان کا تعلق ہے تو میں اس بارے میں اپنی پوزیشن کی وضاحت کروں گا لیکن میں اپنی اس بات پر اب بھی قائم ہوں کہ کورم فنی لحاظ سے پوائنٹ آؤٹ ہو چکا ہے' اور میں اس کی وجہ عرض کرتا ہوں۔ اس ایوان کی کم از کم یہ ایک مستند روایت ہے کہ وقفہ سوالات' مباحثات' تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار میں کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا جاتا۔ کورم پورا کرنے کی بات نہیں۔ کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا جاتا۔ لیکن ہم آپ کی طرف سے بار بار یہ کہلوانا اس لیے پسند کرتے ہیں کہ صورت حال کی وضاحت ہو سکے۔ کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے جب بھی پریس کانفرنس ہوئی ہے جب بھی پونے تین چار گھنٹے کی شارٹ سٹیٹمنٹ جاری کی جاتی ہے تو اس میں یہی کہا جاتا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں کبھی کورم کا مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ کورم کا مسئلہ تو ہوتا ہے' لیکن کریڈٹ ان روایات کو دینا چاہیے جن کی وجہ سے اسمبلی میں کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا جاتا۔ ہم صرف اس لیے کہتے ہیں کہ گورنمنٹ کی محض حکومت کرنے کی حد تک دل چسپی ہے۔ فوج نے بٹھا دیا یہ بیٹھ گئے اور جب تک وہ چاہیں گے یہ حکومت کریں گے لیکن اپوزیشن کی طرف سے کورم پوائنٹ آؤٹ نہ ہونے کی وجہ سے یہ کارروائی چلتی ہے۔ اس میں گورنمنٹ کا کریڈٹ نہیں وہ صرف اس وقت کورم پورا رکھنے کا کرتے ہیں جس وقت قانون سازی کا مسئلہ ہو۔ اس میں حزب اختلاف یا حزب اقتدار کی بات نہیں یہ سہرا اس ایوان کی روایات کے سر جاتا ہے۔

جناب سپیکر : میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی میں اگر کورم کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا تو اس میں بلاشبہ پنجاب اسمبلی کی اعلیٰ پارلیمانی روایات کو کریڈٹ جاتا ہے اور اس میں اپوزیشن کے معزز اراکین کو بھی کریڈٹ جاتا ہے کہ وہ کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کرتے۔ اس میں کوئی شک نہیں ساری اسمبلی کو اس بات کا کریڈٹ جاتا ہے کہ ہم روایات کی پاس داری کرتے ہیں اور اس میں معزز اراکین پنجاب اسمبلی جس میں ہمارے اپوزیشن کے ممبر شامل ہیں' وہ بھی اس کریڈٹ کے مستحق ہیں۔ تو اب آپ کی کیا رائے ہے؟

رانا اکرام ربانی : کورم پوائنٹ آؤٹ ہو چکا ہے۔ اب تو اس کے مطابق ہی کارروائی ہونی چاہیے۔

پارلیمانی سیکرٹری بلدیات و دیہی ترقی (جناب ایم لطیف مغل) : جناب سپیکر! میرے خیال

میں آپ نے رولنگ دے دی ہے اب اس پر مزید بحث نہیں ہونی چاہیے یہ اس لیے کورم پوائنٹ آؤٹ کر رہے ہیں کہ ان کو بے نظیر صاحبہ نے پانچ بجے بلایا ہے اور انہوں نے وہاں جانا ہے۔ اگر یہ جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! یہاں پر بہت ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جناب والا! اگر اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلامی جمہوری اتحاد کے اراکین کا رویہ دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے ان کے نزدیک عورت کی حیثیت نہ ماں کی ہے' نہ بہن کی اور نہ بیٹی کی۔

پارلیمانی سیکرٹری بلدیات و دیہی ترقی : جناب سپیکر!☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رانا اکرام ربانی : جناب والا! ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارلیمانی سیکرٹری بلدیات و دیہی ترقی : جناب سپیکر! میں نے تو یہی کہا ہے کہ جب آپ نے رولنگ دے دی ہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بار بار یہ پوائنٹ آؤٹ کرتے رہیں؟

رانا اکرام ربانی : جناب میں نے کسی وزیر سے یہ نہیں کہا تھا کہ جا کر وہ جتوئی سے ملے یا شیر باز مزاری کے پاس جائے۔

جناب سپیکر : مغل صاحب! تشریف رکھیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! اب اس کے بعد یہاں پر اس ایوان میں کارروائی ہوگی تو ان اصولوں کے مطابق ہوگی جن کو ہم یہاں پر maintain کرنا چاہتے تھے لیکن اگر اس قسم کی ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ ہوگی تو پھر یہ اسمبلی کی کارروائی نہیں ہوگی۔ یہاں پر جو یہ چاہتے ہیں وہ ہوا کرے گا اور میں خوشی سے یہ سب کچھ نہیں کہہ رہا۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! اگر یہ threat کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کو قبول کریں گے۔

رانا اکرام ربانی : بالکل جناب راجہ صاحب! میری طرف سے اس کو open threat سمجھ لیں یا میری گزارش سمجھ لیں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! یہاں پر مخدوم صاحب بھی بیٹھتے رہے ہیں اور ان کے

☆☆☆(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

بارے میں بہت کچھ کہا جاتا رہا ہے۔ لیکن جناب سپیکر رانا صاحب نے جو بات کی ہے ہمیں اس پر بہت افسوس ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! میں نے اس دن یہ کہا تھا کہ یہ میری گزارش ہے اور میں اس پر احتجاج کرتا ہوں اور میں مطالبہ کرتا ہوں لیکن اس کے باوجود اگر ان کا موڈ یہ ہے تو راجہ صاحب' بے شک آپ اسے threat ہی سمجھ لیں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ یہاں پر ایسی بات ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔

رانا اکرام ربانی : خاص طور پر on the floor of the House اور جناب سپیکر! میں بار بار یہ دہرا رہا ہوں کہ ☆ قسم کی بات اس ایوان میں کرنے کی کم از کم رولز ہمیں اجازت نہیں دیتے۔

پارلیمانی سیکرٹری بلدیات دیہی ترقی :جناب سپیکر! آپ انہیں روکیں۔ یہاں پر ایسی کون سی بات ہوئی ہیں یہ اپنے آپ کو پڑھا لکھا سمجھتے ہیں لیکن یہ اب بڑی ☆☆ اور ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رانا اکرام ربانی : یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

جناب سپیکر : مغل صاحب! آپ مجھے بات کرنے دیں۔ جی' رانا صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔

ایک تو یہ ہے کہ میں معزز رکن کے بارے میں محترم قائد حزب اختلاف کے الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ دوسرے میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اس ایوان میں ان کا ایک بڑا مقام اور رتبہ ہے انہوں نے ہمیشہ اس کی پاس داری کی ہے اور رانا اکرام ربانی صاحب کی ذات کے ساتھ ہمیشہ شرافت اور شائستگی منسلک رہی ہے۔ جس کا دامن کسی بھی شکل میں اور کسی بھی اشتعال میں اور کسی بھی وجہ سے چھوڑنا مناسب نہیں۔ 7

اب میں ان سے یہ کہوں گا جس کے بارے میں' میں نے پہلے بھی بات کی ہے کہ کورم کا مسئلہ وقفہ سوالات میں نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ وقفہ سوالات آپ کا ہے اور اس میں کورم پوائنٹ آؤٹ کرنا پارلیمانی روایات کے لحاظ سے مناسب نہیں اس کا کریڈٹ آپ کو جاتا ہے

☆☆☆(حکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

کہ آپ نے کبھی پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا۔ پنجاب اسمبلی میں کورم کی نشان دہی کبھی نہیں ہوئی تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ اب آپ فرمائیں کہ آیا کورم کے مسئلے کو ٹیک اپ کرنا ہے یا ایوان کی کارروائی کو چلانا ہے۔

رانا اکرام ربانی : ٹھیک ہے۔ آپ ایوان کی کارروائی کو چلائیں۔

جناب سپیکر : تو کورم کے مسئلے کو پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا جاتا۔ وقفہ سوالات شروع ہے۔ میاں محمود احمد صاحب کا سوال ہے۔ وہ ایوان میں تشریف نہیں رکھتے لہٰذا اس کو پڑھا گیا تصور کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : (پوائنٹ آف آرڈر) جناب سپیکر! میں مناسب نہیں سمجھتا کہ میں اس مسئلے پر کوئی گفتگو کروں۔ لیکن ایک دفعہ تو کورم کا مسئلہ اٹھایا گیا ہے.....

جناب سپیکر : اب تو یہ بات ختم ہو گئی ہے۔ اب آپ اس پر مزید کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ یہ رولز کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ جب رولز کے مطابق ایک دفعہ کورم کی نشان دہی ہو جاتی ہے تو اس کے بعد متعلقہ کارروائی باقاعدہ پروسیجر کے مطابق چلتی ہے۔ تو جناب والا! میں آپ سے صرف یہی گزارش کر رہا ہوں کہ آپ اسے کس طرح سے رول آؤٹ کر رہے ہیں اور کن قواعد و ضوابط کے تحت اسے نظر انداز کر رہے ہیں؟ آپ نے یہ صحیح فرمایا ہے کہ یہ پوائنٹ آؤٹ نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن جب ایک دفعہ پوائنٹ آؤٹ ہو جائے تو میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں رولز کے مطابق چلنا چاہیے۔ آپ چاہے اسے پندرہ منٹ کے لیے ملتوی کر دیجیے' یا جو آپ کے رولز ہیں ان کے مطابق دس منٹ کے لیے ملتوی کرنے کے بعد اسے دوبارہ بلا لیجیے۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ ایک معزز رکن کورم کی نشان دہی کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد اس کی نشان دہی نہیں کرتے تو ہمیں اس بات کو ٹیک اپ کرنا چاہیے جو ایوان کی کارروائی کے مفاد میں ہو ایوان کی کارروائی کے مفاد میں یہ بات ہے کہ ایوان میں کارروائی چلتی رہنی چاہیے۔ جی' ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جو جناب نے ارشاد فرمایا' ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : میاں محمود احمد صاحب کا سوال نمبر 252 ہے اور یہ پڑھا ہوا تصور ہوگا۔

بسوں کی تعداد میں اضافہ کے لیے اقدام

☆252- میاں محمود احمد : کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شاہدرہ ٹاؤن میں اربن ٹرانسپورٹ کی بسیں چلتی ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ عرصہ دس سال سے شاہدرہ ٹاؤن میں حکومت نے کافی روٹ چلائے اگر ایسا ہے تو دس سال کے اندر کون کون سے روٹ چلائے گئے اور یہ بسیں شاہدرہ ٹاؤن سے کہاں کہاں جاتی تھیں ان کی روزانہ تعداد کیا تھی آج کل کتنی بسیں کس روٹ پر چل رہی ہیں۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ ان بسوں کی تعداد آج کل نہ ہونے کے برابر ہے یا بالکل بند ہیں۔

(د) شاہدرہ ٹاؤن کی آبادی پہلے کی نسبت اب کئی گناہ زیادہ ہے اور بسوں کی کمی کی وجہ سے اس علاقے کے مسافر سڑک پر گھنٹوں کھڑے رہتے ہیں۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت بسوں کی تعداد میں اضافہ کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک' اگر نہیں تو وجہ بیان کریں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال) :

(الف) یہ درست نہ ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ نئی بسیں فراہم ہونے پر پنجاب اربن ٹرانسپورٹ کارپوریشن نے کئی اربن روٹ چلائے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

روٹ نمبر	از	تا	پہلے چلنے والی بسوں کی تعداد	موجودہ کیفیت
117/251	شاہدرہ ٹاؤن سے	ٹاؤن شپ	8	روٹ بند ہے
52	شاہدرہ ٹاؤن سے	ہربنس پورہ	7	روٹ بند ہے
154	شاہدرہ ٹاؤن سے	منوں چوک	3	روٹ بند ہے
14	شاہدرہ ٹاؤن سے	لوہاری	2	روٹ بند ہے

(ج) قابل استعمال بسوں کی کمی کی وجہ سے اب مذکورہ بالا روٹوں پر کوئی بس نہیں چل رہی۔

(د) شاہدرہ ٹاؤن سے مختلف آبادیوں کے لیے منی بس اور سوزوکی پک اپ کے روٹ

جاری کیے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ نجی شعبہ اس سلسلے میں ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی سے رجوع کرے۔

(ہ) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کو فنڈز کی فراہمی پر اور مزید بسوں کے فراہم ہونے پر شاہدرہ ٹاؤن سے بسیں چلا دی جائیں گی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ دریافت کروں گا کہ اس میں مختلف روٹس کی بات کی گئی ہے اور یہ بات کی گئی ہے کہ بسوں کی کمی کی وجہ سے مذکورہ بالا روٹوں پر کوئی بس نہیں چل رہی۔ تو جناب والا! ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا حکومت اربن ٹرانسپورٹ اور گورنمنٹ سروس کے محکمے کو بند کر رہی ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! 1980ء میں فیڈرل گورنمنٹ نے اربن ٹرانسپورٹ کے لیے فیٹ اور والوو بسیں مہیا کرنی شروع کیں چونکہ ہر حکومت کا اربن ٹرانسپورٹ کے لیے یہ فرض ہوتا ہے کہ درمیانے طبقے کے لوگوں کو یہ سہولت بہم پہنچائے اور یہ ایک سماجی ذمہ داری ہے۔ خواہ یہ گھاٹے میں ہو۔ لیکن اربن ٹرانسپورٹ کو چلایا جائے۔ دوسرے ممالک میں بھی یہی حال ہے کہ وہاں پر بھی اربن ٹرانسپورٹ خسارے میں چل رہی ہے۔ ایک تو فاصلے کم ہوتے ہیں اور اخراجات زیادہ ہوتے ہیں۔ طلبہ کے لیے رعائتی نرخ ہوتے ہیں اور اس پر ڈبل شفٹ سٹاف ہوتا ہے آمدن کم ہوتی ہے' اس لیے جوں جوں وقت گزرتا گیا بسیں ناکارہ ہوتی گئیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ضمنی سوال صرف یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا حکومت اس محکمے کو بند کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ وزیر موصوف جو پالیسی بیان کر رہے ہیں۔ اس کا اس سوال سے کیا تعلق ہے کہ فلاں شہر میں' یا فلاں جگہ پر' یا فلاں ملک میں ایسے ہو رہا ہے؟ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر relevant ہے۔ حکومت اسے بند کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ اسے اتنا طول نہ دیا جائے کہ باقی سوالات کے جوابات بھی رہ جائیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر! حکومت کا اربن ٹرانسپورٹ کو بند کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! وزیر موصوف فرما رہے تھے کہ یہ ہماری ذمہ داری

ہے کہ ہم شہریوں کو ٹرانسپورٹ کی سہولت فراہم کریں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو بسیں ایک روٹ پر چلتی تھیں وہ طویل عرصے سے اب بند ہیں اور اس کے بارے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کوئی منی بس اور سوزوکی کے بھی پرمٹ جاری نہیں کیے گئے۔ تو جناب والا! اس دوران شہریوں کو سہولت فراہم کرنے کے لیے کیا انتظام کیا گیا ہے؟ اگر نہیں کیا گیا تو کیوں نہیں کیا گیا؟

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر! جیسے میں پہلے گزارش کر رہا تھا کہ 1980ء میں ہمیں اربن ٹرانسپورٹ میں بسیں فراہم کی گئیں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا یہ بسیں پرانی ہوتی گئیں اور ان کی مرمت کے لیے ہمارے پاس فنڈز نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ روٹس بند کیے گئے۔ وہاں پر پرائیویٹ سیکٹر میں جو بھی چاہے روٹ حاصل کر سکتا ہے اور پبلک کو یہ سہولت میسر ہو سکتی ہے۔ جناب والا! حکومت کوشش کر رہی ہے کہ بیرون ممالک سے بسوں کا انتظام کیا جائے۔ اس وقت بھی وفاقی حکومت کے زیر غور یہ مسئلہ ہے اور ہمیں امید ہے کہ ہمیں جونہی نئی بسیں فراہم کی گئیں ہم انشاء اللہ پبلک کی سہولت کے لیے وہ فراہم کر دیں گے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ' بشرطیکہ نجی شعبہ اس سلسلے میں ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی سے رجوع کرے۔ یعنی کہ مختلف بسوں اور منی بسوں کے روٹ پرمٹس جاری کیے جا سکتے ہیں۔ تو جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ دریافت کروں گا کہ کیا نجی شعبے کو پابند کیا جا سکتا ہے۔ کیا اس پر یہ شرط عائد کی جا سکتی ہے کہ وہ کسی روٹ کے لیے محکمے سے رجوع کرے؟ جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جواب اس انداز سے دیا گیا ہے کہ نجی شعبہ بشرطیکہ ان روٹس پر منی بسیں اور سوزوکی چلانے کے لیے رجوع کرے۔ تو کیا نجی شعبہ پر روڈ ٹرانسپورٹ کی طرف سے یہ شرط عائد کی جا سکتی ہے کہ وہ رجوع کرے۔ اور پھر اس کے بعد گورنمنٹ انہیں چلائے گی؟ اگر حکومت ان روٹس پر بسیں نہیں چلا رہی تو جواب میں یہ وضاحت کرنا کس حد تک درست ہے کہ اس کے متبادل ایک تجویز دے کر بتایا جائے کہ "تجویز یہ ہے کہ نجی شعبہ اس روٹ پر رجوع کرے" یہ کس انداز سے جواب دیا جا سکتا ہے؟

جناب سپیکر: سیٹھی صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ نجی شعبے پر یہ ذمہ داری

کیوں ڈالی جا رہی ہے' حکومت اس کا اپنے طور کیوں بندوبست نہیں کر رہی؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ حکومت اس سلسلے میں کوشش کر رہی ہے کہ نئی بسوں کی فراہمی کی جائے اور اس وقت تک ہم روٹ پرمٹس جاری نہیں کر سکتے جب تک کہ ہمیں نئی بسیں فراہم نہیں ہوتیں۔ تو اسی سلسلے میں میں نے یہ گزارش کی تھی کہ "نجی شعبے والے اگر چاہیں" جناب والا! وہ پرمٹ کے بغیر تو نہیں چل سکتے۔ اگر وہ رجوع کریں گے تو ان کو پرمٹ ملے گا۔ یہی میں گزارش کر رہا تھا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب والا! انہوں نے جواب کے جز (ب) میں فرمایا ہے کہ "پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن فنڈز کی فراہمی پر اور مزید بسوں کے فراہم ہونے پر شاہدرہ ٹاؤن سے بسیں چلا دی جائیں گی' تو جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ مالی سال 93-1992ء میں پنجاب روڈ کارپوریشن کے لیے کتنی نئی بسیں خریدنے کا پروگرام ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! اس سوال کے لیے تازہ نوٹس درکار ہے۔ بسوں کی فراہمی کا ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ ECNEC کے پاس کیس ہے۔ جونہی ہمیں ان کی طرف سے کوئی اطلاع آتی ہے اُس وقت ہی جواب دیا جا سکتا ہے۔ ہمیں نہیں پتا کہ چین کتنی بسیں دے رہا ہے' جاپان کتنی دے رہا ہے تھیم کتنی دے رہا ہے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال میاں محمود احمد صاحب۔

(جناب فرید احمد پراچہ نے میاں محمود احمد کے ایماء پر سوال نمبر 258 پیش کیا)

اربن ٹرانسپورٹ کی بسوں کی تفصیل

☆ 258-میاں محمود احمد : کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازاراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں دس سال پہلے اربن ٹرانسپورٹ کے پاس زیادہ بسیں تھی۔

(ب) 1980ء سے 1990ء سال وار اربن ٹرانسپورٹ کے پاس کتنی بسیں رہی ہیں اور کس کس روٹ پر چلتی رہی ہیں مکمل تفصیل مہیا کی جائے۔

(ج) اس وقت کتنی بسیں ہیں اور کون کون سے روٹ پر چلتی ہیں۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو بسوں میں کمی کی وجوہات کیا ہیں کیا حکومت بسیں بڑھانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک' اگر نہیں تو وجہ بیان

کریں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال):

(الف) شہری حدود میں چلنے والی بسوں کی تعداد 1980ء سے پہلے کافی کم ہو گئی تھی۔ اربن ٹرانسپورٹ کارپوریشن کو 1980ء سے والوو اور فیٹ بسوں کی فراہمی شروع ہوئی جن کی کل تعداد 807 تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قابل استعمال بسوں کی تعداد کم ہوتی گئی۔

(ب) سال 1980ء تا 1990ء سال وار بسوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	بسوں کی تعداد	قابل استعمال بسوں کی تعداد
1980ء	808	540
1981ء	854	570
1982ء	822	589
1983ء	840	450
1984ء	850	412
1985ء	857	440
1986ء	864	580
1987ء	862	521
1988ء	872	511
1989ء	849	424
1990ء	849	379

ماضی میں مختلف روٹوں پر چلنے والی بسوں کی تفصیل لف ہے۔

(ج) اس وقت کارپوریشن کے پاس شہری حدود میں چلنے والی کل 869 بسیں ہیں۔ جن میں سے 232 قابل استعمال ہیں۔ موجودہ روٹوں کی لسٹ ب ہذا پر لف ہے۔

(د) فنڈز کی کمی کی وجہ سے مطلوبہ پرزہ جات نہیں خریدے جا سکے اور قابل استعمال بسوں میں بتدریج کمی ہو گئی۔ فنڈز مہیا ہونے پر ہی بسوں کی تعداد میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

LIST A

REORGANIZATION OF RAWALPINDI/ISLAMABAD URBAN ROUTES (AVERAGE JANUARY. 1987

SR. No	Route No Depot	Alignment	Route Length (KMs)	Buses Sche Dule	On Roa
1.	1 Islamabad 1.-8	Rly. Station, Saddar,faizabad G= Nurpur Shahan.	26.3	6	4
2.	2	Dhamial Camp, Saddar, Faizabad Aabpara Super Merket Parliament House	28.4	8	6
3.	5	Rly Station Saddar, Siddiqu Chowk, 1-9 Chowk- Peshawar More G 9.2,G10/3	21.0	12	10
4.	6	Oct No. 22 Saddar, Asghar Mall, Pindora, G-9/2, Tipu Market, Hosp.Complex.	23.7	6.	6
5.	7	K. T. Mills. Saddar, Faizabad, Abpara, Super Market Pak Secretariat,	30/32	10	8
6.	8	Dhamial Camp, Saddar, Pindora, G-9/2, Zafar Chowk, Play Land,	31.0	12/16	13
7.	16	Pak Secretariat,Health Gentre G-7/2, H, Complex, G-9/2, G-10/2, G-10/3	25.7	4	3
8.	17	Pir wadhai 1-9, Chowk, G-9/2 G-7/2, Aabpara, Foreign Office. Nurpur Shahan	29.6	12	9
9.	18	Pir wadhai 1-9, Chowk, G-9/2 TipurMarket,Hospital Complex.	16.4	4	3
10.	22	Oct. No. 22. Saddar Pindora. G-9/2. F-7/2, Super Market Pak Secretariat.	30.0	10	7
11.	30	Tariqabad, Saddar, Faizabad. G-7/2. Super Market, Pak Secretariat.	24.5	12	10
12.	3 Rawalpindi Churc	Tariqabad, Oct No.22 Saddar, Liaqat Bagh,Hospital Complex.	19.4	4	3
13.	6	Oct. 22. Saddar, Liaqat. Bagh, Chandni Chowk, Hospital Complex.	20.7	6	6
14.	9	Raja Bazar. Saddar, Oct, 22, Tariqabad,Civil Court,Guliatan colony.	9.9	6	6
15.	10	Raja Bazar. Saddar, Tariqabad Civil Court, Morgha.	12.8	5	4

16.	11	Raja Bazar. Saddar, Radio pakistan, K.T. Mill Highway Gaira.	20.1	10	9
17.	12	Raja Bazar. Saddar, Oct. 22, Tariqabad, Adiala, Sood.	32.8	4	4
18.	13	Raja Bazar. Saddar,Oct. 22, Kamalabad, Gurja, Talian.	19.5	6	6
19.	14	Raja Bazar. Saddar, Oct. 22, Dhamial Camp, Ronial.	13.7	3	2
20.	19	Raja Bazar. Saddar, Dhamial Camp, Biscuit Factory, Chapan.	32.0	4	4
21.	20	Raja Bazar. Saddar, Biscuit Factory, Dhamial Village, Misrot Dam.	16.3	2	2
22.	24	Raja Bazar, Liaqat Bagh, Rehmatabad.	12.7	1	1
23.	26	Raja Bazar. Bagh Sardaran, Chah Sultan, Jhangi Syedan, Kirpa.	20.0	3	2
24.	28	Raja Bazar. Banni, Panora, 1-8, Haji Camp.	14.5	4	3
25.	32	Raja Bazar. Civil Court, Swan: Camp, Dhok Ratta, Rawaat..	19.9	5	5
26.	33	Raja Bazar.Civil Court, Swan Camp, Sahala, Ari Syedan..	27.0	4	4
27.	112 Green Town.	Green Town, Distt, Jail PECO, Ichhra, A, G, office, Bhati.	22.0	12	12
28.	113	Green Town. Town ship, Club Chowk, Janazgah, Rly. Stn.	23.0	12	12
29.	114	Township, PECO, Rly Gate, Ichhra, Shimla Rly. Sta.	16.6	12	12
30.	117	Lohari Gate Kasurpura, Begum Kot. Faizpur.	12.0	6	6
31.	120	Tipu Chowk, Township, Club Chowk, Liberry, S/ R. Stn.	25.0	6	8
32.	151 Multan Road,	Thokar, Chauburji, D/Court, Mayo Hospital, Rly. Stn.	20.4	10	8
33.	152	Bata Abad, Chuhng, Chauburji. D/Court, Lohari Gate.	30.0	3	2

34.	153	Manga, Mohlanwal, Chauburji. D/Court, Rly. Stn.	46.4	3	3
35.	154	Thokar, Chauburji, Kasurpura, Shahdara Mora/ Town.	24.0	4	3
36.	155	Thoker, wahdat Road, Ichhra, Shimla Hill, Rly Station.	19.2	12	14
37.	156	Chuhag, Chaburji, D/Court, Kasurpura, Shahdara Town.	30.0	6	4
38.	157	Ali Raza- abad, Thokar, Chauburji, Kasupura, Imamiacly	30.0	4	3
39.	212 K. L. P.	Nadirabad, Saddar, Shalimar, lk Moria, Bhati Gate.	27.0	8	7
40.	213	Green Town, Township, Iqbal Town, Kasurpura, Old Ravi Pul	27.0	14	12
41.	215	Green Town, Iqbal Town, Chauburji. D/Court. Rly. Stn.	29.0	6	4
42.	216	Keer pind, R. A Bazar, Shalimar, lk Moria, Bhati Gate.	27.0	8	7
43.	217	Green Town, Club Chowk, D/Court, MAO College, Islampura.	24.0	8	3
44.	218	Green Town. Township. Club Chowk. Shimla Hill Rly Stn.	23.0	6	5
45.	251 Garden Town	Towship, Faisal Chowk, Ichhra, F/Chowk, Shahdara Town.	28.0	10	9
46.	252	Lohari Gate Kasurpura, Old Ravi Pul, Amar Road Tajpura.	10.0	2	2
47.	253	Alhamd Colony, Kot Kambeh Islampura. S/Hill, Rly/stn.	22.0	6	6
48.	254	7- Up Jail Road, Chauburji, D/Court. Kot Abdul Mailk.	26.0	8	7
49.	255	New check Post Amersidhu, Ichhra. Chauburji, Old Ravi pul.	21.0	10	8
50.	256	Scheme more, Ichhra. Jain Mandar, D/Court, Rang Mahal	15.0	8	6
51.	257	Alhamd Colony, whadat Road. Shimla Hill, Rly.stn. Shadbagh	20.0	6	5

52.	258	Rly. Stn. Ghorey Shah, Singhpura.	6.0	2	1
53.	259	C.G.E. Colony Wahdat Road. Janazgah. D/Court Shahdara	24.0	6	4
54.	59 Express.	Township, PECO, Rly Gate, Faisal Chowk. Bhati Gate.	18.0	6	5
55.	311 Saddar.	Rly.station, Saddar, Rangers Headquarters.	10.0	10	5
56.	312 Saddar	Rly. Station, GPO, Thokar, Raiwind.	50.0	8	5
57.	313	Rly.Station Mozang Chungi, Kahna, Kasur.	61.0	12	8
58.	314	Rly. Station, D/Court, Kot Noor shah, Sharakpur.	40.0	8	5
59.	315	Rly. Station. Shimla Hill, Kasurpura, Nain Sukh.	18.0	2	1
60.	316	Harbanspura, Moghalpura, New Campus, Thokar.	23.0	6	5
61.	317	Rly. Station, Saddar, R. A. Bazar, Amersidhu.	23.0	6	5
62.	1 F./ bad	G. M.A. Raza Abad, K. Bazar R/S, K,H, Mill	17.0	8	6
63.	2	G, M, A. , Raza Abad, K, Bazar peoples Colony	17.0	8	6
64.	3	Jhang Bazar, Samabad, D, Type Colony	6.0	4	2

LIST OF URBAN ROUTES.

No.	DEPET	ROUTE NO.	ALIGNMENT
1.	Ichhra, Lahore.	6	Rly. Station, shahdara, Muridke.
2.	-	7	Lohari Gate, Begum kot, Kot Abdul Malik.
3.	-	15	Islampura, Distt: Court, Regal Saddarr.
4.	Shalimar.	56	Daroghawala, Saddar, Amersidhu.
5.	-	57	Lohori Gate. Ik MoriaPul, Jall.
6.	Green Twon	112	Green Town Feroozpur Road, G.P.O. Bhati.
7.	-	114	Township, PECO, Shimla Hill, Rly Station.
8.	Multan Road.	152	Lohari Gate, Chauburji, Thokar, Chung.
9.	-	155	Rly. Station, Ichhra, Thokar,
10	Kot Lakhpat	212	Bhati, Sadar, Nadirabad.
11	-	216	Bhati, Shalimar, Chungi Amersidhu.
12	Garden Town.	50	Bhati, Ichhra, Rly. Gate, Town ship.
13	-	253	Bhati, Chauburji, Iqbal Town, Green Town.
14	Saddar.	311	Rly. Station, Saddar, Ranger Headquarter.
15	-	313	Rly. Station, Feroozpur Road, Kasur.
16	-	314	Rly. Station, Sheraq Pur, Jaranwala.
17	-	316	Harbanispura,Mughalpura, Campus,Thokarns.
18	Rawalpindi.	6	Op- 22, Saddar, Hospital Complex.
19	-	8	Biscuit Factory, Saidpur.
20	-	21	'Raja Bazar, Saddar, GulistanColony.
21	-	23	Raja Bazar Adials, Hoon.
22	-	33	Raja, Bazar, Swan, Ari Syedan.
23	Islamabad.	1	Tariq Abad, Saddar, N/ Hospital.
24	-	2	Dhok Syedan, Pindora, Nurpur Shahan.
25	-	5	Rly. Station, Saddar, G-10/1
26	-	6	Op-22, Sadar, H/Complex.
27	-	8	Saidpur, Play Land, Biscuit Factory.
28	-	16	Noorpur Shahan. Molody. G-9/2
29	-	18	PirSadhai, CDA Colony, Hospital Complex.
30	-	19	Nurpur, Shahan, Foreign Office. Aabpara.
31	Faisalabad.	2	G.M.A. Rly Station. Peoples Colony.

جناب سپیکر : منظور احمد موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! اپنے پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے آپ کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ جو وقفہ سوالات ہوتا ہے اس میں ممبر حضرات اپنے سوالات دیتے ہیں۔ لیکن بعض حضرات حاضر نہیں ہوتے سوالات کی فہرست زیادہ ہوتی ہے جو ممبران صاحبان حاضر نہیں ہوتے اس کے لیے روایت بنی ہوئی ہے کہ ان کے سوال کا نمبر بول دیا جاتا ہے۔ یہ mandatory نہیں میں آپ کی توجہ قاعدہ 49(3) کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ۔

Rule 49. (3) If on a question being called, it is not put or the member in whose name it stands is absent, the speaker, at the request of any other member, may direct that the answer to it be given.

اب اس میں may ہے' shall نہیں جناب والا! میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک تو وہ غیر حاضر ہوتے ہیں' ان کی جگہ پہ ہمارے سوال کا نمبر پکارتے ہیں۔ اس میں may direct ہے۔ اگر فہرست میں زیادہ سوالات ہوں تو جن کے سوالات دیر سے آتے ہیں اور وہ ایوان میں حاضر بھی ہیں ان کے لیے کارروائی کو آگے چلایا جائے اور اس چیز کو mandatory نہ رکھ لیا جائے۔ جو بھی سوال بولا جائے اس کا جواب دیا جائے۔ سوالات کی فہرست کو مدنظر رکھا جائے۔ اگر فہرست لمبی ہو تو سوالات کو آگے چلایا جائے تاکہ ان کی باری آسکے۔ اس طرح تو ان کا حق مارا جاتا ہے جو ممبران حاضر ہوتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔ موہل صاحب یہ چاہتے ہیں کہ ان کے پوائنٹ آف آرڈر پہ فیصلہ دیا جائے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔ ان کا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جو ممبر حاضر نہیں ہوتے اور ان کے سوال کا نمبر پکارا جاتا ہے تو ضروری نہیں ہے کہ اس سوال کو taken as read تصور کرتے ہوئے اس پر ضمنی سوالات کی اجازت دی جائے۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ ہے کہ کیا منظور موہل

صاحب کی یہ ذمہ داری ہے کہ آپ کی بھی وہ تربیت کریں؟ یہ ذمہ داری کب سے انہوں نے سنبھال لی ہے۔ یہ صولبدید آپ کی ہے جو انہوں نے استعمال کرنا شروع کر دی ہے۔ صولبدید آپ کی ہے آپ اس کو استعمال کر بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی لیکن آپ کی تربیت کی ذمہ داری بھی انہوں نے سنبھال لی ہے' یہ کس طرح ممکن ہے؟

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں نکتہ ذاتی وضاحت پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس ایوان کا ادنیٰ رکن ہوں اور میری یہ ذمہ داری ہے کہ جب بھی میں اپنے ایمان کی روشنی میں محسوس کروں کہ رولز سے متضاد کارروائی ہو رہی ہے یا ایک چیز روایت بنتی جا رہی ہے اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ روایت نہیں بننی چاہیے تو اس کی میں آپ کی اجازت سے نشاندہی کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے۔ اور یہ اچھی بات ہے کہ وہ رولز کی نشان دہی کرتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سلسلہ میں میری وہ تربیت کر رہے ہیں۔ لیکن رولز کے بارے میں نشان دہی کرنا اچھی بات ہے۔ اگر وہ پڑھتے ہیں یا رولز کو جانتے ہیں تو یہ ایک اچھی بات ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں ذاتی نکتہ وضاحت پہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ نہیں ہے کہ وہ رولز کو پوائنٹ آؤٹ کرتے ہیں۔ یہ ان کا حق ہے اور کرنا چاہیے۔ لیکن جہاں صولبدید کی بات ہے یعنی آپ کا اختیار ہے' آپ اس اختیار کو استعمال کریں یا نہ کریں' اس اختیار کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ اس اختیار کو استعمال کریں' یہ تو رولز کی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آپ استعمال کریں۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ آپ کی مرضی ہے کہ استعمال کریں یا نہ کریں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سوال کے جواب میں بسوں کی تعداد بتائی گئی ہے اور اس سے پہلے ایک سوال میں یہ بتایا گیا کہ نئی خرید کی جانے والی بسوں کی تعداد کے لیے سوال کے تازہ نوٹس کی ضرورت ہے۔ جبکہ جو کاپیاں پہلے فراہم کی گئی تھیں ان میں ان بسوں کی تعداد بھی لکھی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا کہ چین سے اتنی بسیں منگوا رہے ہیں' جاپان سے اتنی بلجیم سے اتنی۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایک ہی دن پہلے جو

کاپی تقسیم کی گئی تھی اس میں انہوں نے تعداد بتائی تھی' آج آپ فرما رہے ہیں کہ اس کے لیے تازہ سوال کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر : جی وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! میں نے وقفہ سوالات شروع ہونے سے پہلے گزارش کر دی تھی کہ جو نشان زدہ سوالات پہلے دیے گئے تھے جب میں نے انہیں پڑھا تو مجھے اس میں کافی ابہام نظر آیا' اسی لیے میں نے انہیں دوبارہ پرنٹ کروانے کی کوشش کی ورنہ وہی سوالات آپ کے سامنے آجاتے اگر وہ درست ہوتے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! اصل تو میں یہی ان سے کہلوانا چاہتا تھا' ضمنی سوال اب ہے کہ کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ ان کا سرے سے ہی بسیں منگوانے کا کوئی ارادہ نہیں؟ پہلے آپ نے تعداد کے متعلق بتایا' اس کے دو دن بعد ہی نئی کاپی میں اس تعداد کو ہی ختم کر دیا۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت سرے سے بسیں منگوانے کا ارادہ ہی ترک کر چکی ہے؟

جناب سپیکر : وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! اربن ٹرانسپورٹ کو چلانے کا ہمارا ارادہ پختہ ہے۔ لیکن ان بسوں کو چلانے کے لیے پراچہ صاحب کا تعاون بھی بڑا ضروری ہے اور جماعت اسلامی کا تعاون بھی بڑا ضروری ہے تبھی یہ ٹرانسپورٹ چل سکتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جب ہم نئی بسیں منگوائیں گے تو ان بسوں کو چلانے میں باقاعدہ طور پر ہمارا تعاون کریں گے۔

جناب سپیکر : ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 1979ء میں والوو 654 اور فیئٹ 152 بسوں کی فراہمی شروع ہوئی تھی۔ لیکن پرزہ جات کی عدم فراہمی کی وجہ سے ان کی تعداد کم ہونا شروع ہو گئی۔ تو جب یہ بسیں منگوائی جاتی ہیں تو ان کے ساتھ یہ پرزہ جات نہیں منگوائے جاتے اور اگر منگوائے جاتے ہیں تو یہ کس وجہ سے کمی واقع ہوئی ہے کہ بسیں چلنا بند ہو گئی ہیں؟

جناب سپیکر : جی ملک صاحب!

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! میں نے ان کا سوال سمجھ لیا ہے کہ اربن ٹرانسپورٹ منافع میں

کسی صورت میں نہیں جا سکتی جو بسیں یہاں چل رہی ہیں ان کے بہت ہی مہنگے پرزہ جات ہیں۔ ان کی فراہمی کے لیے ہمیں کافی فنڈز کی ضرورت ہے جو ہمارے پاس موجود نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے بتدریج بسوں میں کمی واقع ہو رہی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میرا سوال یہ نہیں سمجھ سکے۔ جب بھی بسیں منگوائی جاتی ہیں تو یہ پرزہ جات بھی ساتھ ہی منگوانے ہوتے ہیں۔ اگر آپ بسیں خریدتے ہیں اور ان کے فاضل پرزہ جات نہیں خریدتے تو بسیں خریدنے کا مقصد کیا ہوا؟ اگر یہ باہر سے فاضل پرزہ جات منگوانا چاہتے ہیں تو پھر یہ 654 بسیں بند نہیں ہونی چاہئیں۔ اگر یہ بسیں بند ہو جاتی ہیں تو یہ تو بہت بڑا نقصان ہے۔ یہ پرزہ جات ان کو ضرور منگوانے چاہئیں۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! اس میں ضمنی سوال کیا ہوا؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! ضمنی سوال یہ ہے کہ آیا یہ پرزہ جات منگوا رہے ہیں یا نہیں؟ اتنی تعداد میں بسیں بند ہو گئی ہیں۔

جناب سپیکر : اس کا جواب وہ دے چکے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : میں ان کا جواب نہیں سمجھ سکا۔ انہوں نے کہا کہ بسیں نفع پہ نہیں' بلکہ نقصان پہ چل رہی ہیں۔ یہ کوئی جواب تو نہ ہوا۔ میں تو ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ پرزہ جات پاکستان میں ملتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ملتے تو یہ باہر سے کیوں نہیں منگواتے؟ جب ان کے پاس 654 بسیں موجود ہیں تو ان کو فاضل پرزہ جات منگوانے میں کیا دقت ہے؟ کیا اتنے فنڈز بھی نہیں ہیں کہ مرمت کے لیے چھوٹے چھوٹے پرزے منگوا لیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب سپیکر! ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب جس طریقے سے فرما رہے ہیں' ہماری بات چیت حکومت پنجاب کے ساتھ چل رہی ہے اور ان کی آفر بھی ہمیں آ چکی ہے کہ اربن ٹرانسپورٹ میں جو والوو بسیں چل رہی ہیں ان کو rehabilitate کرنے کے لیے وہ ہماری مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ہمیں نئی بسیں بھی دینا چاہتے ہیں۔ لیکن ابھی تک اس کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ جب ہم اربن ٹرانسپورٹ کو re-habilitate کریں گے تو پرزہ جات بھی آ جائیں گے اور یہ بسیں rehabilitate بھی ہو جائیں گی۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! میں آپ کے توسط سے وزیر ٹرانسپورٹ سے یہ

پوچھوں گا کہ کیا یہ درست ہے کہ یہ بسیں معمولی نقص کی وجہ سے کھڑی کی جاتی ہیں اور ان کے پرزہ جات نکال کر دوسری بسوں میں ڈال دیے جاتے ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! یہ سوال تو درست نہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب' یہ اس سوال کا آخری ضمنی سوال ہوگا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : کیا وزیر موصوف ازراہ کرم یہ فرمائیں گے کہ جو بسیں کھڑی ہیں ان میں چند بسیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں معمولی سے پرزہ جات ڈال دیے جائیں تو وہ چل سکتی ہیں۔ ان بسوں کو کیوں نہیں چلایا گیا اور ان کو اس طرح کھڑا کرنے کی وجہ کیا ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! یہ بھی درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر : اگلے سوال کے لیے رانا اکرام ربانی صاحب۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جناب سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! آپ نے ڈاکٹر صاحب کے کھڑے ہونے پر فوراً یہ کہہ دیا کہ اس سوال پر یہ آخری ضمنی سوال ہوگا۔ جبکہ اس میں ایک انتہائی اہم بات ہے کہ 1989ء میں قابل استعمال بسوں کی تعداد 624 ہے یعنی 1989ء میں624 بسیں موجود تھیں' جبکہ 1990ء میں 379 بسیں قابل استعمال بتائی گئی ہیں۔ یعنی فوری طور پر ایک سال میں 245 بسیں ناکارہ ہوئی ہیں۔ اس بارے میں ایک انتہائی اہم ضمنی سوال ہے 1980ء تا 1990ء سال وار بسوں کی تفصیل جو دی گئی ہے اس میں 10 یا 15 بسیں ایک سال کے بعد ناکارہ ہوئی ہیں جبکہ 1989ء اور 1990ء میں 245 بسیں کم ہوئی ہیں۔ اس بارے میں یہ وضاحت فرمائیں۔

جناب سپیکر : سیٹھی صاحب! اس سے آگے بھی بہت اہم نوعیت کے سوالات ہیں اور مجھے علم ہے کہ آپ نے سارے سوالات پر ضمنی سوال کرنے کی تیاری کی ہوئی ہے۔ جی' رانا اکرام ربانی صاحب' آپ ارشاد فرمایے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں نکتہ ذاتی وضاحت پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : جی' ارشاد فرمایے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا نام جناب محترم وزیر صاحب نے تعاون کے سلسلے میں لیا تھا تو میں اس ضمن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے اس بارے میں ان سے بہت زیادہ تعاون کیا اور جو بھی کمیٹی بنائی گئی اس کمیٹی میں' میں شامل رہا اور اس بارے میں بہت زیادہ تعاون کیا۔ اور محترم جناب ڈاکٹر صاحب نے بھی تعاون کیا۔ لیکن کمیٹی کی طرف سے مشترکہ طور پر جو چیزیں طے کی گئیں مثلاً فیصل آباد ڈپو کے بارے میں اور دوسرے ایسے فیصلوں پر عمل در آمد نہیں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے مزید مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ لہٰذا میں اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

جناب سپیکر : جی' رانا اکرام ربانی صاحب! آپ ارشاد فرمایئے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! سوال نمبر 425۔

محکمہ ٹرانسپورٹ میں بھرتی کی تفصیل

☆ 425- رانا اکرام ربانی : کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) 30 مئی 1988ء تا دسمبر 1988ء کے دوران محکمہ ٹرانسپورٹ میں گریڈ ایک سے اٹھارہ تک کتنے ملازمین کو بھرتی کیا گیا۔ ان کے نام عمریں تعلیمی قابلیت عہدے اور تاریخ تعیناتی ضلع وار کیا ہے۔ ان میں کتنے ملازمین کو قواعد وضوابط میں نرمی پیدا کر کے بھرتی کیا گیا۔

(ب) مذکورہ ملازمین میں سے کتنے ملازمین کو بذریعہ اخبار درخواستیں وصول کرنے کے بعد محکمانہ امتحان اور انٹرویوز میں کامیابی کے بعد بھرتی کیا گیا۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب نفی میں ہو تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال) : عرصہ مئی 1988ء تا دسمبر 1988ء کے دوران محکمہ ہذا میں صرف ایک ملازم مسمی زاہد رفیق' ٹرانسپورٹ سب انسپکٹر گریڈ آٹھ کو بذریعہ حکم وزیر اعلیٰ پنجاب متعلقہ قواعد و ضوابط میں نرمی پیدا کر کے مورخہ 13-10-1988 کو بطور موٹر موبائل پٹرول انسپکٹر گریڈ گیارہ میں تعینات کیا گیا۔ مذکورہ ملازم کے کوائف درج ذیل ہیں۔

(۱) نام — مسمی زاہد رفیق

(۲) عمر — 36 سال

(۳) تعلیمی قابلیت — بی اے / ایل ایل بی

(۴) عہدہ موٹر موبائل پٹرول انسپکٹر

(۵) تاریخ تعیناتی 13-10-1988

(۶) ضلع لاہور

(الف) مذکورہ ملازم کو وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم کے تحت بھرتی کیا گیا۔

(ب) جواب نفی میں ہے۔

(ج) رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا جس کے وزیر اعلیٰ قواعد کے تحت بھرتی کرنے کے مجاز تھے۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میرا وزیر ٹرانسپورٹ سے یہ سوال ہے کہ رولز میں نرمی کرنے کے بھی کچھ رولز ہیں۔ کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ وہ رولز کیا ہیں اور آیا یہ قوانین پورے کیے گئے ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ: براہ کرم رانا صاحب اپنا سوال دہرا دیں۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں نے یہ پوچھا ہے کہ رولز relax کرنے کے بھی کچھ رولز ہیں۔ وہ رولز کیا ہیں اور آیا انہیں پورا کیا گیا ہے؟

بیگم فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: بیگم فوزیہ بہرام صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں۔

بیگم فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! یہ سوال رولز سے متعلق ہے' ایس اینڈ جی اے ڈی سے متعلق ہے۔ یہ وزیر ٹرانسپورٹ سے متعلق سوال نہیں۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! تالیاں تو میں بھی بجا دیتا ہوں لیکن یہ پوائنٹ آف آرڈر rele-vant نہیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! سول سروس ایکٹ رول نمبر 23 کے تحت چیف ایگزیکٹیو رولز relax کر سکتا ہے۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! میں نے یہ پوچھا ہے کہ کیا ان رولز کو پورا کیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب' وزیر ٹرانسپورٹ نے فرما تو دیا ہے اور انھوں نے رول کو quote کیا ہے۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں دوسرا سوال کرتا ہوں کہ کیا وزیر موصوف یہ بتا پسند

فرمائیں گے کہ اس میں rules relax کرنے کی کیا وجوہات لکھی گئی تھیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! یہ وجوہات تو چیف ایگزیکٹیو ہی بتا سکتے ہیں۔ انہوں نے ہی rules relax کیے ہیں اور انہوں نے ہی بھرتی کیا ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! میں وزیر موصوف کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ Civil Services Act کے رولز میں ایک خاص چیز ہے' جس کی اس صوبے میں کبھی پرواہ نہیں کی گئی۔ وہ یہ ہے کہ۔

> "It may be reiterated that the competent authority to relax the rules shall ensure that relaxation is allowed only rarely in case sach as involving factors beyond human control and such factors & reasons must always be recorded in writing."

جناب والا! ایک شخص کی nomination ہوئی ہے' appointment ہوئی ہے اور اس کی فائل کے ساتھ یہ relevant ضمنی سوال ہیں۔ میں یہی پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ کون سے fac-tors beyond human control تھے۔ جن کی بنیاد پر ان صاحب کو relaxation دی گئی اور کیا inwriting چیف منسٹر صاحب نے خود اس پر reasons لکھیں۔ جناب والا! It is very much relevant supplementary question.

جناب وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! رانا اکرام ربانی صاحب نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ very rarely he can relax the rules ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ میں یہ ایک rare relaxation of rules کا کیس ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! وزیر صاحب avoid کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا ہے کہ اس rare relaxation میں جو کہ پنجاب میں 1985ء سے لے کر اب تک ہزاروں کی تعداد میں ہیں ان ہزاروں rare cases میں وزیر اعلیٰ صاحب نے کیا reasons لکھی ہیں کہ کیوں rules relax کیے گئے؟ جناب والا! میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ انہیں bail out نہ کریں۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی : پوائنٹ آف آرڈر' جناب سپیکر!

جناب سپیکر : پیر بیامین صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں
پیر سید محمد بیامین رضوی : جناب سپیکر! محترم رانا صاحب جن رولز کا ذکر کر رہے ہیں یہ رولز اس وقت کہاں تھے؟ جب سندھ میں میٹرک اور ایف اے پاس لڑکے اے سی بھرتی کیے گئے؟
رانا اکرام ربانی : پیر بیامین صاحب کی بات سے مجھے خوشی ہوئی ہے۔ میں مشائخ کی بات بھی کروں گا۔ اسی اجلاس کے دوران۔ اور آج تو میں آیا ہی اسی لیے ہوں۔ جناب والا! یہ جو سرکاری مشائخ ہیں ان کی بات بھی میں ابھی اگلے سوال میں کرتا ہوں۔
جناب سپیکر : اس بارے میں کوئی اور ضمنی سوال؟
رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! ابھی میرے سوال کا جواب تو آیا نہیں۔
جناب سپیکر : رانا صاحب! آپ کا کیا سوال تھا؟
رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں نے اپنے پہلے سوال میں یہ پوچھا تھا کہ رولز relax کرنے کے لیے بھی کچھ رولز provide کیے گئے ہیں۔ وزیر صاحب کو سائیڈ سے بوٹی ملی اور انہوں نے رول 23 کو quote کر دیا۔ یہ اس میں جناب والا! clearly لکھا ہوا ہے کہ رولز صرف ان کیسوں میں relax کیے جائیں گے جن میں کچھ ایسے factors ہوں جو beyond human control ہیں۔ اور جو مجاز اتھارٹی ہے وہ in writing reasons لکھے گی۔ میں نے اپنے ضمنی سوال میں یہی پوچھا ہے کہ اس rare case میں وزیر اعلیٰ صاحب نے rules relax کرتے وقت کیا وجوہات لکھی تھیں؟
وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! چیف ایگزیکٹیو کو کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے وہ رولز relax کر رہے تھے اور جس وقت وہ rules relax کر رہے تھے' اس وقت میں موجود بھی نہیں تھا۔
رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں یہ مشورہ دوں گا کہ اس سوال کو pending کر دیا جائے اور فائل واپس اس وقت کے وزیر اعلیٰ کو بھیجی جائے اور ان کو تکلیف دی جائے کہ وہ دو تین لائنیں اپنے ہاتھ سے لکھ دیں۔ اس مرحلہ پر میں وزیر موصوف کی یہی مدد کر سکتا ہوں۔
راجہ خلیق اللہ خان : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس کا جواب تو appointing au-thority ہی دے سکتی ہے جنہوں نے rules relax کیے تو جب ان کا موقع آئے تو وہاں سوال کر کے پوچھ لیں کہ انہوں نے کس rules کے تحت relaxation دی ہے وزیر

ٹرانسپورٹ سے کیسے سوال کر سکتے ہیں۔
رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میرا مقصد debate نہیں تھا۔ لیکن میں اپنے تعجب کا اظہار ریکارڈ پہ لائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مجھے بڑی حیرت ہوئی ہے راجہ صاحب یہاں پہ وزیر قانون تھے
راجہ خلیق اللہ خان: یہ تو ایک وزیر ٹرانسپورٹ ہیں۔ He is not chief Executive.
رانااکرام ربانی: میں نے وزیر ٹرانسپورٹ سے ضمنی سوال کیا اور یہ سوال relevant ہے۔ جناب والا! جو میں نے تجویز دی تھی اس کے مطابق آپ اسے موخر کر دیں۔
جناب سپیکر: یہ سوال relevant ہے اور رولز کو quote کر کے کیا گیا ہے اور جس رول کے تحت رولز کو relax کیا جا سکتا ہے اس میں اس کی certain terms and conditions درج کی گئی ہیں وہ terms and conditions رانا اکرام ربانی خان نے پڑھی ہیں کہ کن حالات میں رولز کو relax کیا جا سکتا ہے ان کا سوال relevant ہے کہ کیا ان حالات کی نشاندہی رولز کو relax کرتے وقت written form میں کی گئی ہے۔ تو اس سلسلے میں وزیر ٹرانسپورٹ کو جواب دینا ہے کہ کیا باضابطہ طور پر باقاعدہ اس کی نشان دہی کی گئی ہے؟
وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر! اس وقت تو میں اس کی وجوہات نہیں بتا سکتا۔ اگر میرے دوست چاہیں تو میں فائل منگوا کر انہیں بتا سکتا ہوں کہ یہ رولز کن حالات میں relax ہوئے ہیں اور یہ کیسے against a vacancy بھرتی ہوئے۔
جناب سپیکر: تو اس کو موخر کو لیں پھر اس بارے میں آپ اس کی وضاحت فرما سکیں گے۔
وزیر مال: میں وضاحت کرتا ہوں۔
جناب سپیکر: یہ آپ کے explain کرنے والی بات نہیں ہے۔ تو اس سوال کو میں موخر کرتا ہوں اور اس کو اگلے وقفہ سوالات میں take up کیا جائے گا اور ملک صاحب اس کی تفصیلات بتائیں گے۔
اگلا سوال' رانا اکرام ربانی۔
رانا اکرام ربانی: سوال نمبر 426

صوبے میں چلنے والی بسوں کی تفصیل

☆ 426 - رانا اکرام ربانی: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-
(الف) اس وقت صوبے میں ایک شہر سے دوسرے شہر چلنے والی کتنی بسیں ہیں۔ ان میں

سے کتنی چالو حالت میں ہیں اور کتنی زیر مرمت ہیں اور کتنی ناکارہ ہیں۔

(ب) کیا حکومت صوبے میں عوام کی بڑھتی ہوئی آمدورفت کی ضروریات کے پیش نظر نئی بسیں خرید رہی ہے۔ اگر خرید رہی ہے تو کب تک کتنی بسیں اور کتنی لاگت سے خریدی جائیں گی؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال):

(الف) اس وقت صوبے میں پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی بین الاضلاعی روٹوں پر چلنے والی بسوں کی کل تعداد 691 ہے۔ ان میں سے 162 بسیں قابل استعمال ہیں۔ جبکہ 138 بسیں زیر مرمت ہیں۔ اور 391 بسیں ناکارہ ہیں۔ اس کے علاوہ لیز ایگریمنٹ کے تحت نجی مالکان کی 160 بسیں چل رہی ہیں۔ پرائیویٹ سیکٹر میں بھی تقریباً دس ہزار بسیں چل رہی ہیں۔

(ب) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن شہری حدود میں چلنے والی بسوں کی تعداد میں اضافے کے لیے ترجیحی طور پر وسائل حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر چلنے والی بسوں کی تعداد نجی شعبے میں تقریباً دس ہزار ہے۔ اس کے علاوہ پرائم منسٹر ٹرانسپورٹ سکیم کے تحت کافی بڑی تعداد میں انفرادی طور پر بسیں حاصل کر کے بین الاضلاعی روٹوں پر چلائی جا رہی ہیں اور اس سکیم کو کافی فروغ حاصل ہوا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرنے والے مسافروں کی تکالیف کا کافی حد تک ازالہ ہو جائے گا۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا چونکہ یہ تمام factors وزیر ٹرانسپورٹ کے علم میں ہیں' سکیمیں' بسوں کی حالت بھی اور پیش آنے والی مشکلات بھی ان کے علم میں ہیں تو کیا یہ اندازے سے بتا سکتے ہیں کہ کب تک حکومت سارے factors کو اکاؤنٹ کر کے اس پوزیشن میں ہوگی کہ یہ جو عام سفر کرنے والوں کو تکلیف ہے وہ ختم ہو جائے۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! میں پہلے گزارش کر چکا ہوں کہ ہم بسوں کی فراہمی کی کوشش کر رہے ہیں۔ جونہی بسیں فراہم ہو جاتی ہیں تو ہم ہر روٹ پر بسیں چلانے کی کوشش کریں گے۔ اس کے علاوہ میں نے جو سیلف ایمپلائمنٹ سکیم کا ذکر کیا ہے وہ کافی حد تک کامیاب

ہے اور کچھ عرصے کے بعد وہ سکیم کامیاب ہونے کے بعد انشا اللہ عوام کی تکالیف رفع ہو جائیں گی۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! وزیر موصوف نے جو تحریراً جواب دیا ہے میرے ضمنی سوال پہ بھی وہی جواب دیا ہے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ اگر ان کے پاس کوئی سکیم ہے کوئی پلان ہے کہ جس میں انہوں نے estimate کیا ہو کہ پرائیویٹ سیکٹر سے اتنے لوگ آجائیں گے اور گورنمنٹ اپنے resources کے مطابق اتنی بسیں بنائے گی ان کے پاس کوئی پلان ہے' کیا حیثیت وزیر ٹرانسپورٹ صوبہ پنجاب بتا سکیں گے کہ پنجاب کے عوام کو چھ مہینے میں یا ایک سال میں سفر کی پوری سہولتیں دست یاب ہو جائیں گی؟

جناب سپیکر : میرے خیال میں اس سوال کا جواب وزیر ٹرانسپورٹ دے چکے ہیں۔ اس کے بارے میں تفصیلی سٹیٹمنٹ کی ضرورت یہاں نہیں۔ کوئی اور ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے کہ پنجاب میں آبادی کے پیش نظر عوام کو شہروں کے درمیان سفر کرنے کے لیے اندازاً کل کتنی بسوں کی ضرورت ہوگی۔ ان کے پاس اس حوالے سے کوئی ماسٹر پلان ہے؟

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب! آپ اپنا ضمنی سوال دھرائیے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی ماسٹر پلان ہے جس کے تحت یہ بتا سکیں کہ پنجاب کے اندر اگر اتنی بسیں ہمارے پاس موجود ہوں تو اس سے عوام کو سفر کی تمام سہولتیں میسر آسکتی ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب سپیکر! ایک محتاط اندازے کے مطابق اگر اربن ٹرانسپورٹ کی 9, 8 سو کے درمیان بسیں ہمیں مل جائیں اور تقریباً 720 انٹر سٹی کے لیے مل جائیں تو میرے خیال میں کافی حد تک عوام کی تکالیف دور ہو سکیں گی۔

جناب سپیکر : آخری ضمنی سوال' جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ بتایا گیا ہے کہ 138 بسیں زیر مرمت ہیں جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ بسیں تو روڈ پہ آجائیں گی لیکن جو 391 بسیں ناکارہ ہیں وہ سڑکوں پر نہیں آسکیں گی۔

جناب سپیکر! میرے علم کے مطابق وہ صرف ڈھانچوں کی حد تک ناکارہ کر کے رکھ دی ہیں تو

ان کے سپیئر پارٹس کن بسوں میں استعمال کیے گئے ہیں وزیر موصوف یہ بتائیں گے' کیونکہ جو ناکارہ بسیں ہیں وہ اس حالت میں نہیں ہیں کہ وہ سڑکوں پر آسکیں۔ ان ناکارہ بسوں کے لیے ان کے پاس کیا پلان ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب سپیکر! جو بسیں ناکارہ ہو جاتی ہیں ان کی عمر پندرہ سال ہوتی ہے یا جب certain kilometers چل چکی ہوتی ہیں تو وہ ناکارہ ہو جاتی ہیں' پھر اس کے بعد ان کو نیلام کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر : سردار محمد اظہر خان لغاری سوال نمبر 453

ویگنوں کے کرایہ کی تفصیل

☆ 453- سردار محمد اظہر خان لغاری : کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے حال ہی میں بسوں اور ویگنوں کے کرایوں میں اضافہ کیا تھا مگر دو تین دن بعد کرایہ میں اضافہ واپس لے لیا تھا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کی جانب سے کرایہ میں اضافہ کی واپسی کے باوجود ٹرانسپورٹ حضرات مسافروں سے کرایہ نئی شرح سے موصول کر رہے ہیں۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نئی شرح سے کرایہ وصول کرنے والے مالکان کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو وجوہات بیان کریں۔

(د) اس وقت لاہور میں حکومت کی طرف سے ایک کلومیٹر پر کتنا کرایہ ہے لاہور شہر کے تمام سٹی روٹوں کے کرایوں کی مکمل تفصیل روٹ وار الگ الگ فراہم کی جائے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال) :

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ نے بروئے نوٹیفکیشن مورخہ 14-1-91 بسوں اور ویگنوں کی شرح کرایہ میں خلیجی بحران کے نتیجہ میں پٹرول ڈیزل کی قیمتوں میں اضافہ کے پیش نظر بسوں اور ویگنوں کا کرایہ بڑھایا تھا۔ یہ شرح کرایہ واپس نہ لیا گیا تھا مگر صرف شہروں کے اندر چلنے والی ویگنوں کے کرایہ میں مورخہ 29-1-91 کو ترمیم کی گئی تھی۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ حکومت نے بسوں /ویگنوں کے کرایہ میں اضافہ واپس لے لیا تھا بلکہ شہری روٹوں پر چلنے والی ویگنوں کے کرایہ میں ترمیم کی تھی۔جو کہ اب تک نافذ العمل ہے۔

(ج) جیسا کہ جز (ب) میں بیان کیا گیا ہے' ٹرانسپورٹرز مقرر کردہ شرح کے مطابق کرایہ وصول کر رہے ہیں شکایت موصول ہونے پر وقتاً فوقتاً اس جرم میں ملوث ٹرانسپورٹروں کے خلاف حسب ضابطہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

(د) مطابق رائج الوقت نوٹیفکیشن مورخہ 1/8/91 شہر لاہور میں فی کلومیٹر کرایہ مقرر نہ ہے' بلکہ تین کلو میٹر تک فاصلہ کی شرح کرایہ 1.00 روپیہ ہے۔ لاہور شہر کے تمام شہری روٹوں پر کرایہ ناموں کی نقل ایوان کی میز پر رکھ دی ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! جو جواب ایوان کی میز پر رکھا گیا ہے اس میں تمام روٹوں کی مکمل تفصیل نہیں دی گئی' خصوصاً روٹ نمبر 12 کے بارے میں میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ لوکل روٹ نہیں ہے۔ جو کہ اس وقت سٹی روٹ پہ چل رہا ہے۔ وہ بادامی باغ سے منہالہ تک جا رہا ہے۔ کیا وہ لوکل روٹ نہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! معزز رکن اپنا سوال دھرا دیں۔

جناب سپیکر : سیٹھی صاحب آپ اپنا ضمنی سوال دھرا دیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! یہ تفصیل جو ایوان کی میز پر رکھی گئی ہے اس میں سٹی روٹوں پر چلنے والے تمام روٹوں کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اور جواب میں بھی تمام روٹوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جبکہ روٹ نمبر 12 اس میں شامل نہیں ہے۔ وہ بادامی باغ منہالہ تک چل رہا ہے۔ ایک تو اس کو شامل کیوں نہیں کیا گیا اور کیا وہ لوکل روٹ نہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! ویسے تو بادامی باغ والا لوکل روٹ ہے۔یہ صفحہ کون سا ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : یہ صفحہ نمبر 11 ہے اور جواب میں بتایا گیا ہے لاہور شہر کے تمام شہری روٹوں کے کرائے نامے کی نقول ایوان کی میز پر رکھ دی ہیں اس میں جتنے بھی روٹوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی گئی ہے ساتھ کرائے نامے کی شرح بھی بتائی گئی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ روٹ 12 بھی لوکل روٹ ہے۔ اس کی شرح نہیں بتائی گئی۔ میری اطلاع کے مطابق یہ ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی سے مل کر اس روٹ کو لوکل روٹ سے الگ

کروایا گیا ہے اور اس پر بہت زیادہ دھاندلی کی جا رہی ہے' اس لیے انہوں نے اس کی تفصیل دینا پسند نہیں کی۔ جبکہ یہ لوکل روٹ ہے۔ اب وزیر موصوف صرف یہ وضاحت کر دیں کہ کیا یہ روٹ نمبر 12لوکل روٹ ہے یا نہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! یہ ہے تو لوکل روٹ' جناب سیٹھی صاحب سے اتفاق کرتا ہوں۔ معلوم نہیں روٹ نمبر12 کی تفصیل کیوں شامل نہیں کی گئی۔آپ اس سوال کو موخر کر دیں۔

جناب سپیکر : سوال نمبر 453 کو موخر کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال فوزیہ بہرام صاحبہ۔

بیگم فوزیہ بہرام :سوال نمبر 491

ڈپو کو اپ گریڈ کرنا

☆491- بیگم فوزیہ بہرام :کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازارہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع چکوال کا ڈپو جو کاغذی طور پر اپ گریڈ ہوا ہے عملی طور پر کب تک مکمل ہوگا۔

(ب) پہلی قسط کے طور پر جو 33 لاکھ روپے اس ڈپو کو ادا ہونے تھے وہ کب تک ادا کیے جائیں گے۔

(ج) ڈپو کا بقایا جٹ کتنا ہے اور کس طرح ادا ہوگا؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال) :

(الف) ضلع چکوال کا ڈپو عملی طور پر اپ گریڈ کر دیا گیا ہے اور باقاعدہ مکمل یونٹ کی طرح کام کر رہا ہے۔ فی الحال کارپوریشن کی بسیں چکوال سے مختلف روٹوں پر چل رہی ہیں اور اس کے علاوہ پرائیوٹ 3 عدد بسیں اور 11 ویگنیں لیز پر چل رہی ہیں۔ آئندہ مزید بسوں اور ویگنوں کے ڈپو میں لیز پر آنے کی توقع ہے۔

(ب) چکوال ڈپو کے لیے مبلغ 33 لاکھ روپے کی ادائیگی فنڈز کی کمیابی کے باعث نہ ہو سکی ہے۔

(ج) کارپوریشن کے ذیلی ڈپوؤں کا الگ الگ جٹ تیار نہیں کیا جاتا۔ پوری کارپوریشن کا ایک جٹ تیار ہوتا ہے۔ البتہ اس جٹ میں ہر یونٹ کے لیے رقم مختص کی جاتی ہے۔ جس کا انحصار اس ڈپو میں چلنے والی بسوں کے مطابق ہوتا ہے۔ چکوال ڈپو کو

بھی ضرورت کے مطابق فنڈز فراہم کے جاتے ہیں۔

بیگم فوزیہ بہرام: جواب کے جز (ب) میں انہوں نے کہا ہے کہ چکوال ڈپو کے لیے 33 لاکھ روپے کی ادائیگی فنڈز کی کمی کی وجہ سے نہ ہو سکی' میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جب محکمے کو فنڈز میسر آ جائیں گے' کیا اس وقت یہ 33 لاکھ روپے ادا کر دیں گے؟

وزیر ٹرانسپورٹ: ضرور ادا کر دیں گے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! یہ بتایا گیا ہے کہ 6 بسیں روٹ پر چل رہی ہیں اور ہر ایک یونٹ کے لیے رقم مختص کی جاتی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جس یونٹ پر چھ بسیں چل رہی ہیں ان کے لیے بجٹ میں کتنی رقم مختص کی گئی ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! کسی ڈپو کے لیے علیحدہ بجٹ نہیں بنایا جاتا۔ بجٹ صرف ایک ہوتا ہے اور ضرورت کے مطابق مختلف یونٹوں کو رقم فراہم کی جاتی ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! بتایا گیا ہے کہ ڈپوؤں کے لیے علیحدہ بجٹ تیار نہیں کیا جاتا۔ البتہ اس بجٹ میں ہر یونٹ کے لیے رقم مختص کی جاتی ہے۔ اب ڈپو بھی ایک یونٹ ہے۔ جس میں چھ بسیں چل رہی ہیں۔ اس یونٹ کے لیے بجٹ میں کتنی رقم مختص کی گئی ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر! اس ڈپو کے لیے ایک لاکھ اکتیس ہزار روپے ماہانہ مختص ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال' جناب عامر حیات خان روکڑی!

متبادل سٹینڈ کی فراہمی

☆ 647- جناب عامر حیات خان روکڑی: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور ریلوے سٹیشن کے قریب واقع کلفٹن ہوٹل' ایشیا ہوٹل' سٹی ہوٹل اور ماڈرن ہوٹل وغیرہ کے ساتھ بیرون لاہور جانے والی ایئر کنڈیشنڈ کوچز اور اندرون لاہور چلنے والی روٹ نمبر 33 کی ویگنوں کے سٹینڈ موجود ہیں۔

(ب) کیا یہ امر واقعہ ہے کہ 33 غیر روٹ کی لوکل ویگنوں کی وجہ سے اکثر اوقات ٹریفک جام رہتی ہے جس کی وجہ سے بیرون لاہور جانے والی کوچز کے مسافر خاصے پریشان ہوتے ہیں۔

(ج) کیا حکومت متذکرہ بالا سٹینڈ کو صرف ایئر کنڈیشنڈ کوچز کے لیے مخصوص کرنے اور روٹ 33 کی لوکل ویگنوں کو متبادل سٹینڈ فراہم کرنے کو تیار ہے۔

(د) اگر جزو بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک یہ مسئلہ حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے' یا پہلے سے کوئی منصوبہ زیر غور ہے' تفصیلات بیان فرمائیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال):

(الف) یہ درست ہے کہ لاہور ریلوے اسٹیشن کے قریب کلفٹن ہوٹل' سٹی ہوٹل' ماڈرن ہوٹل' اور ایشیا ہوٹل کے ساتھ بیرون لاہور جانے والی ایئر کنڈیشنڈ کوچز کے ہالٹنگ پوائنٹس محکمہ ٹرانسپورٹ' حکومت پنجاب کے منظور شدہ تھے۔ جو کہ محکمہ ٹرانسپورٹ نے منسوخ کر دیے تھے۔ منسوخ ہونے پر من جملہ ٹرانسپورٹروں نے ہائی کورٹ میں رٹ درخواستیں دائر کی تھیں جو کہ ہائی کورٹ کے حکم کے تحت اس استدلال پر نپٹا دی گئی کہ محکمہ ہذا ان ٹرانسپورٹران کو متبادل جگہ فراہم کرنے تک نہیں ہٹائے گا۔ لوکل روٹ نمبر 33 ریلوے اسٹیشن تا گرین ٹاؤن کے لیے لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن کی طرف سے علیحدہ جگہ مخصوص کی گئی ہے جہاں پر لوکل گاڑیوں کے کھڑا ہونے کی فیس فی گاڑی کارپوریشن وصول کرتی ہے۔

(ب) درست نہ ہے' کیونکہ حال ہی میں اس روٹ پر ٹریفک یکطرفہ کرنے سے ٹریفک جام نہیں ہوتی اور نہ ہی اس ضمن میں کوئی تحریری شکایت وصول ہوئی ہے۔

(ج) ایسی کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔ بلکہ ایئر کنڈیشن کوچز منظور شدہ ہالٹنگ پوائنٹ پر ایک وقت میں ایک ایک ہی گاڑی کھڑی کرنے سے ٹریفک میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ نیز ریلوے اسٹیشن پر متبادل جگہ نہ ہونے کی وجہ سے لوکل روٹ نمبر 33 کی ویگنوں کو منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ نیز لوکل روٹ نمبر 33 ویگنوں کو دوسری جگہ منتقل کرنے سے مسافروں کو پریشانی ہوگی۔

(د) جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ گورنمنٹ کی منظوری کے مطابق متعلقہ ہالٹنگ پوائنٹ پر ایک وقت میں ایک ہی گاڑی کھڑی کرنے سے روٹ نمبر 33 کی ویگنوں کو اپنی مخصوص کردہ جگہ پر کھڑی کرنے سے نیز مذکورہ روڈ پر ٹریفک یکطرفہ کرنے سے ٹریفک میں رکاوٹ کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال خان غلام سرور خان۔

(ملک اقبال احمد خان لنگڑیال نے غلام سرور خان کے ایماء پر سوال نمبر 668 دریافت کیا)

گاڑیوں کے روٹ پرمٹ کی تفصیل

☆668- خان غلام سرور خان : کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پسرور تا قلعہ کالر والا اور پسرور تا لاہور براستہ کلاس والہ قلعہ کالر والا کے روٹ classified ہیں۔

(ب) متذکرہ روٹوں پر چلنے والی گاڑیوں کے روٹ پرمٹ نمبر اور گاڑیوں کے رجسٹریشن نمبر سمعہ سال کیا ہیں۔

(ج) متذکرہ بالا روٹوں پر ٹریفک پولیس ہائی وے پولیس اور ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی کے افسران نے سال 1990ء کے دوران کتنی گاڑیوں کے چالان کیے اور ان سے کتنی رقم بطور جرمانہ وصول ہوئی یا کتنی گاڑیوں کے روٹ پرمٹ منسوخ کیے گئے۔ ہر گاڑی کی تفصیل روٹ نمبر رجسٹریشن نمبر جرمانہ اور منسوخی کی تفصیل الگ الگ بیان کی جائے؟

وزیر ٹرانسپورٹ : (ملک سلیم اقبال)

(الف) یہ درست نہ ہے۔

(ب) چونکہ یہ روٹ classified نہ ہیں اس لیے موٹر وہیکلز رولز کے مطابق متذکرہ روٹوں پر روٹ پرمٹ جاری نہیں ہو سکتے۔ لہذا تفصیل بابت رجسٹریشن نمبراور روٹ پرمٹ نمبر نہیں دیے جا سکتے۔

(ج) چونکہ متذکرہ روٹ classified نہیں ہیں۔ لہذا مطلوبہ تفصیل بابت روٹ پرمٹ نمبر رجسٹریشن نمبر جرمانہ کی رقم اور منسوخی روٹ پرمٹ نمبر نہیں دیے جا سکتے۔ البتہ پسرور تا لاہور براستہ کلاس والا کا بیشتر حصہ classified روٹ درمان تا لاہور کے تحت cover ہوتا ہے۔ اس پر اکثر اوقات ٹریفک چیکنگ ہوتی رہتی ہے۔

جناب سپیکر : اس سوال پر موہل صاحب کے رولز صادر ہوتے ہیں۔ جناب غلام سرور خان صاحب ابھی ہاؤس میں موجود تھے اور ان کے سوالات بھی ہیں لیکن وہ اس وقت تشریف نہیں رکھتے۔ اس سوال کی میں اجازت نہیں دیتا۔ اگلا سوال بھی جناب غلام سرور خان صاحب کا ہے

اسے بھی disallow کرتا ہوں۔ اس کے بعد اگلا سوال جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب کا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : سوال نمبر 695

بس کے روٹ کے دوبارہ اجراء کے لیے اقدام

☆ 695- جناب ارشاد حسین سیٹھی : کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شمالی لاہور پی پی 117 شاد باغ سے ٹاؤن شپ براستہ علامہ اقبال ٹاؤن و ماڈل ٹاؤن اربن ٹرانسپورٹ نے بس روٹ شروع کیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو یہ کس سال شروع کیا گیا اور کب سے بند ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت شمالی لاہور کے عوام کے لیے کوئی اربن ٹرانسپورٹ کا انتظام نہ ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو جز (الف) میں مندرج روٹ بند کرنے کی کیا وجوہات ہیں۔ کیا حکومت متذکرہ بالا روٹ دوبارہ شروع کرنے پر آمادہ ہے۔ اگر ہے تو کب تک' اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : (ملک سلیم اقبال)

(الف) یہ درست نہ ہے تاہم روٹ نمبر 257 از شاد باغ تا علامہ اقبال ٹاؤن (احمد کالونی) کا ماہ فروری 1985ء میں اجراء کیا گیا تھا جو ماہ جنوری 1990ء سے بند ہے۔

(ب) یہ بات پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی بسوں کی حد تک درست ہے۔

(ج) مذکورہ روٹ نمبر 257 کو بند کرنے کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

1۔ شاد باغ کے علاقہ میں سڑکیں تنگ ہیں۔ ناجائز تجاوزات عام ہیں۔ تانگوں ریڑھوں اور سست رفتار گاڑیوں کی بھر مار ہے۔ ٹریفک اکثر جام رہتی ہے ان حالات میں بڑے سائز کی والوو بسوں کا چلنا ناممکن اور دشوار ہو جاتا ہے ٹریفک جام میں بسیں پھنسی رہتیں اور اپنا شیڈول وقت پورا نہ کر سکتیں۔

2۔ 1985ء میں جب اس روٹ کا اجراء کیا گیا تو اس وقت پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے پاس کار آمد بسوں کی تعداد 494 تھی جو فنڈز اور سپیئر پارٹس کے

دستیاب نہ ہونے کے باعث بتدریج کم ہو کر 232 رہ گئی۔

اس طرح مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن اس روٹ کو دوبارہ بحال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب میں کہا گیا ہے کہ تانگہ' ریڑھا اور سست رفتار ٹریفک کی وجہ سے' ٹریفک جام رہتی ہے اس لیے اس روٹ پر بسیں نہیں چل سکتیں۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ تانگے ریڑھے اس لیے چل رہے ہیں کہ وہاں پر بسوں کا کوئی انتظام نہیں۔ لوگ مجبوری کی وجہ سے تانگوں پر سفر کرتے ہیں۔ کیا حکومت میٹروپولیٹن شہر لاہور میں اس روٹ پر والوو بسیں چلانے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ وہاں سے تانگہ ریڑھا بھی ختم ہو سکے ؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس روٹ پر ٹریفک کے ساتھ ساتھ سڑک اتنی تنگ ہے کہ اتنی ہیوی والوو جیسی وہیکل کا وہاں سے گزرنا ہی محال ہے اور وہاں پر کئی کئی گھنٹے بسیں پھنسی رہتی ہیں۔ اس سے نہ صرف کارپوریشن کو نقصان ہوتا ہے' بلکہ عوام کا قیمتی وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس روٹ پر بسیں چلانا ممکن نہیں ہے۔ علاوہ ازیں نہ تو ہمارے پاس بسیں ہیں اور نہ ہی وہ سڑکیں اس قابل ہیں کہ وہاں روٹ کا اجرا کیا جائے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! یہ جو تنگ سڑکوں کی تعریف کر رہے ہیں کا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ "تنگ سڑک" کی تعریف کیا ہے اور "کشادہ سڑک" کی تعریف کیا ہے ؟

جناب سپیکر! میں یہ بھی چیلنج کرتا ہوں کہ ساٹھ فٹ چوڑی سڑکیں شاد باغ تک جاتی ہیں کیا یہ ساٹھ فٹ چوڑی سڑکیں تنگ سڑکوں کے زمرے میں آتی ہیں یا کشادہ سڑکوں کے زمرے میں آتی ہیں ؟

وزیر ٹرانسٹورٹ : جناب والا! میں نے پہلے ہی ذکر کیا ہے کہ سڑکوں پر اتنی ناجائز تجاوزات ہیں کہ وہ سڑکیں ساٹھ فٹ سے کم ہو کر رہ گئی ہیں۔ اس وقت وہاں physically ساٹھ فٹ سڑکیں موجو نہیں مزید یہ کہ تجاوزات کو ہٹانا کارپوریشن کا کام ہے۔

جناب سپیکر : اب ہم مغرب کی نماز کے لیے وقفہ کرتے ہیں وقفہ سوالات بھی ابھی ختم

نہیں ہوا وقفہ نماز کے بعد وقفہ سوالات جاری رہے گا۔ نماز کے بعد 6 بجے ہم دوبارہ اکٹھے ہوں گے۔

(نماز مغرب کے لیے اجلاس ملتوی ہو گیا)

(نماز مغرب کے وقفے کے بعد 6 بج کر 20 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر اجلاس کی کارروائی شروع ہوتی ہے۔)

جناب سپیکر : جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب کا سوال نمبر 699 ہے۔ جی سیٹھی صاحب۔

تانگہ کے متبادل ٹرانسپورٹ چلانا

☆699- جناب ارشاد حسین سیٹھی : کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پی پی 117 لاہور II اور شمالی لاہور کے کم و بیش دس لاکھ کی آبادی کو آمدورفت کے لیے صرف تانگہ ہی میسر ہے جبکہ لاہور کی بیشتر سڑکوں پر تانگوں کی آمدو رفت ممنوع ہے۔

(ب) اگر جز الف بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت میٹرو پولیٹن لاہور کی حدود میں تانگہ کے متبادل ٹرانسپورٹ چلانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال) :

(الف) یہ کہنا درست نہیں ہے کہ شمالی لاہور کی آبادی کے لیے صرف تانگہ سروس ہی میسر ہے بلکہ رکشہ' ٹیکسی کے علاوہ لوکل روٹ نمبر 20 (شاد باغ تا امامیہ کالونی) برائے مزدا ویگن اور روٹ نمبر 60 (کوٹ خواجہ سعید تا سانده کلاں) برائے سوزوکی ویگن پر کافی سروس لوگوں کی سہولت کے لے موجود ہے۔

جن پر بالترتیب 107 اور 177 روٹ پرمٹ جاری شدہ ہیں اور گاڑیاں چل رہی ہیں اس کے علاوہ روٹ نمبر57 برائے سوزوکی ویگن ازاں دربار میراں حسین (چاہ میراں) سے مزنگ اڈا براستہ چوک ناخدا۔ فیض باغ۔ اک موریہ پل۔ ریلوے اسٹیشن۔ میکلوڈ روڈ۔ جی پی او۔ اے جی آفس منظور کیا گیا ہے۔ جس کے لیے کم از کم 1985ء ماڈل کی گاڑی کی شرط عائد کی گئی ہے۔ جونہی کوئی ٹرانسپورٹ روٹ پرمٹ حاصل کرنے کے لیے درخواست دے گا باضابطہ طور پر روٹ پرمٹ جاری

کر دیا جائے گا۔

(ب) جب کہ جز (الف) میں بیان کا گیا ہے کہ شمالی لاہور میں عوام کی سہولت کے لیے پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کی کافی سہولت موجود ہے۔

(فاضل رکن ایوان میں تشریف نہ رکھتے تھے)

جناب سپیکر : سوال نمبر 737۔ ملک اقبال احمد خان لنگڑیال۔

ملک اقبال احمد خان : سوال نمبر 737

چھوٹے روٹ پر بسیں چلانے کے لیے اقدام

☆ 737- ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازارہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) سال 1990ء سے 1991ء تک محکمہ پنجاب ٹرانسپورٹ کو کتنا نفع یا نقصان ہوا۔

(ب) کیا حکومت پنجاب ٹرانسپورٹ کی بسوں کو چھوٹے روٹ پر چلانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ج) بس ڈرائیوروں کی ٹریننگ کہاں ہوتی ہے۔ اور بس چلانے کا لائسنس کس طرح جاری کیا جاتا ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال)

(الف) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کو سال 91-1990ء میں انتالیس کروڑ جو نسٹھ لاکھ انچاس ہزار سات سو نوے روپے کا نقصان ہوا۔

(ب) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی بسوں میں کمی کے باعث روٹوں پر بسیں چلانے کا فی الحال کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

(ج) ڈرائیونگ کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے پی او ٹی سی نے لاہور اور دیگر شہروں میں جہاں پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کے یونٹ ہیں۔ وہاں ڈرائیونگ سکول قائم کیے ہوتے ہیں۔ جو کہ ڈرائیوروں کی تربیت اور ٹریننگ کو ایک باقاعدہ نظام کے تحت چلاتے ہیں۔ اس وقت پی آر ٹی سی کے گیارہ ٹریننگ سکول پنجاب کے مختلف شہروں میں کام کر رہے ہیں۔ حکومت پنجاب نے بھی ایک ڈرائیونگ سکول قائم کرنے کی منظور دی ہے۔ جو جلد فنڈز فراہم ہونے پر کام شروع کر دے گا۔

ڈرائیونگ لائسنس کے حصول کے لیے حکومت کا مقرر کردہ طریقہ کار موجود ہے۔اور اُسی طریقہ پر عمل کرتے ہوئے ہلکی اور بھاری گاڑیوں کے ڈرائیونگ لائسنس جاری کیے جاتے ہیں۔ یہ ڈرائیونگ لائسنس ڈرائیونگ ٹیسٹ بورڈ ڈرائیور کی جسمانی اور عملی صلاحیت جانچنے کے بعد ہی لائسنس جاری کرتا ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ اس 39, 64, 49, 790, روپے کے نقصان کی کیا وجوہات تھیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! اس کی وجوہات پرانی بسیں پرزہ جات کی قیمتیں زیادہ ہونے اور اوور سٹافنگ ہیں۔ جناب والا! جہاں پر 13 ہزار آدمی اس وقت کام کر رہے ہیں وہاں پر نو ہزار فالتوں کام کر رہے ہیں۔ اور یہی نقصان کی وجوہات ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! یہ چار ہزار آدمی فالتو رکھے ہوئے ہیں ان کو نکالا کیوں نہیں جا رہا اور اس بارے میں حکومت کیا بندوبست کر رہی ہے اور کیا حکومت بحث کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! حکومت اس مسئلے پر غور و خوض کر رہی ہے لیکن حکومت نہیں چاہتی کہ کسی مزدور کو بے روزگار کیا جائے اور ہم وہی فیصلہ کریں گے جو پریکٹیکل ہوگا اور قابل قبول ہوگا اور مزدوروں کے باہمی مشورے سے فیصلہ کیا جائے گا۔ مختلف پہلوؤں پر حکومت غور کر رہی ہے۔جب یہ کسی حتمی فیصلے پر پہنچ جائے گی تو اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! ایک سال کے عرصہ میں-/39,64, 49,790 روپے کا نقصان ہوا کیا یہ محکمہ ٹرانسپورٹ کی ناقص منصوبہ بندی اور ناقص کارکردگی کا مظہر نہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! اس میں منصوبہ بندی کا کوئی عمل دخل نہیں جیسے واقعات ابھی میں نے آپ کو بتائے ہیں جن کی وجہ سے یہ نقصانات ہو رہے ہیں حکومت نہیں چاہتی کہ جو نو ہزار آدمی ویسے ہی کام کر رہے ہیں۔ ان کو نکالا جائے ان کے لیے ایک پیکیج تیار ہو سکتا ہے اور یہ پول میں بھی جا سکتے ہیں۔ لیکن ہم انہیں بے روزگار کبھی نہیں کریں گے۔ ہم ان کے مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کریں گے۔ اس وقت جتنا بھی نقصان ہو رہا ہے حکومت اسے برداشت کر رہی ہے اور یہ اس وقت تک برداشت کرتی رہے گی جب تک کوئی اس کا متبادل

انتظام نہیں ہو جاتا۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! ایک سال میں یہ کروڑوں روپے کا نقصان آیا صوبے کی اقتصادی اور مالی مشکلات میں اضافے کا باعث نہیں بنے گا؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت پر یہ ہر سال اڑھائی کروڑ روپے کا بوجھ ہے۔ لیکن میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ ہم اس بوجھ کو اس وقت تک اٹھائے رکھیں گے جب تک ہم اس کا کوئی متبادل انتظام نہیں کر لیتے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! میں آپ کے توسل سے وزیر موصوف سے یہ دریافت کروں گا کہ یہ جو ڈرائیونگ سکول کھولے ہیں اور بسوں کے ڈرائیوں کو ریفریشر کورس کروائے جاتے ہیں کیا یہ اس سلسلے میں اس بات کا بھی کوئی ٹیسٹ رکھیں گے کہ موجودہ جو ڈرائیور ہیں وہ کتنے نشے کے عادی ہیں اور کیا ان کے لیے یہ لازمی قرار دیا جائے گا کہ جس وقت کسی ڈرائیور کا کوئی ایکسیڈنٹ ہو اس کے خون کا ٹیسٹ لیا جائے گا۔

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب سپیکر! مجھے ان کے سوال کی کوئی سمجھ نہیں آئی۔ اور فاضل رکن سے استدعا ہے کہ وہ اپنا سوال دھرا دیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! فاضل رکن نے ڈرائیونگ سکول کے بارے میں فرمایا ہے اس میں یہ بھی فرمایا ہے کہ لائسنسنگ اتھارٹی اس کا لائسنس دیتی ہے۔ تو جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ جب کسی بس کا کوئی ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے۔ تو کیا آپ اس چیز کو verify کرنے کے لیے کوئی قانون بنانا چاہتے ہیں کہ اس بس ڈرائیور کے خون کا ٹیسٹ لیا جائے' یہ پتہ کرنے کے لیے کہ آیا وہ نشے میں تو نہیں تھا؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب سپیکر! مجھے اس سوال کی قطعاً سمجھ نہیں آئی۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب! سوال واضح نہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں جناب سپیکر! یہ جو 39 کروڑ روپے کا نقصان ہے یہ نقصان کتنی تنخواہوں کے ذریعے سے ہو رہا ہے اور کتنا نقصان بسوں کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یعنی کتنے پیسے تنخواہوں پر جا رہے ہیں۔ اور کتنے پیسے ان پرزہ جات پر خرچ ہوتے ہیں۔ جن کے بارے میں ابھی انہوں نے فرمایا ہے کہ پرزہ جات کی قیمت زیادہ ہو گئی ہے۔ یہاں پر سینکڑوں بسیں کھڑی ہیں جن کے پرزہ جات کے لیے

ان کے پاس کوئی رقم نہیں ہے۔ کیا یہ اس 39 کروڑ رقم کی وضاحت کریں گے کہ اس میں سے تنخواہوں پر کتنا خرچ ہو رہا ہے اور پرزہ جات پر کتنا خرچ ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر! میرے دوست نے جو تفصیلات مانگی ہیں وہ ایک تازہ سوال بنتا ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ جتنا بھی نقصان ہو رہا ہے وہ over staffing کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ نو ہزار آدمی فالتوں کام کر رہا ہے۔ ان کی تنخواہوں میں کافی پیسہ جا رہا ہے۔ اگر یہ سوال کا تازہ نوٹس دیں تو میں اس کی تفصیلات دے سکوں گا۔

جناب سپیکر: جناب فرید احمد پراچہ ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اتنے بڑے نقصان کو بہت ہی کم کرنے کی تجویز نئی بسوں کی آمد تھی' اس پر کتنے سالوں سے غور ہو رہا ہے اور اتنے سالوں سے اس پر عمل درآمد کیوں نہیں ہو سکا۔

جناب سپیکر: وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! یہ گرانٹس اور قرضہ جات کا معاملہ ہوتا ہے اور جو بسیں دوسرے ممالک سے منگوائی جاتی ہیں اس کا فیصلہ وفاقی حکومت کرتی ہے۔ ہم تو یہاں سے تجویز دے کر بھیج دیتے ہیں اور فیصلہ کرنا وفاقی حکومت کا کام ہوتا ہے اور سیٹھی صاحب بخوبی سمجھتے ہیں کہ نقصان کیوں ہوتا ہے اور نقصان کے خاتمہ کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جناب سپیکر: اگلا سوال ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب!

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: سوال نمبر 789۔

☆789- ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کو پچھلے سال کتنا نفع ہوا اگر جواب نفی میں ہے تو اس کو بند کیوں نہیں کر دیا جاتا۔

(ب) گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی کتنی بسیں ہیں ان میں سے کتنی استعمال ہو رہی ہیں اور کتنی ورکشاپوں میں پڑی ہیں۔

(ج) گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی اس وقت کون کون سے روٹ پر بسیں چل رہی ہیں الگ الگ مکمل تفصیل روٹ وار فراہم کی جائے۔ نیز گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کے روٹوں پر نجی مالکان

کن شرائط پر بسیں چلا رہے ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال):

(الف) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کو پچھلے سال کوئی منافع نہیں ہوا۔ چونکہ اس ادارہ کی بنیادی ذمہ داری عوام کو بہتر سفری سہولتیں مہیا کرنا ہے' اس لیے خسارے کے باوجود عوام کو سفری سہولتیں مہیا کی جا رہی ہیں۔ اربن ٹرانسپورٹ ترقی یافتہ ممالک میں بھی خسارہ میں چلتی ہے' اس لیے تمام مالک شہری ٹرانسپورٹ کو اپنی سماجی ذمہ داری سمجھتے ہوئے یہ خسارہ برداشت کرتے ہیں۔

(ب) اس وقت پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی بسوں کی کل تعداد قابل استعمال اور ورکشاپ میں پڑی بسوں کی تعداد حسب ذیل ہے۔

	شہری حدود میں چلنے والی	بین الاضلاعی روٹوں پر چلنے والی	کل تعداد
تعداد بسیں	869	691	1560
قابل استعمال	232	162	394
قابل مرمت	433	138	572
ناکارہ بسیں	204	391	595

(ج) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن اس وقت 75 روٹوں پر بسیں چلا رہی ہے۔ (بین الاضلاعی 43 اور اربن 32 جن کی تفصیل لف ہے۔ نجی مالکان بھی پی آر ٹی سی کے بین الاضلاعی روٹوں پر بسیں چلا رہے ہیں۔ جن کی تفصیل بھی لف ہے۔ نجی مالکان کی بسیں مندرجہ ذیل شرائط پر چلائی جا رہی ہیں۔

1- بس کے اجرا کے لیے مبلغ دو ہزار روپے ناقابل واپسی فیس وصول کی جاتی ہے۔

2- ابتدائی طور پر معاہدہ گیارہ ماہ کے لیے کیا جاتا ہے جس کی بعد میں تجدید کی جاتی ہے۔

3- عام بسوں کی آمدنی سے 25 فی صد ائیر کنڈیشن سے 15 فی صد اور ویگن سے 10 فی صد کے حساب سے کارپوریشن وصول کرتی ہے۔

پی۔ آر۔ ٹی۔ سی کے بین الاضلاعی روٹوں کی لسٹ

نمبر شمار	روٹ کا نام
-1	لاہور۔ جڑانوالا۔
-2	لاہور۔ گجرانوالہ
-3	لاہور۔راولپنڈی
-4	لاہور۔ سرگودھا۔
-5	سرگودھا۔ فیصل آباد
-6	سرگودھا سیال شریف۔
-7	لاہور۔ گجرات
-8	گجرات۔ جلال پور جٹاں۔
-9	صعوبتیاں۔ لاہور۔
-10	گجرات۔ گوجرانوالہ۔
-11	منڈی بہاؤلدین۔ گجرات۔
-12	گوجرانوالہ۔ گجرات۔ لاہور۔
-13	ملتان۔ لاہور۔
-14	ملتان۔ احمد پور جھنگ۔
-15	ملتان۔ ڈیرہ اسماعیل خان۔
-16	لوہاری گیٹ۔ بند بوسن۔
-17	فیصل آباد۔ پشاور۔
-18	جھنگ۔ لاہور۔
-19	جھنگ۔ منڈی شاہ جیوناں۔
-20	جھنگ۔ کری والہ۔
-21	جھنگ۔ پیر کوٹ۔
-22	فیصل آباد۔ لاہور۔
-23	راولپنڈی۔ لاہور۔

-24	چکوال۔ راولپنڈی۔
-25	چکوال۔ روپ وال۔
-26	چکوال۔ دلہ۔
-27	چکوال۔ تلہ گنگ۔
-28	چکوال۔ لاہور۔
-29	بہاولپور۔ لاہور۔
-30	بہاولپور۔ ھتھیجی۔
-31	سیالکوٹ۔ لاہور۔
-32	سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔
-33	سیالکوٹ پسرور گوجرانوالہ۔
-34	شکر گڑھ۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔
35	ڈیرہ غازی خان۔ ملتان۔
-36	ڈیرہ غازی خان۔ لورا لائی۔
-37	ڈیرہ غازی خان۔ شیرو۔
-38	ڈیرہ غازی خان۔ ہیت مستوئی۔
-39	ڈیرہ غازی خان۔ حیدر واھن۔
-40	ڈیرہ غازی خان۔ عین گورلھا۔
-41	ڈیرہ غازی خان۔ چوٹی بالہ۔
-42	ڈیرہ غازی خان۔ جام پور۔ لنڈن۔
-43	ساہیوال۔ لاہور۔

نجی مالکان کی بسوں کے روٹوں کی لسٹ

نمبر شمار	روٹ کا نام
-1	پیر ودھائی۔ لاہور۔

-2 پیر ودھائی۔ ساہیوال براستہ لاہور۔

-3 مانسہرہ۔ لاہور۔

-4 راولپنڈی۔ لاہور۔

-5 سرگودھا۔ لاہور۔

-6 اچھالی۔ لاہور براستہ سرگودھا۔

-7 گوجرانوالہ۔ لاہور۔

-8 لاہور۔ چشتیاں۔

-9 لاہور۔ پشاور۔

-10 تلہ گنگ۔ لاہور۔

-11 چکوال۔ لاہور۔

-12 فیصل آباد۔لاہور۔

-13 سمندری۔ لاہور براستہ فیصل آباد۔

-14 گوجرہ۔ لاہور براستہ فیصل آباد۔

-15 فیصل آباد۔ چشتیاں۔

-16 بہاولپور۔ ملتان۔

-17 گجرات۔ لاہور۔

-18 لالہ موسیٰ۔ لاہور۔

-19 منڈی بہاؤالدین۔ لاہور۔

-20 جلال پور جٹاں۔ لاہور۔

-21 سیالکوٹ۔ لاہور۔

-22 ڈیرہ غازی خان۔ لاہور براستہ ملتان۔

-23 ڈیرہ غازی خان۔ ملتان۔

-24 ڈیرہ غازی خان۔ راجن پور۔

-25 ڈیرہ غازی خان۔ کشمور۔

-26 ملتان شجاع آباد۔

-27 ملتان۔ جلال پور۔

-28 ملتان۔ لاہور۔

-29 ساہیوال۔ لاہور۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! ضمنی سوال یہ ہے کہ چلنے والی بسوں اور قابل مرمت بسوں کے لیے کتنی رقم درکار ہے۔ ان کو حکومت پنجاب یا کسی طریقے سے کتنا فنڈ مہیا کیا جائے جس سے یہ 872 بسیں چالو حالت میں ہو جائیں گی؟

جناب سپیکر : وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! اس کا تخمینہ تو اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے۔ کہ اس کے لیے کتنا سرمایہ درکار ہوگا۔ اگر یہ جاننا چاہیں تو میں اس کا تخمینہ بھی بتادوں گا کہ کتنا سرمایہ درکار ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : اس اجلاس کے دوران مہیا کرنے کو تیار ہیں؟

جناب سپیکر : کیا وزیر ٹرانسپورٹ یہ تفصیل حالیہ اجلاس کے دوران مہا کرنے کو تیار ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ : جی ہاں!

جناب سپیکر : جی ہاں' وزیر ٹرانسپورٹ مہیا کرنے کو تیار ہیں۔ ضمنی سوال ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب!

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! انہوں نے بتایا ہے کہ نجی مالکان جو بسیں چلا رہے ہیں ان سے ان کو کافی منافع حاصل ہوا ہے تو کیا یہ بین الاضلاعی روٹوں پہ نجی بسیں چلانے کے لیے تیار ہیں۔ کیا یہ اس کا انتظام کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر : جی ملک صاحب!

وزیر ٹرانسپورٹ : اگر میرے دوست کا اشارہ لیز پر لی گئی بسوں کی طرف ہے۔ تو ہم تو سب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : میں نے یہ ضمنی سوال کیا تھا کہ یہ ان کے لیے کیا اقدامات کر رہے ہیں۔ میں شہری روٹوں کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا بلکہ بین الاضلاعی روٹوں کی بات کر رہا ہوں اور جن میں 43 بین الاضلاعی روٹوں پر یہ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کی بسیں چلا

رہے ہیں۔ اور ان میں سے 29 روٹس ہیں جن پہ نجی مالکان کی بسیں چل رہی ہیں۔ کیا یہ نجی مالکان کے لیے کوئی کشش پیدا کر رہے ہیں کہ ان 43 روٹوں پر نجی مالکان بھی بسیں چلائیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ : جناب والا! لیز پر بسیں چلانے کا ایک خاص فارمولا ہے۔ جو بھی چاہے ہمارے ساتھ لیز پر بسیں چلا سکتا ہے۔ اس وقت بھی تقریباً 145 بسیں لیز پر چل رہی ہیں۔ اگر یہ جاننا چاہیں تو میں انہیں وہ فارمولا بتا سکتا ہوں۔

جناب سپیکر : وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ : میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

جی ٹی ایس کے نفع نقصان کی تفصیل

☆ 793- ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) اس وقت جی ٹی ایس میں کتنی گاڑیاں لیز ایگریمنٹ پر چل رہی ہیں اور متذکرہ گاڑیوں سے کمیشن کے طور پر محکمہ کو کتنی آمدن ہو رہی ہے اور کتنے اخراجات برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔

(ب) اس وقت جی ٹی ایس کی اپنی ملکیت میں کتنی بسیں ہیں اور ان سے حکومت کو کتنی آمدنی یا نقصان ہوا ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال) :

(الف) اس وقت 339 گاڑیاں لیز ایگریمنٹ کے تحت مختلف روٹوں پر چل رہی ہیں جن سے کمیشن کے طور پر پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کو ماہانہ تقریباً چالیس لاکھ روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔ جبکہ مقابلتاً اخراجات تقریباً اس آمدن کا چوتھی صد ہیں۔

(ب) اس وقت پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی اپنی ملکیتی تین الاضلاعی اور اربن بسوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

	اربن	انٹر سٹی	کل تعداد
تعداد بسیں	869	691	1560
قابل استعمال	232	162	394

باقی بسیں یا تو زیر مرمت یا ناکارہ ہیں۔ ناکارہ بسیں نیلام کی جاتی ہیں۔

سال 1990-91ء میں کل آمدنی مبلغ سولہ کروڑ تہتر لاکھ اڑسٹھ ہزار چھ سو چھپن روپے ہوگی۔ جبکہ نقصان مبلغ انتالیس کروڑ چونسٹھ لاکھ انچاس ہزار سات سو نوے روپے ہوا۔

زائد بسیں چلانے کے لیے اقدام

☆880- رانا ثناء اللہ خان : کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فیصل آباد شہر میں اس وقت "جھنگ بازار" تا گول ڈی ٹائپ روٹ پر صرف ایک بس چلائی جا رہی ہے جبکہ اب سے دس سال قبل اس روٹ پر پانچ بس چلا کرتی تھیں اور اس روٹ کو جو پہلے جھنگ بازار تا محمدی چوک سمن آباد تا پل کوریاں والہ تا گول ڈی ٹائپ ہوا کرتا تھا مگر اب مختصر کر کے جھنگ بازار تا گول ڈی ٹائپ کر دیا گیا ہے۔

(ب) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی وجہ بیان کی جائے۔ آیا حکومت متذکرہ روٹ پر بسوں کی تعداد بڑھانے اور پہلے روٹ کو بحال کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال):

(الف) یہ درست ہے کہ اس روٹ پر پہلے پانچ بسیں چلا کرتی تھیں۔ لیکن اب بسوں کی کمی کے باعث اس وقت پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی کوئی بس بھی جھنگ بازار تا ڈی ٹائپ کالونی نہ چل رہی ہے۔

(ب) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے ڈپو غلام محمد آباد کے پاس شہری حدود میں چلنے والی صرف دو گاڑیاں قابل استعمال ہیں۔ جو غلام محمد آباد تا پیپلز کالونی روٹ پر چل رہی ہیں۔ باقی ماندہ گاڑیاں فنڈز کی عدم دستیابی' فالتو پرزہ جات کی فراہمی مارکیٹ میں نہ ہونے کے باعث ورکشاپ میں کھڑی ہیں۔ قابل استعمال بسوں کی کمی کے باعث باقی روٹوں پر فی الحال کوئی بس نہ چلائی جا سکتی ہے۔

اربن ٹرانسپورٹ کی بسوں کی تفصیل

☆881- رانا ثناء اللہ خان : کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) فیصل آباد شہر میں اربن ٹرانسپورٹ کے لیے سال 1970ء سے اب تک کتنی بسیں مقامی ٹرانسپورٹ اتھارٹی کو دی گئیں۔ کل تعداد مع مالیت سال فراہم کی جائے اس وقت کتنی بسیں شہریوں کی سہولت کے لیے کس کس روٹ پر چلائی جا رہی ہیں جو بسیں ناکارہ قرار دی جا چکی ہیں انہیں ناکارہ قرار دیے جانے کی کیا وجوہات تھیں اور انہیں فروخت کرنے سے کتنی رقم حاصل ہوئی اور اگر فروخت نہیں کی گئیں تو اس وقت تک صورت حال کی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال):

(الف) فیصل آباد شہر میں اربن ٹرانسپورٹ کے لیے سال 1970ء سے اب تک 83 بسیں مہیا کی گئیں جن کی کل تعداد مع مالیت مع سال درج ذیل ہے۔

سال	بسوں کی تعداد	مالیت
1970 تا 1973	صفر	
1974 تا 1974	16	پندرہ لاکھ چھیاسی ہزار روپے
1975 تا 1975	9	آٹھ لاکھ بیاسی ہزار روپے
1976 تا 1976	19	پینتیس لاکھ ترپن ہزار روپے
1977 تا 1977	3	پانچ لاکھ اکسٹھ ہزار روپے
1978 تا 1984	—	— — —
1985	30	چھیاسٹھ لاکھ اکیاون ہزار روپے
1985	4	آٹھ لاکھ چھیاسی ہزار چار سو باون روپے
1986	2	پانچ لاکھ تراسی ہزار سات سو اسی روپے
1987	—	

1988ء تا حال کوئی نئی بس فراہم نہ کی گئی ہے۔

فقط دو بسیں غلام محمد آباد تا پیپلز کالونی روٹ پر چل رہی ہیں۔ اس وقت 34 فیٹ بسیں جن کے سپیئر پارٹس مارکیٹ میں دستیاب نہ ہونے کے باعث ورکشاپ میں کھڑی ہیں۔ جو کہ نیلامی کے مراحل میں ہیں۔

☆ 1189- ملک احمد علی اولکھ : کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ماہ جون 1991ء میں ٹرانسپورٹ کا کرایہ کم کرنے کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا تھا اور کرایہ کم کرنے کا نوٹیفکیشن بھی اگست 1991ء میں جاری کیا گیا تھا۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو مذکرہ نوٹیفکیشن کی ایک نقل ایوان کی میز پر رکھی جائے۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ نوٹیفکیشن پر عمل درآمد کے لیے متعلقہ محکمہ جات کو کسی تاریخ کا تعین نہیں کیا گیا۔

(د) اگر جزو (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ نوٹیفکیشن پر کسی تاریخ سے عملدرآمد کرنے کو تیار ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال) :

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) مطلوبہ نوٹیفکیشن کی نقل لف ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے بروئے نوٹیفکیشن کرایوں میں کمی کا نفاذ یکم اگست 1991ء عمل میں آگیا ہے۔ جس کی تاریخ کا تعین مذکورہ نوٹیفکیشن ہی میں کر دیا گیا تھا۔ اس لیے از سر نو تاریخ تعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ بعد ازاں تمام متعلقہ محکمہ جات کو حکومت کی جانب سے مورخہ 26-8-1991 کو ضروری ہدایت برائے مکمل عمل درآمد کرایوں کی وصولی کی بابت جاری کر دی گئی تھیں۔ تاکہ مسافروں سے کم کی گئی شرح کے مطابق کرایہ کی وصولی کو یقینی بنایا جائے۔

(د) حکومت پنجاب ہر حالت میں متذکرہ نوٹیفکیشن پر عمل درآمد کر رہی ہے۔ اور اس کو یقینی بنانے کے لیے تمام متعلقہ محکمہ جات کو پہلے ہی ضروری ہدایات دی جا چکی ہیں اس لیے از سر نو تاریخ کا تعین کرنے کی ضرورت نہ ہے۔

ضمیمہ الف

GOVERNMENT OF THE PUNJAB
TRANSPORT DEPARTMENT

NOTIFICATION.

NO. SOTR.I./2-2/75- VII-90 Consequent upon the reduction in prices of fuel, as announced by the prime Minister of Pakistan on 17.3.1991 which is to the extent of 12 to 15% and representations made by the General public for reduction in fares of various types of transport operating in the Province;

And whereas the Goverment have examined all representations, recommendations and proposals in accordance with the procedure. prescribed under Section 45, of the West Pakistan Motor Vehicles ordinance, 1965

Now therefore, in exercise of the powers conferred upon him under sub 1 section of section 45 of the West Pakistan Motor Vehicles ordinance 1965 as applicable to the province of the punjab, the Governor of the punjab is pleased to enforce the following fares for the above mentioned categories of vehicles with immediate effect:

STAFF CARRIAGHES

(a) Buses plying on inter-city routes:-

		Existing, (paisas per passenger per Kilometer)	Revised (paisa Per passenger per kilometer,
1.	Metalled plain roads.	15	14.75
2.	Plain Kacha.	16	15.75
3.	Hill roads jika gali and bartan.	17	16.75
4.	Portion of Ghora Gali route. falling in punjab & portion of		

	Pind Daden khan chakwal road from khewara to thullsy.	17	16.75
5.	Other Hilly roads falling in Punjab.	16	15.75
6.	Air- conditioned buses.	25	No change.
7.	Students.	50% of the fare	No change.

(b) Buses plying on Urban routes (per passenger).

1.	0 - 3 Km.	Rs.	1.00	No change
2.	3 - 6 Km.	Rs.	2.00	—
3.	6. - 9 Km.	Rs.	3.00	—
4.	9 - 12 Km.	Rs.	4.00	—
5.	over 12 Km.	Rs.	5.00	—
	Stndents.	Rs.	0.25	—

(c) Mini buses on Urban routes (per passenger).

		Existing.			Revised.	
1.	Upto 3 Km.	Rs.	1.25.		Rs.	1.00
2.	Over 3 to 6 "	Rs.	2.00		Rs.	2.00
3.	Over 6 to 9"	Rs	2.50		Rs.	2.50
4.	Over 9 to 12 "	Rs.	3.00		Rs.	3.00
5.	Over 12 to 15 "	Rs.	3.50		Rs.	3.00
6.	Over 15 to 18 "	Rs.	4.00		Rs.	4.00
7.	Over 18 to 21 "	Rs.	4.50		Rs.	4.50
8.	Over 21 km	Rs.	5.00		Rs.	5.00

(b) Suzuki Vans (Urban Areas) Per Passenger.

1.	Over 5 Km.	Rs.	1.75	No change.	
2.	Over 5 to 10 Km	Rs.	2.50	"	
3.	Over 10 to 15 Km	Rs.	3.00	"	
4.	Alave 15 Km.	Rs.	4.00	Rs.	3.50

CONTRACT CARRTAGES.		Existing	Revised
(a)	Flying couches (A.C) plying on Intercity routes.	Ps . 26. per Km Per passenger.	Ps. 25. per Km per passenger.
(b)	Mini- buses/on Intercity routes.	Ps 15 per km per passenger	No change.
(c)	Toyota Hiace ford wagens on	Ps. 15 per km per passenger	Ps. 14. per Km per. Passenger.
(d)	Motor cab taxi	Rs. 4. 00 per km	No change.
	waiting. charges.	Rs. 7.00 P. hour.	
(e)	Moter Cab Rickshaw		
	2 seaters.	Rs. 2.50 per Km.	No change.
	3 seaters.	Rs. 3.00 per Km.	"
	Waitaing charges.	Rs. 5.00 per hour	"
(f)	Yellow cab (Govt. Pilot project)		
	(Air- Conditioned)	Rs. 4.50 per km.	"
	Waiting charges.	Rs. 8.00 per hours	"

BY ORDER OF THE GOVERNOR OF THE PUNJAB

Dated Lahore the (MIAN MUHAMMAD AKRAM)

Ist August, 1991, SECRETARY TRANSPORT.

TOP PRIORITY

ENDST : NO EVEN DATED

a copy is forwarded for information and necessary action to the:-

1. Managing Director Punjab Road Transport Corporation Lhr.

2. Secretary Provincial Transport Authority Lahore.

Section Officer TR I.

Transport Department.

ENDST: NO EVEN DATED .

A copy is forwarded for information and necessary action:-

1. The Superintendent, Government Printing Press, Punjab, Lahore for publication in the extra ordinary issue of Punjab Goverment of the Punjab, Transport Department.
2. The Director Public Relations, Lahore with the request to ensure wide publicity through Radio, T.V. and Press.
3. The D.I.G. Traffic Police, Punjab, Lahore.
4. Haji Muhammad Hayat, General Secretary, Pakistan Motor Feder ation, 85 Badami Bagh, Lahore.
5. Haji Salah Niazi, Chairman, Workers Federation, Badami Bagh, Lahore.
6. Secretary, Punjab Provincial Transport Authority, Lahore.
7. All Secretaries, Regional Transport Authorities in the punjab

SECTION OFFICER (TR.I)

TRANSPORT DEPARTMENT.

بسوں اور منی بسوں کے کرایہ میں تفاوت کی وجوہات

☆1190- ملک احمد علی اولکھ : کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) شہروں میں چلنے والی بسوں اور منی بسوں کا موجود کرایہ فی کلومیٹر کیا ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت کی طرف سے جاری کردہ نوٹیفکیشن مورخہ اگست 1991ء شہروں میں چلنے والی بسوں اور منی بسوں کا کرایہ کلومیٹر نہیں دیا گیا اگر درست ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ نوٹیفکیشن کے مطابق شہروں میں چلنے والی بسوں کا

کرایہ شہروں میں چلنے والی منی بسوں (ویگنوں) سے زیادہ ہے اگر درست ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال):

(الف) شہری حدود میں چلنے والی بسوں کا ہر کلومیٹر کرایہ بدلنا عملی طور پر ناممکن ہے۔ کیونکہ لاتعداد ٹکٹوں کی ہر کلومیٹر پر ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ کرایہ کے تعین کے لیے حدود یعنی سٹیجز مقرر کی گئی ہیں۔ اور انہی کے مطابق گورنمنٹ کی طرف سے اعلان شدہ کرایہ وصول کیا جاتا ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔ وجوہات جزو الف میں بیان کی گئی ہیں۔

(ج) درست ہے۔ شہروں میں چلنے والی بسوں کا کرایہ منی بسوں(ویگنوں) سے کچھ سٹیجز پر یکساں ہے۔ لیکن بعض سٹیجز پر معمولی سا اضافہ ہے۔ جس کی وجوہات یہ ہیں۔

1۔ منی بسوں کے مقابلہ میں عام بسوں پر نسبتاً زائد سرمایہ کاری کا ہونا۔

2۔ بسوں کی معمول کی دیکھ بھال و مرمت پر مقابلتاً زیادہ اخراجات کا ہونا۔

3۔ طلباء کا شرح کرایہ 25 پیسے مقرر ہونا۔

4۔ بسوں میں بہتر محفوظ اور آرام دہ سفر کا مہیا ہونا۔

5۔ منی بسوں پر طلباء کی 25 پیسے کی سہولت کا نہ ہونا۔

مزید یہ کہ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن ماہانہ رعایتی پاسوں کی صورت میں منی بسوں کے مقابلہ میں بہت کم کرایہ وصول کرتی ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پاس برائے گورنمنٹ 50,00 روپے ماہانہ۔

پاس برائے طلبہ 50,00 روپے ماہانہ۔

ملازمین 100,00 روپے ماہانہ۔

پاس برائے عام پبلک 150,00 روپے ماہانہ۔

سرکاری گاڑیوں کی خرید

☆1310- جناب ممتاز علی چودھری: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) سرکاری گاڑیوں کی خرید کے لیے پنجاب بھر میں سال 91-1990ء کے لیے کتنا بجٹ مختص کیا گیا اور گاڑیوں کی مرمت کے لیے کتنا بجٹ رکھا گیا۔ خرید اور مرمت

پر کتنا روپیہ خرچ کیا گیا اور بقایا کتنا چاہیے۔ تفصیلاً بیان فرمایا جائے۔

(ب) گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی کل کتنی بسیں سال 91-1990ء 1989ء میں خرید کی گئیں کل کتنی بسیں پنجاب بھر میں چل رہیں ہیں اور کتنی خراب کھڑی ہیں کتنی بسیں نیلام کی گئیں ان پر خرچہ اور آمدن تفصیلاً بیان فرمائی جائے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال):

(الف) حکومت پنجاب کی طرف سے سال 91-1990ء کے لیے پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن برائے خریداری بسوں اور ان کی مرمت کے لیے رقم مہیا کی گئی ہے۔

(ب) حکومت پنجاب کی طرف سے سال 89-1988ء مبلغ 63,00,000 لاکھ مہیا کیے گئے تھے اور اس رقم سے سال 1989ء میں دس بینو بسیں خریدی گئی تھیں۔ جبکہ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن نے سال 1990ء میں مندرجہ بالا بسوں کی آمدنی سے مزید برآں چھ بینو بس خرید کیں۔ اس طرح ان بسوں کی تعداد 16 ہو گئی جبکہ سال 1991ء میں کوئی بس نہ خریدی گئی۔

اس وقت پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی پنجاب بھر میں 162 بسیں انٹر سٹی اور 232 بسیں اربن روٹس پر یعنی کل 394 بسیں چل رہی ہیں۔ جبکہ انٹر سٹی اور اربن روٹس کی کل 1166 بسیں ناکارہ حالت میں کھڑی ہیں۔ تاہم ان میں سے 571 بسیں قابل مرمت ہیں جو کہ فنڈز میسر ہونے کی صورت میں بعداز مرمت چلائی جا سکتی ہیں۔ سال 1989ء تا سال 1991ء تک نیلام شدہ بسوں کی تعداد 237 ہے۔ مذکورہ بسوں کی نیلامی پر ہونے والے خرچ کی تفصیل گوشوارہ (الف) اور آمدن کی تفصیل گوشوارہ (ب) پر لف ہے۔

گوشوارہ (الف)

سا 1989ء تا سال 1991ء کے دوران 237 نیلام شدہ بسوں پر خرچہ کی تفصیل :-

1- نشر و اشاعت پر خرچہ :- 6000,000 روپے

2- عملہ کے سفری اخراجات :- 20000,00 روپے

کل خرچہ 26000 (چھبیس ہزار روپے)

گوشوارہ (ب)

سال 1989ء تا سال 1991ء کے دوران 237 نیلام شدہ بسوں کی آمدن کی تفصیل :-

نمبر شمار	ڈپو	تعداد	آمدن	روپے
1-	ڈیرہ غازی خان پی آر۔ٹی سی۔ (انٹر سٹی)	-- 11 عدد	3,62,658.00	روپے

-2	بہاولپور۔	--	9 عدد	4,93,365,00 روپے
-3	ملتان۔	--	28 عدد	12,56,976,75 روپے
-4	ساہیوال۔	--	2 عدد	63,916,00 روپے
-5	بادامی باغ۔	لاہور	18 عدد	8,10,566,00 روپے
-6	گارڈن ٹاؤن۔	--	10 عدد	3,65,952.80 روپے
-7	صدر۔	--	2 عدد	96,655,00 روپے
-8	فیصل آباد۔	انٹر سٹی (ریلوے)	18 عدد	10,08360,00 روپے
-9	--	غلام محمد آباد	11 عدد	3,53,100,00 روپے
10	جھنگ۔	انٹر سٹی	24 عدد	9,61,721,75 روپے
-11	سرگودھا۔	--	11 عدد	4,95,541,75 روپے
-12	سیالکوٹ۔	--	3 عدد	94,552,00 روپے
-13	گجرات۔	--	22 عدد	8,62,911,00 روپے
-14	راولپنڈی۔	--	30 عدد	13,45,830,00 روپے
-15	اسلام آباد۔	--	3 عدد	1,62,45,450,00روپے
-16	راولپنڈی	--	35 عدد	12,49,584,00 روپے
		ٹوٹل	237	99,84,130,50 روپے

محکمہ ٹرانسپورٹ میں بسوں کی تعداد

☆1386- جناب ممتاز علی چودھری : کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔۔

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ محکمہ ٹرانسپورٹ کی سینکڑوں بسیں ناکارہ پڑی ہیں اگر ہاں تو آیا حکومت ان ناکارہ بسوں کو نیلام عام کر کے ان کی متبادل بسیں خریدنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک۔

(ب) اس وقت حکومت کے پاس کل کتنی بسیں ہیں ان میں سے کتنی ناکارہ ہو چکی ہیں اور کتنی چالو حالت میں ہیں چالو بسوں کی نفع یا نقصان کی تفصیل اور عملہ کی تعداد سے مطلع فرمایا جائے۔

(ج) حکومت ٹرانسپورٹ پرائیویٹ بسوں کو کن شرائط پر شامل کرتی ہے۔ ان

سے کیا شرح طے کی جاتی ہے کتنی بسیں پرائیویٹ محکمہ کی وساطت سے چل رہی ہیں تفصیلاً بتایا جائے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال):

(الف) یہ درست ہے کہ اس وقت پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے پاس 595 بسیں ناکارہ کھڑی ہیں۔ ان کو نیلام کر دیا جائے گا۔ فی الحال ان کے متبادل نئی گاڑیاں خریدنے کا کوئی منصوبہ زیر غور نہیں ہے۔

(ب) اس وقت پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کار پوریشن کے پاس 1560 بسیں ہیں جن میں سے 595 بسیں ناکارہ 571 قابل مرمت اور 394 بسیں قابل استعمال ہیں۔ ان بسوں پر ماہانہ نقصان مبلغ تین کروڑ ترپن لاکھ سینتیس ہزار آٹھ سو تینتیس (35,37,833) روپے ہوتا ہے۔ اور ملازمین کی تعداد 12343 ہے۔

(ج) پرائیویٹ بسوں کو لیز پر چلانے کے لیے کارپوریشن کے باقاعدہ قواعد و ضوابط مرتب ہیں ان کے مطابق معاہدہ کیا جاتا ہے جس کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔ ہر روٹ کے لیے بس کا ماڈل مقرر ہے۔ بس کے اجراء کے لیے مبلغ دو ہزار روپے (ناقابل واپسی فیس) وصول کی جاتی ہے اور اجراء سے قبل بس کا ٹیکنیکی معائنہ کیا جاتا ہے۔ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن لیز بسوں کی کل آمدن پر درج ذیل شرح سے حصص وصول کرتی ہے۔

عام بس	25
ائیر کنڈیشن بس	15
ویگن	10

اس وقت محکمہ میں لیز پر 160 بسیں اور 179 ویگنیں مختلف روٹوں پر چل رہی ہیں جن کی کل تعداد 339 ہے۔

خستہ حالت ویگنوں کے مالکان کے خلاف کارروائی

☆ 1415- جناب اعجاز احمد چٹھہ: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) شرق پور سے لوہاری تک چلنے والی ویگنز کا کرایہ کیا ہے تفصیل بتائی جائے۔

(ب) اس روٹ پر چلنے والی تقریباً 60 ویگنوں میں سے کتنی ویگنوں کے کاغذات مکمل ہیں تفصیل سمعہ نام و ویگن دی جائے

(ج) کیا حقیقت ہے کہ ویگن مالکان لوہاری سے شاہدرہ اور بیگم کوٹ تک کا کرایہ پانچ روپے وصول کرتے ہیں۔

(د) کیا یہ حقیقت ہے کہ ویگن ڈرائیور سواریوں کی نسبت سامان لے جانا اور دودھ کے کین لادنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

(ہ) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس روٹ پر چلنے والی نوے فیصد ویگنیں پرانی اور خستہ حال ہیں اور دھواں چھوڑنے کی وجہ سے بیشتر بیماریاں پھیل رہی ہیں۔

(س) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت خستہ حال اور دھواں چھوڑنے والی ویگنوں کے مالکان کے خلاف کارروائی کرنے اور ان پر کرایہ نامہ چسپاں کرانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال):

(الف) لاہور تا شرق پور ویگن روٹ کا کرایہ گورنمنٹ (پنجاب) کی نوٹیفکیشن نمبر 90 SORTI I/2-/75-VII - 90 مورخہ 1-8-1991 جاری کردہ کرایہ نامہ آر۔ ٹی۔ اے لاہور کے مطابق 4.48 روپے ہے (کاپی کرایہ نامہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔)

(ب) آر۔ ٹی۔ اے لاہور کے دفتر کے ریکارڈ کے مطابق 34 ویگنوں کے روٹ پرمٹ جاری شدہ ہیں۔ جیساکہ فہرست ہذا سے ظاہر ہے کہ 25 ویگنوں کے روٹ پرمٹوں کی معیاد بقایا ہے۔ جبکہ باقی 9 ویگنوں کے روٹ پرمٹ ختم ہو چکے ہیں۔

(ج) دراصل لاہور شرق پور کے لیے ویگنوں کے کنٹریکٹ کیرج پرمٹ جاری شدہ ہیں جس میں قانونی طور پر کوئی سواری ویگن میں راستے سے نہیں بٹھائی جا سکتی۔

(د) کئی ایک ویگنیں دودھ کے کین وغیرہ اٹھائے ہوئے پائی گئی ہیں۔ ان کو جرمانہ اور سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ دودھ کے کین گاڑی کے اندر نہ رکھیں۔

(ہ) لاہور شرق پور چونکہ انٹر سٹی روٹ ہے ایسے روٹوں پر پرمٹ جاری کرنے کے لیے

گورنمنٹ کی طرف سے گاڑی کے مالک پر کوئی پابندی نہ ہے۔ نتیجتاً کسی بھی ماڈل کی گاڑی روٹ پرمٹ حاصل کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ گاڑی کا میٹکس سرٹیفکیٹ موجود ہوں کئی ایک گاڑیاں سڑک پر دھواں دیتی ہوئی پائی گئی ہیں۔ ان کی حالت کمزور ہے۔ وہ وقتاً فوقتاً چالان ہوتی رہتی ہیں۔ بند کی جاتی ہیں جرمانہ بھی بھاری کیا جاتا ہے

(س) جیسا کہ اوپر جز (ہ) میں بیان کیا گیا ہے خستہ حال دھواں چھوڑنے والی' زیادہ کرایہ وصول کرنے والی گاڑی میں کرایہ نامہ چسپاں نہ کرنے پر کئی دفعہ چیکنگ کی گئی ہے۔ موقعہ پر جرمانہ بھی کیا گیا ہے۔ اور آئندہ بھی چیکنگ جاری رہے گی نیز ویگن مالکان کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ گاڑیوں میں گورنمنٹ کا منظور شدہ کرایہ نامہ آویزاں کریں۔ اور اس کے مطابق کرایہ وصول کریں۔

OFFICE OF THE SECRETARY REGIONAL TRANSPORT AUTHORITY LAHORE.

It is certified that Goverment of the Punjab in Transport Departement, vide Notification No, SOTRI/2/2/75 -VII/90 dated 01-3-1991 has fixed fare rates of 14 paisas per passenger/per kilometer for Contract Carriages operating on Inter-City routes

Route.	Distance.	Rate.	Total fare
Lahore to Sharqpur.	32. K.M	14 paisas per kilometer per passenger.	Rs. 4

ATTESTED.
Secretary,
saegibnal Tranaport Authority
Lahore.

NO	Rate Permit No	Vehicle NO	model	Valid upto	Name
1	1374/91	GTB-4562	(83)	22-12-92	شیخ غلام قادر ولد شیخ محمد حسین
2	98/92	KS-2898	(78)	28-1-93	شیخ حاکم علی ولد اللہ دتہ
3	119/92	LHP-2234	(82)	2-2-93	آصف علی شیخ ولد محمد ابراہیم
4	156/92	LHB-4525	(75)	19-2-93	عارف علی ولد محمد شریف
5	160/92	LHP-6384	(77)	21-2-93	ولی محمد ولد فتح محمد
6	163/92	LHP-2673	(82)	19-2-93	نذیر علی شاہ ولد گلاب شاہ
7	335/92	STA-6560	(75)	8-4-93	محمد بشیر ولد محمد فقیر
8	376/92	LHP-2379	(82)	25-5-93	بشیر احمد ولد حکیم سردار علی
9	379/92	LHO-2740	(80)	26-5-93	شرافت اللہ خان ولد سعید اللہ خان
10	499/90	LHO-2975	(75)	17-6-93	عبدالغفار ولد غلام حیدر
11	504/90	LHF-7925	(78)	15-6-93	مسعود احمد ولد غلام محمد
12	599/92	STB-2933	(86)	18-8-93	محمد خلیل ولد میاں حیات
13	1119/91	LEY-5590	(76)	14-10-92	محمد اقبال ولد چوہدری منیر احمد
14	1169/91	KTA-775	(78)	29-10-92	محمد اجمل ملک ولد ملک خان محمد خان
15	1211/91	LHP-2045	(82)	5-11-92	شیخ محمد اشفاق ولد عبدالرزاق

16	1229/91	LHO-1210		10-11-92	محمد عالم بیگ ولد محمد افضل بیگ
17	1244/91	PRJ-4719		13-11-92	منظور احمد ولد ریاض احمد
18	1263/91	MNK-6966		18-11-92	چوہدری ظہور اکبر ولد چودھری علی احمد
19	406/92	KS-1500	(74)	3-6-93	عبدالحمید ولد شیخ فضل الٰہی
20	442/92	JMA-7685	(82)	23-6-93	ارشد علی ولد وزیر علی
21	447/92	LHE-5071	(77)	24-6-93	شاہد علی خان ولد محمد اعظم خان
22	543/92	KS-8131	(81)	10-8-93	محمد دین ولد محمد خوشی
23	544/92	LHA-4885	(78)	10-8-93	اورنگ زیب ولد عبدالحمید
24	585/92	LHG-2998	(78)	25-8-93	محمد افضال ولد محمد اسحاق
25	755/91	KB-6397	(82)	30-693	مختار احمد خان ولد افتخار علی خان

Expired route permits

No.	Route permit no	Velicle No.	Model	Valid up to	Name
1.	550/90	GTB- 800	76	27-6-91	ساجد منظور ولد منظور احمد
2.	1331/90	GAA-7975	79	30-12-91	شوکت علی ولد محمد رمضان
3.	662/91	LEX- 7170	74	2-6-91	اکبر علی ولد عطا محمد
4.	1291/90	LHO-1191	80	5-12-91	محمد ارشاد ولد برکت علی
5.	509/91	GLTA-291	83	13-4-92	محمد یونس ولد تاجدین
6.	425/90	RIF- 4448	74	25-5-92	محمد بشیر ولد فیروز خان
7.	440/90	RIH- 6382	76	23-5-92	اللہ دتہ ولد محمد عبداللہ
8.	1145/90	LHO- 767	71	20-11-92	محمد شریف ولد خیرے خان
9.	1048/91	LEX- 3650	75	28-9-92	غلام جیلانی ولد فیروز دین

راولپنڈی اسلام آباد کے درمیان چلنے والی بسوں اور ویگنوں کی تفصیلات

☆1551- چودھری محمد حنیف : کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) راولپنڈی اسلام آباد کے درمیان ٹرانسپورٹ اتھارٹی نے پرائیویٹ بسوں اور ویگنوں کو کون کونسے روٹ دے رکھے ہیں اور ان پر چلنے والی گاڑیوں کی تعداد کیا ہے۔

(ب) مذکورہ روٹوں پر چلنے والی گاڑیوں کی اقسام اور تعداد بالحاظ seating capacity اور ماڈل کیا ہے اور ان روٹوں پر زیادہ سے زیادہ اور کم از کم کتنا کرایہ مقرر کیا گیا ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال)

(الف) منی بسوں کے لیے منظور شدہ روٹ

(i) ریلوے اسٹیشن تا ظفر چوک مرکز 8 ایف اسلام آباد روٹ ہے۔

(ii) ویگنوں کے لیے منظور شدہ روٹ

۱۔ حیدر روڈ تا پاک سیکرٹریٹ اسلام آباد براستہ مری روٹ۔

۲۔ حیدر روڈ تا مرکز 8 ایف براستہ مری روڈ۔

۳۔ لیاقت روڈ تا نور پور شاہاں (بری امام) براستہ مری روڈ۔

۴۔ ریلوے اسٹیشن تا پاک سیکرٹریٹ براستہ حیدر روڈ۔ مری روڈ۔

نام روٹ منی بس	تعداد
ریلوے اسٹیشن تا ظفر چوک مرکز 8 ایف اسلام آباد	346

	نام روٹ ویگن	تعداد
(i)	حیدر روڈ تا سیکرٹریٹ اسلام آباد	52
(ii)	حیدر روڈ تا مرکز 8 ایف اسلام آباد	10
(iii)	لیاقت روڈ تا نور پور شاہاں (بری امام اسلام آباد)	29
(iv)	ریلوے اسٹیشن تا پاک سیکرٹریٹ	309

اسلام آباد

	منی بسوں اور ویگنوں کی کل تعداد	646
(ب)	منی بس	26 سیٹ معہ ڈرائیور
	ویگن	16 سیٹ معہ ڈرائیور

ماڈل کے لحاظ سے منی بسوں کی تعداد

ماڈل	تعداد
1977	20
1978	15
1979	34
1980	22
1981	25
1982	28
1983	35
1984	18
1985	29
1986	18
1987	37
1988	30
1989	27
1990	8
	346

ماڈل کے لحاظ سے ویگنوں کی تعداد

ماڈل	تعداد
1982	70

96	1983
39	1984
25	1985
63	1986
3	1987
2	1988
_	1989
1	1990
1	1991
300	

گورنمنٹ پنجاب نے بذریعہ نوٹیفکیشن Sort 1/2-2/75 VII -90 مورخہ 1-8-1991 زیادہ سے زیادہ کرایہ مندرجہ ذیل شرح سے مقرر کیا ہے۔

راولپنڈی سے بسوں کو روٹ پرمٹ راولپنڈی تا اسلام آباد کے درمیان جاری نہیں کیے گئے ہیں۔ منی بسوں کے روٹ پرمٹ جاری کیے گئے ہیں۔ جن کی سواریاں بیٹھنے کی منظور شدہ تعداد 26 سیٹ ڈرائیور معہ کنڈکٹر ہے۔

راولپنڈی سے ویگنوں کو روٹ پرمٹ راولپنڈی تا اسلام آباد جاری کیے گئے ہیں سواریاں بیٹھنے کی منظور شدہ تعداد 16 سیٹ معہ ڈرائیور کنڈکٹر ہے۔ جن کی کرایہ نامہ کی نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 13 رانا اکرام ربانی کی طرف سے ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔

جناب غلام سرور خان : وہ ابھی آرہے ہیں۔

جناب سپیکر : اگلی تحریک استحقاق نمبر 17 جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی طرف سے ہے۔ جناب فرید احمد پراچہ!

ایوان میں کیے گئے وعدہ پر عملدرآمد نہ کروانا

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو کہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ ضلع اوکاڑہ کے ماسٹر اکرام اللہ کے بیرون ملک علاج کا مسئلہ میں نے اسمبلی کے فلور پر اٹھایا تھا اور اپنی بجٹ تقریر کے دوران توجہ دلائی تھی

کہ بیرون ملک علاج کے سلسلہ میں سرکاری افسران و مراعات یافتہ طبقات کے لیے کروڑوں روپے وقف کیے گئے ہیں جبکہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا بلڈ کینسر کے مریض ایک غریب سکول ماسٹر سابق وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے بیرون ملک علاج کے لیے منظوری کے باوجود ابھی تک ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور اس کی معصوم بھتیجی لاہور کی سڑکوں پر اپنے چچا کے علاج کے لیے پلے کارڈ لے کر وزیر اعلیٰ سے رحم کی اپیلیں کر رہی ہے۔ محترم صوبائی وزیر خزانہ نے اپنی اختتامی تقریر میں اجلاس میں کی جانے والی بحث تقاریر کے بارے میں وعدہ کیا کہ اس دوران جن اہم اور قابل عمل باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ ان پر ضرور عمل درآمد کروائیں گے۔ لیکن افسوس کہ میری اس انتہائی اہم اور انسانیت کے نام پر کی جانے والی اپیل پر کوئی کان نہ دھرا گیا اور بالآخر وہ غریب سکول ماسٹر داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔

اس انتہائی افسوس ناک واقعہ اور دکھ بھرے سانحہ پر قومی اخبارات نے اپنی خبروں اور ادارتی شذروں میں یہ لکھا کہ اسمبلی میں آواز اٹھائے جانے کے باوجود غریب سکول ماسٹر بیرون ملک علاج کی سہولت کی اپیل کرتے کرتے جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ اخبارات نے اسمبلی کے ایوان کی بے بسی کو بھی موضوع بحث بنایا۔ اس طرح صوبائی وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ کی پیدا کی ہوئی صورت حال سے صوبہ بھر میں اسمبلی کا وقار متاثر ہوا۔ اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ استدعا ہے کہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس بارے میں گذارش یہ ہے کہ یہ ایک انتہائی اہم موضوع تھا۔ جس پر میں نے بھی توجہ مبذول کروائی تھی اور اس غریب سکول ماسٹر کا تعلق آپ کے ضلع سے تھا۔ تقریباً دو سال سے اس کے لیے مسلسل اپیلیں آ رہی تھیں۔ اخبارات میں اشتہارات چھپوائے گئے' اخبارات نے اس پر نوٹ لکھے۔ مختلف اداروں نے اس جانب توجہ دلائی' اور مختلف مواقع پر یہ بات اسمبلی میں زیر بحث آئی اور یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ بھی نہیں تھا یہ ایک غریب سکول ماسٹر ہے۔ ان کا کیس genuine ہے۔ یہ بلڈ کینسر کا مریض ہے اور اس نے کوئی بیرون ملک عیاشی کے لیے دورہ نہیں کرنا۔ اور اس نے علاج کے نام پر باہر جا کر اس رقم کو خورد برد بھی نہیں کرنا ہے۔ اور یہ کوئی تفریحی پروگرام پر بھی نہیں جانا چاہتا۔ یہ شخص

موت کے سفر پر روانہ ہے اور علاج کے ذریعے سے اس نوجوان سکول ماسٹر کی جان بچائی جا سکتی تھی یہ ایک بہت ہی اہم موضوع تھا۔ اگر ہم اتنے ہی بے بس ہیں اور یہ پوری اسمبلی اتنی ہی بے بس ہے' جناب سپیکر! آپ بھی اتنے ہی بے بس ہیں' اور یہاں کی پوری اسمبلی بھی کہ ہم پوری کوشش کر کے دو سال تک مسلسل آواز اٹھا کر ایک غریب آدمی کو اس کا وہ حق نہیں دلا سکے جو حق اسے قانون کے ذریعے حاصل ہے انصاف کی روح سے' عدل کی روح سے' انسانیت کے نام پر' مسلمان ہونے کے ناتے اس شخص کا یہ حق بنتا تھا۔ یہاں پر بتایا گیا ہے کہ مختلف افراد کو کروڑوں روپے اسی سلسلے میں دیے گئے ہیں۔ ان افراد کو دیے گئے جو کہ اپنے ذاتی خرچ پر بھی باہر جا سکتے تھے۔ اور ان کے پاس اتنے اپنے ذاتی وسائل موجود ہیں کہ اگر وہ ا سرکاری خزانہ سے امداد نہ لیتے تب بھی وہ باہر علاج کے لیے جا سکتے تھے۔ لیکن ان کو تو علاج کے لیے روپیہ دیا گیا۔ آپ اگر جناب سپیکر! یہ فہرست پڑھیں تو اس میں سر درد کے علاج کے لیے باہر جانے والوں کے نام بھی شامل ہیں' اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے بازو کا معمولی سا fracture ہوا۔ یہ بھی باہر گئے ہیں اور علاج کروا کر آئے ہیں۔ لیکن جناب والا! ایک ایسا آدمی جو کہ غریب آدمی ہے۔ اس کا قصور صرف اتنا ہے کہ یہ ایک غریب آدمی ہے' یہ بے وسیلہ ہے یہ آواز نہیں اٹھا سکتا۔ اور اگر ہم نے اس کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے اس بات کو بلند کیا تھا تو جناب سپیکر! اس کی کچھ پذیرائی ہونی چاہیے تھی۔ یہ تو ایک نمونہ ہے اس طرح کی سینکڑوں درخواستیں آپ کو چیف منسٹر سیکرٹریٹ میں ملیں گی۔ وہاں فائلیں بھری پڑی ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں نیز اسی طرح کے بلڈ کینسر کے مریض' اسی طرح کے وہ غریب لوگ جو صرف آواز اٹھا سکتے ہیں' صرف درخواست دے سکتے ہیں۔ یہ سب درخواستیں لے کر پھر رہے ہیں۔ لہذا جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اہم معاملہ ہے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہاں جو باتیں کی جاتی ہیں وہ سب ہوا کے اندر ہی رہ رہی ہیں۔ ان باتوں کا کبھی تو اثر ہونا چاہیے۔ یہ مسئلہ کوئی میری ذات کا نہیں تھا' اس مسئلے کا تعلق کسی خاص سیاسی گروہ یا کسی سیاسی مفاد کے ساتھ نہیں تھا یہ تو ایک انسانیت کی بات تھی۔ جناب سپیکر! یہ ایک اہم معاملہ ہے' میں اس بارے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ بھی اس مسئلے کو فی الواقع یہی حیثیت دیتے ہوئے استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنے کا فیصلہ فرمائیں۔ شکریہ۔

وزیر قانون (سردار نصراللہ خان دریشک): جناب سپیکر! میرے فاضل بھائی نے جس موضوع کو تحریک استحقاق کی بنیاد بنا کر پیش کیا ہے یہ کسی لحاظ سے بھی تحریک استحقاق کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ اس لیے میں جناب والا!کے توسط سے اپنے فاضل بھائی کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جو معاملہ ہے یہ انسانی ہم دردی کے نقطہ نظر سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن اس کو تحریک استحقاق کا موضوع بنا کر پیش کرنا کسی لحاظ سے بھی مناسب بات نہیں یہ کسی لحاظ سے بھی تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ اور یہ technically بھی تحریک استحقاق نہیں بنتی اور میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ لیکن میرے فاضل بھائی نے جس طرح بڑی تفصیل سے اس بات کا ذکر کیا ہے اس سلسلے میں ان کی تسلی کے لیے حکومت نے جو اپنی طرف سے کوششیں کی ہیں وہ میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

جناب والا! پوزیشن یہ ہے کہ بورڈ نے نومبر 1990ء کو بیرون ملک کے لیے مبلغ 8 ہزار 5 سو پونڈ دینے کی سفارش کی۔ اور اس رقم کی منظوری حکومت نے دے دی۔ لیکن جناب اکرام اللہ صاحب نے یہ رقم لینے سے انکار کر دیا اور انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ ان کے علاج پر جو خرچہ ہے وہ تقریباً 50 ہزار پونڈ کے قریب بنتا ہے جس کی مالیت 22 لاکھ 50 ہزار روپے کے قریب بنتی ہے۔ اس سلسلہ میں محکمہ صحت نے یہ کیس پھر دسمبر 1990ء کو محکمہ خزانہ کے Scrutiny Board کو پیش کیا۔ اس بورڈ کی میٹنگ جنوری 1991ء کو ہوئی اور بورڈ نے محکمہ صحت سے کہا کہ علاج کے اس تخمینہ کے مطابق ہم اے ایم آئی پرائمری ہسپتال رنگھم سے منگوا رہے ہیں کہ اس پر کتنا خرچ ہوتا ہے۔ ماہ فروری 1991ء کو مذکورہ ہسپتال سے تخمینہ مبلغ پچاس ہزار پونڈ موصول ہوا۔ کیس مارچ 1991ء کو محکمہ خزانہ کو دوبارہ بھیجا گیا۔ اسی ماہ محکمہ خزانہ کی منظوری کے بعد کیس وزیر اعلیٰ کے پاس حتمی منظوری کے لیے بھیجا گیا اتنی زیادہ رقم کے لیے فنڈز میسر نہ ہونے کی وجہ سے اس رقم کو حاصل کرنے کے لیے اور راستہ نکالنے کی کوشش کی گئی کہ زکوٰۃ فنڈ سے یہ مسئلہ حل کیا جائے۔ جناب والا! جب وزیر اعلیٰ نے مئی 1992ء کو یہ ہدایت کی کہ یہ کیس محکمہ سوشل ویلفیئر کو بھیج دیا جائے اور یہ رقم بیت المال سے دی جائے۔ اسی ماہ اس کیس کو مرکزی بیت المال بھیج دیا گیا اور مرکزی بیت المال نے یہ فنڈ اس وجہ سے دینے سے معذوری ظاہر کی کہ بیت المال ایکٹ

1991ء اس امر کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اس بات کی اطلاع امین بیت المال نے پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو بھجوائی۔ جناب والا! حکومت کی طرف سے کسی قسم کی کوئی کسر یا کمی نہیں چھوڑی گئی ہے۔ کینسر ایک ایسا موذی مرض ہے اور اس مرض میں مبتلا کسی قسمت والے انسان کا ہی علاج ہو سکتا ہے۔ ان صاحب کو bone marrow کی تکلیف تھی۔ حکومت نے اس میں کسی لحاظ سے بھی کوئی غفلت نہیں کی۔ حکومت نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے لیکن زندگی موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ چند روز قبل تحریک التوائے کار نمبر 1 2 آئی تھی وہ بھی علاج کے متعلق تھی سیالکوٹ سے کوئی صاحب تھے جن کے متعلق وہ تحریک التوائے کار تھی۔ اس کو حکومت نے پیسے دے دیے ہیں اور وہ علاج کے لیے چلے بھی گئے ہیں اور فاضل محرک نے اس تحریک التوائے کار کو واپس لے لیا ہے۔ اور میں فاضل ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ انسانی ہمدردی کا جو کیس بھی حکومت کے نوٹس میں آئے تو اس پر ہم ہمدردی سے غور کیا جاتا ہے اور پوری کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طریقے سے یہ مسئلہ حل ہو میں پھر آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کسی بھی لحاظ سے تحریک استحقاق نہیں بنتی اور اس واقعے سے فاضل رکن اسمبلی کا استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ اس لیے اس کو rule out فرمایا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : یہ تحریک استحقاق جو فرید احمد پراچہ صاحب نے پیش کی۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! ...

جناب سپیکر : پراچہ صاحب! آپ اپنی بات کر چکے ہیں تشریف رکھیں یہ مسئلہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن یہ کسی بھی لحاظ سے تحریک استحقاق کے ذریعے qualify نہیں کرتا البتہ اس کو تحریک التوائے کار کے طور پر agitate کیا جاتا تو It is a fit case for Ad-journment Motion. لیکن تحریک استحقاق کے طور پر معزز رکن کا کسی بھی لحاظ سے استحقاق مجروح نہیں ہوا نہ یہ Constitution میں ہے نہ رولز میں ہے۔ اس لیے میں اس کو rule out کرتا ہوں۔ اگلی تحریک استحقاق جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی ہے یہ پیش نہیں ہو سکتی کیونکہ ایک take up ہو چکی ہے۔ جناب محمد حنیف چودھری صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 19 ہے۔

روز نامہ "جنگ" کے کالم نگار کی ارکان اسمبلی کی تحقیر

چودھری محمد حنیف : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ "جنگ" اخبار میں 17 ستمبر کو کالم نگار عبدالقادر حسن نے اپنے کالم میں' ایک طرف تو پنجاب میں قیامت برپا ہے اور دوسری طرف پنجاب کے منتخب نمائندے جن میں 99 فی صد روساء شامل ہیں۔ پنجابیوں کی مدد کے لیے پلے سے ایک دھیلا خرچ کرنے پر بھی تیار نہیں ہیں۔ "شرم تم کو مگر نہیں آتی" بات بات پر استحقاق مجروح ہو جانے والوں سے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ان کے پنجابی ووٹروں سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تم اگر پھر کبھی ان میں سے کسی کو ووٹ دو گے تو سخت بے غیرت ہو گے۔ سوائے ان تین ارکان کے جنہوں نے یہ تجویز پیش کی یا تائید کی۔

جناب سپیکر! سیلاب زدگان کے لیے ہمارے تمام ارکان دن رات کام کرتے رہے ہیں اور انہوں نے نہ صرف اپنی جیبوں سے خرچ کیے ہیں بلکہ سیلاب زدگان کے لیے باقاعدہ پورے ملک میں کیمپ لگا کر اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی خدمت کی ہے۔

کالم نگار نے اپنے کالم میں نہ صرف میری بلکہ پورے ایوان کی توہین کی ہے۔ اس تحریک کو منظور فرمایا جائے اور اس تحریک کو تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب! آپ اس پہ کوئی short statement دینا چاہتے ہیں؟

چودھری محمد حنیف : جی۔

جناب سپیکر : جی' ارشاد فرمایے۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! بلاشبہ عبدالقادر حسن صاحب ایک اچھے کالم نگار ہیں۔ ہمارے لیے قابل احترام ہیں تمام صحافی برادری کو ہم انتہائی اچھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن میں چاہوں گا کہ اخبار والے یا صحافی خود اس بات کا احساس نہیں کریں گے کہ وہ ممبران جو ان کے نمائندے ہیں۔ اور جو حق بات کرنے کے لیے اور اپنے علاقے کی صحیح معنوں میں نمائندگی کرنے کے لیے آئے ہیں۔ بلاشبہ ان کی برائیوں کی نشان دہی کریں۔ لیکن وہ باتیں کہ جن پر وہ دل و جان سے کام کر رہے ہیں اور تمنا بھی رکھتے ہیں کہ اس کی بہتری کے لیے کام ہو تو ایسے مسئلوں پر ان کے بارے میں ایسے الفاظ کا استعمال مناسب نہیں پھر انہیں یہ بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ اس میں ایسے ممبران بھی ہیں کہ جنہوں نے دن رات محنت کی

ہے اور میں خاص طور پر جماعت اسلامی کے کیمپوں کا بھی ذکر کروں گا کہ جو رات دن کام کرتے رہے ہیں اور ایک ایک ضلع میں جا کر پانی اور کیچڑ میں جا کر امداد کرتے رہے ہیں اور لوگوں تک امداد پہنچاتے بھی رہے ہیں اور صحیح معنوں میں اس کا حق بھی ادا کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی یہ الفاظ کہنا مناسب نہیں۔ صحافت بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ جس پر میں مختصر سی بات کروں گا یہ ایک موقع پر صحافیوں کے بارے میں ڈاکٹر نذیر شہید نے یہ بات کہی تھی کہ بلاشبہ صحافی قوم کی بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ کہ جب کسی صحافی کا قلم بک جائے تو پوری قوم بک جایا کرتی ہے تو اسی پر میں کہوں گا کہ ہمارے صحافیوں کو اپنے قلم کی صحیح معنوں میں نگہداشت کرنی ہوگی اور ایسے الفاظ سے گریز کرنا ہوگا۔

بیگم فوزیہ بہرام : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! مجھے بہت سخت ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆ میں سمجھتی ہوں کہ مجھے ان کے الفاظ پر شدید اعتراض ہے ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ جذبات میں آکر ایسے نہیں کہنا چاہیے۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! میں نے جس حوالے سے بات کی ہے اس کی اہمیت کے حوالے سے بات کی ہے۔ بلاشبہ عورت کی عزت بہت ہی محترم ہے۔ بہت ہی اہمیت کی حامل ہے یہ ایک مثال کی مانند ہے کہ جس طرح جتنی عورت کی عزت محترم ہے اس ☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیگم فوزیہ بہرام : جناب والا! دوسری مرتبہ پھر انہوں نے عورت کی عزت کو جو ان کی بھی ماں ہے' بہن ہے' بیٹی ہے کا تقابلی جائزہ لیا ہے انہوں نے صحافی کے قلم کی بات کی ہے۔ صحافی کے قلم کی عزت اپنی جگہ انہیں یہ comparison بھی نہیں کرنا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر : میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ ایک چیز کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے دوسرے کو undermine کرنا یہ کسی بھی لحاظ سے مستحسن بات نہیں اور اگر آپ صحافی

☆☆☆(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

کے قلم کی آمرو اور توقیر کی بات کرنا چاہتے ہیں تو اس میں خواتین کی عزت اور آمرو لانے کی ضرورت نہیں جو الفاظ خواتین کے بارے میں کہے گئے ہیں میں ان کو کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

ملک امان اللہ چھینہ : جناب سپیکر!.....

جناب سپیکر : ملک صاحب کیا آپ گورنمنٹ کی طرف سے اس تحریک استحقاق کا جواب دینا چاہتے ہیں؟

ملک امان اللہ چھینہ : جناب سپیکر! میں کچھ عبدالقادر کی شان میں بیان کرنا چاہتا تھا' ایک شعر' لیکن اب پھر کسی وقت کہہ دوں گا۔

جناب سپیکر : جی بہت اچھا۔ اس پر وزیر اطلاعات کچھ فرمانا چاہتے ہیں یا وزیر قانون؟

وزیر قانون : جناب والا! میں نے وزیر اطلاعات سے بات کی ہے۔ اس کا جواب ابھی نہیں آیا اس کو مؤخر فرما دیں تو اس کا جواب آنے پر وزیر اطلاعات جواب دیں گے۔

جناب سپیکر : جی درست ہے' چودھری حنیف صاحب' اس کو مؤخر کر لیتے ہیں' کیونکہ اس کا جواب ابھی نہیں آیا اس کو بعد میں take up کر لیں گے۔

چودھری محمد حنیف : جی درست ہے۔

جناب سپیکر : کب تک جواب آ جائے گا۔

وزیر اطلاعات : کل تک جواب آ جائے گا۔

جناب سپیکر : رانا اکرام ربانی صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ملک محمد دین صاحب کی تحریک استحقاق ہے' لیکن اس کو پیش کرنے سے پہلے ملک صاحب میرے ساتھ پہلے چیمبر میں بات کر لیں۔

ملک محمد دین : درست ہے۔

تحاریک التوائے کار

کوآپریٹو فنانس کارپوریشن کے کھاتے داروں کی رقوم کی واپسی میں مشکلات

جناب سپیکر : اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 3 چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے اور ان ہی کے کہنے پر یہ مؤخر چلی آ رہی ہے۔ نمبر 15

بھی چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے اور یہ بھی موخر چلی آ رہی ہے چودھری صاحب' آپ اسے آج فیک اپ کرنا چاہتے ہیں' یا یہ فیک اپ ہو چکی ہے؟ یہ آپ پڑھ چکے ہیں؟

چودھری محمد حنیف : میں پڑھ چکا ہوں۔

جناب سپیکر : پھر یہ کیوں موخر کی گئی تھی؟ وزیر قانون صاحب اس کا جواب آگیا ہے؟

وزیر قانون : جناب والا! اس مسئلے پر بحث نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ معاملہ ابھی عدالت میں ہے۔ اس لیے یہ subjudice ہے' یہ معاملہ ابھی عدالت عظمیٰ میں موخر ہے۔ میں نے اپنے بھائی چودھری حنیف صاحب سے بھی بات کی ہے۔ اس سلسلے میں وہ جو بھی انفرمیشن چاہتے ہیں' میں ان کے ساتھ مل کر ان کو بتا دوں گا۔ اس لیے میری ان سے یہ گزارش ہے کہ وہ اپنی اس تحریک پر زور نہ دیں۔

میاں محمود الرشید : جناب والا! میری بھی ایک تحریک التوائے کار نمبر 24 ہے جو اس سے ملتی جلتی ہے۔

جناب سپیکر : جناب سپیکر درست ہے۔ اس سے ملتی جلتی ہے۔

میاں محمود الرشید : جناب والا! میرے نقطہ نظر سے یہ معاملہ قطعاً subjudice نہیں بلکہ کورٹ کی ہدایات کی روشنی میں لوگوں کو رقوم کی واپسی کا جو انتظام ہے اس سلسلے میں ہماری تحریک التوائے کار ہے۔ جناب والا! ہزاروں نہیں' لاکھوں لوگ در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ اور سوائے اعلانات کی حد تک ان کی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی بلکہ سب کی رسوائی ہو رہی ہے کہ عدالت کے واضح احکامات کے باوجود ان لوگوں کو رقوم نہیں مل رہیں۔ اس میں کورٹ کا کوئی عمل دخل نہیں' کورٹ نے تو واضح ہدایت جاری کر دی ہیں کہ ....

جناب سپیکر : کیا عدالت میں یہ معاملہ مؤخر نہیں ہے؟

میاں محمود الرشید : عدالت میں یہ معاملہ مؤخر نہیں ہے۔

جناب سپیکر : اس بارے میں کوئی فیصلہ تو مؤخر نہیں؟

میاں محمود الرشید : جناب والا! کورٹ کے دو تین چینل سے ہوتا ہوا سپریم کورٹ آف پاکستان کی طرف سے یہ فیصلہ آگیا تھا اور پچھلے دنوں اس کا اعادہ بھی ہوا اور انہوں نے en-hance کی رقم پچیس ہزار روپے سے پچاس ہزار روپے تک کے کھاتہ داروں کو ادائیگی کر

دی جائے۔ ہماری یہ تحریک التوائے کار اس سے متعلق تھی۔ یعنی جو مشکلات ان کھاتہ داروں کو پیش آ رہی ہیں۔ یعنی عدالت کے فیصلے کے باوجود آج ڈیڑھ ماہ ہو گیا ہے۔ ان کو کسی قسم کا کوئی ریلیف نہیں مل رہا' ان کے اکاؤنٹ تک نہیں کھل رہے اور اتنا پیچیدہ طریقہ کار ہے جو کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ نے بنایا ہے۔ معمولی اور سادہ لوگوں کو سخت تکلیف اور دشواری کا سامنا ہے۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ اسے ٹیک اپ کر لیا جائے۔

جناب سپیکر : وزیر قانون صاحب اس مسئلے کو عدالت میں زیر سماعت کہہ رہے ہیں۔

میاں محمود الرشید : جناب والا! یہ مسئلہ عدالت میں زیر سماعت نہیں۔

جناب سپیکر : جناب وزیر قانون اس پر روشنی ڈالیں گے کہ یہ مسئلہ عدالت میں کیسے زیر سماعت ہے؟

وزیر قانون : جناب والا! یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور حکومت خود بھی اس پر اپنی کارکردگی بیان کرنا خوشی محسوس کرتی ہے۔ میں فاضل بھائی کی خدمت میں نہایت ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں کہ اس وقت تک سپریم کورٹ کے فیصلے کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت نے جو کارروائی کی ہے' اس بارے میں عرض کروں گا کہ [illegible] سپریم کورٹ کے جج ہیں۔ ان کے وضع کردہ طریقہ کار کے مطابق رقم کی ادائیگی ہو رہی ہے۔ میرے فاضل بھائی نے [illegible] تھوڑی سی پیچیدگی کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ کی ڈائریکشن کے مطابق یہ کیا گیا ہے۔ کہ یہ جو کارپوریشن لیکویڈیٹ ہو رہی ہیں ان کے بورڈ ممبرز کو بھی verification کے لیے شامل کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر : اس کے merits and demerits پر اس وقت بات ہوگی جب اس کو ٹیک اپ کریں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ مسئلہ عدالت میں زیر سماعت ہے یا نہیں اگر یہ مسئلہ عدالت میں زیر سماعت نہیں تو پھر آپ اسے ٹیک اپ کریں اور پھر اس کے merits and demerits پر بھی بات ہو جائے گی۔

وزیر قانون : جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ یہ معاملہ عدالت میں زیر سماعت ہے۔ پوزیشن یہ ہے کہ پچیس ہزار روپے سے پچاس ہزار روپے تک کے جو کھاتہ [illegible] ہیں۔ ان کو پیسے دینے کے لیے بھی ہمیں سپریم کورٹ سے اجازت لینا پڑتی ہے۔ اسی لیے معاملہ تو سپریم کورٹ میں مؤخر ہے۔ ہم اس سلسلے میں جو بھی قدم اٹھاتے ہیں اس کے لیے ہم پہلے

سپریم کورٹ سے اجازت لیتے ہیں۔ کورٹ نے ہمیں پچیس ہزار روپے کے کھاتہ داروں کی اجازت دی تو ہم نے انہیں ادائیگی کرنا شروع کر دی ہے؟ اس کے بعد پچاس ہزار روپے کے کھاتہ داروں کے لیے بھی ہم نے کوآپریٹو بنک جو سپریم کورٹ کا بنک ہے اس سے اجازت لینی ہے۔ اگر معاملہ موخر ہے تو اجازت لینی پڑتی ہے۔ اگر معاملہ عدالت میں نہ ہوتا تو پھر کیوں وہاں سے اجازت طلب کرتے؟ معاملہ عدالت میں ہے اس لیے میں اپنے دونوں فاضل اراکین کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مل کر اس مسئلے پر بات کر لیں۔ کیونکہ اگر ہم اسے یہاں زیر بحث لے آئے تو عدالتی کارروائی کو متاثر کرے گا۔ اس لیے میں نے چودھری حنیف صاحب سے بھی یہ گزارش کی تھی کہ اگر وہ چاہتے ہیں تو وہ تشریف لے آئیں۔ اس مسئلے کے بارے میں میں ان کے ساتھ بات کر کے اس مسئلے کو حل کر لیں گے۔ اگر ان کی اس مسئلے پر کوئی ایسی تجویز ہے جس سے ہم عدالت سے باہر اس معاملے کو انتظامی سطح پر حل کر سکتے ہیں تو ہم ان کے ساتھ معاونت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہمیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن معاملہ عدالت میں زیر سماعت ہے۔ اس لیے اسے یہاں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا اور اس میں کوئی شک والی بات نہیں۔

جناب سپیکر: اب اس میں صرف ایک بات کو دیکھنا ہے کہ جیسے وزیر قانون صاحب فرما رہے ہیں۔ یہ مسئلہ اگر عدالت عظمیٰ میں زیر التواء ہے تو پھر اسے ہاؤس میں ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ یہ عدالت میں زیر سماعت ہے۔ بے شک یہ مسئلہ جتنی بھی اہمیت کا حامل ہو۔ اگر یہ مؤخر نہیں تو اسے ٹیک اپ کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ وزیر قانون صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مسئلہ سپریم کورٹ میں ابھی زیر سماعت ہے اور ہم ایک ایک قدم سپریم کورٹ کی ہدایت کی روشنی میں اٹھا رہے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! یہ معاملہ عدالت میں زیر سماعت نہیں اس سلسلے میں خود حکومت کے بیانات اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں۔اس سلسلے میں اخبارات میں اشتہارات آئے ہیں۔ ان سب کے اندر واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ عدالت کے فیصلے کی روشنی میں حکومت نے اب پچیس اور پچاس ہزار روپے کی رقوم دینی شروع کر دی ہیں۔ جناب والا! جب حکومت نے رقوم عدالت کی ہدایات کی روشنی میں دینی شروع کر دی ہیں تو پھر یہ مسئلہ عدالت میں زیر سماعت کیسے ہے؟ خود حکومت یہ بیان دے رہی ہے کہ ہم رقوم کی ادائیگی کر رہے ہیں۔

وزیر قانون صاحب فرما رہے ہیں کہ ہم رقوم دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں پراچہ صاحب وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مسئلہ سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے اور سپریم کورٹ کی ڈائریکشن کے تحت گورنمنٹ آف پنجاب پچیس پچیس ہزار کی ادائیگیاں کر رہی ہے۔ اس حد تک لوگوں کی ادائیگیاں گورنمنٹ کی طرف سے کی جا رہی ہیں تو ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ سپریم کورٹ میں پینڈنگ ہے اور یہ سارا معاملہ سپریم کورٹ کی ہدایت کے مطابق ہو رہا ہے۔ تو منسٹر کی categorical statement کہ یہ معاملہ سپریم کورٹ میں پینڈنگ ہے۔ اس کو ہمیں رولز اور روایات کے مطابق honour کرنا ہوگا۔ جس وقت تک آپ کی طرف سے کوئی تردیدی شہادت تحریری شکل میں نہ آجائے کہ منسٹر کا بیان درست نہیں اس وقت تک ہمیں اس کو تسلیم کرنا ہوگا۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! گزارش ہے کہ اسے آپ پینڈنگ کر لیں۔ اور اس کے بعد یہ بتا دیں کہ یہ کس طرح سے عدالتی مسئلہ ہے ہم بھی ان کی خدمت میں عرض کر دیں گے کہ یہ عدالت میں پینڈنگ نہیں۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے۔ لاء منسٹر صاحب اس کو پینڈنگ کر لیں۔ آپ اور یہ بیٹھ کر اس کو طے کر لیں اور اس کو دیکھ بھی لیں کہ آیا یہ معاملہ جو عدالت میں subjudice ہے یہ عدالت میں پینڈنگ بھی ہے یا نہیں۔ تو اس تحریک التوائے کار کو پینڈنگ کرتے ہیں اور لاء منسٹر صاحب اور آپ بیٹھ کر اس معاملے کو دیکھ لیں' میرے پاس بیٹھ کے دیکھ لیں۔

چولستان میں اراضی کی ناجائز الاٹ منٹ

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار نمبر 19 جو کہ فرید احمد پراچہ صاحب اور ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی طرف سے ہے پہلے فیک اپ ہوئی ہے۔ لاء منسٹر صاحب کے کہنے پر یہ پینڈنگ ہو چکی ہے۔ اس بارے میں لاء منسٹر صاحب کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب والا! چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی 1976ء میں بنی ہے۔ اور فاضل رکن نے یہ جو تحریک التوائے کار دی ہے یہ نہ specific ہے' نہ تو یہ ایک محکمے سے متعلق ہے' نہ تو اس میں کوئی اہمیت عامہ کا پہلو شامل ہے' اور نہ ہی یہ کوئی recent occurrence ہے۔ ان حالات کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ تحریک التوائے کار کے تقاضے پورے نہیں ہوتے' میں تکنیکی اعتبار سے اس کو اپوز کر رہا ہوں۔ اور فاضل رکن کی اطلاع اور ان کی تسلی

علم میں بھی ہے۔ اور کئی چک کے چک ناجائز طور پر آباد ہیں اور ان کو آباد کروانے میں علاقے کے بااثر افراد اور سرکاری اہلکار پوری طرح ملوث ہیں۔ اور میں اس میں یہ بھی بتا دوں کہ حال ہی میں پورے پنجاب کے اندر جو یہ بورڈز بنائے گئے ہیں۔ یہ احتساب بورڈ بہاولپور میرے ذمے ہے۔ اور اس بورڈ کی ہر میٹنگ میں ہم اس معاملے کو لیتے ہیں اور ہم نے دو تین چکوک ناجائز قابضین سے خالی بھی کروائے ہیں۔ لیکن یہ ایک سلسلہ ہے جو کہ چلتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اور پھر یہ ایک نام نہاد شاہی مزارع سکیم بھی وہاں پر چل رہی ہے اس کے پیچھے بھی بااثر افراد موجود ہیں۔ گزشتہ سال چولستان کے اندر چار کلومیٹر لمبی ایک نہر بنائی گئی جو بالکل ناجائز تھی۔ محکمے سے یا کسی بھی ادارے سے اس کی کوئی منظوری نہیں لی گئی تھی۔ یہ نہر بنی تو یہ معاملہ سامنے آیا تو اس کیس کے بارے میں تحقیقات ہوئی اور اس کے پیچھے بھی با اثر افراد موجود تھے۔ اور اس سارے کیس کو دبا دیا گیا۔ یہاں پر اس بات کو لانے کا مقصد یہ تھا کہ وہاں پر یہ ناجائز قابضین ہیں جو کہ چولستان کے رہنے والے نہیں ہیں۔ باہر کے علاقے سے آکر یہ لوگ وہاں پر آباد ہو رہے ہیں۔ اس طرح وہاں پر رہنے والے لوگ خالص چولستانی جو ہیں۔ ان کا استحقاق مجروح ہو رہا ہے اور ان سے زیادتی ہو رہی ہے۔ لہٰذا اس کی باقاعدہ کوئی سکیم بنا کر وہاں پر اس کو الاٹ کیا جائے۔ اس سے یہ پورا علاقہ حکومت کی آمدنی کا باعث ہوگا اور وہاں کے رہنے والے اور بہت سے دوسرے افراد بھی اس زمین سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور اس طرح سے یہ علاقہ پورے پنجاب اور پورے ملک کی ترقی کے لیے اپنا کردار ادا کر سکے گا۔ شکریہ جناب والا!

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار پر میں اپنا فیصلہ محفوظ رکھتا ہوں۔ تحریک التوائے کار نمبر 24 میاں محمود الرشید صاحب کی ہے یہ پہلے ہی ٹیک اپ ہو چکی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 31 بھی میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے ہے۔ کیا میاں صاحب اس کو ٹیک اپ کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب تشریف لائیں۔

وزیر قانون: جناب والا! تحریک التوائے کار نمبر 31 اگر کل ٹیک اپ کر لیں تو ٹھیک ہے' کیونکہ ایک تو اس کا جواب نہیں آیا ہے اور منسٹر صاحب بھی تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے میاں صاحب۔

(اس مرحلے پر ڈاکٹر سید خاور علی شاہ کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

کے لیے مختصراً یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی نے چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا 1976ء میں ایکٹ منظور کیا تھا اور یہ مکمل طور پر نافذ العمل ہے۔ چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی اسی ایکٹ کے تحت کام کر رہی ہے۔ جہاں تک ان کا یہ کہنا کہ چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی میں کسی قسم کی ترقیاتی سکیم کا اجراء نہیں ہوا۔ یہ بات حقیقت پر مبنی نہیں 89-1988 تا 93-1992 تک 7 کروڑ 39 لاکھ 80 ہزار روپے چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لیے مختص کیے گئے جس میں 3 کروڑ 78 لاکھ 76 ہزار روپے استعمال ہو چکے ہیں۔ باقی رقم کا بیشتر حصہ سال رواں کے آخر تک کافی حد تک استعمال ہو جائے گا۔ متذکرہ رقم سے کل 596 سکیموں کا اجراء کیا گیا۔ جن میں 387 مکمل ہو چکی ہیں اور 209 سکیموں پر کام جاری ہے۔ جہاں تک چولستان کے علاقے میں شاہی مزارع سکیم کے تحت مبینہ طور پر بوگس الاٹمنٹ کا تعلق ہے تو یہ مسئلہ ریونیو سے متعلقہ ہے۔ میں اس بارے میں بھی مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ چولستان میں مختلف سکیموں کے تحت 17 ہزار 4 سو 41 الاٹیوں کو 2 لاکھ 26 ہزار 4 سو 73 ایکڑ اراضی الاٹ کی جا چکی ہے۔ مزید برآں مظفر گڑھ لوکاڑہ اور پٹ فیڈر کے 10 سو 6 متاثرین کو 12 ہزار 5 سو 77 ایکڑ اراضی بھی دی جا چکی ہے۔ جہاں تک شاہی مزارعین سکیم کے تحت ناجائز قبضہ کا تعلق ہے۔ اس بارے میں گزارش ہے کہ 7 سو 26 مزارعین کی الاٹمنٹ مختلف وجوہات کی بناء پر خارج کی جا چکی ہے۔ نیز دیگر ناجائز قابضین سے قبضہ واگزار کروانے کے لیے قانونی کارروائی جاری ہے۔ یہ پوزیشن ہے۔ اس وضاحت کے بعد میں توقع کرتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی اپنی اس تحریک استحقاق کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ بصورت دیگر جناب والا! میں نے جو پہلے وضاحت کی ہے گزارش کروں گا کہ اس کو رول آؤٹ کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : جی ڈاکٹر صاحب! آپ اس مرحلے پہ کچھ فرمانا چاہیں گے ؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جی ہاں۔

جناب سپیکر : ارشاد فرمایے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب والا! گزارش یہ ہے کہ اس تحریک التوائے کار میں دو باتیں سامنے لائی گئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ 64 لاکھ ایکڑ رقبہ جو کہ چولستان کے اندر موجود ہے۔ اور اس رقبے پر تیزی کے ساتھ ناجائز قبضے کا سلسلہ جاری ہے اور یہ بات محترم فاضل وزیر کے

جناب چیئرمین : تحریک التوائے کار نمبر 32' جناب محمد حنیف چودھری صاحب (تحریک التواء پیش نہ کی گئی)

تحریک التوائے کار نمبر33' چودھری محمد فاروق صاحب۔

وزیر قانون : جناب والا! یہ تحریک التوائے کار امن عامہ کی صورت حال سے متعلق ہے اور امن عامہ پر بحث کے لیے تاریخ مقرر ہو چکی ہے۔ اس لیے قاعدہ 67 (ای) کے تحت یہ نہیں لی جا سکتی۔ اس سے اگلی تحریک لے لیں۔

جناب چیئرمین : میاں محمود الرشید تحریک التواء نمبر 38۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : پوائنٹ آف آرڈر۔ آپ نے تحریک التوائے کار نمبر 34 نظر انداز کر دی ہے۔34' 35' 36' 37۔۔

جناب چیئرمین : یہ تحریک التوائے کار پچھلے سیشن میں پیش ہوئی تھی۔ اس دفعہ یہ فیصلہ ہوا ہے کہ جو پچھلی دفعہ پیش ہوئی تھی اور اس پر بحث نہیں ہوئی تھی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : یہ پیش نہیں ہوئی تھی۔ یہ پینڈنگ ہے۔ اور اس کے بعد یہ تحریک التوائے کار میں نے از سر نو دی ہے اور اس پر بحث ہونی چاہیے۔ یہ آپ کس قاعدے کے حوالے سے فرما رہے ہیں؟

جناب چیئرمین : لاء منسٹر صاحب! بتائیں۔

وزیر قانون : جناب والا! یہ تحریک التوائے کار پچھلے سیشن میں تحریک نمبر 117 تھی۔ اب وہ اجلاس گزر گیا ہے۔ اب اس اجلاس میں اسی موضوع کی اور انھی الفاظ کی تحریک نہیں آسکتی۔ جیسا کہ جناب والا! کو معلوم ہے' recent occurrence اس کی بنیادی ضرورت ہے۔ پچھلے اجلاس کا تو سارا بزنس lapse کر گیا ہے' اس لیے قواعد کے مطابق یہ تحریک اب نہیں لی جا سکتی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : یہ recent occurrence کی بات ہے تو یہ اگست کا واقعہ ہے۔ 3 اگست' 8 اگست اور 11 اگست کا یہ واقعہ ہے۔ میں نے جس اخبار کا حوالہ دیا ہے اس میں یہ مضامین چھپے ہیں۔ میں نے ساتھ cutting لگائی ہے۔ پچھلی دفعہ اس کو زیر بحث نہیں لایا جا سکا۔ کیونکہ اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا تھا۔ وقتی طور پر سیلاب کی صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا گیا تھا کہ ہم اس کو جاری رکھیں گے۔ اجلاس برخاست نہیں ہوا تھا۔ جب

اجلاس ملتوی کیا گیا تو میری اس تحریک التوائے کار کو از سر نو آنا چاہیے۔ یہ اس اجلاس کی continuation ہے جو آپ نے 13 ستمبر کو ملتوی کیا تھا۔

جناب چیئرمین : ڈاکٹر صاحب! آپ کے علم میں یہ ہے کہ گورنر صاحب کا نوٹیفکیشن-prorogation کے لیے آگیا تھا۔ آپ شاید اس وقت موجود نہ تھے اور اس کی اطلاع ہر ممبر کو پہنچا دی گئی تھی۔ وہ اجلاس prorogue ہو گیا تھا' ملتوی نہیں کیا گیا تھا۔ ختم ہو گیا تھا اور تمام بزنس خاص طور پر تحریک التوائے کار prorogation کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : یہ اسی اجلاس کی continuation ہے۔ اجلاس کے باقی دن ہمیں پورے کرنے ہیں۔ اگر سیلاب نہ آتا تو اجلاس جاری رہتا۔ اگر وہ اجلاس جاری رہتا تو میری تحریک التواء پیش ہوتی۔ اب چونکہ یہ تحریک التواء محض اجلاس ملتوی ہونے کی بناء پر پیش نہیں ہو سکی تو میری گزارش ہے کہ یہ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کو از راہ کرم آپ لے لیجیے۔ اس کے بعد میں نے وزیر اطلاعات سے بھی بات کی ہے اور وہ بھی اس کے حق میں ہیں کہ اس کو پیش ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین : ڈاکٹر صاحب! ملتوی جو ہوتا ہے' وہ adjourn ہوتا ہے اور prorogue ختم کیا جاتا ہے۔prorogation کے ساتھ آپ کی تمام تحاریک التوائے کار اور تمام بزنس lapse کر جاتا ہے' ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ اس کو اس بنیاد پر discuss نہیں کر سکتے۔ اور ایک دفعہ آپ نے پیش کی ہے تو اس کی recent occurrence تو ختم ہو گئی۔ آپ نے اس کو ہاؤس کے نوٹس میں دے دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! میں یہ تسلیم کرتا ہوں۔ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں۔ وہ صحیح ہے۔ لیکن میری گزارش صرف یہ ہے کہ میں جب دوبارہ پیش کرتا ہوں اور اس کی باری آتی ہے تو دوبارہ آسکتی ہے' اس لیے کہ یہ بہت پرانا واقعہ نہیں ہے۔ یہ صرف اگست کا واقعہ ہے۔ اس بنیاد پر اس کو ناک آؤٹ نہ کیجیے۔

جناب چیئرمین : اگر آپ ہاؤس کی روایات کو دیکھیں تو جو تحریک التواء آپ ایک دن بھی تاخیر سے دیں تو اس پر بحث نہیں کی جاتی اور وہ recent occurrence نہیں رہتی۔ ہاؤس prorogue ہونے کے بعد آپ اس تحریک التواء کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ recent occurrence ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : لیکن موجودہ تحریک التواء میں وہ الفاظ نہیں ہیں۔ تھوڑی سی تبدیل کرنے کے بعد میں نے پیش کی ہے۔ مضمون وہی ہے۔ لیکن اس مضمون کو بدل کر میں نے دوبارہ دیا ہے۔ آپ اس کو موخر کر دیجیے۔ اور کل پرسوں اس کو لے لیجیے۔

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : میاں منظور احمد موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! آپ نے واضح طور پر رولنگ دے دی ہے اور آپ کی رولنگ ٹھیک ہے کہ prorogation کے بعد تمام بزنس lapse ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب قابل احترام ہیں' اور وہ لیکن کے چکر میں ہیں۔ کہتے ہیں' یہ ہو تو گیا' لیکن۔ میں کہوں گا کہ رولنگ کے بعد ہمیں اس طرح کا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین : موہل صاحب! اصل میں ڈاکٹر صاحب prorogation کی وضاحت چاہتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ ہاؤس adjourn ہوا تھا۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میں اس سلسلے میں قاعدہ 198 کا حوالہ دیتا ہوں :

> 198 (1) On the prorogation of a session all notices other than notices of questions and notices relating to bills, shall lapse and fresh. notices therefore shall be given for the next session.

اس ضمن میں یہ قاعدہ۔ 198 واضح ہے۔

جناب چیئرمین : یہ آپ درست فرما رہے ہیں۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : Fresh notices shall be given for the next session

Fresh notice has already been given for this session. This is next session.

میرا صرف ایک نکتہ ہے۔ اس کی وضاحت کر دیجیے کہ اگر ایک تحریک التواء کسی ایک سیشن میں پیش کی جاتی ہے اور وہ اس سیشن میں زیر بحث نہیں آتی اور اس کے بعد آپ اس کو fresh notice دیتے ہیں' یا اس کے بعد قیامت تک آپ اس کو دے ہی نہیں سکتے۔! It is

.killed for all times to come اور اس کے بعد آپ اس کو دے ہی نہیں سکتے۔ میں یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں؟

جناب چیئرمین : ڈاکٹر صاحب! آپ اس کو recent occurrence کی بنیاد پیش نہیں کر سکتے۔ وہ آپ پڑھ تو لیں گے لیکن اس کو رول آؤٹ کر دیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : آپ رول آؤٹ کر دیجیے مجھے پڑھنے دیجیے جہاں آپ یہ فرما رہے ہیں' اتنی مہربانی فرما دیجیے کہ مجھے پڑھنے دیجیے اور اس کے بعد رول آؤٹ کر دیجیے۔

جناب چیئرمین : اعظم چیمہ صاحب!

چودھری محمد اعظم چیمہ : جناب والا! پہلا جو ہاؤس prorogue ہوا تھا' اس میں تحریک التواء دی گئی تھی۔ قانون اور قاعدے کی رو سے ہاؤس prorogue ہونے کے بعد lapse ہو گئی۔ اس کے بعد جو نیا ہاؤس بلایا گیا تو اسی ٹاپک پہ' اسی مضمون پہ نئی صورت میں بھی نہیں دی جا سکتی۔ یہ غیر قانونی ہے۔وہ پڑھی بھی نہیں جا سکتی۔ عالی جاہ! وہ پہلے ہی kill ہو جانی چاہیے تھی لیکن بہر حال' آفس کی وجہ سے یا شاید زیادہ رش کی وجہ سے آگئی ہو گی۔ تو اس کو رول آؤٹ فرمایا جائے۔ یہ صریحاً خلاف قانون ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب ہمارے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔ پتا نہیں وہ یہ بات کیوں بار بار کر رہے ہیں؟ وہ کسی بھی سلسلے میں نہیں بنتی۔

لاہور کے ہوٹلوں میں غیر معیاری اور ناقص کھانوں کی فروخت

جناب چیئرمین : تحریک التوائے کار 38' میاں محمود الرشید!

میاں محمود الرشید : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" نے مورخہ 22 ستمبر کو جلی حروف میں یہ خبر شائع کی ہے کہ لاہور کے ہوٹلوں میں غیر معیاری اور ناقص کھانوں سے پیٹ اور انتڑیوں کی بیماریاں پھیل رہی ہیں نیز ناقص اور ملاوٹ شدہ خوراک کی فروخت کی وجہ سے شہریوں میں تیزی سے انتڑیوں اور معدے کا کینسر پھیل رہا ہے۔ اس خبر کے مطابق ڈیوس روڈ پر ایک ہوٹل سے غیر معیاری اور مضر صحت حلیم کھانے سے محکمہ زراعت کے پانچ عدد ملازمین شدید بیمار ہو گئے اور تحقیقات کرنے پر حلیم سے روئی اور لکڑی کا برادہ برآمد ہوا جو

انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر ہے۔ لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن محکمہ صحت اور محکمہ فوڈ کے تمام اہل کار ناقص اور ملاوٹ شدہ خوراک کی فروخت روکنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ ان اداروں کے اہل کاروں کا مختلف دوکانداروں' ہوٹلوں کے مالکان اور اشیاء خورد و نوش تیار کرنے والی ایجنسیوں کے ساتھ باقاعدہ ماہانہ طے ہے اور اس مک مکا پالیسی کی وجہ سے ناقص اور ملاوٹ شدہ خوراک کے کھلے بندوں فروخت ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے لاکھوں شہریوں کی زندگی خطرے میں پڑی ہوئی ہے۔ یہ معاملہ اتنا اہم اور فوری نوعیت کا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم معاملہ پر بحث کی جائے۔ تاکہ عوام کی صحت اور زندگیوں سے کھیلنے والے افراد کا محاسبہ کیا جا سکے۔

جناب چیئرمین : اس تحریک التوائے کار کا جواب کون صاحب دیں گے ؟

پارلیمانی سیکرٹری بلدیات (جناب ایم لطیف مغل) : جناب والا! اس تحریک التوائے کار کا جواب میں دوں گا۔

جناب چیئرمین : جی مغل صاحب! ارشاد فرمائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری بلدیات : جناب سپیکر! فاضل ممبر نے اخبار کی جس خبر کا حوالہ دیا ہے وہ حقیقت پر مبنی نہیں یہ جو کہا گیا ہے کہ لاہور کے ہوٹلوں اور ریستورانوں میں غیر معیاری کھانوں سے پیٹ کی انتڑیوں کی بیماری یا وبا پھیل چکی ہے یا کینسر کی وبا پھیل چکی ہے یہ حقیقت نہیں اور خبر کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ محکمہ زراعت کے پانچ آدمی ایک ہوٹل سے حلیم کھاتے ہوئے بیمار ہو گئے۔ وہ بالکل محکمہ صحت کے علم میں نہیں اور نہ انہیں بتایا گیا ہے۔ اور دوسری انہوں نے شکایت کی ہے کہ میٹروپولیٹن کے ملازمین ہوٹلوں سے مٹھلی وصول کرتے ہیں اور کسی قسم کی کوئی چیکنگ نہیں کی جاتی۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ میٹروپولیٹن کے ملازمین اور محکمہ صحت کا عملہ باقاعدگی سے ان کے نمونے لیتا ہے اس کے بعد وہ لیبارٹری میں بھیجے جاتے ہیں۔ اگر لیبارٹری میں وہ نمونہ ناقص اور غلط ثابت ہوتا ہے تو باقاعدہ اس کا چالان کیا جاتا ہے۔ اور باقاعدگی سے ہر سال جرمانے کیے جاتے ہیں' مثلاً پچھلے سال تقریباً 36 لاکھ روپے کا جرمانہ کیا گیا۔ اور جتنے کا جرمانہ کیا گیا اتنے ہی چالان ابھی تک زیر سماعت ہیں۔ تو اس خبر میں بالکل کوئی حقیقت نہیں نہ تو محکمہ صحت کے علم میں ہے کہ وہ پانچ آدمی حلیم کھانے سے بیمار ہو گئے ہیں۔ اور یہ بھی خبر بالکل غلط ہے کہ لاہور کے

عوام پریشان ہیں یا ہوٹلوں میں غیر معیاری کھانا مل رہا ہے۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! مجھے انتہائی دکھ اور افسوس ہوا ہے کہ ہمارے حزب اقتدار کے جو دوست اور ساتھی ہیں وہ انتہائی اہم قسم کے معاملات کہ جن کا تعلق رائے عامہ سے ہوتا ہے' عوام سے ہوتا ہے اور ان کی زندگیوں سے ہوتا ہے اسے بھی محض اس لیے ناک آؤٹ کرتے ہیں کہ یہ اپوزیشن کی طرف سے بات آ رہی ہے جبکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حالات اس وقت بہت بد تر ہیں۔ پورے پنجاب کے اندر ملاوٹ کے جو نمونے بھرے جاتے ہیں وہ ان لوگوں سے بھرے جاتے ہیں جو ماہانہ نہیں دیتے۔ میں یہاں بلدیات کا گزشتہ آٹھ برس سے کونسلر رہا ہوں اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ شاید ایک آدمی کا بھی پچھلے دس بارہ سال کے دوران ٹرائل مکمل نہیں ہوا' اسے جیل نہیں جانا پڑا' اسے سزا نہیں ہوئی۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس کے بارے میں کوئی خاطر خواہ انتظامات حکومت کی طرف سے نہیں ہو رہے اور جتنے محکمے اس کام پر مامور ہیں وہ بلدیہ کے اہل کار ہیں۔ محکمہ خوراک کے لوگ ہیں اور وہ تمام لوگ ماہانہ لیتے ہیں۔ میں یہ چیلنج کرتا ہوں۔کارپوریشن کا ایک فوڈ انسپکٹر آپ دیکھ لیں اور بلدیہ کا کوئی اہل کار دیکھ لیں اور جو انسپکٹر لگے ہوئے ہیں ان کو لاکھوں روپے کی ماہانہ آمدنی ہے۔ اور میرے بھائی مغل صاحب کہہ رہے ہیں کہ سارا معاملہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ اور یہاں اس قسم کی کوئی خبر اخبار میں نہیں آئی۔ یہ ان کا فرض تھا۔ حکومت کے لوگوں کا فرض تھا محکمہ صحت کا فرض تھا اور کارپوریشن کے لوگوں کا فرض تھا کہ وہ اس خبر پر نوٹس لیتے اور اس کی تحقیقات کرتے۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ یہ ایک انتہائی اہم نوعیت کا مسئلہ ہے اسے زیر بحث لانا چاہیے اس طرح کی یہ ملک مکا پالیسی اور رشوت ستانی کے ذریعے یہ نمونے بھرنے کا محض ایک دکھاوے کا یہ لوگ ڈھونگ رچا رہے ہیں۔ لاہور شہر میں یہ بالکل تباہی مچی ہوئی ہے۔ آپ ذرا ریستورانوں اور ہوٹلوں کے اندر جا کر دیکھیں کہ وہاں باسی کھانے فراہم کیے جا رہے ہیں۔ جو کسی طور پر بھی صحت کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔

جناب چیئرمین : میاں صاحب! یہ recent occurrence نہیں بنتی آپ نے con-tinue process کہا ہے۔ اور یہ specific matter بھی نہیں اور ٹائم بھی ختم ہو رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ اسے پریس نہیں کرتے یا میں اس پر کوئی رولنگ دوں؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب چیئرمین : جی سیٹھی صاحب!
جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! گزشتہ جمعرات کو میں نے تحریک التواء کو out of turn لینے کی استدعا کی تھی اور جناب سپیکر نے اسے take up کر لیا تھا اور آج کے لیے موخر کیا تھا۔ وہ recent occurrence کا معاملہ ہے مؤخر کرنے کے بعد اس پر یہ فرمایا گیا تھا کہ اسے پرسوں take up کریں گے۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ اس سے زیادہ recent occurrence کا معاملہ کوئی نہیں سیلاب سے تباہ شدہ لوگ اپنے مکانات بنا چاہتے ہیں۔ لیکن سیمنٹ کا ریٹ بلاوجہ آسمان سے جا لگا ہے۔ اور حکومت اس پر کنٹرول نہیں کر رہی میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس صورت میں ان لاکھوں عوام کے ساتھ اس سے زیادہ اور کیا زیادتی ہو سکتی ہے کہ اس recent occurrence کے معاملے کو take up ہی نہ کیا جائے۔ جناب سپیکر! اسے تو pending کیا گیا تھا۔
جناب چیئرمین : سیٹھی صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے؟
جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! اسے آج کے لیے pending کیا گیا تھا۔ اب آپ مجھے بتا دیں کہ یہ میرا پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے یا نہیں بنتا۔
جناب چیئرمین : تحاریک التوائے کار کا تو وقت ہی ختم ہو چکا ہے۔
جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! آپ نے یہ اعلان تو نہیں کیا۔
جناب چیئرمین : میرا خیال ہے کہ آپ کی تحریک التوائے کار نہیں بنتی۔

سیلاب پر بحث

جناب چیئرمین : اب سیلاب پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ جناب افضل اعزاز صاحب اگر اپنی سیٹ پر آجائیں تو سیلاب پر بحث کا آغاز کیا جائے۔ جی ڈاکٹر صاحب! ارشاد فرمائیں۔
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا کہ سیلاب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ یہ سیلاب جو ستمبر کے مہینے میں آیا ہے' اپنی ہلاکت آفرینیوں کی بنا پر بہت ہولناک اور شدید تھا اور بقول ہمارے وزیر اعلیٰ کے یہ سیلاب اس صدی کا بد ترین سیلاب تھا۔ اور اگر میں یہ کہوں کہ پاکستان کے معرض وجود آنے کے بعد آنے والے تمام سیلابوں کا اگر مجموعی نقصان دیکھا

جائے تو موجودہ سیلاب کا نقصان کہیں زیادہ تھا۔ یہاں تک کہ اس سیلاب نے آزاد کشمیر کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا۔ اور پنجاب کے بیشتر گاؤں اس کی زد میں آکر خس و خاشاک کی طرح بہ گئے اور سندھ کے بیشتر علاقے تاخت و تاراج ہوگئے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ جانی و مالی نقصان ہوا' جن کے اعداد و شمار میں یہاں پیش نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ یہاں جب قائد حزب اختلاف نے وہ اعداد و شمار پیش کیے' فرید احمد پراچہ صاحب نے یہاں اس قسم کی باتیں کیں تو یہاں محترم جناب ذوالفقار علی کھوسہ صاحب جو وزیر آب پاشی ہیں۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ یہ تمام اعداد و شمار جو پیش کیے جا رہے ہیں یہ قابل اعتماد نہیں' مصدقہ اور مستند نہیں اس لیے کہ اخبارات کے تراشے ہیں۔ اور اخبارات والے حسب عادت بڑھا چڑھا کر بات پیش کرتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ بتایا جائے کہ اگر اخبار والے قابل اعتماد اعداد و شمار پیش نہیں کرتے تو گورنمنٹ نے کون سے ایسے اسباب یا ایسے انتظامات کیے ہیں جن کی بنیاد پر ہم اس سارے نقصان کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اعداد و شمار واقعی قابل اعتماد ہیں اور گورنمنٹ کی مختلف ایجنسیوں اور اداروں نے جمع کرنے کے بعد قوم کو پیش کیے ہیں۔ اب یہاں گورنمنٹ کے اپنے اعداد و شمار میں اس قدر تضاد بیانی ہے کہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا۔ قوم کو پوری طرح تاریکی میں رکھا جا رہا ہے۔ جو صاحبان ذمہ دار ہیں وہ اٹھتے ہیں اور اپنی عقل و دانش کے مطابق سارے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں۔ میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ یہاں جب قائد حزب اختلاف نے یہ کہا کہ کپاس اور چاول کی فصل تقریباً نصف یا اس سے کم تباہ ہو چکی ہے تو اس کے جواب میں وزیر آب پاشی نے یہ فرمایا کہ جناب' یہ اعداد و شمار ٹھیک نہیں۔ صرف دو اضلاع جھنگ اور مظفر گڑھ کے کچھ حصوں میں یہ نقصان ہوا ہے اور یہ اتنی زیادہ تباہی نہیں مچی اور اتنا زیادہ نقصان نہیں ہوا اس کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ مالی نقصان اربوں روپے کا ہوا۔ اس کی بھی تردید کی گئی اور یہ کہا گیا کہ مالی نقصان اربوں روپے کا نہیں ہوا' بلکہ بہت کم ہوا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کو یہ بتاؤں کہ اقوام متحدہ میں ہمارے جمشید مارکر نے جو سفیر ہیں' باقاعدہ کھڑے ہو کر یہ خود کہا کہ ایک ارب ڈالر سے زیادہ نقصان ہوا ہے اور اگر ایک ارب ڈالر کو آپ پاکستانی کرنسی میں تبدیل کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پچیس چھبیس ارب روپے کا نقصان ہوا ہے اور وہ خود یہ تسلیم کر رہے ہیں۔ یہاں وزیر اعلیٰ یہ

فرماتے ہیں کہ یہ اس صدی کا بدترین سیلاب تھا۔ جب صدی کا بدترین سیلاب تھا تو وہ یہاں پہلے دن اس ہاؤس کے فلور پر فرماتے ہیں کہ جناب' چالیس انسانوں کی اموات ہوئی ہیں اور اس سے زیادہ جانی نقصان نہیں ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ کس بات پر یقین کریں گے اور کس بات پر یقین نہیں کریں گے کہ یہ نقصان جو ہوا ہے یہ کس قدر زیادہ ہے اور کتنا ہے؟ میں آج یہ مطالبہ کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ آپ ہمیں اور قوم کو پوری طرح صحیح اعداد شمار پیش کیجیے اور بتایے کہ جناب' آپ کے کتنے لاکھ افراد بے گھر ہوئے ہیں اور پھر کتنے دیہات ہیں جو اس سیلاب کی زد میں آکر بالکل مٹ چکے ہیں۔ کتنے مویشی ہیں جن کی ہلاکت ہوئی ہے؟ انسانی جانوں کا ضیاع کس قدر زیادہ ہے؟ آپ ہمیں مالی نقصان کا اندازہ بھی بتایے۔ فصلیں کتنی تباہ ہوئی ہیں؟ لیکن یہاں ابھی تک کسی ایک گورنمنٹ ایجنسی نے یا کسی ایسے مستند ادارے نے ان کے اعداد و شمار پیش نہیں کیے تاکہ قوم کو پتہ چل سکے کہ اس سیلاب سے کیا صورت حال ہے؟ سوائے اس کے کہ جو اصحاب بھی کھڑے ہوتے ہیں وہ اپنے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں کہ فصلیں اتنی تباہ ہو گئیں۔ اتنا نقصان ہوا ہے۔ لیکن یہ اعداد و شمار کس طرح بھی قابل اعتماد نہیں۔

جناب سپیکر! میرا دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ یہاں اس ملک میں یہ رواج بن چکا ہے کہ جو کوئی جو چاہے' جس طرح چاہے اس کو کرنے کی اجازت ہے۔ اس کو کھلی چھٹی ہے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اب یہ ظلم ہے کہ سیلاب سے متعلقہ ہمارے ادارے بنے ہوئے ہیں۔ آپ کا فیڈرل فلڈ کمیشن ہے اور آپ کے ہیلون آبزر ویٹرز ہیں۔ آپ کے وارننگ اور فور کاسٹنگ کے باقاعدہ سنٹرز بنے ہوئے ہیں۔ ان تمام سنٹرز کی وجہ سے قوم کو بروقت انتباہ کرنے کی ضرورت تھی کہ یہ سیلاب آنے والا ہے۔ میں آپ کی توجہ اس تقریر اور پریس کانفرنس کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو ہمارے وزیر آب پاشی نے دو مہینے پہلے قوم کو بتایا کہ فلڈ آنے والا ہے اور آپ اس کے reception کے لیے تیار ہو جایئے۔ انہوں نے یہ کہا۔ مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں انگریزی میں پڑھ سکوں۔

> Each year teams comprising experienced Irrigation Engineers, the Army and District Administration are depted to inspect all flood works to ascer-

tain their reliability in the event of flood. Any deficiencies or shortcomings pointed out by them are set right well before the onset of flood season.

اس میں دوسری جگہ یہ فرماتے ہیں۔

The flood damages can occur in upto 50 canal divisions in punjab. flood fighting plans have been prepared in the Divisions and copies have been supplied to all concerned including Deputy Commissioners of the areas for information and guidance.

پھر اس کے بعد انہوں نے یہاں statistics دیے ہیں کہ کون کون سے ایسے breach sections ہیں کہ جن کو ہم بروقت توڑنے کے بعد سیلاب کے نقصان کو کم کر سکتے ہیں۔
پھر اس کے بعد انہوں نے یہ فرمایا:

The flood warning centre has been established by the Irrigation Department in collaboration with the Relief commissioner and other Agen

cies. Direct telephone. No.

یہاں نمبر دیا ہے۔

Gauges and dispatches from 40 points are received and information sent to all important Agencies and Officers, such as, Chief Engineers, Deputy Commissioners, and other.

In addition, daily information is received from India about river Ravi, Sutlej and Chenab through-

out Pakistan Commissioner for Indus water.

پھر اس کے بعد انہوں نے فرمایا۔

Seventy-five Wireless Stations have been set up at various Head Works and other important places for urgent messages and immediate contact. Also 106 mobile sets are installed on the officers vehicles involved sets in Flood fighting activities.

پھر اس کے بعد یہ کہا

Any Agency or individual interested to know the latest position of rivers can telephone at the Flood warning centres.

یہ سارے انتظامات صرف اِخباری حد تک تھے لیکن عملی طور پر کوئی ایسے اقدامات نہیں کیے گئے کہ جس سے قوم کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا جاتا اور اس کے بعد ان سارے ہولناک نقصانات سے ہم بچ سکتے۔ میں آپ کی توجہ صرف اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ جب کوھالہ پل ٹوٹا تو یہ ہمارے لیے ایک وارننگ تھی کہ ہم جہلم' منگلا اور رسول ہیڈ ورکس میں لوگوں کو بتاتے کہ جناب' سیلاب آ رہا ہے اور اس کی شدت اس قدر زیادہ ہے کہ ہم اس سارے نقصان کے متحمل نہیں ہو سکیں گے۔ لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کہا گیا کہ منگلا ڈیم کے جو گیٹس تھے وہ اپنے آپ خود بخود کھل گئے۔ اب یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ وہاں آپ کا باقاعدہ ایک کمپیوٹرائزڈ سسٹم ہے۔ میں وہاں خود دیکھنے گیا۔ مجھے ان تمام انجینئرز نے بتایا کہ یہ ہمارے پورے کنٹرول میں ہے کہ جب ہم چاہتے ہیں' جتنا چاہتے ہیں وہ گیٹ ہم کھولتے ہیں اور اس کے بعد اس سے زیادہ گیٹ نہیں کھل سکتے۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ جہلم کے تمام وکلاء نے باقاعدہ عدالت میں مقدمہ دائر کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ جو مجرمانہ غفلت کی گئی ہے۔ جس سے اتنا زیادہ نقصان ہوا ہے کہ جہلم کے علاقے میں 400 افراد بالکل قتل ہو گئے اور ہلاک ہو گئے۔ اس قتل کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی

ہے اور اس کے بعد ہیڈ ورکس میں 200 قیمتی جانیں ضائع ہو گئیں۔ یہ ایک ایسے شخص کا بیان ہے کہ وہ درخت پر چڑھنے کے بعد باقاعدہ بچ گیا اور اس نے یہ بیان دیا ہے کہ جناب اس طرح سے 600 آدمی ان کے مجرمانہ غفلت کی وجہ سے مرے اور اس کے بعد ان کا کوئی پوچھنے والا نہیں کوئی پرسان حال نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ سارا کچھ ہوا ہے تو گورنمنٹ کیوں ذمہ داری قبول نہیں کرتی؟ گورنمنٹ اس سے کیوں فرار اختیار کرنا چاہتی ہے؟ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ کو فرار اختیار کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنی ذمہ داری سے ہٹنا چاہتی ہے۔ ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا ادارہ' کوئی ایسی ایجنسی اس غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے تمام ہلاکت کا باعث بنی ہے اور ذمہ دار ہے تو اس کو قوم کے سامنے بے نقاب کیا جائے ان کو پوری طرح سزا دی جائے تاکہ ہم یہ ذمہ داری ادا کر سکیں۔ ہم احتساب کر سکیں۔ ہم یہاں جواب دہی کا ایک سسٹم جاری رکھ سکیں۔ لیکن جس طرح سے میں نے یہ کہا کہ یہاں لوگوں کو کھلی چھٹی ہے۔ آپ کس کو لوٹنا چاہیں تو لوٹ سکتے ہیں اغوا کرنا چاہیں تو اغوا کر سکتے ہیں۔ کسی کو قتل کرنا چاہیں تو قتل کر سکتے ہیں۔ یہاں آگ لگتی ہے۔ ٹرین کے حادثے ہوتے ہیں۔ سیلاب آتا ہے اور لوگ مر جاتے ہیں۔ قیمتی جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک کسی ایک شخص کو کوئی سزا نہیں ملی یہ قومی مجرم ہیں۔ ان کو سزا ملنی چاہیے اور اس کے بعد قوم کے سامنے ان کو بے نقاب کرنا چاہیے اور جب تک آپ یہ نہیں کریں گے میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکتے۔ جمہوری حکومتیں ہمیشہ یہ چاہتی ہیں کہ جب ان کے ہاں کوئی غلطی ہو یا ہم کسی کوتاہی کے مرتکب ہوں تو ان کو احساس ہوتا ہے اور یہ چیز ان کا احساس جگاتی ہے اور وہ استعفیٰ دے دیتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ امریکہ ایک بہت سپر پاور ہے۔ وہاں کا صدر نکسن تھا اس کے دور میں وہاں پر صرف معمولی bugging ہوئی جس کے نتیجے میں سپر پاور کے منتخب صدر کو ہٹا کر پرے مارا۔ جاپان کے وزیر اعظم نے محض اس بنا پر استعفیٰ دے دیا کہ وہاں پر گھپلا ہوا اور یہ کہا گیا کہ رقم خورد برد ہوئی ہے۔ اس کے بعد ابھی حال ہی میں جاپان میں شہری ہوا بازی کا ایک وزیر تھا۔ اس نے بھی استعفیٰ دیا۔ انڈیا میں بھی ایک حادثہ ہوا اور اس کے بعد وہاں پر وزیر نے استعفیٰ دے دیا لیکن یہاں پر کسی کے سر پر جوں نہیں رینگتی اور سارے بیٹھے رہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی ذمہ داریاں بالکل پوری کی ہیں۔ یہاں پر کسی ایک شخص نے آج تک استعفیٰ دیا ہو'

کسی ایک شخص نے اپنی ذمہ داری کو قبول کیا ہو اور یہ کہا گیا ہو کہ اتنا جانی نقصان ہوا۔ یہ صدی کا بدترین سیلاب تھا۔ اس سے فصلیں تباہ ہوئیں۔ اس سے ہماری تمام معیشت تباہ ہوئی اور ہم کئی سال پیچھے چلے گئے اور ہمارا جٹ بری طرح متاثر ہوا اور پھر ہم یہاں یہ کہتے رہے کہ جناب' ہم کسی سے امداد نہیں لیں گے' ہم خود انحصاری اختیار کریں گے اور ہم خود انتظامات کر سکیں گے۔ اس قسم کی باتیں کرتے رہے۔ مگر بعد میں آپ نے خود لوگوں سے بھیک مانگنے کے لیے کہا کہ ہمیں امداد کی ضرورت ہے۔ یہ تضاد بیانی گورنمنٹ خود کر رہی ہے اور اگر ہم کوئی اعداد و شمار پیش کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مستند نہیں ہیں۔ قابل اعتماد نہیں ہیں۔ مصدقہ نہیں ہیں۔ آپ ہمیں مستند اور مصدقہ اعداد و شمار پیش کیجیے تاکہ اسمبلی کو احساس ہو کہ واقعی یہ اعداد و شمار قابل اعتماد ہیں اور اتنا نقصان ہوا ہے۔ لیکن آج تک ہم نے کبھی بھی اس بارے میں نہیں سوچا کہ یہ نقصان کیوں ہوا۔ کس طرح ہوا اور کس کی وجہ سے ہوا۔ اور ہم نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ یہ جو فلڈ کنٹرول کے انتظامات ہیں' ادارے ہیں' محکمہ جات ہیں اور کمشنرز ہیں۔ میں آج آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ان کی کارکردگی قوم کے سامنے پیش کی جائے اور جناب سپیکر! ہمیں ازراہ کرم یہ بتایا جائے کہ جب سے یہ ادارے قائم ہوئے ہیں ان کی کارکردگی کیا ہے' ان کی افادیت کیا ہے اور ان کا جٹ کیا ہے اور اس جٹ پر ہر سال لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کو کھلی چھٹی ہے کہ چاہے وہ آئیں چاہے نہ آئیں۔ جناب سپیکر! یہاں ہوتا یہ ہے۔ وفاقی سیکرٹری آب پاشی اور بجلی نے یہ فرمایا کہ یہ فلڈ کمیشن والوں نے کہا کہ جناب اس کے ذمہ دار منگلا ڈیم کے انجینئرز ہیں ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ اور منگلا ڈیم کے انجینئرز نے کہا کہ جناب' ہم نے فلڈ کمشن انجینئرز اور فوج کو بروقت مطلع کر دیا تھا کہ یہ سیلاب آنے والا ہے اور یہ ان کی ذمہ داری تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہماری ذمہ داری نہ تھی' یہ تو انتظامیہ کی ذمہ داری تھی' لہٰذا یہ ذمہ داری ایک آدمی دوسرے آدمی پر' دوسرا آدمی تیسرے پر' تیسرا چوتھے آدمی پر ڈال رہا ہے۔ اور گورنمنٹ نے ایک ایسی انکوائری کمیٹی بنائی جس میں خود ہی منصف خود ہی مدعی خود ہی مجرم اور خود ہی سارے قاتل اور انہوں نے کہا کہ جناب' واپڈا والے بے قصور ہیں۔ واپڈا پر کوئی ایسی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ جناب' یہ کہا جائے کہ ان سے کوئی کوتاہی ہوئی' غفلت ہوئی جس کی وجہ سے یہ سارا سیلاب آیا اور اس کا بیڑا غرق ہوا۔ اور ان کو بری الذمہ قرار دیا گیا۔ تو جناب

والا! آپ خود سوچیے کہ یہ کتنا ظلم ہے کہ آپ کسی سے انکوائری کروانا چاہتے ہیں یا investi-gation کروانا چاہتے ہیں تو جب آپ اس محکمے کے سربراہ کو اس میں شامل کریں گے تو وہ تو اپنے محکمے کو کسی طرح سے بھی ذمہ دار نہیں ٹھہرائے گا اور وہ یہی کہے گا کہ جناب' ہم بالکل بے قصور ہیں' بے گناہ ہیں اور ہمیں معاف کر دیا جائے۔ تو انہیں معاف کر دیا جاتا ہے اور ان کو کوئی بھی پوچھنے والا نہیں کہ جناب' یہ ساری ذمہ داری کس طرح آپ پر عائد نہیں ہوتی اور کس طرح آپ نے اپنی ذمہ داری سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور پھر آپ یہ دیکھیے کہ اس ملک میں ہم غریب لوگ ان پڑھ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ جناب' اگر دیہاتوں میں لوگ مر گئے تو کوئی پوچھنے والا نہیں' کوئی احتجاج کرنے والا نہیں' کیونکہ وہ تو غریب غربا ہیں' وہ یتیم ہیں' وہ ان پڑھ ہیں وہ بے وقوف ہیں۔ اس لیے جناب' ان کو مار دو breaches کر دو۔ لیکن اگر یہ نقصان شہر میں ہوتا ہے تو اس پر احتجاج ہوگا' ہڑتالیں ہوں گی' اس کے بعد اخباروں میں آئے گا اور اس سے ساری حکومت کو نقصان پہنچے گا۔ اس لیے آپ شہروں کی نسبت دیہاتوں میں نقصان کیجیے تاکہ وہ شور نہیں مچائیں گے۔ وہ چلائیں گے نہیں۔وہ کوئی ایسی آواز نہیں اٹھائیں گے جس کی وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف ہو' اس لیے جناب' ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں اور پھر جناب سپیکر! میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ ازراہ کرم مجھے یہ بتایئے کہ اس سیلاب کے امدادی کاموں کے لیے بیت المال سے دس کروڑ روپیہ لیا گیا۔ وزیر اعلیٰ صاحب کو بیت المال کی طرف سے دس کروڑ روپیہ دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ امدادی کاموں کے لیے صرف ہوگا زکوٰۃ فنڈز سے کئی کروڑ روپیہ لیا گیا کہ جناب' ہم امدادی کام کریں گے۔ اس کے بعد ممبران کی ترقیاتی فنڈز سے 25 فی صد پیسہ حاصل کیا گیا۔ گورنمنٹ ملازمین کو اپنی ذاتی تنخواہیں پیش کرنے کے لیے کہا گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اپنے ذاتی فنڈز کی donations کیں۔ یہ سارا روپیہ پیسہ جو کروڑوں کی مالیت کا ہے یہ کس طرح خرچ ہو رہا ہے۔ کون خرچ کر رہا ہے اور یہ کہا جا رہا ہے اس کا کوئی پتہ نہیں۔ میں آج یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ یہ کروڑوں روپیہ جو پنجاب گورنمنٹ کی تحویل میں ہے اور اس کے بعد مرکزی حکومت کے جو ان کو فنڈز ملے ہیں اس کا باقاعدہ حساب کتاب اس اسمبلی میں پیش کیا جائے اور اس کے بعد ہمیں یہ بتایا جائے کہ ڈپٹی کمشنر اے سی اور گورنمنٹ کے جو دوسرے سرکاری افسران ہیں اور جو functionaries ہیں وہ کن مستحقین کن سیلاب زدگان کو پیسہ دے

رہے ہیں۔ یہاں ظلم یہ ہے کہ 1988ء میں جو سیلاب آیا تھا اس کے لوگ ابھی تک کلیم چیک لے کر پھر رہے ہیں اور وہ در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ لیکن ان کو کوئی بھی پوچھنے والا نہیں کہ جناب 88 سے لے کر 92 تک چار سال گزر چکے ہیں۔ کیا ان کو کوئی پیسہ ملا ہے۔ کیا ان کی کوئی ضرورت پوری ہوئی ہو یا ان کا کوئی مکان بن گیا ہو ان کی کسی مصیبت یا دکھ یا مصیبت کا ازالہ ہو گیا ہو۔ لیکن جناب والا! یہاں مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کروڑوں روپیہ بھی اسی طرح سے خورد برد ہو جائے گا اور یہ سیاسی مقاصد کے لیے استعمال ہوگا یہ لوگوں کی جیب میں جائے گا اور وہ تمام افسران ایک' ایک کلیم اپنے رشتہ داروں کو پیش کریں گے اور اس کے بعد وہ سارے کا سارا پیسہ کھا پی جائیں گے۔ تو جناب سپیکر! ہم یہاں مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کروڑوں روپے کا یہاں اس اسمبلی میں حساب کتاب پیش کیا جائے اور کوئی شخص اس میں زیادتی کا مرتکب ہو اس کو باقاعدہ پوری طرح سزا دی جائے تاکہ ان کو یہ ڈر خوف پیدا ہو کہ ہم جواب دہ ہیں حکومت ہمارا پوری طرح احتساب کر سکتی ہے اور اس کے مطابق ہمیں سزا دے سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے یہ گزارش کروں گا اور میں آخری بات کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ سیلاب ہر سال یا ہر چار سال بعد یا پانچ سال بعد اسی طرح آتے رہیں گے اور کیا یہ اسی طرح تباہی مچاتے رہیں گے؟ کیا اسی طرح سے ہمارا جانی اور مالی نقصان ہوتا رہے گا اور فصلیں تباہ ہوتی رہیں گی؟ جنت برباد ہوتا رہے گا اور اس کے بعد ہماری معیشت ہلاکت کا باعث بنے گی یا اس کے بارے میں ہمیں کوئی ایسا fool proof مستقل حل تلاش کرنا ہے؟ جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ جناب' جب یہ سیلاب آتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں۔ سیلاب کا تدارک نہیں کر سکتے لیکن جب سیلاب آتے ہیں اور اس کے نتیجے میں جو پیسہ اکٹھا ہوتا ہے اسے ہم صرف کرتے ہیں۔ اسی لیے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کے واسطے آپ اس کے لیے ایک کمشن مقرر کیجیے اور وہ کمشن ماہرین پر مشتمل ہو اور وہ ماہرین سوچ چار کے بعد ایک ایسی رپورٹ مرتب کریں اور ہم تمام علاقوں میں تو نہیں کم از کم ایسے علاقوں میں جہاں زیادہ تباہی اور بربادی ہوتی ہے۔ جہاں زیادہ جانی نقصان ہوتا ہے اور مویشی ہلاک ہوتے ہیں ان کو ہم پہلے ترجیحی بنیادوں پر صحیح کریں اور اس کے بعد ایک ماسٹر پلان بنایا جائے اور اس ماسٹر پلان کے تحت آئندہ دس پندرہ سالوں

کے لیے کوئی ایسے انتظامات کریں کوئی ایسا مستقل حل تلاش کریں اور جہاں سے آپ bor-row or steel پیسہ لے سکیں لیں اور ان تمام نہروں کو computerize کیجیے chan-nelize اور جدید آلات منگوا کر اس لعنت سے بچنے کے لیے کوئی مستقل حل تلاش کیجیے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین : شیخ انوار الحق پراچہ صاحب۔

شیخ انوار الحق پراچہ : جناب والا آپ نے مہربانی فرمائی کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

جناب سپیکر! میں پنجابی میں تقریر کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین : جی کریں۔

شیخ انوارالحق پراچہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میرا تعلق پی۔پی۔32 سرگودھا سے ہے۔ اور پی۔ پی۔ 32 دریائے جہلم کے کنارے پر ہے۔ اور سب سے زیادہ فلڈ کا نقصان وہاں ہی ہوا ہے جناب میں اردو کا ایک شعر عرض کرتا ہوں

جس عہد میں لٹ جائے غریبوں کی کمائی
اس عہد کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے

جناب عالی! ان دکھوں کا رونا چاہے پنجابی میں ہو یا چاہے اردو میں ہو۔ رونا ہی ہوتا ہے میں اس حکومت کو اس بات پر مبارک باد دیتا ہوں کہ اس نے ہر مقام کو میرٹ پر رکھا سیلاب پر بھی انہوں نے میرٹ رکھا اگر انہوں نے کوئی چیز تقسیم کی تو وہاں بھی انہوں نے میرٹ ہی رکھا کہ پیپلز پارٹی والوں کو نہیں دینا بلکہ مسلم لیگ والوں کو ہی دینا ہے۔ ہم دریا کے کنارے پر آباد ہیں اور ساری حکومت کے سارے منسٹر یہی بیان دیتے ہیں کہ ڈیم والوں کا کوئی گناہ نہیں گزارش یہ ہے کہ دریائے جہلم میں جو پانی آکر گرتا ہے۔ اس کے متعلق پانچ چوکیاں بنائی گئی ہیں جو ہر آدھے گھنٹے کے بعد منگلا ڈیم کو اطلاع دیتی ہیں کہ اتنا پانی ہمارے قریب سے گذر رہا ہے۔ اس کی انہوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ منگلا ڈیم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی انتظام نہیں حالانکہ وہاں کمپیوٹر نصب ہیں۔ جناب اکرام ربانی صاحب کی تقریر کا جواب وزیر آب پاشی نے دیا کہ ہمارے پاس کوئی انتظام نہیں۔ اس ملک میں سیٹلائٹ بھی نہیں کہ جو ہمیں اطلاع دے۔ میری گزارش یہ ہے کہ منگلا ڈیم پر ڈیڑھ سو روپے کی گیج بھی نہیں کہ جو اطلاع دے کہ خطرہ ہے اگر اس کے پاس گیج بھی نہیں تھی تو حکومت اس کی

تردید بھی کرتی ہے کہ اس کی زیادتی نہیں تھی۔ سردار قیوم خان اپنے بیان میں بتاتے ہیں کہ میں نے ٹیلیفون پر اطلاع دی کہ آزاد کشمیر میں سارے پل ٹوٹ گئے ہیں تو آپ توجہ دیں اس کے باوجود گیٹ نہ کھولے گئے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کیا وجہ ہے کہ سردار قیوم وزیر اعظم ٹیلیفون کرے پھر بھی منگلا ڈیم والے اس طرف توجہ نہ دیں تو ان کے گھٹنے تو نہیں ٹوٹے ہوئے تھے کہ اسیں گیٹ قطعاً نہیں کھولنے۔ گزارش یہ ہے کہ ہمارے حلقے میں بلحہ تمام دریائے جہلم کے کنارے پر تباہی مچ گئی اور بیان دیا جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی عذاب نازل ہوا ہے۔ اس کو کس طرح خدا کا عذاب کہا جائے۔ صرف دریائے جہلم کے کنارے پر خدا کا عذاب آنا تھا؟ دوسرا بھی ملک ہے وہاں عذاب نہیں آسکتا ان ایوانوں پر عذاب نہیں آسکتا دوسرا جناب عالی' میں وزیر اعظم صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے دورے کیے ہیں تو ساتھ مجھے افسوس بھی ہوا ہے کہ لوگ تو جاتے ہیں افسوس کرنے کے لیے کسی کا چچہ فوت ہو گیا' کسی کی ماں فوت ہو گئی یا کسی کا بھائی فوت ہو گیا' مکان بہہ گئے' جانور بھی بہہ گئے' افسوس کہ فاتحہ نہیں کہتے تو کم از کم نعرے تو نہ لگواتے کہ "مسلم لیگ زندہ باد" "وزیر اعظم زندہ باد" یہ افسوس کیا گیا ہے یا پروپیگنڈا کیا گیا ہے خدا کا نام ہے ہمارا مذاق نہ اڑاؤ ہم لوگ ویسے ہی تباہ ہو گئے ہیں یہ عجیب لطف کی بات ہے کہ جاتے ہیں افسوس کے لیے مگر مسلم لیگ زندہ باد کے نعرے لگواتے ہیں۔ میں اس ایوان کی معرفت اپنے حکم رانوں کو عرض کرتا ہوں ۔۔۔ جناب سپیکر! صاحب توجہ دیں تو میں بات کروں۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین وزیر قانون و پارلیمانی امور سے مشورہ فرما رہے تھے)

جناب والا! میں واک آؤٹ کرتا ہوں نہ تو جناب توجہ دیتے ہیں اور نہ ہی وزیر آب پاشی ہیں اور نہ لودھی صاحب بیٹھے ہیں اتنی بے حسی اور اتنی زیادتی کہ ہمارا رونا بھی کوئی نہیں سنتا میں واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر جناب انوار الحق پراچہ ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب چیئرمین : چودھری محمد فاروق۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے سیلاب کی صورت حال پر مجھے بات کرنے کا موقع دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سیلاب عذاب خداوندی

کی صورت میں ہمارے ملک پر نازل ہوا۔

(اس مرحلہ پر جناب انوار الحق پراچہ ایوان میں تشریف لے آئے)

بہر حال سیلاب کا پانی گزر گیا۔ آج ہم سیلاب کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال پر بحث کر رہے ہیں۔ ہماری یہ بحث نہ تو ہونے والے نقصان کی تلافی کر سکتی ہے اور نہ ہی سیلاب سے جو تباہی و بربادی ہوئی اس کے آگے آج بند باندھے جا سکتے ہیں۔ بلکہ ہوا یہ ہے کہ اس سیلاب سے کئی سالوں کی محنت اور ملک کے غریب عوام کی خون پسینے کی کمائی سے جمع ہونے والے ٹیکسوں سے بند باندھے گئے تھے' جو حفاظتی پشتے دریاؤں کے کناروں اور ڈیمز کے کناروں پر تعمیر کیے گئے تھے وہ سب اس پانی کی نذر ہو گئے۔ صرف یہ نہیں کہ دریاؤں کے بند' حفاظتی پشتے اور اس ملک کے جو کسان ہیں ان کی امیدوں کا مستقبل اس پانی کی نذر ہو گیا ہے بلکہ وہ غریب لوگ' وہ دیہاتی' وہ کسان اور وہ مزدور جو دیہاتوں میں دریاؤں کے کناروں پر آباد تھے ان میں سے بے شمار بوڑھوں کے جوان بیٹے اس سیلاب کے پانی کی نذر ہو گئے۔ بے شمار ماؤں کی امیدوں کے چراغ گل ہو گئے۔ اور بے شمار بہنوں کے سروں کے آنچل' ان کی مستقبل کی امیدیں ان کے بھائیوں اور ویروں کی موت کے ساتھ ہی سیلاب کی نذر ہو گئیں۔ جناب سپیکر! آپ آج کون کون سے نقصان کو پورا کریں گے؟ آج ہم اس ایوان میں بیٹھ کر بحث کر کے کون کون سے نقصان کی تلافی کریں گے؟ جناب والا! ابھی یہاں پر بات ہو رہی تھی کہ اس کا کون ذمہ دار ہے؟ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ حکومت میں بیٹھے ہوئے لوگ صرف حکومت کا دفاع کرتے ہیں اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے لوگ صرف تنقید کرتے ہیں۔ ہم یہاں پر آتے ہیں' تقریریں کرتے ہیں۔ اور تقریر کر کے چلے جاتے ہیں ہماری تقاریر کے ذریعے سے' اس ایوان کے اندر ہونے والی تقریروں سے قطعاً کسی مقصد کی بات کو نکال کر حکومت اس پر مثبت سوچ اور رد عمل کا مظاہرہ نہیں کرتی۔ اور یہ وہ بدقسمتی ہے جس کی وجہ سے مسائل در مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ سیلاب کیا جو بھی طوفان آتا ہے' جو بھی بحران آتا ہے وہ اس ملک کو تباہی سے دوچار کرتا چلا جاتا ہے اور ہم اپنے اپنے اور اپنی اپنی ذات کے قصیدے پڑھتے رہتے ہیں۔

جناب سپیکر! سیلاب مظفر آباد سے نہیں چلا۔ آزاد کشمیر کے باہر سے یہ سیلاب نہیں چلا۔ یہ سیلاب ہندوستان سے چلا۔ طوفانی بارشیں صرف پاکستان میں ہی نہیں ہوئیں یہ بارشیں ہندوستان میں بھی ہوئی ہیں۔ دریائے جہلم میں جو پانی آتا ہے وہ ہندوستان سے آتا ہے اور

ہندوستان کی حکومت کہتی ہے کہ ہم نے پاکستان کی حکومت کو اطلاع دی جناب سپیکر! آپ اس بات کو بھول جایئے اور کہیے کہ بھارتی جھوٹ بولتے ہیں اور انہوں نے آپ کو اطلاع نہیں دی کہ آپ کے ملک میں تباہی آ رہی ہے۔ لیکن جب پانی نیلم کے کنارے سے چلتا ہے تب بھی آپ کو اس بارے میں خبر نہیں ہوئی۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جب پانی مظفر آباد سے نکلتا ہے اور منگلا جھیل تک پہنچنے میں 48 گھنٹے سے لے کر 70 گھنٹے یہ پانی لیتا ہے یعنی یہ پانی 48 تا 70 گھنٹے میں مظفر آباد سے منگلا جھیل تک پہنچتا ہے۔ جناب والا! ہماری انتظامیہ کی بے حسی کی اس سے بڑی مثال اور کیا دی جا سکتی ہے؟ آپ کہہ لیجیے کہ بارش بہت زیادہ تھی' پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا اور مظفر آباد سے آگے بے شمار پل اس سیلاب کی نذر ہو گئے' ٹوٹ گئے۔ لیکن جناب سپیکر! ذرا توجہ فرمایئے کہ یہ پانی تیز تھا یہ 48 گھنٹے میں نہیں پہنچا' یہ پانی 24 گھنٹوں میں منگلا جھیل میں پہنچا ہوگا لیکن کیا یہ 24 گھنٹے کم تھے؟ اگر انتظامیہ عقل کے ناخن لیتی' اگر اسے اپنے عوام کی جان' مال اور جائیداد کے تباہ ہونے کا احساس ہوتا' ہونے والی تباہی کی فکر ہوتی تو یہ 24 گھنٹوں میں تمام شہروں اور تمام نواحی علاقوں میں صحیح طریقوں سے بندوبست کر کے ان لوگوں کو وہاں سے نکال سکتی تھی۔ آج حکومت نے ایک لسٹ جاری کر دی ہے اور کہتے ہیں کہ صرف 636 افراد اس سیلاب کی وجہ سے موت کا شکار ہوئے ہیں۔ جناب سپیکر! بے شک ان ہلاک ہونے والوں لوگوں کی تعداد اس سے زیادہ ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہی تعداد 636 والی ہی مان لیں۔ امریکہ کے دو انسانوں کو لیبیا کے لوگ جہاز اغوا کر کے قتل کر دیتے ہیں ان کی موت واقع ہو جاتی ہے تو انہوں نے ساری دنیا کے اندر ہنگامہ برپا کر دیا اور ادھر ہمارے ملک کے اندر 636 افراد کی موت واقع ہو گئی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں ہوا' کوئی بھی نقصان نہیں ہوا۔ آپ ذرا اس گھر کے بارے میں سوچیے۔ جس گھر کا چراغ گل ہو گیا۔ جس کا مستقبل اور امیدیں گل ہو کر رہ گئیں۔

جناب سپیکر! واپڈا والے کہتے ہیں کہ منگلا جھیل سے ہم نے پانی بروقت خارج کیا۔ ہم بھی جناب والا! دریائے جہلم کے کنارے پر رہتے ہیں۔ اور چودھری خادم صاحب' جو کہ جہلم شہر کے ایم پی اے ہیں وہ بھی اس ایوان میں تشریف فرما ہیں۔ ان سے بھی یہ بات معلوم کی جا سکتی ہے۔ منگلا کے پانی نے سب سے پہلے جس شہر کو متاثر کیا وہ جہلم شہر ہے۔ دریائے جہلم کے کنارے واقع یہ پر رونق اور خوبصورت شہر آج کھنڈر اور ویرانی کا منظر پیش کر

رہا ہے۔ تاجر اور کاروباری لوگ تباہ ہو چکے ہیں۔ اور وہاں پر آپ کو آج کل کوئی شخص یا دکان دار کاروبار کرتا ہوا نظر نہیں آئے گا۔ ان کا جتنا سرمایہ تھا یعنی اگر کوئی 10 ہزار کی ریڑھی لگا کر کاروبار کرتا تھا تو اس کا 10 ہزار کا نقصان ہو گیا اور جس شخص کی کروڑوں روپے مالیت کی دکان یا کاروبار تھا اس کا کروڑوں روپے کا نقصان ہو گیا۔ اور پورے جہلم میں پانی 8 فٹ سے لے کر 12 فٹ تھا۔ پانی تقریباً 12 گھنٹے تک کھڑا رہا۔ اس تباہی کا ذمہ دار کون ہے؟ آپ میری توجہ گھنٹی کی طرف مبذول کروا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر چند باتیں کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو زرعی اراضی تباہ ہوئی' غریبوں کے سال بھر کی کمائی اور غلہ بہہ گیا' جانور اور مویشی بہہ گئے ان کی کیا تلافی کی جا رہی ہے؟ صرف وعدے کیے جا رہے ہیں کہ جن کے مکان بہہ گئے ہیں ان کو پانچ ہزار روپے دیے جائیں گے۔ جناب سپیکر! خدا کے لیے اس اسمبلی کے ذریعے سے اگر آپ نے حکومت کو کوئی تجویز دینی ہے تو یہ تجویز دیں کہ یہ پانچ ہزار روپے بھی ان غریبوں کو نہ دیں۔ اس سیلاب سے پہلے سیمنٹ کی بوری 104 روپے کی تھی اور آج بازار میں سیمنٹ کی یہی ایک بوری 165 روپے میں مل رہی ہے۔ جناب والا! پانچ ہزار روپے میں تو ایک دیوار بھی کھڑی نہیں ہو سکتی۔ آپ کیوں ان غریب لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں؟ جناب سپیکر! اگر کسی شخص کا مکان سیلاب میں بہہ گیا ہے تو اس کو کم از کم اتنی تو امداد دیجیے' اس کی کم از کم اتنی تو مدد کیجیے کہ وہ اپنے لیے ایک کمرہ تو بنا سکے۔ اور جناب والا! ایک مویشی یا ایک بھینس تقریباً 12 ہزار روپے سے لے کر 20 ہزار روپے تک کی ہوتی ہے اور جس غریب شخص کے بیس پچیس جانور اس سیلاب میں بہہ گئے آپ اس کو ایک ہزار' دو ہزار یا تین ہزار دے کر اس کی کیا مدد کر رہے ہیں؟ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا۔

جناب چیئرمین : چودھری فاروق صاحب! آپ ایک منٹ میں اپنی تقریر کو ختم کر لیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! دریائے جہلم کے کنارے ایک آبادی ہے۔ یہ آبادی میرے حلقے اور جہلم شہر کے درمیان ہے۔ یعنی دریائے جہلم کے اندر یہ آبادی ہے۔ اس وقت اس آبادی میں کوئی مکان نہیں۔ اس گاؤں کا نام و نشان مٹ چکا ہے۔ اس کے صرف نشانات باقی ہیں آبادی اور مکانات ختم ہو گئے ہیں۔ اور اس گاؤں کے بارے میں صرف 15 افراد کے جاں بحق ہونے کی سرکاری رپورٹ ہے۔ جناب سپیکر! دریائے جہلم کے اندر واقع یہ

آبادی جس کا نام و نشان مٹ گیا ہے حکومت کو چاہیے کہ حکومت اپنے ذرائع سے دریائے جہلم سے باہر ان لوگوں کو اراضی مہیا کرے۔

جناب سپیکر! آپ کہتے ہیں کہ سیلاب چلا گیا' جناب والا! سیلاب نہیں گیا۔ آپ کی اے ڈی پی اس سے متاثر ہو گی۔ آپ کا اس سیلاب سے اربوں روپے کا نقصان ہو گیا ہے۔ اور آئندہ تین سالوں کے لیے آپ کی اے ڈی پی آپ کی اپنی مرضی سے نہیں بنے گی۔ اور یہ جو اربوں روپے کے نقصانات ہوئے ہیں انھیں آپ کو پورا کرنا ہے۔ یہ نقصانات آپ کہاں سے پورے کریں گے؟ آپ کی ہر اے ڈی پی متاثر ہو گئی۔

جناب سپیکر! پہلے اس صوبے کے 60 فی صد عوام غلہ نہیں خریدتے تھے' وہ گندم نہیں خریدتے تھے' وہ اناج نہیں خریدتے تھے۔ آج ان کی اپنی زمینیں تباہ ہو گئیں اور ان کا غلہ پانی میں بہہ گیا ہے۔ پہلے صرف شہری لوگ جو خود کاشت نہیں کرتے تھے وہ اناج خریدتے تھے اور ان کی آبادی 40 فی صد سے زائد نہیں۔ اور اب یہ 60 فی صد لوگ بھی اناج خریدیں گے۔ آپ تو پہلے ہی اناج باہر سے امپورٹ کر رہے تھے۔ اور اب جب آپ کو 60 فی صد کو بھی اناج مہیا کرنا پڑے گا تو آئندہ سالوں میں قحط کا خطرہ موجود ہے۔ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ ابھی سے اس انداز میں پلاننگ کی جائے کہ یہ زرعی زمینیں آباد ہوں۔ اور اگر آپ نے آئندہ سیلاب سے بچنا ہے تو کالا باغ ڈیم بنایئے۔ اور جناب والا! یہ جو اموات واقع ہوئی ہیں یہ ان انجینئرز کا قصور ہے۔ ان کے خلاف میرے خیال میں قتل کے مقدمے بننے چاہئیں' ان کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے جنہوں نے غفلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کے خلاف محکمانہ کارروائی ہونی چاہیے۔ اور صرف یہی نہیں کہ آپ ان افراد کے خلاف محکمانہ کارروائی کریں' بلکہ میں آج آپ کے سامنے جس بحران کی بات کر رہا ہوں۔ اس کو اس انداز میں خاموشی سے حکومت کے افراد سن کر نہ ٹال دیں۔ پہلے حکومت نے کہا کہ ہم بیرونی امداد نہیں لیں گے۔ لیکن آج آپ کو بیرونی امداد کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ سیلاب کے بعد انہوں نے پہلے کہا کہ ہم بیرونی امداد نہیں لیں گے۔ لیکن آج آپ کو بیرونی امداد کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے اور حکومت کے افراد سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ امدادی ٹیمیں علاقوں میں جائیں۔۔۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے....

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں صرف ایک بات کرنا چاہتا ہوں سیلاب کے نکتے سے ہٹ کر ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ امدادی ٹیمیں علاقوں میں جا رہی ہیں کچھ امدادی ٹیمیں وہاں پر جا کر حکومت کا نام بنانے کی بجائے حکومت کا نام بھی بدنام کرتی ہیں۔ مثلاً سرائے عالمگیر کے علاقے میں ایک امدادی ٹیم نے وہاں پر جا کر عوام کے ساتھ اس طریقے سے ظلم کیا کہ وہاں گاؤں کے لوگوں کے خلاف ڈکیتی اور اقدام قتل کا پرچہ درج کروا دیا اور اس گاؤں کے لوگ امدادی ٹیم کے ہاتھوں اس حد تک مجبور ہوئے کہ انتظامیہ کی دہشت کی وجہ سے وہ لوگ تین روز تک کھاریاں لکھ پتی سرکار میں پناہ گزین رہے۔ جناب سپیکر! امدادی ٹیموں کو بھی یہ ہدایت کیجیے کہ وہ امداد کریں نہ کہ وہاں جا کر لوگوں کو پریشان کریں۔ میں اسی کے ساتھ آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین : جناب بنیامین صاحب۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس موجودہ سیلاب سے جو تباہی و نقصانات ہوئے اور جن لوگوں کے نقصانات ہوئے۔ ہم سب ان کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں اور جس دن 11' 12 ستمبر کو پنجاب شدید سیلاب کی لپیٹ میں آیا۔ مثال کے طور پر میں اپنے ضلع کا عرض کرتا ہوں کہ ضلع گجرات کی تحصیل پھالیہ ایسی تحصیل ہے جو کہ دریائے چناب اور دریائے جہلم کے درمیان میں واقع ہے اور اس تحصیل کو دریائے جہلم نے بھی متاثر کیا اور دریائے چناب نے بھی۔ جس رات کو پانی کا ریلا جہلم سے ہو کر سب سے پہلے ہمارے پاس رسول' اور قادر آباد ہیڈ ورک پہنچا شام کو ہم سب وہاں پہ موجود تھے پھالیہ سے میں نے ٹیلی فون پر وزیر اعلیٰ صاحب کو سارا سلسلہ عرض کیا میں ان کا بے حد مشکور ہوں کہ وہ چودھری پرویز الٰہی کے ساتھ دوسرے دن 8 بجے وہاں ہمارے اس علاقے میں پہنچے اور انہوں نے وہاں آکر تمام سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ کیا۔ ہم ان کے ساتھ کشتیوں میں پھرتے رہے۔

جناب سپیکر! یہ بات بالکل درست ہے کہ یہ سیلاب اس صدی کا بہت بڑا سیلاب ہے اور اس سے بڑے نقصانات ہوئے ہیں اور خاص طور پر غریب لوگوں کو اس سے بڑا نقصان پہنچا۔ لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صرف مخالفت برائے مخالفت کی باتیں کرنا اور پراپیگنڈہ کرنا اور کبھی یہ کہنا کہ یہ سیلاب وزیر اعظم نواز شریف صاحب نے خود لایا ہے کبھی یہ کہنا کہ یہ

دروازے جلدی بند ہو گئے تھے یا پہلے کھول دینے چاہئیں تھے۔ کبھی یہ کہنا کہ یہ امدادی ٹیمیں صحیح کام نہیں کر رہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ فرض کریں کہ اس سے متاثر ہونے والے افراد جن کے گھر متاثر ہوئے' اس گورنمنٹ نے پانچ پانچ ہزار روپیہ ان کے گھروں میں جا کر اپنی حیثیت اور توفیق کے مطابق ان کو امداد دی تو یہ مجھے ثابت کریں اور ریکارڈ پہ لائیں کہ اس سے پہلے کبھی کسی گورنمنٹ نے سیلاب میں متاثرہ افراد کے گھروں میں جا کر ان کو پیسے دیے۔ اس سے پہلے کبھی کوئی وزیر اعظم متاثرہ علاقوں کے دوروں پہ جا کر لوگوں سے ہم دردی کا اظہار کیا۔ جناب سپیکر! آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ پنجاب کیبنٹ کے ایک معزز رکن ہمارے بھائی دیوان عاشق بخاری صاحب اور عاشق گوپانگ صاحب کی کشتی اپنے حلقے میں سیلاب زدہ علاقے میں دورہ کرتے ہوئے الٹنے سے ان کو حادثہ ہوا۔ خدا نخواستہ' ان کو جانی نقصان بھی ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ہمارے تمام اراکین اسمبلی نے گھر گھر جا کر ان کے نقصانات پوچھے ان سے ہم دردی کی پھر یہ دوسری بات میرے بھائی قائد حزب اختلاف نے جمعرات کو اپنی تقریر میں کہی کہ گورنمنٹ پٹواریوں کے ذریعے' اور فرید پراچہ صاحب نے بھی یہ فرمایا کہ پٹواریوں اور تحصیل داروں کے ذریعے اعداد و شمار اکٹھے کیے جا رہے ہیں جبکہ 6 اکتوبر کو وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف صاحب جب پھالیہ کے دورے پر آئے تو وہاں پر چیف سیکرٹری صاحب اور پنجاب کی ساری گورنمنٹ موجود تھی۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ آپ کے اعداد و شمار کس نے اکٹھے کیے ہیں تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے عوامی نمائندوں نے اکٹھے کیے ہیں۔ اسی طرح انتظامیہ نے بھی اکٹھے کیے ہیں اور دوسری ایجنسیز نے بھی اکٹھے کیے ہیں۔ لیکن وزیر اعظم صاحب نے کہا آپ میرے پاس وہ اعداد و شمار لائیں جو مقامی چیئرمین عشر' زکواۃ کمیٹی نے اکٹھے کیے ہیں' جو عوامی نمائندگان نے اکٹھے کیے ہیں۔ وہ لسٹ انہوں نے منگوائی اور اس کے اوپر 240 کی وہ موضع گڑھا حسن کا گاؤں تھا۔ وہاں 240 کی لسٹ پر انہوں نے اپنی مرضی سے انگلی رکھی اور وہ کم از کم چودہ گھروں میں گئے۔ ہم ان کے ساتھ موجود تھے۔ ہم مٹی' پانی اور گارا سب کچھ گزرتے ہوئے وہاں پہنچے۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا یہ اعداد و شمار درست ہیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ سب کے سب اعداد و شمار درست ہیں۔ اسی طرح آپ دیکھیں کہ پنجاب میں جس طرح امدادی کام ہوا' جس طرح ٹیم ورک ہوا۔ میں ان حزب اختلاف والوں سے یہ

پوچھتا ہوں کہ یہ صبح سے لے کر شام تک یہی بات کرتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری کس کی تھی' یہ گیٹ دیر سے کیوں کھولا گیا' یہ گیٹ جلدی کیوں بند کیا گیا۔ یہ کسی شخص کے پاس گئے بھی ہیں' اور اس سے جا کر انہوں نے پوچھا کہ آپ کا کتنا نقصان ہوا ہے؟ لاہور' کراچی اور اسلام آباد میں بیٹھ کر سوائے پریس کانفرنس کرنے کے' سوائے جھوٹا پراپیگنڈہ کرنے کے ان کو کوئی کام نہیں تھا اور انہوں نے اس سلسلے میں عوام کی کوئی خدمت نہیں کی۔ میں اس کا واضح ثبوت دیتا ہوں کہ وزیر اعظم صاحب سے پہلے محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ تحصیل پھالیہ کے دورہ پر گئیں تو آپ یقین کیجیے' میرے پاس اخبارات کا ریکارڈ ہے۔ اخبارات نے اس پہ تبصرے کیے کہ وہ بند بھیرو میں ناک پر رومال رکھ کر وہاں سے اتنی تیزی سے گزریں تاکہ اس متاثرہ علاقے میں جو لوگ مرے ہیں ان کی کوئی بو ان کی ناک تک نہ پہنچ جائے اور جو چند لوگ ان کو دیکھنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی بڑے مایوس ہوئے اور بے نظیر صاحبہ نے ہاتھ ہلا ہلا کر ان کو ٹرخا دیا۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے علاقے کی پکی سڑک پر بھیرو میں جلدی سے گزر کر جلسے کیے اور اپنی سیاسی دکان داری کی کوئی کسی متاثرہ فرد کے گھر نہیں گیا کوئی کسی متاثرہ علاقے میں نہیں گیا۔ انہوں نے کوئی دورہ نہیں کیا۔

اب میں آگے چلتا ہوں۔ آپ دیکھیں کہ ملک وال کے مقام پر جا کر انہوں نے ایک جلسہ کیا اور جلسہ کے دوران ان کا اپنا ایک ورکر جو تحصیل پھالیہ میں پیپلز پارٹی کا چیئرمین تھا وہ بے چارہ بے نظیر صاحبہ کے نعرے مارتا ہوا وہاں سٹیج پر ہی دل کے دورے سے فوت ہو گیا اور بے نظیر صاحبہ اس کی میت وہاں سٹیج پر ہی چھوڑ کر اپنی تقریر اور جلسے کے لیے بھیرہ چلی گئیں۔ جناب والا! حقیقت یہ ہے کہ جو لیڈر سٹیج پر ہی اپنے ورکر کی میت چھوڑ کر چلی گئی اس کو قوم کے ساتھ کیا محبت ہو سکتی ہے یہ سب ڈرامے بازی اور سیاسی دکان داری چمکانے کے لیے ہے۔ ابھی یہ بات کر رہے تھے کہ ان کے چیک honour نہیں ہوئے ابھی میرے ایک بھائی فرما رہے تھے کہ 1988ء کے چیک ابھی تک honour نہیں ہوئے اور ان لوگوں کو پیسے نہیں ملے۔ میں ریکارڈ پہ یہ بات ثابت کرنے کو تیار ہوں کہ جب 1988 میں فلڈ آیا تو پنجاب حکومت نے جن متاثرہ افراد کو چیک دیے تھے' اس وقت بے نظیر بھٹو صاحبہ کی حکومت تھی انہوں نے زکوٰۃ بند کی۔ اس وجہ سے وہ چیک honour نہ ہو سکے۔ وہ چیک کیش نہ ہونے کی ذمہ داری ہماری حکومت پر عائد نہیں ہوتی۔

وہ بے نظیر بھٹو صاحبہ پر ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ کہتے ہیں کہ گھپلا کرتے ہیں۔ ان کا اپنا کردار دیکھیے کہ جب 74-1973 میں جب نادرن ایریا میں زلزلہ آیا تھا اس وقت ذوالفقار علی بھٹو حکم ران تھے اور لیبیا نے جتنی امداد کی تھی وہ ساری انہوں نے اپنے ذاتی اکاؤنٹ میں جمع کروائی تھی۔ اور ایک ٹیڈی پیسہ بھی وہاں کے متاثرہ افراد کو نہیں دیا گیا تھا اور اسی بات پر مصطفیٰ کھر سے ان کی پہلی لڑائی ہوئی تھی۔ یہ اپنا سارا کردار ان کے سامنے ہے۔ میں ان سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ضلع گجرات تحصیل پھالیہ میں دو دفعہ وزیر اعظم آئے' تین دفعہ وزیر اعلیٰ پنجاب آئے چار دفعہ وزیر آب پاشی سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب وہاں پہ آئے۔ ہم چودھری شجاعت حسین صاحب' چودھری پرویز الٰہی صاحب اور دیگر تمام اراکین اسمبلی جتنے تھے وہاں پر موجود تھے۔ ہم نے لوگوں کے گھروں پہ جا کر ہر ایک سے پوچھا کہ کسی کو کیا تکلیف ہے۔

جناب سپیکر! باتیں کرنی بڑی آسان ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ ہم دیہاتی لوگ ہیں۔ یہاں میرے بھائی حاجی محمد افضل چن صاحب موجود ہیں۔ ان کا تعلق تحصیل پھالیہ سے ہے۔ اسی طرح ضلع گجرات کے اور اراکین اسمبلی موجود ہیں۔ جس وقت سیلاب کا ریلا آیا ہم نے جا کر گاؤں میں سپیکروں میں اعلان کروایا' مسجدوں میں اعلان کروایا ہم نے لوگوں کے سامنے جا کر ہاتھ باندھے کہ آپ فوری طور پر مہربانی کر کے اپنے گھروں کو خالی کریں۔ ہم آپ کے لیے سکولوں میں بندوبست کرتے ہیں کالجوں میں بندوبست کرتے ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! پنجاب کی یہ ریت ہے کہ یہاں پر جب بھی سیلاب آئے لوگوں نے اپنے گھروں کو خالی نہیں کیا اور جب گھر خالی نہیں کرتے تو اچانک مصیبت آنے سے زیادہ نقصانات ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین : آپ اپنی تقریر کو وائنڈ اپ کریں۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی : جناب والا! میں اپنی بات کو ختم کرنے والا ہوں۔

جناب والا! آپ یہ دیکھیں کہ ان لوگوں کی فصلوں کو جو نقصان پہنچا ہے اور ان کو جس طرح سے accommodate کیا جا رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ جس طرح سے ان کے نقاوی قرضے معاف کیے گئے ہیں' جس طرح سے ان کا مالیہ اور آبیانہ معاف کیا گیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ جتنی سہولتیں اور جتنی آسانیاں موجودہ

حکومت نے متاثرین کو دی ہیں آج تک اتنی سہولتیں کسی حکومت کی طرف سے نہیں ملیں۔ یہ ثابت کریں کہ پہلے دور میں کبھی حکومت نے اس طرح سے گھروں میں جاکر ایسا کوئی کام کیا ہے۔ جناب سپیکر! ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سیلاب ایک عذاب الٰہی بن کر نازل ہوا۔ میرے بھائی فرید احمد پراچہ نے اپنی تقریر میں قرآن پاک کا حوالہ دیا تھا۔ قرآن پاک کے حکم کے آگے ہم سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ یہ درست ہے' جس طرح انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ امت پر عذاب ہوتا ہے اور یہ سب کچھ کرتوتوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ میں اس سلسلے میں ان سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ سب کو توبہ کرنی چاہیے اور یہ اتنا بڑا سیلاب پاسبان کے بننے کے بعد آیا ہے۔ جب سے پاسبان بنی ہے یہ سیلاب آیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) قول اور فعل کے تضاد کو بھی دور ہونا چاہیے اور یہ سارا سلسلہ ٹھیک رہنا چاہیے۔ جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین : چودھری خادم حسین صاحب۔

چودھری خادم حسین : جناب میں صبح تقریر کروں گا۔

جناب چیئرمین : جناب ریاض فتیانہ صاحب۔

جناب ریاض فتیانہ : جناب والا! ابھی جب کچھ عرصہ قبل شدید بارشیں ہوئیں اور پھر ایک خوفناک سیلاب کی شکل میں پنجاب' سندھ' آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد کے کچھ علاقوں میں جو قیامت برپا ہوئی' اس کی تباہیوں نے ایک طویل داستان چھوڑی ہے۔ جس پر آج دیہاتوں اور شہروں میں رہنے والے محب وطن حلقے اور محب وطن لوگ خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ ایسی خوفناک تباہی کی اس سے پہلے مثال نہیں دی جا سکتی' جس سے لہلہاتے کھیت' ہنستی بستی بستیاں اور لوگ سب کچھ اجڑ کر رہ گئے۔ جناب والا! اس موقع پر دو تین تجاویز میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ایک تو یہ کہ انتہائی الم ناک لمحات کے وقت فلڈ کمشن کے چیئرمین جائے اس کے کہ اس موقع پر پاکستان میں رہتے اپنے ایک چیف انجینئر کو ساتھ لے کر یورپ میں ایک کانفرنس اٹینڈ کرنے چلے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے پر حکومت کو سنجیدگی سے توجہ دینی چاہیے۔

اسی طرح سے منگلا ڈیم سے یک دم پانی چھوڑنے کا جو سانحہ یا سکینڈل سامنے آیا

ہے' میں سمجھتا ہوں کہ اس پر ہمیں معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے' بلکہ میں یہ تجویز کروں گا کہ حکومت عدلیہ پر مشتمل ایک کمشن تشکیل دے۔ تاکہ وہ اس تمام معاملے کی تحقیق کر کے قوم کے سامنے حقائق پیش کرے۔ اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کوئی بھی شخص جو مجرم ہے' کسی کی غلطی کی بناء پر یا شرارت کی بنا پر اگر نقصان ہوا ہے تو اسے ہمیں کیفر کردار تک پہنچانا چاہیے اور کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر! تیسری بات جو میں یہاں کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ سیلاب کے موقع پر ہم نے دیکھا کہ بیراجوں کو بچانے کے لیے ان کے حفاظتی بندوں کو اڑایا گیا۔ جس سے بہت زیادہ بربادی اور تباہی ہوئی' جب کہ سندھ میں بیراجوں میں اتنی گنجائش موجود تھی کہ حفاظتی بند اڑائے بغیر وہاں سے پانی حفاظت کے ساتھ نیچے سے گزر گیا۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ میں تباہی پنجاب کی نسبت کم ہوئی ہے۔ لہٰذا اس موقع پر میں یہ تجویز کروں گا کہ زیادہ بہتر ہوگا کہ حکومت پنجاب تمام موجودہ بیراج اور ڈیم جن میں پانی گزرنے کی گنجائش کم ہے۔ موجودہ فلڈ کے نتائج کو دیکھتے ہوئے ان کے مزید دروازے تعمیر کرے۔ تاکہ جتنا بھی بڑا فلڈ آئے بغیر حفاظتی بند توڑے ان بیراجوں اور ڈیم میں سے پانی حفاظت کے ساتھ گزر جائے' کیونکہ ہمارے لوگ جو ہر فلڈ کے بعد برباد ہو جاتے ہیں' ہر دفعہ انہیں ایک نئی دنیا بسانا پڑتی ہے۔ اس طرح سے ان کی حفاظت ہو سکے گی اور ملکی معیشت پر بھی جو تباہ کن اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر اپوزیشن کا کردار اس ملک میں اتنا اچھا نہیں رہا۔ یہ لوگ بیلی کاپٹر اور مراعات کے انتظار میں ان بستیوں میں پہنچنے سے پس وپیش کرتے رہے۔ جہاں سے لوگوں نے انہیں ووٹ بھی دیے تھے اور کبھی نہ کبھی انہیں اسمبلیوں میں بھی پہنچایا تھا۔ اس موقع پر حکومت نے جو کردار سرانجام دیا' وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے جس طرح سے ہمت کے ساتھ گاؤں گاؤں قریہ قریہ پہنچ کر امدادی سرگرمیاں جاری رکھیں اور ہر ایک دروازے پر پہنچ کر اس کی مالی اور دیگر امداد کی' میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں اسے بھی سنہری حروف سے لکھا جائے گا اور یہ ابھی جو سیلاب آیا ہے۔ اس کے نتیجے میں اپوزیشن کی انتہائی ناقص کارکردگی اور حکومت کی بہترین کارکردگی کے بعد مجھے یہ امکان نظر آ رہا ہے کہ اس دفعہ پی۔ ڈی۔ اے کے گیارہ منتخب اراکین میں سے نصف بھی شاید واپس نہ آسکیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: کرنل یامین صاحب۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے حالیہ سیلاب کے سلسلہ میں اظہار خیال کی دعوت دی۔ مجھ سے پہلے فاضل اراکین اس پر دونوں اطراف سے کافی سیر حاصل بحث کی۔ جناب والا! حالیہ سیلاب ایک قومی المیہ ہے اور سیلاب سے جو علاقے متاثر ہوئے ہیں ان میں بے حد نقصانات ہوئے اسمبلی کے اراکین کی اکثریت نے وزرائے کرام نے' وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم نے ازخود جا کر تباہیوں کا مشاہدہ کیا اور لوگوں سے اظہار ہم دردی کیا۔ اس قومی المیے پر جتنا بھی افسوس کیا جائے اور سیلاب زدگان سے جتنی بھی ہم دردی کا اظہار کیا جائے وہ کم ہے۔ جناب سپیکر! اس قسم کے المیوں پر' بارشوں کے زیادہ ہونے اور اس کے بعد سیلاب کی صورت اختیار کرنے پر انسان کا بس تو نہیں چلتا لیکن جب یہ المیہ اپنی ان تمام تباہیوں کے بعد ختم ہو جاتا ہے تو پھر اس ملک کے بسنے والے لوگوں پر' ملک کی حکومت پر' اس ملک کی مختلف سماجی' سیاسی اور فلاحی تنظیموں پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ ان فرائض کی انجام دہی اگر صحیح طریقے سے کی جائے تو پھر اس قسم کی تباہیوں کے اثرات کو کم از کم کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ اسی تناظر کے پیش نظر عوامی نمائندگان کے ایوانوں میں اس قسم کے حالات کو زیر بحث لا کر حکومت وقت کی رہ نمائی بھی کی جاتی ہے۔ اگر ان سے کچھ کوتاہیاں ہوئی ہوں تو اس پر کچھ تنقید بھی کی جاتی ہے۔ جناب والا! میں سب سے پہلے تو اس ایوان کے ریکارڈ پر یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ یہ المیہ ناگہانی آفت تھا۔ اس پر تمام ترقی کے باوجود انسان کا کوئی کنٹرول نہ تھا۔ یہ ناگہانی آفت جب اپنی بے پناہ تباہیاں کر کے ختم ہو گئی تو اس وقت اس علاقے کے لوگوں نے فلاحی و سیاسی تنظیموں نے اور حکومت وقت نے کیا کیا اقدامات کیے جس سے اس تباہی کے اثرات کو کم کیا جا سکے۔ حکومت کا یہ اخلاقی فرض تھا اور حکومت کے حوالے سے یہ عین ڈیوٹی بھی تھی کہ وہ اس تباہی کے اثرات کو کم کرنے کے لیے کوئی اقدامات اٹھائے۔ میں اس سلسلے میں پورے وثوق کے ساتھ یہ بات ایوان کے ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت کے سربراہان' جس میں وزیر اعظم صاحب اور صوبائی وزراء اعلیٰ بھی شامل ہیں' وہ بغیر وقت ضائع کیے تمام سیلاب زدگان کے پاس بہت قلیل مدت میں پہنچے۔ اور انہوں نے اس تباہی کا از خود مشاہدہ کیا۔ جو کنبے سیلاب کی زد میں آئے اور جن گھرانوں کی اموات واقع ہوئیں ان سے مل کر اظہار ہم دردی میں سمجھتا ہوں کہ یہ

ان کا عین فرض تھا اور اس کے بہتر اثرات بھی مرتب ہوئے۔ اس کے بعد حکومت کی ترجیحات میں سے جو ترجیحات مقرر کی گئیں اور درست طور پر مقرر کی گئیں وہ یہ تھیں کہ جن گھرانوں کے افراد اس تباہی کی وجہ سے لقمہ اجل بن گئے ان کے لیے حکومت نے ایک پیکج کا اعلان کیا' نہ صرف اعلان کیا بلکہ وہ تمام رقوم جو پیکج کا حصہ تھیں ان افراد کے ☆☆☆ اعدادو شمار ایوان کی میز پر بھی رکھ دیے گئے ہیں۔ ان تمام افراد کو کمک بہت قلیل مدت میں پہنچائی گئی۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ انسانی جان کی کوئی قیمت نہیں ہو سکتی۔ لیکن محدود وسائل کے اندر رہتے ہوئے حکومت نے اپنا یہ فرض نہایت اچھے طریقے سے نبھایا ہے۔ اس سے اگلا قدم کہ جو لوگ اس تباہی سے بے گھر ہوگئے ہیں۔ حکومت نے اپنے وسائل سے اور مخیر حضرات سے اپیل کرتے ہوئے سماجی تنظیموں کو اپیل کرتے ہوئے ان لوگوں کے لیے shelter مہیا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور جو لوگ سیلاب زدہ علاقوں میں گئے ہیں وہ اس بات کے عینی شاہد بھی ہیں کہ مختلف مقامات پر خیموں کی مناسب تعداد پہنچائی گئی۔ اور جس وقت تک وہ لوگ اپنے مکانات نہیں بنا لیتے انہیں وہ shelter مہیا کرتے رہیں گے۔ صوبہ پنجاب جو کہ زرعی صوبہ ہے اور حکومت پنجاب کو اس بات کا بدرجہ اتم احساس تھا کہ اگر آنے والی گندم کی بوائی میں رکاوٹ ہوگئی تو اس سے اور زیادہ نقصانات ہوں گے۔ اس لیے صوبائی حکومت نے اس بات کا ایک فیصلہ کیا اور محکمہ اریگیشن اور مواصلات کو یک ٹارگٹ دیا کہ جو بھی آب پاشی کے نظام ہیں جن میں نقص آگئے ہیں ان کو دور کر دیا جائے میں یہ بات بڑے فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ محکمہ آب پاشی کو جو ٹارگٹ دیا گیا تھا پورا کر لیا گیا ہے۔ انہوں نے تمام نہروں کی تمام راجباہوں کی مرمت کر کے ان میں پانی کی ترسیل کو یقینی بنا لیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اگلی فصل کی بوائی سے پیشتر ہی کسانوں کے لیے اریگیشن کے سسٹم کو یقینی بنا دیا ہے۔ اسی طرح حکومت نے ایک اور پیکج کا اعلان کیا ہے کہ جن کاشت کاروں کی زمینوں کو براہ راست سیلاب سے نقصان ہوا ہے ان کے لیے بیج و کھاد کی فراہمی کو یقینی بنایا گیا ہے۔ اور متعلقہ محکموں کو اس بات سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور وہ اس کے لیے پوری طرح سے تیار ہیں کہ جو اس طرح کے متاثرہ علاقے ہیں یا متاثرہ افراد ہیں انہیں کھاد بیج کی ترسیل بروقت کی جائے تاکہ

☆☆☆(حکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

نقصان کی تلافی ہو جائے۔ اس کے علاوہ میرے بھائی کہہ رہے تھے کہ جن لوگوں کے مکانات کا نقصان ہوا ہے ان کے لیے پانچ ہزار روپے کی رقم انتہائی قلیل ہے۔ مجھے اس بات سے اتفاق ہے لیکن اگر حکومت کے وسائل کو پیش نظر رکھا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں حکومت نے یہ ایک بروقت فیصلہ کیا ہے۔ اگرچہ یہ ان کی پوری امداد نہ ہو سکے۔ لیکن کچھ نہ کچھ تو ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے برابر ہے اور یہ اقدام بروقت اٹھایا گیا ہے۔ اس سیلاب کی تباہ کاریوں سے کتنے لوگوں کے مکانات جزوی یا کلی طور پر تباہ ہوئے ہیں۔ ان کے اعداد و شمار متعلقہ محکمہ جات کے پاس موجود ہیں۔ اس کے لیے رقم مختص کر دی گئی ہے اور انشا اللہ یہ ان کو مہیا کی جائے گی۔ میں یہ بات ایوان کے رکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ اس سیلاب سے جو تباہی ہوئی ہے اس کے لیے جو بھی ممکنہ اقدامات حکومت وقت اٹھا سکتی تھی' اٹھائے ہیں۔ اگر کلی طور پر نہیں تو کم از کم جزوی طور پر ضرور اس حکومت نے متعدد اقدامات اٹھائے ہیں اور ان پر عمل درآمد سے انشا اللہ تعالیٰ یہ جو ہماری بستیاں اجڑی ہیں یہ جو ہمارے بہن بھائیوں کے گھر ویران ہوئے ہیں اس میں کافی کمی آئی ہے۔

مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ اس قسم کے قومی المیے ہوں ملک میں بسنے والے بجائے اس کے کہ وہ لاشوں پر سیاست چمکانے کی کوشش کریں۔ اس قسم کی قدرتی آفات سے نبردآزما ہونے کے لیے اس کا تدارک کرنا چاہیے۔ لیکن مجھے تو اس بات کا دکھ اور بڑا کلک ہوا ہے کہ میری دائیں طرف بیٹھے ہوئے حزب مخالف کے کچھ اراکین نے اور ان کے قائد نے اس موضوع کو زیر بحث لاتے ہوئے بڑے نا مناسب انداز میں حکومت پر تنقید کی ہے۔ مثال کے طور پر میں اگر جناب قائد حزب اختلاف کی تقریر کا ایک حوالہ دوں تو انہوں نے اس سیلاب کو man made سیلاب کے نام سے منسوب کیا ہے۔ جناب والا! بارشوں کا بے وقت ہونا' مسلسل ہونا' موسلادھار ہونا اور پھر اس کا ایک طوفان کی شکل اختیار کرنا۔ یہ کسی صورت میں بھی man made سیلاب نہیں تھا۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک عذاب تھا جو کسی وجہ سے آیا یا یہ اللہ کی منشا تھی کہ سیلاب آیا۔ اس میں انسان اپنی پوری ترقی کے باوجود' کنٹرول نہیں کر سکتا۔ اس انسان نے اپنی technology کے باوجود نہ پہلے کبھی کنٹرول کیا نہ آج کر سکتا ہے' نہ آئندہ کر سکتا ہے۔ قائد حزب اختلاف نے man made کا مطلب شائد یہ لیا تھا کہ یہ حکومت سیلاب خود لائی ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے

قائد حزب اختلاف سے نہایت ادب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سیلاب لانا اگر اس حکومت کے بس میں ہوتا' اور اس حکومت کے بس میں یہ بات ہوتی کہ وہ سیلاب کے رخ کا تعین درست سمت میں کرتے تو پھر یہ غریب کی بستیاں نہ اجاڑتا' یہ سر سبز و شاداب لہلہاتے کھیتوں کو تباہ نہ کرتا۔ یہ تو پھر ان لوگوں کی کوٹھیوں کو تباہ کرتا جنہوں نے اس ملک کو توڑا ہے' پھر ان دہشت گردوں کے اڈوں کی طرف اس کا رخ ہوتا جنہوں نے اس ملک میں تباہی مچائی ہے پھر اس سیلاب کا رخ ان لوگوں کی طرف اور ان لوگوں کے مکانوں کی طرف ہوتا جو دشمن اسلام اور دشمن پاکستان ہیں۔ پھر اس سیلاب کا رخ معصوم اور بے گناہ لوگوں کی طرف نہ ہوتا پھر اس سیلاب کا رخ لہلہاتے کھیتوں کی طرف نہ ہوتا۔ میں نہایت ادب سے گزارش کرتا ہوں' یہ سیلاب man made نہیں تھا۔ یہ تو ایک ناگہانی آفت تھی اس ناگہانی آفت سے نبرد آزما ہونے کے لیے اس سے عہدہ برا ہونے کے لیے حکومت نے جتنے ممکنہ اقدامات تھے وہ اٹھائے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ جن لوگوں کی تباہی ہوئی ہے وہ اس بات سے مطمئن ہیں کہ حکومت وقت اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے ان کی جتنی بھی مدد کر سکتی ہے وہ کر رہی ہے۔ اور انشا اللہ سیلاب کے اثرات میں اس سے کمی واقع ہوگی۔ یہاں پر ایک صاحب تقریر کر رہے تھے کہ حکومت نے کسی بھی ملک سے امداد کی اپیل نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نے یہ درست فیصلہ کیا ہے۔ حکومت نے اپنے ہی بہن بھائیوں کی مدد کے لیے کاسہ گدائی اٹھا کر دوسرے ملکوں سے اپیل نہیں کی۔ لیکن حکومت نے جا طور پر اس ملک میں بسنے والے مخیّر حضرات سے' تجارت سے' صنعت کاروں سے یہ اپیل کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعظم نے اس مقصد کے لیے جو ایک بہبود فنڈ کھولا ہے اس میں خاطر خواہ رقم آ رہی ہے اور جب وہ رقم اکٹھی ہو جائے گی اور پھر وہ ان لوگوں میں تقسیم ہو جائے گی تو یہ ان کی بحالی میں ممد معاون ثابت ہوگی۔ ہمارے ایک اور بھائی جو الیکشن میں ہمارے حلیف تھے۔ لیکن ایوان اقتدار میں پہنچنے کے بعد بھی انہوں نے حریف کا ہی روپ دھار لیا ہے وہ اپنے مخصوص انداز میں ہر روز بات کرتے ہیں ضرور کرتے ہیں' خوب کرتے ہیں' اور گھن گرج سے کرتے ہیں مختلف حکومتی پالیسیوں کو اور حکومت کے مختلف محکموں کو ہدف تنقید بناتے ہوئے اپنے زور خطابت میں پتہ نہیں وہ کیا کہہ گئے ہیں۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ یہ تمام محکمے سو رہے تھے۔ اس لیے سیلاب آگیا۔ میں ان کی اطلاع کے

لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس موجودہ اور حالیہ سیلاب کی ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ سیلاب سے بچنے کے لے مختلف اضلاع میں جہاں سیلاب کا خطرہ ہوتا ہے وہاں پر حفاظتی بند تعمیر کیے گئے ہیں۔ ان بندوں کی تعمیر اور ان کی دیکھ بھال کے ذمہ داری محکمہ آب پاشی کی ہے۔ وہ یہ واقعات ریکارڈ کر رہے ہیں اور ماضی کی نہیں کل پرسوں کی بات ہے کہ ان حالیہ سیلاب کے پانی سے کوئی protective بند نہیں ٹوٹا۔ یہ امر اس بات کا ثبوت ہے کہ جو لوگ protective بندوں کی حفاظت پر مامور تھے۔ وہ اپنے فرائض احسن طریقے سے انجام دے رہے تھے۔ وہ intact بھی تھے اور وہ بند سالانہ مرمت کی وجہ سے پانی کے زور کے آگے نہیں ٹوٹے' بلکہ ان بندوں کو ماہرین کی رائے سے اس وقت توڑا گیا جب ہیڈ ورکس پر پانی کا دباؤ زیادہ بڑھا۔ اس دباؤ کو کم کرنے کے لیے بندوں کو مختلف جگہوں پر breach کیا گیا اور سڑکات کو بھی breach کیا گیا۔ تو یہی ایک بات ان کی دلیل کو رد کرنے کے لیے کافی ہے۔ کہ محکمے سوئے ہوئے نہیں تھے' وہ جاگ رہے تھے۔ انھوں نے امن کے وقت جب سیلاب نہ تھا ان بندوں کی حفاظت کی۔ بندوں نے پانی کے ریلے کو برداشت کیا۔ لیکن چونکہ ہیڈ ورکس پر پانی کا دباؤ بڑھ رہا تھا' اس لیے ان بندوں کو ماہرین کی رائے پر توڑا گیا۔

جناب چیئرمین: wind up کریں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! آپ نے مجھے بغیر نوٹس کے اطلاع دی ہے اپنی بات کو ختم کرنے کے لیے مجھے دو منٹ اور دیجیے۔

جناب والا! میں اس ضمن میں جو دوسری بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قائد حزب اختلاف نے جو یہ بات کہی ہے کہ یہ man made سیلاب تھا۔ میں آپ کے توسط سے ان کی خدمت میں ایک مختصر سی گزارش کرکے اپنی بات کو ختم کر رہا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ کسی اللہ کے امر کو انسان کی طرف منسوب کرنا۔۔۔ انھوں نے دانستہ نہیں غالباً لاشعوری طور پر یہ بات کہہ دی ہے۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انہوں نے ایسی بات کہہ دی ہے جو بالکل شرک کے قریب ہے۔ میں آپ کے توسط سے ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اللہ تعالےٰ سے بھی معافی مانگیں' اور استغفار کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں کہ یہ مشرکانہ کلمے جو ان کے ذہن سے شاید لاشعوری طور پر نکل گئے ہیں' حقیقت میں ان کا یہ مقصد نہ تھا۔ کیونکہ man made سیلاب ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ اللہ کا امر تھا۔ پانی

آیا اور تباہی مچی۔ اس لیے میری آپ کے توسط سے ان سے یہ گزارش ہے۔ میں پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں' پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ' کہ حکومت وقت نے۔۔۔۔ بغیر خوشامد کیے۔ خوشامد کسی انسان کی آج تک نہ میں نے کی ہے اور اس کو گناہ بھی سمجھتا ہوں اور اس پر عمل بھی کرتا ہوں۔ حکومت وقت نے جو اقدامات ممکنہ تھے وہ اس سیلاب کے اثرات کو کم کرنے کے لیے کیے ہیں۔ ہمیں اس بات پر فخر بھی ہے اور حکومت کا یہ کارہائے نمایاں قابل تحسین بھی ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین : غلام سرور خان صاحب۔

جناب غلام سرور خان : جناب والا! صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں اور آخری پانچ منٹوں میں آپ نے ہمیں وقت دیا ہے۔ میں کل صبح تقریر کر لوں گا۔ ایک تو میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ کل آخری دن ہے۔ وزیر قانون بھی یہاں تشریف فرما ہیں۔ یا تو سیلاب پر بحث کے لیے دن بڑھائے جائیں یا time limit مقرر کی جائے۔

جناب چیئرمین : آپ کل وقت لے لیں۔ تارڑ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب غلام سرور خان : آپ پہلے میری بات سن لیں اور پھر اس پر اپنا فیصلہ دیں۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کل آخری دن ہے۔ اپوزیشن کی طرف سے کافی دوست سیلاب پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین : آپ اگر بات کرنا چاہتے ہیں تو ٹائم extend کر لیتے ہیں۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! ہاؤس میں کورم بھی نہیں ہے آپ کس طرح ٹائم ex-tend کر لیتے ہیں ہم تو کورم کی نشان دہی نہیں کر رہے۔ گورنمنٹ میں دلچسپی ہی نہیں۔ لوگ ہماری تقریریں سننا ہی نہیں چاہتے۔ اور آج کا دن بھی آپ نے وزیر اور مشیروں کے لیے مقرر کیا ہے۔ جناب سپیکر! میری استدعا یہ ہے اور وزیر قانون بھی یہاں تشریف فرما ہیں کہ یا تو سیلاب پر بحث کے لیے دن بڑھائے جائیں۔ پھر تو ہر کسی کے پاس unlimited ٹائم ہونا چاہیے۔ ہر وزیر بول سکتا ہے' ہر مشیر بول سکتا ہے۔ اگر آپ نے کل اس بحث کو wind up کرنا ہے تو کل کا دن صرف اپوزیشن کے لیے مختص کیا جائے۔

جناب چیئرمین : اس بارے میں آپ' قائد حزب اختلاف اور ہمارے لاء منسٹر صاحب بات کر لیں گے اگر دن بڑھانے ہیں۔ وہ بیٹھ کر فیصلہ کریں گے۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! پہلا دن بھی وزیروں اور مشیروں کو دیا گیا ہے اور دوسرا دن بھی وزیروں اور مشیروں کی نذر ہو گیا ہے۔ اپوزیشن کے دوست بھی اس موقع پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ یا تو آپ دن بڑھائیں یا کل کا دن صرف اپوزیشن کے لیے مختص کریں۔

جناب چیئرمین : تارڑ صاحب! آپ پانچ منٹ میں بات کر لیں گے ؟

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! میں تو اس موقع پر اور ان حالات میں بات نہیں کرنا چاہوں گا۔ کل صبح بات کروں گا۔

جناب چیئرمین : آپ کل اپنی بات کر لیں۔ تارڑ صاحب۔

چودھری نور محمد تارڑ : تین چار منٹ میں میں کیا بات کروں گا۔ تین چار اہم مسائل ہیں۔ میں کل صبح بات کروں گا۔

جناب چیئرمین : کل بہت سپیکر ہوں گے۔ آپ بات کر لیں۔ وقت بڑھا دیں گے۔ آپ بات کریں۔

چودھری نور محمد تارڑ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس یقین دہانی کے ساتھ کہ چند منٹ اور بڑھا دیے جائیں گے مجھے موقع دیا۔ گیارہ تاریخ کو پاکستان کا جو بد ترین سیلاب آیا اور اس سے پہلے تین چار دن جو مسلسل بارشیں ہوتی رہیں۔ میرے حلقہ پی۔ پی 79 میں سب سے پہلے ان بارشوں نے وہ تباہی مچائی کہ میں نے اس سلسلے میں ایک تحریک التواء پنجاب اسمبلی میں دی۔ ہوا یہ کہ کیولی لنک جو عام سطح زمین سے تقریباً سات آٹھ فٹ زیادہ اونچائی سے گزرتی ہے' شدید بارشوں کی وجہ سے۔۔۔

چودھری خادم حسین : میں فاضل مقرر صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ گیارہ تاریخ کو سیلاب نہیں آیا' نو اور دس کی درمیانی رات کو سیلاب آیا ہے۔

جناب چیئرمین : ان کے پاس گیارہ کو پہنچا ہے۔

چودھری نور محمد تارڑ : ہمارے پاس تو گیارہ کو آیا ہے۔ آپ کے پاس نو اور دس کو آیا ہوگا۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ شدید بارشوں کی وجہ سے میرے حلقے کے تقریباً بیس پچیس دیہات ایسے تھے جن میں چک کھرل' سوئیاں والا' ٹھٹھہ شمسہ' سرائے تارڑ' بیری والا' کوٹ پناہ اور اسی سلسلے میں کوئی آٹھ دس اور دیہات تھے جو شدید بارشوں کی وجہ سے زیر آب آ گئے اور

تقریباً دس دن تک چھ چھ سات سات فٹ پانی ہمارے ان دیہاتوں میں کھڑا رہا۔ جس کے نتیجے میں ایک گاؤں چک غازی میں 80 مکان گر کر تباہ ہو گئے اور وہاں سب سامان اور لوگوں کا تمام اثاثہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد جب سیلاب آیا تو اس نے میرے پورے علاقے میں ہیڈ قادر آباد سے لے کر پھیرو کی اور چک بھٹی کے دو ایسے دیہات ہیں جو کہ میرے حلقے کے آخری گاؤں ہیں۔ وہاں پر تقریباً چالیس پچاس دیہات ایسے ہیں جن کو اس سیلاب سے شدید نقصان پہنچا ہے۔ جہاں مکانات اور مال مویشی کا نقصان ہوا اور اس سے زاید نقصان میرے علاقے میں فصلوں کا ہوا ہے۔ اور میں پوری ذمہ داری سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے علاقے کی تقریباً ساٹھ ستر فی صد فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔ ان فصلوں میں خاص طور پر مونجی اور تل کی فصل تھی۔ ان فصلوں پر کاشت کار اور محنت کش آبادی کا دارومدار تھا۔ لیکن میں نہایت افسوس سے کہنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ نے جہاں اس پورے علاقے کا سروے کرایا وہاں پر صرف مکانات کی تباہی اور مکانات کے گرنے یا جانی نقصان کا تو ذکر ہوتا رہا لیکن جو ساٹھ ستر فی صد فصلوں کی تباہی ہوئی ہے اس پر نہ تو کوئی رپورٹ تیار کی گی اور اگر کوئی رپورٹ تیار کی گئی تو وہ بھی نامکمل تھی.....

جناب سپیکر : وقت پانچ منٹ کے لیے بڑھایا جاتا ہے۔

چودھری نور محمد تارڑ : یہ عرض کر رہا تھا ساٹھ فی صد کاشت کار کی فصل کا جو ہے' میرے نزدیک ایک مکان کے گرنے سے کہیں زیادہ نقصان ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ سیلاب کے جانے کے فوراً بعد اس کی حالی کی طرف توجہ دی جاتی۔ لیکن میں پوری ذمہ داری سے یہ بات کہتا ہوں کہ میرے علاقے میں آج تک گورنمنٹ کی طرف سے ایک ٹیڈی پیسہ امداد کی صورت میں کسی بھی فرد کو نہیں دیا گیا اور کسی متاثرہ خاندان کو کھانے پینے کی چیزوں کے لیے بھی کچھ نہیں دیا گیا۔ ستم کی بات یہ ہے کہ وہاں پر آفیسر جاتے ہیں' وہاں پر ذمہ دار لوگ جاتے ہیں۔ لیکن وہ صرف طفل تسلیاں دے کر واپس آجاتے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے پوری پنجاب اسمبلی سے یہ گزارش کر رہا ہوں اور سارے ذمہ داران سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ میرے علاقے پی پی 79 حافظ آباد کو پہلے آفت زدہ علاقہ قرار دیا جائے جو کہ اس سے پہلے آفت زدہ علاقہ قرار نہیں دیا گیا۔ اور آفت زدہ علاقہ قرار دینے کے بعد فصلات کا جو ساٹھ ستر فی صد نقصان ہوا ہے ان کی بھی پوری لسٹیں بنائی جائیں۔ اور جو غریب اور محنت

کش لوگ ان فصلوں کے نقصان سے متاثر ہوئے ہیں ان کو اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ امداد اور معاوضہ دیا جائے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اگر گورنمنٹ اپنی جیب سے یا خزانے سے ان بے چاروں کو کچھ نہیں دے سکتی تھی تو میں اس سلسلے میں آپ کی خدمت میں ایک ایسی بات عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس سیلاب سے جو لکڑی ہندوستان سے یہاں پر پہنچ رہی ہے اس لکڑی کو اگر گورنمنٹ اپنی تحویل میں لے لیتی اور اپنی تحویل میں لے کر اسے فروخت کیا جاتا اور وہ پیسہ غریب عوام کو اور لٹے پٹے کسانوں کو دیا جاتا جن کی فصلیں تباہ ہوگئیں ہیں۔ مکان تباہ ہو گئے ہیں۔ مویشی مر چکے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی دادرسی ہو جاتی۔ لیکن ہوا یہ ہے جو میں آپ کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ اتنی لکڑی اس علاقے میں پہنچی ہے کہ جہاں پر آپ پاؤں رکھیں۔ لکڑی ہی لکڑی ہوگی۔ تہ در تہ لکڑی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور اس لکڑی کو اٹھا کر لے جانے والے طاقت ور لوگ ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس کلاشنکوف ہے۔ جن کے پاس اقتدار ہے۔ جن کو گورنمنٹ یا انتظامیہ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ وہ لوگ لکڑی لے جا کر بیچ رہے ہیں اور وہ اس طرح کروڑوں روپے کما گئے ہیں۔ ان غریب کسانوں کو۔ ان غریب آدمیوں کو' ان مزدوروں کو' ان محنت کشوں کو ایک ٹیڈی پیسہ نہیں مل رہا۔ اور نہ ہی انتظامیہ اس لکڑی سے ان کو کوئی حصہ دے رہی ہے۔ میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ میری اس آواز کو ذمہ داروں کے سامنے رکھیں۔ خدارا وہ لکڑی جو ان غریبوں کا حق ہے' وہ لکڑی جو ان بے سہارا لوگوں کا حق ہے۔ یہ لکڑی جن کا نقصان ہوا ہے ان کا حق ہے۔ اس لکڑی کو ان لوگوں سے چھین کر ان غریب عوام میں تقسیم کیا جائے تاکہ سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی داد رسی ہو سکے۔ یہی میری گزارش ہے۔اگر آپ میری اس گزارش پر توجہ فرمائیں گے تو میں سمجھوں گا کہ اب حق کا اور ان نقاریہ کا کچھ حاصل ہو جائے گا۔ ورنہ نقاریہ ہوتی رہیں گی اور ہم نقاریہ کر کے گھروں کو چلے جائیں گے اور وہ بے چارے ہمارا ماتم کرتے رہیں گے۔ کوشش یہ کی جائے کہ جن افراد کی فصلیں تباہ ہوئی ہیں ان کو مفت میں بیج دیا جائے۔ یہ جو قرضے دیئے جاتے ہیں یہ قرضے وہ کہاں سے اتاریں گے۔ پہلے فصل تو تباہ ہو چکے۔ اب اگر آپ یہ قرضے دے دیں گے اور سال دو سال یہ قرضے واپس نہ ہوئے تو پھر ان پر سود لگا دیا جائے گا۔ تو پھر وہ سود دیں گے یا قرضے واپس دیں گے یا کیا کریں گے؟ لہٰذا میری استدعا ہے کہ ان کو مفت بیج دیا جائے۔

مفت تیل اور کھاد دی جائے۔ مفت ان کی مدد کی جائے۔ ان سے کوئی چیز وصول نہ کی جائے۔

جناب چیئرمین : اب ایوان کی کارروائی کل صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی ہوتی ہے۔

(اس مرحلہ پر ایوان کی کارروائی کل صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی ہوگئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

سوموار' 12۔ اکتوبر 1992ء

(دو شنبہ' 14 ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں شام 9 بج کر 47 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰىکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَةُ اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِکُوْنَ ○

سورۃ الانعام آیات 40 تا 41

کہو (کافرو) بھلا دیکھو تو اگر تم پر خدا کا عذاب آجائے یا قیامت آموجود ہو۔ تو کیا تم (ایسی حالت میں) خدا کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو (تو بتاؤ) ○ (نہیں) بلکہ (مصیبت کے وقت تم) اسی کو پکارتے ہو تو جس دکھ کے لیے اسے پکارتے ہو وہ اگر چاہتا ہے تو اس کو دور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک مانتے ہو (اس وقت) انہیں بھول جاتے ہو ○

وما علینا الا البلاغ

پوائنٹ آف آرڈر

کورم کا سوال

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی' پوائنٹ آف آرڈر ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! میں اس طرف نشاندہی کرتا ہوں کہ آج ایک تو پون گھنٹہ اجلاس دیر سے شروع ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ یہ بھی دیکھ لیجیے کہ یہاں آپ کے ہاؤس میں حاضری کتنی ہے۔ کیا یہ بھی عوامی مفاد میں ہے کہ یہاں ارکان اسمبلی' مشیر صاحبان' پارلیمانی سیکرٹری صاحبان موجود نہ ہوں اور اس کے باجود ہم ہاؤس کی کارروائی چلاتے رہیں؟ اگر یہ واقعی اس زمرے میں آتا ہے کہ یہ عوامی مفاد میں ہے تو پھر یقیناً یہ کارروائی چلانی چاہیے یا پھر اس پر کم از کم لاءمنسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ یقین دھانی کرائیں کہ یہ کوشش کریں گے کہ اپنے ارکان اسمبلی کو یا مشیر صاحبان کو یا پارلیمانی سیکرٹری صاحبان کو پابند کریں گے کہ وہ وقت پر آئیں' ورنہ یہ پھر مشکل ہو جائے گا کہ ہم ہر روز یہ دیکھتے رہیں کہ ہمارے ارکان اسمبلی تو گھر میں بیٹھے رہیں اور یہاں پر حاضری کی صورت حال بڑی ہی مایوس کن ہو۔

جناب سپیکر : ملک اقبال احمد لنگڑیال صاحب' لا منسٹر صاحب سے مخاطب ہیں۔ آپ سے وہ کوئی بات کرنا چاہتے تھے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! یہ آپ سے بھی بات ہے۔

وزیر قانون : جناب والا! میں اپنے بھائی کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں کہ اس حاضری کو ہاؤس میں یقینی بنانے میں ٹریژری بنچز کا بھی اہم رول ہوتا ہے اور اپوزیشن کا بھی۔ یہ ہم سب کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ میں انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ ہمارے معزز اراکین ہاؤس میں بروقت آئیں۔ میں اپنے بھائی لنگڑیال صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ رانا اکرام ربانی صاحب کی خدمت میں بھی گزارش کریں کہ وہ بھی وقت پر آ جایا کریں۔ میں بھی اپنے تمام ساتھیوں کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ بھی وقت پر آئیں اور دوسرے ممبر صاحبان بھی وقت پر آیا کریں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! رانا اکرام ربانی صاحب تو آج یہاں موجود نہیں

ہیں۔ وہ اسلام آباد گئے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ تو وقت پر آتے ہیں اور لاء منسٹر صاحب سے بھی پہلے آتے ہیں۔ شاید ان کی نظریں ان پر نہیں پڑتیں۔ وہ کم از کم ان سے پہلے آکر بیٹھتے ہیں اور اپنے وقت کے پابند ہیں۔ وہ ہمیشہ حاضر رہتے ہیں۔ یہ بیٹھے ہوئے بھی غیر حاضر ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر : جی' خانزادہ صاحب! آپ حاضری کے بارے میں کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں؟

Mr Taj Muhammad Khanzada: I am very grateful to the Members of the Opposition for teaching us as school boys.The Parliamentary Secretaries are mature people and so are the other people. So they do not need any insturctions for punctuality. I think that we understand ourselves. It is a matter for the parties to bring the discipline to their people. They don't need to be schooled by them. Thank you.

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات)

جناب سپیکر : وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے سوالات ہیں۔ جناب ریاض فتیانہ صاحب۔ (جناب ریاض فتیانہ کے ایماء پر جناب غلام سرور خان نے سوال نمبر 23 پیش کیا)

محکمہ خزانہ کی طرف سے جاری کی گئی رقوم کی تفصیل

☆ 23- جناب ریاض فتیانہ :کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازاراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

7- اگست 1990ء سے 26 اکتوبر 1990ء کے درمیان قومی یا صوبائی اسمبلی کے کس کس حلقہ میں کتنی کتنی رقم کس کس منصوبہ کے لیے منظور کرکے محکمہ خزانہ پنجاب کو رقم جاری کرنے کے لیے تحریر کیا گیا۔ مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (سردار نصراللہ خان دریشک) :

تعمیر وطن پروگرام میں رقوم کی تخصیص حلقہ وار نہیں کی جاتی بلکہ پانچ سالہ منصوبہ کے

اہداف اور حکومت کی مروجہ حکمت عملی کے تحت شعبہ وار' پروگرام وار رقوم مختص کی جاتی ہیں۔ لہٰذا صوبائی یا قومی اسمبلی کے حلقہ وار مختص شدہ رقوم کی منصوبہ وار تفصیل نہیں بنتی اور اس کی فراہمی ممکن نہ ہے۔

MR SPEAKER: Any supplementary question?

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کے بارے میں جتنے بھی سوالات دیے گئے ہیں۔ تمام کے جوابات نامکمل ہیں۔ یہ محکمہ دو سال بعد آج پہلی دفعہ ہاؤس میں زیر بحث آ رہا ہے اور اس میں جتنے بھی سوالات تھے' خاص کر ڈویلپمنٹ کے بارے میں' چاہے وہ ٹریژری بنچز کی طرف سے تھے یا باقی اراکین اپوزیشن کی طرف سے تھے' تمام سوالات کے جوابات نامکمل دیے گئے ہیں یا جوابات مبہم اور غیر واضح ہیں۔

جناب سپیکر! میری یہ استدعا ہے کہ آج کا دن جو کہ منصوبہ بندی و ترقیات کے لیے مختص کیا گیا تھا یہ تمام سوالات پینڈنگ رکھے جائیں اور اس سیشن میں کسی اور دن مکمل جوابات آنے کے بعد اس محکمے کو زیر بحث لایا جائے۔

MR SPEAKER: Minister for P&D will be too happy. (laughter)

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : نہیں' جناب' ایسی بات نہیں جناب والا! میرا فاضل بھائی کے ساتھ اس حد تک اتفاق ہے کہ تھوڑا سا ابہام ہے کہ ہمارے فاضل اراکین نے جو پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ کو سوالات کیے ہیں' وہ تعمیر وطن کے حوالے سے کیے ہیں۔ ابہام یہ ہے کہ 1989ء سے لے کر 1992ء تک تعمیر وطن کا جو پروگرام ہے وہ ہمارا سارا اے ڈی پی ہے۔ اس کو ہم نے تعمیر وطن کا نام دیا ہے۔ معزز اراکین ٹریژری بنچز اور اپوزیشن نے جتنے سوالات ہم سے پوچھے ہیں وہ تعمیر وطن کے حوالے سے پوچھے ہیں اور ان کے جوابات ہم نے تعمیر وطن کے حوالے سے دیے ہیں اور تعمیر وطن کا مطلب اے ڈی پی ہے۔ ہماری جو کتاب چھپتی ہے اس میں اے ڈی پی کا نام تبدیل کر کے 1989ء سے تعمیر وطن رکھ دیا گیا ہے۔ فاضل ممبران کا اصل مقصد اپنے جوابات پوچھنا تھا۔ جو ایجوکیشن اور رورل ڈویلپمنٹ کا سپیشل پروگرام ہے یہ وہ پروگرام تھا جس کے بارے میں گورنمنٹ نے سلسلہ شروع کیا ہوا ہے کہ ڈویلپمنٹ کی سکیمیں معزز اراکین سے مشاورت کے ساتھ کی جاتی ہیں۔ لیکن تعمیر وطن کا لفظ جب انہوں نے استعمال کیا ہے تو ٹیکنیکلی تعمیر وطن کا جو ہمارا پروگرام ہے وہ ہمارا

ٹوٹل اے ڈی پی ہے۔ تو ٹوٹل اے ڈی پی پانچ سال کی سکیم کے تحت بنایا جاتا ہے اور اس میں جو طریقہ کار ہے وہ بالکل مختلف ہے' یہ نسبت اس کے کہ جو ہمارے ایم پی اے صاحبان کے پروگرام ہیں۔ لیکن اس میں کوئی ایسی بات نہیں میں نے اپنے طور پر اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے جو ایم پی اے صاحبان کا پروگرام تھا۔ اس کا بھی میں نے ایڈیشنل میٹریل اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ اگر یہ چاہیں گے تو اس کا جواب دینے کے لیے بھی میں آج تیار ہوں۔ اگر یہ اس کا دوبارہ جواب لینا چاہتے ہیں تو پھر اس کے لیے ان کو سوال کی شکل کو بدلنا پڑے گا۔ اب یہ مجھ سے تعمیر وطن پروگرام کا پوچھیں گے اور میں سپیشل ایجوکیشن اور دیہی ترقی کا جواب دوں گا تو پھر ٹیکنیکلی یہ بات ممکن نہیں ہوگی۔ جناب والا! اس پر جو فیصلہ فرمائیں گے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر : یہ غلام سرور خان صاحب نے مسئلہ اٹھایا ہے تو وہ اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ محکمہ دو سال کے بعد زیر بحث آ رہا ہے۔ کم از کم سوالات کے بارے میں تو time limit ہونی چاہیے کہ ایک سوال کسی بھی رکن اسمبلی کی طرف سے آتا ہے اور دو سال کے بعد اس کا جواب متعلقہ محکمہ دے اور وہ بھی نامکمل ہو۔ دوسری بات جو لاء منسٹر نے یہاں کہی ہے کہ تعمیر وطن یا لوکل گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ جو بھی پروگرام execute کرتا ہے۔ ایم پی ایز کا کچھ نہیں کرتا۔ یہاں آکر پھر لاء منسٹر نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ چاہے وہ لوکل گورنمنٹ کا پروگرام ہوتا ہے' چاہے وہ تعمیر وطن کا پروگرام ہوتا ہے۔ وہ حلقہ وائز ہوتا ہے۔ ہر ایم پی اے کی سفارش پر ہوتا ہے اور وہ پروگرام ایک سال کے لیے ہوتا ہے نہ کہ 5 سال کے لیے۔ اس حکومت نے آج تک کوئی بھی ڈویلپمنٹ پروگرام پانچ سالوں کے لیے نہیں مانگا۔ یہ ایڈھاک ازم پر اپنا کام چلا رہے ہیں۔ ہر سال کا پروگرام ہر حلقہ کے ایم پی اے سے مانگا ہے تو ہم نے اسی بارے میں اپنے سوالات کیے تھے کہ حلقہ وائز جواب دیا جائے۔ اگر حلقہ وائز جواب نہیں دیا جا سکتا تو کم از کم ڈسٹرکٹ وائز جواب دیا جائے کہ ہر ڈسٹرکٹ کے لیے کتنی ایلوکیشن کی گئی اور اس ڈسٹرکٹ میں ہر حلقہ کے لیے کتنی ایلوکیشن کی گئی اور اس کا جواب بھی واضح نہ ہے۔

جناب سپیکر! پہلے ہی دو سالوں کے بعد ہمارے سوالات کا جواب آج آیا ہے۔

جناب سپیکر : خان صاحب! آپ ایسا کریں کہ آپ کسی سوال کے متعلق specific ہوں۔

آپ کون سے سوال کی بات کر رہے ہیں؟

جناب غلام سرور خان : جناب والا! میرا سوال نمبر 77 ہے۔

جناب سپیکر : ابھی آپ کا سوال تو نہیں آیا۔ ابھی تو ہم سوال نمبر 23 کی بات کر رہے ہیں۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! سوال نمبر 23 ریاض فتیانہ صاحب کا ہے اور اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ 'کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

"7۔ اگست 1990ء سے 26 اگست 1990ء کے درمیان قومی یا صوبائی اسمبلی کے کس کس حلقہ میں کتنی کتنی رقم کس کس منصوبہ کے لیے منظور کر کے محکمہ خزانہ پنجاب کو رقم جاری کرنے کے لیے تحریر کیا گیا مکمل تفصیل فراہم کی جائے اور جناب والا! اس کا جواب یہ ہے کہ۔

تعمیر وطن پروگرام میں رقم کی تخصیص حلقہ وار نہیں کی جاتی بلکہ پانچ سالہ منصوبہ کے اہداف اور حکومت کی مروجہ حکمت عملی کے تحت شعبہ وار' پروگرام وار رقوم مختص کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! اس سال بھی پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ نے جو ایم۔ پی۔ اے حضرات کو پروفارمے بھجوائے ہیں وہ بھی ایک سال کا ڈویلپمنٹ پروگرام تھا۔ 91-1990ء کے جو پروفارمے بھجوائے گئے تھے۔ وہ بھی ایک سال کا ڈویلپمنٹ پروگرام تھا اور یہاں جواب میں یہ کہہ دیا گیا ہے کہ

پانچ سالہ منصوبہ کے اہداف اور حکومت کی مروجہ حکمت عملی کے تحت شعبہ وار' پروگرام وار رقوم مختص کی جاتی ہیں

جناب والا! ہمارے سوالات تو بڑے واضح ہیں اور جوابات بڑے مبہم ہیں۔

جناب سپیکر : خان صاحب یہ جو سوال نمبر 23 ہے۔ اس سوال میں تعمیر وطن کا کوئی ذکر نہیں

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب والا! میں نے گزارش کی ہے کہ انہوں نے سوال میں یہ پوچھا ہے کہ صوبائی اسمبلی کے کس کس حلقہ میں کتنی کتنی رقم کس کس منصوبہ کے لیے منظور کر کے محکمہ خزانہ پنجاب کو رقم جاری کرنے کے لیے تحریر کیا گیا۔ تو جناب سپیکر! اس سلسلہ میں میری گزارش یہ ہے کہ جس عرصے کا انہوں نے یعنی 7۔ اگست 1990ء سے 26 اکتوبر 1990ء تک ذکر کیا ہے' ہم نے حلقہ وار کوئی رقم نہیں دی' بلکہ ڈسٹرکٹ وائز ہم نے

allocation کی ہیں اور میں ایوان کی اطلاع کے لیے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جس پروگرام کے بارے میں انہوں نے پوچھا ہے اس پروگرام کا نام "سپیشل پروگرام برائے مقامی ترقی" ہے اور اس پروگرام کے تحت 7- اگست 1990ء سے لے کر 26- اکتوبر 1990ء کے دوران پی اینڈ ڈیپارٹمنٹ نے بلاک شکل میں ضلع وار رقم مختص کی ہے۔ وہ 88 کروڑ' 75لاکھ روپے کی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہیں کہ جو کچھ ابھی موصوف نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس کی تردید اسی میں ہوتی ہے جو انہوں نے ہمیں جوابات کا مسودہ دیا ہے ابھی یہ فرما رہے ہیں کہ ہم ضلع وار allocation کرتے ہیں۔ ملک طیب اعوان صاحب کا سوال نمبر 973 ہے اور اس میں کہا گیا ہے کہ

"تعمیر وطن پروگرام میں منصوبوں کی شمولیت و رقوم کی تخصیص ضلع وار نہیں کی جاتی" یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم ضلع وار کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ ضلع وار نہیں کی جاتی۔ جناب سپیکر! یہ کیا مذاق ہے؟ ہم یہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ان سارے سوالات کا جواب دیتے ہوئے ایک انداز یہ رکھا گیا ہے کہ ہم نے کسی بات کا جواب نہیں دینا۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ فاضل رکن نے اگر میری عرض توجہ سے سنی ہوتی تو انہیں یہ سوال اٹھانے کا موقع نہ ملتا۔ جناب والا! میں نے یہ گزارش کی ہے اور میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ جس خاص وقت کا یہ ذکر فرما رہے ہیں' یہ 7- اگست 1990ء سے 26- اکتوبر 1990ء تک کا ہے۔ اس وقت ہم نے ضلع وار allo-cations کی تھی۔ وہ سوال بعد کا ہے۔ ہم نے بعد میں طریقہ کار بدل دیا ہے۔ ہم نے اسے حلقہ وائز کیا ہے۔ یہ 1990ء کی بات کو اس کے ساتھ کیوں منسوب کر رہے ہیں؟ جب وہ سوال آئے گا اور اس پر اگر یہ کوئی ضمنی سوال کرنا چاہیں گے' تو کر سکتے ہیں۔ اس سوال سے متعلقہ ضمنی سوال میں اس کا جو ریفرنس دے رہے ہیں شاید ان کو تھوڑا سا ابہام ہو رہا ہے جناب والا! میں نے اگست 1990ء سے لے کر اکتوبر 1990ء تک کی بات کی ہے۔ اس وقت ہم نے allocations کی ہیں۔ میں پھر بھی عرض کرتا ہوں کہ ہم نے block allo-cations کی ہیں اور ڈسٹرکٹ وائز کی ہیں۔ شکریہ۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! چونکہ میں نے نکتہ اٹھایا ہے اور میں ہی اس کی clar-ification جناب وزیر موصوف سے چاہوں گا۔

جناب سپیکر! وزیر موصوف نے یہ خود تسلیم کیا ہے کہ ہم نے یہ block alloca-tion ڈسٹرکٹ وائز کی ہیں اور constituency wise نہیں کیں۔ میں اسی سیشن میں documentary proof دوں گا کہ یہ ڈسٹرکٹ وائز نہیں تھی' بلکہ constituency wise allocations تھیں۔

وزیر موصوف اس مقدس ایوان کے فلور پر کھڑے ہو کر بھی غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ میں documentary proof دینے کے لیے تیار ہوں۔ یہ میرے سوال کا یا کسی بھی سوال کا جواب تو کم از کم واضح دیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں اس موقع پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس سوال کا میں نے حوالہ دیا ہے' کاش اسے انہوں نے بھی پڑھ لیا ہوتا۔ اس میں 89 سے ہے۔ جسے آج انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ 1992ء کی بات ہے اور 1992ء میں ہم نے ضلع وار al-location کی ہے۔ یہ سوال میرے سامنے ہے اور یہاں پر 1989ء کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ جس کا جواب دیا گیا ہے کہ ضلع وار کی گئی ہے۔

جناب سپیکر : سردار صاحب۔ یہ جو سوالات ہیں ان کا جواب دینے میں کیا کوئی امر مانع ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : آپ نے کیا ارشاد فرمایا؟

جناب سپیکر : یہ جو سوالات اراکین اسمبلی پوچھنا چاہتے ہیں کیا ان کے جوابات دینے میں کوئی امر مانع ہے؟ یہ سوال نمبر 23 ہے اور اسی طرح سے غلام سرور خان صاحب کا سوال نمبر 77 ہے۔ ان میں یہ حلقہ وائز تفصیل چاہتے ہیں۔ یہ جو حلقہ وائز سکیمیں دی گئی ہیں یہ ان کی تفصیل جاننا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کے محکمے کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب والا! ہم نے allocation ڈسٹرکٹ وائز کی ہے اور ہم نے یہ پیسہ اے۔ ڈی۔ ایل۔ جی کو دے دیا ہے۔ اے۔ ڈی۔ ایل۔ جی نے آگے سکیمیں لی ہیں۔ انہوں نے اسے آگے کس طریقے سے لیا یہ کام لوکل گورنمنٹ کا بن جاتا ہے۔ اس کے ساتھ پی۔ اینڈ ڈی کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ پی۔ اینڈ ڈی نے 88 کروڑ روپے کی block al-location اگست سے اکتوبر تک کی ہے۔ پھر اکتوبر سے نومبر تک 44 کروڑ کی block allo-

cation کی ہے۔ اسی طریقے سے پی اینڈ ڈی نے تین قسطوں میں block allocation کر دی ہے اور وہ پی اینڈ ڈی سے اے۔ ڈی۔ ایل جی کے پاس ڈائرکٹ چلا گیا ہے۔ آگے انہوں نے اس پیسے کو کیسے خرچ کیا؟ اس میں پی اینڈ ڈی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ پھر آگے جو سکیمیں لی ہیں یا جو کام کیے ہیں۔ وہ اے۔ ڈی۔ ایل۔ جی اور implementing ایجنسیز کے درمیان ہے۔ تو اس وجہ سے ان کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں بنتا' کیونکہ اس کا تو ہمارے پاس کوئی ریکارڈ ہی نہیں اور نہ ہی ہم نے block allocation کی ہے۔ اس بارے میں ہمارے باقاعدہ لیٹرز موجود ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ان کو اس ایوان میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ یہ اس طرح سے ہے۔

To,

The Secretary,

Govt: of the Punjab,

Local Govt: and Rural Development Deptt:

Subject: IMPLEMENTATION OF SPECIAL PROGRAMME FOR EDUCATION AND LOCAL DEVELOPMENT DURING 1990-91

It has been decided to provide an allocation of Rs. 88 crore and 75 lacs during 1990-91 for implementation of special programme for education and local development in various districts as detailed at Annexure-1.This amount of Rs 88 crore and 75 lacs will be diverte form the block allocation provided in the Tamir-e-Watan Programme for special programme of education and local development appearing at S.No.60 of the abstract of page 3 of Tamir-e-Watan Programme 1990-91. The expenditure on the scheme projects may be incurred after their preparation and approval by the competent authority and

completion of all other codal formalities.

تو جناب' یہ بالکل واضح ہے۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے' ہم ایک سوال کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ یہ سوال نمبر 23 جناب ریاض فتیانہ صاحب کا ہے اور اس پر منسٹر پی اینڈ ڈی نے واضح طور پر کہا ہے کہ 7- اگست سے 26 اکتوبر تک جو allocations پی اینڈ ڈی کی طرف سے ہوئی ہیں وہ حلقہ وائز نہیں تھیں' بلکہ وہ block allocation کی صورت میں محکمہ لوکل گورنمنٹ اینڈ رورل ڈویلپمنٹ کو دی ہیں اس کی حلقہ وائز تقسیم انہوں نے کی ہے۔ ہمارے پاس اس کا ریکارڈ نہیں' یہ ان سے متعلقہ ہے تو اس واضح statement کے بعد ہمیں ایک ایک سوال پر آگے بڑھنا چاہیے۔ اس میں جس سوال پر آپ کو کوئی اعتراض ہو یا آپ سے متعلقہ وہ سوال ہو تو آپ اس پر بات کر لیجیے۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! اس ضمن میں میری استدعا ہے کہ وزیر موصوف اب بھی غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ میں یہ بات اس سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں docu-mentary proof کے ساتھ یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ نے ایک بات کہہ دی ہے اور وزیر صاحب نے بھی کہہ دی ہے۔ ایوان میں اور بھی طریقہ ہے جس کے ذریعے سے یہ اسے deal کر سکتے ہیں۔ کیا اب فاضل رکن ایوان کی کارروائی کو آگے بڑھنے دیں گے یا ایک پوائنٹ پر یہ اصرار کرتے رہیں گے ؟

جناب سپیکر : جی' میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! میں بھی پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا تھا اور انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر مجھے interrupt کر دیا۔

جناب سپیکر : آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ نہیں کھڑے تھے میں نے آپ سے بات بھی کی تھی کہ آپ نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے اس پہ ہم سارے ایوان کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے کے لیے آپ نے بھی بات کی اور فرید پراچہ صاحب نے بھی بات کی اور اس کا جواب وزیر قانون نے دیا۔ میرے خیال میں ہم ایک ایک سوال کو ٹیک اپ کریں' ایک ایک سوال کو اس کی نوعیت کے اعتبار سے ٹیک اپ کریں۔ یہ سوال جو ریاض فتیانہ صاحب کا ہے اس میں یہ ہے

کہ 7- اگست سے 26 اکتوبر تک حلقہ وار ایلوکیشن کی تفصیل بتائی جائے۔ میں نے وزیر منصوبہ بندی سے کہا ہے کہ اس کی تفصیل بتانے میں کوئی اعتراض ہے جس کے جواب میں انہوں نے اس کی وضاحت کی ہے کہ ہم نے اس کی بلاک ایلوکشن ضلع وار کی ہے اور اس کے بعد اگر فنڈز کی کوئی ایلوکیشن ہوئی ہے تو وہ محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی نے کی اس کا ریکارڈ ہمارے پاس نہیں ہے۔ وہ سوال محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی سے متعلقہ ہے۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ اسی بارے میں میرا سوال تھا اور ہمیں اعتراض بھی اسی بات پہ ہے کہ جس طرح وزیر منصوبہ بندی تسلیم کرتے ہیں کہ محکمہ پی اینڈ ڈی نے بلاک ایلوکیشن کی ہے اور اگر کوئی ممبر اس کی تفصیل حلقہ وار جاننا چاہتا ہے تو یہ بھی محکمہ پی اینڈ ڈی کی ذمہ داری ہے۔ executing agency کوئی بھی ہو متعلقہ exe-cuting agency سے مکمل معلومات حاصل کرے ایوان میں جواب دیا جائے۔ جناب سپیکر! اس طرح سے یہ جواب کو نہیں ٹال سکتے۔ ہم نے ان سے سوال کیا ہے کہ فلاں فلاں تاریخ سے فلاں فلاں ضلع یا حلقہ کو جو بھی ترقیاتی پروگرام دیا گیا ہے اس کے متعلق جواب دیا جائے۔ یہ واضح جواب نہیں ہے' بلکہ ایوان کا وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ میری یہ استدعا ہے کہ چونکہ یہ سیشن ایک مہینہ چلنا ہے' ان کے پاس کافی دن ہیں۔ اگر اس کو کسی اور دن کے لیے مؤخر کر دیا جائے اور یہ مکمل جواب لے کر آئیں۔ ہمارا مدعا وزیر قانون بھی سمجھ گئے ہوں گے اور آپ کی سمجھ میں بھی ہماری بات آ رہی ہوگی۔ اس محکمہ کو کسی اور دن کے لیے مختص کیا جائے اور پھر مکمل جوابات کے ساتھ اسے زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر : جو سوال نمبر 23 زیر بحث ہے۔ اس میں تو میں سمجھتا ہوں کہ وزیر منصوبہ بندی نے واضح سٹیٹمنٹ دی ہے۔ اس کی روشنی میں اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی ابہام ہے یا ارادی طور پر ایوان کی غلط رہ نمائی کرنے والی بات ہے تو آپ کے پاس دوسرے ذریعے موجود ہیں جی' پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور ان چاروں سوالات میں جس طریقے سے بھی سوال کیا گیا ہے اس کا جواب اسی طریقے سے منفی دیا گیا ہے۔ اگر حلقہ وار پوچھی گئی ہے تو کہا گیا ہے کہ حلقہ وار تیار نہیں کی جاتی' اگر

ضلع وار پوچھا گیا ہے تو کہا گیا ہے کہ ضلع وار تیار نہیں ہوتی' جبکہ ہمیں جو جٹ دستاویزات فراہم کی گئی تھیں ان دستاویزات میں ان کی ضلع وار ایلوکیشن بھی موجود ہے۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب آپ ایک ایک سوال پہ آئیں۔ آپ ریاض فتیانہ صاحب کے سوال کو چلنے دیں۔ اس پہ آپ کے ضمنی سوال ہیں تو کیجیے۔ اس کے بعد دوسرا سوال آئے گا۔ جہاں پہ کوئی تضاد آیا ہم وہیں پہ رک جائیں گے۔ جناب ڈاکٹر افضل اعزاز پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! یہ وقفہ سوالات اسمبلی کی کارروائی کا بڑا اہم حصہ ہوتا ہے۔ لیکن جس انداز سے حکومت اس کو سرسری اور غیر سنجیدہ انداز میں لیتی ہے۔ مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ صرف دو سال پہلے کا ایک سوال آج جواب کے لیے آیا ہے۔ اس کے بعد وہ جواب بھی تشنہ ہے۔ اس کا جواب بھی پوری طرح نہیں دیا گیا۔ جس ممبر نے سوال کیا ہے وہ بھی باقاعدہ اس پہ سوال کر رہا ہے کہ یہ جواب میری تسلی کے مطابق نہیں میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ دو سال کے بعد سوال کی افادیت کہاں رہتی ہے۔ سارے حالات بدل جاتے ہیں' سارا پس منظر بدل جاتا ہے۔ اور اس کے بعد ہم سرسری طور پر سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔ اور جوابات دینے کے بعد اس میں ٹال مٹول کرتے ہیں۔ اور غلط جوابات دیے جاتے ہیں اور پھر اس پر اصرار کیا جاتا ہے کہ یہ جواب صحیح ہے۔ اب مجھے یہ بتایے کہ اگر وقفہ سوالات کو ایسے ٹال مٹول کر کے ٹالا جاتا ہے تو وقفہ سوالات کو ختم کیا جائے یا اس کو وہ اہمیت دی جائے جو قواعد و ضوابط کے مطابق اس کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ میری آپ سے درخواست ہوگی کہ ازارہ کرم اس قدر جو تاخیر سے جواب آتے ہیں اس کی وجہ بیان کی جائے۔

جناب سپیکر: آپ کس سے پوچھنا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: میں آپ کے محکمہ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اتنی تاخیر کیوں ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب' اس بارے میں آپ میرے چیمبر میں مجھ سے بات کیجیے گا۔ سوالات کا جو طریقہ کار ہے اور سوالات کو entertain کرنے اس کے جوابات لینے اور ترجیحات کے مطابق اس کے لیے دن مقرر کرنے اور محکمہ جات سے پوچھے گئے سوالات کی

اہمیت اور ان کی تعداد کے متعلق کہ محکمہ سے کتنے سوالات پوچھے گئے ہیں' اس کے مطابق ہم وقفہ سوالات مقرر کرتے ہیں اور اس بارے میں اگر آپ نے مجھ سے استفسار کرنا ہے تو آپ میرے چیمبر میں تشریف لایئے۔

ضمنی سوال' ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے یہ سوال 23 جبکہ باقی محکموں میں سوالات کے نمبر ہزار تک پہنچ گئے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ باقی محکمے' چاہے کوئی بھی محکمہ ہو ان کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ کیا محکمہ منصوبہ بندی سکیمیں منظور کرتے وقت بھی اتنی ہی سستی دکھاتی ہے؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ یہاں پہ پیسے دینے کی بات نہیں ہے' بلکہ جوابات دینے کی بات ہے۔ یہاں پہ بھی ہمیں فنی طور پر ناک آؤٹ کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب' اس میں فنی طور پر ناک آؤٹ کیا ہے؟ ڈاکٹر صاحب' کوئی سوال بن نہیں رہا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : انہوں نے یہ کہا ہے کہ فنی طور پر ہم غلط سوال کر رہے ہیں۔ جب ہم نے ایک definite بات پوچھی ہے تو اس کو بھی محکمہ منصوبہ بندی فنی طور پر ناک آؤٹ کرے گا۔ ہماری جو بھی سکیم جاتی ہے تو یہ فنی طور پر اس پر رکاوٹ پیدا کر کے فنی طور پر ہمیں ناک آؤٹ کرتے ہیں۔ کیا یہ ایوان کو بھی فنی طور پر ناک آؤٹ کرنا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر : کوئی اور ضمنی سوال ہے؟ اگلا سوال رانا اکرام ربانی۔

ترقیاتی سکیموں اور منصوبوں کے لیے امداد

☆63۔ رانا اکرام ربانی : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) سال 86-1985ء سے 90-1989ء کے دوران محکمہ ہذا نے کن کن ترقیاتی سکیموں اور منصوبہ جات کی مالی امداد کے لیے وفاقی حکومت سے کتنی کتنی مالی امداد کی درخواست کی ایسے منصوبہ جات اور سکیموں کے کیا کیا نام ہیں۔

(ب) متذکرہ عرصے کے دوران کون کون سے منصوبے ترقیاتی سکیمیں عوامی نمائندوں / وزراء / وزیر اعلیٰ دیگر مجاز اتھارٹی کی تجاویز اور سفارشات پر

تیار کیے گئے ہیں ہر ایک سکیم / منصوبے کا نام اور لاگت اور نام تجویز یا سفارش کنندہ کی تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں۔

(ج) متذکرہ سکیموں یا منصوبہ جات کے لیے وفاقی حکومت نے کتنی کتنی مالیت کی رقومات حکومت پنجاب کو جاری کیں اور کتنے منصوبے تا حال وفاقی حکومت کے پاس التوائے میں پڑے ہیں۔ جن منصوبوں کے لیے وفاقی حکومت نے گرانٹس جاری کر دی ہیں۔ ان کے کیا کیا نام ہیں اور جو زیر غور ہیں۔ ان کے کیا کیا نام ہے۔

(د) متذکرہ عرصے کے دوران جن سکیموں کی اجازت نہیں دی گئی اور نہ ہی ان کے فنڈز جاری کیے گئے ہیں۔ ایسی سکیموں کی مکمل تفصلات بھی ایوان میں پیش کریں؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (سردار نصراللہ خان دریشک):

(الف) وفاقی حکومت صوبوں کو مالی امداد سکیم وار مہیا نہیں کرتی۔ بلکہ بلاک رقوم (Block Allocation) صوبوں کو دی جاتی ہیں۔ جس کے بعد صوبے میں عوامی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف محکموں اور عوامی نمائندوں کی مشاورت سے منصوبے تشکیل دیے جاتے ہیں اور ہر منصوبہ کی اہمیت اور نوعیت کی بنا پر رقوم مختص کی جاتی ہیں۔

(ب) تعمیر وطن کے منصوبہ جات عوامی نمائندوں / وزراء / وزیر اعلیٰ اور دیگر مجاز اتھارٹی کی سفارشات پر شامل نہیں کیے جاتے بلکہ تعمیر وطن پروگرام شعبہ وار تشکیل دیا جاتا ہے۔ جس کے تحت ہر محکمہ اپنے اپنے حلقہ نیابت میں مقامی ضروریات اور عوامی نمائندوں سے مشاورت کے پیش نظر پروگرام تشکیل دیتا ہے۔ اور سکیم وار رقوم مختص کی جاتی ہیں۔ شعبہ وار سکیم وار پروگرام کی تفصیل تعمیر وطن پروگرام میں شائع ہو کر معزز ایوان میں تمام اراکین میں جنٹ سیشن کے دوران پیش کر دی گئی تھیں۔

(ج) اس حصہ کے جواب کی جزو "الف" میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

(د) اس حصہ کے جواب کی وضاحت جزو "الف" اور "ب" میں کر دی گئی

ہے۔

جناب سپیکر : کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! سوال کے جزو "الف" میں جو جواب دیا گیا ہے اس میں واضح طور پر یہ بتایا گیا کہ عوامی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف محکموں اور عوامی نمائندوں کے مشاورتی منصوبے تشکیل دیے جاتے ہیں۔ اسی جواب کے جزو "ب" میں بتایا گیا ہے کہ عوامی نمائندوں' وزراء' وزیر اعلیٰ اور دیگر مجاز اتھارٹی کی سفارشات پر شامل نہیں کیے جاتے تو جناب والا! یہ contradiction ایک ہی سوال کے جواب میں اسی انداز سے کی گئی ہے۔ جس طرح کہ اس سے پہلے اسی قسم کا موضوع زیر بحث آیا۔ اور اس میں contra-diction کی گئی۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سوال کا جواب بھی مکمل ہے یا دیا نہیں ہے جیسے کہ جناب غلام سرور خان صاحب نے استدلال دیا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس کو بھی مؤخر کیا جائے اور اس کی تفصیلات فراہم کی جائیں آپ یہ تضاد واضح طور پر اس میں دیکھ سکتے ہیں۔

جناب سپیکر : سیٹھی صاحب' اس میں آپ کو کیا ابہام ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! اگر آپ ابہام کے بارے میں بات کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ پورا معزز ایوان اس ابہام کو واضح طور پر سمجھ چکا ہے۔ اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے دوبارہ سوال پوچھنے پر وزیر قانون کی مدد کی جا سکتی ہے۔ تو بجائے اس کے کہ میں سوال کو دہراؤں' بہتر یہ خیال کروں گا کہ میں اس سے پہلے سوال پر اور اس سوال کے واضح جواب نہ آنے پر' جناب فرید احمد پراچہ صاحب کے سوال اور جناب ملک طیب صاحب کے سوال جس کے بارے میں انتہائی غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے بطور احتجاج واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس موقع پر جناب راشاد حسین سیٹھی صاحب واک آؤٹ کر گئے)

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! واقعی یہ بات بہت غلط کی گئی ہے اور اس ایوان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے' لہذا ہم بھی اس علامتی واک آؤٹ میں سیٹھی صاحب کے ساتھ ہیں۔

(اس موقع پر جماعت اسلامی کے تمام ممبران واک آؤٹ کر گئے)

جناب غلا سرور خان : جناب سپیکر! ہمارے تمام سوالوں کے جوابات مبہم طریقے سے دیے

جا رہے ہیں۔ لہذا ہم بھی احتجاجاً واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس موقع پر پی ڈی اے کے تمام ممبران واک آؤٹ کر گئے)

جناب وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب سپیکر! اگر آپ مناسب سمجھیں تو کسی دوست کو حکم دیں تاکہ ان معزز اراکین کو ایوان میں واپس لانے کے لیے کوشش کی جائے۔

جناب سپیکر : جناب راجہ خلیق اللہ صاحب اور ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب جائیں اور معزز ممبران کو ایوان میں واپس آنے کے لیے کہیں۔

(راجہ خلیق اللہ اور ڈاکٹر خاور علی شاہ ممبران کو واپس لانے کے لیے گئے)

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : اس دوران جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں تھوڑی سی گزارش پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ یہ تھوڑا سا confusion ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے فاضل اراکین اپوزیشن سمجھ رہے ہیں کہ محکمہ نے ان کو جواب دینے میں خدانخواستہ misguide کیا ہے۔ پوزیشن یہ ہے کہ 1989ء سے لے کر 1992ء تک تعمیر وطن پروگرام ہے' جو اے ڈی پی کا نام تھا۔ ایم پی اے کے سپیشل پروگرام کا نام نہیں تھا۔ بلکہ ایم این اے صاحبان کا جو سپیشل پروگرام تھا۔ اس کا نام تعمیر وطن تھا۔ ہمارے اے ڈی پی کا نام تعمیر وطن تھا' ایم این اے صاحبان کا جو پروگرام تھا اس کا نام تعمیر وطن پروگرام تھا۔ اس وجہ سے یہ confusion ہوئی ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! اپوزیشن کے معزز اراکین کا ایک ہی چھوٹا سا مطالبہ ہے کہ پہلے تین سوالوں کو pending کر دیا جائے۔ تاکہ اس ہاؤس میں ان کا جواب آ جائے۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب : معزز اراکین اپوزیشن کو یہ نہیں کرنا چاہیے کہ وہ لابی میں بیٹھ کر اس انداز میں مطالبات کریں۔ ان کو ایوان میں آجانا چاہیے اور اس معاملے کو ہاؤس میں سلجھایا جا سکتا ہے۔

(اس موقع پر تمام معزز اراکین اپوزیشن ایوان میں تشریف لے آئے)

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! سیٹھی صاحب کا بڑا صحیح موقف تھا۔ اگر آپ جز (الف) اور (ب) پڑھیں تو اس میں واضح طور پر تضاد موجود ہے۔ اور اگر ہم اس تضاد بیانی کو یہاں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وزیر موصوف اس کا کوئی مؤثر اور معقول جواب نہیں

دے رہے۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب! اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ معزز اراکین اسمبلی کے سوالات کے جوابات صحیح نہ دیے جائیں یا نامکمل دیے جائیں' ادھورے دیے جائیں یا جواب دینے سے پہلو تہی کی جائے اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی۔ سوال پوچھنا آپ کا حق ہے اور متعلقہ محکموں کا جواب دینا ان کے فرائض میں شامل ہے' ان کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ چنانچہ اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آپ کے سوالات کے جوابات نہ دیے جائیں یا نامکمل دیے جائیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے بھی آپ سے گزارش کی تھی کہ یہاں سوالات کے جوابات اتنے عرصے کے بعد دیے جاتے ہیں۔ یعنی ان پر دو دو سال گزر جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد یہ جوابات غیر تسلی بخش' غیر سنجیدگی سے' پوری تیاری کے بغیر دیے جاتے ہیں۔ اور سوال کنندہ کو کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملتا۔ جواب دیا جاتا ہے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں ٹھیک کہہ رہے ہیں' مصدقہ ہے' مستند ہے۔ یہ ہے۔ وہ ہے کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور جب ان سوالات کے معاملات میں اس قسم کی بے چینی پائی جاتی ہے تو اس کو رفع کرنا میرے خیال میں بہت ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا ان سوالات کو pend-ing کیا جائے۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب۔ میں یہ بات سمجھتا ہوں۔ اس میں صورت کچھ ایسی بھی ہے کہ پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ آج اچانک پکڑا گیا ہے۔ آج سوالات کے جواب دینے کی ان کی باری نہیں تھی۔ سیکرٹریٹ نے جو لسٹ جاری کی ہے اس کے حساب سے ان کی تاریخ بعد میں آتی ہے اور آج یہ اس سلسلے میں جواب دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ میری عدم موجودگی میں یہ پروگرام ترتیب پایا اور اس کے مطابق آج انڈسٹریز سے متعلقہ سوالات کے جوابات ہونے تھے۔ انڈسٹریز ڈیپارٹمنٹ نے کسی طریقے سے اسمبلی سیکرٹریٹ کو اپنی inability ظاہر کی۔ یعنی کسی وجہ سے آج وہ سوالوں کے جوابات نہیں دے سکتے اور پھر وزیر صاحب موجود نہیں ہیں۔ اس لیے سوالوں کے جواب نہیں آ سکتے۔ اس بارے میں مجھے پوری طرح آگاہی نہیں لہٰذا انھوں نے فوری طور پر پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ کو کہا کہ آج ہم آپ کے محکمے کو رکھتے ہیں' لہٰذا آپ آج جواب دیں۔ اسی لیے میں یہ دیکھ رہا تھا کہ وزیر پی اینڈ ڈی کا آج جواب

دینے کا دن بھی نہیں تھا اور ان کو جواب دینے کے لیے اچانک کہا گیا ہے۔ اس لیے میں نے تو پہلے سوال پر ہی یہ کہا تھا کہ وزیر پی اینڈ ڈی تو comfortable feel کریں گے کہ آج سوالوں کے جواب نہ دیے جائیں' آج اس کو pending کر لیا جائے اور بعد میں اس پر مزید غور و خوض کے بعد اسی اجلاس کے دوران کوئی اور دن اس کے لیے مخصوص کیا جائے۔ سردار صاحب' آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: جناب والا! مجھے اعتراض نہیں لیکن میری اتنی گزارش ہے کہ دو پوائنٹس ایسے ہیں جن کے بارے میں فاضل اراکین کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور اپنی رہ نمائی کے لیے انہیں ہاؤس کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایم این اے صاحبان کا جو پروگرام 1989ء سے لے کر اب تک چلا آ رہا ہے اس پروگرام کا نام تعمیر وطن پروگرام ہے۔ اور ایم پی اے صاحبان کا جو پروگرام 1989ء سے لے کر اب تک چلا آ رہا ہے اس پروگرام کا نام تعمیر وطن پروگرام نہیں' بلکہ ہمارے اے ڈی پی کا نام تعمیر وطن پروگرام ہے۔ ایم پی اے صاحبان جب ہمارے محکمے کو سوال کرتے ہیں' اپنے سپیشل پروگرام کے بارے میں جس کا نام ہمارے پی اینڈ ڈی کے مطابق "Special Programme for Education & Dehi Taraqqi" ہے' وہ سوال تو تعمیر وطن کا کرتے ہیں اور پوچھنا چاہتے ہیں special education کا۔ اب ہم سوال کا وہی جواب دیں گے' کیونکہ ہمارا تعمیر وطن تو اے ڈی پی ہے۔ پہلے ہم 91-90-1989ء ضلع وار allocation کرتے تھے اور جب سے یہ موجودہ اسمبلی آئی ہے اس وقت سے ہم نے حلقہ وائز allocation شروع کی ہے پہلے ضلع وائز کرتے تھے اور اب حلقہ وائز کرتے ہیں۔ تو اس میں بھی confusion پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم پہلے بھی حلقہ وائز کرتے تھے۔ ہمارے موجودہ set up میں ایک نئی چیز پیدا ہوئی ہے کہ 1989ء سے 1992ء تک ہمارے اے ڈی پی کا نام تعمیر وطن تھا۔ اب ہم نے اس سال' 93-1992ء سے اے ڈی پی کا نام واپس کیا ہے اور ایم پی ایز کے پروگرام کو تعمیر وطن پروگرام کا نام دیا گیا ہے۔ تو اس وجہ سے اچھا خاصا confusion پیدا ہو جاتا ہے اس میں ایم پی اے صاحبان کا قطعی کوئی قصور نہیں۔ لیکن جب technically تعمیر وطن کی بات پوچھتے ہیں تو اس سوال کی وضاحت کے لیے میں آج بھی اپنے محکمے کو ہدایت کروں گا۔ ہم سارے معزز اراکین کی خدمت میں یہ وضاحت دے دیں گے تاکہ جب یہ آئندہ

سوال کریں تو اس کو ذہن میں رکھ کر کریں کہ پہلے کیا پوزیشن تھی اور اس وقت کیا پوزیشن ہے تاکہ کسی قسم کا کوئی ٹیکنکل confusion نہ ہو تو اگر آپ یہ سوال مؤخر کر دیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں اور جب بھی اس کے لیے آپ وقت رکھیں گے' ہم آج بھی تیار ہیں اور آئندہ بھی جواب کے لیے تیار ہوں گے۔

جناب سپیکر : اس میں ایک چیز ہے کہ معزز اراکین اسمبلی یہ چاہتے ہیں کہ حلقہ وار تفصیل ہاؤس میں فراہم کی جائے۔ وہ اس بات پہ agitate کر رہے ہیں۔ ٹیکنیکلی تو ہو سکتا ہے کہ اس کا نام تعمیر وطن پروگرام نہ ہو۔ اے ڈی پی ہو' یا اے ڈی پی نہ ہو' تعمیر وطن ہو۔ لیکن فاضل اراکین چاہتے یہ ہیں کہ حلقہ وار سکیموں کی وضاحت کی جائے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جن حلقہ وار سکیموں کا ریکارڈ پچھلے سال سے ہمارے پاس ہے وہ تو ہم دے دیں گے۔ جن کا ریکارڈ ہمارے پاس نہیں جو لوکل گورنمنٹ والوں نے کیا ہے۔ اس کے بارے میں تو جس متعلقہ محکمہ کے پاس ریکارڈ ہے' اسی کی ذمہ داری ہے وہی دیں گے۔ ہم نے block allocation کی ہے تو ہم حلقہ وار کس طریقے سے جوابدہ دیں گے؟

جناب سپیکر : یہ block allocation جو آپ پی اینڈ ڈی اور لوکل باڈیز کرتے ہیں' تفصیل لوکل باڈیز پی اینڈ ڈی کو فراہم نہیں کرتی؟

منصوبہ بندی و ترقیات : پہلے نہیں کرتی تھی' اب کرتی ہے۔ اب تو ہمیں ایم پی اے صاحبان ڈائریکٹ بھیجتے ہیں۔

جناب سپیکر : اس کی تفصیل فراہم کریں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب والا! اس کو ہم دیکھ لیتے ہیں جو پی اینڈ ڈی کا متعلقہ ہوگا وہ پی اینڈ ڈی دے گا۔ اور جو پی اینڈ ڈی کے متعلقہ نہیں ہوگا۔ اس کے بارے میں ہم آپ کو آگاہ کر دیں گے۔

جناب سپیکر : جی' ٹھیک ہے۔

جناب غلام سرور خان : پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! وزیر صاحب نے admit کر لیا ہے کہ اس کے سوالات کو مؤخر کر دیا جائے۔ اسی سیشن میں اس کے جوابات آنے چاہئیں اور جہاں تک ہمارا مدعا ہے۔ وہ آپ نے ہی بیان کر دیا ہے۔ کہ اگر technically ہم تعمیر وطن

یا سپیشل ڈویلپمنٹ پروگرام میں کوئی فرق نہیں سمجھ سکے۔ تو اب سوالات کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ہر ممبر' حلقہ وائز ڈویلپمنٹ' جو بھی ڈویلپمنٹ پروگرام چاہے executing agency کوئی بھی ہے۔ پیپہ پی اینڈ ڈی نے ریلیز کیا ہے۔ پی اینڈ ڈی وہ مکمل معلومات لے کر فراہم کرے۔

جناب سپیکر :اس میں یہ بات طے ہو گئی ہے کہ پی اینڈ ڈی کے متعلقہ جو سکیمیں ہیں ان کی وضاحت وہ آئندہ وقفہ سوالات میں کریں گے۔

جناب غلام سرور خان : جناب والا! پیپہ پی اینڈ ڈی نے ریلیز کیا ہے یہ ان سے معلومات لے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر : ان کے محکمے کے متعلقہ جو تفصیلات ہیں وہ فراہم کریں گے تو وقفہ سوالات کو suspend کرتے ہیں۔ اور اس کو مؤخر کرتے ہیں' اور اسی اجلاس میں آخری ایام میں کسی روز کا طے کر لیتے ہیں کہ کس روز وقفہ سوالات ہونا ہے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : اب تحاریک استحقاق کو take up کرتے ہیں۔ علی حسن رضا قاضی صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 6 ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔

جناب غلام سرور خان : جناب والا! ان کی تحریک استحقاق مؤخر کر دی گئی تھی۔

جناب سپیکر : جی' وہ مؤخر ہے۔ اسی لیے میں چاہتا تھا کہ آج اس کو take up کیا جائے۔

جناب غلام سرور خان : جناب والا! وہ تشریف نہیں رکھتے' آکر چلے گئے ہیں۔ اسے مؤخر کر دیا جائے۔

جناب سپیکر : رانا اکرام ربانی خان صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 13 ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے مؤخر رہے گی۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 18 ہے جناب فرید احمد پراچہ صاحب' ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب' جناب محمد اسلم کائرہ صاحب۔

پنجاب کے بعض وزراء کی طرف سے سود کی حمایت میں مہم

جناب فرید احمد پراچہ : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ گزشتہ تین ماہ سے بعض وزراء نے سود کی حمایت میں باقاعدہ

مہم چلا رکھی ہے۔ ان کے بیانات انتہائی اشتعال انگیز اور پنجاب کے عوام کی غیرت ایمانی کو چیلنج کرنے والے ہیں۔ انہوں نے معزز علمائے کرام کا نام لے کر اس کی آڑ میں اسلام اور اسلامی اقدار کا مذاق اڑانا شروع کیا ہے۔ وفاقی وزراء کی اس حرکت سے پنجاب کے عوام میں ممبران اسمبلی کے بارے میں منفی رائے پیدا ہو رہی ہے اور پنجاب کے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ان وزراء کا تعلق پنجاب سے ہے' اس لیے پورے ملک میں پنجاب کے بارے میں منفی جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔ نیز ان ہی وزراء کی باغیانہ روش سے سیلاب عذاب الٰہی بن کر پنجاب پر وارد ہوا۔

وزراء کی اس روش اور اس سے پیدا ہونے والے جذبات سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ استدعا کی ہے کہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس بارے میں میری مختصر گزارش ہے کہ سود کے سلسلے میں ایک معاملہ تو عدالتوں میں چل رہا ہے اور ایک معاملہ آئین پاکستان میں ہے اور اس کا ایک معاملہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کا ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں کہ جس کو مد نظر رکھتے ہوئے وزراء کرام کو اس بات کی جرأت ہو یا انہیں اس بات کا کوئی حق پہنچتا ہو کہ وہ اس کے بارے میں ایک مہم چلائیں اور اس کے بارے میں اعلانیہ مذاق اڑائیں۔ یعنی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا واضح اعلان موجود ہے واضح احکامات موجود ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیع کو یا خرید و فروخت کو یا تجارت کو حلال کیا ہے۔ اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح آئین پاکستان میں یہ بات موجود ہے کہ کوئی قانون بھی قرآن و سنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔ اور اسی طرح آئین پاکستان میں اس بات کی ایک مہلت دی گئی اور ایک مدت دی گئی جس مدت میں مختلف اوقات میں اضافہ کیا جاتا رہا 1948ء میں جناب قائد اعظم نے سٹیٹ بنک کا افتتاح کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی تھی میری یہ خواہش ہے کہ پاکستان کے نظام کو غیر سودی معیشت پر استوار کیا جائے' لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات 18 مہینوں میں ہو جائے گی۔ یعنی اس وقت محترم قائد اعظم کا یہ خیال تھا کہ یہ کام اتنا ہی ہے کہ 18 مہینوں کے اندر ہو جائے گا۔ لیکن ان کی رحلت کے بعد اس بات کو سرے سے نظر انداز کیا گیا اور 18 مہینوں کی مدت 45 سالوں پر محیط ہو گئی اب اس کے

باوجود کہ یہ ذمہ داری حکومت کی ہے کہ وہ معیشت کا متبادل نظام دے' وہ نہیں دے رہی۔ آئین پاکستان کے لحاظ سے یہ ان کی ذمہ داری تھی اور پھر اگر یہ معاملہ عدالتوں میں بھی ہے تو عدالتوں کے اندر زیر بحث معاملے پر وزرائے کرام کو کس طرح حق پہنچتا ہے کہ وہ سود کے حق میں مہم چلائیں اور علمائے کرام یا مولویوں کا نام لے کر بدنام کریں۔

جناب سپیکر : short statement فرید احمد پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں آخری جملہ عرض کرتا ہوں کہ اس معاملے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جانا اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ پنجاب کی اور بالخصوص ممبران اسمبلی کی اس لحاظ سے بدنامی ہو رہی ہے کہ یہ ایوانوں کے اندر بیٹھ کر یا ایک مہم چلا کر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے قوانین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس لیے اس بات کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جانا چاہیے۔

جناب سپیکر : وزیر قانون و پارلیمانی امور۔

وزیر قانون : جناب والا! میں نے پہلے بھی آپ کی خدمت میں التماس کی ہے کہ وفاقی وزراء کا کنڈکٹ اس ہاؤس میں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا اور وہ اس ہاؤس میں جواب دہ نہیں۔ ان کا بیان کسی لحاظ سے بھی اسمبلی کی کارکردگی کو متاثر نہیں کرتا اور کسی لحاظ سے بھی میرے فاضل بھائی کا یہ استحقاق نہیں بنتا۔ استحقاق کی آڑ میں اس قسم کی چیزیں ہاؤس میں لے آنے سے بڑا abuse of privilege اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کی خدمت میں نہایت ادب سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ معزز مرکزی وزراء کی ذاتی رائے اور بیان کو بنیاد بنا کر فاضل رکن نے یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پردہ تہذیب میں غارت گری کے مترادف ہے۔ فاضل رکن تحریک استحقاق کی آڑ میں اپنا مافی الضمیر بیان کرنا چاہتے تھے یا پتہ نہیں اس کے پیچھے کیا عوامل کار فرما ہیں؟ بہر صورت' یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اور میرے فاضل بھائی کا کسی لحاظ سے بھی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ لہٰذا اس تحریک استحقاق کو رول آؤٹ فرمایا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : جہاں تک وفاقی وزراء کے کنڈکٹ کو زیر بحث لانے کا تعلق ہے' میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کے ایوان میں اسے زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیا وفاقی حکومت یا وفاقی وزراء کے بارے میں تحریک استحقاق پیش کی جا سکتی

ہے؟ تحریک استحقاق' تحریک التوائے کار کے ذریعے اس مسئلے کو agitate کیا جا سکتا ہے؟ اس بارے میں' میں یہ کہوں گا کہ یہ کسی لحاظ سے بھی معزز ارکین اسمبلی کا breach of privilege نہیں بنتا۔ آئین کے مطابق اور نہ ہی رولز کے مطابق اور کسی بھی لحاظ سے یہ مسئلہ تحریک استحقاق کے زمرے میں نہیں آتا۔ اس لیے میں اس تحریک استحقاق کو رول آؤٹ کرتا ہوں۔

روزنامہ "جنگ" کے کالم نگار کی ارکان اسمبلی پر بے جا تنقید (جاری)

جناب سپیکر: چودھری حنیف صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 19 مؤخر ہے۔ وزیر اطلاعات نے فرمایا تھا کہ آج ان کے پاس اس کے متعلق انفرمیشن آجائے گی کہ اس کی کیا صورت حال ہے ملک صاحب' آپ اس پر روشنی ڈالیں گے؟

وزیر اطلاعات و ثقافت (ملک سلیم اقبال): جناب والا! چودھری محمد حنیف صاحب نے مورخہ 17 ستمبر کے روز نامہ "جنگ" میں جناب عبد القادر حسن کے کالم کو اپنی تحریک استحقاق کا موضوع بنایا ہے جس میں کالم نگار نے لکھا ہے کہ ایک طرف پنجاب میں قیامت برپا ہے اور دوسری طرف پنجاب کے مختلف منتخب نمائندے جس میں 99 فی صد روساء بھی شامل ہیں پنجابیوں کی مدد کے لیے پلے سے ایک دھیلا بھی خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں۔

جناب والا! موجودہ جمہوری حکومت میں پریس آزاد ہے اور حکومت کی طرف سے آزادی رائے کے اظہار پر کوئی قدغن بھی نہیں۔ اس طرح مذکورہ صحافی کالم نگار محکمہ اطلاعات و ثقافت کے دائرہ میں نہیں آتا اور وہ اپنی تحریر کا براہ راست ذمہ دار ہے۔ لہذا محکمہ اطلاعات و ثقافت کالم نگار کی تحریر کے بارے میں وضاحت نہیں کر سکتا۔ فاضل رکن بھی اگر اس سلسلے میں کوئی وضاحتی بیان چھپوانا چاہیں تو محکمہ ان کی ہر طرح سے معاونت کے لیے تیار ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب۔ آپ اس سلسلے میں کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

جناب محمد حنیف چودھری: جناب سپیکر! اس کالم میں جو باتیں کہی گئی ہیں کہ شرم تم کو مگر نہیں آتی' اور اس کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ پنجابی ووٹروں سے میں یہ کہوں گا کہ پھر کبھی اگر ان میں سے کسی کو ووٹ دو گے تو سخت بے غیرت ہو گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی زیادتی کے الفاظ ہیں جو "جنگ" اخبار میں کالم نگار عبد القادر حسن صاحب نے اپنے کالم

میں لکھے ہیں اور اس سے میرا ہی نہیں' بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جانا چاہیے تاکہ آئندہ کے لیے کوئی روک تھام ہو سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی زیادتی کے الفاظ ہیں۔

جناب سپیکر : وزیر اطلاعات اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

وزیر اطلاعات و ثقافت : جناب سپیکر! اگر میرے فاضل دوست چاہیں تو آپس میں مل بیٹھنے کا انتظام بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر میرے فاضل دوست مناسب سمجھیں۔ پسند فرمائیں تو ان کو بلا کر آپس میں بیٹھ کر بات بھی کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر : آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس تحریک استحقاق کو مؤخر کر دیا جائے اور اس پر بات کی جائے جناب عبدالقادر حسن سے بھی میٹنگ ہو جائے اور اکٹھے بیٹھ کر معاملات کو افہام و تفہیم سے طے کر لیا جائے۔

وزیر اطلاعات و ثقافت : جی' ہاں!

جناب سپیکر : میرے خیال میں چودھری حنیف صاحب کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ معاملات افہام و تفہیم سے طے ہو جائیں تو اس میں زیادہ حسن اور خوبصورتی ہوتی ہے۔ چودھری صاحب' آپ کی تحریک استحقاق کو مؤخر کر لیتے ہیں اور وزیر اطلاعات سے میں یہ کہتا ہوں کہ وہ اس بات کا اہتمام کریں کہ اس سلسلے میں آپ کی ایک میٹنگ ہو جائے۔

جناب محمد حنیف چودھری : درست ہے۔

جناب سپیکر : اس معاملے کو مؤخر کیا جاتا ہے۔ ملک صاحب' اس معاملے میں آپ چودھری حنیف صاحب کو اعتماد میں لے کر ایک میٹنگ کا بندوبست کریں۔

وزیر اطلاعات و ثقافت : درست ہے۔

جناب سپیکر : رانا اکرام ربانی صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 22 ہے وہ تشریف نہیں رکھتے' اسے مؤخر کیا جاتا ہے۔

جناب محمد حنیف چودھری : جناب والا میری ایک تحریک استحقاق نمبر 20 ہے۔

جناب سپیکر : آپ کی ایک ٹیک اپ ہو گئی ہے۔ ایک دن میں ایک ہی ٹیک اپ ہو سکتی ہے۔ ملک محمد دین صاحب کی بھی ایک تحریک استحقاق مؤخر چلی آ رہی ہے اس کے بارے

میں ابھی ہم نے ملک صاحب کے ساتھ میٹنگ کرنی ہے۔ ملک صاحب' آج اس پر میرے ساتھ بات کرلیں۔ اجلاس کے بعد بات کر لیں گے۔ جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 25 ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 21 میں چونکہ چودھری محمد حنیف صاحب کا نام بھی آگیا تھا' اس لیے اسے آج ٹیک اپ نہیں کرتے۔ یہ درست بات ہے کہ پراچہ صاحب بھی ایک تحریک استحقاق ٹیک اپ کر چکے ہیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: تو پھر اب تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 3 چودھری محمد حنیف صاحب کی ہے۔ یہ on the request of the movers پینڈنگ ہے۔ چودھری صاحب' تحریک التوائے کار نمبر 3 کی کیا صورت ہے؟

چودھری محمد حنیف: میں اسے withdraw کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری محمد حنیف صاحب اس تحریک التوائے کار کو withdraw کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 19 جناب فرید احمد پراچہ صاحب اور ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ move ہوئی تھی اور پھر پینڈنگ بھی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! میری بھی ایک تحریک التوائے کار نمبر 34 تھی۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب' پہلے ذرا اس کو ٹیک اپ کر لیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 19 پر کل فیصلہ محفوظ رکھا تھا۔ آج میں فیصلہ دیتا ہوں۔

The motion does not relate to a single specific matter of recent occurrence such the same position is continuing for some time. The motion relates to a policy matter which cannot be agitated through an Adjournment Motion. It is inadmissible and I rule it out of order.

تحریک التوائے کار نمبر 32 چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے۔ اس کی صورت حال بھی ان پر واضح ہوگئی ہے' لہٰذا وہ اس کو agitate نہیں کرتے اور اس کو withdraw کرتے ہیں۔ یہ تحاریک التوائے کار نمبر 15 اور 24 identical تھیں اور ان کے بارے میں طے ہوتا تھا کہ آیا یہ subjudice ہے یا نہیں۔ تو اس بارے میں آپ اور لاء منسٹر صاحب

بیٹھ کر فیصلہ کریں گے۔ تو اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ میرے خیال میں آج اس پر پیش رفت ہو جانی چاہیے۔ میاں محمود الرشید صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 31 ہے۔ یہ لاء منسٹر صاحب کی استدعا پر پینڈنگ ہوئی تھی۔ لاء منسٹر صاحب کیا خیال ہے' اب اس کو ٹیک اپ کر لیں؟ یہ تحریک التوائے کار نمبر 31 ہے اور اس کو آپ کے ارشاد پر پینڈنگ کیا گیا تھا۔

وزیر قانون : جناب والا! میں نے یہ گزارش کی تھی کہ لودھی صاحب تشرف نہیں رکھتے۔ یہ لاء اینڈ آرڈر سے متعلق بنتی ہے۔ اور آپ نے لاء اینڈ آرڈر پر بحث کے لیے ٹائم مقرر کیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر : سردار صاحب' اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ اس کا جواب نہیں آیا' اس لیے اس کو پینڈنگ کر لیا جائے۔

وزیر قانون : جناب والا! میں نے یہ گزارش کی تھی کہ لودھی صاحب تشریف نہیں رکھتے' یہ ہوم سے متعلقہ ہے۔ میں نے ابھی لودھی صاحب سے بات کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ چونکہ یہ لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ ہے اور لاء اینڈ آرڈر پر بحث کے لیے تاریخ مقرر ہونے کی وجہ سے ایسی تمام تحاریک التوائے کار lapse کر گئی ہیں۔ اس وجہ سے میں جناب والا! کی خدمت میں وضاحت کر رہا ہوں کہ جب یہ لاء اینڈ آرڈر پر تقریر فرمائیں گے تو تب اس پر بھی سیر حاصل بحث فرما لیں گے۔

میاں محمود الرشید : جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ میری اس تحریک التوائے کار کا تعلق قطعی طور پر لاء اینڈ آرڈر سے نہیں بنتا۔ یہ ایک معروف واقعہ ہے۔ اس سے ہمارے سرکاری اہل کاران کی اصل بات کھل کر عوام اور اخبارات میں آئی کہ فیصل ٹاؤن کی اس کوٹھی میں بیسیوں سرکاری افسر رنگ رلیاں مناتے ہوئے پکڑے گئے۔ اب تک ان میں سے کسی کا نام نہیں آیا۔ یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اس سے بڑے بڑے لوگوں کے چہروں پر پڑے ہوئے نقاب اٹھنے کا موقع ملے گا۔ اور ہمیں بھی پتہ چلے گا کہ وہ لوگ جو پبلک سرونٹس ہیں' کس طرح سے عوام کی خدمت کر رہے ہیں۔ ایک طرف سیلاب کا عذاب آیا ہوا ہے اور لوگ مارے مارے پھر رہے ہیں اور دوسری طرف کس طرح سے یہ سرکاری افسران داد عیش دیتے ہیں۔ اس کا تعلق قطعی طور پر لاء اینڈ آرڈر نہیں یہ ایک انتہائی اہم واقعہ ہے جو لاہور

میں میرے حلقہ انتخاب کے اندر ہوا۔ جس پر بڑے سنسنی خیز بیانات بھی آئے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کو ٹیک اپ کیا جانا چاہیے۔ اور جناب والا! یہ specific matter ہے اور ایک incident پر مبنی ہے۔ ایک خاص واقعہ جو وہاں پر وقوع پذیر ہوا اس پر میں نے یہ تحریک دی ہے۔

جناب سپیکر: اس میں تحریک التوائے کار نمبر 60 ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ بھی identical ہے اور تقریباً اس کے مطابق ہی بنتی ہے اس پر وزیر مال صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ اس کو آج ٹیک اپ کر لیں یا بعد میں ٹیک اپ کر لیں؟

وزیر مال: جیسے لا منسٹر صاحب نے کہا' میں کچھ مصروف بھی تھا۔ لیکن مجھے کچھ تاثر تھا کہ چونکہ امن عامہ کی صورت حال پر بحث ہونے والی ہے' اس میں یہ معاملات آئیں گے۔ مجھے کل کوئی وقت دے دیں۔ میں جواب تو آج بھی دے سکتا ہوں۔ technically میں دینا نہیں چاہتا' کیونکہ معاملہ ایسا اٹھایا گیا ہے۔ حقائق ان کے سامنے رکھیں گے۔ جنھوں نے یہ کام کیا ہے' ان کی گرفت ہو بھی رہی ہے' مزید بھی کریں گے۔

جناب سپیکر: تو کب تک آپ اس پر معلومات حاصل کر لیں گے؟

وزیر مال ایک دو روز لگیں گے۔

جناب سپیکر: ایک دو روز لگیں گے تو ٹھیک ہے میاں صاحب اس کو مؤخر کرتے ہیں۔ ریونیو منسٹر صاحب ایک دو روز میں ریف ہو جائیں گے۔ تحریک التوائے کار نمبر 34' ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب' فریداحمد پراچہ صاحب' میاں محمود الرشید صاحب' حافظ سلمان بٹ صاحب' ارشاد حسین سیٹھی صاحب' محمد حنیف چودھری صاحب' محمد اسلم کائرہ صاحب' نور محمد تارڑ صاحب۔ تو ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب اس کو ٹیک اپ کریں گے۔

ملک محمد دین: پوائنٹ آف آرڈر۔ میری تحریک استحقاق ہے' نمبر 33 ---- کیا وقت ختم ہو گیا ہے؟

جناب سپیکر: اب تو تحاریک التواء بھی کافی ہو چکی ہیں۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

روز نامہ "دی نیوز" کی طرف سے آزاد خیالی اور اخلاقی بے راہ روی کو فروغ دینا

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "دی نیوز" اسلام آباد راولپنڈی ہمارے معاشرہ میں آزاد خیالی اور اخلاقی بے راہ روی کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔ مغربی تہذیب کی نقالی میں باقی تمام اخبارات بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں لیکن اس اخبار کے 8,3 اور 11 اگست 1992ء کے پرچوں میں خواہشات شہوانی' جنسی آزادی اور ہوس پرستی کا جس عریاں طریقے سے ذکر کیا گیا ہے اسے پڑھ کر ایک شریف انسان کی گردن شرم سے جھک جاتی ہے اس ملک کے آئین و قانون کی مقرر کردہ حدود کا بری طرح مذاق اڑایا گیا ہے۔ جسے کوئی بھی مہذب معاشرہ برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن ہماری حکومت جو اسلام کی بالادستی کی دعوے دار ہے دانستہ طور پر اس ملک کی اخلاقی بنیادوں کو متزلزل کر رہی ہے اور لوگوں کے جذبات کو مجروح کر رہی۔ اخبارات میں عریانی و فحاشی کے تدارک کے لیے کوئی مؤثر عملی اقدامات نہیں کر رہی ہے یہ معاملہ اس بات کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی کیا جائے اور اس معزز ایوان میں اخبار کی ان خبروں پر مفصل بحث کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس بارے میں وزیر اطلاعات کچھ ارشاد فرمائیں گے ؟۔۔۔۔۔ تحریک التوائے کار پر شارٹ سٹینٹ نہیں ہوتی۔

وزیر اطلاعات : جناب والا! جمہوری حکومت نے آزادی اظہار کے حوالے سے پریس میڈیا کو مکمل طور پر آزادی دے رکھی ہے۔ آئین اور قانونی طور پر اخبارات اور رسائل میں اظہار خیال پر کوئی قدغن نہیں تاہم ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارے صحافی بھائی اور ہمارا پریس اخلاقی قدروں کی پاس داری کریں گے۔ واقعی میں نے بھی تراشے پڑھے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اخبار میں اس قسم کی چیزیں لکھی ہوئی ہوں وہ بچوں کے سامنے بھی انسان نہیں پڑھ سکتا۔ حکومت نے اس کا نوٹس لیا ہے اور اس کا کیس محکمہ داخلہ کے پاس بھیج دیا گیا ہے۔ وہ حسب ضابطہ کارروائی کریں گے اور قانون کے تحت ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر : لیکن اس تحریک التواء کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟ ڈاکٹر صاحب یہ چاہتے ہیں کہ اس کو admit کیا جائے اور اس پر ڈیبیٹ ہو۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : اگر آپ ان تراشوں کو دیکھیں تو وہ اس قدر شرم ناک ہیں کہ آپ پڑھ

نہیں سکتے عریاں اور بے حیائی کے ساتھ مرد اور عورت کے جنسی تعلقات کو بیان کیا گیا ہے۔
Various techniques what are the various modern techniques which are to be adopted and who should a man know adopt such a posture to satisfy his spouse. I mean this is all shameful.

عورتیں' مرد اور بچے اخبارات پڑھتے ہیں اور انہیں آپ اس طرح بتاتے ہیں کہ جیسے یہاں مغربی تہذیب ہے اور یہاں پاکستان ہے ہی نہیں اور ہماری اخلاقی اقدار نہیں' ہمارا کوئی قانون نہیں اور کوئی اخلاقی پاس داری نہیں ہے۔ میرے خیال میں اخبارات کے بارے میں اسمبلی میں مکمل طور پر بحث ہونی چاہیے کہ وہ کس حد تک ان سارے معاملات پر بحث کر سکتے ہیں' نقل کر سکتے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ مجھے پوری توقع ہے کہ آپ یہ پڑھ نہیں سکیں گے۔ اور یہ ایک دن نہیں ہوا۔ تین تاریخ کو' آٹھ تاریخ کو اور اس کے بعد گیارہ تاریخ کو مسلسل ایسی بے حیائی کی باتیں یہاں لکھی گئی ہیں اور اس کی اچھی خاصی سرکولیشن ہے۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ آپ ازراہ کرم اس کو منظور فرمائیں اور اس پر بحث کے لیے کوئی دن مقرر کریں۔

جناب سپیکر : اس تحریک التوائے کار نمبر 34 پر فیصلہ میں مؤخر کرتا ہوں۔

سیلاب کی صورت حال پر بحث

جناب سپیکر : ہم اب سیلاب کی صورت حال پر بحث شروع کرتے ہیں۔ چونکہ آج آخری دن ہے۔ سیلاب کی صورت حال پر بحث کے لیے معزز اراکین اسمبلی کے جو اسماء گرامی میرے پاس ہیں' ان میں خانزادہ تاج محمد خان' چودھری واجد علی خان' سید طاہر احمد شاہ صاحب' سردار عاشق حسین گوپانگ غالباً چودھری اعظم چیمہ صاحب بھی سیلاب کی صورت حال پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ میرے پاس یہ نام آئے ہیں۔ جو صاحبان بحث کرنا چاہتے ہیں وہ بتا دیں۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! دو دن پہلے میں نے اپنا نام بھجوایا تھا۔ لیکن آج لسٹ میں میرا نام بولا نہیں جا رہا۔

جناب سپیکر : جناب غلام سرور خان صاحب کا نام آج اس میں شامل ہے۔ اس میں چودھری

خادم حسین صاحب کا نام شامل ہے۔۔۔۔ جن صاحبان کے نام میرے پاس ہیں میں وہ بول دیتا ہوں۔ نعیم اللہ شاہانی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں اور تشریف نہیں رکھتے۔ حاجی غلام صابر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ راجہ ناصر علی خان صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ ذوالفقار علی چشتی صاحب' ارشاد حسین سیٹھی صاحب بات کر چکے ہیں؟۔۔۔۔ بات کر چکے ہیں۔ چودھری محمد حنیف صاحب' ملک محمد دین صاحب ڈاکٹر وسیم اختر صاحب۔ چودھری شاہد اکرم بھنڈر صاحب۔ اور نور محمد تارڑ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

ایک معزز رکن : چودھری نور محمد تارڑ صاحب بات کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے وہ بات کر چکے ہیں۔ شاہ نواز رانجھا صاحب اور چودھری عبدالحمید صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ خان آفریدی صاحب' چودھری واجد علی خان' عتیق الرحمٰن صاحب' سید چراغ اکبر صاحب' حاجی سردار خان صاحب' میاں عبدالستار صاحب' ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب' غلام سرور خان صاحب حاجی جلال دین ڈھکو صاحب' راجہ خلیق اللہ خان صاحب' اختر عباس بھروانہ صاحب' حاجی منشاء اللہ بٹ صاحب۔ حاجی محمد افضل چن صاحب' چودھر محمد اقبال صاحب اور چودھری احمد سلطان چیمہ صاحب۔ بات کرنا چاہتے ہیں۔ محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ بات کرنا چاہتی ہیں۔ محترمہ سمیرا ربانی کھر صاحبہ اور ایس اے حمید صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ میرے پاس کوئی 22 معزز اراکین اسمبلی کے نام ہیں جو اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے بعد چیف منسٹر صاحب بھی اس کو وائنڈ اپ کرنا چاہیں گے۔

وزیر قانون : جناب والا! وزیر ریلیف بھی آج ایوان کو اعتماد میں لینا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر : جی ٹھیک ہے' وہ بھی بات کرنا چاہیں گے۔ میرے خیال میں اب اس میں وقت کی حد مقرر کر لی جائے تاکہ اس میں سہولت ہو اور سب ہی معزز اراکین جو بات کرنا چاہتے ہوں وہ بات کر سکیں۔ پانچ منٹ کی تجویز آئی تو آپ کا کیا خیال ہے؟

جناب غلام سرور خان : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : غلام سرور خان صاحب آپ ذرا تشریف رکھیں۔ آپ کو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تو پوچھ رہا ہوں۔ کوئی تجویز ہے تو آپ بتائیے۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! اس سے دو دن پہلے بحث جاری رہی ہے۔ اور ان دو دنوں میں میں وزراء صاحبان اور مشیر صاحبان نے بات کی ہے۔ انہیں کھل کر بات کرنے کا

موقع دیا گیا تھا۔ اس روز وقت کی کوئی حد مقرر نہیں تھی۔ آج اپوزیشن کی طرف سے بھی کافی دوستوں نے بات کرنی ہے۔ حکومتی بنچوں کی طرف سے بھی کافی لوگوں کے نام آپ کے پاس آ چکے ہیں اور چیف منسٹر صاحب نے بھی آج اسے وائنڈ اپ کرنا ہے' تو ایک دن اس کے لیے کم ہوگا۔ ہماری استدعا ہے کہ سیلاب پر بحث کے لیے کم از کم ایک دن بڑھایا جائے۔ اور اپوزیشن کے لیے کم از کم وقت کی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر : تو ٹھیک ہے' آپ تشریف رکھیں۔ صاحبان' پانچ منٹ کافی ہیں؟

آوازیں : ٹھیک ہے۔

سید چراغ اکبر شاہ : جناب سپیکر! پانچ منٹ میں تو بات نہیں ہو سکے گی۔

جناب سپیکر : پانچ منٹ بات کرنے کے لیے کافی ہوں گے جو حکومتی بنچوں کے صاحبان ہیں وہ تو میرے خیال میں اتفاق کرتے ہیں کہ پانچ منٹ کافی ہیں۔ اور اپوزیشن کا یہ مطالبہ ہے کہ زیادہ وقت دیا جائے۔ اس کو accordingly دیکھ لیا جائے گا کہ اگر کسی کے پاس زیادہ con-tribute کرنے کے لیے وقت ہے تو اس کے مطابق کر لیں گے۔

وزیر قانون : جناب والا! اس سلسلہ میں میری ایک گزارش ہے کہ اگر آپ مہربانی فرمائیں تو جن معزز اراکین کے علاقوں میں سیلاب آیا ہے ان کے لیے پانچ منٹ کا وقت کم ہوگا' انہیں ذرا تفصیل سے بات کرنے کی اجازت فرمائی جانی چاہیے۔

جناب سپیکر : جی' میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ جن کے علاقے سیلاب سے براہ راست متاثر ہوئے ہیں ان کو وقت زیادہ ملنا چاہیے۔ میرے خیال میں کوئی حرج نہیں کہ ہم اس میں ایک دن اور بڑھا لیتے ہیں تاکہ معزز اراکین اسمبلی اس پر کھل کر بات کر سکیں۔ تو آج کے علاوہ کل بھی سیلاب کی صورت حال پر بات کی جائے گی۔

وزیر قانون : جناب والا! کل پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ کل پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔ تو اس سے اگلے روز سیلاب کی صورت حال بات کر لیں گے۔ اس کے لیے مزید ایک دن بڑھایا جاتا ہے۔ سردار صاحب! ٹھیک ہے؟

وزیر قانون : جناب والا! ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آج اس پر بات نہ کی جائے اور پھر سارا بوجھ

آخری روز پر آ پڑے۔ اور آپ پھر اس روز آپ کہیں کہ بات نہیں ہو رہی۔ آج آپ پورا contribute کریں۔ میں سب صاحبان کو موقع دوں گا۔ پانچ پانچ منٹ کا وقت ہم نے مقرر کیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : میاں منظور احمد موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ایجنڈا میں یہ ہے کہ آج سیلاب کی صورت حال پر بحث ہوگی۔ میری تجویز یہ ہے کہ بارشوں کو بھی سیلاب کے ساتھ ملا لیا جائے' کیونکہ بارشوں نے بھی کافی علاقہ متاثر کیا ہے۔ آپ rains and flood situation دونوں کو زیر بحث لے آئیں تو میرے خیال میں یہ ایک اچھی بات ہے' کیونکہ کافی علاقہ بارشوں سے بھی متاثر ہوا ہے۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے' میاں صاحب' کوئی پابندی نہیں آپ اس پر بے شک بات کریں تو اب ہم اس کا آغاز کرتے ہیں۔ جناب عاشق حسین گوپانگ صاحب! بسم اللہ کیجیے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! قبل اس کے کہ میں سیلاب کے متعلق کچھ گزارش کروں۔ میں اس جگہ کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں کہ جس علاقے میں بارش کا ہر وہ قطرہ چاہے وہ وادی کشمیر میں ہو' چاہے وہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ہو' چاہے وہ ڈیرہ غازی خان میں ہو۔ چاہے اس کا تعلق دریائے چناب سے ہو۔ چاہے اس کا تعلق دریائے ستلج سے ہو چاہے اس کا تعلق دریائے راوی سے ہو' چاہے اس کا تعلق دریائے سندھ سے ہو تو یہ تمام پانی میرے حلقہ نیلمت تحصیل علی پور میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اس بات کا اندازہ آپ اور معزز ایوان خوبی لگا سکتا ہے کہ جہاں صرف ایک دریا نے تباہی مچائی ہے' جہاں یہ تمام دریا اکٹھے ہو کر گزرتے ہیں تو وہاں پر تباہی کا کیا عالم ہوگا۔

جناب سپیکر! تحصیل علی پور اور ضلع مظفر گڑھ کے عوام ان سیلاب زدہ علاقوں میں شامل ہیں' جہاں کہ ہر سال سیلاب آتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے دوسرے علاقوں میں کبھی کبھی سیلاب آتے ہیں لیکن تحصیل علی پور اور ضلع مظفرگڑھ کے علاقوں میں ہمیشہ سیلاب آتے رہتے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے۔ میں بڑی صاف گوئی کے ساتھ اور وضاحت کے ساتھ اس بات کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پہلا موقع ہے کہ جس وقت موجودہ حکومت نے

ہر جگہ پہنچ کر بروقت تمام لوگوں کو امداد فراہم کی ہے۔ اس میں کوئی ابہام نہیں۔ کوئی کام پوشیدہ نہیں (نعرہ ہائے تحسین) اگر کوئی صاحب اس معاملے میں ماضی کی کسی حکومت سے موازنہ کرنا چاہتے ہیں تو میں ان کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ ماضی کی حکومتوں کے مقابلے میں موجودہ حکومت نے وہاں پر فوری طور پر پہنچ کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کی امداد کرکے ان کو ریلیف پہنچایا ہے جو کہ قابل تحسین ہے۔

جناب سپیکر! دوسرے نمبر پر میں یہ کہوں گا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ سیلاب زدہ علاقے میں وزیر اعظم صاحب بذات خود ہر جگہ پر تشریف لے گئے ہیں اور انہوں نے وہاں کے حالات کا بغور جائزہ لیا ہے۔ وہاں کے ریلیف کے انتظامات کا جائزہ لیا ہے۔

جناب سپیکر! تیسرے نمبر پر میں یہ کہوں گا کہ پہلی مرتبہ یہ بات سامنے آئی ہے اور تمام لوگوں نے یہ چیز محسوس کی ہے کہ جناب وزیر اعظم کی ڈیمانڈ پر ان کی اپیل پر تمام مخیّر حضرات نے ریلیف فنڈ میں زیادہ سے زیادہ رقم فراہم کرکے ان کے کام کو آسان بنایا ہے اور میں اس بات کا چشم دید گواہ ہوں کہ اس معاملے میں بہت سارے صنعت کار اور ایسے مخیّر حضرات جو کہ وزیر اعظم صاحب کی اپیل پر بذات خود سیلاب زدہ علاقوں میں پہنچے ہیں اور وہاں پر انہوں نے سیلاب زدگان میں اپنی توفیق کے مطابق سامان تقسیم کیا ہے۔ ان کو مالی امداد فراہم کی ہے۔ پہلا موقع ہے کہ جس وقت پاکستان کے تمام مخیّر حضرات' صاحب ثروت اور اہل درد لوگوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا ہے۔ یہ بھی ایک کارنامہ اس موجودہ حکومت کے حصے میں جاتا ہے۔

جناب سپیکر! چوتھے نمبر پر میں یہ کہوں گا کہ یہ فرمایا جاتا ہے کہ منگلا ڈیم سے پانی چھوڑنے کی وجہ سے دریائے جہلم میں پانی آیا ہے اور یہ سیلاب کا موجب بنا ہے۔ تو جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اپنے بھائیوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر منگلا ڈیم کی وجہ سے دریائے جہلم میں سیلاب آیا ہے تو پھر چناب میں کون کون سا منگلا ڈیم تھا کہ جہاں پر یہ پانی آیا؟ سندھ میں کون سا منگلا ڈیم تھا کہ جہاں پر دروازے کھولنے کی وجہ سے پانی آیا ہے؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ کیچمنٹ ایریا کا جو بھی علاقہ تھا چاہے وہ ستلج کا علاقہ تھا' چاہے وہ جہلم کا علاقہ تھا' چاہے وہ چناب کا علاقہ تھا' چاہے وہ سندھ کا تھا تمام علاقوں میں کیچمنٹ ایریا میں بارش ہونے کی وجہ سے تمام دریاؤں میں سیلاب آیا ہے نہ صرف یہ کہ منگلا ڈیم کے

دروازے کھولنے کی وجہ سے دریائے جہلم میں سیلاب آیا ہے۔ یہ مخالفت برائے مخالفت کا جو انداز ہے یہ قطعی طور پر بلا ضرورت ہے اور میرے خیال میں ہمارے محترم بھائی جو حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہیں ان کو اپنے رویے میں تبدیلی لانی چاہیے۔

جناب سپیکر! اب میں ایک ایسے معاملے کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں اور اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں چند دن پہلے منسٹر اریگیشن صاحب یہاں پر ایک بیان دے رہے تھے۔ جس پر میں نے وضاحتاً کھڑے ہو کر ایک بات کی تھی تو آج میں اس کو وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ضلع مظفر گڑھ میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ 1973ء میں ضلع مظفر گڑھ کو بچانے کے لیے ہیڈ پنجند کے بائیں کنارے پر اس وقت کی حکومت نے شگاف ڈال دیا تھا اور مظفر گڑھ کو اس لحاظ سے بچا لیا گیا تھا۔ تو یہ ایک ایسا پروپیگنڈہ ہے جو کہ آئی جے آئی کی حکومت کے خلاف جاتا ہے اور مظفر گڑھ کے جو آئی جے آئی کے ایم پی اے ہیں ان کے خلاف جاتا ہے اور یہ تمام واقعہ من گھڑت ہے۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اس وقت مظفر گڑھ کو بچانے کے لیے نہ تو بہاول پور کی طرف شگاف ڈالا گیا تھا اور نہ ہی علی پور کی طرف شگاف ڈالا گیا تھا' بلکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ اس وقت دونوں طرف سے ازخود بند ٹوٹ گئے تھے۔ میں نے جو کچھ دن پہلے وضاحت کی تھی اس کا عرض کرنے کا مقصد اس پروپیگنڈے کو غلط قرار دینا تھا اور یہ بتانا تھا کہ ریکارڈ کے مطابق وہ غلط ہے۔ حقیقت میں صورت حال یہی ہے کہ مظفر گڑھ کو بچانے کے لیے اس طرف بند نہیں توڑا گیا تھا بلکہ یہ بند از خود ہر جگہ پر ٹوٹ گئے تھے اور اس وقت کے ریکارڈ کو دیکھ کر یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ نہ صرف ہیڈ پنج ند پر بلکہ قادر آباد سے لے کر ہیڈ پنج ند تک دونوں طرف سے تمام حفاظتی بند از خود ٹوٹ گئے تھے نہ کہ کسی حکومت کو ان کو توڑنے کی نوبت آئی تھی' کیونکہ اس وقت یہ بند انتہائی کمزور تھے اور ان کی کوئی نگہداشت نہیں تھی۔

جناب سپیکر! آخر میں میں ایک ایسے معاملے کی طرف آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کو اعتماد میں لینا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں جب سیلاب آیا تھا تو اخبارات نے میرے متعلق کچھ اس طرح کی رپورٹنگ کی ہے جس کی کہ میں وضاحت کرنا بہت ضروری سمجھتا ہوں۔

جناب سپیکر! ہیڈ پنج ند پر جس وقت ہم وہاں پر موجود تھے تو بہاول پور کے دوست بھی وہاں پر موجود تھے۔ بہاول پور کی انتظامیہ بھی وہاں پر موجود تھی مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان کی انتظامیہ بھی وہاں پر موجود تھی۔ وہاں پر چیف انجینئر صاحب نے جو ہیڈ پنج ند پر تعینات تھے۔ انہوں نے اپنی بریفنگ میں کہا تھا کہ ہیڈ پنج ند پر جس وقت پانی کا لیول آر ڈی نمبر 15 پر 345 ہو جائے گا تو اس وقت حفاظتی بند کو توڑ دینا ہمارے لیے لازمی ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ ہماری مجبوری ہے اور انہوں نے 1992ء کے مینوئل کو ہاتھ میں لے کر لہراتے ہوئے کہا تھا کہ اس مینوئل کے مطابق ہم اس بات کے پابند ہیں کہ آر ڈی نمبر 15 پر جس وقت پانی کا لیول 345 ہو جائے گا تو ہم حفاظتی بند توڑ دیں گے۔ اگرچہ ہم نہیں چاہتے تھے۔ لیکن بادل نخواستہ ہم نے ان کی بات کو اس لیے مان لیا کہ ان کا مینوئل یہ بتاتا تھا اور اس مینوئل کے مطابق یہ بات ان کے لیے ضروری تھی۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ جس وقت یہ لیول 342 پر پہنچا تو انہوں نے اس بند کو توڑنے کا فیصلہ کر لیا اور آرمی کو کہہ دیا کہ یہ بند توڑ دیا جائے۔ اس وقت میں نے احتجاج کیا۔ میں نے کہا کہ جناب چیف انجینئر صاحب' آپ خود ہی فرمایا کرتے تھے آپ نے مینوئل کا حوالہ دیا تھا۔ آپ کا مینوئل بتاتا ہے کہ جس وقت ہیڈ پنج ند کا لیول 345 پر پہنچے گا تو اس وقت بند توڑا جائے گا۔ لیکن ابھی تک پانی کا لیول تین فٹ نیچے ہے۔ تین فٹ نیچے کا مقصد یہ ہے کہ 4 لاکھ کیوسک پانی ابھی مزید اس میں سے گزر سکتا ہے اور اس کے باوجود آپ کہتے ہیں کہ ہم نے بند توڑنا ہے۔ میں نے کہا کہ اس صورت میں ہم بند نہیں توڑنے دیں گے۔ تو یہ اصل صورت حال تھی جس پر میں نے re-sist کیا میں حق بجانب تھا۔ میرا موقف بالکل صحیح تھا۔ لیکن وہاں پر بعض دوستوں نے اخبارات میں اس طریقہ سے پلے اپ کیا ہے کہ جیسے میں نے اپنے علاقے کو' اپنے مفادات کو بچانے کے لیے ہیڈ پنج ند کو خطرے میں ڈال کر وہاں پر resist کیا ہے۔ اس بات میں قطعاً کوئی حقیقت نہیں۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے اس تمام معاملے کی تحقیقات کے لیے ایک کمشن مقرر کر دیا ہے۔ یہ بات میں نے صرف اس لیے کی ہے کہ میں یہ وضاحت کرنا چاہتا تھا۔ اپنی پوزیشن کو کلیئر کرنا چاہتا تھا۔ جس طرح کہ اخبارات میں پلے اپ کیا گیا ہے' رپورٹنگ کی گئی ہے' اس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں میرا خدا گواہ ہے کہ اگر ہیڈ پنج ند کو ایک فی صد بھی خطرہ ہوتا تو میں پہلا شخص ہوتا جو کہتا کہ اس بند کو توڑ دیا جائے۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ ہیڈ پنج ند کو ایک فی صد بھی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہاں کی انتظامیہ اس

بند کو توڑنے پر تلی ہوئی تھی۔ اس کی وجہ سے میں نے resist کیا اور میں نے جا طور پر re-sist کیا ہم وزیر اعلیٰ صاحب کے بے حد مشکور ہیں کہ انہوں نے اس واقع کی تحقیقات کے لیے ایک کمشن مقرر کر دیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ علی پور کے عوام جو اس واقعے سے متاثر ہوئے ہیں اس تحقیقات کے ذریعے سے ان کو انصاف مہیا ہوگا اور ہم اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ صاحب کے بے حد ممنون ہیں۔

جناب سپیکر! آخر میں آپ کے توسل سے میں صرف ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کہ جہاں تک temporary relief کا تعلق ہے میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اس حکومت نے سب سے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا ہے اور وہ اسے موثر طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان اور وزیر اعلیٰ صاحب کو اعتماد میں لینے کے لیے ان تک یہ بات پہنچانے کے لیے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ مستقل آباد کاری کے لیے کاشت کاروں کو جو سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں وہ ناکافی ہیں۔ وہ کافی نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! یہ کہا گیا ہے کہ بارہ ایکڑ والوں کو بغیر سود کے قرضہ دیا جائے گا۔ تو جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو ایک سو ایکڑ کا مالک ہے وہ کیا کرے گا؟ اس کی بھی تو تمام کی تمام پونجی ڈوب گئی ہے تو وہ کہاں سے قرضہ لے گا۔ اگر اسے بغیر سود قرضہ مہیا نہیں کیا گیا تو اسے بھی کوئی چیز بیچ کر وہاں پر لگانی پڑے گی۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ مستقل آباد کاری کے سلسلے میں جو معاملات حکومت کے زیر غور ہیں اور اس سلسلے میں جو فیصلے کیے ہیں ان پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور ان میں مزید اضافہ کرنا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ بیس ہزار روپے کے قرضے کو موخر کیا جائے گا اور اس پر سے سود معاف کر دیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عملی طور پر کوئی کاشت کار ایسا نہیں جس کا قرضہ بیس ہزار تک ہو' بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ بیس ہزار کا قرضہ صرف پانچ ایکڑ کپاس تک کے لیے کافی ہوتا ہے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسا کاشت کار نہیں جس کی کپاس کی کاشت پانچ ایکڑ سے کم ہو۔ بلکہ اس سے زیادہ ہے اور اس نے اسی کاشت کے لیے قرضہ لیا ہے۔ جو اس کی کاشت ڈوب چکی ہے۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ جس طریقے سے حکومت دوسرے معاملات میں کار خانے دار کو قرضوں سے معافی دے دیتی ہے یا ان کا سود معاف کر دیتی ہے جو مکمل طور پر تباہ ہو جاتے ہیں اسی طریقے سے کاشت کاری کے لیے

جن لوگوں نے قرضہ لیا ہوا تھا وہ مکمل طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے ان کو مکمل ریلیف ملنا چاہیے نہ کہ عارضی طور پر ان کو سود معاف ہونا چاہیے یا ان کی بیس ہزار تک کی حد مقرر کی جائے۔ یہ میں آپ کے توسط سے وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ صاحب تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ مستقبل آباد کاری کے لیے جو انہوں نے فیصلے کیے ہیں ان پر نظر ثانی ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر! چونکہ یہ ایک ایسا موقع ہا ہے کہ یہاں سیلاب آیا ہے اور پورا پاکستان اس سے متاثر ہوا ہے۔ میں آپ کے توسط سے یہ عرض کروں گا کہ ہم ہر سال متاثر ہوتے ہیں' اس لیے ہمیں اس چیز کا زیادہ احساس ہے۔ اب میں آپ کے توسط سے جناب وزیر اعلیٰ اور وزیر آب پاشی کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس دفعہ بھی ان حفاظتی بندوں کی حفاظت کے لیے بہت کچھ کیا گیا ہے۔ لیکن ان بندوں کی مزید حفاظت کے لے اور مزید بندوں کی تعمیر کے سلسلے میں یا ایسے دریا جن کا کٹاؤ پیدا ہو رہا ہے اور زمین دریا برد ہو رہی ہے وہاں پر سپر تعمیر کے جائیں اور آبادی کو بچانے کے لیے مزید حفاظتی بند تعمیر کیے جائیں اور جو اس وقت حفاظتی بند موجود ہیں' ان کو مزید مضبوط بنایا جائے۔

جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ بہت بہت مہربانی۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : چودھری خادم حسین صاحب۔

چودھری خادم حسین : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع فراہم کیا۔ جناب والا! میں وہ شخص ہوں کہ جس کے حلقے میں منگلا ڈیم کا پہلا ریلا شروع سے لے کر آخر تک میرے پورے علاقے کو تباہ و برباد کر گیا۔ قبل اس کے کہ میں موجودہ بربادی کے بارے میں بات کروں کچھ ابہام اخبارات میں ہوا اور کچھ ٹیلی وژن پر غلط نشریات کی گئیں۔ یعنی چلا ہیلا جسے کہتے ہیں یہ ریونیو اسٹیٹ کے آٹھ گاؤں پر مشتمل ہے۔

جناب سپیکر! چونکہ میں وہ بات کر رہا ہوں جس کے ساتھ آئندہ آنے والے مقررین حضرات ہیلنس رکھ کر اپنی باتیں کریں گے تو میں آپ کی وساطت سے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایوان جائے آپس میں باتیں کرنے کے اس دکھی داستان کو سنے اور اس کے مطابق بات کرے۔

جناب سپیکر : آرڈر۔ پلیز۔ آرڈر پلیز۔

چودھری خادم حسین : جناب والا پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منگلا ڈیم کا جو Manual ہے وہ واضح طور پر بات بتا رہا ہے کہ کسی بھی صورت میں 1202 فٹ سطح سمندر سے اوپر پانی ایک انچ بھی نہیں کیا جائے گا اور جناب والا! اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اگر وہ silt up بھی ہو جاتا ہے پھر بھی پانی کی سطح 1202 فٹ سے اوپر نہیں ہوگی۔ تو جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ منگلا ڈیم بناتے وقت یہ خیال کیا گیا تھا کہ اس میں کسی بھی سطح پر پانی آئے گا۔ تو spillway کو کھولنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں پڑے گی۔۔ پانی اپنے آپ گزر جائے گا۔ اور اس دفعہ اس پر چھ فٹ کا بند بنایا گیا تھا' یعنی پہلی دفعہ Manual کی خلاف ورزی کی گئی جس کے نتیجے میں پوری قوم آج اس مصیبت میں مبتلا ہوئی۔ جناب والا! وفاقی حکومت نے کمیٹی مقرر کر دی ہے۔ لیکن میں یہاں بھی ایک بات عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ کمیٹی اسی محکمے کے وزیر کی سربراہی میں نہیں ہونی چاہیے تھی جس محکمے کے چیف انجینئر نے Manual کی خلاف ورزی کی۔ اس کے سربراہ ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے جج ہوتے تو یہ بہتر تھا۔بہر حال' میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کون مجرم ہے۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ واپڈا والوں کی نااہلی یا غفلت سمجھیے اس میں کیا بات تھی کہ جب انہوں نے Manual کی خلاف ورزی کی اور آج پوری قوم تباہ و برباد ہو رہی ہے۔ میرے علاقے کو جا کر دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر : جی' خادم حسین صاحب۔

چودھری خادم حسین : جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ میرے علاقے کو جا کر دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ وہاں بسے ہوئے گھر کھنڈر بن گئے ہیں۔ مزروعہ زمین برد ہو چکی ہے۔ وہاں پر آٹھ آٹھ فٹ ریت پڑ گئی ہے یا آٹھ آٹھ فٹ نیچے سے پتھر نکل آئے ہیں۔ نہ وہ زمین قابل کاشت رہی ہے اور نہ ہی اسے قابل کاشت کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس کو بلڈوز بھی کریں تو جو دریا کی اصل سطح سمندر ہے جہاں پر routine کے مطابق پانی چالیس ہزار فٹ آتا ہے وہ بھی اس کی سطح سے اوپر ہو جائے گا۔ اب وہ کاشت کے قابل نہیں رہی۔

جناب والا! اب میں اصل حقائق کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔میرے بھائیوں

نے اس بارے میں تو کچھ نہ کچھ کہہ دیا۔ کسی نے اس کے حق میں بات کی اور کسی نے حقیقت کی بات کی اور کسی نے محض مخالفت برائے مخالفت کی بات کی۔ آج کی آیت کریمہ جو پڑھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن پاک میں یہ فرما دیا تھا کہ جب بھی کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آئے جب بھی کسی مسلمان پر کوئی آفت گرے تو وہ اللہ کے ہاں رجوع کرے۔ خانہ خدا پر حاضری دے۔ یہ شیوہ مسلمانی اور حکم خداوندی بھی ہے۔ تو عالیجاہ! ہمارے وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف صاحب نے عمرہ کیا۔ جناب والا! جب پہلے دن ریلا آیا میں اس وقت انگلینڈ میں تھا۔ وہاں پر میری والدہ ماجدہ بیمار تھیں۔ جس دن مجھے صحیح صورتحال کا پتا چلا تو میری والدہ مرحومہ نے اسی وقت یہ کہا کہ پاکستان جاؤ اور اپنے دکھی بھائیوں کی مدد کرو' کیونکہ آپ ان کی وجہ سے اسمبلی میں پہنچے ہیں۔ آپ میری پرواہ نہ کریں۔ میرے پاس میرا پورا خاندان ہے۔ لہٰذا میں واپس آیا۔ جناب والا! انگلینڈ میں بھی یہ خبر چھپی تھی کہ ایک طرف تو سیلاب آچکا ہے' دوسری طرف وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف صاحب عمرے پر جا چکے ہیں۔ میں اپنے حزب اختلاف کے بھائیوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ جس طرح سے کل کرنل صاحب نے کہا ہے کہ آپ نے کچھ ایسی باتیں کی ہیں کہ آپ اس کی معافی مانگیں میں ان سے آج پھر دوبارہ یہ کہتا ہوں کہ آج جو آیت مبارکہ پڑھی گئی ہے۔ اس کے مطابق میاں نواز شریف صاحب نے خانہ خدا پر حاضری دی ہے روضہ رسول پر حاضری دی ہے۔ انہوں نے عین حکم خداوندی کی اطاعت اور پیروی کی ہے۔ مگر انہوں نے اس چیز کو بھی سیاسی اکھاڑہ بنانے کی کوشش کی۔

حاجی محمد افضل چن : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں تو سوچ رہا تھا کہ جنہیں اللہ والے کہتے ہیں وہ بولیں گے۔ لیکن اللہ والے تو سو رہے ہیں۔

جناب والا! قرآن پاک میں اس کا کہیں بھی ذکر نہیں آیا کہ جب بھی کوئی عذاب آئے تو خانہ کعبہ پر حاضری دیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ضرور کریں۔ قرآنی آیات کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے ان کو غلط معنی نہ دیے جائیں۔ وہاں حاضری دینے کا کہیں بھی ذکر نہیں آیا۔ قرآن پاک میں یہ ہے کہ جب بھی مصیبت آئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اللہ سے معافی مانگو۔

جناب ڈپٹی سپیکر : حاجی صاحب! خانہ کعبہ بھی جانا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والی بات

حاجی محمد افضل چن : جناب کون سی ایسی جگہ ہے۔ جہاں اللہ موجود نہیں وہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اپنا اندر صاف کریں تو بیت اللہ جانے کی بھی ضرورت نہیں اگر اندر صاف نہیں ہوگا تو بیت اللہ جانے سے بھی کچھ نہیں بنے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : حاجی صاحب' تشریف رکھیں چودھری صاحب' فرمائیں۔

چودھری خادم حسین : میں حاجی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ رجوع اور حاضری ایک ہی چیز ہے۔ شیوہ مسلمانی بھی ہے اور حکم خداوندی بھی ہے۔ میں پھر اسی چیز پہ اصرار کرتا ہوں۔ آپ تشریف لے جائیں' اس میں بات ایک ہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب' آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

چودھری خادم حسین : میں اپنی بات جاری رکھتا ہوں۔ وہاں جانے سے پہلے جس دن سیلاب آیا تھا اسی دن وزیر اعظم پاکستان نے سکیورٹی انتظامات کو مد نظر رکھے بغیر جہلم میں اپنا ہیلی کاپٹر اتار کے اپنے دکھی بھائیوں کی ہمدردی کی اور اس کے بعد وہاں تشریف لے گئے۔ لیکن انہوں نے یہ بھی کل کہا کہ دیکھو جی! یہ کیا ہو رہا ہے۔ کل کا میں واقعہ سناتا ہوں۔ اب متاثرین کی فہرستیں بن رہی ہیں۔ وزیر اعظم چین کے دورے سے واپسی پر اپنے گھر یا اپنے دفتر نہیں گئے۔ وہیں انہوں نے کہا کہ ہیلی کوپٹر یہاں کھڑے ہوں اور مجھے ضلع جہلم کے مواضعات کی مکمل فہرستیں فراہم کی جائیں۔ ہم جہلم میں انتظار کرتے رہے کہ شاید جہلم آئیں گے۔ لیکن وہ ایک دور دراز پنڈ دادن خان کے گاؤں عطار کے گاؤں میں ہیلی کوپٹر اتار کے داخل ہوگئے اور فہرستیں خود چیک کیں کہ کسی کے ساتھ ناانصافی تو نہیں ہو رہی۔ جب انہوں نے دیکھا کے پورے انصاف کے ساتھ متاثرین کی فہرستیں بنائی جا رہی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آج سے پہلے کسی حکومت میں بھی کوئی مائی کا لعل نہیں ہوا کہ جس نے اتنی کوششیں کی ہوں۔ اگر کوئی بتا دے تو میں کہوں گا ٹھیک ہے۔ یہ نہیں' کہ جیسے میرے بھائی نے کل تقریر کی اور کہا کہ کام نہیں ہو رہا۔ خدا وہ چھ دن کے بعد آپ کے علاقے میں آئے تھے۔ ہماری پارٹی' ہمارے گروپ میں اتنا جذبہ ہے۔ کیوں' اس لیے کہ ہماری قیادت خلوص کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ ہم اپنی والدہ محترمہ کو بستر مرگ پر چھوڑ کر آ گئے لیکن وہ میرے بھائی جو کل واک آؤٹ بھی کر گئے تھے۔ پہ ان کے بعد اپنے علاقے میں آئے اور چھ دن

تک ملتان کے کسی گھر میں آرام کر رہے تھے۔ وہ لوگ کیا کہہ سکتے ہیں۔ پوچھیں ہم سے' جو لٹے تھے' پوچھیں ہم سے' جو مارے گئے' پوچھیں ہم سے جو تباہ ہو گئے' پوچھیں ہم سے کہ جن کی مائیں مریں' جن کے بیٹے مرے۔ ہمارے پاس نہ مویشی رہے ہیں اور نہ زمین رہی' نہ کہیں کپاس کی فصل ہے۔ لیکن جہلم کے لیے جوار اور باجرہ کی فصل سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس تو ہے ہی یہ' اس کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں مزدوری کرتے ہیں' فوج میں ملازمت کرتے ہیں۔ یہی ہمارا ذریعہ معاش ہے۔ اب ہیلاجات میں جو مواضعات ہوتے ہیں ان کے پاس مویشی ہوتے ہیں۔ ان کا ذریعہ معاش یہ ہوتا ہے کہ وہ کافی مویشی رکھتے ہیں۔ ان کا ایک مویشی بھی نہیں رہا۔ وہ بھی ابھی ہمیں نہیں مل رہے۔ آج میں یہ برملا بات کہوں گا کہ جس طرح 1965ء میں جذبہ اٹھا تھا کہ قوم متحد ہو گئی تھی آج وزیر اعظم پاکستان اور حکومت وقت کے ساتھ پوری قوم متحد ہو گئی ہے۔ ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ لوگوں کو ضروریات زندگی فراہم کیں۔ کپڑے دیے' پیسے دیے اور انشاء اللہ تعالیٰ حکومت کے وسائل کے مطابق جو کچھ تھا وہ ان متاثرہ علاقوں کے لیے وقف کر دیا ہے اور ادا بھی کیا۔ سب سے پہلے وزیر اعظم پاکستان چار دفعہ جہلم میں تشریف لائے' تین چار دفعہ وزیر اعلیٰ جہلم میں تشریف لے گئے' ایک دفعہ صدر پاکستان تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ سپیکر قومی اسمبلی تشریف لے گئے اور وزراء اراکین اسمبلی اور مشیران تو لا تعداد مواقع پر لوگوں کے دکھ کے برابر کے شریک رہے۔ میں دونوں طرف بیٹھنے والے صاحبان سے استدعا کروں گا کہ جو حقیقت ہے اس کو بیان کریں مخالفت برائے مخالفت نہ کریں۔ جب میں 16 تاریخ کو جہلم آیا تو وہاں دلدل کے سوا کچھ نہیں تھا۔ آج جس طرح انتظامیہ نے اور میونسپل کمیٹی نے اور جس طرح راولپنڈی کی میونسپل کمیٹی نے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے۔ آج وہاں جا کر دیکھیں تو وہی شہر آباد نظر آ رہا ہے۔ وہاں رونقیں لوٹ رہی ہیں۔ یہ کوئی خوشامد کی بات نہیں لیکن حقیقت کو حقیقت نہ کہنا بھی کفر کے مترادف ہے۔ جہاں واپڈا والوں کی نا اہلی کا میں برملا ذکر کر رہا ہوں کہ ان کی نا اہلی ہے' ان کی غفلت ہے۔ جو مجرم ثابت ہو اس آدمی کو اتنی سزا دینی چاہیے تاکہ آنے والے وقت میں کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ وہاں انتظامیہ نے ایک سپاہی سے لے کر ایس پی تک اور ایک چپڑاسی سے لے کر ڈپٹی کمشنر تک ہر آدمی نے قومی فریضہ سمجھ کے سیلاب زدہ بھائیوں کی امداد کی۔ میں اس سے تھوڑا آگے جاتا ہوں۔ جناب سپیکر! جہلم

کا علاقہ چونکہ ایک بارانی علاقہ ہے۔ پانی تو جہلم سے آتا ہے۔ لیکن استعمال کے لیے ہمیں ایک بوند بھی نہیں ملتی۔ یعنی تمام آب پاشی کا علاقہ جہلم کے باہر کا ہے۔ جہلم تباہ ہو چکا ہے۔ جہلم کو بالخصوص امداد دی جائے۔ میں وزیر آب پاشی وزیر زراعت اور وزیر منصوبہ بندی سے خصوصی طور پر یہ درخواست کروں گا کہ ایک ٹیم کی شکل میں جا کر اس کا جائزہ لیں اور آئندہ کے لیے ہمیں بچایا جائے۔ اس کی میں آپ کے سامنے کچھ تجاویز پیش کرتا ہوں۔ پورے ضلع میں میرے دو شہر جہلم اور پنڈ دادن خان ہیں۔ دونوں کا ٹریڈر تباہ ہو چکا ہے۔ رات دو بجے کے قریب یہ سیلاب آیا۔ لوگ سوئے ہوئے تھے تمام کا تمام سامان جو دکانوں میں تھا وہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کو دس بیس ہزار روپیہ دینے سے کام نہیں چلے گا۔ ان کو بغیر سود کے لمبی مدت کے قرضہ جات دیے جائیں تاکہ وہ پھر اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو سکیں۔ اسی طرح میں حکومت وقت کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس نے مرنے والے کو تیس ہزار روپیہ دیا' چاہے وہ کوئی بھی تھا اور جو خاندان کا کفالت کرنے والا ممبر تھا' اس کے لیے پچاس ہزار روپیہ فوری طور پر فراہم کیا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت ان کے دکھ میں تھوڑا سا شریک ہوئی۔ انسانی جان کی کوئی قیمت تو نہیں دی جا سکتی لیکن کسی کے آنسو ضرور پونچھے جا سکتے ہیں۔ کہ اسی طرح حکومت نے پانچ اور دس ہزار روپیہ ان لوگوں کو فوری طور پر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جن کے مکان منہدم ہو گئے ہیں' یا جن میں دراڑیں آ گئی ہیں یا انہیں کوئی نقصان پہنچا ہے۔ یہ جو پانچ پانچ' دس دس ہزار روپیہ ہے۔ اگر اس کو consolidate کیا جائے' اس کو جمع کیا جائے تو یہ تعداد اربوں روپے میں چلی جائے گی۔ بظاہر یہ تھوڑے معلوم ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میاں نواز شریف صاحب کی ہمت ہے کہ جنہوں نے تاجر حضرات' تنظیموں کو' اداروں کو اس میں حصہ ڈالنے کے لیے کہا۔ اور میں ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو کہ اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں اور جنھوں نے میرے علاقے میں جا کر اپنا حصہ ڈالا اور ہماری امداد کی۔ یہ میاں نواز شریف صاحب اور ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کی ہمت ہے جو کہ حکومت کی اور عوامی سطح پر چندہ اکٹھا کر کے متاثرین علاقہ کو امداد پہنچا رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ وہ آئندہ بھی امداد پہنچاتے رہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب ذرا وقت کا خیال رکھیں۔

چودھری خادم حسین : بہتر ہے۔ جناب' میں اپنی بات کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جناب والا! جہلم کو بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ جہلم کے چھ ساتھ مقامات پر جہاں دریا نے اپنی سمت کو بدل دیا ہے۔ ان مقامات پر منگولا سے لے کر جہلم تک پانچ چھ جگہوں پر جن میں منگولا ہے' گلیال ہے' چک دولت ہے اور اس سے آگے بھی کچھ گاؤں ہیں یعنی جہلم تک چھ سات spur بنیں اور اس کے ساتھ ساتھ جہلم کے قریب' جہلم شہر سے دو تین کلومیٹر پر بند بنایا جائے' وگرنہ اور آنے والا سیلاب ہمیں تباہ و برباد کر جائے گا۔ اور میں یہ بھی تجویز دیتا ہوں کہ جہلم کو آفت زدہ قرار تو دیا جا چکا ہے لیکن ہمارے جو تاجر حضرات ہیں ان سے انکم ٹیکس والے return of income tax مانگ رہے ہیں۔ ان کو دس سال کے لیے tax free کیا جائے۔ ان سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔ نہ ان لوگوں سے انکم ٹیکس لیا جائے' نہ پراپرٹی ٹیکس لیا جائے اور نہ ہی کوئی اور ٹیکس لیا جائے کیونکہ ان کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر : میں بیلا کے دیہات کے لیے یہ ضرور عرض کروں گا کہ ان لوگوں کی یہاں پر رہائش کا کوئی جواز معلوم نہیں ہوتا اس لیے ان کی رہائش کے لیے کوئی متبادل زمین خواہ وہ کہیں بھی ہو دی جائے اور ان کو کھیتی باڑی کے لیے بھی زمین دی جائے۔ ان گذراشات کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب غلام سرور خان صاحب۔

جناب غلام سرور خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ' جناب سپیکر! آپ نے مجھے سیلاب پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ جناب والا! آج تیسرا دن ہے اور آج سے دو دن پہلے کافی دوستوں نے سیلاب کی صورت حال پر اظہار خیال کیا ہے۔ ہماری طرف سے حزب اختلاف میں بیٹھے ہوئے دوستوں نے حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ دوسری طرف بیٹھنے والوں نے حکومت کو پوری طرح سے defend کرنے کی کوشش کی ہے۔ کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ حکومت کی غفلت اور لا پرواہی کی وجہ سے صوبہ پنجاب کے عوام کو یہ دن دیکھنا پڑا۔ کچھ اراکین اسمبلی کا یہ خیال تھا کہ یہ سیلاب عذاب الٰہی کی صورت میں نمودار ہوا۔ جناب سپیکر! حیثیت مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کے اعمال کی جزا اور سزا روز محشر کے بعد'

حساب و کتاب کے بعد جنت اور دوزخ کی صورت میں دے گا۔ اس سے ہٹ کر میرا اس بات پر بھی پختہ ایمان اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال کی سزا آخرت میں تو دینی ہی دینی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کی سزا ہمیں دنیا میں بھی دیتا ہے۔جناب سپیکر! اسی طرح اللہ کے حکم کے مطابق' اللہ کے فرمان کے مطابق قوموں کے اعمال کی سزا قوموں پر نااہل حکمران مسلط کر کے دی جاتی ہے۔ اور جناب والا! یہی وجہ ہے کہ آج پورے پاکستان کو اور بالخصوص صوبہ پنجاب کے عوام کو یہ برا دن دیکھنا پڑا۔ یہ 1992ء میں آنے والا سیلاب کوئی پہلا سیلاب نہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں اس سے پہلے بھی چار سیلاب آ چکے ہیں۔ سب سے پہلا سیلاب 1954ء میں آیا تھا' اس کے بعد دوسرا سیلاب 1973ء میں تیسرا سیلاب 1988ء میں اور چوتھا سیلاب 1992ء میں آیا۔ ہر سیلاب اپنے دور کا بدترین سیلاب تھا۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ آج تک کسی بھی حکومت نے سیلابوں کی روک تھام کے لیے کوئی بھی بندوبست نہیں کیا جناب سپیکر! 1952ء میں ہالینڈ میں بھی ایک سیلاب آیا تھا ہالینڈ ایک ایسا ملک ہے جسے تینوں اطراف سے سمندر نے گھیرا ہوا ہے اور اس سیلاب میں صرف 18 جانیں ضائع ہوئی تھیں۔ جناب والا! وہ قومیں زندہ قومیں ہیں۔ وہاں پر انسانیت کی قدر کی جاتی ہے۔انہوں نے سمندری لہروں کو روکنے کا بندوبست کیا۔ سمندر کی طرف سے پختہ بندوں کی صورت میں انہوں نے اپنے علاقے کو محفوظ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد آج تک وہاں کے لوگ سیلاب کا شکار نہ ہوئے۔ جناب سپیکر! یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے ملک میں آج تک جتنے بھی اہم واقعات ہوئے ہیں ان کی ذمہ داری کسی شخص کسی حکومت' کسی محکمہ پر قطعاً نہیں ڈالی گئی۔ ہمارے قائد' قائد اعظم محمد علی جناح' یہاں میرے مسلم لیگی بھائی بھی تشریف فرما ہیں' اگر ان کی موت کو سامنے رکھا جائے تو ان کی موت بھی ہماری لاپرواہی کی وجہ سے قبل از وقت ہوئی تھی۔ آج تک اس پر بھی کوئی انکوائری نہیں کی گئی۔ شہید ملت لیاقت علی خان کو بھی ہم نے شہید کیا' پاکستانی عوام نے شہید کیا۔ آج تک اس سلسلے میں کوئی انکوائری نہ ہوئی۔ کسی کمشن کی رپورٹ نہ آئی۔ کسی کو گناہ گار قرار نہ دیا گیا۔ پھر اسی طرح جو اس ملک کے ساتھ سب سے بڑی ٹریجڈی ہوئی۔

جناب احمد خان بلوچ : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب احمد خان بلوچ صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔ پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب احمد خان بلوچ : جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل دوست نے فرمایا ہے کہ موت قبل از وقت آگئی۔ کیا موت قبل ازوقت آ سکتی ہے؟ موت کا دن مقرر نہیں میرا خیال ہے کہ یہ تو قرآن شریف کا فیصلہ ہے کہ موت کا دن مقرر ہے۔ موت قبل از وقت نہیں آتی۔ اور اپنے مقررہ وقت پر آتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : احمد خان بلوچ صاحب' آپ کی یہ بات درست ہے۔ ہمارے ایمان کے مطابق موت کا ایک دن مقرر ہے اور اس کا وقت بھی متعین ہے۔

جناب غلام سرور خان : جناب والا! بحیثیت مسلمان ہمارا یہ پختہ ایمان ہے کہ موت کے لیے جو وقت مقرر ہے اس پر موت نے آنا ہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ موت کے وقت کو prolong بھی کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب غلام سرور خان : جناب والا! میری بات کرنے کا مقصد یہ تھا کہ قائد اعظم کی زندگی بچائی جا سکتی تھی۔ لیکن ہماری نا اہلی اور غفلت کی وجہ سے قائد اعظم کی موت واقع ہوئی۔

جناب والا! میں یہ بات کر رہا تھا کہ اس ملک کے ساتھ جو سب سے بڑی ٹریجڈی ہوئی ہمارا آدھا ملک ہم سے الگ ہوا اور مجھے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ دنیا کی تاریخ میں کسی فوج نے اتنا بڑا سرینڈر نہیں کیا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : خان صاحب! آپ سیلاب کے بارے میں بات کر رہے ہیں' یہ نہ بھول جایئے گا۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! کل یہاں پاکستان توڑنے کے بارے میں بات کی گئی تھی اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اگر اس ملک کا مذہبی طبقہ حکومت وقت کی اتنی خوشامد کرے گا تو ہم پر ایسے عذاب آتے رہیں گے۔ جناب والا! ہمارا ملک ٹوٹا تو یہ الزام دیا گیا کہ پیپلز پارٹی کی وجہ سے ٹوٹا' میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ ہمارا ملک جیسے بھی ٹوٹا اس بات کی انکوائری کیوں نہیں کی گئی جو بھی انکوائری کمشن بٹھائے گئے ان کے فیصلے publicly announce کیوں نہیں کیے گے؟ اگر ہمارے قائد ذوالفقار علی بھٹو کو ایک عام شخص

کے قتل کے الزام میں پھانسی دی جا سکتی ہے' پیپلز پارٹی' یا ہمارے قائد کے خلاف اس قسم کا کوئی الزام تھا تو انکوائری کمشن کی رپورٹ سامنے آنی چاہیے تھی۔ ہمارے قائدین کو سر عام لٹکایا جانا چاہیے تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ آج اس ملک پر مسلط ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہمارا آدھا ملک ہم سے جدا ہو گیا۔

چودھری خادم حسین : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نکتہ وضاحت پہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی نے کہا ہے کہ کون تھے۔ جمہوریت کا اصول ہے کہ جس پارٹی کی اکثریت ہو اس کو حکومت دی جائے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کس نے کہا تھا کہ جو مشرقی پاکستان جائیں گے' میں ڈھاکہ جانے والے کی ٹانگیں توڑ دوں گا؟ کس نے کہا تھا؟ اگر اس وقت مسلم لیگ یا کوئی ایسی جماعت جس نے پاکستان کو بنایا ہوتا اگر وہ ہوتی تو وہ اس پاکستان کے دو ٹکڑے نہ کرتی۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : حاجی صاحب آپ اپنی بات کر چکے ہیں ان کا اپنا ایک نقطۂ نظر ہے آپ تشریف رکھیں۔

چودھری خادم حسین : جناب والا! میں نکتہ وضاحت پر ایک بات کرنی بھول گیا تھا۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔

جناب غلام سرور خان : اگر ہمارے یہ دوست اس بات پر بات کرنا چاہتے ہیں تو ہم اسمبلی میں بھی بات کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ وقت مقرر کریں' ہم ٹیلی وژن پر بھی ان سے مناظرہ کر سکتے ہیں۔ جناب والا! انہی لوگوں نے پاکستان توڑا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : خان صاحب۔ میں آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ سیلاب کے موضوع پر بات کر رہے ہیں۔ آرڈر۔ پلیز! آرڈر۔ پلیز! .No cross talk please میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ سیلاب کے موضوع پر بات کر رہے ہیں۔ براہ کرم اپنی باتوں کو اسی حد تک محدود رکھیں۔ ابھی ہم نے لاء اینڈ آرڈر پہ بات کرنی ہے۔ اس پہ آپ دل کھول کر باتیں کر سکتے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ جس سے خواہ مخواہ کسی کی بھی دل آزاری ہوتی ہو۔ جو موضوع بحث کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ آپ اسی پر بات کریں۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! مجھے بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ

کل جب وزراء صاحبان سیلاب سے ہٹ کر پیپلزپارٹی کی حکومت پر تنقید کر رہے تھے تو اس وقت تو انہوں نے نہ ٹوکا۔ ہم نے بھی انہیں اپنی بات کرنے دی۔ کل جب مشیر صاحبان پیپلز پارٹی پر تنقید کررہے تھے تو ہم نے ان کی بات خاموشی سے سنی۔ آج انہیں بھی اس بات کا حوصلہ ہونا چاہیے اور ہماری بات سننی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی' آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ اور کچھ وقت کا بھی احساس رکھیں' کیونکہ وقت مخصوص ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ وقت کا بھی خیال رکھا جائے۔ جی فرمایے۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! سیلاب کے بارے میں بات ہو رہی تھی' 1988ء کا سیلاب مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس سیلاب میں بھی سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے ہمارے وزرائے صاحبان نے ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے اسی طرح سیلاب زدہ علاقوں کے دورے کیے اور وہاں جا کر جو خیرات بانٹی اس کے بھی سیاسی فائدے اٹھانے کی کوشش کی اور آج بھی اخباروں میں یہ بات آئی ہے کہ 1988ء کے سیلاب میں جو متاثرین کو چیک دیے گئے تھے وہ ابھی تک کیش نہیں ہو سکے۔

جناب سپیکر! 1988ء کے سیلاب کی وجہ سے آپ کی مین جی ٹی روڈ جس پر میرے بھائی چودھری خادم حسین کئی بار سفر کرتے ہوں گے شاہدرہ کے مقام پر کئی جگہوں سے ٹوٹی ہوئی ہے۔ آج تک اس سڑک کی مرمت نہ ہو سکی 1988ء کے سیلاب کی وجہ سے وزیر آباد کے بائی پاس کا پل برے طریقے سے damage ہوا اس کی مرمت پر کوئی توجہ نہیں دی جا سکی۔ ہمیں اب بھی اس بات کا خدشہ ہے۔ کہ موجودہ حکومت سیاسی یا سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے یہ ڈھونگ رچا رہی ہے۔ ٹھیک ہے میں مانتا ہوں وزیر اعظم صاحب' وزیر اعلیٰ صاحب وزرا صاحبان نے مختلف علاقوں کے دورے کیے ہیں۔ لیکن پنجاب کے عوام بھی اس بات کا برملا اظہار کر رہے ہیں کہ وہاں پر تو بات ہی مسلم لیگ کی کی جاتی ہے وہاں پر اگر بات کی جاتی ہے تو میرٹ کی بات کی جاتی ہے اور میرٹ کیا ہے Compen-sation بھی صرف مسلم لیگیوں کے لیے ہوگی۔ گو میرا تعلق بارانی علاقے کے ساتھ ہے' میرے علاقے میں بھی خانپور ڈیم کی وجہ سے سیلاب آیا ہے۔ وہاں compensation کے لیے جو بھی کمیٹیز بنی ہیں میں اس حلقے کا منتخب نمائندہ ہوں۔ قطعاً میرے ساتھ یا ان

متاثرین کے ساتھ جنہوں نے suffer کیا ہے' رابطہ نہیں کیا' بلکہ کسی چودھری صاحب کے ڈیرے پر بیٹھ کر فہرستیں مرتب کر دی گئی ہیں اور اپنے منظور نظر لوگوں کو نوازنے کے لیے گورنمنٹ نے جو بھی compensation announce کی ہے اس سے ہٹ کر اس سے بڑھ کر اپنے منظور نظر لوگوں کو نوازنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہمارا مدعا تو یہ ہے کہ پورے پنجاب میں بلا تفریق' ہم پیپلز پارٹی والے بھی پاکستانی ہیں' ہم بھی مسلمان ہیں' ہمیں بھی ملک سے اتنا ہی پیار ہے جتنا آپ کو ہے اور آپ سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے۔ ہمارا بھی اتنا ہی نقصان ہوا ہے۔ ہمیں نظر انداز نہ کیا جائے۔ جو relief process شروع ہوا ہے۔ اسے پورے پنجاب میں بلا تفریق مکمل کیا جائے۔ یہاں صرف منگلا ڈیم کی بات ہوئی ہے۔ میرے ایک فاضل دوست نے کہا ہے کہ دریائے چناب میں بھی فلڈ آیا' دریائے ستلج میں بھی فلڈ آیا' دریائے راوی میں بھی فلڈ آیا۔ میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فلڈ سب دریاؤں میں آئے ہیں۔ لیکن نقصانات صرف ان دریاؤں نے کیے ہیں جہاں پر کوئی ڈیم یا بیراج موجود ہیں۔ میرے حلقے کے دریا پر خانپور ڈیم ہے اور جس طرح منگلا ڈیم کی انتظامیہ نے لاپرواہی سے کام لیا ہے اسی طرح خانپور ڈیم کی انتظامیہ سے بھی غفلت ہوئی ہے۔ انہوں نے بھی لا پرواہی سے کام لیا ہے اور ان کی لا پرواہی کی وجہ سے میرے حلقے میں سیلاب سے 20 جانیں ضائع ہوئی ہیں تقریباً ڈیڑھ سو stone crusher برباد ہوئے ہیں' جن کی مالیت فی 5 stone crusher لاکھ روپے بنتی ہے۔ لیکن یہاں پر بات کی جاتی ہے کہ فلڈ سارے دریاؤں میں آیا ہے۔ ہماری استدعا یہ ہے کہ فلڈ سب دریاؤں میں آیا ہے۔ لیکن نقصانات ان دریاؤں نے کیے ہیں۔ جن پر ڈیم موجود تھے اور ڈیمز کی انتظامیہ نے غفلت کی ہے لاپرواہی کی ہے۔ اس غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے یہ نقصانات ہوئے ہیں۔ اس پر حکومت پنجاب بھی کوئی اپنی انکوائری کمیٹی مقرر کرے تاکہ اس معاملے کی چھان بین کی جائے۔

جناب سپیکر! جہاں تک حکومت کی compensation policy کا تعلق ہے میرے کافی بھائیوں نے پانچ ہزار روپے پہ اعتراض کیا ہے یہ پانچ ہزار روپے ناکافی ہیں۔ یہ رقم بڑھا کر کم از کم 50 ہزار روپے کی جائے اور تیس ہزار اور پچاس ہزار روپے جو ہر موت پر رکھے گئے ہیں انہیں بڑھا کر کم از کم ایک لاکھ روپیہ کیا جائے سود اور قرضوں کے بارے میں بھی دوستوں نے استدعا کی ہے۔ میرے خیال کے مطابق یہ تفریق بھی ختم کی جانی

ضروری ہے کہ صرف ساڑھے بارہ ایکڑ رقبے والے زمینداروں کے قرضے معاف ہوں گے صرف ساڑھے بارہ ایکڑ زمین رکھنے والوں کو بلاسود قرضے دیے جائیں گے' یہ تفریق بھی ختم ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر! آخر میں سیلاب سے بچنے کے لیے کچھ تجاویز میں اس ہاؤس میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بھی سیلاب آتا ہے۔ سیلاب امریکہ کو بھی متاثر کرتا ہے' سیلاب انڈیا کو بھی متاثر کرتا ہے۔ لیکن وہاں پر اس پر سٹڈی کیا جاتا ہے کہ آئندہ سیلاب سے بچنے کے لیے کیا تدابیر اختیار ہو سکتی ہیں جناب سپیکر! امریکہ میں بھی ان کا ایک دریا ہے۔ اس دریا پر امریکہ نے 45 چھوٹے ڈیم بنائے ہوئے ہیں اور ڈیم flood observer ہیں۔ وہ ڈیم سیلاب کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اس لیے میری یہ استدعا ہے کہ جو catchment areas ہیں' جو پہاڑی علاقے ہیں ان علاقوں میں چھوٹے چھوٹے ڈیم بنائے جائیں' جنگلات کا اضافہ کیا جائے اور جو میدانی علاقے ہیں ان علاقوں میں دریا کو گہرا کیا جائے۔ دریاؤں کے کناروں کی محفوظ رکھنے کے لیے پختہ بند بنائے جائیں۔ اگر حکومت اس سال کے تمام ترقیاتی فنڈز تعمیر وطن پروگرام کے تمام فنڈز صوبہ پنجاب کے سیلاب زدہ علاقوں کے لیے سیلاب زدہ لوگوں کی compensation کے لیے مختص کرنا چاہیں تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ جناب سپیکر! اس سال کا تمام ترقیاتی فنڈ اور تمام تعمیر وطن کا فنڈ سیلاب زدہ لوگوں کی ریلیف کے لیے دے دیا جائے یہی میری استدعا ہے اور اسی کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ' خان صاحب۔ محترمہ سمیرا ربانی کھر تشریف نہیں رکھتیں محترمہ فوزیہ بہرام!

محترمہ فوزیہ بہرام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ' جناب سپیکر! سیلاب ایک ناگہانی آفت ہے اور ناگہانی آفت کی ذمہ داری کسی بھی حکومت یا کسی بھی فرد پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ قدرت کے فیصلے حکومتوں یا افراد کے مرہون منت نہیں ہوتے۔ میرے خیال میں یہ وقت سیاست چمکانے کا نہیں' بلکہ ملک و ملت سے عملی ہم دردی کا ہے۔ بلاشبہ اس سیلاب سے بے پناہ نقصان ہوا۔ صرف پنجاب میں ایک اندازے کے مطابق لاکھوں ایکڑ پر کھڑی فصلیں تباہ ہوئیں۔ 6737 دیہات مکمل یا جزوی طور پر زیر آب آئے۔ 42 شہروں کو شدید نقصان پہنچا

اور ملکی معیشت کو کئی سال پیچھے کی طرف دھکا لگ چکا ہے۔ مویشیوں کے علاوہ جانی نقصان بھی ہوا اور ایک اندازے کے مطابق معاشی نقصان ایک ارب روپے سے زائد ہے۔ نہ صرف سیلاب بلکہ حالیہ طوفانی بارشوں سے بھی بارانی علاقوں کچے مکانوں' کچے دیہاتوں کو بے اندازہ نقصان ہوا ہے۔ پاکستان کا اریگیشن سسٹم دنیا کا بڑا اریگیشن سسٹم ہے۔ اس کی مکمل بحالی کے لیے بھی ایک خطیر رقم کی ضرورت ہے۔ خزانے کی حالت' ملکی محدود وسائل معاشی ناگفتہ بہ پوزیشن کے باوجود جس قدر جلد مرکزی اور صوبائی حکومت نے بحالی کا کام کیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اریگیشن سسٹم کے فرسٹ فیز کی عملی طور پر بحالی بلاشبہ جناب غلام حیدر وائیں وزیر اعلیٰ پنجاب کی مخلص سوچ اور قومی ہم دردی کا ثمر ہے۔ وزیر اعظم پاکستان کی پر خلوص کوشش اور پرامن بحالی کی جدوجہد میں عوام حکومت کا ساتھ دے رہے ہیں اور حکومت کے اخلاص پر انہیں مکمل اعتماد ہے۔ لگاتار منفی بیان بازی' اشتعال انگیز تقریریں عوام کے حکومت پر اعتماد کو متزلزل نہیں کر سکیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چند لوگوں نے پاکستانی عوام کے شعور کو underestimate کیا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں مشتعل کرنے کی لگاتار کوشش میں وہ بری طرح ناکام ہوئے ہیں' ورنہ عوام کا رد عمل پرامن ہونے کی بجائے کچھ اور ہوتا۔ معاشرے کی ہر دکھتی رگ پر دھواں دھار تقریر کر لینی' معاشی حالات سے چشم پوشی کرتے ہوئے حکومت کے بہترین اقدامات کو غلط زاویے سے پیش کرنا' عوام میں ایک کڑے وقت میں مایوسی اور بد دلی پھیلانے کی شعوری کوشش کو چند لوگ سیاسی فتح سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان کو ایسے وقت میں ایک دوسرے سے عملی ہم دردی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس کے علاوہ ہمیں عوام کے morale کو boost کرنا چاہیے تاکہ ایسے کڑے امتحان میں ہم مل جل کر پاس ہوں۔ پاکستانی عوام کم تعلیم یافتہ تو ہیں مگر اتنے کم فہم نہیں کہ وہ گفتار کے غازی اور کردار کے غازی میں تمیز نہ کر سکیں۔ بلاشبہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے فلڈ کنٹرول سسٹم کو مزید modernize کریں۔ تاریخ کا مطالعہ کریں تو علم ہوتا ہے کہ پہلے یہ سیلاب لمبے عرصے کے بعد آتے تھے۔ لیکن اب یہ چند سالوں کے بعد آجاتے ہیں۔ بہترین وقت آئندہ حالات کی پیش بندی کے لیے آج ہے۔ آج کا خرچ کیا ہوا ایک روپیہ کل کے سو روپے بچائے گا۔ ضرورت ہے کہ حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لیتے ہوئے ایک ایسا جامع منصوبہ بنایا جائے جس پر بتدریج عمل کرتے ہوئے پاکستانی عوام اور پاکستانی معیشت کو ایسے

ناقابل برداشت نقصان سے آئندہ بچانے کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں۔ ورنہ ملک کی تعمیر و ترقی میں لگاتار ایک قدم آگے اور کئی قدم پیچھے چلے جانے کا یہ عمل ہمیں کبھی ایک مکمل ترقی یافتہ پاکستان کی منزل تک پہنچنے نہیں دے گا اس ایوان سے میری یہ درخواست ہے کہ وزیر آب پاشی کی سرپرستی میں ہر ضلع سے نمائندگی لے کر ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے جو فلڈ ایکسپرٹ کے ساتھ مل کر حکومت کے لیے آئندہ کی منصوبہ بندی کرے اور یہ منصوبے آب پاشی کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کا حصہ بنیں۔ امید ہے کہ حکومت اس معزز ایوان میں پیش کی جانے والی مثبت تجاویز پر غور کرے گی اور انہیں ہر ممکن حد تک قابل عمل بنائے گی۔ انہی گزارشات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتی ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر : پیر احمد شاہ کھگہ صاحب۔

پیر احمد شاہ کھگہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم الحمد للہِ رب العالمین۔

جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی آپ نے مجھے جلدی وقت عطا کر دیا ہے' اس لیے میں آپ کا بے حد مشکور ہوں۔ سیلاب کی تباہ کاریوں کا اس دفعہ جو سلسلہ ہوا ہے' اس کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ اس سے پہلے پچھلے سو سال میں بھی ایسا سیلاب کبھی نہیں آیا یہ ہمارے اعمال کی وجہ ہے۔ کیونکہ ہمارے اعمال ایسے ہیں کہ خداوند پاک کی طرف سے ہمیں ایک وارننگ دی گئی ہے کہ آئندہ آپ خیال رکھیں۔ میرے پاس ایسے عمل بھی ہیں کہ لوگوں پر ایسا وقت بھی آ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس شکل میں دیکھتے ہیں کہ ہم بے گھر ہیں' ہمارا کوئی گھر نہیں کوئی مکان نہیں' کوئی زمین نہیں' کوئی فصل نہیں' کوئی جگہ نہیں' بلکہ ہماری زندگی تک محفوظ نہیں۔ اس لیے ہمیں اپنے اعمال پر ضرور غور کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی میرے دوست اور بھائی تقریر فرما رہے تھے اور پاکستان کے دو ٹکڑے ہونے کا ذکر کر رہے تھے۔ اس کی بھی آپ کے پاس مثال ہے۔ بھٹو صاحب کا دور تھا تو انہوں نے.....

جناب ڈپٹی سپیکر : شاہ صاحب۔ آپ سیلاب کے بارے میں بات کریں۔

پیر احمد شاہ کھگہ : جناب والا! وہ ایک بات میرے ذہن میں آگئی تھی اس کا معمولی سا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : لوگ آپ سے سیلاب کے بارے میں بات سننا چاہتے ہیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ : انہوں نے بھی اس قسم کا منصوبہ بنایا کہ یہ ملک دو ٹکڑے ہو جائے تاکہ میری حکومت چلتی رہے۔ یہ معاملہ چھپانے والا نہیں اس وقت بھی ایسے حالات پیدا ہوئے تھے۔ اعمال ایسے ہوگئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرف خیال کرنا پڑا کہ یہ مسلمان ہو کر اپنے وعدے پر چل نہیں رہے' شریعت کو اپنا نہیں رہے۔ میرے قرآن کو صحیح سمجھ نہیں رہے۔ اس طرح یہ ملک دولخت کر دیا گیا۔ اب پھر یہ تھوڑی تھوڑی تکلیف سیلابوں کی وجہ سے بھی ہو رہی ہے۔ چونکہ ہمارے اعمال اتنے خراب ہیں۔ ہم اتنے گر چکے ہیں کہ اس وقت کوئی آدمی ایسا نہیں جو رشوت سے بچا ہوا ہو۔ ان چیزوں کے متعلق پھر خداوند کریم کی مخلوق پر رحمت اور عذاب تو ہوتا رہتا ہے۔ اگر مخلوق توبہ کرے تو پھر اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا پھر سیلاب اور اس جیسی چیزیں نہیں آئیں گی۔

جناب والا! اب میں اپنے علاقے اور سیلاب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دریائے چناب اور جہلم میں سیلاب آیا ہے۔ اس کی وجوہات کچھ اس قسم کی ہیں کہ وہ دریا بڑی قسم کے ہیں' چھوٹی قسم کے نہیں اس میں سیلاب اکٹھا ہو کر گزرا ہے۔ جب دو تین دریا اکٹھے ہو کر اس علاقے کو پڑے تو حالات تو ایسے ہونے ہی تھے جیسے کہ شکل سے نظر آ رہے ہیں کیونکہ پانی بے شمار تھا۔ لیکن ہمارے وزیر اعظم کے متعلق بھی آپ غور فرمائیں کہ اس طرح سے آج تک کسی بھی وزیر اعظم نے سیلاب کے بارے میں اتنی تکلیف برداشت نہیں کی کہ ہر جگہ پر لوگوں کو دیکھا جائے اور ان کی بھلائی سوچی جائے۔ لوگوں کی مدد کرنے میں حصہ لیا' اپنی آنکھوں سے لوگوں کے حالات دیکھ کر ان کی خدمت کی۔ میرے خیال میں آج تک ایسا وزیر اعظم اس ملک میں ابھی تک نہیں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال ہے کہ انہوں نے اپنے دور حکومت میں اپنے کندھوں پر کھانے پینے کی اشیاء کی بوری اٹھا کر بھوکے آدمی کے گھر پہنچائی۔ میاں نواز شریف نے بھی یہی مثال قائم کی۔ لیکن اعتراض در اعتراض تو ہوتے رہتے ہیں۔ میرے خیال میں کسی بھی دور کے وزیر اعظم نے اس طرح سے چلنا گوارا نہیں کیا ہوگا۔ لیکن ہمارے وزیر اعظم میاں نواز شریف سیلاب زدہ علاقوں میں چپے چپے قریہ قریہ گئے۔ جہاں پر موٹر گاڑیوں کے جانے کی جگہ نہیں تھی وہاں پر بھی وہ پہنچے ہیں۔ انہوں نے اپنا فرض بالکل صحیح طور پر ادا کیا ہے۔ میرے خیال میں اس فرض کی ادائیگی کے متعلق اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر دیتے ہوئے ان کو خوش حالی کی طرف بھی لائے گا۔ دریائے راوی

میں بھی سیلاب آیا ہے اور دریائے راوی کے رقبہ کا کافی کٹاؤ ہوا ہے۔ ہمارا ایک چھوٹا سا زمیندار تھا بے چارہ اس کا ایک تھریشر جو کہ تیس بتیس ہزار روپے میں آتا ہے اس کو بھی دریا اپنے ساتھ بہا کر لے گیا۔ اب ان بے چارے لوگوں کو روزی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی یہ جو دریا کے علاقے کے زمیندار ہیں ان کو فصل کے لیے رقبہ کاشت کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی حکومت کو چاہیے کہ وہ ان کو متبادل زمینیں دے انگریزوں کے دور میں بھی اس قسم کے حالات ہوتے تھے۔ حالانکہ انگریز اس ملک کا باسی نہ تھا اور اس کو کوئی ہم دردی نہیں تھی۔ لیکن اس نے بھی ایسی تکلیف میں ان سے ہم دردی کرتے ہوئے جن لوگوں کے رقبے دریا سے کٹاؤ کر گئے تھے ان کو اور علاقوں میں اچھی شکل کے رقبے دلائے تھے تاکہ یہ ان رقبوں کو کاشت کرتے رہیں۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ موجودہ حکومت کو اس طرف بھی غور کرنا چاہیے۔ جن کاشت کاروں کے رقبے کٹاؤ میں آتے ہیں۔ ان کو کوئی متبادل زمین دی جائے یا کوئی اور متبادل انتظام کیا جائے تاکہ ان کی روزی کا معاملہ چلتا رہے۔ جو دریاؤں کے کنارے یا دریا پینٹ کے رقبے کہلاتے ہیں ان تمام رقبوں میں ہمیشہ پانی آتا ہے اور ہمیشہ ان لوگوں کو تکلف بھی ہوتی ہے وہاں پر ان لوگوں کو آبیانے کی' کھاد دوائیوں اور دیگر اس قسم کی مدد ہونی چاہیے کیونکہ ان کا بھی بارشوں اور سیلاب سے کافی نقصان ہوا ہے۔ اور دریاؤں کے کناروں پر ایسے بند بھی بننے چاہئیں جن سے روک تھام ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ لاہور کی طرف سے بند بنائے گئے ہیں اور یہ لاہور شہر تمام کا تمام محفوظ ہے۔ تو ان علاقوں میں بھی ایسے بندوں کا بندوبست ہونا چاہیے۔ ہمارے اس علاقے میں کافی کٹاؤ ہوا اور کافی گاؤں گرے ہیں۔ وزیر آب پاشی نے ایک تجویز سنائی تھی اور وہاں کئی بندوں کا نمونہ بنایا تھا اور اس کا بھی ابھی تک کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا مہربانی کر کے ہمارے وزیر آب پاشی یا متعلقہ وزیر صاحب جن کا دریاؤں سے تعلق ہو دیکھ بھال کر کے اس علاقے میں بھی بند جیسی چیز کا انتظام کریں اس سے بھی کافی زیادہ اثر ہو سکتا ہے۔ ادھر چیخ و پکار زیادہ ہو رہی ہے کہ یہ ہیڈ برج ہے یا یہ بند ہے اور ان کا پانی صحیح نہیں کھولا گیا۔ وہ تو سیلاب ہی اس قسم کا تھا کہ اس سیلاب کے متعلق لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلا اور اس نے بندوں کے اوپر سے ہوتے ہوئے ان کا نقصان کر دیا۔ میں اسی پر اپنے ان چند الفاظ کا خاتمہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حکومت کو توفیق دے کہ وہ ان باتوں کا خیال رکھے اس میں کوئی شک نہیں ہے حکومت خیال بھی رکھ

رہی ہے۔ لیکن کچھ پیسے کی کمی ہے۔ اس معاملے میں اگر جلدی نہیں ہو سکتا تب بھی وہ غور کرے تو مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ' شاہ صاحب۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! سیلاب آیا اس میں لوگ بہ گئے مکانات بہہ گئے' جانور بہہ گئے اور فصلیں بھی تباہ ہو گئیں۔ اور مبارک ہو اہل اقتدار کہ تم بچ گئے۔ جناب والا! جہاں سیلاب سے اتنا نقصان ہوا' کئی بند توڑنے پڑے اور نہری نظام کو بڑا نقصان ہوا۔ اس میں اور کچھ نہیں تو اب محکمہ انہار بہت خوش ہے کہ ہمیشہ کی طرح لاکھوں کروڑوں روپے کے پتھر بندوں کے ساتھ ڈالے جائیں گے اور لاکھوں کروڑوں روپے کمشن میں کمائے جائیں گے۔ جناب والا! سیلاب کا پانی آیا اور پنجاب کے اندر تباہ کاریاں کرتا ہوا سمندر میں چلا گیا۔ اس پر یہاں اس اسمبلی کے اندر اور قومی اسمبلی کے اندر بھی بحث جاری ہے۔ پہلے کی طرح بحث اور ایسے ہی دیگر معاملات پر ایوان میں بحث ہوتی ہے یہ بحث بھی بحث بے مراد ثابت ہوگی یہ سیلاب بہر حال اللہ کی مشیت ہے کہ آیا۔ اور اس میں نقصان بھی ہونا تھا اب اس میں تجزیہ کر کے دیکھنا یہ ہے کہ اس نقصان کو کس طرح کم کیا جا سکتا تھا۔ اور اس میں جس ادارے نے جہاں جہاں کوتاہی کی ہے اس کا تجزیہ ہونا چاہیے۔ اور اس بات کا تعین ہونا چاہیے کہ اس کے ذمہ دار کون لوگ تھے' آئندہ کے لیے اہداف کا تعین ہو' اس کی روک تھام کے لیے اور اس کے نقصانات کو کم کرنے کے لیے ہم کیا کیا اقدامات کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! فلڈ وارننگ سنٹر کے بارے میں یہاں پر بات ہوئی' فلڈ وارننگ سنٹر کہتا ہے کہ ہم نے بروقت اطلاعات فراہم کی ہیں' مقامی انتظامیہ کہتی ہے کہ ہمیں وقت پر اطلاعات فراہم نہیں کی گئیں۔ بڑی عجیب و غریب تصویر اخبارات میں شائع ہوئی میرے پاس ڈائریکٹر فلڈ وارننگ کی رپورٹ ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ہم نے 6 اور 9 ستمبر کی رات سے ہی دریا کے catchment areas میں اتنی ہیوی ریچ کی وارننگ دے دی تھی۔ اور تمام محکموں کو اسلام آباد اور لاہور میں اس کی وارننگ دی تھی کہ اس دفعہ یہ سیلاب آئے گا۔ اور اس کے ساتھ انہوں نے یہ بات بھی کی ہے کہ ہمارے سنٹر کی طرف سے دریائے راوی میں سیلاب کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ راوی میں سیلاب کے بارے میں اعلانات ہمارے مشورے

کے بغیر کیے گئے ہیں۔ کچھ اعلانات انہوں نے کیے ہیں اور کچھ ان کے ایما پر ہمارے مختلف محکموں نے اپنی طرف سے جاری کیے ہیں۔ پھر منگلا ڈیم کے اوپر پانی کے چھوڑنے کی بات ہوئی' اس پر بھی بڑے دلچسپ حقائق ہیں۔ قومی اسمبلی کے اندر بھی ایک کمیٹی تشکیل دی اور انہوں نے اس پر رپورٹ یہ دی کہ واپڈا کے حکام نے یہ کام بڑی تن دہی سے انجام دیا ہے۔ اس میں ان ۔ ، صرف اتنا ہی پوچھنا ہے کہ یہ جو منگلا ڈیم کا پانی کا اپرلمٹ ہے اس لمٹ کے بعد خطرہ شروع ہو جاتا ہے اس لمٹ تک پانی کو کیوں جانے دیا گیا؟ اور پانی کے اخراج کے بارے میں جہاں وزیر موصوف یہ فرماتے ہیں وہاں سردار عبدالقیوم صاحب جو کہ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم ہیں۔ انہوں نے categorically یہ بات کہی ہے۔ کہ منگلا ڈیم سے پانی چھوڑنے کی ذمہ داری وہاں کے چیف انجینئر پر عاید ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ میں نے اپنا ڈپٹی کمشنر اس کے پاس بھیجا کہ پانی کی سطح بڑھ رہی ہے' پانی چھوڑو۔ لیکن اس نے پانی نہیں چھوڑا۔ جناب سپیکر! یہ بڑی دلچسپ صورت حال ہے۔ اس سے پھر آگے چلتے ہوئے میرے پاس یہ جہلم کے انتیس وکلاء کی ایک قرار داد ہے جو انہوں نے عدالت میں put up کی ہے کہ ہمارے گھروں میں پانی داخل ہونے تک جہلم انتظامیہ نے ہمیں سیلاب کی کوئی وارننگ نہیں دی۔ جناب سپیکر! اس قسم کی عجیب و غریب صورت حال سیلاب کے دوران رہی ہے۔ اس میں محکموں نے اپنے طور پر اعداد و شمار بھی جاری کیے ہیں اور وارننگ بھی دی ہے۔ میں آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ پنج ند کے اوپر جو ہیڈ ورکس ہے اس میں زیادہ سے زیادہ capacity سات لاکھ پچھتر ہزار کیوسک پانی کے گزرنے کی ہے۔ ایک دن صبح کے وقت میں ٹیلی وژن پر سیلاب کی صورت حال کے بارے میں آفیشل بلٹن سن رہا تھا۔ اس بلٹن میں صبح ساڑھے سات بجے اس بات کا اعلان کیا گیا کہ اس وقت پنج ند کے مقام پر دس لاکھ کیوسک پانی گزر رہا ہے۔ یہ اعلان سنتے ہی میں سخت تشویش میں مبتلا ہوا کہ دس لاکھ کیوسک پانی گزرنے کا مطلب ہے کہ بند دونوں اطراف سے توڑ دیا گیا ہے۔ میں نے اسی وقت کنٹرول سے معلوم کیا کہ اس وقت کتنا پانی گزر رہا ہے تو انہوں نے بتایا کہ اس وقت صرف ساڑھے تین لاکھ کیوسک پانی گزر رہا ہے۔ اور میں پھر گیارہ بجے بہاول پور ڈویژن کے کمشنر کے پاس گیا۔ انہوں نے بھی یہ ساری خبر سنی تھی اور انہوں نے اسی وقت میرے سامنے سیکرٹری اطلاعات حاجی اکرم صاحب سے اسلام آباد بات کی کہ یہ اس طرح کی خبریں آپ کا ٹیلی وژن

نشر کر رہا ہے۔ تو اس پر حاجی اکرم صاحب نے اتنا فرمایا کہ جس آدمی نے یہ خبر دی ہے ہم اسے معطل کر رہے ہیں اور اس کے بعد ہم دیکھیں گے۔ میں نے آپ کے سامنے یہ واقعہ اس لیے رکھا ہے کہ میں آپ کو یہ بات بتاؤں کہ یہاں پر جو جس کے دل میں آیا وہ کرتا چلا جا رہا ہے۔ حالانکہ پنجاب کا فلڈ وارننگ سنٹر ہے' مرکز میں ایسا سنٹر قائم ہے وہاں سے یہ ساری معلومات لے کر یہ ساری بات نشر کی جا سکتی تھی۔ پھر اس سیلاب کے حوالے سے جو سیاست ہو رہی ہے وہ بھی بڑی دلچسپ ہے۔ میں اپنا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ بہاول پور میں ایک دفتر کے اندر میں موجود تھا۔ وہاں علاقے کے تمام فیکٹری مالکان کو بلوایا گیا تھا۔ میرے بیٹھے بیٹھے ان سے کہا گیا کہ آپ لوگ اتنا اتنا سامان سیلاب کے لیے دیں گے؟ ان فیکٹری مالکان نے کہا کہ یہ سامان کون تقسیم کرے گا؟ان میں مختلف affiliation والے لوگ تھے۔ کچھ کا تعلق جماعت سے تھا۔ کچھ کا مسلم لیگ سے تھا۔ کچھ کا پیپلز پارٹی سے تھا۔ تو متعلقہ افسر نے کہا کہ یہ سارا سامان آپ ہمیں دیں گے اور مسلم لیگ کے فلاں فلاں عہدے دار ہیں' فلاں ایم پی اے ہے اور فلاں کونسلر ہے۔ وہ موقع پر جا کر تقسیم کریں گے۔ اس افسر نے دراز میں سے مسلم لیگ کی کاپیاں بھی نکال کر دیں کہ اس کے اوپر آپ دستخط کریں گے اور پھر یہ سامان ترسیل کیا جائے گا۔ جناب سپیکر! پھر اہل اقتدار بات کرتے ہیں کہ سیاست ہو رہی ہے۔ سیاست کی ابتداء تو یہ کرتے ہیں اور ہر چیز کے اندر سے سیاست ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکال لاتے ہیں۔ میں چیلنج کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ ہمارے بیچ ند سے ملحق جتنے بھی دیہات ہیں وہاں پر اگر موجودہ صورت حال میں لوگوں کو بیج اور کھاد کی خرید کے لیے' لوگوں کو اپنے مکانات کی تعمیر کے لیے اگر کسی نے کوئی رقم پہنچائی ہے تو وہ جماعت اسلامی نے پہنچائی ہے۔ حکومت ابھی تک اعداد و شمار کے گورکھ دھندے میں الجھی ہوئی ہے۔ اور یہ اعداد و شمار کے گورکھ دھندے بھی بڑے دلچسپ ہیں۔ ایک دن ارشد لودھی صاحب کا یہ بیان اخبارات میں آیا کہ اپوزیشن غلط اعداد و شمار دے کر عوام کو دھوکہ دے رہی ہے۔ لیکن یہ میرے سامنے دو بیانات ایک ہی روز ایک ہی مقام پر آئے ہیں۔ جس میں وائیں صاحب نے بیان دیا ہے کہ سیلاب سے تیس لکھ ایکڑ اراضی' تین ہزار دیہات اور اکتیس ہزار افراد متاثر ہوئے ہیں۔ اور اسی دن ارشد لودھی صاحب نے جو پریس سٹیٹمنٹ دی اس میں کہا کہ 3281 دیہات متاثر ہوئے ہیں اور پینتیس لاکھ ایکڑ رقبہ تباہ ہوا ہے۔ جناب محترم! ان حکم رانوں کو

خود پتا نہیں کہ کہاں کہاں کیا نقصان ہوا ہے۔ اور امداد کی بات کی جا رہی ہے جو علاقے کے پٹواری اور علاقے کے نائب تحصیل دار اور علاقے کے حکام کے ذریعے سے جائے گی اس کا جو حشر ہوگا وہ بھی ہم سب کو معلوم ہے۔

جناب سپیکر! چونکہ وقت کم ہے اس لیے میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب سیلاب آیا اس وقت بڑے بڑے دعوے کیے گئے کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے غیر ملکی امداد کی۔ لیکن اب اقوام متحدہ میں باقاعدہ طور پر درخواست دے دی گئی ہے۔ جناب سپیکر! یہ دو عملی نہیں ہونی چاہیے۔ میں وزیر انہار سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اپنی تقریر میں یہ بات کی تھی کہ اب ہم تجاویز مرتب کر رہے ہیں۔

جناب بادشاہ خان آفریدی: جناب والا! میں ریکارڈ کو درست کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے امداد کی بات کی ہے۔ تو اقوام متحدہ میں امداد کی اپیل ہمارے دوست ممالک نے کی ہے' ہماری حکومت نے نہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں اور میں وزیر انہار سے یہ بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ پہلا سیلاب نہیں جو پنجاب میں آیا ہے۔ اس سے پہلے بھی سیلاب آتے رہے ہیں۔ اب آپ تجاویز کی بات کرتے ہیں؟ میں یہ بات کرتا ہوں کہ پورے پنجاب میں کسی ہیڈ ورکس کا کوئی سائیڈ بند خود نہیں ٹوٹا بلکہ توڑا گیا ہے۔ جناب سپیکر! اس قسم کی پلاننگ پہلے سے کیوں نہیں کی جاتی کہ ہیڈ ورکس کے اندر کوئی spill way بنائے جائیں اور زاید پانی کے اخراج کا قبل از وقت بندوبست کیا جائے۔

جناب سپیکر! یہاں یہ دعویٰ ہے کہ پوری دنیا میں جتنے بھی نہری نظام ہیں ان میں سے بہتر ہمارا نہری نظام ہے۔ تو میں اہل اقتدار سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ نظام تو انہیں انگریز دے کر گیا تھا۔ انہوں نے اس نظام میں کیا توسیع کی ہے؟ یہ صرف چمکتی دمکتی گاڑیوں کے اندر بیٹھنے کے لیے آئے ہیں؟ اپنی گاڑیوں پر جھنڈا اور ڈنڈا لگانے کے لیے آئے ہیں؟

جناب سپیکر! میں آخر میں صرف یہی بات کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کے ایوان کی طرف سے بھی ایک کمیٹی بنائی جائے اور وہ ان تمام معاملات کی چھان بین کر کے اپنی رپورٹ اسمبلی کے اندر پیش کرے۔ کیونکہ قومی اسمبلی نے بھی ایک کمیٹی بنائی ہے۔ جب اس

کی رپورٹ یہاں پیش نہیں ہو سکتی۔ اس کے نتائج یہاں ایوان کے اندر نہیں آسکتے' اس لیے یہاں ایک علیحدہ کمیٹی بنائی جائے۔ جس میں اہل اقتدار سے بھی اور حزب اختلاف سے بھی لوگوں کو شامل کیا جائے جو کہ ان تمام معاملات کو probe کر کے responsibility fix کر کے اس ایوان کے اندر رپورٹ پیش کرے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ' ڈاکٹر صاحب۔ چودھری واجد علی خان صاحب۔

چودھری واجد علی خان : نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج جس موضوع پر بحث ہو رہی ہے اس پر مثبت آراء اور تجاویز یقیناً ہماری تاریخ کا مستقل موڑ ہماری ملت کی قسمت کا مقدر ہوں گی۔ متانت اور احساس ذمہ داری سے کی گئی گفتگو ہی مسائل کا حل ہوگی۔ آج میرے وطن کی قبائے سکون تار تار ہے اور دھرتی کے سینوں سے لاکھوں کیوسک پانی روندتا ہوا گزر گیا۔ غربت و افلاس' بے چارگی۔ و کس مپرسی کے گہرے نقوش اجڑے ہوئے دیار برباد گھروندوں' فصلوں سے محروم بے زیور زمینوں کی شکل میں ماتم کناں ہیں۔ جناب سپیکر! اتنے چرکے لگے ہیں' اتنے زخم آئے ہیں کہ چاند سے چہرے غرقاب ہو گئے۔

ایک دو زخم نہیں سارا ہے جسم چھلنی
برق کے چارہ پریشاں ہے کہاں سے اٹھوں

لیکن جناب سپیکر! اگر کوئی صف ماتم پر صف جنگ باندھ لے تو سمجھ لیجیے کہ اس کے ضمیر کا جنازہ نکل گیا۔ ہر قدرے درد کو نظام سیاست سے تولنا درد مندوں کا شیوہ نہیں اور یہ حب الوطنی کا تقاضا بھی نہیں جناب سپیکر! سیلاب ایک بلائے ناگہانی اور ایک آفت کی شکل میں نازل ہوا۔ ڈیمز اور دریاؤں کی capacity shrunk ہو گئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب۔ نظریں تھوڑی سی اوپر بھی رکھ لیا کریں۔

چودھری واجد علی خان : شکریہ جناب سپیکر! میں اعداد و شمار کا ذکر نہیں کروں گا۔

میاں شہباز احمد : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی' فرمایے میاں صاحب۔

میاں شہباز احمد : جناب والا! لاء منسٹر صاحب کبھی اپنی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر تصویر کھنچوا سکتے ہیں؟ مجھے اس کا جواب دے دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر : جی' چودھری صاحب۔ فرمایے۔
چودھر واجد علی خان : جناب سپیکر! میں یہاں اعداد و شمار کی بات نہیں کروں گا کیونکہ جب اعدادوشمار کا آئینہ دکھایا جاتا ہے تو عموماً ہمارے اس طرف بیٹھنے والے دوست گھبرا کر اسے گورکھ دھندا قرار دے دیتے ہیں۔ اور اس سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! خواہش نفس کی یہ صورت ہے کہ ابھی جناب غلام سرور خان صاحب باتیں کر رہے تھے کہ یہ پانی انہوں نے خود برسایا۔ بارش خود برسائی اور سیلاب یہ خود لائے۔ تو میں عرض کروں گا کہ خواہش نفس کے سیلاب' دریاؤں کے سیلاب سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ اور بدمستی کے یہ سیلاب ضمیر کی زمینوں پر جب کٹاؤں کرتے ہیں تو ملی غیرت زیر آب آ جاتی ہے۔ اور اس کا مظاہرہ ہم نے 1971ء میں دیکھا جب کرسی کی ہوس نے ہر چیز کو ڈبو کر رکھ دیا اور قائد اعظم کے ایمان' اتحاد اور یقین کے ڈیمز اپنے کئی پشتے کمزور کر بیٹھے۔ اور جس کے نتیجے میں ہم نے اپنا آدھا ملک بھی کھو دیا۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ قوم کے وقار کو انا کی چتا میں سپرد آتش کر کے خواہشات کے سیلاب سے ٹھنڈا کرنا پرانے مداریوں کا شیوہ ہے۔ دریائے اقتدار کی طغیانی کے ہوس میں جب 1971ء میں یہ مظاہرہ کیا اور اس کے بعد 1973ء میں جب انہوں نے اپنے جاگیر داروں کی پتھاریداروں کی زمینوں کو بچانے کے لیے دریاؤں کا رخ موڑ دیا۔ تو اس وقت جو عوامی غیض و غضب کا سیلاب آیا اس کو روکنے کے لیے جو ظلم و تشدد کیا گیا' میرا خیال ہے کہ میرے بھائی ارشاد حسین سیٹھی صاحب سمجھ گئے ہوں گے کہ جناب میاں طفیل محمد جیسے صالح بزرگ اور ملک قاسم جیسی ہستیوں سے جو سلوک کیا گیا تاریخ آج بھی اس پر شرمندہ ہے۔
جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب۔ آپ سیلاب کے حوالے سے بات فرمائیں۔
جناب ارشاد حسین سیٹھی : پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب ڈپٹی سپیکر : جی فرمائیں۔
جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! میں بالکل نہیں سمجھا۔ مجھ سے سنا نہیں گیا جو چودھری واجد علی خان صاحب مجھے سمجھانا چاہتے ہیں۔ براہ کرم یہ سمجھا ہی دیں تو بہتر ہے۔
چودھری واجد علی خان : جناب سپیکر! میں وہی عرض کر رہا تھا کہ بات وہ بھی سیلاب سے شروع ہوئی تھی۔ جو تحریک شروع کی گئی تھی۔ جو بے چینی پیدا ہوئی تھی۔ اس وقت ان کے

کر توتوں سے' ان کی غلط منصوبہ بندی سے سیلاب نے جو زمینوں کو برباد کیا وہ صرف اپنے منظور نظر لوگوں کی زمینوں کو بچانے کے لیے کیا گیا۔ اس تحریک کے نتیجہ میں جو ظلم و ستم کیے گئے جس کی سزا میاں طفیل محمد جیسے شریف النفس انسان کو بھگتنا پڑی۔ جناب سپیکر! ان کو اپنا چہرہ ہی نظر آتا ہے ہر ادا میں اور اس کے بعد جناب سپیکر! ایک حکم ران وہ تھا کہ جب روم جل رہا تھا تو وہ بانسری بجا رہا تھا۔ اسی طرح جناب سپیکر! ہمارے بھائیوں نے جن کا یہ ذکر کر رہے تھے جو عوامی راہ نما تھے۔ انہوں نے سیلاب کے بہانے ظلم و ستم کیے۔ میں کرنل یا مین صاحب سے متفق ہوں کہ انہوں نے کہا یہ خود سیلاب لائے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں سو فی صد متفق ہوں۔ یہ شرک کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور آج سارے ایوان کے سامنے اپنی اس بات پر معافی مانگیں کہ کوئی بندہ اس چیز پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ سیلاب اور بارشیں برسائے۔

ملک امان اللہ چھینہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ملک صاحب۔ چودھری صاحب بڑی خوبصورت تقریر کر رہے ہیں۔

ملک امان اللہ چھینہ : جناب والا! میں آپ کی ساطت سے فاضل رکن سے یہ استدعا کروں گا کہ انہوں نے ایک تو جاگیر داروں کی بات کی کہ فلاں سال جاگیر داروں کو بچانے کے لیے سیلاب کا رخ موڑ دیا گیا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ صدر ایوب نے زرعی اصلاحات کی تھیں اور اس کے بعد بھٹو صاحب نے دو زرعی اصلاحات کی تھیں۔ پنجاب میں آٹھ ہزار یونٹ میں جو پانچ سات مربعے بنتے ہیں۔ یہ پھر جاگیروں کی بات کرتے ہیں۔ جاگیر دار پنجاب میں کہاں ہے؟ ہو سکتا ہے سندھ میں بچ گیا ہو۔ یا بلوچستان میں بچ گیا ہو جن کی پشت پر قبائلی جرگے ہیں۔ لیکن پنجاب میں تو جاگیردار رہا ہی نہیں۔ اور دوسری بات میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ ہر وقت خوشامدانہ بات کرنی اچھی نہیں آپ انشاء اللہ جلد وزیر بن جائیں گے۔ لیکن کبھی تعمیری تنقید بھی کر لیا کریں۔

ملک سرفراز احمد : جناب والا! اس پوائنٹ آف آرڈر کو رول آؤٹ کریں یا admit کریں۔ کوئی تو اس کا فیصلہ کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ملک صاحب۔ ہر بات پر فیصلہ کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ جی چودھری صاحب۔ فرمایئے۔

چودھری واجد علی خان : جناب سپیکر! آج میں آپ کی ساطت سے معزز ایوان سے یہ استدعا کروں گا کہ ان مسائل کا مستقل حل ڈھونڈیں۔ یہ جو سیلاب ہر سال غارت گری کی صورت میں میرے وطن کی زمین کو تہ و بالا کر جاتے ہیں اس سلسلے میں جو سب سے اہم بات ہے جس پر ضروری توجہ دینی چاہیے کالا باغ ڈیم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کالا باغ ڈیم اگر آج بنا ہوتا تو کسی حد تک ہم پانی کو جو بے قابو ہو گیا تھا کنٹرول کر سکتے تھے۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ ساری باتیں اور یہ جو تنقید کے تیر برسائے گئے ہیں۔۔۔۔۔

ملک امان اللہ چھینہ : جناب والا! یہ چناب میں کالا باغ ڈیم کیسے آ گیا؟ اور پھر جناب واجد صاحب یہ بتائیں کہ کالا باغ ڈیم کے لیے کل کتنا رقبہ رکھا گیا ہے۔ کتنا میانوالی میں ہے اور کتنا سرحد میں آتا ہے؟ یہ بات بتا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ملک صاحب۔ تشریف رکھیں۔

چودھری واجد علی خان : جناب والا! یہ علیحدہ موضوع ہے۔ میں اس پر پوری تفصیل سے بتاؤں گا۔ اٹک بیراج میں کتنا پانی ہے اور آج سے سو سال پہلے کتنا پانی خارج ہوا تھا۔ سیلاب کی صورت میں کتنے پانی کی سطح raise ہو گی۔ یہ سب بے بنیاد پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ زمینیں تباہ ہو جائیں گی۔ یہ علیحدہ موضوع ہے۔ مجھ سے ڈیبیٹ کر لیں۔ دوسرے جو کالا ڈیم والے مخالفت کر رہے ہیں وہ facts and figures سے مجھ سے ڈیبیٹ کر لیں۔ یہ ملک کی بقا کا مسئلہ ہے اسے خدارا مذاق میں نہ ڈالیں'

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب۔ جوش جذبات میں ذرا سپیکر کی آواز کو سن لیا کریں۔ (قطع کلامیاں) میں معزز ممبران سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ براہ کرم کسی بھی معزز ممبر کی تقریر کو بلا وجہ interrupt نہ کریں۔ آپ کو پتا ہے کہ ہر ایک معزز ممبر کے لیے وقت مقرر ہے۔ اس سے ہم تمام دوستوں کو خطاب کی دعوت دے سکیں گے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ معزز ممبران کو interrupt نہ کریں شکریہ۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! معزز ممبر کی تقریر relevant ہونی چاہیے۔ یہ اپنی تقریر میں کبھی پیپلز پارٹی کے سابقہ دور' کبھی کالا باغ ڈیم پر کبھی کوئی بات اور کبھی کوئی بات کرتے ہیں۔ یہ تقریر کو لمبا کرنا چاہتے ہیں اور اخبارات میں یہ بیان چھپوانا چاہتے ہیں اور حکومت سے وفاداری منانا چاہتے ہیں کہ جناب' ہم آپ کے بہت وفادار ہیں۔ ہم جس طرح

بھی آپ کی خدمت کر سکتے ہیں' کریں گے۔
جناب ڈپٹی سپیکر : ملک صاحب۔ تشریف رکھیں۔ وہ سیلاب کے حوالے سے بات کر رہے ہیں میں معزز ممبر سے درخواست کروں گا کہ وہ وقت کا خیال رکھیں۔ جی' اب فرمایے۔
چودھری واجد علی خان : جناب سپیکر! ان کو ہمیشہ الٹا نظر آتا ہے۔ مجنوں نظر آتی ہے' لیلیٰ نظر آتا ہے۔ جناب سپیکر! کالا باغ ڈیم اور ڈیمز کا جتنا بھی تعلق ہے وہ سیلابوں سے ہے۔ ملک صاحب کی عقل پر مجھے ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ (قطع کلامیاں)
جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب۔ پلیز' cross talk نہ کیجیے۔ آپ صرف سپیکر کو مخاطب فرمائیں۔
جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب سپیکر! میں نکتہ وضاحت پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔
جناب ڈپٹی سپیکر : جی' فرمایے۔
جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب سپیکر! میں ایوب خان کی اشتمال اراضی اور بھٹو دور کی زرعی اصلاحات کے حوالے سے بات کروں گا کہ پنجاب میں اب بھی جاگیریں قائم ہیں۔ صرف اپنے ہی خاندان میں بندر بانٹ ہوئی تھی اور بہت کم جاگیر داروں سے زمینیں واپس لی گئیں۔
جناب ڈپٹی سپیکر : جی' آپ تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب۔ فرمایے اور وقت کا بھی خیال رکھیں۔
چودھری واجد علی خان : جناب سپیکر! یہ جو ساری باتیں ابھی ہو رہی تھیں....
ملک امان اللہ چھینہ : جناب سپیکر! میں بادشاہ خان آفریدی صاحب کی بات کا جواب دینا چاہتا ہوں۔
جناب ڈپٹی سپیکر :ملک صاحب' پلیز آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو موقع فراہم کروں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں۔
ملک امان اللہ چھینہ : جناب سپیکر! یہ پنجاب کے زمینداروں پر الزام لگایا گیا ہے۔ صدر ایوب کے بعد کی دو زرعی اصلاحات کو میں جانتا ہوں۔ 12 ہزار یونٹ تھے اور اس کے بعد 8 ہزار یونٹ بنے۔ تو اس وقت بندر بانٹ نہیں تھی۔ ایک شیخ رشید نامی شخص جو بہت اہم شخصیت تھے اور ایک آر یو خان (ریٹائرڈ) زرعی اصلاحات کے تھے۔ وہ چیئرمین پبلک سروس

کمشن بھی رہے۔ ریونیو بورڈ کے ممبر بھی رہے۔ رن کچھ کے علاقے میں بھی گئے۔ بڑے ماہر قسم کے آدمی تھے۔ ان لوگوں نے زرعی اصلاحات کی تھیں اور موقع بھی نہیں ملا۔ ہم جو بنیادی طور پر زمیندار ہیں انہوں نے اپنی زرعی اصلاحات میں ایک ایکڑ بھی بچنے نہیں دی یا ادھر نہیں ہونے دی۔ یہ بات غلط ہے۔ جو پہلے لوگ ہیں' اے کلاس کے زمیندار ہیں یا جاگیردار ہیں انہوں نے ٹرانسپورٹیں بنائیں۔ انہوں نے ملیں بنائیں انہوں نے پلازے بنائے۔سائیڈ بزنس کیے لیکن میرے خاندان نے اڑھائی لاکھ کنال زمین زرعی اصلاحات کے لیے دی ہے اور میرے گھر کے دس آدمی متاثر ہوئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ زرعی اصلاحات کیا ہیں۔ یہ کیسے جانتے ہیں؟ یہ اپنی ایک دکان ہمیں دے دیں میں ساری جاگیر ان کو دے دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ملک صاحب۔ آپ تشریف رکھیں۔ بادشاہ خان آفریدی صاحب آپ کے ہمسائے ہیں اور آپ ہمسائیگی کا خیال رکھیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب سپیکر! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ پلیز تشریف رکھیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب سپیکر! میں نے چھینہ صاحب کی طرف اشارہ نہیں کیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ پلیز تشریف رکھیں۔ یہ زرعی اصلاحات کا جو مسئلہ ہے میں اس پر آپ کو بات کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ کیونکہ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہم آج سیلاب کے بارے میں بحث کر رہے ہیں۔ چودھری صاحب۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں اور کوشش کریں کہ مختصر ہو۔

چودھری واجد علی خان : جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ یہ ایک قدرتی آفات کی شکل میں امتحان جو قوم پر نازل ہوا الحمدللہ پوری قوم اس میں سرخرو ہوئی ہے۔یہ تقریباً 10 تاریخ کی بات ہے اور جمعرات کا دن تھا۔ صبح جب پتہ چلا تو وزیر اعظم فوری طور پر جہلم پہنچے۔ حالات کا جائزہ لیا اور اس کے بعد خدا کے حضور دعا مانگنے کے لیے چلے گئے کہ یا خدا اس قوم کو اس سیلاب سے بچا۔ وہاں سجدہ ادا کیا اور واپس آ کر پھر کارروائی میں جت گئے۔ ساری قوم ان کے ساتھ ہو گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتنے بڑے سیلاب میں 381 امواپت

ہوئی ہیں اور ہر مرنے والے کے کنبے کے کفیل کو 50 ہزار اور دوسرے کو 30 ہزار تک آج تک ادائیگی ہو چکی ہے اور ابھی جو ساری باتیں ہو رہی تھیں یہ بجائے اس کے کہ تعریف کی جاتی اور قوم کا حوصلہ بلند کیا جاتا۔ یہ حوصلے پست کرنے کی باتیں ہیں اور یہ ملک دشمنی کے زمرے میں آتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ فوج نے جو کام کیا اس کے علاوہ یہ اچھی بات ہوئی کہ ہماری سول ایڈمنسٹریشن نے سیکٹر قائم کر دیے۔ وہ ہر جگہ پر پہنچے۔ انہوں نے لوگوں کو evacuate کیا۔ انہیں امداد پہنچائی۔ سیکٹر بنا دیے گئے اور یہ ہسٹری میں پہلی دفعہ ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارا اس قیادت کا معجزہ ہے جس نے ہر ایک کو حرکت میں لیا اور ایک نئی تاریخ پیدا کر دی۔ وزیر اعظم ہر جگہ پہنچے' سروے کا خود جائزہ لیا اور انہوں نے بلا تخصیص سب کو دعوت دی چاہے کوئی پیپلز پارٹی کا ہے' جماعت اسلامی کا یا کسی اور کا کہ وہ آئے اور ہمیں بتائے اور ہمیں حقائق سے مطلع کرے۔ اس سلسلے میں انہوں نے سخت قسم کے اقدامات کیے۔ مظفر گڑھ کے ڈی سی کو ابھی انہوں نے معطل کیا جو کوتاہی کا مرتکب ہوا تھا۔ جناب سپیکر! ان حالات کے ہوتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ بے جا تنقید سے اجتناب کیا جائے جو اخبارات میں بیانات کی شکل میں سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے کی جا رہی ہے کیونکہ یہ زندہ قوموں کا شیوہ نہیں اس سیلاب کی گھڑی میں بلا تخصیص اپوزیشن کے معزز ممبر اور حکومتی بنچوں کے معزز ممبر ایک مؤقف کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں نہ کہ جگ ہنسائی کے لیے۔

جناب سپیکر! ایک بات میں آج یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ 40 سال ہو گئے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ ملک کو گروی رکھ دیا۔ ہر حکم ران قرضہ لیتا ہے۔ امداد کی اپیل کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر قوم کو حوصلہ دینے کی ایک بات کی گئی ہے تو اس کو سراہنا چاہیے تھا نہ یہ کہ دیکھو انہوں نے امداد کی اپیل کیوں نہیں کی؟ اپیل ہونی چاہیے اپیل کر دیتے لیکن اگر ایک حوصلہ دیا ہے۔ اب آپ یہ دیکھیے کہ سعودی عرب ہے وہاں انہوں نے اپیل نہیں کی لیکن سعودی عرب کے فرمانروا نے خود کہا کہ یہ نقصان میرا نقصان ہے۔ یہ خارجہ پالیسی کی کامیابی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرا نقصان ہے۔ ہم پورا کریں گے۔ لیکن وزیر اعظم صاحب نے خود اپیل نہیں کی۔ جذبے کو سراہنا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ جن علاقوں میں چھوٹے چھوٹے ندی نالوں مثلاً ڈیک نے اضلاع شیخوپورہ' سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے علاقوں میں جو تباہی پھیلائی اس طرف کسی کا دھیان نہیں گیا۔ میرے اپنے حلقے میں ملک پور گاؤں ہے جو اس وقت مکمل طور پر under erosion ہے۔ اسی طرح ملک پور مردانہ' مقبول پور میانی اور تحصیل نارووال کے دیہات جو بدھو سلمی کے ایریا میں آتے ہیں۔ ان میں ڈیک نالوں سے زبردست تباہی ہوئی ہے۔ ان کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ اس طرف کوئی محکمہ ابھی تک نہیں گیا۔ یہاں ان لوگوں کی فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ اس وقت بھی وہاں پانی کھڑا ہے۔ مرالہ راوی لنک' ایم آر لنک' بی آر بی لنک یہ دو چار چیزیں چھوٹی چھوٹی میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس طرف بھی ذرا تھوڑی سی توجہ دینی چاہیے کیونکہ بڑے سیلاب کے ریلے کے آگے یہ جو چھوٹے چھوٹے ندی نالوں کی تباہی ہوئی ہے اس طرف کسی کی توجہ نہیں گئی۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: حاجی محمد افضل چن صاحب۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب منشاء بٹ صاحب۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ: شکریہ' جناب سپیکر! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام تعریفیں اس خداوند تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام طاقتوں کا مالک ہے اور جس کے حکم کے بغیر اس کائنات میں ایک پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ سارے درود و سلام اپنے آقا' اپنے ہادی' اپنے مرشد' میری روح ان پر فدا' حضرت محمد ﷺ کے لیے جو باعث کائنات ہیں۔

جناب سپیکر! قدرتی آفات انسانوں پر کیوں نازل ہوتی ہیں؟ اس بھید کو خود خالق کائنات ہی جانتے ہیں۔ حالیہ سیلاب ہماری تاریخ کا ہولناک ترین سیلاب ہے جس میں سینکڑوں جانوں کا نقصان ہوا۔ ہزاروں مویشی پانی کی لہروں میں بہہ گئے۔ لاکھوں ایکڑ رقبہ پر کھڑی فصلیں تباہ ہو گئیں۔ آباد بستیوں کے مسکن کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے۔ ان آفات کو روکنا کبھی بھی کسی وقت بھی انسانی طاقت کے بس میں نہیں رہا۔ تاہم قومیں اور حکومتیں اپنے وسائل کو بھرپور انداز میں استعمال کر کے کئی آفات کی تباہ کاریوں کا مقابلہ کرتی ہیں اور اس کا ازالہ کیا کرتی ہیں۔ مصیبت کے ان ایام میں وزیر اعظم پاکستان محترم میاں نواز شریف صاحب اور وزیر اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں صاحب نے گاؤں گاؤں' قریہ قریہ' شہر شہر اور گھر گھر جا کر لوگوں کے حوصلے بڑھائے۔ انہیں نیا عزم اور حوصلہ دیا۔ ان کے مسائل

اور مشکلات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور انہیں حل کرنے کے انتظامات فرمائے۔ یہ باتیں اسلامی سربراہان مملکت کے حصے میں آتی ہیں اور اس موقع پر افواج پاکستان سے مسلم لیگی ورکرز مخیّر حضرات' فلاحی تنظیموں اور انتظامیہ کی کارکردگی اس قدر قابل ستائش رہی کہ مغربی میڈیا پر سیلاب کے حوالے سے پاکستان کی کارکردگی کو بہت سراہا گیا۔

جناب سپیکر! مختصر سے نوٹس میں ہزاروں' لاکھوں انسانوں کو سیلاب کے راستے سے ہٹا کر محفوظ مقام پر پہنچانا بذات خود ایک عظیم کارنامہ ہے۔

اور اسی موقع پر افواج پاکستان مسلم لیگ ورکرز مخیّر حضرات فلاحی تنظیموں اور انتظامیہ کی کارکردگی اس قدر قابل ستائش رہی کہ مغربی میڈیا پر سیلاب کے حوالے سے پاکستان کی کارکردگی کو بہت سراہا گیا۔ جناب والا! میرا تعلق خود ایک ایسے علاقے سے ہے جہاں سے سیلاب کی تباہ کاریاں شروع ہوئیں اور میں عینی شاہد ہوں کہ انتظامیہ نے نہایت ہی جان فشانی سے کام کیا اور سیلاب زدگان کی ہر لحاظ سے امداد کی انہوں نے ہر وہ چیز پہنچائی جس کی انہیں ضرورت تھی اور محکمہ صحت نے طبی مراکز قائم کیے۔ اور وبائی امراض چاؤ کے انجکشن لگائے۔ جناب سپیکر! ایک طرف تو وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف صاحب اور حکومت کی تمام ایجنسیاں اس آزمائش کی گھڑی میں لوگوں کے مسائل اور ان مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد کی کوشش کر رہے تھے تو دوسری طرف ہمارے کچھ محترم تنقید برائے تنقید کے پرانے کاروبار میں مصروف تھے اور وہ لوگوں پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ حکومت نے شاید سمندر سے سازش کر کے اتنی زیادہ بارشیں برسا دی ہیں۔ جناب محترم سپیکر! پنجاب میں سیلاب کے ریلے سے جب تباہی و بربادی ہو رہی تھی تو ان میں سے بعض محترم سندھ میں جا کر تنقید کر رہے تھے اور جب یہ سیلاب سندھ میں پہنچا تو پھر پنجاب کو واپس لوٹے اور پھر یہاں پر تنقید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جناب والا! جب وزیر اعظم پاکستان عمرہ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو اس پر بھی تنقید کی گئی۔ بحیثیت مسلمان مصیبت کے وقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔ اسی کے آگے جھکا جاتا ہے۔ اسی کے آگے گڑگڑایا جاتا ہے اور وہی راہ نمائی کرتا ہے اور وہی ان آفات سے انسانوں کو نجات دلاتا ہے۔ جناب سپیکر! میں اپنے محترم دوستوں سے یہ گزارش کروں گا کہ خداوند تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ اس

وقت ہمارے عوام مصائب میں مبتلا ہیں۔ انہیں گرم بستروں کی ضرورت ہے۔ سر چھپانے کے لیے انہیں چھتوں کی ضرورت ہے' گھروں کی ضرورت ہے۔ انہیں علاج معالجے کی ضرورت ہے اور جناب سپیکر! جہلم کے دکان داروں کو کاروبار کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت ہے۔ ان کی یہ ضرورت پوری کرنا اور آج کی اہم اور سب سے بڑی نیکی ہے۔ ہمارے ملک کی سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ ہمارا نظام آب پاشی درہم برہم ہو چکا ہے۔ جناب سپیکر! ان معاملات کو درست کرنا اس وقت کی سب سے بڑی نیکی ہے۔ ہم سب کو نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ وزیر اعظم پاکستان نے سیلاب زدگان کی بحالی کے لیے ان کی امداد کے لیے پیکیج کا اعلان کیا ہے۔ حکومت اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لا کر اپنے بھائیوں کی جلد از جلد آباد کاری کرنا چاہتی ہے۔ ہم سب کا ایک ہی فرض ہیں مولا کریم کے حکم کے مطابق ہم حکومت پاکستان کا بھر پور انداز میں ساتھ دیں گے۔ پوری قوم کو ساتھ دینا ہوگا اور یقین جانیے یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ آخر میں میں یہ دعا کرتا ہوں کہ مولا کریم اس مصیبت کے دور میں ہماری حکومت کا حامی و ناصر ہو اور اللہ تعالیٰ ہر آسمانی آفت سے پاکستان کو محفوظ رکھے۔ (آمین) (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب چودھری محمد حنیف صاحب۔

چودھری محمد حنیف : شکریہ' جناب سپیکر!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بلا شبہ یہ ناگہانی آفت جو سیلاب کی صورت میں ہمارے سامنے آئی ہے۔ اس سے قبل بھی امتحانات اور آزمائشیں ہوئی ہیں۔ لوگوں کی کوتاہیوں' خامیوں بد اعمالیوں پر اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیجے ہیں۔ حادثات بارش یا سیلاب کی صورت میں اور کئی رنگ میں عذاب آئے ہیں۔ آج معمولی سی آزمائش اللہ نے سیلاب کی صورت میں ہمیں دکھائی ہے۔ جناب سپیکر! قرآن کی سورہ العصر والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا و عملو الصلحت وتوا صوا بالحق وتو صو بالصبرo کی صورت میں ہے۔ کہ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر ایمان اور عمل صالح کی روش اختیار نہ کی تو انسان ہمیشہ گھاٹے میں رہے گا اور نقصان اٹھاتا رہے گا۔ جناب والا! ہم نے اپنی روش کو اپنے اعمال کو صحیح نہیں کیا اور ہماری نیتیں درست نہیں اور جو مینڈیٹ اسلامی جمہوری اتحاد نے حاصل کیا تھا اس کے وعدے پر کیا تھے جناب سپیکر! سود کے بارے میں کھلے عام باتیں

کی گئیں۔ اس کی حمایت میں باتیں کی گئیں جو شریعت کے ساتھ ایک مذاق تھا۔ یہ قرآن کے احکامات کے خلاف بات تھی۔ جناب والا! یہ سیلاب تو آنا ہی تھا جیسے میرے بھائی نے بھی کہا تھا کہ جب لوگوں کو انصاف نہ ملے گا غریب جب بھوک سے تڑپیں گے اور ان کے حکمران ان کی داد رسی نہیں کریں گے تو وہی ساغر صدیقی والا شعر انہوں نے بھی پڑھا تھا کہ۔

تا حد نظر شعلے ہی شعلے ہیں چمن میں
پھولوں کے نگہبان سے کچھ بھول ہوئی ہے
جس عہد میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس عہد کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے

جناب سپیکر! اتنا بڑا نقصان سیلاب کی صورت میں ہوا۔ اس میں چودہ سو افراد کا ہلاک ہونا بے شمار مویشیوں کا مر جانا اور کھڑی فصلیں تباہ ہو جانا یہ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے اور بھارت کی یہ ذمہ داری ہے' وہ قانون کے تحت پابند ہے کہ جب کبھی کوئی ایسی بات ہوگی وہ پاکستان کو اطلاع دے گا قبل از وقت اس نے اطلاع دی۔ اسی طرح آئی ایم او جو بین الاقوامی موسمیات کا ادارہ ہے اس نے بھی پہلے اطلاع دی۔ پھر جناب والا! دکھ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ محکمہ موسمیات والے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے آب پاشی والوں کو 6 ستمبر کو اطلاع دے دی' جبکہ آب پاشی والے اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ واپڈا والے کچھ کہہ رہے ہیں' فلڈ کنٹرول کمیشن کچھ کہہ رہا ہے۔ لیکن جناب والا! دکھ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ان چاروں کی کبھی بھی مشترکہ میٹنگ نہیں ہو سکی۔ ان چاروں کو ایک جگہ پر بٹھایا ہی نہیں گیا کہ ان سے پوچھا جاتا کہ بھئی' آپ بتائیں اس کا کون ذمہ دار ہے اور اس سے قوم کا اتنا بڑا نقصان ہو گیا۔ پھر جناب والا! بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب نے اعلان کیا کہ ہمیں باہر کی امداد کی ضرورت نہیں لیکن جناب سپیکر! یہ دو غلا پن ہے کہ کچھ ہی دیر بعد وزیر خزانہ امریکہ پہنچ گیا اور امریکہ نے پچاس ہزار ڈالر خیرات کے طور پر پاکستان کو دے دیے اور پاکستان کے ساتھ ایک گھٹیا مذاق کیا اور اس سنگین مذاق کو ہماری حکومت نے خوش دلی سے قبول بھی کر لیا۔ یہ دکھ اور افسوس کی بات ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہمارے وزراء' کی بارات موجود ہے اور اس سیلاب کا ہر محکمہ سے متعلق کام تھا' لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنے اپنے علاقوں میں صحیح معنوں میں اور

بر وقت نہیں پہنچا۔ کسی نے صحیح معنوں میں کوئی کردار ادا نہیں کیا سوائے چند تصویروں کے جن میں آٹے کے تھیلے پکڑائے گئے اور گھی کے ڈبے دیے گئے۔ اس کے سوا انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ جناب سپیکر! یہ دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ منصوبہ بندی کے تحت یہ تمام وہاں پر نظر آتے رہے اس پوری فوج ظفر موج کی تنخواہوں کا قوم پر اتنا بڑا بوجھ ہے۔ لیکن انہوں نے صحیح معنوں میں کارکردگی کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں کیا۔ ابھی تک حکومت نے کسانوں کو بیج اور کھاد نہیں دی۔ یہ اللہ کا شکر ہے کہ ہماری جماعت اسلامی نے سب سے پہلے پانچ کروڑ کی متاثرین کو امداد دی اور لوگوں نے ہماری جماعت پر اعتماد کیا اور یہ پلاننگ کے تحت سامان کی صورت میں کسانوں تک امداد پہنچائی جا رہی ہے۔ اسی طرح سے ہمارے باقی لوگوں کو بھی خیال کرنا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو مختصر کرتا جا رہا ہوں۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ بہت ساری باتیں ہو گئی ہیں میں اعداد و شمار پر نہیں جاؤں گا صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں ہر ایک کو اور میں اپنے آپ کو بھی اس میں شامل کرتا ہوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنا ہوگا اور صحیح معنوں میں اس سیلاب کو روکنا ہوگا جو اس وقت اس ملک میں اپنے کئی رنگوں کے ساتھ بہتا چلا آ رہا ہے۔ یہ فحاشی کا سیلاب ہے' بد عنوانی کا سیلاب ہے' رشوت کا سیلاب ہے' بے غیرتی اور بے ضمیری کا سیلاب ہے۔ جناب سپیکر! ہمیں اس سیلاب پر بھی بند باندھنے ہوں گے اور یہ پانی کا سیلاب خود بخود ہی رک جائے گا اگر آپ اور ہم نے اس ذمہ داری کو پورا نہ کیا اور اپنے آپ کو صحیح معنوں میں شریعت کے مطابق نہ چلایا اور اپنی کوتاہیوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی نہ مانگی تو پھر یہ سیلاب آتے رہیں گے' یہ آفات آتی رہیں گی۔ یہ نظام قدرت ہے۔ اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ خدا سے دعا کی جائے اور اسی سے رحم کی اپیل کی جائے اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاری جائے۔ جن قوموں نے اس روش سے ہٹ کر کام کیا وہ تباہ ہوئی ہیں' برباد ہوئی ہیں انہوں نے جتنی بھی باتیں اور وعدے کیے ہیں' یہ اسلام اور شریعت کے خلاف چلے ہیں اور وہ تباہ ہوئے ہیں۔ میں بے نظیر بھٹو کی مثال دیتا ہوں وہ شاید حکومت کرتیں لیکن جب انہوں نے اسلامی سزاؤں اور تعزیر کا مذاق اڑایا تو ان کی حکومت کچھ ہی عرصے بعد ختم ہو گئی تھی۔ موجودہ حکومت کو بھی اس سے نصیحت لینی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "بلاشبہ اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے"

جناب ڈپٹی سپیکر : حاجی محمد افضل چن۔
حاجی محمد افضل چن : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا سیلاب کے بارے میں بہت دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ حالانکہ میرے خیال میں سیلاب پہ اتنی تقریروں کی ضرورت نہ تھی۔ یہ ایک دکھ اور درد کی کہانی تھی۔ حکومتی پارٹی اور اپوزیشن' سب مل کر اس کا مقابلہ کرتے۔ یہ ہمارا اجتماعی مسئلہ تھا۔ لیکن یہاں سیاسی گفتگو کو زیادہ رنگ دیا گیا۔

جناب والا! میں عرض کروں گا کہ میرا تعلق سب ڈویژن منڈی بہاؤالدین سے ہے جس میں 152 دیہات بالکل تباہ ہو گئے۔ 61781 ایکڑ رقبہ بالکل زیر آب آ گیا 31321 ایکڑ رقبے پر فصلیں تباہ ہوئیں۔ 263 گاؤں میں کچے مکانات تباہ ہو گئے۔ 1928 پکے مکان' 470 کچے مکان پوری طرح تباہ ہوگئے 2010 پکے مکانوں کا نام و نشان تک نہیں رہا۔ جتنے لوگ اس سے متاثر ہوئے ہیں ان کی تعداد 29234 ہے۔ گیارہ آدمی صرف ہمارے سب ڈویژن میں مر گئے اور چار ابھی تک لا پتہ ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اتنا بڑا سیلاب ہماری زندگی میں پہلی دفعہ آیا۔ جناب والا! جس طرح 1965ء کی جنگ میں لوگوں میں جذبہ دیکھا گیا۔ اس دفعہ بھی سیلاب کا مقابلہ کرنے کے لیے جذبہ پایا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری حکومت نے اس دفعہ یہ ایک مثال قائم کی ہے۔

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے میں نے کبھی اپنے ضمیر سے ہٹ کر بات نہیں کی۔ چاہیے جتنا بھی کوئی جابر سلطان ہو۔ جس وقت سیلاب آیا ہمارے وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ صاحب اسی وقت گھر گھر گئے اور اس میں انہوں نے ذرا بھی دیر نہیں کی۔ اور حکم رانوں کے لیے اسلام کا صحیح حکم یہ ہے کہ جب کوئی ایسی مصیبت کی گھڑی آئے تو وہ لوگوں کے پاس جا کر ان کی کہانی ان سے پوچھیں اور ان کا کچھ مداوا کریں۔ ہمارے تمام کے تمام وزراء صاحبان حتیٰ کہ ہماری پوری کی پوری انتظامیہ نے اس دفعہ پورے جوش و خروش سے کام کیا۔ کوئی آدمی نہیں کہہ سکتا کہ انتظامیہ نے کام نہیں کیا۔ پولیس ایک ایسا محکمہ ہے کہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ کسی سے ہم درد نہیں ہوتا لیکن پولیس والوں نے بھی اس دفعہ لوگوں کے بہت دکھ بانٹے ہیں اور انہوں نے سیلاب زدگان کے ساتھ پوری ہم دردی کا اظہار کیا ہے۔ جناب والا! میں یہ

سمجھوں گا کہ یہ ہماری حکومت کا بہت ہی بڑا کارنامہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اپنی حکومت سے استدعا کروں گا کہ آج مہنگائی کا وقت ہے۔ پانچ ہزار روپیہ بہت ہی کم ہے۔ اس سے کچھ بھی نہیں بن سکتا۔ اس سے تو ان غریبوں کو کچھ نہ دیا جائے تو وہ بہتر ہے۔ پانچ ہزار دینا ہماری توہین ہے۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے وسائل نہیں یہ بات غلط ہے۔ ہمارے وسائل کو غلط استعمال کیا جاتا رہا ہمارے ملک میں کسی چیز کی کمی نہیں قوم کی بات ہے تو ہم نے قوم کا جذبہ دیکھا ہے حکم رانوں نے بھی سستی نہیں کی۔ کہتے ہیں پیسہ نہیں ہے۔ ذرا پیسے کا اندازہ لگائیں۔ غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کر کے ان لوگوں کو پوری امداد دی جا سکتی ہے اور بے گھر لوگوں کو دو ماہ میں پکے مکان بنا کے دیے جا سکتے ہیں۔ یہ ہماری حکومت کا کام ہے کہ جس مد میں غیر ترقیاتی اخراجات دیکھے ان کو ختم کرے اور ان غریبوں کو کم از کم بیس ہزار روپے دیا جائے تاکہ وہ بے چارے اپنے گھر بنا سکیں۔ آگے سردی کا موسم آ رہا ہے اس کے ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ ہمارے وزیر خزانہ سر تاج عزیز صاحب ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ زرعی ٹیکس لگاؤ لیکن آج میں وزیر خزانہ سے پوچھتا ہوں کہ اے زرعی ٹیکس لگانے والے وزیر! تم نے غریب کاشت کاروں کو کیا دیا ہے؟ مجھے ذرا یہ تو بتاؤ۔ تم غریب کاشت کاروں کو دے رہے ہو؟ کس چیز پر تم ٹیکس لگاتے ہو؟ لگاتے ہو تو آؤ' ہمارے ساتھ بات کرو۔ اگر کسی صنعت کار کی مل بھی جل جاتی تو اس کو معاوضہ ملتا کہ اس کی انشورنس ہوتی ہے۔ وہ دو گنا تین گنا وصول کر لیتے ہیں۔ لیکن کاشت کار بے چارے جن کے اتنے گھر برباد ہو گئے ان کو پانچ دس ہزار میں کیا ملے گا۔ میں سر تاج عزیز سے پوچھتا ہوں کہ ہم ٹیکس دیتے ہیں۔ ان کے گھر آباد کرو۔ ہمارے ساتھ بات کرو' ہم لوگوں کو انصاف دو۔ بے چارے کاشت کار ترس رہے ہیں۔ سردی کا موسم ہے' انہیں کھاد دو' بیج دو۔ ان کے پاس کھاد کے لیے اور بیج کے لیے پیسہ نہیں سیمنٹ کی قیمتیں دوگنی ہو چکی ہیں۔ میں اپنی حکومت سے التجا کروں گا کہ سیمنٹ پر کڑی نگرانی کی جائے جن لوگوں کو نقصان پہنچا ہے ان لوگوں کو حکومت سیمنٹ کھاد بیج مفت مہیا کرے۔ وہ قرضہ کیوں لیں۔ جو قرضہ واپس نہیں کر سکتے ان کو قرضہ دینے کا کیا فائدہ بے شک ٹیکس اور لگائیں ہم انکار نہیں کرتے ہم نے کبھی نہیں کہا کہ ہم ٹیکس نہیں دیتے۔ ہمیں دکھ ہوتا ہے کہ ٹیکس ہم دیں اور اس کا استعمال غلط ہو جائے۔ ہم یہ ہرگز برداشت نہیں کرتے۔ ہم سے بے شک ٹیکس لیں لیکن ہمارے پاس کھانے کے لیے بھی کچھ چھوڑیں۔

ان غریبوں کو کھاد اور بیج مفت مہیا کیا جائے۔ سینٹ کنٹرول ریٹ پر مہیا کیا جائے۔ بے شک ہم نے وہ ملیں بیچ دی ہیں۔ لیکن حکومت ہماری ہے اور اس کا فرض بنتا ہے کہ مل مالکان پر کنٹرول کیا جائے' ان کو من مانی نہ کرنے دی جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ وزیر اعظم صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب اس کا صحیح نوٹس لیں گے۔

اس کے بعد میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر 1973ء کے آئین میں ہمارا صوبہ خود مختار ہے' یہ ان کو پتا ہے کہ پنجاب خود مختار ہے یا نہیں ہے۔ میں قانون کو نہیں جانتا' کیونکہ مجھے آئین سے اتنی واقفیت نہیں اگر آئین کے تحت تمام کے تمام صوبے خود مختار ہیں اور بے شک مرکز نے اپنی کمیٹی بنائی ہے' وہ اپنی رپورٹ پیش کرے۔ لیکن برباد ہم پنجاب والے ہوئے' یہ صوبائی مسئلہ ہے بے شک واپڈا مرکز کا محکمہ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مرکز اور صوبہ ایک ہے۔ میں پنجاب حکومت سے بھی یہ عرض کروں گا کہ ہمیں اپنی کمیٹی بھی بنانی چاہیے۔اس چیز کو ترک کرنا چاہیے کہ اتنا بڑا نقصان ہو جائے اور کسی پر بھی ذمہ داری عائد نہ ہو ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہیے۔ اس کو سزا دیں یا نہ دیں۔ عوام کو پتا چل جائے کہ کس کی کوتاہی سے اور کس کی زیادتی سے اتنے لوگ برباد ہوئے۔ اتنے مال مویشی غرق ہوئے۔ جانیں ضائع ہوئیں اور پاکستان کتنے سال پیچھے چلا گیا۔ اگر ہماری حکومت نے کسی کی ذمہ داری نہ ٹھہرائی تو پھر میں یہ کہوں گا کہ یہ زیادتی ہے۔ یہاں پاکستان کی باتیں ہوئیں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ پاکستان ٹوٹنا کوئی معمولی واقعہ نہیں یہ سیلاب آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ بہت نقصان ہوا۔ لیکن وہ ہمارا کچھ ایسا معاملہ تھا کہ وہ ہمیں اپنی زندگی سے بھی عزیز تھا۔ بدقسمتی سے کسی مسلمان بھائی نے کوئی ایف آئی آر درج نہ کرائی۔ نہ کسی نے محسوس کیا کہ پاکستان ٹوٹ گیا۔ ان مجرموں کے خلاف ایف آئی آر درج ہو۔ جو اسکے مجرم ہیں ان کو قوم کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس طرح میں حکومت سے استدعا کروں گا کہ عوام کو آگاہ کرے۔ دوسرے جتنے کاشت کار ہیں' ان کو بیج کھاد مفت مہیا کیے جائیں تاکہ ان کا کچھ نہ کچھ ازالہ ہو سکے۔ اور تیسری آخری بات یہ کہ میں اپنی حکومت سے یہ التجا کروں گا کہ کم از کم بیس پچیس ہزار روپیہ ان کو دیا جائے تاکہ کچھ نہ کچھ اپنے گھر کھڑے کر سکیں۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ سے اجازت چاہوں گا۔

وزیر لائیو سٹاک (چودھری عامر سلطان چیمہ) : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا

ملتان ترقیاتی ادارہ	10.00
راولپنڈی ترقیاتی ادارہ	3.00
گوجرانوالہ ترقیاتی ادارہ	3.00
میزان	37.00

دوران سال 93-1992ء ان شہروں میں ایک لاکھ 25 ہزار اضافی نفوس کو پینے کا صاف ستھرا پانی مہیا کی جائے گا جب کہ ایک لاکھ 80 ہزار افراد کے لیے سیوریج کی سہولت فراہم ہوگی۔ مزید برآں 80 میل لمبی سڑکوں کی مرمت و توسیع کی جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ ترقیاتی ادارے اپنے وسائل سے بھی مختلف ترقیاتی کام سر انجام دیں گے۔

سماجی بہبود

65- آئندہ سال کے ترقیاتی جٹ کی ایک اہم بات سماجی بہبود کے لیے مخصوص رقم میں 150 فی صد اضافہ ہے جس کی وجہ سے اس شعبے کے لیے مختص رقم ایک کروڑ روپے سے بڑھا کر اڑھائی کروڑ روپے کی جا رہی ہے۔ اس کا مقصد معذوروں' ناداروں کی فلاح و بہبود کے موجودہ ترقیاتی منصوبوں اور پروگراموں میں اضافے کے ساتھ ساتھ دو انتہائی اہم نوعیت کے نئے پروگرام شروع کرنا ہے۔ ان کا تعلق بچوں کے فلاحی گھر اور جیلوں میں محبوس عورتوں کی بہبود سے ہے۔ معاشرے کے ان بد قسمت طبقوں سے متعلقہ ان پروگراموں کے لیے ابتدا میں ایک کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی ان پروگراموں کو پورے صوبے میں پھیلا دیا جائے گا اور اس سلسلے میں رفاہی اداروں اور اہل دل حضرات کے تعاون کا خوش دلانہ خیر مقدم کیا جائے گا۔

66۔ معذوروں کی بہبود اور ان کو قومی زندگی کا فعال جزو بنانا معاشرے کی ذمہ داری ہے ۔اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے حکومت نے معذور لوگوں کی حالی اور فلاح و بہبود کے لیے ایک ٹرسٹ قائم کیا ہے۔اس مقصد کے لیے اب تک گیارہ کروڑ روپے مختص کیے جا چکے ہیں۔ اگلے مالی سال کے ترقیاتی پروگرام میں مزید 50 لاکھ روپے اس مد میں رکھے گئے ہیں۔ان شاء اللہ جلد ہی ٹرسٹ اپنے کام کا بھرپور آغاز کردے گا اور نجی شعبے میں ایسی سرگرمیوں کی ترویج کے لیے ہر ممکن اعانت مہیا کرے گا۔

جناب سپیکر!

سپیکر! جب ہم نے اس علاقے کا دورہ شروع کیا تو وہاں پر لوگوں نے کہا کہ حکومت ان لوگوں کی مدد کرے جو لوگ سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں' ہم حکومت کے ساتھ ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آج بھی ہماری قوم زندہ دل ہے' ہماری قوم بھکاری نہیں یہی چیز ہم نے ثابت کی ہے کہ ہم نے کسی سے بھیک نہیں مانگی۔ حکومت اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان متاثر لوگوں کی مدد کریں اور ہم نے ان لوگوں کی مدد کی ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح میں آپ کی وساطت سے ان لوگوں کو یہ بتاتا چلوں کہ سرگودھا کی ٹاؤن کمیٹیوں کا بیشتر علاقہ خاصا متاثر ہوا ہے اس میں جھاوریاں' شاہ پور صدر / سٹی' ساہی وال اور بھیرہ میانی کی ٹاؤن کمیٹیاں شامل ہیں۔ یہاں پر کچھ شہری علاقے بھی متاثر ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے ہم نے خصوصی اقدامات کیے اور لوگوں کو گھر گھر جا کر امدادی سامان تقسیم کیا۔ ہم نے ڈرامہ نہیں کیا۔ یہاں سے ہمارے ساتھ صحافی بھائیوں کی ٹیم بھی گئی تھی اور انہوں نے خود وہاں جا کر جائزہ لیا اور جائزہ لینے کے بعد دوسرے دن اخبارات میں واضح طور پر لکھا کہ یہاں واقعی حق دار کو حق مل رہا ہے۔ شاید کئی جگہوں پر ہم سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہو' لیکن اللہ کے فضل سے تقریباً 99 فی صد لوگوں کو ہم نے ان کا حق دیا ہم پر یہ فرض ہے کہ اس آباد کاری کے سلسلے میں وزیر اعظم پاکستان' وزیر اعلیٰ پنجاب اور حکومت نے جو اعلانات کیے ہیں ان کے مطابق حق داروں کو ان کا حق پہنچایا جائے اور اس اسمبلی کے ممبران کا بھی یہ فرض ہے اور ان نمائندوں اور کمیٹیوں کا بھی فرض ہے جو اس آبادی کاری کے سلسلے میں بنائی گئی ہیں۔ یہ کمیٹیاں ان نمائندوں کی وساطت سے ان متاثرہ لوگوں کو آباد کریں گی۔ میں اس ایوان کی وساطت سے وہاں کے ڈی سی صاحبان تک یہ بات پہنچاؤں گا کہ براہ مہربانی ان اقدامات پر جو کہ آباد کاری کے سلسلے میں اٹھائے جا رہے ہیں صحیح معنوں میں' صحیح طریقے سے عمل کریں اور ان لسٹوں کو نمایاں طور پر چسپاں کیا جائے تاکہ لوگ دیکھ سکیں کہ واقعی حق دار کو حق مل رہا ہے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ اگر کسی سرکاری ملازم نے اس میں کوتاہی برتی تو اس کے خلاف کارروائی ہوگی۔ اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ ہماری حکومت اس بارے میں کتنی مخلص ہے۔ پھر بھی یہ تنقید کرنے والے لوگ تنقید کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آؤ اور یہاں آ کر دیکھو۔ جو لوگ یہاں پر تنقید کر رہے ہیں ان میں اکثر لوگوں نے ان متاثرہ علاقوں کے دورے ہی نہیں کیے' بلکہ صرف اخبارات سے خبریں پڑھ کر

ہی تنقید کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! چونکہ میرے پاس محکمہ لائیو سٹاک ہے اور لائیو سٹاک کے حوالے سے اس سیلاب میں جو کام ہوا اس کے متعلق بھی میں آپ کو تھوڑی سی کارکردگی اور باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ شاید ہم سے کچھ تھوڑی بہت کوتاہی ہوئی ہو۔ لیکن پھر بھی ہم نے پوری کوشش کی ہے محدود وسائل میں رہتے ہوئے اور ایک چھوٹا سا محکمہ ہونے کے باوجود ہم نے لوگوں کو ریلیف دیا ہے۔ جناب والا! اس سلسلے میں' میں نے ایک مرکزی ریلیف سنٹر لاہور میں قائم کیا جس نے پورے پنجاب کو look after کرنا تھا۔ اور اس کے تحت 370 کے قریب ریلیف سنٹرز مختلف علاقوں میں قائم کیے۔میں یہاں آپ کو بتاتا چلوں کہ ہر سال ہم جون سے اکتوبر تک سیلاب کے سلسلے میں پہلے ہی اقدامات کر لیتے ہیں۔ ہم نے اس سال بھی سیلاب کے آنے سے پہلے جانوروں کو حفاظتی ٹیکہ جات لگادیے تھے۔اور سیلاب آنے کے بعد بھی ہم نے محدود وسائل کے باوجود تقریباً 9 لاکھ 86 ہزار 848 جانوروں کو حفاظتی ٹیکے لگائے۔ اور مرغیوں کو حفاظتی ٹیکہ جات لگائے ہیں ان کی تعداد 5 لاکھ 21 ہزار 242 ہے۔ اسی طرح ہم نے دوران سیلاب جو حفاظتی ٹیکے لگائے ہیں ان کی تعداد ایک لاکھ 74 ہزار 883 ہے۔ اور مرغیوں کو جو حفاظتی ٹیکے لگائے گئے ہیں ان کی تعداد 18 لاکھ 64 ہزار 3 ہے۔ اسی طرح ہم نے دوران سیلاب جن جانوروں کا علاج کیا ہے ان کی تعداد 3 لاکھ 41 ہزر 812ہے۔ اسی طرح ہم نے 22 موبائل ٹیمیں بنائی تھیں۔ ان ٹیموں نے مختلف علاقوں میں دورے کیے اور جانوروں کی دیکھ بھال کی۔ جناب سپیکر! ہم نے دیکھا کہ سیلاب آنے سے پہلے اکثر لوگوں نے اپنے جانوروں کو محفوظ مقامات پر پہنچا دیا تھا۔ لوگوں نے اپنی جانوں سے پہلے اپنے جانوروں اور مالوں کو محفوظ مقامات پر پہنچایا۔

اسی طرح میں نے اپنے سیکرٹری اور ڈائریکٹر جنرل کو ہدایت کی کہ وہ خود جا کر ان علاقوں کا دورہ کریں۔کیونکہ میری ڈیوٹی ضلع سرگودھا میں تھی اور میں ضلع سرگودھا میں تھا۔ لہٰذا میں ذاتی طور پر تمام پنجاب کا دورہ نہیں کر سکتا تھا۔ اسی وجہ سے میں نے سیکرٹری اور ڈائریکٹر جنرل کو ہدایت کی کہ وہ جا کر دوسرے علاقوں کا دورہ کریں اور وہاں پر جو شکایات ہیں ان کو دور کریں اور جو افسران کام نہیں کر رہے ان کے خلاف کارروائی کی جائے اس سلسلے میں انہوں نے گجرات' جہلم' ملتان' مظفر گڑھ' ڈی جی خان' گوجرانوالہ اور دوسرے

علاقوں کا دورہ کیا۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ بھی بتاتا چلوں کہ ہمارے پرائیویٹ سیکٹر کی طرف سے بھی محکمہ لائیو سٹاک کو خاصی امداد ملی۔ اس میں پنجاب ویٹنری میڈیکل ایسوسی ایشن کے طلباء اور زرعی یونیورسٹی کے طلباء نے بھی خاصی امداد کی اور اپنی مدد آپ کے تحت لوگوں کو امداد پہنچائی۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن لوگوں نے اس مصیبت میں ہماری مدد کی۔ اور اخبارات کے ذریعے ہماری اپیل کے بعد انہوں نے ہمیں مفت عطیات دیے جناب والا! میں اس بات پر بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ہمارے ارکان اسمبلی نے اپنی تعمیر وطن پروگرام کی گرانٹ کا جو کہ تقریباً ساڑھے 12 لاکھ فی حلقہ بنتی ہے' سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں ترقیاتی کاموں کے لیے اعلان کیا ہے اور یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ ان لوگوں نے اپنی ایک ماہ کی تنخواہ سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی امداد کے لیے دینے کا اعلان کیا ہے۔ ان سب باتوں سے ثابت ہو جاتا ہے کہ واقعی اراکین اسمبلی کی ہم دردیاں اپنے عوام کے ساتھ ہیں' پنجاب کے لوگوں کے ساتھ ہیں۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ان لوگوں اور خاص طور پر جناب وزیر اعلیٰ سے گذارش کروں گا کہ سرگودھا کا وہ علاقہ جو بہت زیادہ متاثر ہوا ہے اس کے لیے تعمیر وطن پروگرام میں سے خصوصی گرانٹ کا اعلان کیا جائے۔ حکومت نے جو اعلانات ان متاثرین کے لیے کیے ہیں وہ علیحدہ ہیں۔ ہماری سڑکیں اور آب پاشی کا نظام برباد ہو چکا ہے۔ اس کی بہتری کے لیے خصوصی گرانٹ کا اعلان کیا جائے تاکہ ہم اس کو اس مقام پر لے آئیں جو سیلاب سے پہلے تھا۔ میں آپ کی وساطت سے خاص طور پر محکمہ صحت آب پاشی' زراعت اور مسلم لیگ کے ان ورکروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے دن رات ایک کر کے امداد کی اور انہوں نے سرگودھا کو سر فہرست رکھا اور ہمیں مالی امداد پہنچائی۔ میں خاص طور پر ارشد لودھی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے خود دیکھا کہ سرگودھا کو کیا کیا مسائل ہیں وہاں کتنی چیزوں کی ضرورت ہے۔ انہوں نے وہ ہمیں وہاں پر پہنچائیں اور میں میاں شہباز شریف صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں نے خود سرگودھا کا دورہ کر کے وہاں پر اپنی چالیس رکنی ٹیم اور اپنے خالو کو چھوڑ دیا کہ وہ خود گھر گھر جا کر لوگوں کو امداد دے سکیں۔ یہ ایک ایسی گھڑی تھی کہ جس میں ہم سب کو حصہ لینا تھا اور ہم نے لیا اور اللہ کے فضل سے میں آج اس ایوان میں

برملا کہہ سکتا ہوں کہ اگر کسی کو ہم پر تنقید کرنی ہے' اگر کسی کو ہم پر کوئی اعتراض ہے تو پہلے وہ جا کر دیکھے پرکھے پھر ہم پر اعتراض کرے۔ اب یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ آپس میں محض اختلافات ہیں۔ اس گھڑی میں اپنے اختلافات کو دور کرنا چاہیے اور مل جل کر ان مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے تاکہ ان لوگوں کو احساس ہو کہ ہم سب ان کی مدد کے لیے ایک ہیں اور ہم نے ان لوگون کو امداد پہنچانی ہے جن کو آج ہماری ضرورت ہے۔ میں اسی بات پر تقریر ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں' اس پوری اسمبلی کو پورے ایوان کو کم از کم اس بات پر اکٹھا کر دے اور ہم تنقید برائے تنقید نہ کریں اور حکومت نے کوئی نیکی کا یا اچھا کام کیا ہے تو اس کی تعریف ضرور کرنی چاہیے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : لودھی بھی آج بولنا چاہیں گے۔ جی' اعظم چیمہ صاحب۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : جناب سپیکر! میں آپ کا مشور ہوں کہ آپ نے مجھے کچھ عرض کرنے کا موقع فراہم کیا۔ میں کچھ عرض کرنے سے قبل آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کا مائیک سسٹم اور یہ ساؤنڈ سسٹم خراب ہے ہر روز شاید آپ وقت محسوس کرتے رہے ہوں۔ میں آپ سے استدعا کروں گا کہ اپنے ٹیکنیشن' صاحبان سے فرمائیں کہ ساؤنڈ سسٹم کو ٹھیک کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ کی آواز ٹھیک آ رہی ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : بہر حال' کبھی ٹھیک ہوتا ہے اور کبھی نہیں میرے دوست بھی اس کی تائید کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ نے نشان دہی فرمائی ہے' ہم آپ کے شکر گزار ہیں اور انشاء اللہ آپ کی شکایت دور ہو گی۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : جناب والا! حالیہ سیلاب کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ یہ ایک ناگہانی مصیبت تھی' عذاب الٰہی تھا اور خاص طور پر پاکستان کے اس صوبے میں کسانوں اور زمینداروں کی فصلات کا جس طریقے سے نقصان ہوا ہے وہ لمحہ فکریہ بھی ہے اور آئندہ اس کے معیشت پر اثرات بھی ہوں گے۔ ان لوگوں کی جمع پونجی بھی سیلاب کی نذر ہو گئی ہے۔ جہاں تک دوسری باتوں کا تعلق ہے' حکومت وقت کا یہ فرض ہوا کرتا ہے کہ ریاست میں' علاقے میں یا صوبے میں بسنے والوں پر کوئی بھی مصیبت ہو تو ان کا خیال رکھا جائے اور خاص

طور پر ان کی بحالی کے لیے حکومت جو کچھ بھی کر سکے اسے کرنا چاہیے۔ تو مجھے مختصر یہ عرض کرنا ہے کہ حکومت وقت' وزیر اعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب اور انتظامیہ جس کے ہم سب ساتھی ہیں ہم یہ بات فخر سے کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہم نے دیانت داری اور ایمان داری سے وقت پر ہی ان لوگوں کی امداد کی اور ان کی آئندہ بحالی کے لیے بھی اقدامات کیے گئے ہیں۔ جناب والا! اس سے زیادہ ناممکن تھا اور نہ ہی ہو سکتا تھا۔ مجھے آپ سے یہ عرض کرنا ہے کہ سیاسی انداز میں تنقید ہوا کرتی ہے اور تنقید کرنے والوں سے میری یہ استدعا ہو گی کہ ہمیشہ تنقید مثبت انداز سے ہونی چاہیے جس میں ایسی تجاویز ہوں کہ جو آئندہ بحالی کے لیے مؤثر ہوں اور حکومت کی راہ نمائی اور رہبری کا کام دے سکیں۔ لیکن ہمارے دوستوں کو بھی اس طریقے سے برا محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ مخالفین ہمیشہ ایسی باتیں کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ایک بادشاہ نے بڑی دعوت کا اہتمام کیا اور پر تکلف کھانے مہیا کیے۔ لوگوں کو بلایا اور لوگوں نے موقع محل کے مطابق تعریف کی۔ آبادی میں ایک عورت رہتی تھی اور وہ اپنی حاضر دماغی' حالات اور واقعات کے مطابق بڑی مشہور و معروف تھی جب اس کو بلایا گیا...

جناب سپیکر : غالباً یہ مثال ملک صاحب نے تو نہیں سنائی۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : تو اس نے ہاتھ ہلا کر یہ کہہ دیا کہ ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ بہر حال' یہ باتیں کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے۔ تو مجھے خاص طور پر ایوان صنعت و تجارت والے لوگوں سے عرض کرنی ہے جو ہمیشہ یہ کہا کرتے ہیں کہ کسانوں اور زمینداروں کا کاروبار بڑا منافع بخش ہے۔ مجھے آج ان سے عرض کرنی ہے کہ کسان اس سیلاب میں اتنا پیچھے جا چکا ہے کہ کئی سالوں تک سابقہ قرض نہیں اتار سکے گا اور آئندہ ان کی بحالی کے لیے بھی کافی وقت لگے گا۔ اور شاید حکومت کی امداد ہی اسکی معاون ثابت ہو۔

جناب والا مزید عرض کرتے ہوئے میں نے کچھ تجاویز دینی ہیں۔وہ یہ ہیں کہ جس طرح سیلف ایمپلائمنٹ سکیموں کا اجراء کیا گیا ہے' میں اس ایوان کی وساطت سے اور آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ وزیر اعظم پاکستان سیلف ایمپلائمنٹ سکیموں میں ٹریکٹر اور زرعی مشینری کو بھی شامل کر لیں اور جس طریقے سے وہ کاریں' بسیں یا ویگنیں دے رہے ہیں اگر ٹریکٹر کو اسی طریقے سے اسی شرح سود سے اور دس فی صد کے حساب سے دیں تو یقینی طور پر وہ مفلوک الحال لوگ' وہ کسان اور زمیندار' زرعی معیشت میں سیلف ایمپلائمنٹ کی

صورت میں ان کی بہتری ہو سکے گی۔ انشاء اللہ۔ جناب والا! میں نے دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ آئندہ ناگہانی مصائب کے مقابلے اور ایسی باتوں سے قوم کو بچانے کے لیے ہمیں ایسی تجاویز پر غور کرنا ہوگا اور پانی کے سٹور کے لیے ہمیں کوشش کرنی ہو گی اور ایسے منصوبے بنائے جائیں کہ آئندہ لوگ پریشان نہ ہوں۔ مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ جیسے منگلا جھیل کی وسعت کا پروگرام تھا یا کوئی اور ڈیم بنانے کا پروگرام تھا تو یہ بات میں ریکارڈ کی درستی کے لیے عرض کر دیتا ہوں کہ اس وقت پنجاب میں صرف نہروں کے ذریعے تقریباً ایک لاکھ کیوسک پانی سے ہماری فصلیں اگتی ہیں اور 75 یا 85 فی صد غلہ پاکستان کے لیے پنجاب سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ پانی لاکھوں کیوسک کے حساب سے آیا تو اس کی capacity اس قدر زیادہ تھی کہ پنجاب کا صوبہ جو ایک لاکھ کیوسک سے سیراب ہوتا ہے' وہاں پر 26 یا 27 لاکھ کیوسک پانی بہنے لگا اور نقصان کا سبب بنا۔ اس لیے اگر کسی ڈیم یا سٹوریج کا سلسلہ بنایا جائے تو یہ ایک بہترین اقدام ہوگا۔ مجھے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ حکومت وقت نے جو کچھ بھی کیا ہے اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ اور جس پیکیج کا اعلان کیا گیا ہے وہ ریلیف منسٹر صاحب گھر گھر جا کر متاثرین میں تقسیم کریں گے اور آئندہ جو بھی بحالی کے لیے ہو سکا۔ حکومت وقت اور وزیر اعظم پاکستان' وزیر اعلیٰ پنجاب کریں گے۔

ملک امان اللہ خان چھینہ : جناب والا! میں عرض کروں گا کہ چھینہ صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چیمہ صاحب آپ اپنی بات مکمل کریں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : تہاڈی بڑی مہربانی تہاڈا بڑا حق بندا اے

جناب ڈپٹی سپیکر : اردو میں بات کریں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : جناب والا! آپ کی وساطت سے مسلم لیگ کے ورکروں' اس صوبے میں بسنے والے مخیّر حضرات اور ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے حقوق العباد کو سمجھتے ہوئے اور مسلمان ہونے کے ناتے یا اس صوبے اور پاکستان کے شہری ہونے کے ناتے جس انداز سے جس جذبے سے ان مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کی ہے' وزیر اعظم پاکستان یا ان کی ٹیم کے ممبران نے جس خلوص اور نیت سے متاثرین کی بحالی کے لیے اعلانات کیے ہیں وہ قابل تحسین ہیں۔ وہ لوگوں مبارک باد کے مستحق ہیں مصیبت میں مصیبت زدہ

لوگوں کی امداد کرتے ہیں مجھے آخر میں آپ سے یہ عرض کرنی ہے کہ ان لوگوں نے امداد کے لیے جو بھی بروقت اعلان کیا ہے اس کے مطابق ان کی بحالی کے لیے ربیع کی فصل سے پہلے پہلے ان لوگوں تک وہ امداد پہنچا دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی :بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! سیلاب کے موضوع پر دونوں جانب سے ہمارے بہت سے دوستوں نے اظہار خیال کیا ہے۔ چند ایک باتیں جو میں کہنا چاہوں گا وہ یہ ہیں۔ ایک تو اس سیلاب کو عذاب الٰہی گردانا گیا۔ سیلاب کا بلاشبہ آفات آسمانی سے تعلق بنتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ جب اور جس وقت چاہے ایک "کن" کے فرمان سے اس کائنات کو تہ و بالا کر سکتا ہے۔ مگر یہ حقیقت اپنی جگہ اسی قدر مسلمہ ہے۔ قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔ کل نفسٍ ذائقة الموت ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس سیلاب کے نتیجے میں میرے نزدیک سب سے بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ ہماری مائیں' بہنیں' بھائی اور بزرگ آج اچانک ہم سے بچھڑ گئے اور اپنے پیچھے اپنے گھرانوں کے لیے ایک سوگ کی کیفیت چھوڑ گئے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نقصانات ہوئے ہیں جس کے بارے میں یہاں پر بات کی جا سکتی ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے' یہ بات اٹل ہے کہ موت کا دن مقرر ہے۔ کچھ دوستوں نے یہاں پر باتیں کی تھیں۔ وہ میں سمجھتا ہوں کہ لاعلمی کی بناء پر تھیں۔ کچھ حوالہ جات جو قرآن پاک اور احادیث سے بھی دیے گئے وہ درست نہ تھے۔ کیونکہ قرآن پاک کے یہ واضح الفاظ ہیں۔"فاذا جاء اجلها لا يستاخرون ولا يستقدمون" کہ جب کسی کا وقت اجل آ جاتا ہے تو وہ نہ ایک قدم آگے بڑھا سکتا ہے نہ پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ مگر جہاں پر ساری باتیں موجود ہیں وہاں یہ بات بھی ہے کہ بحیثیت قوم ہم اس جھگڑے میں پڑے رہتے ہیں کہ اپوزیشن والے کیا کہتے ہیں' حزب اقتدار والے کیا کہتے ہیں؟ جب ہم اس انداز سے سوچیں گے تو قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔ و لنبلونكم بشي من الخوف والجوع و نقص من الا موال والا نفس والثمرات و بشر الصابرينo اللہ تبارک تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ہم آزمائش کریں گے تمہاری خوف سے بھوک سے' مالوں اور جانوں کی کمی سے اور یہ ساری چیزیں میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں سیلاب کی صورت میں درپیش آئیں۔ ایک خوف تھا لوگوں پر جیسے لاہور اور اسی طرح بہت سے شہروں کے لوگ جو سیلاب سے متاثر

نہیں ہوئے ان پر بھی خوف سوار ہو گیا کہ یہ ناگہانی بلا ہے' جو آج ہمارے بہت سے بھائیوں کو تہس نہس کرتی چلی آ رہی ہے ' یہ کس کس طرف رخ کرے گی؟ پھر وہ بھوک کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ بہت سے ہمارے بھائی درختوں پر پناہ گزین ہو گئے اور جن کے حلقوں میں یہ جن کے گھروں میں امدادیں نہیں پہنچ سکیں ان کی جانوں کا بھی ضیاع ہو گیا۔ لوگ اس سیلاب کی نذر ہو گئے۔ پھر اسی طرح مالوں کی بھی کمی ہو گئی۔ لوگوں کا غلہ اور فصلیں تباہ ہو گئیں۔ یہ ساری چیزیں اپنی جگہ' ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ ان آزمائشوں کے متحمل ہو سکیں۔ ہمیں ہر حال میں' صاحب اقتدار کو بھی اور وطن عزیز میں بسنے والے سب لوگوں کو بھی اس سے پناہ مانگنی چاہیے کہ بلا شبہ یہ آزمائش کی گھڑیاں جو ہم پر گزری ہیں ہمارے تحمل اور برداشت سے باہر تھیں لیکن جناب سپیکر اگر محض الزام لگا دیا جاتا ہے' ہم اپنی گفتگو میں یہ بات کہہ جاتے ہیں کہ اپوزیشن صرف تنقید ہی کرتی ہے۔ جب کہ ہم اصلاح کی بات بھی کرتے ہیں تو مجھے یہ کہنے میں بھی کوئی عار نہیں ہے کہ اس سیلاب کے موضوع پر تنقید دونوں اطراف سے ہوئی ہے اور تنقید برائے تنقید ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر یہاں شوٹنگ کا لفظ استعمال کیا گیا تو اس کا جواب اس انداز سے دیا گیا باعث شرم ہے۔ جس بھائی نے کسی وقت انہیں بہن بنا کر ایک کشمیری شال ان کے کندھوں پر ڈالی ہو تو کیا ان کے بارے میں کوئی وزیر یہ علم رکھنے کے باوجود بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہیرو تو موجود تھا ہیروئن موجود نہ تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بھی تنقید کا ایک پہلو ہے جو اسی طرف سے اختیار کیا گیا ہے جو کہ نہیں ہونا چاہیے تھا' حالانکہ ریکارڈ گواہ ہے کہ میاں نواز شریف جب وزیر اعلیٰ تھے انہوں نے اپنے گھر میں بہن کی حیثیت سے دعوت دیتے ہوئے کشمیری شال کا تحفہ پیش کیا تھا۔ جناب والا کیا یہ بات وزیر موصوف کے علم میں نہیں تھی؟ کیا یہ تنقید برائے تنقید نہیں ہے؟ اگر کسی کے نقطۂ نظر سے شوٹنگ کا لفظ کچھ تجاوز کرتا ہے تو اسے کسی اور انداز سے بھی کہا جا سکتا تھا۔ باقی تو باقی کرنل یامین صاحب نے بھی یہ الفاظ استعمال کیے کہ اگر ہمارے بس میں ہوتا تو ہم اپوزیشن کو ڈبو دیتے ریکارڈ پر ان کے یہ الفاظ موجود ہیں۔ کیا ایک ذمہ دار وزیر کو یہ بات تنقید کے انداز میں کہنی چاہیے تھی؟ جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ اس انداز میں بات نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایک بات ضرور کرنی چاہیے۔ سیلاب کے متعلق حکومتی ذرائع بھی گواہ ہیں کہ کوئی بند ٹوٹا نہیں ہے' اور یہ efficiency

گنی جاتی ہے اور بڑے فخر کے ساتھ یہ بتایا بھی گیا ہے کہ ہمارا کوئی بند نہیں ٹوٹا۔ اتنے لاکھوں کیوسک کے ریلے آئے لیکن بند ٹوٹے نہیں' بلکہ توڑے گئے ہیں۔ میں بھی اس بات سے متفق ہوں کہ بند توڑے گئے ہیں۔ مشیت ایزدی یہ نہیں ہوتی کہ کوئی آدمی کسی کو قتل کر دے اور پھر یہ کہے کہ اس کی موت کا دن مقرر تھا' اس لیے اس کو قتل کیا گیا ہے۔ میں اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس لیے کہ اللہ کے فیصلے قانون فطرت کے مطابق ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فیصلے کے متعلق یہ کہا جائے کہ آج بوسنیا کے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہو رہا ہے وہ اس کے سزاوار ہیں' اس لیے ان کے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔ آج کشمیر میں بھارت نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے تو یہ ان کی قسمت میں لکھا ہوا ہے ایک دن ان کے ساتھ ایسا ہونا ہے۔ آج اگر پندرہ لاکھ افغان روسی جارحیت کا شکار ہوئے ہیں تو یہ ان کی قسمت میں لکھ دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ ایسے ہی ہونا تھا؟ جناب سپیکر! یہ بات قطعاً نہیں ہے' یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ مجھے یہ بتایئے کہ یہ بند توڑ کر کیا ہم نے ایک انسانی سوچ رکھتے ہوئے یہ طے نہیں کر لیا تھا کہ ہم نے کسی بڑے نقصان کو چانے کے لیے چھوٹا نقصان کرنا ہے؟ یہ وہ اختیارات ہیں جو اس کرہ ارض پر انسان نے اپنی مرضی سے استعمال کیے ہیں۔ اور ان دیہاتیوں کے بارے میں میں جن کے گھر' جن کے املاک' جن کا مال و متاع سب کچھ لٹ گیا۔ اگر ان بندوں میں پانی کو رہنے دیا جاتا اور اس کا یہ فیصلہ کرنے دیا جاتا کہ یہ سارے ہی لوگ پاکستانی ہیں' اس لیے مصیبت تو آ ہی گئی ہے' اب اس کا رخ جس طرف بھی ہوتا ہے چلا جائے۔ تو جناب سپیکر! کیا یہ قانون فطرت کے عین مطابق نہ ہوتا؟ چونکہ ہم نے فیصلے کیے ہیں' ہم نے بند توڑے ہیں' ہم نے ہی شہر کو چھپایا اور اس دیہات کو ڈبویا ہے' اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ ہم نے کچھ فیصلے ایسے کیے ہیں کہ جس کی بنیاد پر کچھ لوگ ہمارے ایسے پروگراموں سے ہمارے ایسے کرنے سے مصیبت کا شکار ہوئے ہیں۔ ہمیں اس بات کو اپنے ذہن میں جگہ دینی چاہیے کہ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ جب انسان کہے کہ یہ سب کچھ جو ہو گیا' اس میں تو ایسا ہی ہونا تھا۔ جناب سپیکر! یہ کہا گیا کہ حکومت نے بہت کام کیا ہے بلاشبہ حکومت وقت کا یہ فرض ہے وہ اولو الامر درجہ رکھتے ہیں۔ جب ان کا وسائل اور ذرائع پر کنٹرول ہو تو وہ مصیبت کی گھڑیوں میں ان بے وسائل لوگوں سے پہلے پہنچتے ہیں۔ جن کے پاس وسائل موجود ہوتے ہیں انہوں نے اپنا فرض نبھایا ہے۔ ہم اس پر

انہیں سراہتے ہیں کہ انہیں جانا چاہیے تھا' مگر جناب سپیکر! اس انداز سے تنقید کا یہ پہلو نکال لینا کہ جناب' جب پنجاب میں سیلاب آیا تو ملک کی ایک لیڈر سندھ میں پہنچ گئیں جب سندھ میں سیلاب آیا تو وہ پنجاب میں چلی آئیں' کیا یہ حکومتی بنچوں کی طرف سے تنقید کا ایک پہلو نہیں تھا؟ جناب سپیکر! اگر ہم بات کو اس انداز سے لیں کہ اگر پیش بندی پہلے کی جائے تو سیلاب سے بچا جا سکتا ہے' پنجاب والوں نے تو پھر کوئی پیش بندی نہیں کی۔ اگر یہ کہا جائے کہ سندھ میں ایک لیڈر نے جا کر اپنے سندھ کو بچا لیا' پاکستان کے ایک حصے کو بچا لیا تو پھر حزب اقتدار کے پاس کیا رہ جاتا ہے؟ پیش بندی کے ساتھ صوبوں اور لوگوں کو بچایا جا سکتا ہے۔ یہ بات تو ان پر خود عیاں ہو جاتی ہے جب یہ ایسی بات کہتے ہیں۔ یہ وزیر کا بیان ہے۔ یہ ریکارڈ پر موجود ہے کہ یہاں پر سیلاب آیا تو وہ وہاں پر چلی گئیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ ادھر چلی گئیں تو پھر انہوں نے تو سندھ کو جا کر بچایا لیا۔ انہوں نے نہیں بچایا تو انہوں نے پیش بندی کر کے سندھ کو بچایا ہے۔ جناب والا! پھر پنجاب کو بھی پیش بندی کرتے ہوئے کسی نہ کسی طرح اتنے بڑے نقصان سے بچایا جا سکتا تھا۔ اور ریکارڈ پر موجود ہے کہ اس کا لیول 1202 ہے اور منگلا کے ایمرجنسی سپل وے جو ہیں ان کو آٹو میٹک ہی کھول دیا جانا چاہیے تھا۔

ملک امان اللہ چھینہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ میرے دوست ہیں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آیا اسلام میں عورت کی حکمرانی جائز ہے' اور انہوں نے سندھ کو کس طرح بچایا؟

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ پوائنٹ آف آرڈر موقع محل کے مطابق ٹھیک نہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! میں یہ بات مختصراً عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ سب کی ذمہ داری بنتی ہے۔ مگر مجھے ایک بات بھی کہنی ہے کہ دکھایا تو وہی جاتا ہے جو کچھ حکومت نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو کچھ نہیں پتہ کہ اگر کسی نے کسی کے لیے کچھ کیا ہے تو وہ کیا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ملک میں اس سے پیشتر بھی زلزلے آئیں ہیں' سیلاب بھی آئے ہیں' جنگیں بھی لڑی گئی ہیں' مگر وہ لوگ جو قومی جذبہ رکھتے ہیں' جو لوگ قومی سوچ رکھتے ہیں کہ جن کے دل میں بھائیوں کا درد ہوتا ہے وہ چاہیے افغانستان میں کسی مسلمان کے ساتھ ہوں چاہے بوسنیا میں ہو چاہے کشمیر میں ہوں' کل مسلم اخواۃ کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وہ اس سے پہلے بھی لوگوں کے پاس پہنچ کر ان کی امداد کرتے رہے

ہیں۔ اور اب بھی کر رہے ہیں' مگر نمائش کا ایک پہلو بلاشبہ حکومتی پنچوں کی طرف سے رہا ہے کہ حکومت نے اس معاملے میں ان کی مدد کر کے نمائش کا پہلو اختیار کیا۔ جبکہ دوسرے لوگوں نے اس عمل کو درد دل کے ساتھ لیا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ بہت سے لوگوں نے اگر کسی بیوہ اور یتیم کے سر پر ہاتھ رکھا اور مصیبت کی گھڑی میں اس کا ساتھ دیا تو اس کا کریڈٹ بھی تو لیا ہے' اس کا اظہار بھی تو کیا ہے' اس کی نمائش بھی تو کی ہے۔ اور جنہوں نے ایسا نہیں کیا' ہمارے بہت سے معزز اراکین جنہوں نے سیلاب میں کام کیا ہے اور جن کے بارے میں نہ ٹی وی پر کوئی خبر آئی ہے نہ اخبار میں کوئی خبر آئی ہے وہ تو اس اجر کے مستحق ہیں کہ جس جذبے کے ساتھ جا کر انہوں نے لوگوں کی خدمت کی ہے۔ اور باقی جنہوں نے دنیا میں ہی رہتے ہوئے دکھانا تھا ہم نے یہ کیا ہے انہوں نے دنیا میں ہی اس کا کریڈٹ وصول کر لیا ہے۔ اس لیے اب ان کا کوئی کریڈٹ نہیں کہ وہ یہ کہیں کہ ہم نے بہت تیر مارا ہے اور جا کر لوگوں کا بہت کام کیا ہے۔ جناب' اسی طرح میں یہ کہوں گا کہ ان لوگوں کو جو اس وقت ستائے ہوئے ہیں' ان کو پانچ پانچ ہزار روپے کی امداد جا رہی ہے۔ یہ ناکافی ہے اس کے بارے میں از سر نو اس بات کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔ کہ ہم ان لوگوں کو مالیہ آبیانہ اور بغیر سود کے قرض کی صورت میں ان کے لیے خصوصی گرانٹ مقرر کر سکتے ہیں۔ اور وہ ان لوگوں کو ملنی چاہیے اور ان پر ابھی تک اس بوجھ کی تلوار بھی لٹکائی جا رہی ہے کہ ایک سال کے لیے اس قرض کا سود معاف کریں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ زیادتی ہے۔ اس انداز سے حکومت کو چاہیے کہ جتنے بھی غیر ترقیاتی اخراجات ہیں ان کو کم کرے تمام وسائل کو ان پر صرف کرے۔ مثال کے طور پر بہت سی ایسی سکیمیں ہیں جو کہ ہم نے سوشل ایکشن پروگرام میں رکھی تھیں کہ ہم ان علاقوں میں یہ یہ ترجیحات مقرر کر کے یہ کام کریں گے۔ مگر وہ ترجیحات ایسی تھیں جو کہ ایک معمول میں اور عام حالات میں ہم نے رکھی تھیں۔ اگر آج ہم ان کو تھوڑا سا پینڈنگ بھی کر لیں اور موجود ترجیحات کو اول فہرست میں لے آئیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان ترجیحات کے نتیجے میں بھی ان کی بہت سی تکلیف کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات یہاں ختم کرتا ہوں کہ آج اگر یہ آزمائش کی گھڑی اس قوم پر آئی ہے تو اس کے نتیجے میں ہمیں تنقید برائے تنقید سے اس بات کو نہیں لینا چاہیے

اور کوشش کرنی چاہیے کہ خلوص دل کے ساتھ اور پوری قوم کی ہمدردی کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر علاقے میں جہاں جہاں بھی لوگ سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ ہم بلا تفریق ان لوگوں کے ساتھ ان کی محرومیوں کا ازالہ کریں۔ ہو سکتا ہے کہ آج ان لوگوں نے آپ کو ووٹ نہ دیے ہوں وہ آپ کے ساتھی نہ ہوں' مگر آپ کی اس ہمدردی کے نتیجے میں اس وقت ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے نتیجے میں وہ کل آپ کے ساتھی بھی بن سکتے ہیں اور پھر پاکستانی بھی ہیں اور یہ آپ کا فرض بھی ہے۔میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں صحیح جذبے اور خلوص کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ نہ صرف ہمدردی کرنے بلکہ ان کی تکلیف کا مکمل ازالہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر : میاں ستار صاحب۔ وقت تھوڑا ہے صرف ایک دو منٹ رہتے ہیں۔ آپ پرسوں تقریر کر لیجیے گا۔ کیونکہ پرسوں ہی مناسب رہے گا۔ اب اجلاس کی کارروائی کل صبح 9.00 بجے تک کے لیے ملتوی ہوتی ہے۔

(اجلاس منگل 13 اکتوبر 1992ء نو بجے صبح تک کے لیے ملتوی ہو گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

منگل 13- اکتوبر 1992ء

(سہ شنبہ، 15- ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس چیمبر لاہور میں صبح 9 ج کر 47 منٹ پر منعقد ہوا جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

سورۃ الانعام آیات 161 تا 165

آپ فرما دیجئے کہ میرے پروردگار نے صراط مستقیم ایک مضبوط دین ملت ابراہیم کی طرف میری رہنمائی فرمائی اور ان کا مشرکین سے کوئی ناتا نہیں تھا۔ آپ فرمایے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی حکم مجھے ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں آپ فرمائے کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور کوئی شخص نہیں کماتا (کوئی چیز) مگر وہ اسی کے ذمہ ہوتی ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اپنے رب ہی کی طرف پھر تمہیں لوٹ کر جانا ہے تو وہ تمہیں بتائے گا تم جس میں اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں (اپنا) خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا ہے تاکہ تمہیں اس چیز میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔ آپ کا رب بے شک بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وماعلینا الا البلاغ 0

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ خزانہ و محنت)

جناب سپیکر : اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ سوالات کے لیے جو فہرست دی گئی ہے' اس میں محکمہ خزانہ اور محکمہ محنت دونوں کے سوالات اکٹھے ہیں۔ یہ سمجھ نہیں آسکی کہ یہ دونوں محکمے یک جا کرنے کی کیا وجہ ہے۔ نہ ان کا وزیر ایک ہے اور نہ ان میں کوئی موضوع ایک ہے' یعنی اگر خزانہ اور منصوبہ بندی ہوتا تو کم از کم موضوع ایک تھا۔ اس طرح سے تو صرف خزانہ کے سوالات ہو سکیں گے اور محنت کے پورے محکمہ کے بارے میں سوالات کا موقع ہی نہیں آسکے گا۔

جناب سپیکر : اس میں محکمہ خزانہ کے متعلقہ سوالات ہیں اور اگر ہمارے پاس ٹائم بچ گیا تو محکمہ محنت کے سوالات take up کر لیں گے' ورنہ محکمہ محنت کے سوالات کسی اور روز پر رکھ لیں گے۔

محکمہ خزانہ میں بھرتی کی تفصیل

*398۔ رانا اکرام ربانی : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) 30 مئی 1988ء تا دسمبر 1988ء کے دوران محکمہ خزانہ میں گریڈ ایک سے گریڈ اٹھارہ تک کتنے ملازمین کو بھرتی کیا گیا۔ ان کے نام عمریں عہدے پتے اور تاریخ تعیناتی ضلع وار کیا ہے۔ ان میں کتنے ملازمین کو قواعد و ضوابط میں نرمی پیدا کر کے بھرتی کیا گیا۔

(ب) متذکرہ بالا ملازمین میں سے کتنے ملازمین کو بذریعہ اخبار باقاعدہ درخواستیں وصول کرنے کے

بعد محکمانہ امتحان اور انٹرویو میں کامیابی کے بعد بھرتی کیا گیا۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب نفی میں ہو تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی):

(الف) 30 مئی 1988ء تا دسمبر 1988ء کے دوران محکمہ خزانہ کے ذیلی دفاتر میں 70 ملازمین بھرتی کئے گئے۔ ان کے کوائف لف ہذا ہیں۔ ان میں سے صرف 5 ملازمین کو قواعد وضوابط میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا ہے۔

(ب) مذکورہ بالا ملازمین میں سے صرف 65 ملازمین کو بذریعہ اخبار باقاعدہ درخواستیں وصول کرنے کے بعد محکمانہ امتحان اور انٹرویو میں کامیابی کے بعد بھرتی کیا گیا۔

(ج) جیسا کہ جواب (ب) میں ہے۔

محکمہ لوکل فنڈز

نام	پتہ	عمر	عہدہ	تاریخ تقرری	ضلع	کیا قواعد و ضوابط میں نرمی کی گئی؟ کونسی؟
نذر سلیم	چک نمبر 3 بی تحصیل چشتیاں بہاولنگر	24-8-1	آڈیٹر سکیل 11	11-6-88	بہاولنگر	نہیں
خان محمد	مکان نمبر 16 سی حبیب کالونی بہاولپور	23-4-6	آڈیٹر	19-9-88	بہاولپور	نہیں
محمد یونس	ڈاک خانہ بازار رحیم یار خاں	25-2-29	ایضاً	4-10-88	رحیم یار خان	نہیں
محمد اویس خالد	مکان نمبر 107 ایم عارف والا ساہیوال	26-8-10	ایضاً	12-12-88	ساہیوال	ایک سال آٹھ مہینے گیارہ دن میں رعایت دی گئی۔
محمد اوریس	بستی مان ملتان	26-8-18	ایضاً	12-12-88	ملتان	نہیں
محمد جاوید شاہین	374-ایس فرید ٹاؤن ساہیوال	25-3-28	ایضاً	12-12-88	ساہیوال	ایضاً
مسعود نبی	مکان نمبر 178 مدینہ کالونی ساہیوال	25-7-27	ایضاً	12-12-88	ساہیوال	ایضاً
محمد خالد	مکان نمبر 235 نچ بھاند راولپنڈی	34-11-6	ایضاً	1-10-88	راولپنڈی	ایضاً
مظہر حسین	مکان نمبر 2/ 720 محمدی کالونی پنڈی	23-9-0	ایضاً	10-9-88	راولپنڈی	ایضاً
شاہد حسین	مکان نمبر 2204 سلطان پورہ راولپنڈی	23-1-4	شیوگرافر سکیل 12	7-12-88	راولپنڈی	ایضاً

محمد سلطان اختر	معرفت دوست محمد الائیڈ راولپنڈی	17-5-17	جونیئر کلرک سکیل 5	30-11-88	راولپنڈی	ایضاً
محمد عبداللہ	معرفت لوکل فنڈ آڈٹ ملتان	44-6-7	ایضاً	12-12-88	ساہیوال	ایضاً
عبدالحمید	مکان نمبر 81 ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور	20-0-4	ایضاً	20-17-88	بہاولپور	ایضاً
عابد حسین	مکان نمبر 786 نیو نقشبندی ملتان	24-11-0	ڈرائیور سکیل 4	12-12-88	ملتان	ایضاً
محمد طارق	مکان نمبر 2434 پرانا خانیوال اڈا ملتان	18-11-11	دفتری سکیل 2	12-12-88	ملتان	ایضاً
تنویر حسین	چک نمبر 75 جے بی تحصیل و ضلع فیصل آباد	24-6-0	سب اکاؤنٹنٹ	11-12-88	فیصل آباد	ایضاً
محمد نوید	گلی نمبر 4 رحمان پورہ فیصل آباد	24-6-0	ایضاً	11-12-88	فیصل آباد	ایضاً
حافظ محمد نعیم	439-اے غلام محمد آباد فیصل آباد	23-6-0	ایضاً	11-12-88	فیصل آباد	ایضاً
شاہد رفیق	چک نمبر 72 آر بی تحصیل جڑانوالہ فیصل آباد	21-0-0	ایضاً	7-12-88	فیصل آباد	ایضاً
شبیر حسین عباس	محلہ جعفریہ جھنگ سٹی	21-6-0	ایضاً	12-12-88	جھنگ	ایضاً
ظہیر الحسن	مکان نمبر پی 647 سمن آباد جھنگ	27-6-0	ایضاً	22-12-88	جھنگ	ایضاً
جاوید اقبال	محلہ چندانوالہ جھنگ صدر	27-0-0	ایضاً	12-12-88	جھنگ	جناب وزیر اعلیٰ کے حکم بھرتی کیا گیا۔
عبدالمجید	چک نمبر 293 تحصیل و ضلع فیصل آباد	22-6-0	ایضاً	26-12-88	نہیں	ایضاً
اکرام محی الدین	چک نمبر 494 جی بی تحصیل سمندری فیصل آباد	23-0-0	ایضاً	22-12-88	ایضاً	ایضاً

حافظ عبدالوحید	مکان نمبر 319/9 محلہ پنڈی جھنگ صدر	24-0-0	ایضاً	12-12-88	باقاعدہ درخواستیں گئی ٹیسٹ انٹرویو	طلب کرنے کوئی رعایت کے بعد بھرتی کیا گیا۔
سلیم اختر	4-آبادی محمد خش گوجرانوالہ	32-5-8	ایضاً	14-6-88	گوجرانوالہ	ایضاً
محبوب عالم	نندی پور ضلع گجرات	26-7-26	ایضاً	14-6-88	سیالکوٹ	ایضاً
محمد اصغر	گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ	24-6-0	ایضاً	14-6-88	گوجرانوالہ	ایضاً
محمد آصف	ہیڈ فقیراں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات	23-5-4	ایضاً	14-6-88	گجرات	ایضاً
محمد انور	دیوارہ تحصیل و ضلع سیالکوٹ	23-0-0	ایضاً	14-6-88	سیالکوٹ	ایضاً
محمد عثمان ملک	91-ای بلاک کالونی گوجرانوالہ	22-3-0	ایضاً	14-6-88	گوجرانوالہ	ایضاً
ذوالفقار علی	گوبند گڑھ گوجرانوالہ	23-0-0	ایضاً	14-6-88	گوجرانوالہ	ایضاً
عبدالرزاق	کچا روڈ گلی عید گاہ گوجرانوالہ	21-0-09	ایضاً	14-6-88	گوجرانوالہ	ایضاً
شفیق احمد بشیر	اسلامیہ پارک جناح روڈ گوجرانوالہ	24-3-1	ایضاً	15-6-88	گوجرانوالہ	ایضاً
محمد ایوب خان	کریم آباد کالونی حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ	23-5-5	ایضاً	15-6-88	گجرات	ایضاً
شفقت محمود	پکی کوٹلی تحصیل و ضلع سیالکوٹ	22-4-5	ایضاً	15-6-88	سیالکوٹ	ایضاً
فرخ حسین	گاؤں جمال پور تحصیل و ضلع گجرات	22-4-0	ایضاً	15-6-88	گجرات	ایضاً
محمد عارف	شرم سنگھ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ	23-4-13	ایضاً	15-6-88	سیالکوٹ	ایضاً

امتیاز احمد	گلی آرے والی محلہ رسول پورہ گوجرانوالہ	23-0-7	ایضاً	15-6-88	گجرات	ایضاً
سہیل مجید خان	مکان نمبر 348 گلی نمبر 7 گوجرانوالہ	24-0-9	ایضاً	15-6-88	گجرات	ایضاً
عنصر جاوید	گاؤں ڈاک خانہ پنڈی کالا تحصیل پھالیہ گجرات	23-3-26	ایضاً	27-8-88	گجرات	ایضاً
محمد سلیم اشرف	جان تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ	33-10-0	ایضاً	4-9-88	سیالکوٹ	ایضاً
خالد محمود	چک خورشید تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا	24-8-0	ایضاً	1-12-88	سرگودھا	ایضاً
محمد مختار	چک نمبر 98 ایس بی تحصیل و ضلع سرگودھا	21-0-0	ایضاً	2-12-88	سرگودھا	ایضاً
توقیر محمود	43-بی ماڈل ٹاؤن بہاولپور	23-1-25	ایضاً	30-5-88	بہاولپور	ایضاً
راجہ محمد اشرف	مکان نمبر 5/31 شاہی بازار بہاولپور	24-11-0	ایضاً	1-6-88	بہاولپور	ایضاً
محمد عمران فاروقی	مکان نمبر بی 1150 الفاروق سٹریٹ بہاولپور	25-11-0	ایضاً	4-6-88	بہاولپور	ایضاً
ارشاد حسین	بستی بکم تحصیل و ضلع رحیم یار خان	24-4-3	ایضاً	4-6-88	رحیم یار خان	ایضاً
محمد مختار علی	چک نمبر 112 ڈی بی تحصیل پرسان ضلع بہاولپور	23-5-0	ایضاً	4-6-88	بہاولپور	ایضاً
محمد یوسف شہزاد	چک نمبر 37 ڈی بی تحصیل یزمان ضلع بہاولپور	24-5-4	ایضاً	5-6-88	بہاولپور	ایضاً
منور حسین	حافظ جنرل سٹور اسلامی مشن بہاولپور	25-3-5	ایضاً	7-6-88	رحیم یار خان	ایضاً
جمیل الرحمان	مکان نمبر 260 اسلامی کالونی بہاولپور	21-0-0	ایضاً	7-6-88	بہاولپور	ایضاً
طارق منصور حیدر	319-سیٹلائٹ ٹاؤن بہاولپور	39-1-4	ایضاً	9-6-88	بہاولپور	ایضاً

محمد اختر ندیم	وارڈ نمبر 2 فقیروالی تحصیل ہارون آباد	26-7-24	ایضاً	28-11-88	بہاولنگر	اسے چھ ماہ کے لیے ایڈہاک بھرتی کیا گیا اور بعد میں وزیر کے حکم پر قواعد و ضوابط کے ریگولر کیا گیا۔
ضیاء الحسن	مکان نمبر 361 مہاجر کالونی بہاولنگر	24-9-13	ایضاً	14-12-88	بہاولنگر	قواعد و ضوابط میں کوئی نرمی نہیں گئی۔
محمد ایاز	چک نمبر 359 بلونی تحصیل و ضلع وہاڑی	24-1-6	ایضاً	12-12-88	ملتان	نہیں
مشتاق احمد	محلہ جھنڈی ویڑھا پاک گیٹ ملتان	35-7-22	ایضاً	12-12-88	وہاڑی	ایضاً
اختر محمود	چک خورد ضلع و تحصیل جہلم	26-2-15	ایضاً	23-7-88	جہلم	ایضاً
عارف علی	چک اراک ضلع اٹک	23-3-23	ایضاً	27-7-88	اٹک	ایضاً
فخر السلام	مورگ راولپنڈی	19-9-19	ایضاً	27-7-88	جہلم	ایضاً
ناصر محمود اعوان	شریف تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم	25-5-2	ایضاً	27-7-88	جہلم	ایضاً
محمد اشفاق احمد	مکان نمبر 487' 1 فتح جنگ اٹک	21-9-26	ایضاً	27-7-88	اٹک	ایضاً
محمد امجد	ڈھوک علی اکبر مری روڈ راولپنڈی	25-0-0	ایضاً	27-7-88	راولپنڈی	ایضاً
عمران احمد	چوبرجی کوارٹرز ملتان روڈ لاہور	23-0-0	جونیئر کلرک سکیل 5	15-9-88	لاہور	ایضاً

منور عمانیول	کالونی ہملٹن روڈ گوجرانوالہ	25-0-0	ایضاً	5-9-88	سیالکوٹ	ایضاً
اشرف علی	چک نمبر 152 جے بی ٹوبہ ٹیک سنگھ	18-4-16	دفتری سکیل 2	8-1-88	ٹوبہ ٹیک سنگھ	ایضاً
محمد اشرف	چک نمبر 9 - 25 کبیر والا ضلع خانیوال	18-6-0	ایضاً	10-7-88	خانیوال	ایضاً
محمد نواز	چک نمبر 84 آر 10 خانیوال	25-0-3	نائب قاصد سکیل 1	4-7-88	خانیوال	ایضاً
سلطان محمود	موضع ڈالنا ڈی جی خان	23-0-0	چوکیدار سکیل 1	20-9-91	ڈی جی خان	ایضاً
محمد ظفر	قاردیہ کالونی ڈی جی خان	20-0-0	خاکروب سکیل 1	20-9-88	ڈی جی خان	ایضاً

جناب سپیکر : کوئی ضمنی سوال ؟ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔ اگلا سوال۔ خان غلام سرور خان صاحب!

جواب پڑھا ہوا تصور ہو گا

زائد کرایہ کاٹنے کی وجوہات

*1051 خان غلام سرور خان : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت جن ملازمین کو نرمی کے تحت above entitlement مکان دیتے ہیں ان کو متعلقہ استحقاق کے آخری سکیل کی آخری حد کا پانچ فی صد کی بجائے دس فی صد کرایہ مکان کاٹتی ہے۔ مثلاً 3-4 روم کے کوارٹر کے لیے سکیل نمبر 14 تا 17 کا استحقاق ہے اگر ان کوارٹروں میں کوئی ملازم اپنے استحقاق سے زائد رہائش پذیر ہے تو اس سے سکیل نمبر 17 کا دس فی صد کرایہ کاٹا جا رہا ہے جبکہ 3-4 روم میں اگر کوئی ملازم سکیل نمبر 14 تا 17 کا رہائش پذیر ہے تو اس سے متعلقہ سکیل کا پانچ فی صد کاٹا جاتا ہے۔

(ب) اگر ایسا ہے تو اس تضاد کی کیا وجوہات ہیں کیا حکومت جس طرح استحقاق کے مطابق سکیل کا کرایہ کاٹتی ہے نرمی کے تحت حاصل کرنے والے ملازمین کے لیے بھی متعلقہ سکیل کا پانچ فی صد کاٹنے کو تیار ہے۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت مکان کا کرایہ 45 فی صد متعلقہ سکیل کے آغاز کا ادا کرتی ہے جبکہ پانچ فی صد کرایہ بنیادی تنخواہ کے حساب سے کاٹتی ہے جبکہ کرایہ کی کٹوتی بھی متعلقہ سکیل کے آغاز پر ہونی چاہیے اگر ایسا ہے تو کیا حکومت اس سلسلہ میں کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ؟

وزیر خزانہ :(مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی) :

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) بیک وقت دو نرمیاں نہیں کی جا سکتیں۔ کیونکہ پہلے ہی ایسے ملازم کو اس کے حق سے بڑھ کر مکان دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ایک سینئر ملازم کی حق تلفی ہوتی ہے۔ یہ پالیسی اس وجہ سے متعارف کرائی گئی تھی کہ بعض لوگ بوجوہ اپنے درجہ سے بڑھ کر سرکاری رہائشی الاٹ کروا لیتے تھے۔ اس منفی رویے کو روکنے کے لیے دس فی صد کرایہ کاٹنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

(ج) یہ درست ہے کہ حکومت 45 فی صد کرایہ مکان سکیل کے آغاز پر دیتی ہے جبکہ کٹوتی بنیادی تنخواہ پر کی جاتی ہے۔ اس پالیسی کو بناتے وقت مارکیٹ میں کرایوں کی شرح کو مد نظر رکھا گیا

ہے۔ سرکاری مکانوں جیسے مکانوں کا کرایہ مارکیٹ میں اس رقم سے اب بھی زیادہ ہوتا ہے جو کرایہ مکان اور بنیادی تنخواہ پر کٹوتی سے حاصل ہوتی ہے لہذا موجودہ پالیسی کو تبدیل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

جناب سپیکر : کوئی ضمنی سوال؟ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔

اگلا سوال نمبر 1228 میاں محمود احمد صاحب! میاں صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

جناب سپیکر : اگلا سوال نمبر 1262 ارشاد حسین سیٹھی صاحب کا ہے۔ جی!

بنک آف پنجاب کے معاملات کی تفصیل

*1262- جناب ارشاد حسین سیٹھی : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) بنک آف پنجاب کی دسمبر 1991 تک قائم کی جانے والی برانچوں کے کل عملہ کی تعداد کیا ہے۔

(ب) اکتوبر 1990 تا دسمبر 1991 کے دوران کتنی نئی شاخیں کھولی گئیں اور ان شاخوں پر عملہ کی تقرری کس کے حکم سے کی گئی۔

(ج) بنک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی تعداد کتنی ہے ان کے نام کیا ہیں۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے اپنے تمام محکمہ جات کی رقم شیڈولڈ بنکوں سے نکلوا کر صرف بنک آف پنجاب میں جمع کروائی ہے اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی):

(الف) بنک آف پنجاب کے عملہ کی کل تعداد دسمبر 1991 تک درج ذیل ہے۔

1- آفیسر ایگزیکٹو = 634
2- سٹینو ٹائپسٹ کلیر = 36
3- گن مین = 237
4- ڈرائیور اور دیگر عملہ = 116
5- کل تعداد عملہ = 1023

(ب) اکتوبر 1990ء تا دسمبر 1991ء تک کھلنے والی برانچوں کی کل تعداد 72 ہے۔ جہاں تک عملے کی تقرری کا تعلق ہے تو اس کا ایک ضابطہ ہے ضابطے کے مطابق سارے تقاضے پورے کرنے کے بعد چیئرمین صاحب سے منظوری کے بعد ایڈمنسٹریشن ڈویژن کے چیف منیجر تقرری کا خط جاری کرتے ہیں۔

(ج) دی بنک آف پنجاب کے ڈائریکٹرز کی کل تعداد 11 ہے (بمعہ چیئرمین یا منیجنگ ڈائریکٹر) ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1- جناب تجمل حسین صاحب۔ چیئرمین منیجنگ ڈائریکٹر
2- جناب انوار کبیر شیخ صاحب۔ سیکرٹری انڈسٹریز پنجاب لاہور
3- جناب طارق سلطان صاحب۔ سیکرٹری فنانس۔ پنجاب
4- جناب محمد صادق چیمہ صاحب۔ سیکرٹری ایگریکلچرل' پنجاب
5- جناب ممتاز اے شیخ صاحب
6- جناب محمد نواز خان صاحب
7- جناب محمد اسحاق ڈار صاحب' انہوں نے استعفیٰ دیدیا ہے جو زیر غور ہے
8- جناب سید امجد علی شاہ صاحب
9- جناب میاں محمد اشرف صاحب
10- جناب نوابزادہ محمد اسلم خان ممدوٹ صاحب
11- جناب مجید نظامی صاحب

(د) یہ درست نہ ہے

جناب سپیکر : ضمنی سوال ارشاد حسین سیٹھی صاحب!

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! جز (ب) میں بتایا گیا ہے کہ اس کا ایک ضابطہ ہے۔ پنجاب بنک کی جو تقرریاں ہیں ان کے لیے ضابطے کے مطابق سارے تقاضے پورے کیے جاتے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ کیا یہ درست ہے کہ لاہور کی تمام برانچوں میں تمام تقرریاں لاہور کے ایک ایم این اے کے حکم سے کی گئی ہیں' جن کے حکم کے بعد وزیر اعلیٰ کا حکم بھی بے معنی ہو جاتا ہے؟

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! جز (ب) میں جو سوال ہے وہ یہ ہے کہ بنک آف پنجاب کی بھرتیاں ایک ضابطے کے تحت کی جاتی ہیں۔ میرے فاضل دوست نے جو ضمنی سوال کیا ہے' وہ یہ ہے کہ ایک مخصوص ایم این اے کے کہنے پر بنک آف پنجاب کی لاہور کی برانچوں میں بھرتیاں کی گئیں۔ جناب والا! ایسا ہرگز نہیں۔ بنک آف پنجاب ایک ادارہ ہے اور وہ اپنے قواعد اور ضوابط کے مطابق فنکشن کرتا ہے۔ اس کی بھرتی کا ایک ضابطہ ہے۔ ایک طریقہ کار ہے۔ qualification prescribed ہے۔ اور مختلف

لیول کے جو افسران ہیں ان کی اس قاعدے اور ضابطے کے مطابق بھرتی ہوتی ہے۔
سینئر ایگزیکٹوز ہیں۔ اس کے لیے ایک قاعدہ ہے۔ qualification ہے۔ کہ ایک سینئر ایگزیکٹو کے لیے فرسٹ کلاس گریجویٹ ہونا ضروری ہے۔ اس کا ایک prescribed تجربہ بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک experience ہے۔ جس کے تحت بھرتی کیا جاتا ہے۔ اس طرح گریڈ تھری کے افسران کے بارے میں بھرتی کا ایک طریقہ کار واضح ہے۔ حتیٰ کہ جو گن مین، سٹینو ٹائپسٹ اور کیشئرز ہیں ان کی بھرتی کا طریقہ بھی ایک ضابطے کے مطابق ہے۔ جناب والا! یہاں میں ایک عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ بات میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نہیں بلکہ پورے پنجاب میں جن لوگوں نے وہاں درخواستیں دی ہیں وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ بنک آف پنجاب ایک ایسا بنک ہے جس نے اپنی بھرتی میں نہایت احتیاط برتی ہے۔ میرٹ اور اہلیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہوں نے بھرتی کی تھی۔ جناب والا! میں ایک مثال دیتا ہوں کہ جو latest بھرتی بنک آف پنجاب نے گریڈ تھری کے افسران کی ہے اس میں اڑھائی ہزار درخواستیں ایک گریڈ کے لیے بنک آف پنجاب میں وصول ہوئیں۔ ان اڑھائی ہزار میں سے صرف 52 لوگ بھرتی ہوئے تھے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشادہ حسین سیٹھی : جناب سپیکر! جواب تو صرف اتنا ہی تھا کہ ایم این اے کے حکم سے تقرریاں نہیں کی گئیں۔ تو یہ آپ دیکھ لیں کہ ان کا جواب اتنا آنا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر : وہ تو انہوں نے پہلے ہی فرما دیا ہے۔

وزیر خزانہ : جناب والا! وہ جواب تو میں پہلے دے چکا ہوں کہ یہاں ایسا کوئی طریقہ کار نہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میں نے اس میں پوچھا تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے اپنے تمام محکمہ جات کی رقم شیڈولڈ بنکوں سے نکلوا کر صرف بنک آف پنجاب میں جمع کروائی ہے اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ درست نہ ہے۔ تو میرا ضمنی سوال صرف یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف حکومت پنجاب کے ان محکمہ جات کے نام بتائیں گے کہ جن کے اکاؤنٹس بنک آف پنجاب میں نہیں ہیں؟

وزیر خزانہ : جناب والا! فاضل رکن نے جو ضمنی سوال کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان محکمہ جات کے نام بتائیں۔ جن کے بنک آف پنجاب میں اکاؤنٹس نہیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے پنجاب کے مختلف محکمہ

جات ایسے ہیں جن کے نہ صرف بنک آف پنجاب میں اکاؤنٹس ہیں بلکہ دوسرے کمرشل بنکس یعنی نیشنل بنک اور دوسرے جو قومیائے گئے بنک میں بھی اکاؤنٹس ہیں۔ تو کوئی ایسا محکمہ نہیں کہ جس کا صرف بنک آف پنجاب میں اکاؤنٹ ہو یا کوئی ایسا محکمہ نہیں جس کے سارے پیسے کسی بنک سے باہر ہوں۔

جناب سپیکر : اگلا سوال نمبر 1268 ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب کا ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال): جناب سپیکر! میں ذاتی نکتہ وضاحت پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : جی ملک صاحب! ذاتی نکتہ وضاحت پر بولنا چاہتے ہیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ملک سلیم اقبال) : جناب والا! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ 11-10-92 کو میرے محکمے کے سوالات تھے۔ اس میں ایک سوال جناب رانا اکرام ربانی صاحب کی طرف سے ایک appointment کے سلسلے میں ہوا تھا اور وہ سوال جناب نے pending کر دیا۔ لیکن اگلے روز "جنگ" اخبار میں ایک خبر چھپی جو میں پڑھے دیتا ہوں۔ "وائیں کی مصیبت وزیر ٹرانسپورٹ کے گلے پڑ گئی۔" جناب! یہ خبر نہ صرف غلط بلکہ بے بنیاد ہے۔ وائیں صاحب کا کوئی ذکر نہیں ہوا تھا اور اس وقت وائیں صاحب چیف منسٹر بھی نہیں تھے۔ بلکہ یہ حکم ایک چیف ایگزیکٹو کا تھا اور حکومت پنجاب کا سمجھا جاتا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے "جنگ" اخبار کے نمائندوں سے یہ کہوں گا کہ نہ صرف اس کی تردید کریں۔ بلکہ میں سمجھوں گا کہ اس کی apology بھی کریں کہ کیوں اس قسم کی گمراہ کن خبر شائع کی گئی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! وزیر موصوف نے جو کچھ فرمایا ہے وہ درست نہیں کیونکہ پرسوں جس روز ان کے سوالات کا دن تھا اس دن انہوں نے اپنے محکمے کی تیاری نہیں کی تھی اور محکمے نے بھی تیاری نہیں کروائی ہوئی تھی۔ اور کوئی بھی جب بات ہوتی تھی وہ وزیر موصوف فرماتے تھے کہ مجھے کیا پتا وزیر اعلیٰ نے کیا ہے ان سے پوچھیں تو جناب والا! جو یہاں بات ہو گی میرے خیال میں اخبارات والے وہی لکھیں گے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب اس میں آپ کے بارے میں تو منسٹر ٹرانسپورٹ نے کوئی بات نہیں کی جس کی آپ ذاتی وضاحت کر رہے ہیں۔ انہوں نے ذاتی وضاحت پر بات کی ہے۔ یہ خبر ان کے حوالے سے اخبار میں چھپی ہے اور اس پر وہ ذاتی وضاحت کرنے کا حق رکھتے ہیں اس لیے ذاتی وضاحت پر انہوں نے بات کی ہے۔ اب آپ ان کی ذاتی وضاحت پر تبصرہ فرما رہے ہیں یہ نامناسب بات ہے۔

وزیر اطلاعات : جناب سپیکر! میری اس ذاتی وضاحت سے پتا نہیں ان کو کیا تکلیف ہو گئی ہے۔ میں نے

اپنے جوابات میں نہ کبھی یہ کہا ہے کہ مجھے کیا پتا ہے۔ یہ بالکل غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں اور نہ ہی میرا یہ مطلب تھا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : آپ نے کہا ہے۔

وزیر مواصلات: میں نے بالکل نہیں کہا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! یہی بات ہے۔ آپ ٹیپ کو چلا کر دیکھ لیں۔ اگر یہ بات ثابت نہ ہو تو میں ذمہ دار ہوں۔ جو مرضی ہو.....

جناب سپیکر : ملک صاحب! تشریف رکھیں۔ ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب!

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : سوال نمبر 1268

Mr. Speaker: Question No. 1268 Dr. Syed Khawar Ali Shah. It will be taken as read.

گریڈ چار کے ملازمین کو سلیکشن گریڈ دینا

*1268- ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے تمام ملازمین کو سلیکشن گریڈ کی سہولت دی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ گریڈ نمبر چار کو یہ سہولت نہیں دی گئی ہے۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت گریڈ چار کے ملازمین کو بھی سلیکشن گریڈ کی سہولت دینے کو تیار ہے۔ اگر ہے تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی) :

(الف) یہ درست نہیں ہے۔

(ب) یہ جزوی طور پر درست ہے۔

(ج) سلیکشن گریڈ کی ادائیگی کا تعلق گریڈ نمبر سے نہیں بلکہ متعلقہ اسامی کی ملازمت کے قواعد و ضوابط سے ہے۔ ایسی اسامیاں جہاں ترقی کے مواقع بہت کم یا بالکل مفقود ہوں وہاں سلیکشن گریڈ کی سہولت دی جاتی ہے تاہم یہ فیصلہ 'case to case basis' پر کیا جاتا ہے مثال کے طور پر جو ڈرائیور حضرات سکیل نمبر 4 میں بھرتی ہوتے ہیں ان کی ترقی کے مواقع مفقود ہیں چنانچہ ان کی طوالت ملازمت کے پیش نظر انہیں سکیل نمبر پانچ اور سات عطا کیا گیا ہے۔

MR SPEAKER: Any supplementary question?

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : ضمنی سوال

جناب سپیکر : ضمنی سوال ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب!

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ درجہ چہارم کے ملازمین کو کیس ٹو کیس سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔ تو آخر اس کا کوئی معیار ہوگا جس کے تحت کیس ٹو کیس سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔ کیا وزیر موصوف وہ معیار بتائیں گے ؟

وزیر خزانہ : جناب والا! یہ جو ضمنی سوال ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا کوئی ایسا معیار ہے جس کی بنیاد پر ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ فلاں اسامی کو ہم نے سلیکشن گریڈ دینا ہے اور فلاں کو نہیں دینا تو اس کے پیچھے ایک فلسفہ ہے اور اس فلسفے کی بنیاد پر اس سلیکشن گریڈ کا تصور متعارف کرایا گیا ہے۔

جناب والا! کچھ اسامیاں ایسی ہوتی ہیں کہ جہاں سرکاری ملازمین کو ترقی کے مواقع بآسانی فراہم ہوتے ہیں اور کچھ آسامیاں ایسی ہوتی ہیں کہ جو ملازم ایک گریڈ میں بھرتی ہوتا ہے تو وہ اسی گریڈ میں ریٹائر ہو جاتا ہے تو ان کے ترقی کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں تو ان کی اس حق تلفی کو دور کرنے کے لیے اور ان کو ان کا حق دینے کے لیے حکومت نے یہ پالیسی اختیار کی ہے کہ کچھ محکمے جہاں ترقی کے مواقع بہت کم ہوں ان کو سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔ اب یہ vary کرتا ہے۔ کچھ ایسے ہیں جن کو 33% دیا جاتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کو کم بھی دیا جاتا ہے اور اس کا جو کیس ٹو کیس کا تعلق ہے تو وہ صرف اس چیز کو دیکھا جاتا ہے کہ کیا اس فلاسفی کے اندر رہتے ہوئے ان کے جو ترقی کے مواقع ہیں وہ مفقود ہیں۔ اگر ہوتے ہیں تو ان کو پھر سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : ضمنی سوال

جناب سپیکر : جی، ضمنی سوال ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب!

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! درجہ چہارم کے جو ملازمین ہیں ان میں ہمارے چیمبر اٹینڈنٹس بھی آتے ہیں اور بیس بیس پندرہ پندرہ سال کی ملازمت کے بعد بھی ان کو ترقی کا کوئی موقع نہیں ملتا تو کیا چیمبر اٹینڈنٹس کو سلیکشن گریڈ دینے کے بارے میں غور فرمائیں گے یا وعدہ فرمائیں گے ؟

جناب سپیکر : جی منسٹر فنانس پلیز!

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! اس کے بارے میں میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ درجہ چہارم کی کچھ اسامیاں ایسی ہیں جن کو سلیکشن گریڈ دیا گیا ہے اور کچھ اسامیاں ایسی ہیں جن کو سلیکشن گریڈ نہیں دیا گیا۔ تو اب چیمبر اٹینڈنس کے بارے میں سوال اٹھتا ہے تو ان کے بارے میں اگر اسمبلی سیکرٹریٹ محکمہ فنانس کو لکھتا ہے تو ہم اس فلسفے کو مدنظر رکھتے ہوئے جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے ضرور ان کے بارے میں غور کریں گے۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب! آپ نے اسمبلی ملازمین کے سلیکشن گریڈ کی بات کی ہے؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جی یہ ہمارے جو چیمبر اٹینڈنٹس ہیں ان کا بھی گریڈ 4 ہے۔

جناب سپیکر : چیمبر اٹینڈنٹس کو فنانس ڈیپارٹمنٹ نے گریڈ نہیں دینا بلکہ پنجاب اسمبلی سیکرٹریٹ نے اور فنانس کمیٹی نے دینا ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! پھر میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ محکمہ خزانہ پنجاب میں ڈرائیورز کے علاوہ درجہ چہارم کی کون کون سی ملازمتیں ہیں۔ جن کو یہ سلیکشن گریڈ دیتا ہے۔

جناب سپیکر : جی منسٹر فنانس پلیز!

وزیر خزانہ : جناب والا! میرے پاس یہاں ایک لسٹ موجود ہے جس میں کہ وہ گریڈ جن کو سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے ان کا تذکرہ ہے۔ ایک لسٹ وہ بھی موجود ہے جس میں ان اسامیوں کا تذکرہ ہے جہاں سلیکشن گریڈ نہیں دیا جاتا۔ اب آپ نے غالباً فرمایا ہے کہ درجہ چہارم کی وہ کون سی اسامیاں ہیں جن کو سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے تو درجہ چہارم میں ہم نے سرکاری ڈرائیورز کو سلیکشن گریڈ دیا ہوا ہے۔ ان کو 50% سلیکشن گریڈ دیا ہوا ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ میرا خیال ہے کہ منسٹر صاحب نے شاید سنا نہیں۔ میں نے ڈرائیور کے علاوہ پوچھا ہے کہ وہ کون کون سی ملازمتیں ہیں جن میں یہ سلیکشن گریڈ دیتے ہیں۔

وزیر خزانہ : جی میں اب سمجھا۔ ڈرائیورز کے علاوہ درجہ چہارم کی کوئی ایسی اور اسامی نہیں جس کو سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! جیسا کہ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ڈرائیورز میں چونکہ آگے ترقی نہیں ہوتی۔ اس لیے ان کو سلیکشن گریڈ دیتے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا باقی درجہ چہارم کی ملازمتوں میں آگے ترقی کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ جن کے لیے ان کو سلیکشن گریڈ نہیں دیا جاتا۔ کیا درجہ چہارم کی ایسی کوئی ملازمت ہے۔ جس میں ترقی کے مواقع ہیں اور اس وجہ سے اس کو سلیکشن گریڈ نہیں

دیا جاتا۔ اس ملازمت کے بارے میں یہ بتائیں گے کہ وہ کون کون سی ملازمت ہے۔ جہاں پر کوئی درجہ چہارم کا ملازم گریڈ 7، 8 یا 10 میں جا سکتا ہے؟

جناب سپیکر : جی منسٹر فنانس پلیز!

وزیر خزانہ : جناب والا! درجہ چہارم کے ملازمین کے بارے میں آپ نے پوچھا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جونیئر کلاس دفتری قاصد، نائب قاصد ان کے آگے ترقی کے مواقع ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! نائب قاصد کے لیے کون سے گریڈ میں ترقی ہوتی ہے؟

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! نائب قاصد گریڈ 1 میں بھرتی ہوتا ہے اور اس کو 33% سلیکشن گریڈ کی گریڈ 2 میں پروویژن دی گئی ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! میں آپ کے توسط سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے درجہ چہارم کی بات کی تھا اور جواب ملا ہے کہ دفتری قاصد اور نائب قاصد گریڈ 1 میں ہوتا ہے اور اس کو سلیکشن گریڈ دے کر گریڈ 2 میں کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب! آپ اپنا سوال دھرائیے گا۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! میں نے آپ کے توسط سے یہ عرض کیا تھا کہ درجہ چہارم میں کون کون سی ملازمت ہے جس کے آگے ترقی کے مواقع ہیں اس لیے ان کو سلیکشن گریڈ نہیں دیا جاتا ڈرائیور کو اس لیے انہوں نے سلیکشن گریڈ دیا ہے کہ اس کے آگے ترقی کے مواقع نہیں۔ اس لیے ان کو سلیکشن گریڈ دیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ درجہ چہارم میں کون کون سی ملازمت ہے۔ جس میں آگے ترقی کے مواقع ہیں جس وجہ سے ان کو سلیکشن گریڈ نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر : جی منسٹر فنانس پلیز!

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! یہ درجہ چہارم کے جن ملازمین کا فرما رہے ہیں۔ میری لسٹ میں ایسے اور کسی درجہ چہارم کے ملازم کا ذکر نہیں جس کو کہ سلیکشن گریڈ دیا گیا ہو۔

جناب سپیکر : مخدوم صاحب! ذرا اس کو دھرائیے گا۔

وزیر خزانہ : ڈرائیور کے علاوہ درجہ چہارم کا اور کوئی ایسا ملازم نہیں جس کو آگے سلیکشن گریڈ دیا گیا ہو۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! پھر وہی بات۔ میں نے کہا ہے کہ یہ ڈرائیور کو سلیکشن گریڈ دیتے ہیں اور اس لیے دیتے ہیں کہ اس کی آگے ترقی نہیں۔ تو درجہ چہارم کے باقی جو ملازمین ہیں ان کی کون سی

ترقی ہے جن کو یہ سلیکشن گریڈ نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا ہے چونکہ ڈرائیور کی آگے ترقی نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کو سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔ کیا ڈرائیور کی وجہ یہ تو نہیں کہ وہ صاحب کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اس کو سیکشن گریڈ مل جاتا ہے اور جو بے چارہ باہر بیٹھا رہتا ہے اس کو گریڈ نہیں مل سکتا۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب کو specific ہونا پڑے گا کہ یہ کس پوسٹ کے بارے میں ذکر کر رہے ہیں اور کون سا hardship case ان کے سامنے آیا ہے۔ جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے عرض کی کہ اگر ایسے کیسز ہوں تو ہم case to case basis تب ہی کرتے ہیں اگر واقعی ان کے علم میں کوئی ایک کیس ہے جس کی ترقی کے چانسز مفقود ہوں تو ہم اس کو examine کرنے کے لیے تیار ہیں۔

لیبر انسپکٹروں کی اسامیوں کو اپ گریڈ کرنا

*1341-ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ وزیر محنت کی ہدایات پر لیبر انسپکٹروں کی اسامیاں اپ گریڈ کرنے کے لیے اپنی سفارشات محکمہ خزانہ کو مارچ 1991ء کو بھجوائی گئی۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ محکمہ خزانہ کے موقف کے مطابق متذکرہ اسامیوں کو اپ گریڈ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ لیبر انسپکٹروں کی مقرر شدہ قابلیت کو بھی بڑھایا جائے۔

(ج) کیا حکومت کے علم میں ہے کہ لیبر انسپکٹروں کی انجمن کے عہدہ داروں نے کچھ عرصہ قبل مسٹر خلیل احمد کھوکھر ایس او (پی سی) محکمہ خزانہ سے ملاقات کی تو آفیسر موصوف نے ان اسامیوں کو اپ گریڈ کرنے کے لیے مبلغ -/80,000 روپے کا مطالبہ کیا۔

(د) کیا یہ امر بھی حکومت کے علم میں ہے کہ مذکورہ آفیسر نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے محکمہ محنت کو ایک مراسلہ یو او نمبر ایف ڈی۔ پی سی 32/2/1987 مورخہ 10 اپریل 1991ء اپنے دستخطوں سے لکھا کہ محکمہ خزانہ کے مراسلہ یو او۔ ایف ڈی۔ پی سی۔ 32-2-/986 مورخہ 15 اکتوبر 1991ء کے تحت ایڈیشنل سیکرٹری خزانہ نے اسسٹنٹ لیبر افسروں کی اسامیوں کو اپ گریڈ کیا تھا پر کوئی کارروائی نہ کی جائے حالانکہ اپ گریڈیشن کی باقاعدہ منظوری محکمہ خزانہ نے دے دی تھی۔

(و) کیا یہ امر واقعہ ہے کہ جز (د) بالا میں ذکر شدہ مراسلہ مورخہ 10 اپریل 1991ء کو بذریعہ مراسلہ یو او نمبر ایف ڈی۔ پی سی 32-2/87 مورخہ 9 مئی 1991ء واپس لے لیا۔ یہ کارروائی لیبر

انسپکٹروں کی انجمن کے جنرل سیکرٹری کی درخواست مورخہ 10 اپریل 1991ء بنام سیکرٹری محکمہ خزانہ کی گئی۔

(و) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو لیبر انسپکٹروں کی اسامیوں کو ابھی تک اپ گریڈ نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں اور حکومت متذکرہ اسامیوں کو کب تک اپ گریڈ کرنے کو تیار ہے مزید برآں مسٹر خلیل احمد کھوکھر ایس او۔ پی سی۔ ایف ڈی کے خلاف رشوت لینے اور غلط مراسلہ جاری کرنے کے سلسلہ میں کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور کب تک یہ کارروائی کی جائے گی؟

وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) یہ الزام کی حد تک حکومت کے علم میں ہے۔

(د) یہ غلط ہے۔ متذکرہ مراسلہ مذکورہ سیکشن افسر نے مجاز افسر کی منظوری کے بعد جاری کیا۔

(ہ) یہ درست ہے۔

(و) محکمہ محنت نے بعض اسامیوں سے مماثلت کی بناء پر محکمہ خزانہ کو تجویز بھجوائی لیبر انسپکٹر کی پوسٹ کو سکیل 9 سے سکیل 14 میں اپ گریڈ کیا جائے تجویز پر غور کے بعد بذریعہ مراسلہ نمبر 32-2-87 مورخہ 17 نومبر 1991ء مطلع کیا جا چکا ہے کہ محکمہ محنت نے جن اسامیوں سے مماثلت پر اپنی تجاویز ارسال کی ہیں وہ اساس درست نہیں۔ تجویز میں جن اسامیوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان پر بھرتی کے لئے بنیادی قابلیت گریجوایٹ ہے۔ جبکہ لیبر انسپکٹر کی اسامی کے لئے بنیادی قابلیت انٹرمیڈیٹ ہے چنانچہ محکمہ خزانہ نے محکمہ محنت کی تجویز سے اتفاق نہ کیا۔

جہاں تک ان الزامات کا تعلق ہے' وزیر اعلیٰ معائنہ ٹیم اس الزام کی تحقیق کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مسٹر خلیل احمد کھوکھر سابق سیکشن آفیسر پی سی پر یہ لگائے جانے والے الزام کی کوئی حقیقت نہیں۔ معائنہ ٹیم پر مزید انکشاف ہوا کہ اس ضمن میں شکایت کنندہ مسمی ریاض احمد جنجوعہ ایک عادی شکایت گذار ہے جو اکثر و بیشتر شکایات کرتا رہتا ہے۔ چونکہ شکایت کنندہ

خود بھی ایک سرکاری ملازم ہے۔ اس لیے اس کے خلاف شکایات کے ذریعے افسران پر ناجائز دباؤ ڈالنے کے جرم میں انضباطی قواعد و ضوابط کے تحت کارروائی عمل میں لائے جانے کی سفارش بھی وزیر اعلےٰ معائنہ ٹیم نے کی ہے۔ اس رپورٹ پر جناب وزیر اعلےٰ پنجاب نے کمیٹی کی سفارشات کو منظور کرتے ہوئے مسمی ریاض احمد جنجوعہ کے خلاف کارروائی کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ لیبر انسپکٹرز کا جو کیس انہوں نے واپس کیا ہے۔ اس کی reasons میں نے پڑھی ہیں اس بارے میں آخر لیبر ڈیپارٹمنٹ نے بھی ان کو کیس بھیجا تھا لیبر ڈیپارٹمنٹ کے grounds کو رد کر کے انہوں نے وہ کیس واپس بھیج دیا۔ تو جناب سپیکر! میری آپ کے توسل سے جناب وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ کیا اس کو دوبارہ consider کرنے کی یہ زحمت گوارا کریں گے؟

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! لیبر ڈیپارٹمنٹ نے محکمہ خزانہ کو جو سمری بھیجی تھی اس میں صرف لیبر انسپکٹر کا ذکر نہ تھا اس میں لیبر انسپکٹرز کے ساتھ ساتھ اسسٹنٹ لیبر آفیسرز کا تذکرہ بھی تھا۔ جب اس کو محکمہ خزانہ میں examine کیا گیا تو محکمہ خزانہ نے لیبر ڈیپارٹمنٹ کا جو پہلا جزو ہے اس سے محکمہ خزانہ نے اتفاق کیا اور یہ اسسٹنٹ لیبر آفیسرز کی پوسٹوں کو لیبر آفیسرز کی پوسٹوں میں گریڈ 14 سے گریڈ 16 میں اپ۔ گریڈ کرنے کے متعلق ہے۔ جہاں تک لیبر انسپکٹرز کی creation of posts کا تعلق ہے۔ اس سے ہم نے اتفاق نہیں کیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جس analogy پر محکمہ محنت نے ہمیں یہ کیس move کیا تھا کہ فلاں محکموں کی فلاں پوسٹیں جو اس گریڈ اور ان conditions سے مماثلت رکھتی ہیں ان کو اپ۔ گریڈ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ لیبر انسپکٹر کی پوسٹ کو بھی اپ۔ گریڈ کیا جائے۔ تو جناب سپیکر ہم نے اس سے اتفاق اس لیے نہیں کیا کہ ان کی تقرری کی جو basic qualification ہے۔ اس میں فرق تھا اور ہم نے کہا کہ ان کی qualification میں اور ان کی qualification میں فرق ہے وہ گریجوایٹس ہوتے ہیں اور ان کی جو qualification ہے وہ انٹرمیڈیٹ ہے۔ اس لیے ہم ان پوسٹوں کو اپ گریڈ نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! انہوں نے صرف انٹرمیڈیٹ اور بی۔ اے کی بنیاد پر لیبر انسپکٹروں کو دوسروں کے برابر گریڈ نہیں دیا۔ ان کی اطلاع کے لیے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ نائب تحصیل دار بھی

انٹرمیڈیٹ لیے جاتے ہیں اور ان کی پوسٹیں اپ۔ گریڈ کر دی گئیں۔ تو جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھوں گا کہ کیا لیبر انسپکٹرز اتنے influential نہیں ہیں اس لیے ان کی پوسٹیں اپ۔ گریڈ نہیں کی گئیں؟

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! ان کے influence کے بارے میں تو جناب والا میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر1585- (چونکہ فاضل محرک ایوان میں موجود نہ تھے اس لیے اس سوال کو ایوان میں پیش نہیں کیا گیا)۔

سوال نمبر1625- (جواب پڑھا ہوا تصور کیا گیا)

عدالتوں کی آمدن واخراجات کی تفصیلات

*1625- جناب فرید احمد پراچہ : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ- پچھلے مالی سال میں عدالتوں کے کل اخراجات کیا تھے۔ نیز اس سال کورٹ فیس اور دوسرے ذرائع سے کل کتنی آمدنی ہوئی؟

وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی) :

عدالتوں پر اخراجات مطابق نظر ثانی شدہ تخمینہ برائے مالی سال 92-1991ء مندرجہ ذیل ہیں۔

ہائی کورٹ	80ء802	(روپے لاکھوں میں)	آمدنی کی تفصیل یہ ہے		(روپے لاکھوں میں)
سیشن کورٹ	27ء617		کورٹ فیس		54ء683
سول کورٹس	36ء1033		دوسرے ذرائع سے آمدنی		48ء24
سمال کاز کورٹ	70ء13		کل		06ء708
دوسرے دیگر دفاتر		نوٹ :-			
کے اخراجات	89ء491	92-1991ء کے حسابات ابھی اکاؤنٹنٹ جنرل سے وصول نہیں ہوئے			
کل	02ء2959	اس لیے اس سال کی نظر ثانی شدہ تخمینہ کی تفصیل لی گئی ہے۔			

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ عدالتوں میں جس طرح کیسوں کی بھرمار ہے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا محکمہ خزانہ نے گزشتہ تین۔ چار سالوں میں اس کا تجزیہ کرنے کے بعد اس کے جٹ میں کوئی تبدیلی کی ہے یا اس میں کوئی اضافہ کیا ہے؟

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! جٹ کا تعلق demand for grant سے ہوتا ہے اور وہ چیز مد میں

expenditure سے تعلق رکھتی ہے۔اس کے بارے میں میں عرض کیے دوں کہ اگر ہم 1989-90ء 91 - 90' 92 - 91 کا تقابلی جائزہ پیش کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اس میں courts کے بارے میں ہمارے جو اخراجات ہیں ان میں متواتر اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے مثلاً 1989-90ء میں جو ہماری عدالتیں تھیں ان پر ہمارے 16.20 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔اگر آپ اس کا 1990-91ء سے موازنہ کریں گے تو 25.43 کروڑ روپے خرچ ہوئے اور اگر آپ 1991-92 کے ساتھ دیکھیں تو 49.29 کروڑ روپے خرچ ہوئے تو جناب والا! اس سے یہ چیز ظاہر ہوتی ہے کہ ہر سال اپنے وسائل کے مطابق اور ان کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت ان کے بجٹ میں اضافہ کرتی رہتی ہے۔اور حکومت کو ان کورٹس سے جو آمدن حاصل ہوتی ہے اگر اس سے اس اضافے کی اہمیت کا موازنہ کریں تو اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ حکومت ان کی آمدنی کے برعکس کتنی گرانٹس دیتی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ جس طرح سے اس ایوان میں بتایا گیا ہے کہ مختلف سالوں میں یہ اضافہ ہوا تو میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اضافہ تو inflation rates اور بجٹ کی دوسری مدات میں اضافے کے مطابق ہی ہے اور مختلف وجوہات کی بنا پر مثلاً تنخواہوں میں اضافے کی بنیاد پر یا دوسری وجوہات کی بنیاد پر یہ وہی اضافہ ہے۔جناب والا! عدالتوں میں جو کیسوں کی بھرمار ہے اور اس کا load ہے اس کے مطابق یہ اضافہ نئے ججوں کے تقرر نئی عدالتوں کے تقرر اور ان کی سہولتوں کی فراہمی کے اوپر نہیں کیا گیا اس کی وجوہات کیا ہیں؟ کیا اس کو حکومت اہمیت نہیں دیتی۔

وزیر خزانہ : یقیناً حکومت اس کو اہمیت دیتی ہے اور حکومت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ عوام کو سستا اور جلد انصاف مہیا کیا جائے۔جناب والا! میں عرض کروں کہ اگر پراچہ صاحب pedency کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں صرف پیسہ یا وسائل ہی نہیں آتے pedency کو حل کرنے کے لیے اور بھی فیکٹرز ہیں اور ان کی تشنگی کو دور کرنے کے لیے میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس سال ان کی ضروریات کے مطابق پیسے دیئے ہیں۔

مثلاً اس وقت جو ان کی رہائشی سکیمیں ہیں ان کی پانچ ایسی رہائشی سکیمیں ہیں۔جن کے بارے میں ہم نے منظوری دی ہے اور بجٹ میں اس کے لیے 35.92 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں اس کے ساتھ 16 نئی سکیموں کی بجٹ میں پروویژن ہے اور اس کے لیے 169.08 لاکھ روپے کی پروویژن موجود ہے تو اگر آپ اس کو دیکھیں تو یہ صرف inflation نہیں۔ inflation اپنی جگہ ہے۔اس کے ساتھ ساتھ عدالتوں میں

ججوں کا جو اضافہ ہوا ہے۔ اس کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے اور اس کی ضروریات کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! اگلا سوال سردار خضر حیات خان سیال

سلیکشن گریڈ دینے کے لیے اقدامات

*1636- سردار خضر حیات خان سیال : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گریڈ 1 تا 16 کے عام سرکاری ملازمین مثلاً اساتذہ سب انجینئر اور کلیریکل سٹاف کو 33 فی صد سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ڈرافٹسمین، ڈویژنل ڈرافٹسمین اور سرکل ہیڈ ڈرافٹسمین کو سلیکشن گریڈ نہیں دیا جاتا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایک ٹریسر 25/30 سال کے بعد ترقی پا کر ہیڈ ڈرافٹسمین بنتا ہے۔ تو اسے سکیل نمبر 10 اور جو کسی ادارہ سے ڈپلومہ ہولڈر ہوتا ہے اسے سکیل نمبر 11 دیا جاتا ہے جبکہ یہ اختیار دوسری کسی اسامی پر نہیں رکھا گیا مثلاً براہ راست ضلع دار پر تعیناتی یا پٹواری سے ضلع دار پر تقرری پر اسے ایک ہی سکیل نمبر 10 دیا جاتا ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت جز (ب) میں مندرجہ سرکاری اہل کاران کو بھی سلیکشن گریڈ دینے اور جز (ج) میں مندرجہ براہ راست اور بذریعہ ترقی یاب ہونے والے اہل کاروں کو بھی ایک ہی گریڈ دینے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی) :

(الف) یہ درست ہے کہ سکولوں کے اساتذہ اور کلیریکل سٹاف کو 33 فی صد لیکن سب انجینئر کو 25 فی صد کے حساب سے سلیکشن گریڈ کی سہولت دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) یہ جزوی طور پر درست ہے کہ ٹریسر جو ترقی پا کر ڈرافٹسمین بنا ہے اس کے لیے سکیل نمبر 10 مختص ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ٹریسر کی تعلیمی قابلیت برائے بھرتی میٹرک ہوتی ہے اس کے مقابلے میں میٹرک کے بعد تین سالہ ڈپلومہ ڈرافٹسمین شپ کے حامل سکیل نمبر 11 میں بھرتی ہوتا ہے گویا حکومت نے تعلیمی استعداد قابلیت کو پیمانہ رکھتے ہوئے دو سکیل مقرر کر رکھے ہیں مزید برآں ضلع دار کو سکیل نمبر 12 کی اسامی کی بھرتی کے لیے بنیادی قابلیت بی اے / ایم ایس سی / انجینئرنگ ہے۔

(د) سلیکشن گریڈ کی سہولت ان اسامیوں کو دی جاتی ہے جہاں مزید ترقی کے مواقع بہت کم ہوں یا بالکل مفقود ہوں۔ چونکہ حکومت نے ڈرائیوروں کے پے سکیل پہلے ہی کافی حد تک بڑھا دیے ہیں۔ لہٰذا ان میں مزید اضافہ دوسری مساوی اسامیوں کے مقابلے میں مبنی بر انصاف نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک سکیل سے دوسرے سکیل میں جانے کے لیے موو اوور کی سہولت بھی موجود ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! جواب کے جزو (الف) میں یہ بتایا گیا ہے کہ کلیریکل سٹاف کو 33 فی صد اور سب انجینئرز کو 25 فی صد کے حساب سے سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔ تو جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ تضاد کیوں ہے؟ کہ کلیریکل سٹاف کو 33 فی صد اور سب انجینئرز کو 25 فی صد کے حساب سے سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! آپ اپنا سوال ذرا دہرائیے گا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! جواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ کلیریکل سٹاف اور اساتذہ کو 33 فی صد سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے اور سب انجینئرز کو 25 فی صد سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ یہ 33 اور 25 کا تضاد کیوں رکھا گیا ہے؟

وزیر خزانہ : جناب والا! اس سے پہلے بھی اس قسم کا ایک سوال سلیکشن گریڈ کے بارے میں آیا ہے اس کے بارے میں میں عرض کر چکا ہوں کہ ہم نے کوئی uniform slab نہیں رکھا کچھ اسامیاں ایسی ہیں۔ جن کے لیے 33 فی صد سلیکشن گریڈ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ میں نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اساتذہ اور کلیریکل سٹاف کے لیے 33 فی صد سلیکشن گریڈ رکھا گیا ہے اس کے برعکس سب انجینئرز کے لیے 25 فی صد سلیکشن گریڈ رکھا گیا ہے۔ اگر پچھلے سوال پر آجائیں۔ جس کے بارے میں میں نے ذکر کیا تھا کہ ڈرائیورز کے لیے پچاس فی صد سلیکشن رکھا گیا ہے۔ اگر آپ کا سوال یہ ہے کہ ہماری ایک uniform policy کیوں نہیں تو اس کے بارے میں میرا جواب یہ ہے کہ سروسز کی ورکنگ conditions مختلف ہوتی ہیں اور اس کے بارے میں ہمیں pace to pace دیکھنا ہوتا ہے اور ہم ان کی promotion chances and working conditions کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس پالیسی کو اختیار کرتے ہیں کہ کتنے فی صد لوگوں کو ہم نے آگے سلیکشن گریڈ دینا ہے۔ اور ہم ایک uniform policy adopt نہیں کر سکتے۔

درس نظامی پاس افراد کو سکیل نمبر 14 دینا

*1689- **جناب مہر سعید احمد ظفر :** کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ درس نظامی پاس افراد کو ڈسٹرکٹ جیلوں میں بطور مذہبی ٹیچر سکیل نمبر 11

دیا جاتا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ درس نظامی پاس افراد کو پولیس میں بطور امام سکیل نمبر 5 دیا جاتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ درس نظامی پاس افراد کو سکولوں میں بطور عربی ٹیچر کے سکیل نمبر 14 دیا جاتا ہے۔

(د) اگر جزوہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس تفاوت کو ختم کر کے پولیس لائنوں میں تعینات درس نظامی پاس افراد کو بھی سکیل نمبر 14 دینے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اور اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی) :

(الف) یہ غلط ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) یہ بھی درست نہ ہے۔

(د) جزوہائے بالا کے جوابات کی روشنی میں اس کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر : کیا اس پر کوئی ضمنی سوال ہے ؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب میں دیا گیا ہے کہ یہ غلط ہے' یہ درست نہ ہے' یہ بھی درست نہ ہے۔ تینوں سوالوں میں یہی جواب دیا گیا ہے۔ جو صحیح ہے وہ تو بتا دیں۔

وزیر خزانہ : جناب والا! اس سوال میں جو تین معزز اراکین اسمبلی نے پیش کیا ہے 1690 ,1689 اور 1691 میں ایک ہی سوال کیا گیا ہے اور تینوں کا جواب ملتا جلتا اور یکساں ہے۔ اور معزز ممبران جو معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ غالباً یہ ہے کہ ایک صاحب کو جس کی بنیادی اہلیت درس نظامی ہے ایک محکمے میں گریڈ گیارہ میں بھرتی کر رکھا ہے' دوسرے محکمے میں گریڈ پانچ میں بھرتی کر رکھا ہے اور تیسرے محکمے میں اسے گریڈ چودہ میں رکھا ہے۔ غالباً آپ پوچھنا یہ چاہتے ہیں کہ تضاد کیوں ہے ؟ اس کے بارے میں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جہاں پہلی کیٹیگری کا تعلق ہے وہ ڈسٹرکٹ جیل سے متعلقہ ہے۔ اس کے بارے میں پہلی چیز تو یہ ہے کہ سوال میں جو سکیل نمبر دیا گیا وہ ہی غلط ہے۔ جو ڈسٹرکٹ جیل میں مذہبی ٹیچر رکھے جاتے ہیں۔ ان کو سکیل گیارہ نہیں دیا جاتا بلکہ سکیل بارہ دیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جو ڈسٹرکٹ جیل میں مذہبی ٹیچر رکھے جاتے ہیں۔ ان کی اہلیت صرف درس نظامی نہیں۔ ان کی تعلیمی قابلیت یہ ہے کہ ان صاحبان کو کم از کم

میٹرک ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ درس نظامی کی سند بھی ان کے پاس ہونی چاہیے۔ اس کی یہ دو شرطیں ہیں۔ جواب کے جزو "ب" میں بطور امام جو پولیس لائن میں رکھے گئے ہیں ان کی اہلیت بھی درس نظامی ہے تو اس کو آپ نے پانچواں گریڈ کیوں دیا ہے۔ تو اس کے بارے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ پولیس کانسٹیبل کی بھرتی کے وقت جو گریڈ رکھا گیا ہے وہ پانچواں ہے۔ اب اس مخصوص کیڈر کی پوسٹ کی پولیس رولز میں کوئی پروویژن نہیں۔ محکمہ پولیس نے اس کے بارے میں جستجو کی ہے اور وہ اس کے رولز بنا رہے ہیں جب وہ رولز بن جائیں گے تو اس کی ایڈجسٹمنٹ ہو جائے گی۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ چونکہ اس مخصوص کیڈر کی کوئی پوسٹ نہیں ہے۔ اس لیے ریگولر کیڈر میں سے کسی صاحب کو یہ ڈیوٹی سرانجام دینے کے لیے کام سونپا جاتا ہے۔

سید چراغ اکبر شاہ : جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ وزیر خزانہ to the point رہیں۔ ہر سوال پہ وہ پالیسی سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں۔ پراچہ صاحب نے ضمنی سوال یہ کیا ہے کہ ان تین categories میں جو گریڈ بتائے گئے ہیں اگر یہ درست نہیں ہیں۔ تو بتائے جائیں کہ وہ گریڈ کیا ہیں؟ ضمنی سوال صرف اتنا ہے' آپ وزیر خزانہ کو ہدایت کریں کہ وہ ہر سوال پہ پالیسی سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں۔ اس طرح تو ہم دو چار سوالات سے کبھی آگے نہیں بڑھیں گے۔

وزیر خزانہ : گھبرائیے نہیں' ایک ہی سوال باقی رہ گیا ہے۔

جناب سپیکر : ویسے بھی متعلقہ وزیر کو اپنے جواب کو صحیح انداز میں elaborate کرنے کا پورا پورا حق ہے۔ پورے ایوان کو جو بات کی جزویات سے آگاہ کریں یہ ان کا حق ہے۔ اگر وہ سوال کا جواب مختصر دیں تو بھی آپ اعتراض کریں گے اور اگر تفصیل میں جواب دیتے ہیں تو پھر بھی آپ اعتراض کرتے ہیں۔

وزیر خزانہ : جناب والا! ستم ظریفی دیکھیے' کبھی تو حزب اختلاف اٹھ کر یہ کہتی ہے کہ وزراء تیاری کر کے نہیں آتے۔ اور اس کے برعکس اگر ان کی تسلی اور تشفی کے مطابق جواب دیے جا رہے ہیں تو ان میں سننے کا حوصلہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر : موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جب کوئی بھی فاضل رکن ضمنی سوال کر رہے ہوں تو میرے نقطہ نظر میں وزیر موصوف کو بیٹھ جانا چاہیے۔ ابھی یہ ہو رہا ہے کہ وہ بھی

کھڑے ہو کر بول رہے ہیں اور وہ بھی کھڑے تھے۔ یہ طریق کار قاعدے کے خلاف ہے۔ جب ایک رکن بولے تو دوسرے کو اپنی نشست پر بیٹھ جانا چاہیے۔

جناب سپیکر : یہ درست بات ہے۔

وزیر خزانہ : میں سوال صاحب سے اتفاق کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : میرا خیال ہے کہ اگلے سوال پہ چلیں۔

وزیر خزانہ : جناب والا! اگلا سوال بھی یہی ہے اور اس سے اگلا سوال بھی یہی ہے۔ اسی لیے میں تفصیل سے بیان کر رہا تھا کیونکہ تینوں سوالوں کا ایک ہی جواب ہے۔

جناب سپیکر : کچھ تفصیل اگلے سوال میں آجائے گی اور کچھ تفصیل اس سے اگلے سوال میں آجائے گی۔

وزیر خزانہ : بات وہی ہے اصل جواب وہی ہے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال پیر ذوالفقار علی چشتی صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ : (on his behalf) سوال نمبر 1690

درس نظامی پاس افراد کو سکیل نمبر 14 کی عطائیگی

*1690- جناب ذوالفقار علی چشتی : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ درس نظامی پاس افراد کو ڈسٹرکٹ جیلوں میں بطور مذہبی ٹیچر سکیل نمبر 11 دیا جاتا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ درس نظامی پاس افراد کو پولیس میں بطور امام سکیل نمبر 5 دیا جاتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ درس نظامی پاس افراد کو سکولوں میں بطور عربی ٹیچر کے سکیل نمبر 14 دیا جاتا ہے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس تفاوت کو ختم کر کے پولیس لائنوں میں تعینات درس نظامی پاس افراد کو بھی سکیل نمبر 14 دینے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی) :

(الف) یہ غلط ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) یہ بھی درست نہ ہے۔

(د) جزوہائے بالا کے جوابات کی روشنی میں اس کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر : اس پہ کوئی ضمنی سوال ہے ؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف کے علم میں ہے کہ درس نظامی کی سند کو ایم-اے اسلامیات یا ایم-اے عربی کے برابر تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر سند کو ایم-اے کی ڈگری کے برابر تسلیم کیا جائے تو کیا جو پولیس کا گریڈ پانچ جو سب سے کمتر سکیل ہے' اس پر ان کو ملازمت دینا ان کی توہین یا اہانت نہیں ہے ؟ اور وہ بھی امام مسجد جو پولیس جیسے محکمے میں امام مسجد ہو۔ پولیس والوں کو جو نماز پڑھائے اس کو پانچواں سکیل دینا یہ اس منصب کی اور خود اس ڈگری کی جسے درس نظامی کے برابر تسلیم کیا گیا ہے' توہین نہیں۔

جناب سپیکر : وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ : جناب والا! جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ چونکہ پولیس کے محکمے میں ابھی اس پوسٹ کا کوئی ریگولر کیڈر موجود نہیں ہے۔ یہیں سے بات کو ٹوکا گیا۔ میں یہیں سے دوبارہ بات کرتا ہوں۔ چونکہ اس کا ریگولر کیڈر نہیں اس لیے یہ ذمہ داری پولیس کے مختلف اصحاب کو سونپی جا سکتی ہے۔ اب اگر کنسٹیبل کو امامت کا فرض سونپا گیا تو چونکہ اس کا گریڈ پانچ ہے اس لیے امام کو بھی گریڈ پانچ ہی ملے گا۔ اگر اس سے سینئر آفیسر یعنی اے ایس آئی' ایس آئی یا اس سے بھی کوئی اوپر کا آفیسر ہے اور وہ یہ فرض انجام دے رہا ہے تو اس کو اپنے گریڈ اور کیڈر میں ہی تنخواہ ملے گی۔ اس کے بارے میں میں عرض کر رہا تھا کہ چونکہ پولیس نے اس کو ریگولرائز کرنے کی جستجو ہے جیسے ہی یہ اپنے رولز کو formulate کر لیتے ہیں تو ہم اپنی پالیسی کو اس کے مطابق ایڈجسٹ کر لیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! یہ کب تک ہو جائے گا کیونکہ یہ ایک طویل عرصہ سے مسئلہ چل رہا ہے اور یہ خود حکومت کی بھی ذمہ داری ہے۔

وزیر خزانہ : میں ایوان اور پراچہ صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں پولیس والوں سے اور

محکمہ داخلہ سے چونکہ یہ ان سے متعلقہ بات ہے' ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اسے جلد از جلد نپٹایا جائے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال میاں محمد امجد جوئیہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ : (on his behalf) سوال نمبر 1691

درس نظامی پاس افراد کو سکیل 14 کی عطائیگی

*1691-میاں محمد امجد جوئیہ : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ درس نظامی پاس افراد کو ڈسٹرکٹ جیلوں میں بطور مذہبی ٹیچر سکیل نمبر 11 دیا جاتا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ درس نظامی پاس افراد کو پولیس میں بطور امام سکیل نمبر 5 دیا جاتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ درس نظامی پاس افراد کو سکولوں میں بطور عربی ٹیچر کے سکیل نمبر 14 دیا جاتا ہے۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس تفاوت کو ختم کر کے پولیس لائینوں میں تعینات درس نظامی پاس افراد کو بھی سکیل نمبر 14 دینے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی) :

(الف) یہ غلط ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) یہ بھی درست نہ ہے۔

(د) جزوہائے بالا کے جوابات کی روشنی میں اس کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر : اس پہ کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس میں عربی ٹیچر کے بارے میں بات کی گئی ہے تو وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ عربی ٹیچر کو کون سا سکیل دیا جاتا ہے اور اس کی تفصیلات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ : جناب والا! عربی ٹیچر کے بارے میں جواب یہ ہے کہ عربی ٹیچرز جو سکولوں میں بھرتی کیے

جاتے ہیں ان کو گریڈ 14 دیا جاتا ہے اور اس کے لیے ان کی basic qualification ہے وہ صرف درس نظامی نہیں بلکہ ان کی basic qualificaiton بی اے بی ایس سی اور اس کے ساتھ درس نظامی یا فاضل عربی۔ گریڈ کے بارے میں آپ نے درست فرمایا ہے کہ ان کا گریڈ 14 ہی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آپ کی اس وضاحت کی روشنی میں یہ جواب غلط ہے جو آپ نے دیا ہوا ہے۔ پوچھا صرف یہ گیا تھا کہ عربی ٹیچر کو کون سا سکیل دیا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ سکیل 14 دیا جا رہا ہے۔ جبکہ آپ نے اپنے جواب میں لکھا ہے کہ یہ درست نہیں ہے اور اب آپ اعتراف کر رہے ہیں کہ ان کو سکیل 14 دیا جا رہا ہے۔ یہ وضاحت تو آپ جواب میں دے سکتے تھے۔ اور آپ جواب میں بتا دیتے کہ اس کے ساتھ یہ یہ شرائط ہیں۔

وزیر خزانہ : جناب والا! سوال یہ تھا (اور آپ اس کو پڑھیے) کہ درس نظامی پاس افراد کو اسکولوں میں بطور عربی ٹیچر سکیل 14 میں رکھا جا رہا ہے۔ اس پر غالباً سوال کا جو mover ہے اور وہ جس چیز کو high-light کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس کی basic qualification صرف درس نظامی ہے۔ جبکہ میں یہ وضاحت کر رہا ہوں کہ صرف درس نظامی اس کی basic qualification نہیں۔ اس کے ساتھ بی اے/بی ایس سی' درس نظامی یا فاضل عربی ہونا لازم ہے۔ اس کی میں یہی وضاحت اور تشریح کرنا چاہتا تھا۔

ملک امان اللہ چھینہ : جناب سپیکر! کیا وزیر خزانہ یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ یہ جو عربی فاضل ہے اس کی qualificaiton کتنی ہوتی ہے؟

وزیر خزانہ : جناب والا! عربی فاضل کی سند ایک دینی مدرسے سے ملتی ہے اور اس بارے میں' میں سمجھتا ہوں کہ جناب عثمان ابراہیم صاحب ہی بہتر جواب دے سکیں گے۔ جو ادارہ ایجوکیشن کے وزیر ہیں ان کا ایک اپنا طریق کار ہوتا ہے یعنی ایف اے/بی اے' بی ایس سی وغیرہ۔ یہ ایک مذہبی درس گاہ ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ یہ ایف اے کے برابر ہے یا بی اے کے برابر ہے مناسب نہیں۔ اور اس وقت میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

جناب سپیکر : اگلے سوال کے لیے ڈاکٹر محمد شفیق چودھری صاحب۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! ان کے ایماء پر سوال نمبر 1849

ملک امان اللہ چھینہ : جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب میرے سوال کا جواب درست نہیں دے سکے۔

اگر یہ چاہیں تو مولانا مفتی محمود صاحب کے لڑکے فضل الرحمن صاحب سے پوچھ کر مجھے دوسری نشست میں بتا دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر : ملک صاحب آپ تشریف رکھیں۔ سوال نمبر 1849

امتیازی سلوک کی وجوہات

*1849-ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ قبل ازیں حکومت کے ماتحت اداروں میں وفاقی اور صوبائی ملازمین کو مساوی ڈیپو ٹیشن الاؤنس ملتا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اب وفاقی ملازمین کو بیس فی صد اور صوبائی ملازمین کو دس فی صد ڈیپو ٹیشن الاؤنس دیا جارہا ہے۔

(ج) اگر جز (ب) بالا جواب اثبات میں ہے تو اس امتیازی سلوک کی کیا وجوہات ہیں۔ جبکہ دونوں ملازمین ایک جیسے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ کیا حکومت اس تفاوت کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی) :

(الف) یہ جزوی طور پر درست ہے۔

وفاقی حکومت میں ڈیپو ٹیشن الاؤنس کی شرح یکساں نہیں رہی۔ جو کہ حسب ذیل ہے۔

1974ء میں ڈیپو ٹیشن الاؤنس کی شرح 20 فی صد سکیل کی کم از کم حد کا۔

1982ء میں ڈیپو ٹیشن الاؤنس کی شرح ہر سکیل کے لیے fixed یعنی

سکیل 1 تا 4 = 25 روپے

سکیل 5 تا 11 = 50 روپے

سکیل 12 تا 15 = 50 روپے

سکیل 16 تا 17 = 100 روپے

سکیل 18 = 150 روپے

سکیل 19 = 200 روپے

سکیل 20 = 250 روپے

سکیل 21 = 300 روپے

1983ء میں مذکورہ الاؤنس کی شرح 10 فی صد سکیل کی کم از کم حد کا

1991ء میں مذکورہ الاؤنس کی شرح 20 فی صد سکیل کی کم از کم حد کا مندرجہ بالا الاؤنس کی مختلف شرح تمام ملازمین پر یکساں قابل عمل رہی ہیں۔ اس کے تناظر میں صوبائی حکومت کی ڈیپوٹیشن پالیسی 1974ء سے ایک ہی چلی آرہی ہے۔ جس کے مطابق ڈیپوٹیشن الاؤنس مندرجہ ذیل شرح اور صورتوں میں دیا جاتا ہے۔

(i) اگر ملازم اپنے گریڈ کے مساوی گریڈ میں ڈیپوٹیشن پر کام کرے تو 10 فی صد بنیادی تنخواہ کا

(ii) اگر اپنے گریڈ سے بالا گریڈ میں ڈیپوٹیشن پر کام کرے تو الاؤنس کی شرح 20 فی صد بنیادی تنخواہ کا۔

(ب) (الف) کے جواب کی روشنی میں یہ جزوی طور پر درست ہے۔

(ج) یہ فرق اس لیے روا رکھا ہے کہ اپنے سے بالا گریڈ میں ڈیپوٹیشن پر جانے کی صورت میں سرکاری ملازم کی ذمہ داریوں میں اپنی بنیادی حیثیت سے بڑھ کر اضافہ ہوتا ہے اس لیے اس الاؤنس کی بالائی شرح 20 فی صد بنیادی تنخواہ کے مطابق ادائیگی ہوتی ہے جبکہ اگر سرکاری ملازم اپنے گریڈ کے مساوی گریڈ میں ڈیپوٹیشن پر جائے تو اسے اس کی بنیادی تنخواہ کا 10 فی صد ڈیپوٹیشن الاؤنس دیا جاتا ہے۔

یہ امر اہم ہے کہ وفاقی حکومت کے برعکس صوبائی حکومت اپنے ملازمین کو سکیل کی کم از کم حد (minimum of the scale) کی بجائے بنیادی تنخواہ پر (basic pay) اوپر درج شدہ ڈیپوٹیشن الاؤنس دیتی ہے۔ اس طرح الاؤنس کی ادا شدہ مالیت کے اعتبار سے صوبائی حکومت کی شرح الاؤنس بہتر ہے۔

مزید برآں چونکہ صوبائی حکومت کی مروجہ پالیسی یہ دو صورتوں میں سرکاری ملازم کے حالات کار کو مدنظر رکھتے ہوئے تناسب اور توازن کے اصول پر مبنی ہے اس لئے فی الوقت اس میں کسی قسم کی ترمیم کی نہ گنجائش اور نہ امکان ممکن ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟ کوئی ضمنی سوال نہیں۔

(ج) جز "ج" کا جواب مندرجہ بالا جز "الف" میں دے دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ اس بارے میں کوئی ضمنی سوال؟ کوئی ضمنی سوال نہیں۔

اگلے سوال کے لیے ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! ان کے ایماء پر سوال نمبر 938-

مین پاور پلاننگ سیل پر خرچ رقوم کی تفصیل

*938- ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ-

(الف) پنجاب میں مین پاور پلاننگ سیل کب قائم کیا گیا۔

(ب) اس کے قیام سے اب تک اس پر کتنی رقوم خرچ کی گئیں۔

(ج) اس کی رپورٹ کارکردگی کیا ہے؟

وزیر محنت (راجہ محمد خالد خان):

(الف) پنجاب میں مین پاور پلاننگ سیل 1976ء کو قائم کیا گیا جبکہ افسران اور عملہ کی تعیناتی 1978ء میں کی گئی۔

(ب) گزشتہ مالی سالوں کے دوران 91-1990ء تک مذکورہ شعبہ منصوبہ بندی و شماریات' نظامت افرادی قوت و تربیت پنجاب لاہور پر سالانہ اوسطاً -/2634165 روپے کی رقم خرچ کی گئی۔

(ج) کارگردگی و مقاصد

نظامت افرادی قوت و تربیت پنجاب کے شعبہ منصوبہ بندی و شماریات کے قیام کا مقصد مندرجہ ذیل مقاصد کا حصول تھا۔ جو فعال کارکردگی کے ذریعے حاصل کیے جا رہے ہیں۔

1- صوبہ میں دست یاب اور میسر افرادی وسائل اور اس کی ساخت کے متعلق اعداد و شمار جمع کرنا۔

2- صوبہ میں لیبر فورس کی وسعت اس کی ساخت بلحاظ عمر۔ جنس۔ تعلیمی سطح اور پیشہ وارانہ مہارت سے متعلق معلومات حاصل کرنا۔

3- لیبر فورس میں خواتین کی شرح اور شرکت اور ان کی مختلف پیشوں میں مہارت سے متعلق معلومات حاصل کرنا۔

4- لیبر فورس میں روزگار کی سطح معلوم کرنا کہ کتنے روزگار میں ہیں اور کتنے نیم روزگار یا بیروزگار ہیں۔

اب محکمہ محنت کے سوالات کو take up کرتے ہیں۔

جی، رانا اکرام ربانی خان صاحب!

سید چراغ اکبر شاہ : جناب سپیکر ان کے ایماء پر سوال نمبر743-

جناب سپیکر : ان کے ایماء پر سوال نمبر 743-سوال نمبر 743 کو لیتے ہیں۔

(محکمہ محنت)

ناقص تعمیر کی تحقیقات

*743- رانا اکرام ربانی : کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) سوشل سیکورٹی ہسپتال ملتان روڈ کی تعمیر کے لیے کل کتنے اخراجات ہوئے اور کیا یہ درست ہے کہ اس کی تعمیر میں نقائص کی نشان دہی کی گئی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ ہسپتال میں بعد میں ایک ٹی بی وارڈ کا اضافہ کیا گیا تھا اس اضافی تعمیر میں کتنے اخراجات ہوئے اور کیا اس کی تعمیر میں بھی نقائص کی نشان دہی ہی کی گئی ہے۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس سلسلہ میں کیا کارروائی کی گئی ہے یا کی جارہی ہے ؟

وزیر محنت (راجہ محمد خالد خان) :

(الف) سوشل سیکورٹی ہسپتال ملتان روڈ لاہور کی عمارت کی تعمیر و دیگر ترقیاتی اخراجات کے لیے اس وقت تک تقریباً چھ کروڑ چونسٹھ لاکھ بیس ہزار روپے کے اخراجات ہوئے ہیں یہ درست نہیں ہے کہ اس کی تعمیر کے بارے میں کسی قسم کی تکنیکی نقائص کی نشان دہی کی گئی ہے۔2 سپرنٹنڈنگ انجینئر صاحب نے چند معمولی نقائص مثلاً بیرونی رنگ و روغن کا دوبارہ کیا جانا۔ سیوریج پائپ کا پینٹ کرنا۔ چند جگہوں سے پلستر کا دوبارہ کیا جانا وغیرہ کا نشان دہی کی ہے۔ان معمولی نقائص کو ٹھیکے دار کے خرچہ اور ذمہ پر دور کرایا جا رہا ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال میں ساٹھ بستروں پر مشتمل تپ دق کے مریضوں کے لیے ایک وارڈ کا اضافہ کیا جا رہا ہے یہ عمارت اب تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔اس کی تعمیر پر لاگت کا تخمینہ پینتالیس لاکھ بیاسی ہزار روپے ہے۔اس کی تعمیر میں کسی قسم کے تکنیکی نقائص کی نشان دہی نہیں کی گئی۔

5- لیبر فورس میں بلحاظ پیشہ جات کتنے افراد ضرورت سے کم یا زیادہ ہیں۔

6- شہروں یا دیہاتوں سے ہجرت/ترک سکونت کرنے والی/افرادی قوت اور آبادی سے متعلق اعداد وشمار جمع کرنا۔

7- صوبہ میں خاص مقاصد کی خاطر خاص قسم کے سروے کروانا مثلاً یہ کہ ملک کے کن کن مقامات پر کتنی لیبر فورس ہے کس قسم کے پیشے پائے جاتے ہیں۔ اور وہاں کون کون سی صنعتیں ہیں اور وہاں اجرت کیا دی جاتی ہے۔

8- انسانی وسائل سے متعلق مختلف موضوعات وسائل پر تحقیق کرنا۔

9- افرادی قوت کی کھپت اور استعمال کا تجزیہ کرنا۔

درج بالا مقاصد کی روشنی میں شعبہ منصوبہ بندی وشماریات حکومت پاکستان و پنجاب کی ہدایت پر مختلف قسم کے سروے کا اہتمام کر کے متعدد رپورٹیں شائع کرتا ہے جن سے حکومت پاکستان آئی۔ ایل۔ او (I-L-O) اور دیگر متعلقہ ادارے ان رپورٹوں اور ان میں مندرجہ اعداد وشمار سے استفادہ کرتے ہیں۔ مزید برآں مختلف شعبوں میں ان رپورٹوں کے اعداد وشمار سے منصوبہ بندی کی جاتی ہے یہ شعبہ مندرجہ ذیل سروے کا اہتمام کرتا ہے اور ان کی بنیاد پر مختلف النوع رپورٹیں تیار کرتا ہے۔

اینول اسٹیبلشمنٹ انکوائری (annual establishment enquiry)

یہ رپورٹ سالانہ سروے کی بنیاد پر مرتب کی جاتی ہے۔ اس رپورٹ میں صوبہ میں موجود ایسے ادارے جن میں بیس یا بیس سے زیادہ کارکن کام کرتے ہوں اور ایسی فیکٹریاں جو فیکٹری ایکٹ 1934ء کے تحت رجسٹرڈ ہیں ان کا سروے کیا جاتا ہے اور صوبہ میں روزگار کے گھٹنے یا بڑھنے کے مواقع۔ ملازمین کی تعداد' فیکٹریوں کی تعداد میں کمی بیشی کا حساب کتاب لگایا جاتا ہے۔ یہ رپورٹ حکومت پاکستان کی ہدایت پر سالانہ بنیادوں پر سروے کروانے کے بعد شائع کی جاتی ہے۔ جس کے ذریعے حکومت پاکستان مستقبل کی منصوبہ سازی میں مدد حاصل کرتی ہے۔ یہ رپورٹ آئی ایل او اور دوسرے اہم ملکی وغیر ملکی اداروں کو ارسال کی جاتی ہے۔

لسٹ آف اسٹیبلشمنٹ (List of Establishment)

صوبہ پنجاب میں موجود اسٹیبلشمنٹس (Establishments) کے نام روزگار کی سطح بلحاظ جنس کو رپورٹ میں شامل کر کے مرتب کیا جاتا ہے۔

Annual report of professional technical and vocational training institution. یہ سروے بھی حکومت پاکستان کی ہدایت پر سالانہ بنیادوں پر کیا جاتا ہے جس سے صوبہ میں موجود پیشہ ورانہ تکنیکی و فنی اداروں میں کروائے جانے والے کورسوں اور رہنمائی صوبہ میں ایسے اداروں کی تعداد داخل ہونے والے طالب علموں اور پاس ہونے والے طالب علموں کی تعداد سے متعلق تفصیل و کوائف حاصل کئے جاتے ہیں جن کی بنیاد پر یہ رپورٹ شائع اور مرتب کی جاتی ہے یہ رپورٹ بھی آئی ایل او اور حکومت پاکستان کو ارسال کی جاتی ہے جس سے مستقبل کے لیے پیشہ ورانہ تعلیمی منصوبہ سازی کے لیے بہت مدد حاصل کی جاتی ہے۔

یہ سروے صوبہ پنجاب کے دیہاتوں میں مختلف شعبوں میں لیبر فورس' روزگار' بیروزگاری آمدنی کا معیار وغیرہ معلوم کرنے کے لیے کروایا جاتا ہے جس کے ذریعے دیہات کی بہتری کے لیے منصوبہ بندی کے سلسلے میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔

REPORT ON URABN MANPOWER, AND EMPLOYMENT

اس سروے کے ذریعے پنجاب کے مختلف شہروں میں روزگار کی سطح' بیروزگاری اور آمدنی کے معیار وغیرہ کی معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ جس سے افرادی قوت سے متعلقہ مختلف مسائل کی نشان دہی ہوتی ہے۔

REPORT ON POST-MATRIC GENERAL EDUCATION INSTITUTION

اس سروے کے ذریعے پنجاب کے مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں کی گنجائش داخلہ اور ان میں داخل طلبہ کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ مزید یہ کہ سال میں کتنے طلبہ داخل ہوئے' کتنے پاس ہوئے' کتنے فیل ہوئے اور کتنے تعلیم چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ تمام ذکر اس رپورٹ میں ہوتا ہے۔ رپورٹ میں صوبہ میں موجود کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نام اور مضمون اور اساتذہ کی تعداد سے متعلق معلومات بھی درج کی جاتی ہیں جو کہ تعلیمی منصوبہ بندی اور منصوبہ سازی کے لئے انتہائی اہم ہے۔

MONTHLY MANPOWER STATISTICAL BULLETIN

یہ رپورٹ ہر ماہ دفاتر روزگار سے رجوع کرنے والے بیروزگار افراد کی رجسٹریشن تقرری اور مالکان کی طرف سے ماہ رواں میں خالی اسامیاں اور بے روزگار افراد کی تعداد سے تعلق جمع شدہ اعداد و شمار کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہے۔

QUARTERLY REVIEW ON EMPLOYMENT MARKET INFORMATION.

یہ رپورٹ ہر تین ماہ بعد شائع کی جاتی ہے۔ جس میں پنجاب کے دفاتر روزگار میں تین ماہ میں ہونے والی بیروزگار اور خالی اسامیوں کی رجسٹریشن، تقرری اور بیروزگاری سے متعلق کوائف درج ہوتے ہیں۔

MISCELLANEOUS SURVEYS.

حکومت کی ہدایت پر شعبہ افرادی قوت سے متعلق مختلف قسم کے سروے کا اہتمام کرنا ہے تاکہ کسی خاص شعبے میں منصوبہ بندی کے لیے مطلوبہ اعداد و شمار حکومت کو مہیا کیے جا سکیں۔

جناب سپیکر : کوئی ضمنی سوال؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! سوال کے جز (ج) میں پوچھا گیا تھا کہ اس کی رپورٹ اور کارکردگی کیا ہے۔ جبکہ جواب میں صرف مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ اور اس کا heading بھی کارکردگی و مقاصد بتایا گیا ہے۔ وزیر موصوف سے میں ضمنی سوال یہ کرنا چاہوں گا کہ انھوں نے یہ جتنی مدات نمبر شمار 1 سے لے کر 9 تک ہیں ان کی شرح تناسب جو ہے وہ بیان کر دیں۔ مثال کے طور پر نمبر 3 میں ہے کہ لیبر فورس میں خواتین کی شرح اور شرکت اور ان کی مختلف پیشوں میں مہارت سے متعلق معلومات حاصل کرنا۔ چونکہ 1978ء سے لے کر 1990ء تک کی انھوں نے کارکردگی بتائی ہے اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انھوں نے یہ جتنی بھی کارکردگی بتائی ہے نمبر 1 سے 9 تک اس میں تمام فورسز کے بارے میں تمام معلومات کی شرح تناسب وزیر موصوف بیان کر دیں۔ مثلاً لیبر فورس میں خواتین کی شرح تناسب 1978ء میں کیا تھی؟ اور اب 1992ء میں کیا ہے؟

جناب سپیکر : سیٹھی صاحب! اس میں آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ اس جواب میں صرف مقاصد بتائے گئے ہیں کارکردگی نہیں بتائی گئی۔ لہٰذا وزیر موصوف کارکردگی کی رپورٹ شرح تناسب کے لحاظ سے 1978ء سے لے کر اب تک کی پیش کر دیں تو پھر ان کا جواب مکمل ہو جائے گا۔

وزیر محنت : جناب والا! میں سیٹھی صاحب سے یہ گذارش کروں گا کہ جہاں پر figure کا معاملہ ہو وہاں پر fresh question کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں ان کو کچھ percentage مثلاً جب

سے یہ محکمہ قائم ہوا ہے unemployment during the year جو دیے گئے ہیں۔اس میں ایک کالم survey of annual establishment enquiry ہوتا ہے۔اس میں ہم نے 1976ء میں یہ سروے کروایا کہ establishments کتنی ہیں۔ یہاں پر کارخانے یا فیکٹریاں کتنی ہیں۔ یہ 6730 تھیں۔اور اس میں employment level جو تھا' جو لوگ اس میں کام کر رہے تھے ان کی تعداد 861258 تھی اور اس میں جو نئی بھرتی ہوئی وہ 15234 ہے۔جو لوگ ملازمتیں چھوڑ گئے ان کی تعداد 19656 تھی۔اسی طرح 1991ء میں جو establishments کی گئیں وہ 9454 تھیں ان میں employment level 10,7,773 تھا اور اس میں 46241 لوگوں کو appointments دی گئیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! آپ کے حکم کے مطابق میں نے اپنے سوال کو sepcific کر دیا تھا۔آپ نے فرمایا تھا کہ بتا دیا جائے کہ کیا ہے۔ میں نے پھر نمبر 3 کے مطابق یہ کہا تھا کہ لیبر فورسز میں خواتین کی شرح شرکت اور ان کی مختلف پیشوں میں مہارت سے متعلق معلومات حاصل کرنا۔ پھر میں نے اس میں یہ کہا تھا کہ 1978ء میں لیبر فورسز کے بارے میں ان کی معلومات کیا تھیں' کتنے فی صد تھیں اور اب 1992ء میں اس میں خواتین کی شرح تناسب کیا ہے۔اسی لیے میں نے اس کو specific کر دیا تھا اور میں اس بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔

وزیر محنت : جناب والا! 1981ء میں اس کی شرح 4.88 فی صد تھی' 1982ء میں 5.76 فی صد' میرے پاس 1990ء تک کے فگرز موجود ہیں۔1983ء میں 6.28 فی صد' 1984ء میں 5.61 فی صد اور اسی طرح 1990ء میں 9.31 فی صد شرح تھی۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ "مین پاور پلاننگ سیل" جس کے مقاصد یہاں بیان کیے گئے ہیں۔اس بارے میں سوال یہ ہے کہ جب سے یہ محکمہ قائم کیا گیا ہے۔یعنی 1976ء سے لے کر اب تک بے روزگاری کے خاتمے کے سلسلے میں اس سیل کی طرف سے آمدہ تجاویز اور analysis سے کتنا استفادہ کیا گیا ہے اور اس سے بے روزگاری کی شرح کس حد تک کم ہوئی ہے۔

وزیر محنت : جناب والا! اس میں بے روزگاری کی شرح کم نہیں ہوئی۔ لیکن اس مین پاور پلاننگ سیل کا جو کام ہے وہ یہ ہے کہ اس میں quarterly, yearly اور پانچ سالہ پروگرام ہوتا ہے اور اس کے مطابق یہ سیل سروے رپورٹ آجرین' فیکٹری کے مالکان' گورنمنٹ کے پبلک سیکٹر اور پرائیویٹ سیکٹر کو بھیجتا ہے کہ ہمارے پاس اتنے بے روزگار افراد کی رجسٹریشن ہوئی ہے اور اس طرح ان کی demand کے مطابق یہ سیل ان لوگوں کو ملازمت دلوانے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : ایک سال میں یہ سیل جو ممد و معاون اس سلسلہ میں ہوا ہے اس کے اعداد و شمار کیا ہیں۔

وزیر محنت : جناب والا! یہ Survey of Professional Technical and Vocation Training Institutes ہے۔ اس میں ہمارے institution کی جو ڈیمانڈ کی گئی تھی 1991ء میں وہ 8.3 فی صد اور اس میں 1,2,9,723 admission capacity تھی۔ اور وہاں پر 1,9, 198 لوگ داخل ہوئے۔ اور اسی طرح passed out کی تعداد 79796 تھی۔

جناب سپیکر : اگلے سوال کے لیے خان غلام سرور خان صاحب

رانا ثناء اللہ خان : ان کے ایماء پر سوال نمبر 1039۔

جناب سپیکر : ان کے ایماء پر سوال نمبر 1039-

محکمہ روزگار سے وابستہ ملازمین کا مستقبل

*1039- خان غلام سرور خان : کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ روزگار جیسا اہم محکمہ ختم کیا جا رہا ہے۔

(ب) اس وقت جو خدمات محکمہ سرانجام دے رہا ہے اس سے استفادہ کیوں کر حاصل کیا جا سکے گا۔

(ج) محکمہ کو ختم کرنے کے بعد ان ملازمین کو جو کہ محکمہ روزگار سے وابستہ ہیں ان کا مستقبل اور سروس کے بارے میں حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر محنت (راجہ محمد خالد خان) :

(الف) اس ضمن میں عرض ہے کہ صوبائی وزیر خزانہ پنجاب جناب مخدوم زادہ شاہ محمود قریشی صاحب

نے اپنی بجٹ تقریر میں فرمایا تھا کہ کچھ محکمہ جات صوبہ میں بچت کی غرض سے توڑے یا مدغم کیے جائیں گے۔ اور بعد میں انہوں نے اپنی بجٹ تقریر کی بابت پریس کانفرنس کی تھی جس میں کسی اخباری نمائندہ نے ان سے ان محکمہ جات کی تفصیل جن کو حکومت توڑنے یا مدغم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے متعلق سوال کیا تھا اور اس کے جواب کی تفصیل روزنامہ "نوائے وقت" میں شائع ہوئی تھی۔ جس کے مطابق توڑے یا مدغم کیے جانے والے محکموں میں دفاتر روزگار کا نام بھی اخبار میں شائع ہوا تھا۔ تاہم اس ضمن میں مزید وضاحت کی جاتی ہے کہ محکمہ ہذا سے اس بارے میں حکومت نے کوئی خط و کتابت نہیں کی اور نہ ہی محکمہ کو اس بارے میں کچھ علم ہے۔ ہمارے ملک میں محکمہ روزگار جیسے محکمے کی افادیت مسلمہ ہے کیونکہ یہ محکمہ بین الاقوامی ادارہ محنت کے کنونشن نمبر 96 جس کو حکومت پاکستان نے منظور کیا ہوا ہے کی روشنی میں معرض وجود میں آنے کے بعد لوگوں کو بلا معاوضہ اور رضاکارانہ خدمات فراہم کر رہا ہے۔ اس کنونشن کے تحت حکومت پاکستان پر لازم ہے کہ وہ بغیر کسی معاوضے کے بے روزگاروں کے لیے دفاتر روزگار کی خدمات مہیا کرے۔

(ب) اس وقت دفاتر روزگار جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے

1- متلاشیان روزگار کے ناموں کا اندراج اور ان کو حصول ملازمت میں معاونت فراہم کرنا۔

2- متلاشیان روزگار کو ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں روزگار دلانے میں معاونت فراہم کرنا یعنی دوسرے لفظوں میں پیشہ ورانہ جغرافیائی منتقلی میں مدد دینا۔

3- متلاشیان روزگار کو انتخاب معاش کے سلسلے میں رہنمائی فراہم کرنا۔

4- لازمی اہل حرفہ (رجسٹریشن) کا قانون مجریہ 1948ء کے تحت 126 قسم کے اہل حرفہ افراد جن کی عمر 18 سال اور 60 سال کے دوران ہو گی رجسٹریشن کرنا اور ان کے کوائف اور پتہ جات کی ہر چھ ماہ بعد دوران امن تصدیق کرتے رہنا تاکہ ہنگامی حالات میں ان کی خدمات پاکستانی بری۔ بحری اور ہوائی فوج کو مہیا کی جا سکیں۔ اس وقت دفاتر روزگار کے کارآمد رجسٹر پر 233909 اہل حرفہ افراد کے نام درج ہیں۔

5- قانون برائے لازمی سروس (مسلح افواج) مجریہ 1971ء پر عمل درآمد کروانا۔ 1971ء میں وفاقی حکومت نے 1040 ڈاکٹرز کے مسلح افواج میں بھرتی / شمولیت کے لیے درخواست کی

تھی۔ جبکہ دفاتر روزگار نے 1068 ڈاکٹرز کو مسلح افواج میں ملازمت دلوائی اور اس طرح 33 گریجویٹ انجینئرز کو دفاتر روزگار سے 85-1984ء میں مسلح افواج میں خدمات سرانجام دینے کے لئے بھجوایا گیا۔

6- کنٹرول آف ایمپلائمنٹ کا قانون مجریہ 1965ء کے تحت ملک میں ایمرجنسی کے دوران فوج کی ضرورت کے مطابق اہل حرفہ افراد کی اہلیت کے مطابق ان کی صلاحیتوں کا استعمال عمل میں لانا اور اس دوران ان کی ملازمتوں کا تحفظ کرنا۔

7- معذور افراد کی ملازمت اور بحالی کے قانون مجریہ 1981ء کے تحت معذور افراد کو ان کے مقرر کردہ کوٹہ کے مطابق حصول ملازمت میں معاونت فراہم کرنا۔ اس قانون کے اجراء سے لے کر اب تک دفاتر روزگار 15936 معذور افراد کی رجسٹریشن کر چکے ہیں۔ اور اس طرح اب تک 2861 معذور افراد کو دفاتر روزگار کی وساطت سے روزگار میسر آچکا ہے۔

8- دفاتر روزگار وارانجری سکیم مجریہ 1942ء کے تحت جنگ کے دوران زخمی ہونے والے سول افراد کو معاوضہ دلواتے ہیں۔ 1971ء کی جنگ کے دوران علاقائی منتظمین / منتظمین انچارج دفاتر اور روزگار کو وارانجری سکیم کے تحت حکومت نے کلیم آفیسر مقرر کیا تھا اور اس کے دوران تقریباً ہذا کیس جو کہ علاقائی منتظمین / منتظمین انچارج کے سامنے پیش ہوئے تھے وارانجری سکیم مجریہ 1942ء کے تحت ان افسران نے نہایت احسن طریقہ سے مقررہ وقت پر نمٹائے تھے۔

9- دفاتر روزگار آجرین کو ان کی ضرورت کے مطابق کم از کم وقت میں افرادی قوت بلا معاوضہ فراہم کرتے ہیں۔

دفاتر روزگار کی گزشتہ 5 سالہ کارکردگی حسب ذیل ہے

سال	رجسٹریشن	تعیناتیاں	موصولہ اسامیاں	استفادہ آجرین
1986-87	293427	50710	52272	14815
1987-88	311107	50432	53206	13352
1988-89	256176	44487	46991	13275
1989-90	209229	42309	43996	13231
1990-91	213713	27602	29698	9894

ازجولائی 1990ء تا مئی 1991ء

استفادہ آجرین کی بابت دفاتر روزگار کی کارکردگی کی تفصیل

سال	سرکاری آجرین	تناسب	نجی آجرین	تناسب	میزان
1986-87	5136	34.66%	9679	65.33%	44815
1987-88	4973	37.24%	2778		
1988-89	5693	42.88%	7582		
1989-90	3132	25.67%	599		
1990-91	3167	22.00%	6727		

ازجولائی 1990ء تا مئی 1991ء

تاہم جہاں تک محکمہ ہذا کے علم میں ہے جو خدمات محکمہ سرانجام دے رہا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا سرکاری یا نیم سرکاری محکمہ فی الوقت ایسی خدمات سرانجام نہ دے رہا ہے۔ نہ دے سکے گا۔

(ج) اس ضمن میں عرض ہے کہ وزیر خزانہ پنجاب کی بجٹ تقریر کے مطابق ایسے تمام ملازمین جو کہ محکمہ جات توڑے جانے کے بعد اس سے متاثر ہوں گے کی نوکریاں ختم نہ کی جائیں بلکہ ان کی خدمات سرپلس (surplus pool) کے حوالے کردی جائیں گی۔ مزید برآں ایک سلسلے میں ایک نیم سرکاری مراسلہ وفاقی وزیر محنت وافرادی قوت نے حکومت پنجاب کو تحریر کیا ہے جس میں اس محکمہ کی افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے پنجاب حکومت سے گذارش کی گئی ہے کہ محکمہ ہذا کو توڑے جانے کے لیے کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جس سے بین الاقوامی ادارہ محنت کے کنونشن کی خلاف ورزی ہونے پر بین الاقوامی سطح پر حکومت پاکستان کا وقار مجروح ہو۔ اب حکومت پنجاب اس پر مزید غور کر رہی ہے اور امید ہے کہ حکومت محکمہ ہذا کو ختم کرنے کی بجائے اسے مزید فعال بنائے گی۔

جناب سپیکر : کوئی ضمنی سوال؟

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس سوال کے جزالف میں یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ روزگار جیسا اہم محکمہ ختم کیا جا رہا ہے لیکن اس کا جواب نہیں دیا گیا جواب میں پہلے تو صوبائی وزیر خزانہ کی تقریر کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس کے بعد آخر میں

بین الاقوامی ادارہ محنت کنونشن نمبر 96 کے فیصلوں کا حوالہ دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ حکومت پاکستان پر لازم ہے کہ وہ بغیر کسی معاوضے کے بے روزگاروں کے لیے دفاتر روزگار کی خدمات مہیا کرے لیکن یہ جواب اس سوال کا نہیں۔ اس کا جواب تو ہاں یا نہ میں ہونا چاہیے تھا۔ کہ آیا حکومت اس محکمے کو توڑنا چاہتی ہے یا اسے اسی حالت میں رکھنا چاہتی ہے۔

جناب سپیکر : رانا ثناء اللہ صاحب' واضح طور پر یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ روزگار جیسا اہم محکمہ ختم کیا جارہا ہے وہ چاہتے ہیں کہ اس کا جواب تفصیل سے categorical terms میں آئے تو اس میں وہ آپ سے وضاحت چاہتے ہیں۔

وزیر محنت : جناب والا! آپ کی وساطت سے میری محرک سے گذارش ہے کہ وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں بے شک اس محکمے کو ختم کرنے یا مدغم کرنے کا اعلان فرمایا تھا اور بعد میں پریس کانفرنس میں بھی کہا تھا لیکن اس بارے میں ہم بین الاقوامی طور پر کچھ ضابطوں کے پابند ہیں آئی ایل او' کنونشن 96 کے تحت ہم اس بات کے پابند ہیں کہ ہم اپنے ملک میں لوگوں کو مفت روزگار کی سہولیات فراہم کرنے میں یہ محکمہ پابند ہے اس بارے میں فیڈرل منسٹر برائے لیبر نے اس یاددہانی کے لیے ہمیں ایک چٹھی بھجوائی کہ آپ آئی ایل او' کنونشن کے تحت اس کے پابند ہیں اور اس محکمے کو ختم کرنے سے پہلے ان کے مضمرات پہ نظر دوڑایئے گا چونکہ صرف صو . .نجاب کا معاہدہ نہیں بلکہ قومی حکومت پاکستان کا معاہدہ ہے۔ اگر اسے ختم کرنا ہے تو چاروں صوبوں میں . . . . گا۔ اگر اسے ختم نہیں کرنا تو کسی صوبے میں بھی ختم نہیں کرنا ہوگا۔ بہر حال وزیر اعلیٰ صاحب نے اس ن یک میٹنگ 11 مارچ 1992ء کو convene کی تھی۔ جس میں وزیر خزانہ' سیکرٹری خزانہ میں یکرٹری محنت' وزیر پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ اور چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ تھے۔ اس کا فیصلہ تاحال مؤخر ہے اور اس کی سمری وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس پڑی ہوئی ہے اور ان کا حتمی فیصلہ آنے کا انتظار ہے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ انہوں نے اب بھی جواب اسی طرح گول مول دیا ہے کوئی definite بات نہیں بتائی تو پھر یہ مناسب ہوگا کہ اس سوال کو مؤخر کر لیا جائے یا پھر وزیر موصوف چونکہ حکومت کے نمائندے ہیں۔ وہ آج ہاؤس میں آنے سے پہلے گورنمنٹ سے اس بارے میں جو defi-nite بات تھی وہ لیتے کہ آیا ختم کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے۔ یہ ہزاروں لوگوں کی نوکریوں اور ان کے مستقبل کا مسئلہ ہے اس میں وہ واضح سٹیٹمنٹ دیں کہ حکومت کا کیا مؤقف ہے۔

جناب سپیکر : میرا خیال ہے کہ وزیر محنت نے مختصر بات کرنے کی بجائے تفصیل سے بتا دیا ہے۔ انہوں نے latest situation تفصیل سے بتا دی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! انہوں نے lastest position تو بتا دی ہے۔ لیکن میرا جواب تو نہیں آیا کہ آیا وہ ختم کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے۔

جناب سپیکر : اس بارے میں تو انہوں نے کہا ہے کہ حتمی فیصلے کے لیے معاملہ وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس موجود ہے۔

رانا ثناء اللہ خان : تو پھر اس سوال کو مؤخر کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ ابھی تک وہ اس کا جواب دینے کے قابل نہیں ہیں۔

جناب سپیکر : تو اس میں سوال کو مؤخر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! سوال یہ ہے کہ آیا محکمہ روزگار کو ختم کیا جا رہا ہے یا نہیں؟ وزیر موصوف کے بیان کے مطابق وہ ابھی اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ ہم اسے ختم کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے تو اسی لیے اسے مؤخر کیا جائے۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز! آرڈر پلیز! میرے خیال کے مطابق اس سلسلے میں جو پیش رفت ہوئی ہے وزیر محنت نے اس کی وضاحت کی ہے اور ایوان کو latest information دی ہے کہ اس بارے میں final disposal کے لیے معاملہ وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس موجود ہے جواب comprehensive ہے اس پر اکتفا کرنا چاہیے۔ کوئی اور ضمنی سوال ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا بجٹ یہاں ایوان میں پیش کرنے سے پہلے کیبنٹ میٹنگ میں پیش نہیں کیا جاتا اگر وہ پیش کیا جاتا ہے تو جب یہ تجویز دفتر روزگار کو ختم کرنے کی آئی تھی تو وزیر محنت نے اس وقت آئی ایل او کنونشن کا اور اس کی پابندی کا ذکر کیوں نہیں کیا تھا یا ان کے علم میں نہیں تھا یا انہوں نے ذکر نہیں کیا کہ ایک غلط سٹیٹمنٹ وزیر خزانہ کی طرف سے ایوان میں آ گئی۔ جسے بین الاقوامی معاہدوں کے تحت نہیں ہونا چاہیے تھا۔

وزیر محنت : جناب والا! بجٹ میں ہر شق پر ضرور بحث ہوا کرتی ہے اور اسی بحث میں آئی ایل او کنونشن کا تذکرہ بھی آیا تھا اور اگر آپ نے 1992-93ء کا بجٹ پڑھا ہو تو اس میں ایک کروڑ 49 لاکھ رقم اس محکمے کے

لیے مختص کی جاچکی ہے اور اس سے ہر دو ماہ کے لیے ان کی تنخواہ کی جو منظوری ہے وہ ڈسٹرکٹ اکاؤنٹ آفسرز سے مل گئی ہے۔ تو اس کا مزید فیصلہ ہونا ہے۔

چیف ایگزیکٹو' صوبے کے وزیر اعلیٰ اس پوزیشن میں ہیں کہ وہ جو بھی اس پر فیصلہ فرمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ بہتر فیصلہ ہوگا۔

سوال نمبر 1637 جواب پڑھا ہوا تصور کیا گیا

تین سال سے زائد تعینات افسران کو تبدیل کرنے کے لیے اقدامات

*1637- جناب ایس اے حمید : کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ -

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ کسی گزٹیڈ افسر کا ایک جگہ قواعد کے تحت عرصہ تعیناتی تین سال ہوتا ہے۔

(ب) اس وقت لاہور' فیصل آباد اور گوجرانوالہ ڈویژن میں محکمہ محنت کے کتنے لیبر افسر / اسسٹنٹ ڈائریکٹر / جائنٹ ڈائریکٹر / ڈپٹی ڈائریکٹر ایسے ہیں جو ایک ہی جگہ تین سال اور اس سے زائد عرصہ سے تعینات ہیں ان کے نام' عہدہ اور جگہ تعیناتی بتائی جائے۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت تین سال سے زائد عرصہ سے ایک ہی جگہ تعینات افسران کو تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر محنت (راجہ محمد خالد خان) :

(الف) جی ہاں! کسی گزٹیڈ آفیسر کا قواعد کے مطابق عرصہ تعیناتی ایک مقام پر زیادہ سے زیادہ تین سال ہوتا ہے۔

(ب) اس وقت لاہور' فیصل آباد اور گوجرانوالہ ڈویژن میں محکمہ محنت میں مندرجہ ذیل افسران عرصہ تین سال یا اس سے زائد عرصہ سے تعینات ہیں۔

نام و عہدہ	جگہ تعیناتی	تاریخ تعیناتی
1- مسٹر ایس۔اے نعیم صاحب جائنٹ ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر	لاہور	13-3-1989
2- چودھری نذیر احمد صاحب جائنٹ ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر	گوجرانوالہ	14-3-1989

3-	جناب شمس الحق صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر	فیصل آباد	17-1-1988
4-	جناب فصاحت الرحمٰن صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر	لاہور	27-3-1989
5-	جناب محمد عباس چدھڑ صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر (پہلے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے طور پر لاہور ریجن میں 4-12-1986 سے کام کرتے رہے ہیں اور 25-2-1992 سے بطور ڈپٹی ڈائریکٹر ترقی پاکر بھی لاہور ریجن میں ہی تعینات ہیں)	لاہور	5-2-1992
6-	جناب نوبہار شاہ صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر (پہلے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے طور پر لاہور ریجن میں 27-3-1989 سے کام کرتے رہے ہیں اور 20-7-1991 سے بطور ڈپٹی ڈائریکٹر ترقی پاکر بھی لاہور ریجن میں تعینات ہیں۔)	لاہور	20-7-1991
7-	جناب ارشد فاروق صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر	لاہور	8-5-1989
8-	جناب نوید احمد صاحب لیبر آفیسر	لاہور	4-4-1989

اس کے علاوہ محکمہ محنت و افرادی قوت کے ذیلی دفتر مین پاور اینڈ ٹریننگ میں مندرجہ ذیل افسران تین سال اور اس سے زائد عرصہ سے تعینات ہیں۔

نام و عہدہ	جگہ تعیناتی	تاریخ تعیناتی
1- جناب طارق شہزاد صاحب	لاہور	7-1-1988

اسسٹنٹ ڈائریکٹر

2- جناب فیروز شاہ خان صاحب	لاہور	14-7-1981
ڈپٹی ڈائریکٹر		
3- جناب سیموئیل نواب دین صاحب	لاہور	25-11-1985
اسسٹنٹ ڈائریکٹر		
4- جناب غلام اخترمٹ صاحب	گوجرانوالہ	4-5-1987
اسسٹنٹ ڈائریکٹر		
بطور ڈپٹی ڈائریکٹر	گوجرانوالہ	27-4-1991

(ج) جی ہاں۔ حکومت تین سال سے زائد عرصہ سے ایک ہی مقام پر تعینات افسران کو تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

اس کے علاوہ محکمہ کے ذیلی دفاتر کمشنر پنجاب ایمپلائز سوشل سیکورٹی انسٹی ٹیوٹ چیئرمین ینیم ویجز بورڈ اور چیف انسپکٹر آف مائنز میں کوئی ایسا افسر نہیں جو عرصہ تین سال سے اسی مقام پر تعینات ہے۔

جناب ایس اے حمید صاحب : جناب سپیکر! وزیر موصوف نے سوال کے جواب جز (الف) میں یہ کہا ہے کہ کسی گزٹیڈ افسر کا ایک جگہ عرصہ تعیناتی تین سال ہوتا ہے تو میں آپ کے توسط سے ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر یہ عرصہ تین سال ہے تو پھر صفحہ تیس ملاحظہ فرمائیں نمبر 86 میں جناب محمد عباس چدھڑ اور اس کے بعد نمبر 6 میں 89 میں اور اس کے بعد صفحہ 31 پر 84 سے ارشد فاروق صاحب اور پھر اسی صفحہ پر 1981 میں جناب فیروز شاہ خان صاحب' اور 1985ء میں سیموئیل نواب دین صاحب اور اسی طرح غلام اخترمٹ گوجرانوالہ میں 1987ء میں تو ان تمام لوگوں کا تین سال کا عرصہ پورا ہو چکا ہے بلکہ بعض لوگ بارہ بارہ سال سے ایک جگہ تعین ہیں تو آج تک ان کو تبدیل کیوں نہیں کیا گیا۔

وزیر محنت : جناب والا! یہ درست ہے کہ یہاں پہ جن آفیسروں کے نام دیے گئے ہیں۔ ان کا عرصہ تعیناتی تین سال سے زائد ہے محرک نے ارشد فاروق صاحب کے بارے میں فرمایا ہے وہ تبدیل ہو چکے ہیں بقیہ ملازمین کو ہم مرحلہ وار تبدیل کر رہے ہیں ہم نے اس سے پہلے ایک پالیسی بنائی تھی کہ اس محکمے میں جو لوگ بھی اپنے ہوم ڈسٹرکٹ میں تعینات ہیں' لیبر آفیسر یا اسسٹنٹ ڈائریکٹر ان کو اپنے ہوم ڈسٹرکٹ سے

تبدیل کر دیا جائے اس پر مکمل طور پر عمل ہو چکا ہے اور اس پر بھی ان شاء اللہ جلد عمل ہو گا۔

جناب ایس اے حمید : "جزج" میں جناب وزیر موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ۔

جو لوگ تین سال سے زائد عرصہ سے ایک ہی مقام پر تعینات ہیں حکومت ان کو تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس ارادے پر کب عمل درآمد کریں گے۔

وزیر محنت : جناب والا! میں نے گزارش کی ہے کہ ان میں سے چار پانچ افسروں کو ہم تبدیل کر چکے ہیں' جو ہوم ڈسٹرکٹ والا فارمولا تھا۔ ہم نے پہلے اسے adopt کیا۔ اب جو لوگ تین سال سے زائد عرصہ سے ایک جگہ پر تعینات ہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جلد ہی ان کو شفٹ کر دیا جائے گا۔

جناب ایس اے حمید : اگر چار افسروں کو تبدیل کیا گیا ہے تو باقی کو تبدیل نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں؟ جب تین سال کا فارمولا موجود ہے کہ گزٹیڈ آفیسر تین سال کے بعد ایک مقام پر نہیں رہے گا۔ تو پھر چار کو تبدیل کیوں کیا گیا ہے۔ تو ان کو بھی وہیں رہنے دیتے اگر ایک فارمولے کو implement کرنا ہے تو سب پر کریں۔

وزیر محنت : جناب والا! جیسے میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ ہوم ڈسٹرکٹ والا فارمولا ہم نے سب پر لاگو کیا ہے تو کچھ administrative problems ہوتی ہیں کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں۔ ان کی وجہ سے ان لوگوں کو شفٹ کرنے میں دیر ہوئی ہے اور ان شاء اللہ العزیز جلد شفٹ کر دیے جائیں گے۔

سید چراغ اکبر شاہ : جناب والا! جواب کے جز (ب) میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس وقت لاہور' فیصل آباد اور گوجرانوالہ ڈویژن میں محکمہ محنت میں مندرجہ ذیل افسران عرصہ تین سال یا اس سے زائد عرصہ سے تعینات ہیں۔ نمبر 5 پر جناب محمد عباس چدھڑ کی تاریخ تعیناتی 5-2-92 دی گئی ہے اور اسی طرح نمبر 6 پر 20-7-91 دی گئی ہے اور اسی طرح جناب غلام اختر بٹ صاحب کی 27-4-91 دی گئی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کیسے تین سال سے زائد عرصہ بنتا ہے؟

وزیر محنت : جناب والا! اگر میں فاضل دوست سوال کا جواب اچھی طرح سے پڑھ لیتے تو انہیں ضمنی سوال کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ پہلے چونکہ ایک مقام پر تعیناتی کا پوچھا گیا ہے۔ پہلے وہ بطور اسسٹنٹ ڈائریکٹر 4-12-86 کو تعینات تھے پروموٹ ہو کر وہیں پر وہ ڈپٹی ڈائریکٹر بن گئے۔ دوسرا جو آپ نے نوبہار شاہ صاحب کا ذکر فرمایا ہے وہ 27-3-89 سے لاہور ریجن میں لاہور کے مقام پر بطور اسسٹنٹ ڈائریکٹر کام کر رہے تھے اور 20-7-91 کو وہ ترقی پا کر لاہور میں ہی ڈپٹی ڈائریکٹر تعینات ہو گئے۔

جناب سپیکر : وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر محنت : جناب والا! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر : بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

دفتر روزگار کو ختم کرنے کے لیے اقدامات

*1794- ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

کیا یہ درست ہے کہ بجٹ سیشن کے دوران وزیر خزانہ نے دفتر روزگار ختم کرنے کا وعدہ کیا تھا اگر ہاں تو اس سلسلہ میں اب تک جو پیش رفت ہوئی ہے اس سے اس معزز ایوان کو آگاہ کیا جائے اور اگر اس فیصلے پر عمل درآمد نہیں کیا جا رہا تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر محنت (راجہ محمد خالد خان) :

یہ درست ہے کہ پنجاب اسمبلی میں 91-1990ء کا بجٹ پیش کرتے وقت جناب وزیر خزانہ نے اعلان کیا تھا کہ حکومت پنجاب نے دفاتر روزگار کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تاہم اس سلسلہ میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے دفاتر روزگار کے قیام کے مقاصد دائرہ کار اور افادیت سے متعلق سمری طلب کی جو کہ 29 جون 1991ء کو پیش کر دی گئی اس سمری پر فیصلہ کا انتظار ہے۔

اس ضمن میں حقائق حسب ذیل ہیں۔

اقتصادی بجٹ کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں 92-1991ء کا بجٹ پیش کرتے ہوئے وزیر خزانہ نے اعلان کیا کہ حکومت پنجاب نے اصولی طور پر کچھ صوبائی دفاتر بشمول دفاتر روزگار کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بعد ازاں مرکزی وزیر محنت و افرادی قوت نے ایک چٹھی کے ذریعے حکومت پنجاب سے سفارش کی کہ چونکہ حکومت پاکستان نے بین الاقوامی ادارہ محنت (آئی۔ایل۔او) کے 96 اجلاس میں کی گئی سفارشات کی تصدیق کی ہوئی ہے۔ جس کے مطابق حکومت پاکستان عوام کو بغیر کسی فیس کی ادائیگی کے روزگار کی سہولیات فراہم کرنے کی پابند ہے۔ مزید براں قومی افرادی قوت کے کمیشن نے بھی سفارشات پیش کی ہیں کہ نہ صرف دفاتر روزگار کو جاری رکھا جائے بلکہ مزید فعال بنایا جائے۔ اس تجویز پر غور و خوض کے لئے

جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے 11 مارچ 1992ء کو ایک اجلاس بلایا جس میں مندرجہ ذیل نے شرکت کی۔

1- وزیر اعلیٰ پنجاب
2- شاہ محمود حسین قریشی (وزیر خزانہ)
3- سردار نصر اللہ خان دریشک (وزیر ترقیات و منصوبہ بندی)
4- راجہ محمد خالد خان (وزیر محنت وافرادی قوت)
5- ملک جہانگیر خان (سیکرٹری محنت وافرادی قوت)
6- طارق سلطان (سیکرٹری خزانہ)
7- ڈاکٹر محمد عارف (چیئرمین ترقیات و منصوبہ بندی)
8- غلام عباس میمن (ڈائریکٹر افرادی قوت وفنی تربیت)

اس اجلاس میں کئے گئے فیصلہ کا انتظار ہے۔ حال ہی میں حکومت پنجاب نے جس بھرتی پالیسی کا اعلان کیا ہے اس میں سکیل ایک سے 10 تک کی ان اسامیوں سے متعلق جو کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے دائرہ اختیار میں نہیں آئیں۔ دفاتر روزگار کو کوئی کسی قسم کی ذمہ داری نہیں سونپی گئی۔ تاہم دفاتر روزگار کو 1992-93 کا سالم بجٹ جو کہ 1,49,03,30 روپے بنتا ہے فراہم کر دیا گیا ہے۔

محکمہ سوشل سیکورٹی کے زیر اہتمام مزدوروں پر خرچ کی گئی رقم کی تفصیل

*1852- جناب ریاض فتیانہ : کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) محکمہ سوشل سیکورٹی کے زیر اہتمام سال 1991-92ء / 1990-91ء / 1989-90ء کے دوران مزدوروں کی فلاح و بہبود پر کتنی رقم خرچ کی گئی تفصیل ہر ضلع کی الگ الگ دی جائے۔

(ب) موجودہ سال 1992-93ء کے بجٹ میں ہر ضلع کے لیے کتنی رقوم مختص کی گئی ہیں ہر ضلع کی الگ الگ مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر محنت (راجہ محمد خالد خان):

ادارہ سوشل سیکورٹی پنجاب میں صرف صنعتی و تجارتی اداروں کے تحفظ یافتہ کارکنوں کو طبی سہولتیں اور مالی معاوضہ جات فراہم کرنے کے لئے قائم ہے۔ لہٰذا مزدوروں کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جانے والی رقوم کا دارومدار اس علاقہ۔ ڈویژن یا ضلع میں تحفظ یافتہ کارکنوں کی تعداد پر منحصر ہے۔ انتظامی نقطۂ نظر

سے صوبہ پنجاب میں اس وقت 11 (گیارہ) ریجن ہیں اور ہر ریجن کے دفتر کو مقامی (لوکل) دفتر کا نام دیا گیا ہے۔ جٹ میں رقوم کی تقسیم مقامی دفتر کے حساب سے اور اس ریجن میں تحفظ یافتہ کارکنوں کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے کی جاتی ہے۔

نوٹ :- 30 اپریل 1990 سے قبل گیارہ کی جائے آٹھ انتظامی ریجن قائم تھے۔ تفصیل درج ذیل ہے :-

سابقہ آٹھ ریجن	موجودہ گیارہ ریجن
01- لاہور	01- لاہور شمالی
02- شاہدرہ	02- لاہور جنوبی
03- فیصل آباد	03- شاہدرہ
04- سرگودھا	04- فیصل آباد مشرقی
05- ملتان	05- فیصل آباد مغربی
06- بہاول پور	06- سرگودہا
07- گوجرانوالہ	07- ملتان
08- راولپنڈی	08- ڈیرہ غازی خان
	09- بہاول پور
	10- گوجرانوالہ
	11- راولپنڈی

سال 90-1989ء

ادارہ پنجاب سوشل سیکورٹی نے مالی سال 90-1989 میں پنجاب کے تحفظ یافتہ کارکنوں اور ان کے لواحقین کی فلاح و بہبود کے لئے جو اخراجات کیے ان کی تفصیل درج ذیل ہے :-

	روپے
1- ادویات کی خرید	2,72,62,750
2- ہسپتالوں پر اخراجات	2,48,77,430

3- ڈسپنسریوں پر اخراجات	5,04,09,470
4- کارکنوں کو نقد معاوضہ جات کی ادائیگی	1,69,81,970
5- ترقیاتی اخراجات	8,19,71,700

سال 91-1990ء

مالی سال 91-1990ء میں تحفظ یافتہ کارکنوں کی فلاح و بہبود کے لئے مندرجہ ذیل رقوم خرچ کی گئی ہیں۔

1- ادویات کی خرید	3,04,49,850
2- ہسپتالوں پر اخراجات	3,46,14,370
3- ڈسپنسریوں پر اخراجات	5,02,67,840
4- کارکنوں کو نقد معاوضہ جات کی ادائیگی	1,82,34,580
5- ترقیاتی اخراجات	2,49,87,100

مالی سال 92-1991ء

مالی سال 92-1991ء کے بجٹ میں تحفظ یافتہ کارکنوں کی فلاح و بہبود کے لئے مندرجہ ذیل رقوم مختص کی گئیں :-

1- ادویات کی خرید	4,00,00,000
2- ہسپتالوں پر اخراجات	4,37,42,800
3- ڈسپنسریوں پر اخراجات	7,48,57,500
4- کارکنوں کو نقد معاوضہ جات کی ادائیگی	2,17,00,000
5- ترقیاتی اخراجات	5,76,01,400

ادارہ سوشل سیکورٹی کے بجٹ میں مختص رقم کی تقسیم ضلع وار نہیں کی جاتی۔ بلکہ تحفظ یافتہ کارکنوں کی تعداد کے مطابق اور ریجن وار کی جاتی ہے۔ ادارہ سوشل سیکورٹی کے موجودہ انتظامی ریجن گیارہ (11) ہیں اور ان کے نام درج ذیل ہیں :-

01- لاہور شمالی

02- لاہور جنوبی

03- شاہدرہ

04- فیصل آباد مشرقی

05- فیصل آباد مغربی

06- سرگودہا

07- ملتان

08- ڈیرہ غازی خان

09- بہاول پور

10- گوجرانوالہ

11- راولپنڈی

موجودہ مالی سال 93-1992ء کے بجٹ میں تحفظ یافتہ کارکنوں کی فلاح و بہبود کے لئے مندرجہ ذیل رقوم مختص کی گئی ہیں :-

1-	ادویات کی خرید	4,30,50,000
2-	ہسپتالوں پر اخراجات	5,28,59,600
3-	ڈسپنسریوں پر اخراجات	7,92,39,200
4-	کارکنوں کو نقد معاوضہ جات کی ادائیگی	2,27,00,000
5-	ترقیاتی اخراجات	5,18,24,700

مندرجہ بالا مقامی (لوکل) دفاتر کے لئے مختلف مدات میں مالی سال 93-1992ء میں مختص رقوم درج ذیل ہیں :-

مقامی دفتر لاہور شمالی

1-	طبی اخراجات ہسپتالوں میں	3,26,29,100
2-	طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	1,38,50,000
3-	مالی معاوضہ جات	34,22,700
4-	ترقیاتی اخراجات	9,75,500

مقامی دفتر لاہور جنوبی	
1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	----
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	98,03,700
3- مالی معاوضہ جات	14,45,500
4- ترقیاتی اخراجات	10,17,700
مقامی دفتر شاہدرہ	
1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	48,93,300
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	1,14,25,500
3- مالی معاوضہ جات	25,83,500
4- ترقیاتی اخراجات	11,99,000
مقامی دفتر فیصل آباد مشرقی	
1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	1,23,70,000
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	77,63,300
3- مالی معاوضہ جات	24,15,800
4- ترقیاتی اخراجات	15,16,000
مقامی دفتر فیصل آباد مغربی	
1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	----
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	91,14,600
3- مالی معاوضہ جات	27,35,000
4- ترقیاتی اخراجات	7,94,300
مقامی دفتر سرگودہا	
1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	----
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	64,62,800
3- مالی معاوضہ جات	8,70,000

4- ترقیاتی اخراجات	8,76,700
مقامی دفتر ملتان	
1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	71,29,700
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	62,94,000
3- مالی معاوضہ جات	13,93,000
4- ترقیاتی اخراجات	9,66,900
مقامی دفتر ڈیرہ غازی خان	
1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	----
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	33,66,700
3- مالی معاوضہ جات	8,41,000
4- ترقیاتی اخراجات	4,78,000
مقامی دفتر بہاول پور	
1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	----
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	45,59,300
3- مالی معاوضہ جات	8,03,000
4- ترقیاتی اخراجات	5,77,000
مقامی دفتر گوجرانوالہ	
1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	89,36,000
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	1,15,37,400
3- مالی معاوضہ جات	27,85,500
4- ترقیاتی اخراجات	12,09,400
مقامی دفتر راولپنڈی	
1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	60,34,500
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	1,14,17,200
3- مالی معاوضہ جات	20,34,000

4- ترقیاتی اخراجات	16,09,200

صدر دفتر لاہور

1- طبی اخراجات ہسپتالوں میں	14,67,000
2- طبی اخراجات ڈسپنسریوں میں	60,93,800
3- مالی معاوضہ جات	13,71,000
4- ترقیاتی اخراجات	3,81,74,000

صنعتی کارکنوں کو مالی امداد کی فراہمی

*1869- جناب ریاض فتیانہ : کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

سال 92-1991ء کے دوران تمام اضلاع میں صنعتی کارکنوں کی مالی امداد برائے جہیز فنڈ' سائیکل' علاج وغیرہ فراہم کی گئی رقم کی ضلع وار تفصیل ایوان میں پیش کریں گے ؟

وزیر محنت (راجہ محمد خالد خان) :

مالی سال 92-1991ء کے دوران صنعتی کارکنوں کی مالی امداد برائے سائیکل کی فراہمی کی ضلع وار تفصیل حسب ذیل ہے۔ جہیز فنڈ اور علاج وغیرہ کی فراہمی کی تفصیل علیحدہ منسلک ہے۔

نام ضلع-	تعداد سائیکل-
لاہور	3670
شیخوپورہ	1721
اوکاڑہ	266
قصور	663
ملتان	805
وہاڑی	406
خانیوال	277
ساہیوال	336
پاکپتن	136
بہاولپور	422

بہاولنگر	149
رحیم یار خان	486
ڈیرہ غازی خان	199
مظفر گڑھ	583
لیہ	67
راجن پور	21
گوجرانوالہ	703
سیالکوٹ	427
گجرات	510
سرگودھا	308
خوشاب	410
میانوالی	219
بھکر	143
راولپنڈی	1025
جہلم	389
چکوال	250
فیصل آباد	2126
جھنگ	326
ٹوبہ ٹیک سنگھ	58
سائیکلوں کی تعداد	17200

2,46,82,000

(دو کروڑ چھالیس لاکھ بیاسی ہزار)

حساب -/1435 روپے فی سائیکل

جواب برائے Mariage Grant حسب ذیل ہے :- پنجاب کے 2150 صنعتی کارکنوں کے لئے مالی امداد کی حد میں حساب دس ہزار روپے فی کارکن 1992 میں مبلغ دو کروڑ پندرہ لاکھ

روپے مختص کئے گئے۔اس کے لئے ادارہ سوشل سیکورٹی کو ڈویژن کی سطح پر مندرجہ ذیل رقم کارکنوں کی ہر ڈویژن میں تعداد کو مد نظر رکھ کر فراہمی کی گئی۔

نام ڈویژن	تعداد کارکن	رقم
1- بہاولپور	132	13,20,000
2- ڈیرہ غازی خان	110	11,00,000
3- فیصل آباد	314	31,40,000
4- گوجرانوالہ	200	20,00,000
5- لاہور	792	79,20,000
6- ملتان	248	24,80,000
7- راولپنڈی	220	22,00,000
8- سرگودھا	134	13,40,000

علاج معالجہ وغیرہ کے سلسلہ میں جزوی جواب

ادارہ سوشل سیکورٹی پنجاب صرف صنعتی و تجارتی اداروں کے تحفظ یافتہ کارکنوں کو علاج معالجہ و دیگر طبی سہولتیں اور مالی معاوضہ جات فراہم کرنے کے لئے قائم ہے۔لہذا مزدوروں کے علاج معالجہ وغیرہ پر خرچ کی جانے والی رقوم کا دارومدار اس علاقہ ڈویژن یا ضلع میں تحفظ یافتہ کارکنوں کی تعداد پر منحصر ہے۔ انتظامی نقطہ نظر سے صوبہ پنجاب میں اس وقت گیارہ ریجن ہیں۔اور ہر ریجن کے دفتر کو مقامی دفتر کا نام دیا گیا ہے۔جبٹ میں رقوم کی تقسیم مقامی دفتر کے حساب سے اور اس ریجن میں تحفظ یافتہ کارکنوں کی تعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے کی جاتی ہے۔

ان مقامی ریجن کے نام درج ذیل ہیں

1- لاہور شمالی
2- لاہور جنوبی
3- شاہدرہ
4- فیصل آباد مشرقی
5- فیصل آباد مغربی

6- سرگودھا

7- ملتان

8- ڈیرہ غازی خان

9- بہاولپور

10- گوجرانوالہ

11- راولپنڈی

ادارہ سوشل سیکورٹی نے مالی سال 92-1991ء میں پنجاب کے تحفظ یافتہ کارکنوں اور ان کے لواحقین کے علاج معالجہ وغیرہ کے لئے جو رقوم مختص کی گئیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1-	ہسپتالوں پر اخراجات	6,22,63,400
2-	ڈسپنسریوں پر اخراجات	9,63,36,900
3-	کارکنوں کو نقد معاوضہ جات کی ادائیگی	2,17,00,000
4-	ترقیاتی اخراجات	5,76,01,400

پنجاب سوشل سیکورٹی کے مقامی دفاتر کے لئے مختلف مدات میں سال 92-1991ء میں مختص رقوم درج ذیل ہیں۔

1-	مقامی دفتر لاہور شمالی	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	1,27,00,060
	طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	2,49,61,190
	مالی معاوضہ جات	32,37,900
	ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	16,57,900
2-	مقامی دفتر لاہور جنوبی	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	94,82,710
	طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	----
	مالی معاوضہ جات	12,68,000
	ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	2,89,940

	ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	2,89,940
-3	مقامی دفتر شاہدرہ	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	1,03,43,830
	طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	43,50,750
	مالی معاوضہ جات	25,33,500
	ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	7,00,670
-4	مقامی دفتر فیصل آباد مشرقی	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	70,06,600
	طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	1,06,44,530
	مالی معاوضہ جات	22,48,800
	ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	8,75,120
-5	مقامی دفتر فیصل آباد مغربی	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	81,77,490
	طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	----
	مالی معاوضہ جات	26,24,800
	ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	4,82,160
-6	مقامی دفتر سرگودھا	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	64,91,360
	مالی معاوضہ جات	8,08,000
	ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	4,32,090
-7	مقامی دفتر ملتان	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	57,98,560
	طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	66,58,400

	ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	6,87,490
-8	مقامی دفتر ڈیرہ غازی خان	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	35,47,500
	طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	----
	مالی معاوضہ جات	7,85,200
	ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	3,63,950
-9	مقامی دفتر بہاولپور	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	47,81,510
	طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	----
	مالی معاوضہ جات	7,76,400
	ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	3,80,390
-10	مقامی دفتر گوجرانوالہ	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	1,02,00,280
	طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	75,68,450
	مالی معاوضہ جات	26,65,000
	ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	8,76,120
-11	مقامی دفتر راولپنڈی	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	1,20,63,000
	طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	58,85,680
	مالی معاوضہ جات	19,20,000
	ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	9,10,570
-12	صدر دفتر لاہور	
	طبی اخراجات (ڈسپنسریوں میں)	57,44,000

طبی اخراجات (ہسپتالوں میں)	21,94,400
مالی معاوضہ جات	14,54,400
ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی تعمیر اور دیگر ترقیاتی اخراجات	4,99,45,000

جناب سپیکر : آج ہم نے محکمہ خزانہ کے جملہ سوالات dispose of کئے ہیں اور محکمہ محنت کے سوالات کے جوابات کے لئے راجہ صاحب آج خوب تیار ہو کر آئے تھے۔ میں راجہ صاحب کو شاباش دیتا ہوں۔

جناب محمد افضل چن : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! آج کے جنگ اخبار میں میرے نام سے ایک خبر چھپی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہے۔ "قرآن نہیں کہتا کہ آفت آئے تو خانہ کعبہ چلے جاؤ" میں نے کل یہ بات عرض کی تھی کہ میرے بھائی چودھری خادم حسین صاحب تقریر فرما رہے تھے کہ جب کوئی آفت آئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اللہ سے رجوع کرو اور خانہ کعبہ جاؤ میں نے یہ عرض کی تھی کہ آپ اس کی تصحیح کر لیں۔ خانہ کعبہ جانے کا حکم نہیں صرف اللہ سے رجوع کرنے کا حکم ہے۔ اگر کوئی قرآنی آیت کا غلط ذکر کرے تو ہر مسلمان کا یہ حق بنتا ہے کہ اس کی تصحیح کروائے۔ لیکن یہ جو میرے نام سے خبر لگائی گئی ہے اس سے غلط تاثر ملتا ہے۔ کیونکہ ہمارے وزیر اعظم صاحب بھی گئے تھے۔ میری اس بات کا ان سے کوئی تعلق نہیں یا میری بات کا اشارہ ان کی طرف تھا۔ میرے بیان کا انہوں نے سارا کا سارا اشارہ ان کی طرف کر دیا کہ حاجی افضل چن اس طرح کہہ رہا ہے کہ میاں صاحب جو خانہ کعبہ گئے ہیں ان کو نہیں جانا چاہیے تھا وہ غلط گئے ہیں یا ان کا اندر صاف نہیں ہے۔ جناب والا! اندر کے (دلوں کے) بھید تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے میں تو نہیں جان سکتا۔ میں نے تو صرف چودھری خادم حسین کی بات کی تصحیح کی تھی۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں حاجی صاحب کی اس سٹیٹمنٹ کے بعد ان کے بیان کی correct version شائع ہونی چاہیے۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر : اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

جناب ایس اے حمید

سیکرٹری اسمبلی :- مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس-اے-حمید صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Sir,

I could not attend Assembly proceedings due to an urgent piece of work on Sunday, the 11th of Sept. Kindly grant me leave for that day.

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

صاحبزادہ نصیر الدین سیالوی

سیکرٹری اسمبلی :- مندرجہ ذیل درخواست صاحبزادہ نصیر الدین سیالوی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

چند انتہائی ناگزیر وجوہات کی بنا پر مندرجہ مورخہ 12/10/92 تا مورخہ 15/10/92 اجلاس میں حاضر ہونے سے قاصر ہے۔ لہٰذا التماس ہے کہ متذکرہ بالا ایام کی رخصت مرحمت فرمائی جائے۔ نوازش ہوگی۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری شوکت داؤد

سیکرٹری اسمبلی :- مندرجہ ذیل درخواست چودھری شوکت داؤد صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں کچھ مصروفیت کی وجہ سے 7 اکتوبر تا 11 اکتوبر موجودہ اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ جس کی وجہ سے میری 7 اکتوبر تا 11 اکتوبر چھٹی منظور کی جائے۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

مہر محمد سلیم

سیکرٹری اسمبلی :- مندرجہ ذیل درخواست جناب مہر محمد سلیم صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

مجھے ضروری کام کے سلسلہ میں کراچی جانا ہے۔ جس کی بنا پر مورخہ 7-10-92 تا 11-10-92, 8-10-92 کے اجلاس attend کرنے سے قاصر ہوں۔ استدعا ہے کہ مذکورہ بالا دنوں کی چھٹی منظور فرمائی جائے

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

محترمہ فوزیہ بہرام

سیکرٹری اسمبلی :- مندرجہ ذیل درخواست محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے میں مورخہ 7 تا 9 اکتوبر کو اجلاس میں شریک نہ ہو سکی۔ لہٰذا مہربانی مجھے ان ایام کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

سردار عاشق حسین گوپانگ

سیکرٹری اسمبلی :- مندرجہ ذیل درخواست سردار عاشق حسین گوپانگ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بوجہ ناسازی طبع میں مورخہ 30-8-92، 31-8-92، 1-9-92، 9-9-92

اور 13-9-92 کو اجلاس attend نہ کر سکا برائے مہربانی چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری عبدالوکیل خاں

سیکرٹری اسمبلی :- مندرجہ ذیل درخواست چودھری عبدالوکیل خان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں ان دنوں اپنے علاج کے لئے برمنگھم میں ہوں میں نے اس سے پیشتر 20 یوم قیام کرنے کی اطلاع دی تھی لیکن ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق مزید 10 دن قیام کروں گا لہٰذا برائے اطلاع تحریر ہے 17-10-92 تا 27-10-92

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : تحاریک استحقاق کو لیک اپ کرتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 6 علی حسن رضا قاضی صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ تحریک استحقاق وزیر مال کی گذارش پر مؤخر کی گئی تھی۔ جناب علی حسن رضا قاضی صاحب ہاؤس میں تشریف رکھتے ہیں۔ وزیر مال تشریف نہیں رکھتے وزیر قانون صاحب آپ اس بارے میں ارشاد فرمائیں گے ؟

جناب علی حسن رضا قاضی : جناب والا یہ تحریک استحقاق سات روز کے لئے موخر کی گئی تھی۔ ابھی سات روز نہیں گزرے۔

جناب سپیکر : درست ہے سات روز کے بعد پیش کی جائے اگلی تحریک استحقاق رانا اکرام ربانی صاحب کی نمبر 13 ہے۔ اسے مؤخر کرتے ہیں رانا صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

[------ جاری]

چودھری محمد حنیف : جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق نمبر 11 پینڈنگ ہے۔

جناب سپیکر : چودھری محمد حنیف صاحب تحریک استحقاق نمبر 11 کی latest position کیا تھی؟

چودھری محمد حنیف : یہ ایک سیکرٹری کے بارے میں تھی کہ جس نے بڑا غلط رویہ اختیار کیا تھا۔ اس پر فیصلہ پینڈنگ تھا۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب جو اس دفعہ تحاریک استحقاق پیش ہوئی اور جو پچھلے اجلاس میں بھی آچکی تھیں ان کے بارے میں پہلے روز یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ان کو اس اجلاس میں ٹیک اپ نہیں کرنا۔

چودھری محمد حنیف : جناب والا اس پر فیصلہ پینڈنگ تھا اور منسٹر صاحب نے اس پر کچھ بتانا تھا۔

جناب سپیکر : مجھے جو بتایا گیا ہے کہ ڈپٹی سپیکر صاحب کے روبرو جو بات ہوئی اس میں یہ طے ہوا تھا کہ جو تحاریک استحقاق پچھلے اجلاس میں آئی ہیں ان کو اس اجلاس میں ٹیک اپ نہیں کرنا ہے۔

چودھری محمد حنیف : ہمارے ساتھ تو ایسا کوئی طے نہیں ہوا۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز! آرڈر پلیز!

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! یہ جس فہرست میں شامل تھی اس میں گزارش یہ ہے کہ وہ پیش کرنے کے بارے میں ہے ان کی یہ تحریک استحقاق پیش ہو چکی ہے۔ یہ گزشتہ اجلاس میں پیش ہو گئی تھی اور اس میں جناب لودھی صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ اسے اب پینڈنگ کر لیں میں رابطہ کر کے اس مسئلے کو حل کراؤں گا۔ اس لیے اس پر تو اب فیصلہ پینڈنگ ہے یہ پیش ہو چکی تھی۔

جناب سپیکر : کیا یہ پیش ہو چکی تھی' اور اس پر فیصلہ پینڈنگ تھا؟ تو ٹھیک ہے پھر چودھری صاحب اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور اس پر مزید بات کر لیتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا اسی قسم کی تحریک استحقاق نمبر 23 تھی اس پر بھی فیصلہ پینڈنگ تھا۔

جناب سپیکر : یہ نوٹ کریں' حبیب اللہ صاحب (سیکرٹری اسمبلی) کہ تحریک استحقاق نمبر 11 اور 23 پر فیصلہ پینڈنگ تھا' ان کی نوعیت مختلف ہے۔ اب یہ چودھری محمد حنیف صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 19 پینڈنگ ہے اس بارے میں وزیر اطلاعات بات کریں گے اور اس معاملے کو سلجھائیں گے۔

وزیر اطلاعات : میں نے ان سے رابطہ کیا ہے وہ پشاور ہیں' آج وہ آجائیں گے۔ میں نے انہیں کہا ہے کہ آج فوری طور پر پہنچ کر مجھے اطلاع کریں تاکہ ہم اکٹھے ہوں۔

جناب سپیکر : جی درست ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 20 چودھری محمد حنیف صاحب کی ہے۔

ایم این اے کی محکمہ تعلیم میں مداخلت

چودھری محمد حنیف : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ : میں نے چھ ماہ قبل ایک لیکچرار فزکس کی درخواست ری پوسٹنگ کے لیے وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر تعلیم کو دی تھی۔ جس پر وزیر تعلیم نے آرڈرز کیے تھے اور وزیر اعلیٰ کا ڈائریکٹو بھی جاری ہوا تھا۔ یہ پوسٹ بلال گنج انٹر کالج کی تھی۔ اس دوران مجھے پتہ چلا کہ اس کالج میں تمام ٹیچر اور سٹاف محترم شہباز شریف صاحب نے طے کرنا ہے۔ ان کی مرضی کے بغیر یہاں کسی اور فرد کے احکام پر کسی صورت عمل نہ ہوگا۔ اس طرح سے وہ لیکچرار جو ہر لحاظ سے میرٹ پر تھی' اس کا والد بھی فوت ہو چکا تھا' جوان بھائی بھی قتل ہو گیا تھا۔ درخواست میں تمام کوائف درج تھے۔ جناب والا! شہباز شریف صاحب کی اس طرح تعلیمی محکمہ میں مداخلت سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری استدعا ہے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر : جی لاء منسٹر صاحب کچھ فرمانا چاہیں گے۔ جی تو وزیر تعلیم فرمانا چاہیں گے۔

وزیر تعلیم : جناب والا! فاضل رکن نے تحریک استحقاق ایک مفروضے پر پیش کی ہے اور اسی مفروضے کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میں گزارش کروں گا فاضل رکن کی یہ تحریک استحقاق میرٹ پر بالکل نہیں بنتی۔ کیونکہ نہ ہی یہ حال میں وقوع پذیر ہونے والا واقعہ ہے۔ اور نہ ہی ان کا کوئی استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اور نہ ہی محکمہ میں کسی طرح مداخلت ہوئی ہے۔ جناب والا! ہمارا ایک طریق کار ہے۔ اور اس طریق کار کے تحت لاہور ایک most sought after station ہے اور اس کے لیے بہت زیادہ ڈیمانڈز ہوتی ہیں۔ اور ان سے نمٹنے کے لیے ہم ایک طریق کار کے تحت کام کرتے ہیں' اور اسی طریق کار کو اپناتے ہوئے ہم نے میرٹ کے تحت بلال گنج میں نئے کالج میں ٹرانسفرز کی ہیں۔ جہاں تک انہوں نے کہا کہ وہ لڑکی جس کے بارے میں انہوں نے کہا کہ وہ میرٹ پہ آتی تھی۔ اور میرٹ کے لیے انہوں نے یہ معیار بتایا کہ اس کا والد فوت ہو چکا تھا' اور اس کا جوان بھائی بھی قتل ہو گیا تھا۔ یہ کوئی میرٹ نہیں ہے کہ کسی کا والد فوت ہو جائے یا اس کا جوان بھائی قتل ہو جائے تو اس کو میرٹ میں لے لیا جائے۔

کیونکہ میرٹ کا اور طریقہ کار ہے اس لحاظ سے بھی اس لڑکی کا میرٹ نہیں بنتا۔ ہم نے جتنی بھی ٹرانسفر زبلال گنج میں کی ہیں وہ میرٹ کے تحت کی ہیں' پالیسی کے تحت کی ہیں۔ جیسا کہ آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے خود کہا ہے کہ میں نے چھ ماہ قبل ایک لیکچرار فزکس کی درخواست دی تھی۔ اس چھ ماہ پرانے واقعہ کو بنیاد بنا کر انہوں نے یہ تحریک استحقاق دی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ اس کو فنی اعتبار سے رول آؤٹ قرار دیا جائے۔ کیونکہ یہ میرٹ پہ نہیں بنتی۔ شکریہ!

جناب سپیکر : چودھری صاحب! آپ نے تحریک پیش کی' وزیر تعلیم نے اس پر جواب دیا۔ اب اس پر مزید بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

چودھری محمد حنیف : جناب والا! صرف ایک دو باتیں میں ہاؤس کے سامنے عرض کرنا چاہوں گا۔ جناب سپیکر! انہوں نے کہا ہے کہ چھ ماہ کی بات ہے تو یہ آرڈرز اور وزیر اعلیٰ کا ڈائریکٹو بھی جاری کر دیا' ان سے بھی بات ہوئی۔ اگر یہ اجازت دیں تو میں وہ بات بھی دہرا دوں جو انہوں نے مجھے کہی کہ اس پر کس نے عمل کروانا ہے اور کب عمل ہونا ہے۔ جناب والا! یہ اس وقت تک کے لیے روکے رکھا گیا ہے جب تک فائل شہباز شریف تک نہیں پہنچ گئی۔ اور جب تک انہوں نے اس کی approval نہیں دے دی۔ یہ نہ صرف ایجوکیشن میں بلکہ پنجاب کے ہر محکمے کا یہی حال ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی نوکری کا مسئلہ ہوتا ہے۔ جب تک میاں شہباز شریف صاحب کی منظوری نہ آجائے اس وقت تک کوئی کام نہیں ہوتا۔ اور پھر جہاں تک اس بچی کے میرٹ کا تعلق ہے رپورٹ فرسٹ کلاس ہے وہ ہر لحاظ سے اس پر بھی پورا اترتی ہے۔ لیکن میرٹ کو بالکل ہی نظر انداز کیا گیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی مرضی سے لوگوں کو وہاں تعینات کیا ہے۔

جناب سپیکر : تو چودھری صاحب اس میں breach of privilege کا مسئلہ کہاں پر آیا؟

چودھری محمد حنیف : یہ تو ان کے breach of privilege کا مسئلہ ہے یا تو انہیں وزیر اعلیٰ سا دیا جائے۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ یہاں آپ پر privileges کے معاملات میں وہ pri-vilges جو آپ کو آئین اور رول نے فراہم کیے ہیں۔ اس پر آپ agitate کر سکتے ہیں۔ اور اس کو آپ اپنی تحریک استحقاق کا subject matter بنا سکتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کی یہ تحریک استحقاق اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔ کسی بھی لحاظ سے نہ یہ recent occurrence ہے اور نہ ہی

آپ کے جو privileges ہیں جو آپ کو constitution نے فراہم کیے ہیں۔ اس کے معیار پر پوری اترتی ہے۔ میں اسے رول آؤٹ کرتا ہوں۔

اگلی تحریک استحقاق نمبر 22 رانا اکرام ربانی صاحب کی ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ نمبر 24 ملک محمد دین صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ اس کو پیش نہیں کریں گے۔ میرے ساتھ ان کی بات ہو گئی ہے۔ میں نے کہا ہے کہ اس تحریک استحقاق کو ہاؤس میں پیش کرنا مناسب نہیں نمبر 25 جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی ہے۔

ترقیاتی و غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی

جناب فرید احمد پراچہ : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" کی اشاعت 22 ستمبر میں بتایا گیا ہے کہ پنجاب کا سوشل ایکشن پروگرام بھی سیلاب میں ڈوب گیا۔ صوبہ میں سیلاب سے ہونے والی تباہی کے باعث شدید مالی بحران پیدا ہو گیا۔ ترقیاتی جٹ میں 90 فی صد کٹوتی کا فیصلہ ہوا ہے۔ اس خبر کے دو پہلوؤں سے میرا ہی نہیں پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

1- ترقیاتی جٹ جس کا تعلق ممبران اسمبلی اور ان کے حلقہ کے عوام سے ہے اس میں 90 فی صد کمی کا فیصلہ ہوا جبکہ غیر ترقیاتی اخراجات جن کا تعلق افسر شاہی سے ہے اس میں صرف 25 فی صد کمی کا فیصلہ کیا گیا۔

2- جٹ اسمبلی کا پاس کردہ ہے۔ اس میں کمی و کٹوتی کا حق اسمبلی کو ہی پہنچتا ہے اور اس پر یک طرفہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ استدعا ہے کہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس بارے میں میری مختصر گزارش یہ ہے کہ اخبار کے جو کچھ بھی اندراج ہیں ان کے مطابق نوے فی صد اور پچیس فی صد کٹوتی کا ذکر ہے۔ اس کا علم نہیں کہ فی الواقعہ فیصلہ اسی انداز سے ہوا ہے یا اس میں کوئی کمی یا زیادتی ہے۔ اس کے بارے میں حکومت کی جانب سے کوئی تردید بھی سامنے نہیں آئی۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس معاملے کو میں نے بیان کیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ کتنی کٹوتی کا فیصلہ ہوا ہے اور کتنی کا نہیں ہوا بلکہ دراصل اس تفاوت کا ذکر ہے جو ترقیاتی اور غیر ترقیاتی جٹ کے اندر ہے کہ جب بھی کبھی کوئی ایسا معاملہ آتا ہے تو ترقیاتی جٹ میں کمی کا فیصلہ تو کر دیا جاتا ہے۔ لیکن غیر ترقیاتی اخراجات جو

انتظامی اخراجات ہیں ان میں کٹوتی کا کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا جبکہ وہ زیادہ ضروری ہے۔ اس لیے کہ اس کے ساتھ تمام خورد برد' عیاشیاں اور غلط کام کہ جس کی وجہ سے ہمارے بجٹ پر ایک بوجھ بنتا ہے اس کو ختم کرنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ جب کبھی ایسے کوئی مسائل آئیں۔ جب کبھی کوئی طوفان یا آفات سماوی ہوں تو اس میں کٹوتی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس چیز کا حق اسمبلی کو پہنچتا ہے اس حق کو اسمبلی کو ہی استعمال کرنا چاہیے۔ کسی ایک جگہ پر کسی ایک فرد کو اس فیصلے کا اختیار نہیں ہونا چاہیے کہ وہ جس وقت چاہے اس میں کوئی کٹوتی کر دے اور جس ترتیب سے چاہے وہ کٹوتی کا اعلان کر دے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ یہ اسمبلی کا حق تھا۔ یہ ممبران اسمبلی کا حق تھا کہ وہ اس میں کسی کٹوتی یا کسی ردوبدل کے بارے میں فیصلہ کرتے۔ اس میں کسی فرد واحد کو' کسی وزیر کو یا وزیر اعلیٰ کو حق نہیں پہنچتا' بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حق کابینہ کو بھی نہیں پہنچتا۔ جب بھی کبھی موقع ہو تو ترقیاتی کے جائے غیر ترقیاتی اخراجات پر کٹوتی کے لیے زیادہ زور دیا جانا چاہیے۔ اس لحاظ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور اس کو دیکھا جائے اور اس بارے میں جو اسمبلی کے ممبران کا حق ہے اس حق کو جہاں بھی violate کیا گیا ہے اس کے بارے میں پوری تحقیق کی جائے۔

جناب سپیکر : مخدوم زادہ صاحب!

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! میرے فاضل دوست جناب فرید احمد پراچہ صاحب نے جو تحریک استحقاق نمبر 25 پیش کی ہے' اگر وہ اس تحریک کو پیش کرنے سے پہلے مجھ سے معلومات حاصل کر لیتے تو مجھے یقین ہے کہ وہ یہ تحریک پیش نہ کرتے۔

جناب سپیکر! روزنامہ "پاکستان" کی مورخہ 22 ستمبر کی خبر پر یہ تحریک استحقاق پیش کی گئی ہے۔ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ خبر بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ حکومت پنجاب نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ میں حیران ہوں کہ اخبار نے نہ صرف یہ فرمایا ہے کہ فیصلہ ہو چکا ہے بلکہ percentages quote کر دی ہیں کہ ڈویلپمنٹ کو نوے فی صد کاٹ دیا گیا ہے اور نان ڈویلپمنٹ کی مد میں پچیس فی صد کٹوتی کا فیصلہ۔ جناب والا! ایسا کوئی فیصلہ ہم نے ابھی تک نہیں کیا۔ نمبر دو' پراچہ صاحب نے اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ میں جو فرمایا ہے کہ بجٹ میں ترمیم کا اختیار ایک فرد یا ایک ادارے یا ایک محکمے کو نہیں بلکہ اسمبلی کو ہے۔ میں ان کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ بجٹ اسمبلی کا ایک ڈاکومنٹ ہے اور اگر اس میں کوئی

revision کی جائے تو یقیناً اسمبلی کو اس کو endorse کرنا ہوتا ہے۔ لیکن وہ نوبت تو ابھی نہیں ہے کہ ہم نے بجٹ میں revision کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہو' یا بجٹ کو اسمبلی کی منظوری کے علاوہ re-vise کر دیا گیا ہو۔ ہاں اب بات یہ ہے کہ بات ابھری ہے فلڈ اور اس کے ہمارے بجٹ پر کیا اثرات ہوں گے۔ تو یقیناً جو فلڈ آئے ہیں اس کے نقصانات تو ہیں۔ اس کے بارے میں ہم assess کر رہے ہیں کہ ہمارے damages کیا ہیں۔ ہمارے اخراجات کن کن مدوں میں کتنے بڑھنے کا اندیشہ ہے۔ ہماری محصولات اگر کم ہوں گی تو کیا ہوں گی۔ جب ہماری assessment مکمل ہو جائے گی تبھی ہم اس پوزیشن میں ہوں گے کہ ہم اس کے بارے میں کوئی رائے یا کوئی پالیسی سٹیٹمنٹ دے سکیں۔ لیکن جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے' یہ totally incorrect ہے۔ اس قسم کا ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ تو میں آپ سے technical grounds پر گزارش کروں گا کہ چونکہ یہ factually incorrect ہے اور میں یہ بھی جاننا چاہوں گا کہ اس سے پراچہ صاحب کا استحقاق کس طرح مجروح ہوا ہے؟ ان گزارشات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ اس تحریک استحقاق کو rule out فرمائیے۔

جناب سپیکر : فرید احمد پراچہ صاحب کی یہ تحریک استحقاق جس کا تعلق سوشل ایکشن پروگرام اور سیلاب کی صورت حال کے بارے میں ہے' یہ حکومتی پالیسی کے سلسلے میں پیش کی گئی ہے جس میں ان کے استحقاق کے مجروح ہونے کا کسی بھی لحاظ سے سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اخبار میں کوئی بیان آجائے اس سے کسی بھی لحاظ سے breach of privilege نہیں بنتا۔ آئین اور قواعد کے مطابق انھیں جو استحقاقات حاصل ہیں یہ اس میں بھی کہیں cover نہیں ہوتی۔

Policy statement of the govemment can not be made the basis of a Privilege motion. تو میں اس کو rule out کرتا ہوں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر : تحریک التوائے کار نمبر15 pending ہے جو چودھری محمد حنیف صاحب کی وزیر قانون صاحب کے ساتھ میٹنگ کے سلسلے میں ہے اور نمبر24 بھی اسی سے متعلقہ ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر31 بھی pending ہے جو میاں محمود الرشید صاحب کی ہے۔ یہ تحریک التواء وزیر مال صاحب کی استدعا پر pending کی گئی تھی۔ میاں محمود الرشید صاحب! اس کی کیا پوزیشن ہے ؟

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! انہوں نے فرمایا تھا کہ وہ ایک دو روز میں جواب دیں گے۔ ٹھیک ہے انہیں ایک دو روز کا ٹائم دے دیں۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ اسے ایک دو روز کے لیے مزید pending رکھتے ہیں۔

روزنامہ "دی نیوز" کی طرف سے آزاد خیالی اور اخلاقی بے راہ روی کو فروغ دینا

جناب سپیکر : اگلی تحریک التوائے کار نمبر34 کل پیش کی گئی تھی۔ اس پر وزیر اطلاعات نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا تھا اور میں نے اسے فیصلے کے لیے pending کیا تھا۔ آج مجھے "دی نیوز" کے ایڈیٹر کا ایک خط موصول ہوا ہے جس میں انہوں نے اس تحریک التواء کے بارے میں اور "دی نیوز" میں چھپنے والے اس آرٹیکل کے بارے میں لکھا ہے کہ ہم پہلے ہی "دی نیوز" میں چھپنے والے آرٹیکل کی وجہ سے اس پر باقاعدہ معذرت نامہ اخبار میں شائع کر چکے ہیں کہ ہم اس پر apologise کرتے ہیں کہ ادارے کی غفلت کی وجہ سے ایسا نامناسب مواد اس میں چھاپا گیا ہے۔ اس پر ہم باقاعدہ طور پر معذرت کرتے ہیں اور انہوں نے اس کی کٹنگ بھی مجھے ارسال کی ہے اور اس کے علاوہ انہوں نے لکھا ہے کہ اس سلسلے میں مزید بھی اگر معزز اراکین اسمبلی یہ مناسب سمجھیں کہ اس میں میرے آپ کے پاس آکر کوئی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے تو میں مزید وضاحت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اور particularly یہ جو آرٹیکلز اس میں چھپے ہیں اس پر ہم معذرت خواہ ہیں اور میں ذاتی طور پر بھی معذرت کرنے کو تیار ہوں۔ اس سلسلے میں میں نے محرک صاحبان کو اس کی کاپی مہیا کی ہے تو آپ اس سلسلے میں ارشاد فرمائیں گے کہ ان کا مزید مؤقف کیا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ صاحب! اس لیٹر کی کاپی آپ کے پاس ہے ؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! وہ آپ کے ہی دفتر میں ہے۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ اس میں بنیادی محرک ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب ہیں۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب موجود نہیں اس لیے ان کے آنے پر یہ فرمالیں۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب تشریف لاتے ہیں تو پھر اس کو take up کریں گے۔ "دی نیوز" کے ایڈیٹر کی طرف سے جو مجھے اس سلسلے میں لیٹر موصول ہوا ہے وہ میں نے آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دیا ہے۔

اگلی تحریک التوا نمبر 39 میاں محمود الرشید صاحب کی ہے اور نمبر 91 بھی اس کی indetical ہے۔ تو میاں صاحب پیش کرنا چاہیں گے!

تیل والا چولہا پھٹنے سے خواتین کی ہلاکت کے واقعات میں اضافہ

میاں محمود الرشید : شکریہ' جناب سپیکر! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 22 ستمبر کو تمام قومی اخبارات میں یہ خبر بڑے نمایاں طور پر شائع ہوئی کہ دو خواتین تیل والے چولہا پر کھانا پکاتے ہوئے جھلس گئیں۔ جن میں سے ایک موقع پر ہی جاں حق ہو گئی اور دوسری کی حالت انتہائی نازک بیان کی گئی ہے۔ اس طرح کے واقعات روزانہ کا معمول بن چکے ہیں اور اکثر اخبارات کے اندر تیل والا چولہا پھٹنے سے خواتین کی ہلاکت کی خبریں مسلسل آ رہی ہیں۔ غیر معیاری اور ناقص چولہے اب تک سینکڑوں خواتین کی جان سے کھیل چکے ہیں۔ نیز لاہور' گوجرانوالہ' سیالکوٹ اور گجرات میں سینکڑوں اناڑی کاریگر اور خرادیوں نے ناقص چولہے بنائے اور فروخت کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اور حکومت کی جانب سے ان غیر معیاری اور ناقص چولہوں کی تیاری اور فروخت کو روکنے کے لئے کوئی موثر سسٹم موجود نہیں ہے۔ محکمہ صحت اور صنعت کے متعلقہ اہل کار اپنی فیس لے کر ان تمام غیر معیاری چولہوں کو دھڑا دھڑ معیاری ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کر رہے ہیں جس کی وجہ سے بالخصوص دیہاتوں اور قصبوں میں ہزاروں گھرانے اجڑ چکے ہیں۔ یہ

معاملہ اتنا اہم اور سنگین نوعیت کا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی روک کر اس پر بحث کی جانی چاہیے۔ میری استدعا ہے کہ اس تحریک التواء کو بحث کے لیے منظور کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا ! اس سے ملتی جلتی تحریک التواء نمبر 91 بھی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو بھی ساتھ ہی take up فرمالیں۔

جناب سپیکر : جی۔ تحریک التواء نمبر 91 identical ہے وہ اس کے ساتھ ہی تصور ہو گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ فاضل مقرر کی تحریک التوائے کار انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ آئے دن اخباروں میں یہ خبریں ہم پڑھتے ہیں کہ اس وجہ سے قیمتی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ تیل سے متعلق چولہوں سے متعلق نان پریشر آئیل سٹور سے متعلق معیاری تخصیصات اور ان کے معیار و انضباط کا کام مع دیگر مخصوص صنعتی اشیاء وفاقی وزارت صنعت کے ذیلی ادارہ پاکستان سٹینڈرڈ انسٹی ٹیوٹ (پی ایس آئی) سے متعلق ہے۔ جو صنعت کاری کا لائسنس بھی جاری کرتا ہے اور خلاف ورزی کے نتیجہ میں اس ادارے کے اہل کار بھی ان کے خلاف کارروائی کرتے ہیں۔ ایسے صنعتی اداروں کو صنعت کاری لائسنس کا اجراء صوبائی محکمہ صنعت کے دائرہ کار میں نہیں آتا۔ جناب والا! اس لحاظ سے ٹیکنیکل یہ مسئلہ ہمارے صوبائی محکمہ صنعت سے نہیں۔ اس وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ اس تحریک التوا پر ہم بحث نہیں کر سکتے۔ اس کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے۔ جس سے میں انکار نہیں کر سکتا۔ تو اس صورت حال کے پیش نظر رولز کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ جناب والا! اس کو رول آؤٹ فرمائیں۔ اس کے کئی اور طریقے بھی ہو سکتے ہیں۔ میرے فاضل بھائی اس سلسلے میں قرارداد لا سکتے ہیں کوئی اور مناسب طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ جس پر ہم مرکزی حکومت کو اس سلسلے میں پنجاب حکومت کی طرف سے سفارش کر سکتے ہیں۔ تو ان حقائق کے پیش نظر میں اپنے بھائی سے توقع کرتا ہوں کہ وہ اس کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ بصورت دیگر چونکہ مرکزی حکومت کا مسئلہ ہے اس لیے جناب سے بھی گزارش کروں گا کہ اس کو رول آوٹ فرمائیں۔ شکریہ جناب سپیکر!

میاں محمود الرشید : جناب والا ! میری اس میں یہ گذارش ہے کہ ٹیکنیکل باتوں کا یہاں سہارا لے کر ہر بات کو رول آؤٹ کرنے کی درخواست وزراء صاحبان کی طرف سے کی جاتی ہے اور یہ بات انتہائی دکھ اور افسوس کی ہے۔ مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ نہ تو کوئی سیاسی مسئلہ ہے اور نہ کوئی اور اس طرح کا معاملہ ہے

کہ اسے اس انداز سے لیا جائے ہم لوگوں کے ووٹ لے کر منتخب ہو کر اسمبلی کے ایوانوں میں آتے ہیں تو ہمارا یہ فرض منصبی ہے کہ ہم ان تمام معاملات پر نظر رکھیں کہ جس سے عوام کے جان و مال محفوظ نہیں۔ اور یہ خبریں گذشتہ کئی سالوں سے آ رہی ہیں۔ ابھی پرسوں کے روزنامہ "جنگ" میں یہ تھا کہ پچھلے تین ماہ کے دوران ایک سو پانچ واقعات چولہے پھٹنے کے ہو چکے ہیں جس میں سے نصف سے زیادہ خواتین جان حق ہو چکی ہیں تو منسٹر صاحب کی صرف یہ بات کہ یہ صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا تو میرا خیال ہے کہ یہ سخت زیادتی ہے۔ خود حکومت کو چاہیے تھا کہ وہ اس معاملے کا نوٹس لے۔ اگر اس معاملے میں میری یہ تحریک التوائے کار منظور ہو جاتی ہے تو میں یقین سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ معاملہ ہائی لائٹ ہو گا۔ اسمبلی کے اندر اس پر بحث ہو گی۔ ہمارے عوام الناس بھی اس بات پر مطمئن ہوں گے کہ واقعتاً ہمارے جو منتخب نمائندے ہیں یہ اہم مسائل کو اسمبلی میں لے کر جاتے ہیں اور حکومت ان مسائل کو حل کرنے کے لیے بڑی سنجیدگی کے ساتھ سوچتی ہے تو میری یہ گزارش ہے کہ ٹیکنیکل باتوں کا سہارا لے کر اسے رول آوٹ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ معاملہ انتہائی سنگین نوعیت اختیار کر چکا ہے اور حکومت میں سے اس پر ابھی تک کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ اس کی آڑ میں بے شمار ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں کہ خواتین کو جان بوجھ کر زندہ جلا دیا جاتا ہے اور یہ کہہ دیا جاتا ہے چولہا پھٹ گیا اور اس کی وجہ سے یہ خاتون ہلاک ہو گئی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ یہ ایک انسانی مسئلہ ہے۔ اس کو ہمیں سرے سے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارا جو صوبائی محکمہ صنعت ہے اس کے لیے یہ لازمی دائرہ اختیار میں آتا ہے۔ اس کو چیک کرنے کے لیے اور اس طرح کے حادثات کی روک تھام کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس تحریک التوائے کار کا منظور کیا جانا انتہائی ضروری ہے' تاکہ آئندہ سے اس طرح کے واقعات کا سدباب ہو سکے۔ ورنہ تو جناب سپیکر! یہ ہے کہ کوئی مسئلہ بھی ہم اسمبلی کے فلور پر نہیں اٹھا سکتے۔ جس مسئلہ کو بھی ہم نے اٹھایا ہے اسے ٹیکنیکل باتوں کا سہارا لے کر رول آوٹ کروا لیا جاتا ہے۔ اس طرح کے مسائل کو جو کہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہیں انہیں لازمی ٹیک اپ کیا جانا چاہئے۔ یہ ہم سب کا فرض ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی! شیخ محمد طاہر رشید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : شکریہ' جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کیا ضابطوں سے ہٹ کر' قواعد سے ہٹ کر' کوئی بھی معاملہ اس معزز ایوان میں اس کی سنگینی کے اعتبار سے پیش کیا جا سکتا ہے؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! کیا یہ اپنی سیٹ پر ہیں؟

شیخ محمد طاہر رشید : قواعد و ضوابط سے ہٹ کر اس کے لوپر اس معزز ایوان میں بحث کی جا سکتی ہے؟

جناب سپیکر : یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر؟

چودھری محمد حنیف : پوائنٹ آف آرڈر .....

راجہ خلیق اللہ خان : پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز۔ شیخ طاہر رشید صاحب نے ایک مدت کے بعد بات کی ہے۔ (قہقہے)

آوازیں۔ یہ ملک سے باہر گئے ہوئے تھے۔

جناب سپیکر : تو ایوان ان کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ تو شیخ صاحب آپ کا جو پوائنٹ آف آرڈر ہے اس پر قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی میں کوئی بھی بات چاہے اس کی کتنی ہی سنگین نوعیت کیوں نہ ہو اس کو ہاؤس میں نہیں لایا جا سکتا۔ اسے قواعد و ضوابط کے مطابق ہی لایا جا سکتا ہے۔ تو جناب لاء منسٹر اس پر ارشاد فرمائیں گے۔

وزیر قانون : جناب والا! جیسا کہ میں نے پہلے گزارش کی ہے۔ اس وجہ سے تو میں نے وضاحت سے یہ بات کی ہے اور اس مسئلہ کی جو اہمیت اور سنگینی ہے اس سے رضامندی ظاہر کی ہے۔ تو جیسا کہ میرے فاضل بھائی نے فرمایا ہے اور آپ نے بھی اس پر ارشاد فرمایا ہے کہ تحریک التوائے کار کا مقصد گورنمنٹ کے نوٹس میں لانا ہوتا ہے اب یہ بات اخبار میں بھی چھپے گی اور گورنمنٹ کے نوٹس میں بھی آگئی ہے تو اس سلسلہ میں میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ قومی اسمبلی میں ہمارے فاضل رکن کی پارٹی کے دوست وہاں موجود ہیں تو وہاں بھی یہ معاملہ ٹیک اپ کیا جا سکتا ہے۔ جس کے ساتھ اس کا براہ راست تعلق ہے۔ پھر اس طرح رولز کے مطابق بھی یہ بات ہو جائے گی اور اس پر کوئی فیصلہ بھی ہو سکے گا۔

جناب والا! اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں جناب چیف منسٹر صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا اور اس معاملہ کو سرکاری طور پر حکومت پنجاب کی طرف سے وفاقی حکومت کی خدمت میں لکھیں گے کہ اس مسئلہ کے بارے میں آئے دن جو یہ اس قسم کے واقعات ہو رہے ہیں اس پر وہ جو پہلے ہی موجودہ قانون ہے اس کو مہربانی کر کے بہتر انداز میں کرنے کے لئے غور فرمائیں۔ تو ان حقائق کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی مطمئن ہوں گے۔ بصورت دیگر پھر آپ کی خدمت میں میری التماس ہے کہ رولز کے مطابق ہاؤس کا چلانا نہایت ضروری ہے۔ حالانکہ میں یہ نہیں سمجھتا ہوں

کہ اس قسم کے مسئلہ کو ٹیکنیکل گراؤنڈ پر رول آوٹ کیا جائے۔ میں ان کے ساتھ 100 فی صدی اتفاق کرتا ہوں لیکن ہماری مجبوری ہے۔ اگر ہم ایک سنگینی کے پیش نظر رولز کی خلاف ورزی کریں گے تو پھر آئندہ رولز کے مطابق کوئی بات بھی چلانی مشکل ہو جائے گی تو اس لحاظ سے میں نے ان کی خدمت میں یہ بھی گزارش کی ہے کہ وہ ریزولیوشن بھی لا سکتے ہیں۔ ریزولیوشن کے ذریعے بھی ہم اس مسئلہ کو ٹیک اپ کر سکتے ہیں۔ میں جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ وہ بھی اس مسئلہ کو فیڈرل گورنمنٹ کے نوٹس میں لے آئیں۔ ان حالات کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کو نمٹ جانا چاہیے۔ شکریہ

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! اس میں میری صرف ایک گزارش تھی کہ میں وزیر موصوف کی اس یقین دہانی پر اسے پریس نہیں کروں گا اور آپ سے یہ گذارش کروں گا کہ یہ انتہائی سنگین قسم کا مسئلہ ہے اور آپ مہربانی کر کے اس کو رول آوٹ نہ فرمائیں البتہ جیسے منسٹر صاحب نے یہ یقین دہانی کروائی ہے کہ اس معاملے کو ہم چیک کریں گے۔ میری ان سے یہ استدعا ہے کہ حکومت پنجاب اپنے طور پر اس بارے میں کوئی لیجسلیشن کرے یعنی مرکزی حکومت سے درخواست کر کے پنجاب کے دائرہ اختیار میں جس طرح سے بھی اس معاملے کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے اس طرف پیش رفت ہونی چاہیے اور اس بارے میں اگر کوئی قانون سازی کی ضرورت ہے تو کوئی قانون اس طرح کا ملنا چاہیے تاکہ اس طرح کے واقعات کا سدباب ہو سکے۔

جناب سپیکر : جی! درست ہے' میاں صاحب! اس کی منسٹر لاء نے جو یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ چیف منسٹر صاحب سے بھی اس معاملے کو ٹیک اپ کریں گے اور وہ اس سلسلے میں ہر ممکن اقدامات کریں گے۔ اس پر آپ اس کو پریس نہیں کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر!....

جناب سپیکر : جی' ڈاکٹر صاحب! ارشاد فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : آپ نے کل ایک تحریک التوائے کار کے بارے میں فیصلہ پینڈنگ کیا تھا۔ وہ ابھی پینڈنگ ہی رہے گا یا آج اس پر فیصلہ سنا دیا جائے گا۔

جناب سپیکر : جی آپ کے تشریف نہ لانے کی وجہ سے اس کو آج پینڈنگ کیا ہے اس سے پہلے اس پر بات ہوئی ہے۔ مجھے "دی نیوز" کے ایڈیٹر نے ایک مراسلہ لکھا ہے اور اس کا میں نے ایوان میں ذکر کیا ہے۔ تو اب آپ سے مزید بات کریں گے۔ آج اس کو پینڈنگ کر دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : یہ ایک تحریک التوائے کا نمبر 46 ہے۔ اب اس پر ہم ریزولیوشن کر چکے ہیں۔ تو اس کو adjournment motion کا subject matter بنانا کسی لحاظ سے بھی مناسب نہ ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میری ایک تحریک التوائے کار نمبر 40 ہے۔

جناب سپیکر : سیٹھی صاحب! آپ کی یہ تحریک التوائے کار نمبر 40 جو ہے یہ رول 67 سے ہٹ ہوتی ہے۔ اس کے لیے لاء اینڈ آرڈر پر ڈسکشن کے لیے ہم ایام مقرر کر چکے ہیں۔ اس میں آپ اس معاملے پر بات کر سکتے ہیں۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 40 جو ہے یہ رول 168 کے زمرے میں آتی ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 42 کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جناب سپیکر : یہ بھی اس ضمن میں آتی ہے۔ کہ جب لاء اینڈ آرڈر پر دن مقرر ہو چکے ہوں تو لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ معاملات تحاریک التوائے کار کا subject matter نہیں بنتے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! میں تو تحریک التوائے کار نمبر 42 کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر : کیا یہ سیلاب کے بارے میں ہے؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : نہیں جناب والا! یہ ایک واقعہ کے بارے میں ہے جو specific ہے۔

جناب سپیکر : تحریک التوائے کار نمبر 46 رول 168 کی زد میں آتی ہے کہ اسمبلی میں اگر ایک معاملہ پر کوئی فیصلہ ہو چکا ہو یا ریزولیوشن ہو چکا ہو تو اس کا تحریک التوائے کار کی صورت میں ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا۔ تحریک التوائے کار نمبر 46 کو disallow کرتا ہوں اس لیے کہ اس پر ریزولیوشن ہو چکا ہے اور

اسے تحریک التوائے کار کی صورت میں پیش نہیں کیا جا سکتا اور تحریک التوئے کار نمبر 42 رول 168 کی زد میں نہیں آتی اور یہ specific matter ہے اور یہ لاء اینڈ آرڈر میں cover نہیں ہوتا اس لیے میں آپ کو اسے پیش کرنے کی اجازت دوں گا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! کیا اسے پیش کرنے کی اجازت ہے ؟

جناب سپیکر : جی ارشاد فرمایئے!

چیئرمین پی پی پی کی ملتان آمد پر مسلم لیگی کارکنان کا احتجاجی مظاہرہ

جناب ارشاد حسین سیٹھی : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" و دیگر اخبارات میں مورخہ 24 ستمبر کو یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی قائد محترمہ بے نظیر بھٹو کی ملتان آمد پر مسلم لیگی کارکنوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ توڑ پھوڑ کی اور درجنوں گاڑیوں کو نقصان پہنچایا۔ اور اس طرح خبر کی مکمل تفصیل ہم راہ الف ہے۔ چونکہ مسلم لیگی حکومت کی ایماء پر مسلم لیگی کارکنان نے غیر اخلاقی اور غیر جمہوری طرز عمل کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس سے عوام میں شدید غصہ اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہٰذا معاملہ اس بات کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے معاملہ زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر : اس بارے میں کیا وزیر قانون صاحب ارشاد فرمانا پسند فرمائیں گے کہ یہ پہلے folded تھا اور یہ impression تھا کہ یہ لیک اپ نہیں ہوگی۔ اس پر اگر آپ کچھ وقت لینا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔

وزیر قانون : کچھ وقت عنایت فرما دیا جائے۔

جناب سپیکر : تو اس کو مؤخر کر لیتے ہیں۔

وزیر قانون : جی اسے آپ مؤخر کر دیں۔

جناب سپیکر : سیٹھی صاحب اسے مؤخر کر لیتے ہیں۔ وزیر قانون صاحب اسے غور دیکھنے کے بعد اپنا

مؤقف ایوان میں پیش کریں گے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! اس کے لیے ایک دو روز کا وقت مقرر کیا جائے۔

جناب سپیکر : یہ ایک یا دو روز میں ہی آجائے گا اس کے بارے میں کل بھی پوچھیں گے پرسوں بھی پوچھیں گے۔

اگلی تحریک التوائے کار نمبر 47 ہے۔

ملک امان اللہ : (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب سپیکر! کل میں نے سیٹھی صاحب سے ایک سوال کیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ اس کا کل جواب دیں گے۔ میں نے ان سے پوچھا تھا کہ اسلام میں اگر اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو کیا عورت امیر المومنین بن سکتی ہے؟

جناب سپیکر : تحریک التوائے کار نمبر 47 جناب فرید احمد پراچہ اور محمد حنیف چودھری صاحب کی طرف سے ہے کون صاحب اسے پیش کریں گے۔

ادویات کی قیمتوں میں اضافہ

جناب فرید احمد پراچہ : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ اطلاعات کے مطابق تھوک کی منڈی میں جان بچانے والی اور ضروری ادویات کی قیمتوں میں پچاس سے چھ سو فی صد اضافہ ہو گیا ہے۔ بارہ سے زائد قیمتی ادویات کی قیمتیں بھی بڑھ گئی ہیں۔ جو عام استعمال کی ہیں۔ بعض ادویات مکمل طور پر غائب ہو چکی ہیں۔ جس سے عام شہری اور مریض شدید پریشان ہیں۔ حکومت نے گزشتہ برس ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جو فارماسیوٹیکل فرموں تھوک فروشوں اور خوردہ فروشوں کے مطالبات کو مد نظر رکھ کر ادویات کی قیمتوں کو موزوں رکھنے کی تدابیر اختیار کرے۔ لیکن تاحال اس کمیٹی کی رپورٹ سامنے نہیں آسکی۔ صورت حال کا تقاضا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم مسئلہ کو زیر بحث لایا جائے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! میری بھی اس سے ملتی جلتی تحریک التوائے کار نمبر 35 ہے۔

جناب سپیکر : کیا وہ اس سے ملتی جلتی ہے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جی جناب والا!

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب! آپ کی یہ تحریک التوائے کار 35 تحریک التوائے کار نمبر 47 سے ملتی جلتی نہیں وہ اور subject matter سے متعلقہ ہے اور یہ اور subject matter سے متعلقہ ہے۔ اور وہ lapse کر گئی ہے اس لیے کہ اس سے ملتی جلتی ایک تحریک التوائے کار پچھلے اجلاس میں پیش کی گئی تھی۔ اس لیے یہ پیش نہیں ہو سکتی تو تحریک التوائے کار نمبر 47 فرید احمد پراچہ صاحب پیش کر چکے ہیں۔ اس پر کیا وزیر صحت کچھ ارشاد فرمائیں گے۔

وزیر صحت : جناب والا! یہ جو تحریک التوائے کار نمبر 47 پیش کی گئی ہے یہ پراونشل سبجیکٹ نہیں اور یہ فیڈرل سبجیکٹ ہے اور ڈرگ ایکٹ 1976ء کی دفعہ 12 تحت کے وفاقی حکومت زیادہ سے زیادہ قیمتوں کا تعین کرتی ہے۔ اور اسی طرح ڈرگ ایکٹ 43 اور 45 کے تحت اس کی مناسب قیمتوں پر فراہمی کے بارے میں بھی قواعد بنانا وفاقی حکومت کا کام ہے۔ اس سلسلے میں صوبائی حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اور ہم قیمتوں کے بارے میں کوئی تعین نہیں کرتے۔ تو جناب والا! یہ فیڈرل سبجیکٹ ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ فاضل رکن اسمبلی کو اسے پریس نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ اگر ان کے پاس کوئی تجاویز ہوں وہ مجھ تک پہنچائیں تاکہ میں وفاقی حکومت تک پہنچا سکوں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بہت سارے اہم معاملات ایسے ہیں کہ جن کا تعلق صوبہ پنجاب کے عوام کے ساتھ ہے اور صوبہ پنجاب ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور وفاقی حکومت کی تشکیل میں بھی سب سے بڑا حصہ صوبہ پنجاب کا ہے۔ اس لحاظ سے صرف ایک جملہ کہہ کر کہ جی! یہ وفاقی حکومت کا مسئلہ ہے اور اس میں وفاقی حکومت ذمہ دار ہے۔ اپنی ذمہ داریوں سے بری الذمہ نہیں ہوا جا سکتا۔ اس میں وزیر موصوف یہ بیان کر سکتے تھے کہ ہم نے کیا اقدامات کئے ہیں۔ حکومت کو کیا متوجہ کیا ہے اگر ادویات مہنگی ہیں اور خاص طور پر جان بچانے والی ادویات مہنگی ہیں اور وہ دن بدن مہنگی ہو رہی ہیں اور عام آدمی پریشان ہے مریض پریشان ہے۔ تو جناب والا! اس کا حل کس طرح سے کیا گیا ہے محض اسے فیڈرل مسئلہ کہہ کر اس سے پہلو تہی نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا اس معاملے پر بحث ہونی چاہیے اور یہ تحریک التوا کا صحیح موضوع ہے کہ جس پر بات کی جانی چاہیے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب! آپ اس تحریک التوائے کار پر خیال آرائی فرمانا چاہتے ہیں؟

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! اسی کے متعلق میں جناب کی رہ نمائی چاہتا ہوں کہ ضابطہ نمبر 67 (ج) یہ کہتا ہے کہ "تحریک کا تعلق کسی ایسے معاملے سے ہو جو براہ راست حکومت سے یا حکومت کے زیر اہتمام از راہ قانون تشکیل کردہ ادارہ جات سے متعلق ہو یا ایسے معاملے سے ہو۔ جس سے حکومت کا کافی حد تک مالی مفاد وابستہ ہو۔"

تو میں اس معزز ایوان سے یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ وہ لوگ جن کو اپنی قابلیت اور اپنی اہلیت کا دعویٰ ہے جب اس معزز ایوان کے اندر تحریک پیش کرتے ہیں تو انہیں ضابطہ کا خیال رکھ کے پیش کرنا چاہیے۔ اگر وہ ضابطہ سے ہٹ کر بات کریں گے تو میرے خیال میں یہ ایوان کے وقار کے منافی ہے۔ اور اس سلسلہ میں میں جناب کی رہ نمائی چاہوں گا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میں یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ شیخ صاحب کی سیٹ بدلی ہے یا شیخ صاحب نے پارٹی بھی بدل لی ہے۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب کی سیٹ تبدیل ہوئی ہے۔ اور اب حسن اتفاق سے رولز کی تصحیح کرنے والے ایک ہی لائن میں آگئے ہیں۔-------فرید احمد پراچہ چودھری محمد حنیف صاحب کی تحریک التوائے کار جس کو انہوں نے نہایت عمدہ انداز میں پیش کیا اور اس پہ خیال آرائی فرمائی۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس کو بحث کے لیے منظور نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ وفاقی موضوع سے متعلقہ ہے۔ اس پر صوبائی حکومت کوئی دست اندازی نہیں لے سکتی۔ اس لیے میں اسے خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔ اور اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! میں تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک استحقاق نمبر 18 پیش کردہ میاں محمود احمد ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کی جائے

جناب سپیکر : راجہ خلیق اللہ خان صاحب یہ تحریک پیش کرتے ہیں کہ تحریک استحقاق نمبر 18 پیش کردہ میاں محمود احمد ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔ (تحریک منظور ہوئی)

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک استحقاق نمبر 2 پیش کردہ میاں محمود الرشید ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کی جائے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ تحریک استحقاق نمبر 2 پیش کردہ میاں محمود الرشید ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1992 ء تک توسیع کی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر، میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک استحاق نمبر 43 پیش کردہ جناب ارشاد حسین سیٹھی ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ تحریک استحقاق نمبر 43 پیش کردہ جناب ارشاد حسین سیٹھی کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپوٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

راجہ خلیق اللہ خان : میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک استحقاق نمبر 27 پیش کردہ چودھری محمد فاروق ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ تحریک استحقاق نمبر 27 پیش کردہ چوہدری محمد فاروق ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1992ء

تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

مسودہ قانون

جناب سپیکر : اب ہم غیر سرکاری کارروائی کو لیتے ہیں۔ پہلے مسودہ قانون پیش ہوگا جو کہ رانا اکرام ربانی صاحب کی طرف سے ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! میں ذاتی نکتہ وضاحت پہ مختصر سی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : جی رانا صاحب' فرمایئے!

رانا اکرام ربانی : جناب والا' کل کی کارروائی کے دوران میرا نام لے کے تبصرہ کیا تھا کہ ان کو بھی اسمبلی کی کارروائی میں حصہ لینے اور وقت کا پابند کیا جائے۔ اس سے میرا مقصد کوئی حث کا نہیں ہے۔ میں صرف ریکارڈ کی درستی کے لیے کہ انہوں نے میرے بارے میں کوئی ایسا تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ میں کارروائی میں دلچسپی نہیں لیتا۔ جناب سپیکر' اسمبلی کا ریکارڈ' آپ خود اور ڈاکٹر وسیم اختر صاحب جو اس وقت تشریف نہیں رکھتے اس چیز کے گواہ ہیں کہ میں نے تیز بخار کی حالت میں بھی بطور ایم پی اے اور بطور قائد حزب اختلاف اپنا فرض پورا کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ان کے تبصرے کے بعد میرا یہ جواب ریکارڈ کی درستی کے لیے کارروائی کا حصہ بنے۔

جناب سپیکر : شکریہ رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر' میں نے تو ملک اقبال احمد خان لنگڑیال سے دل لگی کی تھی۔ وہ رانا صاحب کو ناگوار گزری ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ ایوان اس بات کا شاہد ہے کہ رانا صاحب بڑی باقاعدگی کے ساتھ ایوان میں تشریف لاتے ہیں۔ انہیں اور مجھے ہر لحاظ سے ہی ایوان میں آنا چاہیے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ رانا صاحب اجلاس کی کارروائی میں تشریف نہیں لاتے۔

جناب سپیکر : محترم وزیر قانون نے قائد حزب اختلاف کے بارے میں جو بات کی تھی اس کے لیے انہوں نے خود ہی فرما دیا ہے کہ میں نے دل لگی کی تھی۔ اور اس پہ وہ سنجیدہ نہیں تھے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے دل لگانا کب سے سیکھا ہے۔

جناب سپیکر : رانا اکرام ربانی خان صاحب!

مسودہ قانون (ترمیم) مالیہ اراضی پنجاب مصدرہ 1992ء

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ مسودہ قانون (ترمیم) مالیہ اراضی پنجاب بابت 1992ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ مسودہ قانون (ترمیم) مالیہ اراضی پنجاب بابت 1992ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے

وزیر قانون : I oppose it.MR SPEAKER:

it is opposed by Minister for Law.

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! یہ جو لینڈ ریونیو ایکٹ میں' میں نے ترمیم پیش کی ہے یہ بڑی اہم ترمیم ہے۔ جناب والا! ہمارا ملک عمومی طور پر ..... (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: ORDER PLEASE, ORDER PLEASE

The honourable Members may like to have their seats please.

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ ترمیم جو میں نے لینڈ ریونیو ایکٹ میں پیش کی ہے یہ اس لحاظ سے بہت ہی اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے ذریعے سے میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ کاشت کاری جو پاکستان کا in general اور صوبہ پنجاب کا in particular ایک بہت ہی اہم شعبہ ہے اور کاشت کار بہت ہی اہم طبقہ ہے۔ جناب سپیکر! اس ایوان میں زیادہ تر لوگ اس شعبے سے اس طبقے سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھتے ہیں۔ اور ہمارے مشاہدے میں یہ چیز ہر روز آتی ہے کہ چھوٹے کاشت کاروں کے ذمہ حکومت کے اگر معمولی سے واجبات بھی ہوں تو ان کی وصولی کے لیے جو طریق کار اختیار کیا جاتا ہے وہ بہت humilative ہوتا ہے۔

(قطع کلامیاں)

رانا اکرام ربانی : میرے خیال میں یہ اراکین ایوان کی کارروائی میں سنجیدہ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز! آرڈر پلیز! یہ وقت غیر سرکاری ارکان کی کارروائی کے لیے مخصوص ہے۔ معزز اراکین سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ سنجیدگی سے اس میں حصہ لیں۔ کیوں کہ غیر سرکاری کارروائی جو ہے یہ آپ کی کارروائی ہے۔ لہذا معزز اراکین اسمبلی اس میں توجہ اور دلچسپی سے حصہ لیں۔

شیخ محمد طاہر رشید صاحب : پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

شیخ محمد طاہر رشید صاحب : پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! اس معزز ایوان میں 240 ارکان تشریف فرما ہیں اور سوائے رانا اکرام ربانی صاحب کے کبھی کسی اور معزز رکن کو یہ نہیں کہنا پڑتا کہ House in order نہیں۔ اور یہ بات میں نے متعدد بار چیئر کی خدمت میں گزاری ہے کہ کیا یہ صرف چیئر کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہاؤس کو in order کرے یا کہ مقرر کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ہاؤس کی دلچسپی کے لیے اپنی بات کے اندر اتنا وزن اور دلیل پیدا کرے۔

MR. SPEAKER:

I am sorry, this is not a point of order.

میاں گوہر فرید احمد خان مانیکا : پوائنٹ آف آرڈر' جناب سپیکر!

جناب سپیکر : جی ارشاد فرمائیے۔

میاں گوہر فرید احمد خان مانیکا : جناب سپیکر! ابھی شیخ محمد طاہر رشید صاحب نے فرمایا ہے کہ ہاؤس میں 240 ارکان ہیں جبکہ ہاؤس میں 248 ہیں یہ اپنی تصحیح فرمالیں۔

جناب سپیکر : آپ نے صحیح فرمایا ہے۔ جی رانا اکرام ربانی خان صاحب!

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! اس چیز کی وضاحت تو ایک رکن نے کر دی ہے لیکن میں ریکارڈ کی درستی کے لیے اور شیخ صاحب کی اطلاع کے لیے کہوں گا کہ یہاں پر اکثر ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے جس میں چیئر کو کہنا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس ایوان کے اراکین کی ایک بھاری اکثریت زرعی شعبہ سے

indirectly اور directly تعلق رکھتی ہے۔ اور میں اسی سلسلہ میں اپنے point of view کو ذرا اراکین پر واضح کرنے کی عرض کر رہا تھا کہ ہم نے یہ اکثر دیکھا ہے کہ کاشت کاروں کے ذمے بڑی معمولی رقومات کی وصولی کے لیے جو طریق کار اختیار کیا جاتا ہے وہ بہت humilative ہوتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں یہ ایوان اس بات کا گواہ ہے' پاکستان کی سیاسی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ 1977ء کے بعد نوازنے کا جو عمل اس ملک میں شروع ہوا اور جس نے ہماری اقتصادیات پر اتنا برا اثر ڈالا ہے کہ جس کو سنبھالا دینے کے لیے شاید ہمیں ایک جنریشن اور اس کی منصوبہ بندی کے لیے دینی پڑے گی۔ جناب والا! کروڑوں' اربوں روپے کے جو لون (loan) تھے وہ right off کر دیے گئے۔ یہ ترمیم جس کے ذریعے سے اس شعبہ سے تعلق رکھنے والے اکثریتی لوگوں کو جن کی جنس کے پیسے' جن کی فصل کے پیسے مختلف ملوں کے پاس' مختلف middlemen کے پاس اور مختلف اداروں کے پاس رہتے ہیں اور انھیں ان کی وصولی کے لیے بھی اس humilative process سے گزرنا پڑتا ہے جس میں انھیں 10 / 20 / 50 / 100 روپیہ کے سرکاری واجبات ادا کرنے کے لیے گزرنا پڑتا ہے اور پھر اپنی ہی رقم واپس لینے کے لیے۔ یہ اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور ہماری معاشیات کا ایک بڑا بوجھ یہ شعبہ برداشت کرتا ہے۔ جناب سپیکر! اس ترمیم کے ذریعے سے میں نے صرف یہ تجویز کیا تھا کہ لینڈ ریونیو ایکٹ کا سیکشن 114 ہے اس میں :

114 the following sums may be so recovered, namely:-

(a), (b), (c), (d), (e)

اس کے اندر میں نے یہ ترمیم پیش کی تھی کہ ان واجبات کے ساتھ ہی جو recoveries زمینداروں کی طرف :

Sums payable to growers by mill owners, purchasing agents or others on account of price of their agriculture produce, sugar cane, rice, cotton or wheat, as the case may be.

جناب والا! جہاں پر یہ اس شعبے کو ایک incentive دینے کی بات ہو گی' جہاں پر اس ایک اہم شعبے کو encourage کرنے کی بات ہو گی وہاں پر اس ایوان میں بیٹھے ہوئے لوگ جس میں وزراء بھی شامل

ہیں' مشیر بھی شامل ہیں اور معزز اراکین بھی شامل ہیں وہ اپنے ضمیر کی آواز کے سامنے بھی مطمئن ہو جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے حلقہ انتخاب میں رہنے والے بھاری ووٹرز کے سامنے بھی سرخرو ہو جائیں گے کہ اس ترمیم کے ذریعے سے پنجاب اسمبلی نے کاشت کاروں کو وہ تحفظ فراہم کیا ہے۔ which was long due میں اس موقع پر اس کی ذمہ داری کسی پر نہیں ڈالنا چاہتا۔ کیونکہ میں ایک صاف دل کے ساتھ یہ چاہتا ہوں کہ اس ترمیم کو نہ صرف پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ بلکہ اس کو پاس بھی کیا جائے تاکہ پنجاب اسمبلی آئندہ آنے والی نسلوں کے سامنے' اس نسل کے سامنے' پاکستان کی اقتصادیات کے سامنے سرخرو ہو سکے۔ کیونکہ یہ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم آنے والی نسل کو آج سے بہتر پاکستان اور آج سے بہتر پنجاب دے کر جائیں۔ اس فرض کی ادائیگی بھی اس ترمیم' اس بل کو پاس کرنے کا ایک ذریعہ بنے گی۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ وزیر قانون نے اس کو کیوں oppose کیا ہے؟ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ میں زیادہ سے زیادہ اس بات کی توقع کرتا تھا کہ وزیر قانون یہ کہیں گے کہ ہم اسے گورنمنٹ بل کی شکل میں لے آئیں گے تاکہ اس کا کریڈٹ گورنمنٹ کو چلا جائے کیونکہ یہاں پر یہی exercise ہے۔ میں نے بھی کبھی اس پر insist نہیں کیا۔ چونکہ مقصد یہ ہے کہ اس شعبے کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ جناب سپیکر! مجھے اس سے بڑا افسوس اور دکھ ہوا ہے۔ جناب والا! یہاں پر ایک تحریک استحقاق پیش ہوئی جس میں ایک کالم کے حوالے سے یہ کہا گیا کہ انھوں نے لوگوں کو یہ کہا ہے۔ میں اس تحریک استحقاق پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ کہیں پھر ایک کالم پنجاب اسمبلی کے اراکین کے اوپر نہ لکھا جائے کہ جب کاشت کاروں کو تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کی گئی تو اس ایوان کے فلور پر اس وقت کے اراکین نے اور حکومت نے اسے sup-port نہیں کیا۔ اس کے بعد ہم کاشت کار طبقے کے سامنے کیا جواب دیں گے۔ جبکہ ہمارے mostly members کی constituencies اس طبقے پر مشتمل ہیں۔ لہذا میں وزیر قانون اور ایوان سے گزارش کروں گا کہ اس مسئلے کو حکومت اور اپوزیشن کی انا کا مسئلہ نہ بنائیں یہ ایک بڑے اہم شعبے' اہم طبقے سے تعلق رکھنے والی بڑی اہم ترمیم ہے۔ شکریہ

وزیر قانون : جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف صاحب نے اس بل کے ذریعے یہ تجویز فرمائی ہے کہ جو طریقہ کار public money کی recovery کے لیے بطور ARREAS OF LAND REVENUE کے طور پر اختیار کیا گیا ہے وہی پرائیویٹ لوگوں کے لیے بھی وضع کیا جائے۔ تو میں

سمجھتا ہوں کہ اس سے ایک پنڈورہ باکس کھل جائے گا اگر آپ یہ طریقہ کار agriculturist کے لیے وضع کریں گے تو پھر صنعت کار کے لیے وضع کیوں نہیں کرتے تو پھر آپ یہ طریقہ کار کسی عام آدمی کے لیے کیوں نہیں وضع کریں گے تو یہ discriminatory ہو جائے گا اور discrimination کا آئین سے تصادم ہوگا۔ اس لحاظ سے یہ قانون بن ہی نہیں سکتا۔ جناب والا! AREAS OF LAND REVENUE کے لیے گورنمنٹ نے ایک طریقہ کار رکھا ہوا ہے صرف سرکاری واجبات کے لیے' پرائیویٹ واجبات کے لیے آپ کی عدالتیں موجود ہیں۔ اگر ہم یہ بات اس طرح کر لیں تو پھر جو سول عدالتیں ہیں وہ بالکل redundant ہو جائیں گی ان کے پاس کوئی کام ہی نہیں ہوگا تو اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف کا جو بل ہے یہ کسی بھی لحاظ سے قابل عمل نہیں ہے اور اس کو مسترد فرمایا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے کہ مسودہ قانون ترمیم مالیہ اراضی پنجاب بابت 1992ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ جو اس تحریک کے حق میں ہیں وہ "ہاں" کہیں' جو اس کے خلاف ہیں وہ "نہ" کہیں۔

میرے خیال میں فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے اور "تحریک نامنظور ہوتی ہے"

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب سپیکر : اب ہم Resolutions take up کرتے ہیں یہ قرارداد ریاض قیانہ صاحب کی طرف سے ہے تشریف نہیں رکھتے ہیں یہ lapse ہو جائے گی۔ دوسری قرارداد ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب کی طرف سے ہے۔

صوبے میں مزید یونیورسٹیوں کا قیام

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبہ پنجاب میں مزید یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ موجودہ ڈھانچہ پر بوجھ کم کر کے تعلیم کے میدان میں بہتر نتائج حاصل کیے جا سکیں۔

میاں منظور احمد موہل : (پوائنٹ آف آرڈر) جناب والا! قراردادوں میں reasoning نہیں ہوتی۔ میں اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر جو گزارش کرنا چاہتا ہوں کیونکہ فاضل رکن ملک اقبال احمد خان لنگڑیال نے یہاں پر جو قرارداد پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبہ پنجاب میں مزید یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اگر یہاں تک کہتے تو میرے خیال میں درست بات تھی آگے انہوں نے reasoning & arguments دیئے ہیں تاکہ موجودہ ڈھانچہ پر بوجھ کم کر کے تعلیم کے میدان میں بہتر نتائج حاصل کیے جا سکیں۔ جناب والا! یہ بات آگے تقریر میں تو آسکتی ہے لیکن قرارداد میں نہیں آتی جناب والا! میں رول کا حوالہ دوں گا یہ Chapter 1 Resolutions ہے

Rule 93.

(1) A resolution shall be in the form of declaration of opinion by the Assembly.

(2) It shall be clearly and precisely expressed and shall raise substantially one definite issue.

(3) It shall not contain arguments, inferences, ironical expressions or defamatory statements, nor shall in his official or public capacity.

جناب والا ان کا مقصد اس سے بھی حل ہو جاتا ہے کہ صوبہ پنجاب میں مزید یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔ آگے جو بات ہے وہ اس قرارداد میں نہیں آسکتی۔

According to Rules of Procedure of this Assembly Sir, this is my point of order.

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! پیشتر اس کے کہ آپ اس پر کوئی رولنگ دیں میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے It shall not contain arguments اس میں اگر reasons کا ذکر ہوتا تو پھر اس پہ sub-section (4) apply ہو سکتا تھا ظاہر ہے کہ انہوں نے arguments تو تقریر میں دینے تھے۔ اگر اس کی ضرورت محسوس ہو تو۔ اس میں انہوں نے arguments نہیں دیے

reasons بتائی ہے جیسے اس سے پہلے قراردادمیں اگر حکومت کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تو' تاکہ غریب اور مظلوم طبقے کے حقوق کی نگہداشت کی جاسکے۔ جناب والا! اس ایوان میں سینکڑوں نہیں ہزاروں قراردادیں پیش ہوئیں پاس ہوئیں یا مسترد ہوئیں اس میں کم از کم یہ وجہ بیان نہیں کی گئی کہ اس قرارداد کو پیش کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی اس کے بعد arguments میں.....

میاں منظور احمد مولہ : جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ جو صحیح صورت حال ہے کیونکہ جو بات definite ہو اور اس کو strictly اور straightwordly کیا جائے تو میرے نقطۂ نظر میں یہ بات arguments میں آتی ہے اسی طرح آگے تیسری اور پانچویں قراردادیں ہیں۔ صرف چوتھی قرارداد میرے نقطۂ نظر میں ٹھیک ہے وہ علی حسن رضا قاضی صاحب کی طرف سے ہے انہوں نے لکھا ہے کہ حکومت پنجاب سرکاری زمین پر موروثی کاشت کرنے والوں کو مالکانہ حقوق دے دے' بس اگر آگے وہ بھی arguments دیتے reasoning دیتے یہ ہونا چاہیے وہ ہونا چاہیے یہ بات تو آگے تقریر میں آتی ہے۔

جناب سپیکر : اس میں ایک بات تو یہ ہے کہ جو جناب مولہ صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے یہ قرارداد جس وقت ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب نے پڑھا ہے اس کے بعد مجھے اس کو repeat کرنا تھا۔ میرے repeat کرنے سے پہلے اس پہ مولہ صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ اس میں جو details آئی ہیں وہ رولز کی requirement پوری نہیں ہوتیں تو میرے خیال میں repeat ہونے کے بعد اس پہ پوائنٹ آف آرڈر آنا چاہیے تھا قرارداد آئی ہے میں اس کو repeat کر لیتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس پہ میاں منظور احمد مولہ صاحب نے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا کہ یہ قرارداد جو ہے' کہ صوبہ پنجاب میں مزید یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ موجودہ ڈھانچہ پر بوجھ کم کر کے تعلیم کے میدان میں بہتر نتائج حاصل کیے جاسکیں۔ اس قسم کی جو فالتو تحریر ہے اس کی ضرورت نہیں ہے اور یہ رولز کی requirement پوری نہیں کرتی۔ اس پہ رانا اکرام ربانی خان صاحب نے اظہار خیال فرمایا ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ قرارداد کے مدعا کو اور اس کے مقصد کو ظاہر کرنے کے لیے اس کی supporting تحریر کا کوئی حرج نہیں اور وہ ہونا ضروری ہے تاکہ قرارداد کا مدعا ظاہر ہو سکے تو جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس پہ arguments نہیں ہونی چاہیے تو یہ رولز میں ظاہر ہے کہ

It shall not contain arguments inferences, ironical expressions or defamatory statements, nor shall it refer to the conduct or character of a person except in his official or public capacity. تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن میں اس بات پہ اتفاق کرتا ہوں کہ قرارداد کا مقصد اور مدعا بیان کرنے کے لیے اس سلسلے میں اگر ایک دو sentences یا زیادہ sentences اس کے مدعا کو اجاگر کرنے کے لیے دیے جائیں تو یہ violation کی rules نہیں تو یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ صوبہ پنجاب میں مزید یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ موجودہ ڈھانچہ پر بوجھ کم کر کے تعلیم کے میدان میں بہتر نتائج حاصل کیے جا سکیں۔

LAW MINISTER: I oppose it, Sir!

جناب سپیکر : ملک صاحب! اس پر کچھ ارشاد فرمائیں گے ؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ حزب مخالف کے بنچوں سے جتنی بھی اچھی بات کی جائے انہوں نے اس کی مخالفت ضرور کرنی ہوتی ہے میرے خیال میں یہ ان کا اپنا ایک طریقہ کار ہے۔ یہ ریزولیوشن دینے کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ ہمارے ہاں شرح خواندگی بہت کم ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ اگر تجزیہ کیا جائے یا دوسرے ممالک کے ساتھ تجزیہ کیا جائے تو ہمارا نمبر ایک سو سواں ہے۔ جناب والا! علاقے جو صوبہ پنجاب کے دارالخلافہ سے دور ہیں یعنی ڈی جی خان یا بہاول پور جیسے پس ماندہ شہر یا دوسرے ایسے ڈویژن جہاں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ انہیں تعلیمی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں حکومت پرائمری، ہائی اور مڈل سکول بھی کھول رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب بچے سکولوں کالجوں سے پڑھ کر نکلتے ہیں تو ان کو پھر یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے لیے جانا پڑتا ہے۔ عام طور پر طالب علم لاہور کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ جو پنجاب یونیورسٹی ہے اس پر اتنا زیادہ بوجھ ہو گیا ہے کہ ابھی پچھلے ہی دنوں سینٹ کی میٹنگ ہوئی اور اس میں یہ بتایا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ پنجاب یونیورسٹی کا بوجھ کم کیا جائے اور ایسے علاقے جو دور افتادہ ہیں اور یونیورسٹیوں کی ضرورت ہے وہاں پر یونیورسٹیاں قائم کی جائیں۔ جناب سپیکر! ہمارے یہاں پر جو دیہاتی بچے' طلباء آتے ہیں ان کو یہاں رکھنے کے لیے بھی مشکلات ہوتی ہیں اور وہ بچے اپنے گھروں سے بھی دور ہو جاتے ہیں' اس لحاظ سے

ڈویژن کی سطح پر یا ان اضلاع میں جہاں یونیورسٹیوں کے قیام کی ضرورت ہے وہاں اگر یونیورسٹیاں بنا دی جائیں تو میرے خیال میں یہ ایک انتہائی احسن اقدام ہوگا۔ شکریہ

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! اس قرارداد کے حق میں میں بھی اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : اس پر آپ کچھ اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں تو فرمائیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم0

جناب سپیکر! میں اس قرارداد کے حق میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک نہایت اہم موضوع ہے اور مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آئی کہ اس کی مخالفت کس بنیاد پر کی گئی ہے۔ یہاں صورت حال یہ ہے کہ مفاد عامہ سے متعلق کوئی بھی قرارداد ہو اس کا تعلق چاہے صوبے کے عوام کے مفاد سے کتنا ہی تعلق کیوں نہ ہو' پس منظر میں جتنے بھی دلائل ہوں تب بھی صرف اس لئے اس کی مخالفت کی جاتی ہے کہ یہ پرائیویٹ ممبرز کی طرف سے آئی ہے میں نے یہاں لفظ پرائیویٹ ممبرز کا استعمال کیا ہے' اپوزیشن کا نہیں کیا' کیونکہ اگر حکومتی بنچوں کی طرف سے بھی اگر مفاد عامہ کی کوئی قرارداد آتی ہے تو اس کی بھی مخالفت کی جاتی ہے اور شاید چند ہی قراردادیں ایسی ہیں کہ جو اس دربار میں بازیابی حاصل کر سکتی ہیں۔ یہاں اس وقت جو قرارداد زیر غور ہے' یعنی صوبے میں یونیورسٹیوں میں اضافہ کیا جائے۔ اس کے حق میں بے شمار دلائل ہیں۔ صوبہ پنجاب میں ایک طویل عرصہ سے یونیورسٹیوں میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ جب کہ اس دوران صوبہ سندھ میں 6 نئی یونیورسٹیاں بنی ہیں پنجاب میں آخری یونیورسٹی کے قیام کے بعد سے صوبہ سندھ میں 6 نئی یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ پنجاب میں یونیورسٹیوں کی یہ صورت حال ہے کہ اس وقت پنجاب یونیورسٹی میں 11 ہزار طالب علم پڑھتے تھے' جناب والا! یہ طالب علموں کی اتنی بڑی تعداد ہے جو صرف ایک یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ اس بات کا کوئی اہتمام نہیں کہ جو طلباء کی تعداد اس قدر بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں طالب علم داخلوں سے محروم رہتے ہیں اس کی طرف کوئی سوچ وچار کی جائے۔ خواتین یونیورسٹی کا بھی وعدہ کیا گیا اس کے متعلق بار بار اعلانات بھی کئے گئے اس کے بارے میں خود وزیراعظم نے اعلان کیا اس کے بارے میں وزیراعلیٰ نے اعلان کیا لیکن ابھی تک یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ

خواتین یونیورسٹی کا قیام کہاں پر ہے ؟اور اس کا قیام کیوں نہیں عمل میں لایا جا رہا۔ جناب سپیکر! یہ بات بہت اہم ہے کہ یہاں پر زیادہ سے زیادہ جامعات ہوں' زیادہ سے زیادہ تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں' پرائمری ایجوکیشن پر بھی زور دیا جائے لیکن یونیورسٹی کی تعلیم جو بہت ہی اہمیت رکھتی ہے اور وہ آخری مرحلہ ہے اس میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو سہولت بہم پہنچائی جائے اور اس میں یکسانیت ہو۔ اگر یہ وفاقی حکومت کا سبجیکٹ ہے تو وفاقی حکومت کو اس میں پورے طور پر اعتدال اور توازن رکھنا چاہیے۔ اگر صوبہ سرحد میں نئی یونیورسٹیاں کھل سکتی ہیں اگر صوبہ سندھ میں نئی یونیورسٹیاں کھل سکتی ہیں تو پھر صوبہ پنجاب میں نئی یونیورسٹیاں کیوں نہیں کھل سکتیں ؟اور کیوں نہیں' صوبہ پنجاب میں توجہ دی جاتی ؟اس لحاظ سے یہ اہم قرارداد ہے۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ اس قرارداد کو منظور کیا جائے اور اس ایوان کے تمام معزز اراکین سے بھی یہ گزارش کروں گا کہ آپ میں سے ہر ایک کے علاقے کا مسئلہ ہے' آپ کے علاقے کے اندر اگر یونیورسٹی قائم ہوتی ہے' سرگودھا ڈویژن میں قائم ہوتی ہے یا بہاول پور میں قائم ہوتی ہے' ملتان میں یا راولپنڈی ڈویژن میں قائم ہوتی ہے تو یہ آپ کے علاقے کے لوگوں کے مسائل ہیں ان کے مسائل حل ہوں گے آپ صرف حکومتی بنچوں پر بیٹھنے کی وجہ سے ایسی قراردادوں پر بھی زور سے نہ کہہ دیتے ہیں تو آپ کم از کم ان لوگوں کو تو خیال رکھیں کہ جنہوں نے آپ کو ووٹ دیے ہیں' جنہوں نے آپ کی تائید کی ہے اور جنہوں نے آپ کو اس معزز ایوان تک پہنچایا ہے۔ ان کے مفادات کا اور ان کی مشکلات کا آپ خیال رکھیں جنہیں پنجاب یونیورسٹی میں داخلے کے لیے یا دوسری بڑی یونیورسٹیوں میں داخلے کے لیے جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور اس کے باوجود داخلے نہیں ملتے۔ آپ داخلے ملنے والوں اور نہ ملنے والوں کا اگر تناسب دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ایک اور پانچ کا تناسب ہے' یعنی جو داخلوں سے محروم رہتے ہیں وہ پانچ گنا ہیں ان سے جن کو داخلے ملتے ہیں۔ خود ان اعداد و شمار سے ہی یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہمیں نئی یونیورسٹیوں کی ضرورت ہے۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس قرارداد کو منظور کیا جائے' اس معزز ایوان سے، آپ سے وزیر قانون سے بھی اور وزیر تعلیم سے بھی گزارش کروں گا کہ اس قرارداد کو منظور کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! اس ضمن میں میں بھی کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر : ارشاد فرمائیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! صحیح صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف ہمارے ملک میں تعلیم پر جو خرچ کیا جاتا ہے وہ دنیا میں تقریباً ہمارا نمبر ایک سو سواں ہے۔ یعنی ہم اس پر اتنی کم رقم خرچ کرتے ہیں۔ دوسری طرف جناب سپیکر! صورت حال یہ ہے کہ باقاعدہ ایک افسر شاہی کی سازش کے تحت میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے نظام تعلیم کو درجات میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ افسر شاہی کا ایک طبقہ یہ چاہتا ہے کہ قوم کے نونہال پرائمری سے اوپر تعلیم ہی حاصل نہ کر سکیں اور ایک طبقہ ایسا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اگر یہ نوجوان اپنے زور بازو کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے چلے گئے اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ پہلے ہی جہاں اس بات کی کمی ہے یعنی سکول بھی بہت کم ہیں کالج بھی بہت کم ہیں' تو جناب سپیکر! جو لوگ بڑی محنت کے ساتھ اپنے بچوں کو تعلیم دلوا کر اس قابل کرتے ہیں کہ وہ کالجوں کے بعد یونیورسٹیوں میں داخلہ لے سکیں اور وہاں پر تعلیم حاصل کر سکیں تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہاں پر ایک ایسا ذہن موجود ہے جو کسی طور پر بھی یہ نہیں چاہتا کہ ہمارا ملک آج کے جدید سائنسی دور میں شامل ہو۔ ہمارا نوجوان بھی آج کا جدید علم حاصل کر سکے اور دنیا کی اس دوڑ میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قرارداد کی مخالفت جس انداز میں کی جا رہی ہے کہ یونیورسٹیوں کا قیام نہیں ہونا چاہیے یہ انتہائی افسوس ناک ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات اس معزز ایوان کے لیے معزز اراکین کے لیے بھی بڑی باعث شرم ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر تعلیم جیسے معاملے پر جس پر قوموں کی بنیاد ہوتی ہے۔ جناب سپیکر! روشنی کا مینار ہی تعلیم ہے۔ اس لیے یونیورسٹیوں کا قیام نہ صرف انتہائی اچھا ہے۔ بلکہ اس ملک کی ضرورت بھی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے نوجوان جو کالج کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد یونیورسٹیوں میں جانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ داخلوں سے محروم رہتے ہیں۔ جناب والا! ان کا مستقبل بہت تاریک ہو جاتا ہے۔ ان گھرانوں کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔

جو بڑی محنت کے بعد ان نوجوانوں کو یہاں تک لاتے ہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس قرارداد کی مخالفت کسی بھی رکن اسمبلی کو زیب نہیں دیتی۔ بلکہ اس کے لیے ان وسائل کو بروئے کار لانے کے لیے کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس ملک میں مزید یونیورسٹیاں خصوصاً پنجاب میں اس قرارداد کے مطابق مزید یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں آسکے۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ اس قرارداد

کو منظور کیا جانا چاہیے۔ اور اس کے بارے میں انتہائی تیزی کے ساتھ پیش رفت ہونی چاہیے کہ اس کو قابل عمل بنانے کے لیے جو تجاویز ہیں وہ سامنے لائی جائیں۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر : رانا صاحب! ارشاد فرمائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! میں اس سلسلے میں مختصر گزارش کروں گا کہ میں اپنے بھائی فرید پراچہ صاحب اور ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی باتوں کی تائید کرتے ہوئے کہ لٹریسی ریٹ شرح خواندگی ہمارے ملک میں بہت کم ہے' موجودہ حکومت اس اس ملک کے ہر شہری کی یہ خواہش ہے کہ شرح خواندگی کا ریٹ بڑھایا جائے۔ اور اس سلسلے میں پرائمری سکولوں اور کالجوں کی تعداد کا بڑھایا جانا بھی ضروری ہے۔ اور اس کے بعد پھر یونیورسٹیوں کی بات آتی ہے۔ دراصل لاء منسٹر صاحب نے پچھلے دو مہینوں سے گزشتہ سیشن سے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہوا ہے کہ مفاد عامہ میں پیش ہونے والی قراردادوں کا تعلق اگر کسی ایسے ممبر سے ہے جو کہ حکومتی بنچز سے ہیں تو وہ ان کو باہر ہی اس بات پہ آمادہ کر لیتے ہیں کہ وہ وقت پہ غیر حاضر ہو جائیں تاکہ وہ قرارداد پیش ہی نہ ہو سکے۔ اگر کوئی قرارداد اپوزیشن ممبر کی طرف سے پیش ہوتی ہے تو وہ اس کا جائزہ لیے بغیر' اسے دیکھے بغیر' اسے پڑھے بغیر وہ اس کو oppose کر دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج اس قرارداد کو اس ایوان سے پذیرائی نہیں ملتی تو اس پر ایک انتہائی برا تاثر پیدا ہو گا۔ کہ شائد صوبہ پنجاب میں مزید یونیورسٹیوں کی ضرورت ہی نہیں۔ حالانکہ موجودہ حکومت بھی اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے پچھلے چند سالوں سے اس بات پر متفق ہے کہ خواتین کی یونیورسٹی بنائی جائے یا مزید یونیورسٹیاں بنائی جائیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ لاء منسٹر صاحب ایجوکیشن کے بارے میں جو پالیسیاں ہیں ان سے بھی آگاہ نہیں ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اس قرارداد کی مخالفت کر دی ہے اسے اپوز کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ اس صوبے کی انتہائی ضرورت ہے وقت کی ضرورت ہے' یہاں پر یونیورسٹیاں بننی چاہیں' اور ہم ان کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے' اور اس کے بغیر ہم اگلی صدی کے چیلنج کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو اس لیے میں لاء منسٹر صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنے طرز عمل پہ غور کرتے ہوئے ذرا اس قرارداد کو پڑھ لیں' وہ اس کے سیاق و سباق کا جائزہ لے لیں اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے حکومت کو embarrassment feel ہو۔ بلکہ یہ ایک بہتر قرارداد ہے اس کے پاس ہونے سے میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کی عزت میں بھی اضافہ ہو گا اور اس حکومت کو بھی

اس سلسلے میں appreciation ہی ملے گی اس میں کوئی embarrassment نہیں ہوگی۔ شکریہ!

جناب سپیکر : جی شیخ صاحب! آپ اس قرارداد پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جی حضور۔

جناب سپیکر : بسم اللہ کیجئے۔

شیخ محمد طاہر رشید : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! میرے اپوزیشن کے دوستوں نے آج جس انداز میں اس قرارداد کے حق میں دلائل دیئے ہیں میں بہت پریشان بیٹھا تھا کہ تصویر کا ایسا رخ اس ایوان کے سامنے پیش کیا جارہا ہے جس میں کوئی حقیقت نہیں۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ تعلیمی اداروں کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر : جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! کوئی آدمی ایوان میں پریشان بیٹھا ہو تو اس کے بارے میں میں سمجھتا ہوں کہ وہ آدمی جو پریشان بیٹھا ہے اس کے بارے میں ہمیں یہ سن کر دکھ پہنچا ہے کہ دوبارہ علاج کے بعد بھی اگر ان کی ابھی تک پریشانی نہیں گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس قرارداد کے بارے میں درست بات نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے براہ کرم اگر ان کو تیسری دفعہ بھی علاج کے لیے سفارش کریں تو ہم اس کے لیے تیار ہیں کہ ان کو علاج کے لیے مزید اخراجات دیئے جائیں۔

رانا ثناء اللہ خان : پوائنٹ آف آرڈر۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! کیا پوائنٹ آف آرڈر پہ پوئنٹ آف آرڈر ہو سکتا ہے۔ پہلے ایک نمٹ لے۔ جناب سپیکر! اگر آپ کے پاس ان کا علاج نہیں ہے تو طاہر رشید کے پاس ان کا علاج ہے اگر اجازت ہو تو میں ان کا علاج کروں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! پوئنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی رانا صاحب! پوائنٹ آف آرڈر۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! گزارش یہ ہے کہ میرے بھائی شیخ طاہر رشید صاحب جو ہیں انہوں نے

قرارداد کے حق میں بات کرنا شروع نہیں کی بلکہ وہ اپوز کر رہے ہیں جبکہ انہوں نے پہلے اپوز نہیں کیا تھا۔ جہاں تک ان کے علاج کا تعلق ہے تو اب ان کا علاج یہیں اپنے ملک میں ممکن ہے۔ فاؤنٹین ہاؤس بنا ہوا ہے اور ڈاکٹر رشید صاحب بڑے ماہر ہیں۔ اب ان کا علاج ان شاء اللہ تعالیٰ یہیں لاہور ہی میں ہو جائے گا باہر بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

MR. SPEAKER: I am sorry this is not a point of order.

شیخ صاحب! آپ اپنی قرارداد کے بارے میں ارشاد فرمائیے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ جس انداز میں ہاؤس کو قائل کرنے کی کوشش کی گئی کہ جناب یہاں پر تعلیم کی کمی ہے، تعلیم کی ضرورت ہے تعلیم ضرور ہونی چاہئے اور ایسا ہونا چاہئے اور ویسا ہونا چاہئے۔ ہمیں تو تعلیمی اداروں کی کارکردگی کے اوپر بات کرنی چاہیے۔ جو تعلیمی ادارے پہلے سے کام کر رہے ہیں ان کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے متعلق ان معزز اداروں کے اندر بات ہونی چاہیے۔ جناب والا! جو پہلے تعلیمی ادارے کھولے گئے ہیں ان کے اندر تو کلاشنکوفوں کا راج بنا دیا گیا ہے۔ اب یہ اسی طرح سے ایسے اڈے قائم کروانا چاہتے ہیں، ایسے ادارے کھلوانا چاہتے ہیں جن کے اندر ان کی کلاشنکوف کا راج ہو جائے جس میں پڑھائی کی جائے بچوں کے ہاتھ میں کتاب کی جائے بندوق دی جائے تو میں سمجھتا ہوں جناب والا! ایسے بندوق والے ادارے کھولنا ان کے مفاد میں تو ہو سکتا ہے لیکن قوم کے مفاد میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ملتان کے اندر بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی کام کر رہی ہے۔ اس معزز ایوان میں میں نے متعدد بار یہ گزارش کی ہے کہ ہمارے ہاں انجینئرنگ کالج کی ضرورت ہے، ہمارے ہاں انجینئرنگ کالج کھولا جائے۔ ذکریا یونیورسٹی کے اس شعبے کو جاری کیا جائے جو ملک کے استحکام کے لیے ملک کی بقا کی لیے ملک کی اس نوجوان نسل کو دنیا کے مقابل لانے کے لیے دنیا کی جدید تعلیم کے حصول کے لیے یہ ادارے ضروری ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ نئے ادارے کھولنے کی بات کی جائے اس وقت جو پرانے ادارے چل رہے ہیں ان کو اگر مستحکم کرنے کی بات کی جاتی، یہ قرارداد اس نوعیت کی پیش کی جاتی کہ ان اداروں کو بھی مستحکم کیا جائے اور ان اداروں کے اندر جدید ٹیکنالوجی مہیا کی جائے تو سب سے پہلا آدمی میں ہوتا کہ جو اپوزیشن کی اس قرارداد کے اندر کھڑے ہو کر دلائل دیتا۔ لیکن مجھے بڑا افسوس ہے کہ جس انداز میں اپوزیشن اس معاملے کو ایوان میں

لانا چاہتی ہے۔ جناب والا! وہ صرف سستی شہرت چاہتی ہے کہ صبح اخبار میں سرخی لگی ہوئی ہو کہ جناب یہ تعلیمی ادارے کھلوانا چاہتے اور حکومت والے ان اداروں کو بند کروانا چاہتے تھے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ اعلیٰ لوگ یہ بلند لوگ جن کو اپنی صلاحیتوں کے بہت لمبے چوڑے دعوے ہیں ان کو یہ چاہئے۔

(قطع کلامیاں)

ایک معزز ممبر : ان کا سپیکر بند کر دیا جائے۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! یہ صحیح کہہ رہے ہیں اللہ والوں کو واقعی سپیکر کی ضرورت نہیں ہے اللہ والے تو اللہ والے ہی ہوتے ہیں۔ جناب والا! یہ تو عالم ارواح سے آوازیں سنتے ہیں ان کو سپیکر کی کیا ضرورت ہے۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے معزز ایوان سے یہ گزارش کروں گا کہ خدارا! آگے دوڑ اور پیچھے چوڑ والا کام نہ کریں جو ادارے پہلے سے کھلے ہوئے ہیں ان کو فعال بنانے کے لیے ان کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے اس ایوان میں فکر مہیا کریں۔ شکریہ بڑی مہربانی۔

جناب سپیکر : شکریہ شیخ صاحب۔

چودھری محمد حنیف : جناب والا! شیخ طاہر رشید صاحب نے بڑی متضاد باتیں کی ہیں۔

جناب سپیکر : آپ اس قرارداد پہ بات کرنا چاہتے ہیں یا شیخ طاہر رشید یہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد حنیف : جناب والا! میں اس قرارداد پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ کہ طاہر رشید صاحب کی جتنی گفتگو تھی' پہلے تو یہ ہے کہ وہ قرارداد کو oppose کرنا چاہ رہے تھے وہ بھی نہ کر سکے سوائے اس کے کہ وہ یہ بات کہتے رہے کہ یونیورسٹیوں میں اسلحہ ہے کلاشنکوف ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ کہا کہ ملتان میں یونیورسٹی کی ضرورت ہے' وہاں انجینئرنگ کالج کی ضرورت ہے وہ پوری ہو اور میری بڑی ڈیمانڈ رہی ہے۔ یعنی ابھی تک ان کی سوچ اور ذہن یکساں نہیں ہے ان کے بالکل متضاد بیانات ہیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! اگر مجھے اجازت دیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر : آپ کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں؟------ارشاد۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! تعلیم کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے ایک قرارداد پیش کی گئی۔ جیسے مختلف مواقع پر آپ نے بھی فرمایا ہے کہ آج لگتا ہے کہ فلاں کارروائی کا دن ہے تو میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میرے لیے غالباً آج کی کارروائی حیرت کا دن ہے۔ جناب والا! ہم نے تو اس معاملے میں حکومت کی معاونت کی ہے کہ اگر یہ کسی طرف سے فنڈز کو کٹ کر کے بھی نئی یونیورسٹیاں بنانا چاہیں تو انھیں اپوزیشن کی طرف سے مورل سپورٹ دی جائے۔ دنیا بھر میں تمام ماہرین نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ اور شعبے بھی ہیں لیکن تعلیم ایک ایسا شعبہ ہے جس میں ہر مرحلے پر طلبہ کو ذاتی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ساری دنیا میں اس بات پر کوششیں ہو رہی ہیں کہ سکولوں سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں تک طلبہ کی تعداد کلاس روم میں کم سے کم کی جائے۔ اس کا ذکر ہوتا رہتا ہے کہ حکومت اپنی کارکردگی کے لیے اس ایوان کے سامنے جواب دہ ہے۔ لیکن اس ایوان کے بارے میں حیثیت پنجاب اسمبلی تاثر بڑا ناخوش گوار ہو گا کہ شاید پنجاب اسمبلی تعلیم کے فروغ کے راستے میں ایک رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ ایک تو میرا یہ نکتہ ہے۔ دوسرے میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ پنجاب یونیورسٹی کے سینٹ کا اجلاس کے موقع پر انہوں نے ہمیں یہ بات سمجھانے کی کوشش کی اور اس کی منطق اور اس کی وجہ یہ تھی طلبہ کی تعداد جتنی کم ہو گی' تو انتظامی امور کے تمام شعبوں میں' مثلاً داخلوں کے وقت پریشانی نہیں ہو گی' بوجھ زیادہ نہیں ہو گا' سفارشوں کا ذکر نہیں آئے گا اور رشوت وغیرہ کی بات ہوتی رہتی ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ پھر پڑھائی کا مرحلہ ہے اس میں بھی طلبہ کی تعداد کم ہو گی تو اساتذہ کرام اس پر بہتر طور پر توجہ دے سکیں گے۔ طلبہ کی محدود تعداد کے لیے لائبریری' ریسرچ اور دوسری سہولیات بھی بہتر طریقے سے مہیا کی جا سکیں گی۔ اس کے بعد ایک نہایت اہم شعبہ امتحانات کا ہوتا ہے۔ اگر ایگزامینیشن برانچ پر وزن کم ہو گا تو اس اہم شعبے کے بارے میں جو شکایات ہمارے اور عوام کے سامنے آتی ہیں اس کا بھی سدباب ہو سکے گا۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یونیورسٹیاں عام کرنے کے باوجود ہمیں کافی وقت لگے گا اس ملک کے نظام تعلیم کے بارے میں' ایجوکیشن کے بارے میں جو تاثر جو حقیقت ہمارے سامنے ہے اس کو دور کرنے میں تو ابھی وقت لگے گا۔ لیکن مزید یونیورسٹیوں کا قیام تو ایک پہلا قدم ہے۔ نظام

تعلیم کی اصلاح کے لیے پہلا قدم اٹھانے کے لیے بھی یہ اسمبلی تیار نہیں ہے! جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ کم از کم اس اسمبلی کے ذمے یہ بات نہ آئے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر : میاں شہباز احمد صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں شہباز احمد : شکریہ جناب سپیکر! آپ نے مجھے اس قرارداد پر بولنے کا موقع دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج یہ جو قرارداد اپوزیشن والوں کی طرف سے پیش کی گئی ہے' تو اس ملک میں اور اس صوبے میں جب بھی یونیورسٹیاں بنیں اور اس دور میں بنیں جب اس ملک اور اس صوبے میں مسلم لیگ کی حکومت تھی۔ اس ملک میں پیپلز پارٹی کی بھی حکومت رہی۔ انہوں نے کبھی کوئی یونیورسٹی نہیں بنائی۔ کبھی کوئی کالج نہیں بنایا۔ اور اللہ کی رحمت سے تمام دوست اس بات سے اتفاق کریں گے کہ جب بھی اس ملک یا اس صوبے میں مسلم لیگ کی حکومت آئی تو انہوں نے یونیورسٹیاں' کالج اور ڈویلپمنٹ کے تمام کام کیے۔ آج وہ لوگ اس قرارداد کو پیش کر رہے ہیں جنہوں نے اس ملک میں نہ تو یونیورسٹیاں بنائیں بلکہ نظام تعلیم کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا اور یہاں ایک نیا کلاشنکوف کلچر متعارف کرایا۔ اور لوگ باتیں کر رہے ہیں جنہوں نے پاسبان کو سرفہرست لا کر رکھ دیا۔ اور میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ پاسبان ہمارے نظام تعلیم کو برباد کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہاں پر وہ لوگ پاسبان میں ممبر بنے ہوئے ہیں جو دفعہ "ب" کے بدمعاش ہیں' دس نمبر کے غنڈے ہیں' ہیروئن فروش ہیں اور ناجائز کاروبار کرتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : ارشاد حسین سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! حاجی شہباز صاحب تقریر کر رہے ہیں اور اپنا مؤقف بیان کر رہے ہیں۔ انہیں غیر متعلقہ بات نہیں چاہیے۔ "پاسبان" کا تعلق اس قرارداد کے ساتھ کس طرح وابستہ کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر : درست بات ہے۔ میاں صاحب! متعلقہ بات کرنی چاہیے۔

میاں شہباز احمد : پاسبان کا تعلق پنجاب یونیورسٹی سے ہے۔ اب آپ کرباٹھ کا معاملہ دیکھیں۔

جناب سپیکر : میاں صاحب! بات کسی مباحثے کی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک قرارداد ہے کہ

یونیورسٹیاں قائم کی جائیں۔

آپ جس بھی انداز میں اس کی مخالفت کریں لیکن وہ انداز دھمہ ہونا چاہیے۔ وہ انداز مباحثے کا نہیں ہونا چاہیے ڈیبیٹ میں حصہ لینے کا ایک انداز ہونا چاہیے۔

میاں شہباز احمد : لوگ میری آواز سنیں گے کہ اس ملک میں اور اس صوبے میں کیا ہو رہا ہے۔ آج اگر ہم آنکھیں بند کر لیں گے تو کل کو وہی لوگ جو اس ملک میں بد دیانتی کر رہے ہیں اور برے کام کر رہے ہیں ان کی پشت پناہی ہو رہی ہے۔ اور اس پشت پناہی سے غنڈہ ازم پیدا ہو گا۔ یونیورسٹیوں کا نظام تعلیم برباد ہو گا۔ یہ جو نئی تحریکیں چلا رہے ہیں اور جس سے صوبے کا نظام تعلیم خراب کر رہے ہیں' میں چاہتا ہوں کہ ہمیں اس سے صوبے کو بچانا چاہیے۔ ہم اس چیز پر عمل کرتے ہیں جو ہمارے نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ہمیں علم حاصل کرنے کے لیے چین بھی جانا پڑے تو ہم جائیں۔ ہم ان شاء اللہ چاہتے ہیں کہ اس صوبے میں یونیورسٹیاں بنیں۔ لیکن اس سے پہلے ہمیں صوبے کے وسائل اور ہر چیز کو مد نظر رکھنا پڑے گا۔ یونیورسٹیاں بڑھاتے جائیں اور اس کو چلانے والا نظام کوئی نہ ہو۔ سب سے پہلے اس نظام کو درست کیا جائے پھر یونیورسٹیاں بنائی جائیں۔ میں بھی اس حق میں ہوں کہ صوبے میں یونیورسٹیاں بننی چاہئیں۔

جناب سپیکر : شکریہ۔ جناب لاء منسٹر اس پر کچھ فرمانا چاہتے ہیں ؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! میرے اپوزیشن کے فاضل اراکین نے میرے اپوز کرنے کے عمل کو اس انداز میں لیا ہے کہ جیسے ملک میں شرح خواندگی کو وہ بڑھانا چاہتے ہیں اور حکومت اس کو کم کرنا چاہتی ہے۔ جناب والا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہماری حکومت نے وہ تمام اقدامات کیے ہیں اور اپنے محدود وسائل کے باوجود کر رہی ہے جس سے ہماری شرح خواندگی میں maximum اضافہ ہو۔ اس سلسلے میں جناب والا کے نوٹس میں ہے کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا قیام سر فہرست ہے۔ کیونکہ تعلیم کی شرح کو بڑھانے کے لیے صرف حکومت اکیلی اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتی جب تک کہ پرائیویٹ اداروں کی بھی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔ جناب والا! قرارداد یہ دی گئی ہے کہ یونیورسٹیوں کا قیام کیا جائے۔ یہ کہہ دینا بڑا آسان کام ہے کہ یونیورسٹیوں کا قیام کیا جائے۔ موجودہ ہماری جتنی یونیورسٹیاں چل رہی ہیں وہ ساری خسارے میں چل رہی ہیں۔ یونیورسٹی گرانٹس کمشن وفاقی حکومت کے ماتحت آتا ہے وہ ان کو پیسے دیتا ہے۔ ان کے پاس وسائل کی اتنی کمی ہے کہ آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اگر اس کی تفصیلات میں

جائیں تو اس کے لیے کافی وقت درکار ہے۔ جناب والا! ہماری حکومت نظام تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے indirectly کوشش کر رہی ہے۔ یونیورسٹی میں کیا ہوتا ہے؟ یونیورسٹی میں یہی ہوتا ہے جو کہ public importance کی بات ہوتی ہے کہ ایم۔اے کی کلاسیں شروع کی جاتی ہیں۔ تو اس سلسلے میں حکومت نے تقریباً 37 بوائز اینڈ گرلز کالج ایسے ہیں جن میں پوسٹ گریجویٹ کلاسوں کا اہتمام کیا ہے۔ جناب والا! اس طریقے سے فیصل آباد میں ایک یونیورسٹی کے قیام کے لیے حکومت کے زیر غور ایک تجویز ہے۔ اور خواتین کی یونیورسٹی کے لیے feasibility رپورٹ تیار ہو چکی ہے۔ فیصل آباد میں بھی نئی یونیورسٹی کے قیام کے لیے رپورٹ تیار کی جا رہی ہے۔ اور جب تک فنڈز کی فراہمی یقینی نہ ہو اس وقت تک میں سمجھتا ہوں کہ اس پر عمل درآمد کرنا ممکن نہیں ہوگا کہ جو بات ہم recommend کر دیں۔ متفقہ طور پر ایوان recommend کر دے اور وہ پھر وسائل کی کمی کی وجہ سے کولڈ سٹوریج میں پڑ جائے۔ اور اس پر عمل درآمد نہ ہو سکے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ہمارے ہاؤس کے وقار میں بھی اضافہ نہیں ہوتا۔ تو ان حالات کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ جو پہلی یونیورسٹیاں ہیں ان کو مستحکم کرنا اور ان میں جو خامیاں ہیں اور ان میں جو فنانشل کمی ہے اس کو پورا کرنے کے بعد ہی یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ جو پہلی یونیورسٹیاں ہیں ان کی تو ہم صحیح معنوں میں مدد نہ کر سکیں تو نئی یونیورسٹی کون سے وسائل سے قائم کریں گے۔ یہ وسائل یونیورسٹی گرانٹ کمشن نے دینے ہیں۔ پہلے جتنی ہماری یونیورسٹیاں ہیں ان کے لیے یونیورسٹی گرانٹ کمشن کے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ وہ دے سکے۔ جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ دو یونیورسٹیوں کے متعلق گورنمنٹ already active consideration میں ہے یعنی فیصل آباد یونیورسٹی اور ویمن یونیورسٹی کا کیس active consideration میں ہے۔ ان حالات کے پیش نظر مزید یونیورسٹیوں کا قیام ممکن نہیں ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی' جناب فرید احمد پراچہ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس موضوع سے متعلق وزیر ایوان میں موجود ہو تو انہیں اس کا جواب دینا چاہیے۔ اس لحاظ سے محترم وزیر قانون صاحب نے جو جواب دیا ہے وہ قواعد کے مطابق نہیں۔ اور انہوں نے اس پر اس وزیر صاحب سے بھی زیادتی کی ہے۔ انہیں اس

کا جواب دینا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر : ویسے normal routine میں فرید احمد پراچہ صاحب کی بات سے میں اتفاق کروں گا کہ متعلقہ وزیر کو ہی جواب دینا چاہیے لیکن اس بارے میں چونکہ قانون سازی ہو رہی ہے اور وزیر قانون صاحب نے اس کو اپوز کیا ہے اس لیے انہوں نے اس کا جواب دیا ہے۔

تو اب یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے :

کہ صوبہ پنجاب میں مزید یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ موجودہ ڈھانچہ پر بوجھ کم کر کے تعلیم کے میدان میں بہتر نتائج حاصل کیے جا سکیں۔

رانا ثناء اللہ خان : پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر محنت (راجہ محمد خالد خان) : جناب سپیکر! میں اس بارے میں آپ سے وضاحت چاہوں گا کہ جب سپیکر ایوان سے مخاطب ہوں تو کوئی معزز رکن پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہو سکتا ہے ؟

جناب سپیکر : جی نہیں ہو سکتا۔ راجہ محمد خالد خان صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔

رانا ثناء اللہ خان : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی رانا ثناء اللہ خان پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ وزیر قانون صاحب نے اپنی تقریر میں نہ صرف یہ کہ اس قرارداد کو اپوز نہیں کیا بلکہ اس کی تائید کرتے ہوئے یہ کہا کہ دو یونیورسٹیوں کا قیام actively زیر غور ہے۔ تو اس بنیاد پر فیصلہ ہو چکا ہے اور ہاں والوں کے حق میں ہو چکا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اب گنتی کی ضرورت نہیں ہے تو جیسا فیصلہ ایوان نے کیا ہے اس کے مطابق آپ فیصلہ فرمائیں۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ اس میں میری خاموشی کا بھی مطلب یہی تھا کہ مجھے آوازوں سے یوں معلوم ہوا ہے کہ جیسے فیصلہ "ہاں" والوں کے حق میں ہے لیکن وزیر قانون صاحب اس پر اصرار فرما رہے ہیں کہ "نہیں" فیصلہ تو نہ والوں کے حق میں ہے اور وہ بڑے پرزور طریقے سے بات کر رہے ہیں کہ فیصلہ نہ والوں کے حق میں ہے۔ اس لیے جو صاحبان اس قرارداد کے حق میں ہیں وہ اپنی نشستوں

میں کھڑے ہو جائیں۔(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے معزز اراکین اپنی نشستوں میں کھڑے ہو گئے) جی تشریف رکھیں۔ اب جو صاحبان اس قرارداد کی مخالفت میں ہیں وہ اپنی نشستوں میں کھڑے ہو جائیں۔(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کے معزز اراکین اپنی نشستوں پر کھڑے ہو گئے) تو فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے۔ تو قرارداد نامنظور ہوتی ہے۔ (تحریک نامنظور ہوئی)

اگلی قرارداد میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے ہے۔ میاں محمود الرشید صاحب اپنی قرارداد پیش کریں گے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! وزیر تعلیم بھی اس ایوان میں موجود ہیں۔۔ تو میں آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ پچھلے اجلاس میں نظام تعلیم پر عام بحث کے لیے دن مختص کر دیئے گئے تھے لیکن سیلاب کی وجہ سے چونکہ ایک abnormal situation پیدا ہوئی اور ہاؤس prorogue کرنا پڑا۔ لیکن اس کے بعد اس کی continuation کے سلسلے میں جو دوبارہ ایجنڈا یا شیڈول ہمیں دیا گیا ہے اس میں ایجوکیشن کے لیے کوئی دن مختص نہیں کیا گیا۔ یہ تجاویز ہماری طرف سے جناب سپیکر اس لیے آتی ہیں کہ نظام میں جہاں کہیں بھی کوئی بے قاعدگی یا خامی موجود ہو اس کی اس ایوان میں نشان دہی ہو سکے اور گورنمنٹ کو ایک اشارہ مل سکے یا ان کی guidence ہو سکے۔

جناب سپیکر : رانا صاحب! آپ یہ propose کرتے ہیں کہ حالیہ اجلاس میں ایجوکیشن کو زیر بحث لایا جائے؟

رانا اکرام ربانی : جی ہاں۔

جناب سپیکر : یہ معاملہ ہم separately take up کر لیں گے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! آج کے بعد تو زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر : وزیر قانون صاحب سے اور وزیر تعلیم سے separately اس کو take up کر لیں گے۔ اگلی قرارداد میاں محمود الرشید صاحب کی ہے۔ جی میاں صاحب!

وزیر تعلیم (جناب پیر سنر عثمان ابراہیم) : جناب والا! میں personal explanation پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : جناب وزیر تعلیم personal explanation پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! ابھی فاضل رکن جناب فرید پراچہ صاحب فرما رہے تھے کہ وزیر تعلیم ہاؤس میں بیٹھے ہیں تو ان کی موجودگی میں وزیر قانون صاحب کو اس قرارداد کو defend نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ انہوں نے as a matter of policy defend کیا ہے۔ میں اس پر بولنا چاہتا تھا لیکن چونکہ انہوں نے اپوز کیا تھا اور ہم نے آپس میں یہی فیصلہ کیا تھا کہ وزیر قانون صاحب اس کو defend کریں گے۔ اور جہاں تک انہوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جب ہمارے فاضل اراکین کھڑے ہوئے تو انہوں نے آوازیں کسنے کی کوشش کی ہے تو جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے یہ نہیں کہا کہ ہم یونیورسٹیاں نہیں بنانا چاہتے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن اپنے وسائل میں رہتے ہوئے جو پہلے یونیورسٹیاں قائم ہیں ان کو وسائل سے نکالنا بھی چاہتے ہیں اور اپنے وسائل میں رہتے ہوئے ہم آئندہ یونیورسٹیاں بنا رہے ہیں۔ انہوں نے دو یونیورسٹیوں کا حوالہ دیا ہے اور میں ایک تیسری یونیورسٹی کا بھی حوالہ دینا چاہتا ہوں جو شاید ان کے علم میں نہیں ہے۔ لیکن actively ہم اس پر کام کر رہے ہیں یہ یونیورسٹی ٹیکسلا انجینئرنگ کالج کو نیشنل ماڈل یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں (نعرہ ہائے تحسین) اس پر باقاعدہ کام ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کہا کہ 37 کالجوں میں پوسٹ گریجویٹ کلاسز ہیں۔ اور میں آج کل بلکہ اس ہفتے ایک میٹنگ بلا رہا ہوں۔ جس میں ہم مزید کوئی تیس چالیس کالجوں میں پوسٹ گریجویٹ کلاسز پورے پنجاب میں شروع کرنا چاہتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) تو جناب سپیکر! یہ صرف میں نے ریکارڈ کی درستی کے لیے باتیں کی ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر : اب ہم ریزولیوشنز پر آجائیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! میں ان کے حوالے سے پوائنٹ آف آرڈر پر ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی وزیر تعلیم صاحب نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ ہم یونیورسٹیاں کھولنے کے خلاف نہیں ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اپوزیشن کی طرف سے یہ تجویز آتی ہے تو ہم اس کی مخالفت کریں گے۔

مخالفت برائے مخالفت' ہمارا مقصد تو یہ تھا کہ مزید یونیورسٹیاں کھولی جائیں۔ حکومت بھی یہی چاہتی ہے کہ ہم یونیورسٹیاں کھول رہے ہیں تو پھر مخالفت کس بات کی ہے؟ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ کس بات کی یہ مخالفت کر رہے ہیں؟ یہی بات ہم اپنی طرف سے کہنا چاہتے ہیں اور اس کی وہ مخالفت کر رہے ہیں اور اپنی طرف سے یہ فرما رہے ہیں کہ ہم یونیورسٹیاں کھول رہے ہیں۔

جناب سپیکر : جی' ڈاکٹر صاحب! شکریہ۔ اس پر ڈیبیٹ ختم ہو چکی ہے اب اس پر مزید کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ اگلا ریزولیوشن میاں محمود الرشید صاحب کا ہے۔ جی' میاں صاحب! فرمائیے۔

شاہراہ قائداعظم لاہور پر جلسے جلوسوں اور مظاہروں پر پابندی

میاں محمود الرشید : اس ایوان کی رائے ہے کہ "صوبائی حکومت شاہراہ قائداعظم (مال روڈ) لاہور پر ہر قسم کے جلسے' جلوسوں اور مظاہروں پر مکمل پابندی لگا دے اور ایسے مقاصد کے لیے مینار پاکستان یا کسی اور کشادہ مقام کو استعمال کرنے کا اہتمام کیا جائے"۔

جناب سپیکر : یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ "صوبائی حکومت شاہراہ قائداعظم (مال روڈ) لاہور پر ہر قسم کے جلسے' جلوسوں اور مظاہروں پر مکمل پابندی لگا دے اور ایسے مقاصد کے لیے مینار پاکستان یا کسی اور کشادہ مقام کو استعمال کرنے کا اہتمام کیا جائے۔"

وزیر قانون : جناب سپیکر! اس کو میں سپورٹ کرتا ہوں اور اس سلسلہ میں میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس پر ایوان کا consensus لینے کے لیے اور کوئی قابل عمل اچھی تجویز ایوان میں پیش کرنے کے لیے ایک تو اس پر سیر حاصل بحث کر لی جائے اور جب اس پر بحث ہو جائے تو پھر میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں کہ اپوزیشن اور ٹریژری بنچز کے معزز اراکین کے consensus کے بعد ایک کمیٹی تشکیل دے دیں۔ تاکہ یہ انتہائی اہمیت کی حامل قرار داد جو ہے اس کو قابل عمل بنانے کے لئے وہ اس کی wording میں اگر کوئی مناسب ترمیم یا کوئی ایڈیشن کرنا چاہیں تو کر لیں۔ تو میری آپ کی خدمت میں یہ گزارش ہے اور اس سلسلہ میں اب میں یہ آپ پر اور ایوان پر چھوڑتا ہوں کہ اس پر اگر آپ آج بحث فرمانا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں اور

اگر اس کے لیے ایک مکمل دن بھی آپ مختص فرمادیں تو اس کے لیے بھی میں welcome کروں گا۔ کیونکہ یہ ایک اہم بات ہے۔ اس پر ہم خاص طور پر اپنی طرف سے ایک دن بھی مقرر کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اب یہ میں جناب والا! کی صوابدید پر چھوڑنا چاہتا ہوں کہ جس طرح مناسب سمجھیں' اس طرح کر لیں۔

جناب سپیکر : تو اس سلسلے میں میرے خیال میں پورا دن اس پر مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس ریزولیوشن کو چونکہ میاں محمود الرشید صاحب نے پیش کیا ہے۔ ٹریژری بنچز نے اس کو support کیا ہے۔ لگتا ہے کہ ہاؤس میں by and large اس پر consensus ہو گا۔ لیکن اس پر ایک کمیٹی بنا دی جائے جو کہ ایک کمپری ہنسیو ریزولیوشن ڈرافٹ کرے اور اس کو اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر پیش کیا جائے۔ پھر اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر یہاں ہاؤس میں اس پر سیر حاصل بحث کی جائے اور اگر ضرورت ہوئی تو ہم ایوان کی کارروائی کو مزید بڑھا دیں گے اور اس پر سیر حاصل بحث کریں گے۔ پھر اس روز اس کو adopt کر لیں گے۔ ٹھیک ہے؟

معزز ایوان : ٹھیک ہے۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! اس پر میں نے ایک امنڈمنٹ دی تھی۔

جناب سپیکر : اس میں وہ ساری چیزیں آجائیں گی۔

تو یہ ریزولیوشن میاں محمود الرشید صاحب کا ہے۔ اس ریزولیوشن کو جو ڈرافٹ کرنے والی کمیٹی ہو گی۔ اس میں میاں محمود الرشید صاحب کا نام شامل کیا جاتا ہے۔ میں کہوں گا کہ اپوزیشن کی طرف سے رانا اکرام ربانی صاحب جن کو مناسب سمجھیں۔

رانا اکرام ربانی : رانا ثناء اللہ خان صاحب کو شامل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر : رانا ثناء اللہ خان صاحب کو اس میں شامل کر لیتے ہیں اور ایک اس میں لا منسٹر صاحب ہو جائیں گے۔

چودھری واجد علی خان : جناب! اس میں مجھے شامل کر لیا جائے۔

(قہقہے)

جناب سپیکر : میں چودھری واجد علی خان صاحب سے کہوں گا کہ یہ inprecedented ہے کہ کمیٹی کی تشکیل میں کوئی معزز رکن اپنے آپ کو پیش کرے۔

آوازیں۔ شیم

تو ویسے یہ شیم والی بھی کوئی ایسی بات نہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! میں تائید کرتا ہوں کہ چودھری واجد علی خان صاحب کو شامل کر لیا جائے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! ملک صادق صاحب معزز رکن جو ہیں ان کا مال روڈ پر ہی کاروبار ہے اور یہ اس معاملے میں ہماری زیادہ رہنمائی کر سکتے ہیں۔ آپ ملک صادق صاحب کو اس کمیٹی کا ممبر بنائیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! اگر مجھے صرف تین منٹ دے دیئے جائیں تو شاید ایوان کمیٹی کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر : تو اس میں سردار سکندر حیات ملہی صاحب اور ایس اے حمید صاحب کو شامل کرتے ہیں۔ تو پانچ معزز اراکین پر مشتمل یہ کمیٹی ہو گئی ہے۔

وزیر قانون : ملک صادق صاحب کا سیٹھی صاحب نے نام تجویز کیا ہے ان کو بھی شامل کر لیا جائے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! ملک صادق صاحب مال روڈ پر اکثر متاثر ہوتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ان کو اس کمیٹی میں شامل کیا جائے تو یہ بڑے اچھے انداز میں رہنمائی کر سکتے ہیں۔

میاں شہباز احمد : جناب سپیکر! اس بارے میں' میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ملک صادق صاحب کا وہاں پر پلازہ ہے اور میرا وہاں پر دفتر ہے۔ میرے دفتر کے شیشے اور نیو سائن وغیرہ اکثر توڑ دیے جاتے ہیں اس کے پیش نظر مجھے بھی اس کمیٹی میں شامل کیا جائے۔

چودھری واجد علی خان : جناب! جس بات کی یہ تردید کر رہے تھے وہی بات انہوں نے کہی ہے۔

محترمہ فوزیہ بہرام : جناب سپیکر! میں ایک بات کہنے کی اجازت چاہتی ہوں کہ اس ایوان میں صرف چار خواتین ہیں۔ مسز صادق صاحبہ اپنی گھریلو مصروفیات کی وجہ سے اکثر آتی نہیں۔ جو بھی کمیٹی

تشکیل دی جاتی ہے اکثر خواتین کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ میں یہ چاہوں گی کہ جو بھی کمیٹی بنے ہمیشہ ایک خاتون کو اس میں شامل کیا جائے۔ سمیرا کھریا راج حمید گل میں ان دونوں کا نام تجویز کرتی ہوں کہ ان دونوں میں سے جسے آپ مناسب سمجھیں ایک خاتون کو شامل کر لیں۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! میں ان سے اتفاق کرتا ہوں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! وجود زن سے ہے کائنات میری۔

وزیر زراعت : جناب سپیکر! اجازت ہو تو میں ایک بات عرض کروں۔

جناب سپیکر : جی چودھری محمد اقبال صاحب کوئی تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر زراعت : جناب سپیکر! واقعی یہ بڑی جائز بات ہے کہ پہلے ہی خواتین کا تو وہ کیا کہتے ہیں کہ قحط الرجال والی بات ہے کہ بہت تھوڑی خواتین یہاں موجود ہیں۔ تو جو ہیں بھی اگر ان کی بھی دل شکنی ہو گی تو یہ ٹرینڈ بالکل اچھا نہیں۔ اس پر جناب والا ضرور غور فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : خواتین کے بارے میں قحط الرجال کا لفظ جو ہے وہ ذرا صحیح کر لیجیے۔

چودھری واجد علی خان : قحط النساء کہنا چاہیے۔

جناب سپیکر : تو پانچ صاحبان ہو گئے۔ ایک خاتون رکن کا نام آپ پیش کر رہی ہیں؟

محترمہ فوزیہ بہرام : سمیرا صاحبہ کا نام شامل کر لیں۔

محترمہ سمیرا ربانی کھر : جناب سپیکر! میں فوزیہ بہرام صاحبہ کا نام پیش کرتی ہوں۔

جناب سپیکر : جی بیگم صاحبہ آپ فوزیہ بہرام صاحبہ کا نام پیش کر رہی ہیں۔

محترمہ سمیرا ربانی کھر : جی ہاں!

جناب سپیکر : جی تو ٹھیک ہے۔ فوزیہ بہرام صاحبہ ایک ہو گئیں اور ایک ملک صادق صاحب ہو گئے۔ تو 7 صاحبان پر مشتمل یہ سپیشل کمیٹی اس ریزولیوشن کو ڈرافٹ کرے گی اور اس ریزولیوشن کو اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر ٹیک اپ کیا جائے گا۔

چودھری واجد علی خان : جناب سپیکر! میری تجویز ہے کہ میر بادشاہ خان آفریدی چونکہ اہم

مارکیٹوں کے رکن ہیں' نمائندے ہیں' میر یاد شاہ خان آفریدی کو بھی شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر : اگلی قرارداد جناب علی حسن رضا قاضی صاحب کی طرف سے ہے۔ جناب علی حسن رضا قاضی صاحب۔

سرکاری زمین پر موروثی کاشت کاروں کو مالکانہ حقوق دینا

جناب علی حسن رضا قاضی : اس ایوان کی رائے ہے کہ

"حکومت پنجاب سرکاری زمین پر موروثی کاشت کرنے والوں کو مالکانہ حقوق دے"۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! اس سلسلہ میں میری گزارش یہ ہے کہ اگر میری وضاحت ایوان سن لے تو اس قرارداد کا حکومت پہلے ہی نوٹس لے چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ

"حکومت پنجاب محکمہ نو آبادیات کے مراسلہ مورخہ 19 ستمبر 1992ء کے تحت وہ مالکانہ حقوق خرید سکتے ہیں۔ مالکانہ حقوق کے لیے درخواست دینے کی تاریخ میں حوالہ چٹھی مورخہ 19 ستمبر 1992ء توسیع کر دی گئی ہے جو اب 30 جون 1993ء کو ختم ہو گی۔ اس سلسلہ میں تمام ضلعی افسروں کو اطلاع کر دی گئی ہے۔ چونکہ محکمہ نو آبادیات نے موروثی مزارعین کو حقوق ملکیت حاصل کرنے کی پالیسی وضع کر دی ہے۔ جس کے تحت حق دار موروثی مزارعین حقوق ملکیت حاصل کر سکتے ہیں"۔

جناب سپیکر : اب اس قرارداد پر حکومت نے پہلے ہی عمل درآمد کر دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے پیش نظر یہ اب غیر ضروری ہو گئی ہے۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب! کیا آپ اس قرارداد کے بارے میں کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

حاجی ملک گلاب خان : جناب والا! میں اس موروثی کاشت کرنے والوں کے ضمن میں عرض کروں گا۔

جناب سپیکر : آپ اس پر نہ فرمائیں۔ ابھی اس معاملے کو آگے آنے دیں۔ ابھی تو صرف اس کے محرک ہی اس بارے میں بات کریں گے۔ اگر آپ اس پر بات کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو موقع دوں گا۔ سردار صاحب کیا آپ اس کی مخالفت کرتے ہیں یا اس کی حمایت کرتے ہیں؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! گورنمنٹ نے تو یہ کر دیا ہے اس لئے میں اس کی حمایت کرتا ہوں اس میں اس کی مخالفت کرنے والی تو کوئی بات نہیں۔ اس پر پہلے عمل درآمد ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر : آپ اس کی حمایت کرتے ہیں۔

وزیر قانون : جی' جناب والا! بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ جو چاہتے ہیں وہ تو ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔ جناب والا! میں یہی گزارش کر رہا ہوں کہ جو کچھ یہ فاضل رکن چاہتے ہیں کہ موروثی مزارعین کو حقوق دیئے جائیں۔ جناب والا! حکومت کے مزارعین کے لیے ہم نے نوٹیفکیشن کر دیا ہے۔ اور جو پرائیویٹ زمین کے مزارعین تھے ان کے لیے میں نے اس سیشن میں بل پیش کیا ہے ان کا یہ ریزولیوشن پرائیویٹ مزارعین کے لیے نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ کی زمین اور جو کالونی بیاز میں ہے یہ اس کے بارے میں ہے۔ اس سلسلے میں یہ غیر مؤثر ہو جاتی ہے کیونکہ اس پر عمل درآمد کے لیے حکومت نے پہلے ہی احکامات کر دیئے ہیں اور یہ نوٹیفکیشن میرے پاس موجود ہے۔ تو جناب والا! اس کی یہ پوزیشن ہے۔

جناب سپیکر : نہیں مقصد یہ ہے کہ اقدامات کر دیئے ہیں۔ اب یہ ریزولیوشن آیا ہے۔ اب کیا آپ اس ریزولیوشن کی حمایت کرتے ہیں۔

وزیر قانون : جی بالکل۔ کیونکہ ہم نے جو کچھ کیا ہے یہ بھی وہی چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس کے بارے میں کیا اعتراض ہے۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ تو پھر اسے ایوان میں straight away پیش کر دینا چاہیے۔

وزیر قانون : ٹھیک ہے جی۔

جناب سپیکر : یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ حکومت پنجاب سرکاری زمین پر موروثی کاشت کرنے والوں کو مالکانہ حقوق دے دے۔"

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب سپیکر : اگلی قرارداد ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب کی طرف سے ہے۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب سپیکر .....

جناب سپیکر : حاجی صاحب اگر اس پر بحث والی کوئی بات ہوتی تو آپ کو ضرور وقت دیتا۔ اس کو سارا

ایوان منظور کرتا ہے۔لہٰذا آپ کی بات بھی اس میں شامل ہو گئی۔
اگلی قرارداد ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب کی طرف سے ہے۔
جی ڈاکٹر صاحب! آپ اپنی قرارداد پیش کریں۔

محکمہ انسداد رشوت ستانی کا خاتمہ

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! اس ایوان کی رائے ہے۔
"کہ محکمہ انسداد رشوت ستانی کو فوری طور پر ختم کر دیا جائے کیونکہ یہ محکمہ اپنی افادیت کھو چکا ہے اور ان مقاصد کے حصول میں بری طرح ناکام رہا ہے جن کے لیے اسے تشکیل دیا گیا تھا"
جناب سپیکر : یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ
"محکمہ انسداد رشوت ستانی کو فوری طور پر ختم کر دیا جائے کیونکہ یہ محکمہ اپنی افادیت کھو چکا ہے اور ان مقاصد کے حصول میں بری طرح ناکام رہا ہے جن کے لیے اسے تشکیل دیا گیا تھا۔"
وزیر قانون : جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔
جناب سپیکر : جی ڈاکٹر صاحب! آپ ارشاد فرمائیے۔
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! آج وزیر قانون کا موڈ بڑا خوش گوار تھا اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اس کی مخالفت برائے مخالفت نہیں کریں گے لیکن انہوں نے مفاد عامہ کی اس قرارداد کی خواہ مخواہ مخالفت کی ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔
جناب سپیکر! میں صرف یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ ادارہ صرف اس لیے تشکیل دیا گیا تھا کہ ان تمام محکموں کی نگرانی کی جائے ان کا احتساب کیا جائے ان کی جواب طلبی کی جائے جہاں جہاں رشوت' بدعنوانی اور کرپشن پائی جاتی ہے۔ جناب والا! یہ محکمہ بہت اہم محکمہ اور بڑا ضروری محکمہ تھا اور اس کے لیے حکومت اس بجٹ میں تقریباً ساڑھے تین کروڑ روپیہ مختص کر چکی ہے۔ یہ میرے پاس بجٹ کی کاپی ہے اور اس میں ہر سال بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ پچھلے سال 92-1991ء کے بجٹ میں 27344000 روپیہ مختص کیا گیا تھا پھر اس کو revise کرنے کے بعد 3 کروڑ 50 لاکھ روپیہ اس کے لیے بڑھا دیا گیا اور اب یہ رقم 93-1992ء میں ساڑھے تین کروڑ کے لگ بھگ مختص کی گئی ہے۔ تاکہ اس ادارے کو

خیر و خوبی چلایا جا سکے۔ اور اس کے لیے میں آپ کو یہاں یہ بتانا پسند کروں گا اس کے لیے جو ہمارا اسٹاف ہے اس میں تقریباً 65 فی صد سے 70 فی صد تک ڈپٹی سیکرٹریز' انڈر سیکرٹریز اس کے بعد تمام محکموں کے عملے کے جو رکن ہیں ان کو Ex-officio ایڈیشنل ڈپٹی ڈائریکٹرز اور اسسٹنٹ ڈائریکٹر بنایا گیا ہے اور ہماری establishment کا جو باقی عملہ ہے وہ تقریباً ایک سو سے زیادہ ہے۔ جن میں آٹھ ہمارے جج ہیں' ایڈیشنل ڈائریکٹرز' ڈائریکٹرز ہیں اس کے بعد ڈپٹی ڈائریکٹرز ہیں۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹرز ہیں ایڈمنسٹریٹو آفیسرز ہیں انسپکٹرز ہیں اور دوسرے تیسرے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس ادارے نے اب تک کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے جس کی بنیاد پر ہم یہ کہیں کہ اس ادارے کو واقعی قائم رہنا چاہیے یہ ملک و ملت کی خدمت کر رہا ہے اور یہ اس ملک سے کرپشن رشوت ستانی' بدعنوانی اور اس قسم کی تمام جو خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں ان کی پوری طرح نگرانی کر رہا ہے۔ مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جب آپ اس کی کارکردگی دیکھتے ہیں تو سالوں کے بعد اس کے سامنے ایک کیس پیش ہوتا ہے اور اس کے بعد وہ کیس چلتا رہتا ہے اور یہ معاملہ اب تو یہاں تک آگیا ہے کہ جو رشوت لے کر پھنس گیا ہے وہ رشوت دے کر چھوٹ جاتا ہے اور جو شخص ایک دفعہ پکڑا جاتا ہے وہ اس سے بھاری رشوت دے کر اپنی جان کی خلاصی کرا لیتا ہے۔ اس کے بعد وہ بالکل بچ جاتا ہے جناب سپیکر! کریمنل لاء میں یہ بنیادی مسئلہ ہے کہ جہاں کہیں اس قسم کے جرائم آتے ہیں کہ جن کے جلد از جلد اور فوری حل کی ضرورت پیش آتی ہے وہ کریمنل لاز ہیں اور اگر ان پر فوری توجہ نہ دی جائے اور ان کا فوری حل نہ کیا جائے اور ان کے متعلق فوری فیصلہ نہ دیا جائے تو اس کی ساری افادیت اور اہمیت ختم ہو جاتی ہے ایک کیس دس سال چلتا ہے اور بیس سال چلتا ہے اس دوران شخص مر جاتے ہیں اور ان کا نام و نشان نہیں رہتا۔ اور فائلیں ساری کی ساری غبن ہو جاتی ہیں اس کے بعد اگر آپ کوئی فیصلہ دیتے ہیں اور کوئی فیصلہ سناتے ہیں۔ تو اس کا کیا فائدہ۔ اس کا فائدہ قطعاً نہیں رہتا اور پھر آپ یہ دیکھئے کہ اس محکمے میں پولیس کے بدنام ترین انسپکٹرز کو انکوائری کے لیے مقرر کیا جاتا ہے ان سارے کے سارے لوگوں کی شہرت اچھی نہیں ہوتی ڈائریکٹرز چلاتے رہتے ہیں اور میں آپ کو ثبوت دے سکتا ہوں کہ ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارے اختیار میں قطعاً یہ چیز نہیں کہ ہم اپنی صوابدید کے مطابق اپنی رائے کے مطابق اور اپنے اختیارات استعمال کرنے کے بعد نچلے عملے کو ہم مقرر کر سکیں یا کوئی دیانت دار یا ایمان دار یا اچھی شہرت کے مالک کو ہم اپنے ماتحت کسی

عہدے پر فائز کریں۔ تاکہ جب کبھی ہم اس کی نگرانی کرنا چاہیں یا اس کی جواب طلبی کرنا چاہیں یا اس کو اس بات کا پابند بنائیں کہ چونکہ میں نے تمہیں مقرر کیا تھا اس لیے تم مجھے جواب دہ ہو اس طرح سے ڈر خوف پیدا کرنے کے بعد رشوت اور کرپشن ختم کی جا سکتی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! political interference یہاں پر اس قدر عام ہے اور میں آپ کو پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ مہر جیون خان صاحب جو اس وقت ایڈیشنل چیف سیکرٹری ہیں یہ نہایت دیانت دار آدمی ہیں اور میں ان کی تعریف کرنا چاہتا ہوں وہ چاہتے ہیں کہ اس محکمے کو بہتر بنایا جائے اس سے کرپشن دور کی جائے۔ رشوت ستانی کے گرم بازار کو ختم کیا جائے اور وہ اس سلسلے میں بھرپور کوشش کر رہے ہیں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ political influence بہت زیادہ ہے اور کوئی آدمی یہ نہیں چاہتا کہ واقعی اس محکمے کو پاک اور صاف بنانے کے بعد وہ مقاصد حاصل کیے جائیں جن کے لیے یہ تشکیل دیا گیا تھا اب جناب والا! حالت یہ ہے کہ وہ خود بے بس اور مجبور ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ایسا قانون یا اختیار نہیں۔ جس کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکیں کہ اس محکمے میں جو کرپشن پائی جاتی ہے اس کا ہم خاتمہ کر سکیں' تو جناب والا! جب یہ سب چیزیں مانتے ہیں اور اس کے بعد یہ تسلیم کرتے ہیں کہ محکمہ اپنی افادیت کھو چکا ہے اور ان مقاصد کی تکمیل کے لیے بری طرح ناکام ہو چکا ہے تو اس کو پھر نہیں رکھنا چاہیے جناب والا! اس پر ساڑھے تین کروڑ روپیہ سالانہ خرچ ہو رہا ہے۔ پھر اس کی افادیت کیا ہے۔ کرپشن کس محکمے میں نہیں ہے آپ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ یا کوئی ایسا محکمہ بتا دیجیے۔ جہاں آپ وثوق سے کہہ سکتے ہوں کہ یہاں کرپشن نہیں یہاں رشوت ستانی نہیں ہے۔ یہاں لوگ پیسہ نہیں کھاتے اور اس کا حال یہ ہے کہ ہم نے لوگوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ کوئی اگر ایک لاکھ روپیہ لوٹنا چاہتا ہے تو وہ لوٹ سکتا ہے اور اگر کوئی ایک کروڑ روپیہ لینا چاہتا ہے تو وہ ایک کروڑ لے سکتا ہے اس کو نہ کوئی اسمبلی پوچھ سکتی ہے نہ چیف سیکرٹری اسے پوچھ سکتا ہے۔ نہ وزیر اعلیٰ اسے پوچھ سکتا ہے اور نہ ہی کابینہ اسے پوچھ سکتی ہے یہ کوئی ایک صاحب نہیں۔ پھر ظلم یہ ہے کہ آپ نے اکثر ٹیلی ویژن پر دیکھا ہوگا کہ دکھاتے ہیں کہ جناب انٹی کرپشن والوں نے سونے کے انبار پکڑے اور سونے کی ڈلیاں دکھائی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ اسلحہ پکڑا گیا اور یہ ہیروئن پکڑی گئی۔ لیکن جناب سپیکر! سوال یہ ہے کہ وہ جو ہیروئن رات کو پکڑی جاتی ہے اور دوسرے دن اس کی اخبارات میں سرخیاں لکھی ہیں کہ اتنی مالیت کا اسلحہ' ہیروئن اور سونا سمگل کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ لیکن آج تک کسی

بھی شخص نے کسی اخبار میں یہ سرخی نہیں دیکھی کہ ان لوگوں کو جو رات کو پکڑے گئے تھے کبھی ان کو کوئی سزا ملی ہو تو جناب سپیکر! جس ملک میں یہ کارکردگی ہو کہ رات کو ہیروئن پکڑی جائے' افیون پکڑی جائے' اس کے بعد ناجائز اسلحہ پکڑا جائے۔ اس کے بعد دوسرے دن ان کا کوئی پتہ نہ ہو اور کوئی پرسان حال نہ ہو کہ خدا کے واسطے بتایئے کہ وہ اسلحہ والے کہاں گئے جناب وہ تو رشوت دے کر چھوٹ جاتے ہیں اور اس میں محکمے والے بری طرح سے ملوث ہوتے ہیں اور وہاں آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس محکمہ کی ایک ایمان دار' دیانت دار دیانتدار اور بہتر کارکردگی دکھا سکیں گے۔ میری آپ تمام حضرات سے مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ اس مسئلہ پر غور و فکر کریں کہ یہ محکمہ کوئی مقصد حاصل کر رہا ہے یا نہیں۔ اور اگر نہیں کر رہا تو بہتر ہے کہ یہی پیسہ آپ کسی یونیورسٹی کو دیں۔ ایک طرف آپ فرماتے ہیں کہ یونیورسٹی کے اخراجات پورے کرنے کے لیے ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے۔ لیکن یہ ساڑھے تین کروڑ روپیہ آپ اس محکمہ پر ضائع کرتے ہیں وہ رقم یونیورسٹیوں کو دی جائے تاکہ لوگوں کو تعلیم کی بہتر سہولتیں فراہم ہو سکیں۔ یہ پیسہ خرچ کر کے آپ بتائیں کہ حکومت تعلیم کے لیے کیا کیا کچھ کر رہی ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ بجٹ تقریر میں وزیر خزانہ نے پورے ایوان میں وعدہ کیا کہ ہم محکمہ روزگار کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو ختم کر کے رہیں گے۔ کیونکہ اس کا کوئی جواز نہیں' کوئی مقصد نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ ابھی تک جاری ہے۔ وہ سارا پیسہ جو اس مقصد کے لیے ہم صرف کر رہے ہیں وہ ضائع ہو رہا ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ ان تمام ممبران سے کہا جائے کہ اس کے بارے میں سوچا جائے کہ اس کے بارے میں سوچیں اور اس محکمے کو جلد از جلد ختم کیا جائے تاکہ ہم یہ روپیہ پیسہ کسی اور مقصد کے لیے استعمال کر سکیں۔

جناب سپیکر : پراچہ صاحب! ڈاکٹر صاحب نے اس پہ بڑی جامع اور زبردست انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔

جناب سپیکر : اب کون کون صاحبان اس پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ میں سے ایک صاحب بات کر لیں۔ اگر آپ سب صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں تو پھر پانچ پانچ منٹ مقرر کر لیتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک انتہائی اہم موضوع ہے اور ہمارے معاشرے کا ایک سلگتا ہوا مسئلہ ہے جس پہ آج محترم ڈاکٹر صاحب نے بات کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رشوت اور بد عنوانی کا زہر پورے معاشرے میں سرایت کر چکا ہے اور پورا معاشرہ سخت پریشان ہے اور خاص طور پر وہ لوگ جن کے پاس سفارش نہیں وہ لوگ انتہائی پریشان اور دکھ کے عالم میں ہیں کہ سرکاری محکموں میں جہاں بھی چلے جائیں کہیں بھی رشوت کے بغیر کام نہیں ہوتا اور اسی طرح سرکاری محکموں میں کرپشن اس حد تک سرایت کر چکی ہے کہ کروڑوں روپے ملک کے برباد ہو رہے ہیں۔ اور اس کی بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ ہم اپنی بجٹ تقریر میں بھی اس پر عرض کر چکے ہیں۔ اور اسی طرح جو سوالات کے جوابات یہاں آتے ہیں ان سے بھی یہ بات بے نقاب ہوتی ہے کہ کروڑوں اربوں روپے برباد ہو رہے ہیں اور وہ اس طرح کہ اگر کوئی انٹی کرپشن کا کیس بنتا ہے تو پھر وہ محکمہ خود انسداد رشوت ستانی کے جائے امداد رشوت ستانی بن جاتا ہے اول تو وہاں کوئی کیس پہنچتا ہی نہیں ہے اور وہاں پہنچنے کے لیے رشوت استعمال ہوتی ہے۔ جب وہاں پہنچ جاتا ہے تو رشوت کا ایک نیا باب کھل جاتا ہے۔ جناب سپیکر! پورے معاشرے میں لوگ اتنے پریشان ہیں کہ ان کے مداوے کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ اور صورت حال یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ گزشتہ دنوں ایوان میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ پولیس کے خلاف کتنے کیس انٹی کرپشن کے دائر ہوئے۔ تو بتایا گیا کہ کل 1265 کیس قائم ہوئے۔ اور ان میں سے جو چالان ہوئے ان کی تعداد 472 تھی۔ اور ان چالان ہونے والے مقدموں میں جو سزا پائے ان کی تعداد صرف 8 ہے۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے اور یہ کتنی شرمناک بات ہے کہ انٹی کرپشن کا محکمہ کہ جس پر ساڑھے تین کروڑ روپے خرچ ہوتے ہیں۔ اس میں کل 8 لوگوں کو سزا ہو سکی ہے۔ اور یہ 1265 بھی نہیں تھے۔ یہ دراصل وہ کیس تھے جو پولیس کو رشوت نہ دے سکے اور ان کے کیس بن گئے ورنہ تو سرے سے کیس ہی نہیں بنتا۔ یہ کارکردگی تو میں نے صرف ایک محکمے کی آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے کئی محکمہ جات ہیں کہ جن کے کیس وہاں پہنچتے نہیں ہیں۔ اور پہنچ جاتے ہیں تو پھر وہاں پہ رشوت کا کوئی کنٹرول نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ محکمہ بے معنی ہے۔ اگر باڑ کھیت کو کھانے لگے تو پھر اس باڑ کا کیا فائدہ ہے۔ اگر دوا دی جائے اور اس دوا سے مرض بڑھتا چلا جائے تو پھر اس دوا کا کیا فائدہ ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! اس بارے میں یہ انتہائی اور اہم موضوع بات ہے۔ اور یہ وقت ہے کہ

آج معاشرے سے رشوت اور کرپشن کو ختم کیا جائے۔ آپ عدالتوں میں چلے جائیں' سرکاری دفاتر میں چلے جائیں' کچہریوں میں چلے جائیں وہاں پہ سائلوں کی ایک بے شمار تعداد ہے جو بے آسرا' بے وسیلہ اور پریشان حال اور وہ بد دعائیں دیتے ہیں۔ کہیں ان کی ہی بد دعائیں اس حکومت کو نہ لے ڈوبیں جو رشوت اور کرپشن کو برداشت کرتی چلی جا رہی ہے اور بڑھاتی چلی جا رہی ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میں استدعا کروں گا ایوان سے بھی اور آپ سے بھی کہ اس قرارداد کو منظور کیا جائے اور اس محکمے کو ختم کیا جائے تاکہ یہ ایک سہارا کہ جس کی وجہ سے حکومت کہتی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں یہ تو ختم ہو اور اس بات کا پتا چل سکے کہ ملک کو رشوت اور کرپشن کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

جناب میر بادشاہ خان آفریدی : جناب سپیکر! ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ محکمہ رشوت ستانی کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں رشوت سرایت کر چکی ہے۔ حتیٰ کہ اگر آپ ہسپتال میں اپنے کسی مریض سے ملنے جائیں تو وہاں بھی گیٹ والا آپ سے پانچ روپے لے کر اندر جانے دے گا۔ جناب والا! اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر ڈاکٹر صاحب ایسی تجویز دیتے کہ بجائے محکمہ انسداد رشوت ستانی کو ختم کرنے کے لیے اسے نئے سرے سے منظم کیا جائے تاکہ رشوت کی جو لعنت اس وقت ملک میں پھیل رہی ہے اس کا موثر سدباب ہو سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ اخبارات میں خبریں چھپتی ہیں کہ اتنی ہیروئن پکڑی گئی' اتنا سونا پکڑا گیا لیکن کسی کو سزا نہیں ہوتی۔ جناب والا! یہ آپ کے لیے خوشخبری ہے کہ ہماری حکومت نے ایک بہت بڑی مچھلی پر ہاتھ ڈالا جس کا نام امان اللہ کندی تھا۔ جو ہیروئن باہر سمگل کرنا چاہتا تھا۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اسے سپیشل کورٹ نے عمر قید کی سزا بھی دے دی ہے۔ اور وہ بہت بڑی مچھلی تھی۔ جناب والا! آپ اس بات کو تسلیم کریں کہ ملک میں بیمار بہت ہیں لیکن ہسپتال کم ہیں اگر مریض زیادہ ہیں تو اس کا علاج یہ نہیں کہ ہسپتالوں کو ختم کر دیا جائے بلکہ ہسپتالوں کو موثر بنایا جائے اور ان کی تعداد کو بڑھایا جائے۔ میں جناب سے گذارش کروں گا کہ اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ محکمہ رشوت ستانی کی کارکردگی محض اس وجہ سے اچھی نہیں کہ ان کے ذرائع محدود ہیں تو پھر میں اپیل کروں گا کہ ان کے ذرائع میں اضافہ کیا جائے' اس کی نفری میں اضافہ کیا جائے تاکہ اس

وقت گلی گلی میں جو رشوت خوری ہے اس کا سدباب کیا جا سکے۔ جناب والا! ان محکموں کے پاس وہی لوگ شکایت لے کر جاتے ہیں جو اس رشوت کے معیار پر پورے نہیں اتر سکتے' جو کہ مطلوبہ رشوت نہیں دے سکتے ہیں۔ لیکن جب بھی شکایت جاتی ہے یہ محکمہ حرکت میں آتا ہے۔ ایسے کئی cases ہیں کہ اس محکمہ نے بروقت کارروائی کر کے رشوت کا سدباب کیا ہے۔

جناب والا! اگر ہم سب ان سے تعاون کریں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ محکمہ موثر نہ ہو سکے اور حکومت رشوت کے خاتمہ کے لیے موثر اقدامات نہ کر سکے۔ ہماری حکومت کا motive بھی یہی ہے کہ رشوت کو ختم کیا جائے کیونکہ تمام برائیوں کی جڑ سفارش اور رشوت ہے۔ شکریہ۔ جناب سپیکر!

جناب سپیکر: ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے بہت بروقت یہ قرارداد پیش کی ہے اور اس پر ہمارے وزیر پارلیمانی امور نے بڑی زور سے no کہا ہے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ محکمہ انسداد رشوت ستانی ایک عرصہ سے قائم ہے۔ لیکن رشوت ہر محکمے کے اندر اس طرح سرایت کر چکی ہے کہ اب یہ ایک کینسر کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ اور اب اس کینسر کو دور کرنے کے لیے radical sur-gery کی ضرورت ہے۔ جناب سپیکر! معاشرے کے اندر اس وقت جو ظلم اور ستم ہے' لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال اگر خراب ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ رشوت کسی بھی مقام کے اوپر حقدار کو اس کا حق نہیں ملنے دیتی۔ تھانے کے اندر اگر پرچہ درج کروانا ہو تو رشوت دینی پڑتی ہے۔ جائز اور ناجائز پرچہ خارج کروانا ہو تو رشوت دینی پڑتی ہے۔ عدالت سے اگر انصاف لینا ہو تو رشوت دینی پڑتی ہے۔ جناب والا! ہمارے ہر محکمے کے اندر' نیچے سے لے کر اوپر کی سطح تک رشوت موجود ہے۔ اور اب صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ ہمارے ان جمہوری اداروں کے اندر بھی یہ رشوت داخل ہو چکی ہے۔ اب حکمران پیسے کی بنیاد پر ممبران اسمبلی کو بھی خریدتے ہیں۔ اور اسمبلیوں کے اندر ہارس ٹریڈنگ ہوتی ہے۔ تو جناب سپیکر! جب رشوت کا لیول اس حد تک اوپر چلا جائے کہ یہ وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم لیول تک بھی پہنچ جائے تو پھر یہ بے چارہ چھوٹا سا محکمہ اس کا کیسے سدباب کر سکے گا؟ لہٰذا میری یہ گذارش ہے کہ اس محکمے کو ختم کر کے اس کے متبادل کوئی ایسا بااثر اور مضبوط نظام قائم کیا جائے جو ہارس ٹریڈنگ کرنے والے حکمرانوں پر بھی ہاتھ ڈال سکے تب ہی یہ ممکن ہوگا کہ نیچے تک اس رشوت کا خاتمہ ہو سکے۔

شکریہ' جناب سپیکر!

شیخ محمد طاہر رشید : شکریہ' جناب سپیکر! جناب سپیکر! قابل سرزنش ہے یہ فکر کہ ایک طبیب اس معزز ایوان کے اندر کھڑا ہو کر یہ کہہ رہا ہو کہ چونکہ یہ کینسر ہو گیا ہے اور یہ مرض ایک ایسا مرض ہے کہ جس کا اب علاج نہ رہا ہے۔ تو میں جناب کے توسط سے اس طبیب سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا کے کسی طبیب کا ہمیں نام اور پتہ بتلا دیں جو اپنے اس کینسر شدہ مریض کو موت کا انجکشن دیتا ہو یا اس کو وہ زہر کا ٹیکہ لگا کر موت کی نیند سلا دیتا ہو۔ جناب سپیکر! یقیناً یہ میرے سوال کا جواب نہیں دے پائیں گے۔ ان اداروں کا کام ایک طبیب کا کام ہے۔ انہوں نے یہ دلیل دی کہ معاشرے کے اندر کوئی محکمہ ایسا نہیں ہے' معاشرے کے اندر کوئی دفتر ایسا نہیں ہے کہ جہاں پر رشوت کے بغیر کام ہوتا ہو۔ جناب والا! قوم نے ان اداروں کے وجود کا اپنے تئیں جو مقصد طے کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب مل بیٹھ کر ان اداروں کی بہتری کے لیے' ان کی کارکردگی کو احسن طریقے سے انجام دینے کے لیے قوانین مرتب کریں' اس کے لیے ہم legislation کریں' اس کی بہتری کے لیے ہم کام کریں۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو علم کا منبع تصور کرتے ہیں۔ آج انہوں نے اس معزز ایوان کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال کر اپنی کم علمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ جس کے لیے میں ان کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ ایوان کے اندر اس قسم کی چیزیں لائیں جس سے ایوان کے وقار میں اضافہ ہو' منتخب لوگوں کے وقار میں اضافہ ہو۔ ایک عام آدمی یہ سوال مجھ سے بھی کرے گا' ان سے بھی کرے گا کہ آج تم اس انٹی کرپشن کے محکمے کو ختم کر رہے ہو کل پولیس کے محکمے کو ختم کر دو گے اور پرسوں فوج کے محکمے کو ختم کر دو گے۔ آخر تم کون کون سے محکموں کو ختم کرنا چاہتے ہو۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : ملک صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! معزز رکن کی اتنی مدلل تقریر ہے کہ ایوان سے لوگ اٹھ اٹھ کر جا رہے ہیں۔ ان سے گذارش ہے کہ یہ اپنی تقریر دو بجے کے بعد شروع کریں اور پھر ساری رات لگے رہیں اور جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہیں کرتے رہیں۔

جناب سپیکر : ملک صاحب آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! یہ میرے لیے فخر کی بات ہے کہ دوست میری باتیں سنتے ہیں اور مجھے اس چیز پر بھی شرمندگی ہے کہ اس معزز ایوان کے اپوزیشن لیڈر کی جب تقریر ہوتی ہے تو لوگ شور کرتے ہیں۔ بہر حال میں یہ گذارش کر رہا تھا کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ ہم ان اداروں کو ختم کر دیں۔ اگر بتدریج ہم اسی اصول کے اوپر ان اداروں کو ختم کرتے رہے تو جناب سپیکر! ایک دن ہمیں پولیس کو بھی ختم کرنا پڑے گا اور ایک دن ہمیں فوج کو بھی ختم کرنا پڑ جائے گا۔ جناب سپیکر! اگر میرے فاضل بھائی یہ چاہتے ہیں کہ یونیورسٹیوں سے تربیت یافتہ لڑکے بد معاش اور غنڈے بنا کر اور ان کو پاسبان تنظیم کے زیر اثر لا کر اس مملکت خداداد پاکستان میں خلفشار پیدا کیا جائے یہ اس پالیسی کا تو حصہ ہو سکتا ہے کہ اس انٹی کرپشن کے محکمے کو ختم کر دیا جائے لیکن یہ اس ملت' اس قوم اور پنجاب کے عوام کے مفاد میں' میں نہیں سمجھتا کہ کسی صورت میں بھی اس محکمے کو ختم کیا جائے۔

جناب سپیکر : میاں شہباز احمد صاحب

میاں شہباز احمد : جناب سپیکر! آج ہم اس بات سے ہٹ چکے ہیں جس کے بارے میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ہے کہ : الراشی والمرتشی کلاہما فی النار (رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے) آج ہمیں اس بات پر چلنا چاہیے۔ اور ان اداروں کو ختم کرنے کی جائے ان اداروں کی اصلاح کی جائے۔ ان میں اچھے لوگ لائے جائیں' باایمان لوگ جائیں اور وہاں پر جو کرپٹ لوگ ہیں انہیں نکال باہر کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں آج ان اداروں کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہم اس ملک سے رشوت کا خاتمہ کر سکیں ہم سے پہلے جو بھی حکومتیں رہی ہیں انہوں نے یہ رواج ڈال دیا ہے کہ اس ملک میں کوئی بھی کام رشوت کے بغیر نہ ہو۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں پر اسلامی جمہوری اتحاد کے نام سے چلے ہیں اور ان شاء اللہ ہم اسی نام کے ذریعے سے اس ملک سے رشوت کا خاتمہ کریں گے۔ ہم ان اداروں کو مضبوط کریں گے تاکہ وہ ان اداروں کا خاتمہ کریں جو رشوت لیتے ہیں اور ان لوگوں پر جو رشوت لیتے ہیں یہ اپنی گرفت مضبوط کر سکیں۔ آج یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس انسداد رشوت ستانی کے ادارے کو ختم کر دیا جائے کل یہ کہیں گے کہ پولیس کے ادارے کو بھی ختم کر دیا جائے اور پولیس کے ادارے کو پاسبان کے حوالے کر دیا جائے۔ جناب والا! یہ نہیں ہو سکتا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان اداروں کی اصلاح کریں۔ ہم جمہوری اداروں کے ممبران ہیں لہٰذا ہمیں ان اداروں کی کڑی نگرانی کرنی چاہیے۔ اور جو لوگ ایسے کام کرتے ہیں' راشی ہیں'

رشوت لیتے ہیں ان کو نکال باہر پھینکنا چاہیے۔ میری گذارش یہ ہے کہ جمہوری ادارے ان اداروں کی نگرانی کریں اور ان اداروں میں اچھے لوگ لائے جائیں اچھے لوگوں کی نشان دہی کی جائے تاکہ آئندہ کے لیے رشوت کا خاتمہ ہو سکے۔ شکریہ' جناب سپیکر!

جناب سپیکر: جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! اس قرارداد کے جو الفاظ تھے وہ یہ تھے کہ محکمہ اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ محکمہ رشوت ستانی کو فوری طور پر ختم کر دیا جائے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اپوزیشن بنچوں سے ہٹ کر حکومتی بنچوں سے بھی جن افراد نے گفتگو کی ہے انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ کوئی محکمہ یا ادارہ ایسا نہیں ہے جہاں رشوت ٹرینڈ میں دن بدن اضافہ نہ ہو رہا ہو۔ اور یہ خوشی کی بات ہے کہ تمام ممبران جنہوں نے اس موضوع پر بات کی انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ تمام محکمہ جات میں کرپشن اور رشوت ستانی میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس محکمہ پر جو ساڑھے تین کروڑ روپے خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے۔ اگر ہم نے یہ تجویز دے دی ہے کہ یہ محکمہ خاطر خواہ مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکا اس کو ختم کر دیا جائے تو یہ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے کہ حکومت پنجاب نے اس سے پہلے بہت سے ایسے کام کرنے کے بعد ختم نہ کر دیے ہوں جہاں سے ان کو مطلوبہ نتائج اور مقاصد حاصل نہ ہو رہے ہوں یہ عام سی بات ہے بہت سی سکیمیں' اس بات کے سالانہ بجٹ گواہ ہیں کہ ایک بات کو آپ عوام کے مفاد میں کرتے ہیں مگر جب آپ دیکھتے ہیں کہ اس میں یہ تبدیلی کی جا سکتی ہے یا اس منصوبے کو سرے سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے تو آپ نے کئی ایسے steps لیے ہیں جن میں بہت سے منصوبوں کو ختم کیا جا سکے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کی اصلاح کے پہلو کی طرف فاضل ممبران کی توجہ دلائی ہے کہ آج اس محکمے میں اصلاح کی ضرورت ہے اور اس کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے بجائے اس کے کہ اس کو ختم کر دیا جائے تو کیا مطلب کہ پنجاب حکومت یہ چاہتی ہے کہ اگر ہم نے اس کی تائید کر دی تو یہ بات اس کے الٹ جاتی ہے کہ ایک ایسے محکمے کو بند کر کے پنجاب حکومت خدانخواستہ رشوت ستانی پر کنٹرول کرنے کا پروگرام نہیں رکھتی یا اس کی اجازت دے رہی ہے۔ حالانکہ یہ ایسی بات نہیں ہے کہ پنجاب حکومت اگر اس قرارداد کی تائید کرتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جا سکتا مگر صورت حال یہ ہے کہ اس محکمے نے نہ صرف خاطر خواہ مقاصد حاصل نہیں کیے بلکہ الٹا اس نے ان لوگوں کو تحفظ دینے کا کردار ادا کیا ہے

کہ جو لوگ رشوت ستانی کے ذریعے سے بہت بڑے گھناؤنے کاروبار کرنے کے بعد اسی محکمے میں آکر protection حاصل کرتے رہے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کا سود مند ہونا کس طرح عوامی مفاد میں جاتا ہے اور ہمارے معزز ممبران کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ابھی بھی اس کی بہتری کی صورت نکل سکتی ہے اگر آپ بہتری کی گنجائش نکالیں گے تو بھی یہ ہو سکتا ہے کہ اور محکمہ انٹی کرپشن بنایا جائے۔ بلکہ وہ انسداد رشوت ستانی نہ ہو وہ انسداد انسداد رشوت ستانی ہو جو اس کو کنٹرول کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ طریقہ کار سود مند نہیں ہے جب اس بات کو ہر آدمی تسلیم کرتا ہے میرے معزز ممبران نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک عام آدمی اپنا جائز کام کسی بھی محکمہ سے کرانے میں ناکام نظر آرہا ہے تو جناب والا! محکمے کی کارکردگی تو یہ ہوتی ہے کہ اتنی شرح سے محکمے میں کرپشن ہو رہی تھی محکمے کے کنٹرول کے بعد یہ شرح تناسب کم ہو کر اس سطح پر آگئی ہے اس لیے اس محکمے کو improve کیا جاسکتا ہے کچھ کمی ہو گئی ہے کچھ غلط عناصر آگئے ہیں جو اس میں صحیح طور پر کام نہیں کر رہے اس لیے جب اچھے لوگ آجائیں گے وہ اس پر کنٹرول کر لیں گے مگر تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں نہ تو ممبران کی ذاتی انا کا سوال ہے نہ کوئی حکومت کا اس میں ذاتی انا کا مسئلہ آتا ہے بلکہ کارکردگی کے لحاظ سے اس کے بعد اتنی رقم سے کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا ہے جس سے رشوت کا مؤثر کنٹرول ہو سکے۔

اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جو اتنی رقم ضائع کی جارہی ہے اس کو مزید ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اس محکمے کو ختم کیا جانا چاہیے اور ہم ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کی اس قرارداد کی تائید کرتے ہیں۔

جناب سپیکر : شکریہ جی حاجی احمد خان صاحب ایک دو منٹ میں بات مکمل کرنے کی کوشش کریں۔

حاجی احمد خان ہرل : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج یہ عجیب قسم کی قرارداد آئی ہے۔ پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ محکموں کو درست کیا جائے پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ تعلیم کے نظام کو درست کیا جائے۔ صحت کے نظام کو درست کیا جائے۔ آج یہ قرارداد آئی ہے کہ ادارے کو درست کرنے کی بجائے اسے ختم کر دیا جائے۔ اب مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ڈاکٹر صاحب نے اور پراچہ صاحب نے خود یہ تفصیل بتائی ہے کہ اتنے ہزار پرچے ہوئے اتنے ہزار چالان ہوئے کیا یہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہوا ہے یہ بھی نہ ہو اور انہیں کھلی چھٹی دی جائے یا تو اس میں کوئی متبادل تجویز دیں کہ اسے ختم کر کے کرپشن کو روکنے کے لیے فلاں محکمہ ہونا چاہیے تو یہ کیا کہتے ہیں کہ انہیں کھلی چھٹی ہونی چاہیے یہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ قرارداد ہوتی

کہ انٹی کرپشن کے نظام کو درست کیا جائے اس میں ایمان دار افسر تعینات کیے جائیں۔ انہوں نے 60,50افسروں کی تعداد بتائی ہے کیا ہمارے صوبے میں 60,50 افراد ایمان دار نہیں ہیں کہ ہم انہیں انٹی کرپشن کے محکمے میں لگائیں کہ جو اس نظام کو درست کریں جو اس کی نگرانی کریں اور جو انہیں شکایات ہیں وہ دور ہونی چاہئیں یہ کوئی مثال دیں کہ پبلک میں ان کے حلقے میں سے کوئی آدمی وہاں گیا ہے تو اس کے کہنے پر پرچہ رجسٹرڈ نہیں ہوا انہوں نے چھاپہ نہیں مارا انہوں نے آدمی کو پکڑا نہیں۔ لیکن یہ کہہ دینا کہ ادارہ ہی ختم کر دیا جائے تو پھر یہ کہا جائے کہ سکول میں ماسٹر اچھی تعلیم نہیں دیتے ایجوکیشن کا محکمہ ختم کر دیا جائے ہسپتالوں میں دوائیاں نہیں ہیں ہسپتال ختم کر دیے جائیں۔ بلکہ اس نظام کو درست کیا جائے اس ادارے کو درست کیا جائے وہاں پر جو لوگ اچھے نہیں ہیں جو اس نظام کو صحیح نہیں چلا رہے جو اس ادارے کو اچھا نہیں چلا رہے اس ادارے کے افسران کو تبدیل کر کے وہاں ایماندار افسروں کو لگا کر ان کی نگرانی میں دیے جائیں تاکہ جو رزلٹ ہم چاہتے ہیں وہ ملے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : جی سردار عاشق حسین گوپانگ صاحب!

سردار عاشق حسین گوپانگ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر محترم ڈاکٹر صاحب نے جو قرار داد پیش کی ہے اور اس کے حق میں جو دلائل دیے ہیں اور حزب اقتدار کے چند دوستوں نے اس کی مخالفت میں دلائل دیے ہیں اصل بات اپنی جگہ پر قائم ہے اور میں نے دونوں صاحبان کی تقاریر سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس میں دو باتیں سامنے آتی ہیں پہلی بات اس میں کوئی شک نہیں کہ انٹی کرپشن کا محکمہ اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ محکمہ کرپشن کو روکے بلکہ black mailing کے ذریعے کرپشن کو encourage کر رہا ہے۔ اس میں کوئی شک والی بات نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک ڈاکٹر صاحب کی قرارداد کا تعلق ہے کہ اس کو ختم کر دیا جائے تو وہ میری سمجھ سے بالاتر ہے میرے خیال میں میری بات سے متفق ہوں گے اور اپنی قرارداد واپس لے لیں گے کہ اگر متعلقہ وزیر صاحب یا پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ یقین دلا دیں کہ آئندہ اس محکمے کی افادیت میں اضافہ کیا جائے گا وہاں سے black mailing کا سلسلہ ختم کر دیا جائے گا۔ اور اس محکمے کو واقعی کرپشن کو ختم کرنے کے لیے استعمال کیا جائے گا تو میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں یہ گذارش کروں گا کہ وہ اپنی قرارداد کو واپس لے لیں۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اجازت چاہوں گا۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں کورم کی نشان دہی کرتا ہوں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب! تشریف رکھیں آپ ذرا حوصلہ کریں۔

No cross talk please. ویسے اس بارے میں میں آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں.....

ویسے کورم پوائنٹ آؤٹ ہو چکا ہے۔ میں آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر جب کوئی قرارداد گورنمنٹ کو embarrass کرنے والی ہو تو عام طور پر گورنمنٹ یہ طریقہ اختیار کرتی ہے اور ہاؤس میں کورم نہیں رہنے دیتی اور جب کورم نہیں ہوتا تو وہ قرارداد ٹیک اپ نہیں ہو سکتی اس پر ووٹنگ بھی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس پر بحث ہو سکتی ہے۔ قراردادیں جو ہیں وہ مفاد عامہ کی ہوتی ہیں اور عام طور پر قراردادیں اپوزیشن اراکین کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اپوزیشن کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں اور ان قراردادوں پر ایوان میں بحث ہوتی ہے اس پر وہ اظہار خیال کر سکتے ہیں بات چیت کر سکتے ہیں۔ آج آپ دیکھیں ساری کارروائی خوبصورت طریقے سے سرانجام پائی ہے اور اب یہ آخری قرارداد ہے۔ جس کو میں نے ٹیک اپ کیا ہوا ہے۔ پرائیویٹ ممبرز ڈے کی ساری کارروائی مکمل ہو چکی ہے آخری قرارداد ہے اور اس پر بھی آپ نے اظہار خیال کیا ہے اس سے پہلے قراردادوں پر بھی اظہار خیال کیا گیا جو مفاد عامہ کی قراردادیں تھیں ان سب پر اظہار خیال کیا گیا اور اب آخری قرارداد پر آپ نے کورم پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔ یہ آپ کا آئینی حق ہے اس سے آپ کو روکا نہیں جا سکتا اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لیکن جیسا کہ میں سن رہا ہوں اور وزیر قانون صاحب یہ بات کر رہے ہیں کہ یہ آپ ایک نئے chapter کو کھول رہے ہیں کہ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر جب مفاد عامہ کی قراردادیں ہوں تو اس وقت کورم پوائنٹ آؤٹ کیا جائے اور ہاؤس میں کورم موجود نہ ہو۔ اس سلسلے میں آپ خود دیکھ لیں اس طرح سے پھر مفاد عامہ کی باتیں متاثر ہو گی۔ اور adversely متاثر ہوں گی۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میری گذارش یہ ہے کہ اس قرارداد پر جو مؤقف تھا وہ تو آ چکا ہے اور اب تو صرف ایک وزیر قانون کی "نہ" رہتی ہے۔ پہلے ہی ہم ان کی نہ بہت سن چکے ہیں روز سنتے رہتے

ہیں ایک نہ سے اگر بچا جا سکتا ہے تو اس سے ہمیں بچنا چاہیے۔ مؤقف تو آ چکا ہے بلکہ سبھی کا آ چکا ہے' اب تو صرف ایک وزیر قانون کی نہ رہ گئی ہے۔

جناب سپیکر : میرا مطلب یہ ہے کہ سارے دن کی جو کارروائی ہے اس کو احسن طریقے سے چلا کر ایک آخری قرارداد پر آپ نے کورم کو پوائنٹ آؤٹ کر دیا ہے۔ یہ آخری قرارداد بھی آپ ہی کی قرارداد ہے اس پر اگر کورم کی نشاندہی کر دی جائے جو آپ کا آئینی اور قانونی حق ہے میں اس سے انکار نہیں کرتا لیکن جو پارلیمانی روایات ہیں جن میں ہم نے نکھار پیدا کرنا ہے' کارروائی کو مؤثر بنانا ہے' مفاد عامہ کی کارروائی کرنا ہے یہ بات اس کی روح کے برعکس بنتی جا رہی ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب! آپ تشریف رکھ سکتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میری قرارداد بھی مفاد عامہ کی قرارداد تھی جناب والا میں اس سلسلے میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہوں گا .....

جناب سپیکر : اس میں بحث و تمحیص والی بات نہیں ہے۔ میں نے رانا ثناء اللہ صاحب سے بات کی ہے' رانا ثناء اللہ مجھ سے مخاطب ہیں اور آپ صاحبان مجھ سے مخاطب ہیں' میں نے رانا ثناء اللہ صاحب سے بات کی ہے کہ وہ اس پر insist کرتے ہیں یا نہیں ؟

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! اگر وزیر قانون اس بات کی یقین دہانی کروائیں کہ وہ یہ ریزولیوشن نامنظور نہیں کریں گے تو پھر میں اسے واپس لے سکتا ہوں ورنہ میں اس پر insist کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : نہ تو وہ پہلے کر چکے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان : یعنی آج ہم ان کی مزید نہ نہیں سننا چاہتے۔

جناب سپیکر : نہ تو وہ پہلے کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! جہاں تک آپ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ پرائیویٹ ممبرز ڈے کو مفاد عامہ کی جو قراردادیں آتی ہیں وہ عام طور پر اپوزیشن کی طرف سے آتی ہیں اور یہ بھی کہ کوئی ایسی

روایت نہیں ہے۔ کہ اس مسئلے پر کورم کو پوائنٹ آؤٹ کیا جائے۔ لیکن جناب سپیکر! کیا ہمیں ایسی بری ڈالنی چاہیے کہ مفاد عامہ کا مسئلہ ہو' عام لوگوں کے مفاد کی باتیں ہو رہی ہوں اور ہم جو عوام کی سے یہاں نمائندے بنا کر بھیجے گئے ہیں وہ اپنے فرائض کی کوتاہی کرتے ہوئے یہاں موجود نہ ہوں۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ آئندہ کے لیے یہ ضروری قرار دیا جائے کہ مفاد عامہ کی قرار دادیں نامنظور نہ ائیں۔ ہم کیا اس لئے یہاں آتے ہیں کہ وہ تحریک چاہے صحیح ہو' جائز ہو' قانونی ہو اور روایات کے ق شرائط پر بھی پوری اترتی ہو۔ اس کو ہم صرف اس لیے یہاں پیش کریں کہ وہ یہاں پر ریجکٹ ہو ائے۔ آپ کے سامنے یہ ساری باتیں موجود ہیں۔

جناب سپیکر : ہاؤس کے اندر ڈاکٹر صاحب اس طرح کی بحث نہ کی جائے' ہاؤس کے اندر رہنا اور کسی مسئلے پر مخالفت ہونا' موافقت ہونا' یہ آپ لوگوں کا قانونی حق ہے اور اس کو ریجکٹ کرنا اس کو منظور کرنا یہ آپ کا حق ہے لیکن پرائیویٹ ممبرز ڈے پر کورم کی نشان دہی کرنا یہ آپ ایک نئی روایت ڈال ہے ہیں میں اس بات کی آپ کو نشان دہی کر رہا ہوں اور یہ روایت کوئی اچھی روایت نہیں۔

محمد طاہر رشید : جناب والا! آپ ٹھیک پوائنٹ آؤٹ کر رہے ہیں ان کا مفاد عامہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

میاں شہباز احمد : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! اس سلسلے میں میں گذارش کروں گا .....

جناب سپیکر : جی' رانا صاحب! آپ بات کریں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! سیٹھی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر : اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب پہلے ہی اپنا مؤقف پیش کر چکے ہیں آپ نے کورم پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔ آپ اس کے متعلق فرمائیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! سیٹھی صاحب کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد میں عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : اب پھر سارے لوگ کہیں گے کہ ہم اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں' میاں ا
بھی اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں' شیخ طاہر رشید صاحب بھی اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں۔ میں چ
بات کو سمیٹا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! کورم تو پوائنٹ آؤٹ ہو چکا ہے اور آپ نے بہت ہی خوبصورت
میں انہیں کافی وقت بھی دیا ہے۔ کہ وہ کورم پورا کر لیں لیکن وہ کورم پورا نہیں کر سکے۔

جناب سپیکر : گنتی کی جائے۔

کورم نہیں ہے۔ اجلاس کی کارروائی پانچ منٹ کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔ گھنٹیاں جائی جائیں۔

(گھنٹیاں جائی گئیں)

وزیر قانون : جناب والا! پانچ منٹ کے لیے ٹائم بڑھا دیا جائے۔

جناب سپیکر : Time extended for ten minutes

وزیر قانون : اجازت ہے سر!

جناب سپیکر : ہاؤس میں کورم موجود ہے۔ لاء منسٹر صاحب اظہار خیال فرمانا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اگر آپ کہتے ہیں کہ
پورا ہے تو آپ کے کہنے پر ہم اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں گنتی کے مطابق جناب والا کورم پورا نہیں ہے۔
میری یہ درخواست ہے کہ اگر اس طرح سے ہاؤس کی کارروائی چلانی ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : کتنے اراکین پر کورم بنتا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : 62 آدمی ہوں تو کورم بنتا ہے۔

جناب سپیکر : اس وقت آپ کے پاس 64 لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ سیکرٹری نے گنتی کی' پھر میں نے
ذاتی طور پر گنتی کی ہے۔ ایسے معاملے میں لاپرواہی یا کوتاہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جی پوائنٹ آف
آرڈر' میاں شہباز صاحب۔

میاں شہباز احمد : جناب والا! آج پرائیویٹ ممبرڈے ہے اور جو قرارداد یہاں پر پیش کی گئی وہ ڈاکٹر محمد

افضل اعزاز صاحب کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔ جس میں ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب ابھی کچھ دیر
روایت یہ کہہ رہے تھے کہ مفاد عامہ کی خاطر حکومتی بنچوں کو یہاں پر بیٹھنا چاہئے جبکہ اپوزیشن کے بنچوں پر
طرف کہتے ہیں کہ وہاں پر صرف چار ممبر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مفاد عامہ کے لیے
حکومتی بنچوں کے ممبران ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور جن لوگوں نے یہ قرارداد پیش کی
کی یعنی ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب وہ خود اٹھ کر باہر چلے گئے تاکہ یہ کورم پورا نہ ہو اور مفاد عامہ کا کام بھی
مط ا نہ ہو سکے۔

جناب سپیکر : شکریہ میاں صاحب۔ جناب لاء منسٹر۔

زیر قانون : جناب والا! میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ جناب والا نے آخری لمحے تک معزز
اراکین حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کی اور ان کو یہ احساس دلانے کی کوشش کی کہ پرائیویٹ
ممبر ڈے میں جو ہماری روایات ہیں وہ ان کو برقرار رکھیں۔ لیکن انہوں نے یہ ایک وتیرہ بنایا ہوا ہے کہ
مت کو ہر قیمت پر embarrass کرنا ہے۔ اور یہ نہیں دیکھنا کہ اس میں ان کا کوئی فائدہ ہے یا
نقصان ہے۔ اور اس سے اس ہاؤس کے وقار میں اضافہ یا کمی ہو رہی ہے' ہم اچھی روایات قائم کر رہے
ہیں یا غلط روایات قائم کر رہے ہیں۔ مخالفت کے انداز میں ان کی آنکھوں کے سامنے اس قدر پردہ آجاتا
ہے کہ پھر وہ صحیح اور غلط میں تمیز کرنے کے قابل بھی نہیں رہتے۔ جناب والا! میں آپ کی خدمت میں یہ
گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج پرائیویٹ ممبر ڈے ہے اور آپ اس ایوان کے کافی عرصہ سے تقریباً
سات آٹھ سال سے سپیکر کے منصب پر فائز ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی اس چیز کی گواہی دیں گے
کہ پرائیویٹ ممبر ڈے کے موقع پر اتنی حاضری پہلے کبھی بھی نہیں رہی جتنی کہ آج ہے۔ اگر اس بات پر
ہمارے معزز اراکین حزب اختلاف کم از کم ہمیں خراج تحسین پیش نہیں کر سکتے تھے تو آپ کی بات کا ہی
خیال کرتے جو کہ انتہائی روایت کے مطابق precedent کے مطابق' ان کے اپنے مفاد میں تھی اور
اس ہاؤس کے وقار میں اضافہ کرنے کے مترادف تھی اس کو نہ مان کر انہوں نے کوئی ایسا اقدام نہیں کیا
جس سے ہمارے ہاؤس اور اس کی روایت میں اضافہ ہوا ہو۔ جناب والا میں آپ کی وساطت سے اپنے
معزز اراکین حزب اختلاف کی خدمت میں یہی عرض کرنا چاہتا تھا۔ شکریہ جناب والا!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : میری ایک تجویز ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو عرض کروں۔

جناب سپیکر : جی ڈاکٹر صاحب آپ اس پر بات کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب! آپ اپنی تقریر کر چکے ہیں' آپ اپنی تقریر کا حق استعمال کر چکے ہیں۔ اس کے بعد اب لاء منسٹر نے بات کر لی ہے اب میں اسے ووٹ کے لیے put کروں گا۔ تشریف رکھیئے۔ پوائنٹ آف آرڈر رانا ثناء اللہ خان۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! محترم لاء منسٹر صاحب نے جو ہمارے حوالے سے بات کی ہے میں اس کی وضاحت کرنی چاہوں گا۔

MR SPEAKER : I am sorry I can not permit you Rana sahib.

آپ چونکہ پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر پہ اس سلسلے میں بات ہو سکتی ہے جو اس وقت ایوان کے سامنے مسئلہ زیر بحث ہے۔ اگر اس میں کوئی بے ضابطگی ہو رہی ہے تو آپ پوائنٹ آف آرڈر اٹھایئے۔ اب آپ personal explanation پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں اجازت دیتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان : شکریہ جناب سپیکر! جناب والا! محترم لاء منسٹر نے پارلیمانی روایات کے حوالے سے جو بات کی ہے تو میں انہیں وہ دن یاد دلاتا ہوں کہ جب انہوں نے چیئر سے کی ہوئی commitment کو صرف اپنی وزارت کا خیال رکھتے ہوئے یہاں ہاؤس میں بیٹھے بیٹھے ایک دفعہ نہیں دس دفعہ .....

جناب سپیکر : رانا صاحب! This is not a personal explanation persanal explanation پر دوسروں پہ الزام تراشی نہیں کی جاتی۔ اپنی ذات کے بارے میں جو بات کی گئی ہو اس کی explanation دینی ہوتی ہے۔ I can not permit you. I am sorry. اور میں یہ بات پھر کہوں گا کہ ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس معزز ایوان کی روایات کو خوبصورت سے خوب صورت بنائیں۔ اس ایوان کی کارروائی کو مفاد عامہ میں مفید سے مفید تر بنائیں۔ اور اس ایوان کے وقار اور اس کے احترام میں اضافہ کریں۔ ہم ہی نے اس ایوان کے احترام اور اس کی عظمت میں اضافہ کرنا ہے۔ ہم نے ہی اچھی روایات قائم کرنی ہیں۔ میں نے جو بات کی تھی وہ حکومتی بنچوں کو موقع دینے کے لیے نہیں کی تھی۔ کہ وہ اپنا کورم پورا کر لیں' بلکہ میں نے نہایت سنجیدگی سے' آپ کے پرائیویٹ ممبرز ڈے کے احترام میں' مفاد عامہ کی قراردادوں کے احترام میں یہ بات آپ کے نوٹس میں لائی تھی کہ اس دن کے متعلق precedents نہیں ہیں کہ کورم کی نشان دہی کی جائے۔ کیونکہ یہ آپ کا دن

ہے۔ یہ آپ کے مفاد کا دن ہے۔ یہ مفاد عامہ کا دن ہے اور اس پہ آپ کی کارروائی ہوتی ہے۔ یہ گورنمنٹ کی کارروائی نہیں ہے جس پر آپ کورم کی نشان دہی کریں۔ گورنمنٹ کی کارروائی پر کورم کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ اس کی روایات ہیں۔ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر مفاد عامہ کے معاملات میں کورم کی نشان دہی نہیں کی جاتی۔ اس میں گورنمنٹ اکثر یہ بات کر لیتی ہے جو حکومتی بنچ چاہیں کہ کوئی embarrass-ment کی بات ہے تو اس پر یہ کر لیتے ہیں۔ لیکن آپ کو یہ نہیں چاہیے۔ کیونکہ اگر آپ کریں گے تو پھر حکومتی بنچ بھی آپ کی اس بات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی وقت آپ کی قرارداد کے موقع پر یہ کورم توڑ دیں گے۔ تو یہ بات نہیں ہونی چاہیے۔ مجھے خوشی ہے کہ آج ہماری کارروائی کورم ٹوٹے بغیر سرانجام پا رہی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

مجھے خوشی ہے کہ اس وقت تک پرائیویٹ ممبرز ڈے پر کورم پورا ہے اور آج کی اس نشست کے لیے میں حکومتی بنچوں کو خصوصی طور پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اور اس سے پہلے کورم کی نشان دہی نہ کرنے کے لیے اور ایوان کی کارروائی کو بہتر انداز میں چلانے کے لیے قائدین حزب اختلاف کو ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کو بھی اس سے قبل کی کارروائی کو بہتر انداز میں چلانے کے لیے خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے :

"کہ محکمہ انسداد رشوت ستانی کو فوری طور پر ختم کر دیا جائے کیونکہ یہ محکمہ اپنی افادیت کھو چکا ہے اور ان مقاصد کے حصول میں بری طرح ناکام رہا ہے جن کے لیے اسے تشکیل دیا گیا تھا۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

اس کے ساتھ ہی اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے adjoum ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

بدھ ' 14 اکتوبر 1992ء

(چہار شنبہ ' 16 ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں صبح 9 بج کر 35 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ o الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ o فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ o کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ o وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ o کِرَامًا کَاتِبِیْنَ o یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ o اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ o وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ o یَّصْلَوْنَھَا یَوْمَ الدِّیْنِ o وَمَا ھُمْ عَنْھَا بِغَآئِبِیْنَ o وَمَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ o ثُمَّ مَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ o یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ o

سورۃ انفطار آیات 6 تا 19

اے انسان تجھ کو اپنے پروردگار کریم گستر کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟ وہی تو ہے جس نے تجھے بنایا اور (تیرے اعضا کو ٹھیک کیا اور تیری اقامت کو) معتدل رکھا اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ مگر ہیہات تم لوگ جزا کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عالی قدر (تمہاری باتوں کے لکھنے والے۔ جو تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔ بے شک نیکوکار نعمتوں (کی بہشت) میں ہوں گے اور بدکردار دوزخ میں۔ (یعنی) جزا کے دن اس میں داخل ہوں گے اور اس سے چھپ نہیں سکیں گے اور تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے۔ پھر تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے۔ جس روز کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا اور حکم اس روز خدا ہی کا ہو گا۔

وما علینا الا البلاغ o

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ جنگلات و ماہی پروری)

جناب سپیکر: وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ فارسٹ اور فشریز ڈیپارٹمنٹ سے متعلقہ سوالات ہیں۔ رانا اکرام ربانی صاحب!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: 400 (رانا اکرام ربانی کے ایماء پر)

جناب سپیکر: اس کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے لمبا جواب ہے اس کو پڑھا گیا تصور کرتے ہیں۔

محکمہ ماہی پروری میں بھرتی کی تفصیل

☆ - 400 رانا اکرام ربانی: کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) 30 مئی 1988ء تا دسمبر 1988ء کے دوران محکمہ ماہی پروری میں گریڈ ایک سے گریڈ اٹھارہ تک کتنے ملازمین کو بھرتی کیا گیا - ان کے نام عمریں تعلیمی قابلیت - پتے - عہدے اور تاریخ تعیناتی ضلع وار کیا ہے - ان میں سے کتنے ملازمین کو قواعد و ضوابط میں نرمی پیدا کرکے بھرتی کیا گیا۔

(ب) متذکرہ بالا ملازمین میں سے کتنے ملازمین کو بذریعہ اخبار باقاعدہ درخواستیں وصول کرکے محکمانہ امتحان اور انٹرویوز میں کامیابی کے بعد بھرتی کیا گیا۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب نفی میں ہو تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور)

(الف) 30 مئی 1988ء تا دسمبر 1988ء کے دوران محکمہ ماہی پروری میں گریڈ نمبر 1 تا 18 تک 17 ملازمین کو بھرتی کیا گیا اور ان میں سے 3 ملازمین کی تعیناتی میں مروجہ قوانین کے تحت نرمی برتی گئی ان کے پتے - عمریں - عہدے - تاریخ تعیناتی اور ضلع وار تفصیل درج ذیل ہے۔

ضلع وار تفصیل

ضلع سیالکوٹ (2)

نام و پتہ	عمر	عہدہ	تاریخ تعیناتی	ضلع
1- مسٹر محمد زمان خان ولد محمد عباس خان سلطان پورہ تحصیل شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ	22 سال	فشریز واچر	17-9-88	سیالکوٹ
2- مسٹر احسان اللہ ولد غلام قادر سکنہ برتھ تحصیل شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ	26 سال 8 ماہ	چوکیدار	21-8-88	سیالکوٹ

ضلع رحیم یار خاں (5)

3- مسٹر محمد اقبال والد عبدالوحید خان بیلہ تحصیل رحیم یار خان ضلع رحیم یار خان	23 سال	ٹیوب ویل مکینک	6-11-88	رحیم یار خان
4- مسٹر محمد جاوید والد علی حسن سکنہ موسیٰ والا خان پور ضلع رحیم یار خان	25 سال	بیلدار	6-11-88	--
5- مسٹر جمیل الرحمٰن ولد ضمیر الحسن سکنہ موسیٰ خان پورہ ضلع رحیم یار خان	25 سال	بیلدار	6-11-88	--
6- نذیر احمد ولد اللہ ڈیوایا سکنہ بستی لڑ تحصیل و ضلع رحیم یار خان	25 سال	بیلدار	6-11-88	--
7- حسین بخش ولد پیر بخش سکنہ چار چڑاں شریف تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خان	25 سال	بیلدار	6-11--88	--

ضلع اٹک (3)

8- طارق محمود ولد سیف محمد محلہ آفیسر آباد پرانی چونگی نمبر 7 اٹک	25 سال 3 ماہ	فشریز واچر	17-12-88	اٹک
9- محمد رمضان ولد محمد داؤد مکان نمبر 44/A اٹک شہر	21 سال 6 ماہ	فشریز واچر	4-6-88	اٹک
10- شکیل اختر ولد غلام صفدر سکنہ ڈاک خانہ درکھایا گوجر خان ضلع راولپنڈی	20 سال 2 ماہ	فشریز واچر	7-9-88	اٹک

ضلع راولپنڈی(3)

11- محمد سلیمان ولد نیاز علی سکنہ جونترا تحصیل و ضلع راولپنڈی	27سال 7ماہ	بیلدار	3-11-88	راولپنڈی
12- محمد سعید ولد غلام عباس مکان نمبر872 خیابان سرسید اسلام آباد	22سال 5ماہ	فشریز واچر	1-11-88	راولپنڈی
13- محمد عزیز ولد سجاول خاں سکنہ ڈسیال سابقہ فوجی	37سال	ڈرائیور	8-8-88	راولپنڈی

ہمکوئی ڈاک خانہ ہاجرہ تحصیل راولہ کوٹ ضلع پونچھ

ضلع جہلم(3)

14- رب نواز ولد محمد نواز سکنہ سوہاوہ ضلع جہلم	21سال	بیلدار	8-8-88	جہلم
15- محمد فیاض والد سخی ولایت ضلع جہلم	22سال	بیلدار	20-11-88	جہلم
16- محمد شفیق والد نور الدین سکنہ مکان نمبر15	20سال	الیکٹریشن	5-12-88	ہجری میاں چنوں ضلع خانیوال

ضلع بہاول پور (1)

گلی نمبر39 محلہ عثمان گنج سانده کلاں لاہور

17- شفقت اللہ ولد محمد عثمان مکان نمبر97 بی بلاک 2 صدر بازار ڈیرہ غازی خان	20سال	اسسٹنٹ	-	بہاول پور

(ب) تمام ملازمین کو مروجہ قوانین کو بروئے کار لاتے ہوئے بھرتی کیا گیا ہے۔

(ج) چونکہ تمام ملازمین کو مروجہ قوانین کو بروئے کار لاتے ہوئے بھرتی کیا گیا۔ لہٰذا جواب نفی میں نہ ہے۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال ملک اقبال احمد خان لنگڑیال۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جن تین افراد کو رولز relax کرکے یہاں پر بھرتی کیا گیا ہے۔ اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر جنگلات: جناب والا! آپ کے توسط سے فاضل ممبر کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی صرف عمر relax کی گئی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! کوئی اور آدمی نہیں تھے جو اس میرٹ پہ پورے

اتر سکتے تھے - یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ ان تین افراد کی عمر relax کر کے ان کو کس بناء پر بھرتی کیا گیا؟

وزیر جنگلات: جناب والا! میں صرف چوکیدار یا بیلدار کی اسامیاں تھیں، وہ پہلے ہی ایڈہاک کی بنیاد پر ملازمت کر رہے تھے ان کی سابقہ خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے انہی کو اس ملازمت پر مستقل کیا گیا ہے۔ وہ کوئی اعلیٰ نوکریاں نہیں تھیں صرف چوکیدار اور بیلدار کی نوکریاں تھیں۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال جناب اقبال احمد خان لنگڑیال۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: یہاں پر جزو (الف) عمر، تعلیمی قابلیت، پتے، عہدے اور تاریخ تعینات ضلع وار تفصیل کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ تو یہاں پر عمر، تعلیم، عہدوں اور تاریخ تعیناتی ضلع وار کا ذکر ہی نہیں کیا گیا - اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: اس کی ساری تفصیل تو انہوں نے نیچے دی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! یہ پوچھا گیا ہے کہ تعلیمی قابلیت کتنی ہونی چاہیے - لیکن اس کا میرے خیال میں یہاں ذکر تک نہیں کیا گیا - یہ جزو (الف) میں دیکھیں - عمر، تعلیمی قابلیت، پتے عہدے اور تاریخ تعیناتی۔

جناب سپیکر: واقعی اس میں تعلیمی قابلیت کا ذکر نہیں۔

وزیر جنگلات: جناب والا! اگر یہ گریڈ 17 یا 18 کی بات ہوتی تو میں تعلیمی قابلیت بتاتا۔ یہ بیلدار یا چوکیدار کی بات کر رہے ہیں - اس میں تعلیم کی کوئی requirement نہیں تھی۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! ان کو یہاں پر لکھنا چاہئے تھا کہ یہاں پر تعلیمی قابلیت کی ضرورت نہیں ہے یا وہ ان پڑھ ہیں یا مڈل پاس ہیں یا وہ پرائمری پاس ہیں - جب یہ سوال میں پوچھا گیا ہے کہ تعلیمی قابلیت کیا ہے تو پھر وزیر موصوف تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ جناب اس کی ضرورت نہ تھی یا گریڈ 17 یا 18 کی بات تھی۔

وزیر جنگلات: جناب والا! میرے فاضل ممبر اگر آگے دیکھ لیں کہ ان کی کیا پوسٹس تھیں تو اس کے بعد یہ سوال نہیں کریں گے - اس میں بیلدار، بیلدار فٹریز واچر ہیں - میں نے پہلے عرض کر دیا کہ ان پوسٹوں کے لیے تعلیم کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر اس میں کوئی ایسی پوسٹ ہوتی جس میں تعلیم کی rquirement ہوتی یا وہ کوئی تکنیکی پوسٹ ہوتی تو یقیناً اس میں تعلیمی

قابلیت شامل کرتے - اس لیے تعلیم کو شامل نہیں کیا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! میں آپ کے توسط سے وزیر موصوف کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جس طرح کی آج کل بے روزگاری ہے - اگر آپ بیلداروں کے لیے درخواستیں مانگیں تو وہاں پر ایم اے / بی اے پاس لوگ آجاتے ہیں اور یہ اخباروں میں بھی چھپا ہے کہ وہاڑی میں درخواستیں مانگی گئی تھیں' بیلدار اور سپاہی کے لیے وہاں کے ایم اے / بی اے پاس لوگ تیار ہو جاتے ہیں - اس لیے جناب والا! میں پوچھتا ہوں کہ اس کی وجہ کیا تھی کہ انہوں نے یہ ظاہر نہ کیا کہ ان کی تعلیم کیا تھی؟

وزیر جنگلات: جناب والا! میں پھر اپنے فاضل دوست کو عرض کروں گا کہ یہ آج کی بات کر رہے ہیں اب 1992ء ہے - یہ جو یہاں پر تاریخیں لکھی ہوئی ہیں یہ 1988ء کی تاریخیں لکھی ہوئی ہیں - اس وقت شاید اس وقت اتنی بے روزگاری نہیں تھی جتنی کہ آج ہے۔

جناب سپیکر: next رانا اکرام ربانی خان۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: سوال نمبر401' (رانا اکرام ربانی کے ایماء پر)

محکمہ جنگلات میں بھرتی کی تفصیل

☆ 401 **رانا اکرام ربانی:** کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف)30 مئی 1988ء تا دسمبر 1988ء کے دوران محکمہ جنگلات میں گریڈ ایک تا گریڈ اٹھارہ میں کتنے ملازمین کو بھرتی کیا گیا ان کے نام - عمریں - تعلیمی قابلیت - پتے - عہدے اور تاریخ تعیناتی ضلع وار کیا ہے ان میں سے کتنے ملازمین کو قواعد و ضوابط میں نرمی پیدا کرکے بھرتی کیا گیا۔

(ب) متذکرہ بالا ملازمین میں سے کتنے ملازمین کو بذریعہ اشتہار باقاعدہ درخواستیں وصول کرنے کے بعد محکمانہ امتحان اور انٹرویوز میں کامیابی کے بعد بھرتی کیا گیا۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب نفی میں ہو تو اس کی وجوہ کیا ہے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: (راجہ اشفاق سرور)

(الف)30 مئی 1988ء تا دسمبر 1988 کے دوران محکمہ جنگلات میں گریڈ 1 تا گریڈ 18

تک 166 ملازمین کو بھرتی کیا گیا۔ اور ان میں سے 28 ملازمین کی تعیناتی میں مروجہ قوانین کے تحت نرمی برتی گئی - ان کے پتے - عمریں - تاریخ تعیناتی - تعلیمی قابلیت - عہدے اور ضلع وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تمام ملازمین کو مجوزہ قواعد و ضوابط کے تحت درخواستیں وغیرہ طلب کرنے کے بعد محکمانہ چناؤ کمیٹی کے ذریعے بھرتی کیا گیا تھا - تاہم 28 ملازمین کی عمر ملازمت کی عمر کی حد سے زیادہ تھی - ان ملازمین کی عمر میں رعایت افسر مجوزہ قوانین کے تحت حاصل کی گئی تھی۔

(ج) تمام ملازمین کی بھرتی مجوزہ قواعد و ضوابط کے تحت عمل میں لائی گئی تھی اور اس میں کوئی بے ضابطگی نہیں ہوئی -

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا انہوں نے یہ جو 166 آدمی رکھے ہیں - کیا یہ جگہ پہلے خالی تھی، یہ کس لیے بھرتی کئے گئے ہیں اور ان کی کیا ضرورت محسوس کی گئی؟

وزیر جنگلات: جناب والا! کیا اس ضمنی سوال کا جواب دینا ضروری ہے؟ پوچھ رہے ہیں کہ کیا ضرورت تھی - جناب والا! ان کی requirement تھی تو ہم نے ان کو بھرتی کیا ہے - یہ بھی پوچھنے والی اور بتانے والی کوئی بات ہے - (نعرے ہائے تحسین)

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! بجائے جواب دینے کے حیلے بہانے اور حجتیں شروع کر دیتے ہیں - میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان کی توہین ہے اور ان کا جواب نامکمل ہے - یہ جو 166 آدمی رکھے ہیں - یا تو یہ کہتے کہ ہم نے کوئی نیا کام شروع کیا ہے اس لیے رکھے ہیں - یہ جواب وزیر صاحب نے دینا تھا۔ لیکن میں دے رہا ہوں - یا یہ پوسٹیں اس ضرورت کے تحت ضروری تھیں - ایک طرف تو ابھی وزیر موصوف فرما رہے تھے کہ اس وقت بے روزگاری نہیں تھی - لیکن یہ 166 آدمی انہوں نے ان ہی دنوں میں رکھے ہیں۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ جناب والا! یہاں پر کم از کم وزراء صاحبان تیاری کر کے آیا کریں یہاں پر لاء منسٹر صاحب سر ہلا دیتے ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں - جناب والا! امید ہے کہ ان کی اتنی حوصلہ افزائی نہیں کریں گے کہ وزراء صاحبان کی جان چھڑا دیں -

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟ آپ یہ سارا کچھ جو ارشاد فرما رہے

ہیں، اس کی بجائے آپ ضمنی سوال کیجئے۔
ملک محمد دین : یہ 28 ملازمین کی تعیناتی میں مروجہ قوانین کے تحت نرمی برتی گئی ہے - ان ملازمین کے نام کیا تھے؟
وزیر جنگلات : ان ملازمین کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے - ان سارے کے سارے ملازمین کی تفصیل یقیناً اس فہرست میں ہو گی اور اگر میرے فاضل دوست چاہیں گے تو میں ان کو پہنچا بھی دوں گا۔
جناب سپیکر: جی کوئی اور ضمنی سوال؟ تو ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب
ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : سوال نمبر787 -

ہفتہ شجرکاری کے دوران پودوں کی مفت فراہمی

☆ 787- ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔
(الف) محکمہ جنگلات سیم زدہ علاقوں کے لیے کون سے پودے تجویز کرتا ہے۔
(ب) کیا یہ درست ہے کہ ہفتہ شجر کاری کے دوران کاشتکاروں کو مفت قلمیں مہیا نہیں کی جاتیں - اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟
وزیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):
(الف) محکمہ جنگلات سیم زدہ علاقوں کے لئے درختوں کی مندرجہ ذیل اقسام تجویز کرتا ہے:
1- یوکلپٹس 2- جامن 3- ولو 4- ارجن
(ب) ہفتہ شجرکاری کے دوران کاشتکاروں کو قلمیں / رعائتی نرخوں پر دس پیسے فی قلم کے حساب سے مہیا کی جاتی ہیں - یہ حکومت کی پالیسی کے مطابق ہے۔
جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟ جی حاجی احمد خان صاحب سپلیمنٹری سوال۔
حاجی احمد خان: جناب والا! اس میں لکھا ہوا ہے کہ شجرکاری کے دوران قلموں کا نرخ یہ ہو

گا - میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ہفتہ شجر کاری نہ ہو تو پھر کاشت کاروں کو کس حساب سے قلمیں دی جاتی ہیں؟

وزیر جنگلات : جناب والا! قلموں کا ریٹ دس پیسے فی قلم ہے - خواہ شجر کاری کا وقت ہو خواہ نہ ہو۔ ریٹ دس پیسے فی قلم ہی ہے۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال ملک صاحب!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ سیم زدہ علاقوں میں بھی پودے خود لگاتے ہیں یا صرف لوگ ہی لگاتے ہیں؟

وزیر جنگلات : جناب والا! ہمارے پنجاب میں کچھ اضلاع ایسے ہیں - جن میں یو ایس ایڈ پروگرام کے تحت ہم خود بھی پروگرام لگاتے ہیں اور ادھر پنجاب میں شیخو پورہ ' سیالکوٹ اور کوٹلی ارائیاں میں بھی ایسے مقامات ہیں جہاں پر ہمارے محکمے نے جا کر خود پودے لگائے ہیں۔

جناب سپیکر: سپلیمنٹری ملک صاحب!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ اس شجر کاری مہینے میں ' جو گزرا ہے ' اس میں ششماہی میں کتنے ہزار پودے لگائے گئے ہیں؟ جناب والا! ابھی انہوں نے کہا ہے کہ ہم ان اضلاع میں پودے لگاتے ہیں - محکمے کو رپورٹ تو ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! سوال دہرائیے گا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! یہ شجر کاری کا موسم گزرا ہے اس میں انہوں نے سیم زدہ علاقوں میں کتنے ہزار پودے لگائے ہیں؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری : مجھے اس وقت اس کے exact figures تو معلوم نہیں ہوں گے۔ اگر یہ exact figures چاہیں گے تو میں اپنے فاضل دوست کو مہیا کروں گا - یہ سیم زدہ علاقوں کی figures کی بات آ گئی ہے - اگر یہ صرف کہتے کہ پورے پنجاب میں کتنے پودے لگائے گئے ہیں تو وہ میں عرض کر سکتا تھا - اگر یہ سیم علاقوں کو differential کر رہے ہیں تو اس کے لیے انہیں مجھے علیحدہ سوال دینا ہو گا۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے - کوئی اور ضمنی سوال؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ اس ششماہی میں کتنے ہزار قلمیں فروخت ہوئی ہیں اور اس کی رقم کتنی ہے؟ یہ دس پیسے فی قلم دیتے ہیں - تو

اس موسم میں انہوں نے کتنی رقم کی قلمیں فروخت کیں ۔ انہیں کتنی آمدنی ہوئی؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! میں پھر وہی بات آپ سے عرض کروں گا کہ یہ Figures کی بات ہے اب مجھے کیا پتا کہ کتنی قلمیں آئیں اور ان سے کتنے پیسے اکٹھے ہوئے؟ اگر میرے دوست چاہیں تو میں یہ بھی انہیں بتا دوں گا ۔ اگر موجودہ سوال سے متعلقہ ضمنی سوال ہو تو میں ضرور عرض کرتا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: اگر یہ آفس میں گئے ہیں اور ریکارڈ چیک کیا ہے تو انہیں پتا ہو گا کہ ہم نے اس مہینے کے دوران دس ہزار کی بیس ہزار یا تیس ہزار کی قلمیں یا پودے فروخت کیے ہیں ۔ صرف اتنی بات ہے اور کچھ نہیں ۔ دفتر میں جائیں تو سب کچھ بتا دیں گے ۔ اگر ایوان میں بتائیں تو سب کو معلومات مل جاتیں ۔ مقصد تو یہ ہے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ اگر چاہتے ہیں تو یہ سوال ٹیبل کیا جا سکتا ہے کہ کتنی قلمیں فروخت ہوئیں اور کتنے پیسوں کی فروخت ہوئیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! اس ایوان میں کسی دن بتا دیں جب وقت ہو۔

جناب سپیکر: کسی دن کیسے بتا دیں؟ تحریک التوائے کار کے وقت میں بتا دیں؟ آپ کا سوال کا جواب ٹیبل ہو سکتا ہے ۔ آپ فرمائیں اگر آپ یہ معلومات چاہتے ہیں تو میں وزیر جنگلات سے کہوں گا کہ اس سوال کا جواب ٹیبل کر دیں ۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: جی ہاں۔

جناب سپیکر: جی منسٹر فارسٹ۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! میں ٹیبل کر دوں گا۔

جناب سپیکر: کوئی اور ضمنی سوال؟ اگلا سوال ۔ خان غلام سرور خان! سوال نمبر995

راولپنڈی میں محکمہ جنگلات کے ریسٹ ہاؤس کی تفصیل

☆ 995 ۔ خان غلام سرور خان: کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) تحصیل مری ضلع راولپنڈی میں محکمہ جنگلات کے کتنے ریسٹ ہاؤس ہیں یہ کس سال تعمیر ہوئے تھے ۔ ہر ریسٹ ہاؤس میں رہائش کی کتنی گنجائش

ہے اور ہر ریسٹ ہاؤس میں کیا کیا سہولیات میسر ہیں۔

(ب) سال 1985 ء سے لے کر آج تک محکمہ جنگلات نے اپنے ہر ریسٹ ہاؤس پر کتنا خرچہ کس کس مد میں برداشت کیا۔

(ج) سال 1985ء سے لے کر آج تک ہر ریسٹ ہاؤس میں کون کون سے افراد ٹھہرے اور ان ریسٹ ہاؤسز میں ان کمروں کی الاٹمنٹ کس مجاز آفیسر نے کی تھی؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):

1- فارسٹ ڈویژن مری میں کل آٹھ مندرجہ ذیل ریسٹ ہاؤس ہیں۔

نمبر شمار	نام ریسٹ ہاؤس	رہائشی گنجائش	موجودہ سہولیات	سن تعمیر
1	گھوڑا گلی	پانچ سوٹ	بجلی پانی چوکیدار مالی	1890ء
2	بھوربن	چار سوٹ	ایضاً	1909
3	چارہان	دو سوٹ	صرف چوکیدار	1911-13ء
4	پتریاٹہ	تین سوٹ	بجلی چوکیدار	1913-14ء
5	بن	دو سوٹ	صرف چوکیدار	1905-6ء
6	سسرہ	دو سوٹ	--	1926-27ء
7	سائیلی	دو سوٹ	--	1920-21ء
8	کٹھاڑ	ناقابل رہائش	گرا ہوا	1890ء

(ب) سال	نام ریسٹ ہاؤس	517-533 خرچہ بجلی	517-430 خرچہ کرائے/فرنیچر	517-441 خرچہ مرمت	517-449iii) خرچہ آب رسانی	میزان	کیفیت
1985-86ء	گھوڑا گلی	Rs22,500/-	Rs8,000	Rs122,000/-	Rs5000/-	Rs157,510/-	
.	بھوربن	Rs20,200/-	Rs17,980/-	Rs39,900/-	Rs9,500/-	Rs87,589/-	
.	پتریاٹہ	-	-	Rs1,95000/-	Rs5,015/-	Rs20,0015/-	
1986-87ء	گھوڑا گلی	Rs3500/-	-	Rs61663/-	Rs1,100/-	Rs66,263/-	
.	بھوربن	Rs3700/-	-	Rs3,46069/-	Rs5,500/-	Rs3,55,269/-	
.	چارہان	Rs3,493	Rs1900/-	Rs28,742/-	Rs6,007/-	Rs40,142/-	
.	پتریاٹہ	-	-	Rs70,755/-	Rs11,000/-	Rs81,755/-	
.	بن	-	-	Rs33,000/-	Rs2756/-	Rs35,756/-	
1987-88ء	سائیلی	-	30200/-	Rs4800/-	-	Rs35,000/-	
.	بھوربن	-	-	Rs8,05,000/-	-	Rs80,500/-	
1988-89ء	بھوربن	Rs5,100/-	-	Rs2,50875/-	-	Rs255975/-	
.	سرہد	-	Rs1900/-	Rs5,300/-	-	Rs7000/-	از سرنو ترقی
1989 90	بھوربن	-	-	Rs2015/-	-	Rs20,15/-	زیر ہدایت وزیر اعلیٰ
.	چارہان	Rs1000/-	-	Rs3000/-	Rs1000/-	Rs5000/-	پنجاب
.	بن	-	R1500/-	Rs4000/-	Rs2500/-	Rs8000/-	
1989-90ء	کنھار	-	Rs2000/-	Rs9000/-	Rs1988/-	Rs12988/-	
1990-91ء	گھوڑا گلی	Rs1000/-	Rs1000/-	Rs2000/-	-	Rs4000/-	
.	بھوربن	Rs8500/-	Rs1000	Rs32850/-	Rs1733	Rs44083/-	
.	پتریاٹہ	-	Rs1000/-	Rs8000/-	Rs1000/-	Rs10,000/-	
.	بن	-	-	Rs4000	-	Rs4000/-	
.	سائیلی	-	-	Rs10,000/-	-	Rs10,000/-	

(ج) 1 - فہرست افراد جوان ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں۔
2 - الائنٹ کی مجاز اتھارٹی حسب ذیل ہیں۔

نام ریسٹ ہاؤس	مجاز اتھارٹی
بھوربن، پتریاٹہ	وزیر اعلیٰ پنجاب
گھوڑا گلی، چارہان	وزیر جنگلات رسیکرٹری جنگلات
بن - سریہ، سامیلی اور کٹھاڑ	مہتمم جنگلات مری

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! یہ جو اخراجات کا گوشوارہ بتایا گیا ہے، اس میں 88-1987ء 89-1988ء - 90-1989ء ان سالوں میں گھوڑا گلی اور پتریاٹہ ریسٹ ہاؤس میں خرچہ بجلی کوئی نہیں کیا اس دوران انہوں نے بجلی کا میٹر بند کروائے رکھا ہے؟ یا اس دوران وہاں پر بجلی نہیں تھی؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: پتریاٹہ میں اب بھی بجلی نہیں اور گھوڑا گلی میں ____

آوازیں: گھوڑا گلی کا خرچ تو لکھا ہوا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! آپ بھی چیک فرمالیں۔ خرچہ بجلی کی مد میں بھی گھوڑا گلی کا نام 88-1987ء میں کوئی نہیں۔ 91-1990ء میں ہے۔ 90-1989ء۔ 89-1988ء۔ 88-1987ء میں گھوڑا گلی کا نام ہی سرے سے نہیں ہے۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر میاں منظور احمد موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! جب کوئی فاضل رکن ضمنی سوال پوچھنا چاہے تو کیا وزیر متعلقہ کے علاوہ دوسرے وزراء صاحبان بیٹھے بیٹھے یہ کہہ سکتے ہیں کہ لکھا ہوا ہے؟ جواب تو وزیر متعلقہ کو دینا ہے۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ وزیر متعلقہ کی موجودگی میں جب کہ وہ تیار بیٹھے ہوئے ہیں کیا دوسرا وزیر بھی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ لکھا ہوا ہے یا نہیں لکھا ہوا؟

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ متعلقہ وزیر ہی جواب دینے کے مجاز ہیں۔ ان کی جگہ پر کسی دوسرے وزیر کو جواب نہیں دینا چاہیے۔ کوئی اور ضمنی سوال؟

ملک محمد دین: جناب سپیکر! جواب کے نمبر 8 پر لکھا ہوا ہے: کٹھاڑ - ناقابل رہائش ہے، گرا ہوا ہے۔ تو پھر اس کا خرچہ یہاں کیسے 12988 روپے آگیا؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: میرے فاضل دوست نے صحیح فرمایا کہ کٹھاڑ کا ریسٹ ہاؤس گرا ہوا تھا۔ اس کی کچھ مرمتیں ہو رہی ہیں، اس کے کچھ کام ہو رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ بارہ ہزار روپے سال کا خرچہ ہے۔ یہ ایک ہزار روپیہ مہینے کا بنتا ہے۔ تو اس کو ہم بہتر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! سوال نمبر995 میں بھوربن ریسٹ ہاؤس کا خرچہ بجلی 13600 روپیہ بتایا گیا ہے۔ آگے چل کر سوال نمبر1260 کے آخر میں بھوربن ریسٹ ہاؤس کے بجلی کے اخراجات میں 28308 روپے کی رقم بتائی گئی ہے۔ یہ اتنا تضاد کیوں ہے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: میرے بھائیوں نے ذرا شور ڈالا ہوا تھا۔ سوال کو دہرا دیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اگر کوئی سوال دہرایا جانا ہو تو آپ کے توسط سے دہرایا جائے گا یا براہ راست ممبر سے کہا جائے گا کہ سوال دہرا دیں۔؟

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے کہ اگر کوئی ضمنی سوال منسٹر صاحب کی سمجھ میں نہ آئے یا اس میں انہیں کوئی ابہام محسوس ہو تو انہیں چیئر کو کہنا چاہیے کہ اس سوال کو معزز رکن دہرا دیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! بھوربن ریسٹ ہاؤس کے لیے سوال نمبر995 میں 1988-89ء میں بجلی کا خرچ 5100 بتایا گیا ہے اور نیچے 1989-90ء میں 8500 بتایا گیا ہے۔ یہ کل 13600 بنتا ہے۔ اسی بنگلے کے اخراجات آگے جا کر پوچھے گئے ہیں تو وہاں 28308 روپے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: آپ ضمنی سوال حاجی محمد افضل چن کے سوال پر کر رہے ہیں؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہاں تضاد کیوں ہے؟

جناب سپیکر: اس وقت آپ سوال نمبر995 پر ہیں۔ اس میں حاجی محمد افضل چن صاحب کا کیا ذکر ہے؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: وہاں بھی اسی بھوربن ریسٹ ہاؤس کے اخراجات بتائے گئے ہیں جو 28308 روپے ہیں۔ اور ادھر بنتے ہیں 13600 روپے۔ تو مقصد یہ تھا کہ اس تضاد کی وجہ کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر فارسٹ۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: مجھے سمجھ آگئی ہے۔ یہ دو سوال آگے چلے گئے ہیں۔ اگر اس سوال پر جا کر یہ سوال کرتے تو ہم سب کو سمجھ آتی کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر یہ سب کے میزان دیکھیں تو وہی بنتا ہے۔ 1988ء سے لے کر اب تک جو اخراجات ہوئے وہ اس کا ٹوٹل ہے۔ اگر ان تمام کو 1988ء سے لے کر اس میں add کریں تو وہ بھی یہی بنتا ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! منسٹر صاحب نے جو فرمایا ہے وہ درست نہیں۔ یہاں خرچ بجلی لکھا ہوا ہے۔ اگلے سوال میں بھی اخراجات بجلی ہیں۔ تو ہم صرف بجلی کی مد کی بات کرتے ہیں کہ یہاں اور اس جگہ پر اتنا فرق کیسے آگیا؟ میرے خیال میں راجہ صاحب ٹوٹل کی بات بتا رہے ہیں۔ پورے اخراجات کی بات نہیں کرنی بلکہ صرف بجلی کی مد کے اخراجات کی بات کرنی ہے۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! میں پھر یہ عرض کروں گا کہ یہ سوال نمبر 1260 کی بات کر رہے ہیں۔ اس میں ٹوٹل لکھا ہوا ہے۔ معزز ممبر اس کی پہلی لائن نہیں پڑھ رہے بلکہ نیچے جا رہے ہیں۔ اس کی پہلی لائن میں کہا گیا ہے۔ "تفصیل اخراجات بھوربن ریسٹ ہاؤس مری یکم جنوری 1988ء تا 1991ء-11

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! وزیر موصوف کی خدمت میں یہی گزارش کر رہا ہوں کہ یہاں 89-1988ء اور 91-1990ء کے بھوربن بنگلہ کے دو اخراجات ہیں اور ادھر بھی انہوں نے دو بتائے ہیں "تفصیل اخراجات بھوربن ریسٹ ہاؤس مری یکم جنوری 1988ء تا 11-I1991

جناب سپیکر: ملک صاحب! ایسے کیجئے کہ یہ جو آپ آنے والے سوال کا حوالہ دے رہے ہیں بہتر یہ ہے کہ اس سوال کو یہیں dispose of ہونے دیں۔ جس وقت آپ اس سوال پر جائیں گے تو اس میں آپ پچھلے سوال کو quote کر سکتے ہیں کہ اس میں انہوں نے یہ جواب دیا تھا اور اس میں یہ جواب دیا ہے۔ یہ بات مناسب ہو گی۔ راجہ خلیق اللہ خان صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف ریسٹ ہاؤس میں الاٹمنٹ کے سلسلے میں کسی rule کا حوالہ دے سکتے ہیں یا خاص آدمیوں کو الاٹمنٹ کی جاتی ہے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! ایسی کوئی بات نہیں۔ میرے فاضل دوست میرے

بھائی وہاں جانا چاہیں تو میں ان کے لیے انتظام کرا دوں گا۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب والا! وزیر موصوف کی بات کا یقین نہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں پچھلے گرمیوں کے موسم میں وہاں گیا تھا لیکن وہاں کے چوکیدار نے مجھے داخل نہیں ہونے دیا تھا حالانکہ میں نے صرف وضو کرنا تھا۔ اور جب اسے بتایا گیا کہ میں ایم پی اے ہوں تو اس نے مجھے بڑا سخت جواب دیا کہ یہ مخصوص آدمیوں کے لئے ہے' ایم پی اے کے لئے نہیں۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! میں اپنے بزرگ فاضل ممبر سے معذرت خواہ ہوں۔ اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے تو آپ کا ساتھی ہونے کی حیثیت سے میں اس کا نوٹس بھی لوں گا۔ اور آئندہ میرے فاضل دوست وہاں جانا چاہیں تو مجھے حکم فرمادیں' میں یہ سارا انتظام پہلے سے ہی کرا دوں گا۔ لیکن مجھے یہ سن کر زیادہ ندامت ہو رہی ہے کہ میرے فاضل دوت کے ساتھ یہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! انہوں نے کیفیت کے خانے میں لکھا ہے: "از سر نو ترقی زیر ہدایت وزیر اعلیٰ پنجاب" یہ واضح نہیں ہے کہ کون سے ریسٹ ہاؤس کی ترقی ہو رہی ہے یا تمام ریسٹ ہاؤسز کے لئے ہے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! مجھے سوال کی سمجھ نہیں آئی۔

جناب سپیکر: آپ اس میں دیکھیں صفحہ 7 پر کیفیت کے خانہ میں لکھا ہے "از سر نو ترقی زیر ہدایت وزیر اعلیٰ پنجاب"

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! یہ بھوربن ریسٹ ہاؤس کے لئے ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ یہ صرف بھوربن کے لئے ہی ہے یا باقی ریسٹ ہاؤس کی ترقی کے لئے بھی سوچ رہے ہیں؟ کیونکہ کہیں بجلی نہیں۔ کہیں کوئی چیز نہیں۔ جیسے سامیلی اور دوسرے ہیں۔ تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا بھوربن کے علاوہ دوسروں کے سلسلے میں بھی گنجائش نکال سکتے ہیں؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! یہ ایک specific ریسٹ ہاؤس تھا جس کے لیے وزیر اعلیٰ پنجاب اپنے ذاتی فنڈ سے رقم دی باقی میری ذمہ داری ہے کہ ریسٹ ہاؤس کا سٹینڈرڈ maintain کیا جائے اور اگر کسی ریسٹ ہاؤس کا سٹینڈرڈ maintain نہیں ہو رہا اور

میرے فاضل دوست dis-satisfied ہیں تو میں یقیناً معیار high کرنے اور اس کا سٹینڈرڈ uplift کرنے کی کوشش بھی کروں گا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: کیا وزیر موصوف بیان فرمائیں گے کہ اس 1992ء کے سیزن میں بھوربن ریسٹ ہاؤس میں انہوں نے کسی ایم پی اے کو کمرہ الاٹ کیا ہے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب سپیکر! انشاء اللہ میں اس ہاؤس کے تقدس کو سامنے رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ جو ہمارے سرپرست ہیں یعنی جناب سپیکر، آپ کا ہی نام لوں گا کہ جناب سپیکر! ایم پی اے ہونے کی حیثیت سے وہاں جا کر دو دفعہ ٹھہرے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! یہاں سپیکر یا منسٹر کی بات نہیں کی گئی ایم پی اے بھی کوئی چیز ہوتی ہے جن کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ وزراء صاحبان کی تعداد تو بہت تھوڑی ہے۔ تو ان میں سے کوئی آدمی کہہ سکے کہ ہم نے اتنے لاکھ روپے اس پر خرچ کیے اور ہمیں ایک رات وہاں ٹھہرنی نصیب ہوئی۔

جناب سپیکر: وزیر جنگلات کا ریکارڈ درست کرنے کے لئے یہ ہے کہ اس سال ان گرمیوں میں میں بھی وہاں نہیں ٹھہرا تھا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ کا نام انہوں نے نوٹ کر لیا ہے۔ ریسٹ ہاؤسز میں الاٹمنٹ کے سلسلے میں جو صاحبان دلچسپی رکھتے ہیں وزیر جنگلات انشاء اللہ ان کا پوری طرح خیال رکھیں گے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: کیا وزیر موصوف اس سلسلے میں یقین دہانی کرا سکتے ہیں؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! اس سے بڑی یقین دہانی اور کیا ہو سکتی ہے جب جناب سپیکر نے حکم فرما دیا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس پر عمل کروں گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال نمبر1193 - حاجی محمد نواز کلیار صاحب! جواب پڑھا ہوا تصور ہو گا۔

فارسٹ گارڈ کے سکیل میں اضافہ کے لئے اقدامات

☆ 1193- حاجی محمد نواز کلیار: کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بذریعہ حکم نمبر SOF 1/20/ 567 ، مورخہ 10 نومبر 1968ء فارسٹ گارڈ محکمہ پولیس کا سپاہی اور جیل وارڈن ایک ہی سطح کے ملازم سرکار تصور کئے جاتے تھے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ پولیس کے سپاہی اور جیل وارڈن کو قومی پے سکیل 5/7 مل چکا ہے۔ مگر فارسٹ گارڈ کو تاحال محروم رکھا گیا ہے - جبکہ فارسٹ گارڈ کا تعلیمی معیار میٹرک بمعہ سائنس سیکنڈ ڈویژن ہے باقی دو ملازمین سپاہی پولیس اور جیل وارڈن صرف میٹرک ہیں - فارسٹ گارڈ کی ٹریننگ ایک سال اور باقی دو کی چھ اور نو ماہ ہے۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت فارسٹ گارڈ کو بھی سکیل نمبر 5/7 دینے کو تیار ہے اگر نہیں تو کیا وجوہ ہیں؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) فارسٹ گارڈ کو بنیادی سکیل نمبر 5 اور ایک تہائی کو سلیکشن گریڈ نمبر 7 دینے کا معاملہ پہلے ہی حکومت کے زیر غور ہے۔اس سلسلے میں ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ جس کی سفارشات پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟ رانا ثناء اللہ خان ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں محترم راجہ صاحب سے اس سوال کے جز (ج) کے جواب کی وضاحت چاہوں گا کہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے : "فارسٹ گارڈ کو بنیادی سکیل نمبر 5 اور ایک تہائی کو سلیکشن گریڈ نمبر 7 دینے کا معاملہ پہلے ہی حکومت کے زیر غور ہے۔" یہ کب سے زیر غور ہے اور کب تک اس پر فیصلہ متوقع ہے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ میں نے پہلے ہی فارسٹ گارڈز اور فاریسٹرز کو سمری کے ذریعے ، میٹنگ کے ذریعے سپورٹ کیا ہے۔ چیف منسٹر صاحب سے بھی میٹنگز ہوئی ہیں - میں ان کا سوال سن نہیں سکا مگر اس متعلقہ سوال سے چیف منسٹر صاحب نے اصولی طور پر اتفاق کر لیا ہے

کہ ان کو سکیل دیا جائے - انشاء اللہ کچھ دنوں میں سمری منظور ہو کر آ جائے گی۔

I am already taking it up

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ تھا کہ یہ معاملہ کب سے زیر غور ہے اور اس پر کب تک فیصلہ متوقع ہے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! ہماری جو پہلی میٹنگ ہوئی تھی وہ کوئی چھ سات ماہ پہلے ہوئی تھی اور جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اصولی طور پر چیف منسٹر صاحب نے اس معاملے پر اتفاق کر لیا ہے وہ سمری ہماری طرف سے منظوری کے لئے چلی گئی ہے۔ اور انشاء اللہ جلد از جلد چیف منسٹر صاحب اس کو approve کر دیں گے اور انشاء اللہ اس پر عمل درآمد بھی ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال حاجی محمد افضل چن صاحب: سوال نمبر1260

بھوربن ریسٹ ہاؤس کے اخراجات وغیرہ کی تفصیل

☆ 1260- حاجی محمد افضل چن: کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) بھوربن ریسٹ ہاؤس مری حکومت پنجاب کی ملکیت ہے یا کہ مرکزی حکومت کی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ ریسٹ ہاؤس میں ایم پی اے صاحبان کا داخلہ ممنوع ہے اگر ایسا ہے تو کس قانون کے تحت داخلہ ممنوع ہے۔

(ج) یکم جنوری 1988ء سے لے کر آج تک اس ریسٹ ہاؤس کا خرچہ کتنا ہے - ٹیلی فون - پانی - بجلی اور دوسرے اخراجات کی تفصیل الگ الگ دی جائیں۔

(د) یکم جنوری 1988 ء سے لے کر آج تک اس ریسٹ ہاؤس میں کن کن افراد نے قیام کیا۔ ان کے ناموں اور عہدہ جات کی تفصیل فراہم کی جائے۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):

(الف) بھوربن ریسٹ ہاؤس مری حکومت پنجاب کی ملکیت ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) یکم جنوری 1988ء سے لے کر آج تک بھور بن ریسٹ ہاؤس کے اخراجات کی تفصیل منسلک ہے (appendix A,)

(د) یکم جنوری 1988ء سے لے کر آج تک بھور بن ریسٹ ہاؤس میں جن جن افراد نے قیام کیا ان کے ناموں اور عہدہ جات کی تفصیل منسلک ہے۔ (appendixA.)

Appendix "A"

تفصیل اخراجات بھور بن ریسٹ ہاؤس مری یکم جنوری 1988ء تا 1991ء

نمبر شمار	تفصیل کام از فنڈز محکمہ جنگلات	رقم
1	آب رسانی وغیرہ	4425-00 روپے
2	بجلی کے اخراجات	28308-00 روپے
3	دیگر اخراجات	1645-00 روپے
	کل اخراجات	49'183 روپے

خرچہ از سپیشل فنڈز وزیر اعلیٰ پنجاب جو کہ کمشنر صاحب راولپنڈی اور اسسٹنٹ کمشنر صاحب مری کی وساطت سے وصول ہوئے۔

متفرق اخراجات (از سرنو مرتبی وغیرہ)	1055875
کل میزان	1105058

تفصیل بکنگ بھور بن ریسٹ ہاؤس مری از جنوری 1988ء تا دسمبر 1991ء

نمبر شمار	نام اشخاص	عہدہ	از	تا
1	حاجی حسن پیرزادہ لاہور	-	7-5-89	8-5-89

2	جی۔ایم۔کھر	-	16-6-89	-
3	چیف منسٹرہاؤس لاہور	-	6-7-89	-
4	قاضی حسین احمد لاہور	-	16-7-89	23-7-89
5	میاں منظور احمد وٹو	سپیکر پنجاب اسمبلی	22-7-89	26-7-89
6	چودھری غفور	منسٹر	12-8-89	22-8-89
7	عارف حمید بٹ	سی ایم ہاؤس مری	.10-8-89	-
8	جہانگیر منو لاہور	-	8-9-89	20-9-89
9	میاں زاہد سرفراز	ایم این اے	25-3-90	27-3-90
10	سلیمان صدیق	ٹی ڈی سی پی لاہور	3-7-90	9-7-90
11	میاں منظور احمد وٹو	سپیکر پنجاب اسمبلی	11-8-90	19-8-90
12	وسیم سجاد	چیئرمین سینٹ	1-6-91	1-7-91
13	ڈاکٹر نور جہاں پانیزئی	ڈپٹی چیئرمین سینٹ	1-7-91	3-7-91

نوٹ: مندرجہ بالا تاریخ ہائے بکنگ کے علاوہ یہ ریسٹ ہاؤس خالی رہا اور اس میں کوئی بھی قیام پزیر نہ ہوا۔

جناب سپیکر: فرید احمد پراچہ صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! جو تفصیل بکنگ بھوربن ریسٹ ہاؤس دی گئی ہے اس کے خانہ "نام اشخاص" میں نمبر تین پر ایک شخص کا نام ہے: "چیف منسٹرہاؤس لاہور" پوچھنا یہ ہے کہ یہ شخص مرد ہے، عورت ہے، کیا ہے؟ یہ کون سا شخص ہے کہ جو 6-7-89 تا یعنی "تا" کا خانہ خالی ہے۔ ابھی تک وہاں پر ٹھہرا ہوا ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی وزیر جنگلات صاحب!

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! آپ نے بھی سوچ کر مجھے حکم دیا ہے۔

جناب والا یہ واپس لینے والا سوال ہے۔ معزز رکن مہربانی کرکے یہ سوال واپس ہی لے لیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب والا! تفصیل کے نمبر 3 پر 6-7-89 درج ہے نمبر 4 پر

16-7-89 درج ہے - فرق صرف ایک ہفتے کا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں یا راجہ صاحب کی جگہ پر جواب دینا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: نہیں، جناب میں جواب نہیں دینا چاہتا۔ (قہقہے)

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: ضمنی سوال ____

جناب سپیکر: ضمنی سوال ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! میرا سوال پھر وہی ہو گا کہ یہاں بجلی کے اخراجات اور آب رسانی کے اخراجات یہ دو اس سوال کے جواب جز (الف) میں ہی نمبر1 اور نمبر2 پر دیئے ہوئے ہیں اور جو پیچھے دیے ہوئے ہیں ان میں آپس میں تضاد ہے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ نے یہ کیا سوال فرمایا؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: یہی سوال نمبر1260 جو ہے۔

جناب سپیکر: آپ کس کو quote کر رہے ہیں؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: حاجی محمد افضل چن۔

جناب سپیکر: ہاں جی!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : اس کی تفصیل اخراجات بھور بن ریسٹ ہاؤس مری یکم جنوری 1988ء تا 1991ء

جناب سپیکر: تو اس میں آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہاں جو بجلی کے اخراجات دیے گئے ہیں وہ 28308 روپے دیے گئے ہیں اور آب رسانی کے اخراجات 4425 روپے دیے گئے ہیں اور پھر اس ریسٹ ہاؤس کے پچھلے سوال میں 13600 روپے اور 1733 روپے اخراجات دیے گئے ہیں - کون سے درست ہیں؟ یہ پچھلے تسلیم کر لئے جائیں یا آگے جو بتائے گئے ہیں یہ تسلیم کر لئے جائیں - ان میں جو اتنا تضاد ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: جی منسٹر فارسٹ۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: میں اپنے فاضل دوست کو عرض کروں کہ یہ اخراجات 1988ء سے لے کر 11/91 تک ہیں - دوسرے جو اخراجات ہیں وہ 1985ء سے لے کر 1991ء تک ہیں۔

یہ اس لئے تضاد ہے - تین سال کا درمیان میں فرق آتا ہے تو یہ اس لیے تھوڑا سا تضاد ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ یا مجھے یہ پرنٹ غلط کرکے دیا ہوا ہے یا پھر کیا وجہ ہے - میں بھی 89-1988ء سے لے کر 1991ء تک کی بات کرتا ہوں - وہ بھی وہی بات کرتے ہیں جو میں کہتا ہوں کہ جب پھر وہ یہ بات مانتے ہیں کہ جی! یہ 85ء کی بات ہے - میں 85ء کی بات نہیں کر رہا۔ یہاں 88ء میں 5100 روپے بجلی کا خرچ ہے اور 91-1990ء میں 8500 روپے دیئے گئے ہیں اور 89-1988ء میں کوئی خرچ نہیں ہوا - تو جناب سپیکر! میں یہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہاں تو آب رسانی کے صرف 1733 روپے دیے گئے ہیں اور بجلی کے 13600 روپے دیئے گئے ہیں۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب سپیکر! میں نے اپنے فاضل دوست سے عرض کر دی تھی۔

سید چراغ اکبر شاہ: ضمنی سوال -

جناب سپیکر: جی، سید چراغ اکبر شاہ صاحب ضمنی سوال کریں۔

سید چراغ اکبر شاہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 4 سال میں 11 لاکھ روپے آب رسانی اور بجلی کے اخراجات پر خرچ کیے گئے اور ان 4 سالوں میں 11 لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں اور 13 اشخاص وہاں پر رہائش پذیر ہوئے ہیں - تو کیا وزیر جنگلات از راہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ 11 لاکھ روپے میں 13 اشخاص کا رہنا کسی طرح بھی پنجاب حکومت کے مفاد میں ہے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب سپیکر! سب سے پہلے میں اپنے فاضل دوست کے لئے آپ کے توسط سے عرض کروں کہ یہ 11 لاکھ ہماری فارسٹ منسٹری نے خرچ نہیں کئے یہ چیف منسٹر کے صوابدیدی فنڈ میں تھے - مری ایک ایسا مقام ہے جو اسلام آباد سے نزدیک بھی ہے اور accessible بھی ہے۔ آپ کے vip dignitaries head of the states پوری دنیا سے اسلام آباد میں تشریف لاتے ہیں اور انہیں مری میں بھی ٹھہرایا جاتا ہے۔ یقیناً" ان dignitaries ان vvip,s یا ان head of the states کے ہم یہاں نام for quite a few reasons نہیں دے سکتے تھے -

یقیناً" اس سے بہت زیادہ لوگ وہاں ٹھہرے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس ریسٹ ہاؤس کی وہ کیا خصوصیت ہے کہ پچھلے چار سال میں یہ صرف 94 دنوں کے لئے occupy رہا ہے اور 1366 دن خالی رہا ہے۔ کیا ان کا یہ جواب درست ہے کہ یہ 1366 دن چار سالوں میں خالی رہا ہے اور صرف 94 دنوں کے لئے لوگوں نے یہاں قیام کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی منسٹر فارسٹ پلیز۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب یہ سوال ہو گیا ہے - یہ repetition ہو گی - میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ ہم ایسے کئی لوگوں کے for security and other purposes یہاں نام نہیں دے سکتے - اس کی کئی وجوہات ہیں - وہاں کافی dignitaries ٹھہری ہیں - وہاں کافی ایمبیسیڈرز اور vvip,s and head of the states ٹھہرے ہیں اور یہ یقیناً" زیادہ occupy رہا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف کے اس جواب سے اس ایوان کا تقدس مجروح ہوا ہے' استحقاق مجروح ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ کچھ ایسی dignitaries جو وہاں پر ٹھہرے ہیں ہم ان کے نام نہیں دے سکتے۔ وہ غیر ملکی ہوں یا کوئی پاکستانی ہوں - یہ اس ایوان کا حق ہے - یہ میرا حق ہے کہ ان سب کے نام دیے جائیں اگر ان کے نام نہیں دیے گئے تو پھر یہ جواب ہی نامکمل ہے اور اسے پینڈ کیا جائے اور ان سب کے نام اس ایوان میں پیش کئے جائیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر فارسٹ! پلیز۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! ان کے نام تو ہمیں بھی معلوم نہیں ہیں۔ (قہقہے) وہ اس وجہ سے معلوم نہیں ہیں کہ security purposes کی وجہ سے ہماری تو وہاں پر involvement ہی نہیں ہے۔ وہ occupy ہو جاتے ہیں خواہ وہ فارن آفس سے ہوں خواہ وہ چیف منسٹر ہاؤس سے ہوں اور وہاں کی بکنگ ہے وہ فارسٹ ڈیپارٹمنٹ نہیں کرتا۔ وہاں کی بکنگ چیف منسٹر ہاؤس سے ہوتی ہے۔

جناب شوکت داؤد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شوکت داؤد صاحب! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب شوکت داؤد: جناب والا! میں آپ کے توسط سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جب سے یہ وقفہ سوالات شروع ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو غیر سنجیدگی سے اختیار کیا گیا ہے۔ جبکہ وقفہ سوالات ایک نہایت ہی اہمیت کا حامل ٹائم ہے - میں آپ کے توسط سے جناب وزیر موصوف سے یہ درخواست کروں گا کہ ممبران کو ہنسانے کے لئے یا لوگوں کی تفریح طبع کے لئے اور بھی بڑے مواقع ہوتے ہیں پلیز! آپ انہیں ہدایت کریں کہ نہایت سنجیدگی سے سوالات کے جوابات دیے جائیں۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے اپنے جواب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ وہاں پر ٹھہرے ہیں ان کے نام تو ہمیں بھی معلوم نہیں ہیں - جناب سپیکر! ان کے نام تو سب کو معلوم ہیں اور وہ زبان زد عام ہیں - تو انہیں یہ پتہ کرنا چاہیے اور پتہ کرکے بتائیں - یہ اس ایوان کا اور معزز ممبران کا حق ہے کہ انہیں پتہ چلے کہ غیر ملکی وہاں پر ٹھہرا ہے یا پاکستانی ٹھہرا ہے - مرد ٹھہرتے ہیں یا عورتیں - جو بھی ہے یہ تو ایوان کا حق ہے اور راجہ صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ وہاں پر لوگ ٹھہرے ہیں - تو یہ جواب مکمل آنا چاہیے - میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اسے پینڈ فرمایا جائے اور اس کا مکمل جواب حاصل کرکے ایوان میں پیش کیا جائے - کیونکہ وزیر موصوف خود تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ جواب نامکمل ہے۔

جناب سپیکر: تو مسٹر فارسٹ کیا ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری: سر میں نے پہلے ہی عرض کر دی ہے - اب میں بار بار کیا کہوں - وہی بات ہے۔ مجھے یقین ہے کہ چیف منسٹر ہاؤس کے پاس یا فارن آفس کے پاس وہ تفصیل ہو گی جو نام انہیں چاہیے ہوں گے - اگر یہ فرمائیں تو یہ میرے پاس تشریف لے آئیں - میرے بس میں ہوا تو میں فارن آفس سے منگوا لوں گا - یہ فیڈرل گورنمنٹ کی بات آ گئی ہے - مجھے اس پر کیا اعتراض ہے - اگر پروونشل لیول یا فارسٹ ڈیپارٹمنٹ کی بات ہوتی یا ہم نے کوئی نام روک لئے ہوتے تو وہ میں ضرور عرض کر دیتا - یہ اگر فارن آفس نے ٹیک اوور کر لیا ہے یا چیف منسٹر لیول پر کس قسم کی وہاں بکنگ ہو گئی ہے تو اس کے بارے میں مجھے علم نہیں ہو گا۔

اگر یہ چاہیں تو میں اس detail میں in probe کروں گا اور ان کو عرض کر دوں گا۔
جناب سپیکر: راجہ صاحب! اگر اس کی مزید انفرمیشن آپ نے کہیں سے لینی ہے تو پھر اس کو 200 پینڈنگ کر لیں؟
وزیر جنگلات و ماہی پروری: نہیں سر، اس میں 200 پینڈنگ کی ضرورت نہیں ہے، اسے 200 پینڈنگ کیسے کر دیں۔ ہمیں پنجاب کی حد تک جو انفرمیشن تھی، یہ سوال ہمارے سے کیا گیا تھا، وہ ہم نے عرض کر دی ہے۔ اس میں 200 پینڈنگ والی بات نہیں ہے۔ اگر آپ حکم کریں تو اگر کوئی ایسی مزید تفصیل ہوئی تو ہم ٹیبل کر دیں گے۔ (قطع کلامیاں)
جناب سپیکر: آرڈر پلیز! آرڈر پلیز!

اس میں آپ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ ان 13 صاحبان جن کے نام آپ نے فہرست میں دیئے ہیں، کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ وہاں ٹھہرے ہیں جن کا نام کسی مصلحت کی بناء پر یہاں درج نہیں گیا۔ اس پر یہ بات یہاں آئی ہے کہ یہ اس ایوان کا حق ہے کہ کسی بھی سوال پر ان کو مکمل انفارمیشنز مہیا کی جائیں۔ چاہے کوئی بھی صاحبان اس میں ٹھہرے ہوں ان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا، ان کو صیغہ راز میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اس بات سے میں اتفاق کرتا ہوں اور مکمل انفارمیشنز ایوان میں آئی ہیں اور ان کو صیغہ راز میں نہیں رکھا جا سکتا یا تو آپ یہی کہیں کہ یہی صاحبان ہیں جو وہاں ٹھہرے ہیں جن کا آپ نے جواب دیا ہے۔ یعنی یہ ایک سے 13 صاحبان اس میں ٹھہرے ہیں اور کوئی صاحب اس میں نہیں ٹھہرے یہ جواب اپنی جگہ پر مکمل ہے کوئی اس کو ثابت کرے کہ اور کوئی ٹھہرے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ اس میں اور بھی بے شمار صاحبان ٹھہرے ہیں تو پھر اس کا جواب اس ایوان میں آنا چاہیے اور یہ ان کا حق ہے۔ آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟
وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ شاید وہاں foreign dignitaries آئے ہوں اور انہوں نے وہاں دوپہر کا کھانا کھایا اور وہاں پر صرف ن گزارا ہو تو جناب والا ہمارے پاس جو ان کے بارے میں تفصیل تھی۔ وہ ہم نے دے دی ہے۔ میں اس کے بارے میں مزید دیکھ رہا ہوں کہ شاید اس میں کوئی اور ٹیکنیکل بات آ گئی ہو۔ جس کے بارے میں مجھے یقین نہیں ہے اس لئے میں اس ایوان کے فلور پر commit نہیں کرنا چاہتا کہ شاید وہاں پر صرف رات گزارنے کی بات ہو۔ جناب والا! اگر کوئی صاحب وہاں

رات گزارتے ہیں تو ان کا نام ریکارڈ میں آتا ہے اور اگر dignitary وہاں پر صرف دن گزارتے ہیں اور دوپہر کا کھانا کھا کر واپس چلے آتے ہوں تو شاید ان کا نام ریکارڈ میں نہ آتا ہو۔

چودھری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر - جناب والا میری گزارش یہ ہے کہ آپ نے ایک تو وزیر موصوف کو گائیڈ لائن دی ہے کہ آپ اس طرح سے اس کا جواب دیں - تو جناب والا! آپ کو انہیں اس طریقے سے گائیڈ نہیں کرنا چاہیے تھا کہ وہ پھر آپ کے بتائے ہوئے طریقے سے اپنے جواب کو mould کریں - اب جناب والا! ان کے اس بیان سے ایوان کا suspense بڑھ گیا ہے ' لہٰذا اس suspense کو ختم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان خوش قسمت لوگوں کے نام یہاں اس ایوان میں آئیں جو یہاں ان کے بقول راتیں بسر کرتے رہے ہیں اور انہیں ان کے بارے میں پتہ نہیں - جناب والا! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ان کے نام اس ایوان میں ضرور آنے چاہییں تاکہ ایوان کو پتہ چل سکے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! میں نے وزیر جنگلات کو یہی کہا ہے کہ آپ نے جواب میں 13 صاحب کے نام written form میں دیے ہیں یا تو آپ یہی کہتے کہ یہ تیرہ صاحبان ہیں جو ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے اور اگر آپ نے یہ کہا ہے کہ اس میں اور بھی متعدد صاحبان ٹھہرے ہیں تو پھر آپ کو ان کے نام دینا ہوں گے - یہ اس ایوان کا حق ہے کہ یہ آپ سے انفرمیشن لے - تو میں نے جو بات کی ہے اس میں منسٹر صاحب کو سمجھانے والی کوئی بات نہیں -

راجہ صاحب! اگر آپ کے پاس انفارمیشنز ہوں تو وہ table کی جا سکتی ہیں اور انہیں اس سیشن کے دوران ٹیبل کر دیں۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جی ' جناب والا!

بیگم راج حمید گل: جناب سپیکر!

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ! کیا آپ کا ضمنی سوال ہے؟

بیگم راج حمید گل: جناب والا! میں صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ جو تیرہ نام آئے ہیں ان میں ایک نام "چیف منسٹر ہاؤس" ہے۔ تو جناب یہ کس کا نام ہے؟

جناب سپیکر: یہ سوال پہلے ہو چکا ہے۔

جناب عتیق الرحمن: پوائنٹ آف آرڈر - جناب سپیکر! میں اس چیز سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ میرے دوست رانا ثناء اللہ صاحب نے جو کہا ہے کہ اس ایوان کا حق ہے اور ہر ممبر کا حق ہے اور یقیناً ایوان کو اس سے اتفاق ہے کہ جو بھی سوال پوچھا جائے اس کا جواب تفصیل کے ساتھ آنا چاہیے۔ لیکن جناب سپیکر! پاکستان کی سالمیت یا پاکستان کی سکیورٹی کی وجوہات کی بنا پر بعض اوقات ایسے فیصلے جو وفاقی سطح پر ہوں یا ہائر سطح پر ہوں - تو اس میں اگر اس نام کے آنے سے اس میں کوئی زد پڑتی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ نام نہ دیئے جائیں اور اس سے پاکستان کی سالمیت پر زد پڑ جائے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز - آرڈر پلیز۔

جناب عتیق الرحمن: جناب سپیکر۔ میں نے پاکستان کی سکیورٹی کے حوالے سے بات کی ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز - آرڈر پلیز۔

جناب عتیق الرحمن: جناب والا! کوئی اچنبھا نہیں ہے کہ میرے حزب اختلاف کے بنچوں سے شور و غوغا ہوا ہے - کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جس کے ساتھ ان کو کبھی بھی دلچسپی نہیں۔

جناب سپیکر: عتیق الرحمن صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں - آپ اپنا پوائنٹ آف آرڈر پیش کیجئے۔

جناب عتیق الرحمن: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اول کو تو وزیر موصوف کو سوالات کے جوابات بڑی تفصیل سے بتانے چاہیں - لیکن اگر وہ یہ محسوس کریں کہ اس سے کوئی سکیورٹی hazards پیدا ہوتی ہیں تو اس کو روکنے میں کوئی حرج نہیں اور میں اپنے فاضل ممبر سے درخواست کروں گا کہ وہ اس پر بضد نہ ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں بھی اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر اس بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اور جس وقت تک میں اس پوائنٹ آف آرڈر کو dispose of نہیں کرتا اس وقت تک اسے نہیں اٹھا سکتے۔ عتیق

الرحمن صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر بڑی اہمیت کا حامل ہے - یہ ایسے ہی غیر ضروری بات نہیں - عتیق الرحمن صاحب نے سوالات اور جواب کے سلسلے میں بڑے پتے کی بات کی ہے کہ کیا کوئی ایسا سوال بھی ہو سکتا ہے کہ جس کا جواب ایوان میں دینا ملکی سالمیت کے منافی ہو یا سکیورٹی کی وجوہات کی بناء پر وہ چیز ملکی مفاد کے منافی ہو؟ کیا اس سوال کا جواب بھی دینا ضروری ہے؟ یہ مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے جو انہوں نے اٹھایا ہے۔ تو اس پر میری observation یہ ہے کہ نہیں۔ اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے - کیونکہ یہ ملکی مفاد کے منافی بات ہے' اس لئے اس کا جواب دینا ہرگز ضروری نہیں لیکن اس کو کون determine کرے گا۔ چیئر اس کو determine کرے گی کہ اس کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اب آپ فرمائیے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نکتہ وضاحت پر یہ عرض کرنی چاہوں گا کہ یہ ملک اتنا کمزور نہیں کہ کسی ریسٹ ہاؤس میں راتیں بسر کرنے والوں کے نام بتانے سے اس ملک پر کوئی حرف آ جائے گا یا کوئی سکیورٹی کی وجہ پیدا ہو جائے گی اور جس نام کے افشا ہونے کا جناب عتیق الرحمن صاحب کو ڈر ہے ٹھیک ہے وہ نام راجہ صاحب نہ بتائیں - ہم اس پر تو بضد نہیں ہیں - لیکن جو باقی نام ہیں وہ دے دیں۔

جناب سپیکر: اس پر بات طے ہو گئی اب اس پر مزید کوئی بات کرنے والی نہیں ہے۔ اگلا سوال ..... جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب -

خانزادہ تاج محمد خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: کیا آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

خانزادہ تاج محمد خان: جی! میں اس سوال کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس پر بات طے ہونے کے بعد کیا آپ مناسب فرمائیں گے کہ اس پر مزید بات کی جائے؟

Mr TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, I want to clarify the position.

Mr SPEAKER: I have already clarified the position.

Mr TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, You

have not. It has to be shown that it is not in the interest of the country to show the names. He has to shed some light on it. He cannot just keep quiet on it.

Mr SPEAKER: I agree with you.

جناب سپیکر: سوال نمبر1278 (جواب پڑھا ہوا تصور کیا گیا)

محمود بوٹی بند کے ساتھ رقبہ پر تعمیر

☆ 1278 - جناب ارشاد حسین سیٹھی: کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محمود بوٹی بند روڈ کے ساتھ ساتھ ریلوے پھاٹک تا داروغہ والا محکمہ جنگلات کی زمین بمطابق حسرہ نمبرو رقبہ کتنا ہے۔

(ب) موقع پر کتنا رقبہ زمین خالی ہے اور کتنے رقبہ پر تعمیر ہو چکی ہے۔

(ج) کیا محکمہ جنگلات کے رقبہ پر تعمیر محکمہ نے خود کروائی ہے یا جگہ الاٹ کی ہے یا لیز پر دی ہے مکمل تفصیل مہیا کی جائے۔

(د) موقع پر خالی رقبہ استعمال میں نہ لانے کی کیا وجوہ ہیں؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):

(الف) محمود بوٹی بند کے ساتھ ساتھ ریلوے پھاٹک تا داروغہ والا محکمہ جنگلات کی زمین نہ ہے بلکہ یہ ریلوے کی ملکیت ہے اس کا کل رقبہ 107810 ایکڑ ہے۔ محکمہ جنگلات کو یہ زمین گورنمنٹ کے حکم کے تحت بسلسلہ شجرکاری دی گئی تھی۔ تاہم موقع پر حد بندی نہ تو محکمہ مال نے ابھی تک کی ہے اور نہ ہی محکمہ ریلوے نے۔

(ب) موقع کے مطابق رقبہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ خالی رقبہ (نشیبی یا جوہڑ) 74-484 ایکڑ مفصل تفصیل Annex-a میں ملاحظہ فرمائیں۔

2۔ تعمیرات' ناجائز قبضہ 33-326 ایکڑ مفصل تفصیل Annex-b میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ج) محکمہ جنگلات نے اس رقبہ پر نہ تو کوئی تعمیر کروائی ہے نہ ہی کوئی جگہ

الاٹ کی ہے اور نہ ہی پٹہ (لیز) پر دی ہے اس سلسلہ میں محکمہ ریلوے ہی صحیح پوزیشن بتا سکتا ہے۔

(د) جو رقبہ اس وقت موقع پر خالی ہے وہاں پر تو گندا پانی کھڑا ہے یا اس قدر نشیبی ہے کہ وہاں پر شجرکاری نہیں ہو سکتی - بعض جگہوں پر بلدیہ نے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگا رکھے ہیں - وہاں پر بھی شجرکاری ناممکن ہے - سڑک کے ساتھ ساتھ فیکٹریوں کے سامنے رقبہ ناقابل کاشت ہے۔ دریائے راوی کا بند اور سڑک کے کنارے ہونے کی وجہ سے اکثر مٹی استعمال ہوتی ہے - لہٰذا خالی رقبہ کسی طرح بھی شجرکاری کے قابل نہ ہے۔

ANEXTURE-A

رپورٹ خالی رقبہ بند روڈ

خالی رقبہ	موقع پر حالت	کیفیت
2-276 ایکٹر	نشیبی علاقہ	-
6-881 ایکٹر	کوڑا کرکٹ۔جوہڑ نشیبی	-
4-57 ایکٹر	خالی نشیبی	-
15-119 ایکٹر	خالی ،کوڑا کرکٹ	-
1-610 ایکٹر	// //	-
1-70 ایکٹر	کوڑا کرکٹ	-
20-328 ایکٹر	نشیبی و کوڑا کرکٹ	-
18-00 ایکٹر	نشیبی - جوہڑ	

کل رقبہ: 74-484 ایکٹر

ANEXTURE-B

رقبہ تعمیر شدہ-بند روڈ- محمود بوٹی

رقبہ تعمیر شدہ	نام مقبوضہ	عرصہ مقبوضہ	کیفیت

-i	4.AC	1-کاشت	18 تا15سال تقریباً	-
-ii	2.AC	2-قبرستان	20 تا25سال	-
-iii	14.AC 20.215	3-کچی آبادی سلطان پورہ	13سال تقریباً	-
-iv	215.AC ایکڑ	پٹرول پمپ و فیکٹری		

4-اشتیاق سٹیل مل

-i	2Ac	i-قبرستان کرچن	7-8سال تقریباً	-
-ii	15Ac 4.103	ii-کچی آبادی		
-iii	603Ac ایکڑ	iii-کوائرواسافردوس کولڈ سٹوریج فیکٹری تاج کولڈ سٹوریج	10 تا20سال	-

-i	6.5-Ac	i-کاشت نامعلوم	13سال	-
-ii	2.0-Ac 9.008	ii-کچی آبادی	7.6سال تقریباً	-
-iii	508-Ac ایکڑ	iii-غیر ممکن راستہ	20سال	-

میزان:326-33ایکڑ

جناب سپیکر: اس پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب ارشاد حسین سیہنی: جناب والا' جواب چونکہ کافی لمبا ہے اس لئے جزو "الف" میں جو جواب دیا گیا ہے صرف اس کی وزیر موصوف وضاحت کر دیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ "محکمہ جنگلات کو یہ زمین گورنمنٹ کے حکم کے تحت بسلسلہ شجرکاری دی گئی تھی تاہم موقع پر حد بندی نہ تو محکمہ مال نے ابھی تک کی ہے اور نہ ہی محکمہ ریلوے نے کی"۔ اس پہ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ چونکہ یہ ساری معلومات محکمہ جنگلات نے محکمہ مال سے حاصل کرکے دی ہے اور اس میں وہ تمام حد بندی وغیرہ آگئی ہے۔ آیا محکمہ جنگلات اسی حد بندی کے مطابق پوری یقین دہانی کراتا ہے کہ اس کے بارے میں جو بھی نیا اقدام کیا جائے گا وہ محکمہ جنگلات ہی لے گا۔ اس کے لیے دوبارہ محکمہ مال یا ریلوے کی جانب رجوع نہیں کرے گا۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! میری پہلے بھی فاضل ممبر سے بات ہوئی ہے کہ ان کے ساتھ موقع پر جاؤں گا۔ یقینی طور پر اگر ہمیں یہ زمین دی جائے تو ہم اس پر بخوشی شجر کاری کریں گے۔ میں اپنے فاضل دوست کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ

میں نے اپنے جواب میں عرض کیا کہ یہ زمین ابھی ہمیں محکمہ مال سے منتقل نہیں ہوئی - ریلوے نے بھی ابھی ہمارے محکمہ کو منتقل نہیں کی انشاء اللہ جلد از جلد اس معاملے کو بھی نپٹانے کی کوشش کروں گا اور موقع پر ان کے ساتھ جا کر دیکھ کر بہت اچھی شجرکاری کریں گے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: شکریہ!

جناب سپیکر: کوئی اور ضمنی سوال ہے؟--------- اگلا سوال جناب ارشاد حسین سیٹھی

جناب ارشاد حسین سیٹھی: سوال نمبر1336

جناب سپیکر: اس سوال کا جواب بھی پڑھا گیا تصور ہو گا۔

مری میں اراضی کو لیز پر دینا

☆ 1336- **جناب ارشاد حسین سیٹھی:** کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف)- کیا یہ درست ہے کہ صوبائی حکومت نے 1985ء سے نومبر 1991ء تک بہت سے افراد کو مری اور اس کے قرب و جوار میں محکمہ جنگلات کی اراضی لیز پر دے رکھی ہے۔

(ب)- اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ان افراد کے نام کیا ہیں اور ان کو کتنی کتنی اراضی کس شرح سے اور کب سے لیز پر دی گئی ہے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):

(الف)- درست ہے

(ب)- جن افراد کو سال 1985ء سے نومبر 1991 تک جو اراضی صوبائی حکومت نے لیز پر دی ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام لیز ہولڈر	رقبہ جو لیز پر دیا گیا	اس جنگل کا نام جس میں لیز دی گئی	شرح رقبہ	کب سے لیز پر رقبہ دیا گیا
1-	خلد خان فیجنگ ڈائریکٹر پارکس پرائیویٹ لمیٹڈ	88-316 کنال	میونسپل فارسٹ	-/160 روپے فی کنال فی سال	4 مئی 1987ء

2- میسرز پاکستان سروسز لمیٹڈ کراچی محمود احمد لودھی ڈپٹی منیجنگ ڈائریکٹر	80 کنال	جنگل نمبر 8 بھوربن	//	21 جولائی 1987ء
3- بریگیڈیر ریٹائرڈ محمد اسلم خان چیئرمین شنگریلا ہوٹل اینڈ ریسٹورنٹ پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور	112 کنال	جنگل نمبر 11 میونسپل فارسٹ مری	//	21 مارچ 1987ء
4- سیف الرحمن منیجنگ ڈائریکٹر میسرز ریڈ کو پاکستان پرائیویٹ لمیٹڈ اسلام آباد	120 کنال	جنگل نمبر 26 اور 36 چترالہ	//	2 نومبر 1989ء
5- کرنل ریٹائرڈ محمد یامین خان ممبر صوبائی اسمبلی PP9 مری کہوٹہ	24 کنال	جنگل نمبر 36	//	23 دسمبر 1989ء
6- کرنل ریٹائرڈ محمد یامین خان ممبر صوبائی PP9 مری کہوٹہ	24 کنال	جنگل نمبر 28 میونسپل فارسٹ مری	160 روپے فی کنال فی سال	23 دسمبر 1989ء
7- ڈائریکٹر جنرل ہیڈ کوارٹر سول ورکس آرگنائزیشن راولپنڈی	مرلے۔کنال 2-7	جنگل نمبر 58/PF گھوڑا گلی	160 روپے فی کنال فی سال	30 دسمبر 1990ء

جناب سپیکر: اس پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں منظور احمد موہل: جناب والا، اس پہ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ تو جواب میں دیا گیا ہے کہ کب سے یہ لیز پر رقبہ دیا گیا ہے۔ لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کتنے عرصہ کے لیے لیز پر دیا گیا ہے، نمبر شمار 5 اور 6 پہ کرنل ریٹائرڈ محمد یامین خان ہمارے بڑے نیک اور درویش وزیر ہیں، انہوں نے چوبیس چوبیس کنال رقبہ لیا ہے۔ یہ رقبہ کتنے عرصہ کے لیے دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: وزیر جنگلات!

وزیر جنگلات و ماہی پروری: یہ رقبہ پچاس سال کے لیے دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: ملک اقبال احمد خاں لنگڑیال ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! یہ جو زمین دی گئی ہے یہ مارکیٹ ریٹ پر دی گئی ہے۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! یہ بیچی نہیں گئی - بلکہ لیز پر دی گئی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! لیز کے بھی کوئی ریٹس ہوتے ہیں جن پر وہ دی جاتی ہیں - ہم اپنی زمین بھی اگر لیز پر دیتے ہیں تو اس کا بھی کوئی ریٹ ہوتا ہے۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا مجھ جیسے غریب آدمی کو وہاں لیز پر پانچ مرلے زمین مل سکتی ہے۔

جناب سپیکر: وزیر جنگلات!

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب سپیکر! اس کے لیے ایک طریق کار ہے - اگر میرے فاضل دوست وہ طریق کار اختیار کریں تو انہیں مل سکتی ہے اور وہ اختیار جناب چیف منسٹر صاحب کا ہے۔ میرا بس تو مقامی ایم پی اے کی حیثیت سے کچی آبادی پہ ہو سکتا ہے تو ادھر میں انشاء اللہ دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: ملک اقبال احمد خان لنگڑیال ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ یہ جو زمین دی گئی ہے یہ محکمہ جنگلات کے استعمال میں نہ آ سکتی تھی - کیا یہ اس پہ شجرکاری یا پلانٹیشن نہیں کر سکتے تھے - کیا وجہ تھی کہ ان کو یہ زمین دی گئی۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! میں اپنے فاضل دوست اور اس ایوان کے لیے بھی ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ جو بھی جنگلات کی اراضی ہوتی ہے وہ محکمہ جنگلات لیز نہیں کرتا، بلکہ وہ ہم سے محکمہ مال لے لیتا ہے اور پھر محکمہ مال اسے آگے لیز پر دیتا ہے۔ تو کوئی جگہ جہاں پہ اگر کوئی تعمیر ہو رہی ہے وہ زمین اس قابل ضرور ہوتی ہے کہ وہ اس کے لیے استعمال ہو سکتی ہے - مگر جس کام کے لیے وہ استعمال ہو رہی ہے اس کی اس وقت وہاں ضرورت تھی - اگر انہیں مری میں ایک فائیو سٹار ہوٹل کے لیے زمین دی گئی تو وہاں ایک اچھے ہوٹل کی ضرورت تھی اور محکمہ جنگلات کے پاس اتنے فنڈز نہیں ہوتے کہ وہ وہاں فائیو سٹار ہوٹل تعمیر کر سکے - اس لیے وہ زمین یقینی طور پر ہوٹل کے لیے دی گئی ہے اور اس کے احکامات چیف منسٹر صاحب نے جاری کیے ہیں اور محکمہ مال نے اس کو expedite کیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ انہوں نے جو یہ شرح رقبہ لکھی ہے 160 روپے فی کنال فی سال تو کیا یہ پچاس سال کی رقم اکٹھی وصول کرلی گئی ہے یا سال بہ سال یہ رقم وصول کی جائے گی۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! یہ انشاء اللہ سال بہ سال وصول کرتے رہیں گے۔

سید چراغ اکبر شاہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: سید چراغ اکبر شاہ ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

سید چراغ اکبر شاہ: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ کہ کیا حکومت پنجاب میں لیز میں یہ شق رکھی ہے کہ جب حکومت پنجاب چاہے اس لیز کو کینسل کر دے۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب والا! میں دوبارہ عرض کردوں کہ جو بھی شرائط طے ہوئی ہیں وہ ان اشخاص کی محکمہ مال کے ساتھ طے ہوئی ہیں اور کوئی لیز یا contract کی بات پوچھنی ہو تو محکمہ مال سے یہ دریافت کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر: آخری ضمنی سوال میاں منظور احمد موہل صاحب کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو لیز پر رقبہ دیا جاتا ہے اس کے لیے یک مشت رقم ادا کی جاتی ہے۔ کیا وہ اپنے بیان پہ قائم ہیں کہ یہ سال بہ سال وصول کی جاتی ہے۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: میں اپنے فاضل دوست کی خدمت میں پھر عرض کروں گا کہ یہ سال بہ سال ہوتی ہے اور وہ بھی محکمہ ریونیو کو ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب فرید احمد پراچہ

جناب فرید احمد پراچہ: سوال نمبر1352

سروس سٹرکچر کا تعین

☆ 1352- جناب فرید احمد پراچہ: کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ فارسٹ آفیسر والے (اے ڈی ایف

او) کا سروس سٹرکچر ابھی تک طے نہیں کیا گیا۔

(ب) اگر جز و (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس تاخیر کی وجہ کیا ہے - کب تک سروس سٹرکچر کا تعین کر دیا جائے گا

زیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):

(الف) محکمہ جنگلات میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ فارسٹ آفیسر (اے ڈی ایف او) کی اسامی کا کوئی وجود نہیں ہے لہٰذا اس کے سروس سٹرکچر کا تعلق بے معنی ہے۔

ب) جواب جزو (الف) کی روشنی میں جزو (ب) غیر موثر ہے۔

جناب سپیکر: اس پہ کوئی ضمنی سوال ہے؟ _____ اگلا سوال چودھری محمد حنیف صاحب!

اکٹر سید وسیم اختر: ان کے ایماء پر سوال نمبر1768

جناب سپیکر: یہ جواب پڑھا گیا متصور ہو گا۔

لکڑی چوری کے مقدمات کا اندراج

☆ 1768- چودھری محمد حنیف : کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں کہ:۔

(الف) سال 1985ء سے آج تک محکمہ جنگلات نے لکڑی چوری کے کتنے مقدمات درج کرائے - ہر مقدمہ میں ملوث ملزمان کے نام - عہدہ اور پتہ کیا ہے - نیز ہر کیس میں محکمہ کے کتنے ملازمین ملوث تھے اور دیگر افراد کتنے ہیں۔

ب) ہر مقدمہ میں کتنی مالیت کی لکڑی چوری ہوئی اور کتنی مالیت کی برآمدگی کی گئی۔

(ج) کتنے مقدمات کا فیصلہ ہو چکا ہے اور کتنے زیر التواء ہیں - تفصیل الگ الگ بیان کی جائے۔

زیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):

الف) سال 1985ء سے آج تک درج ذیل لکڑی چوری کے مقدمات درج ہوئے۔

نمبر شمار	حلقہ سرکل ڈویژن	تعداد مقدمات	تعداد محکمہ جنگلات کے ملزمان	تعداد دیگر ملزمان	نام و پتہ ملزمان
1	2	3		4	5 6
1	حلقہ مرکزی لاہور	160	کوئی نہیں	2.5	تفصیل نام و پتہ ملزمان ضمیمہ پر ملاحظہ فرمائیں۔
2	جنوبی حلقہ ملتان				
	i- ملتان سرکل				
	ساہیوال ڈویژن	12	کوئی نہیں	27	تفصیل نام و پتہ ملزمان ضمیمہ (ب)
	چیچہ وطنی ڈویژن	32	-	37	پر ملاحظہ فرمائیں۔
	ملتان ڈویژن	20	12	52	-
	ii- بہاولپور سرکل				
	بہاولپور ڈویژن	19	کوئی نہیں	29	تفصیل نام و پتہ ضمیمہ (ج) پر ملاحظہ فرمائیں
	رحیم یار خان	1985ء سے تحصیل رحیم یار خان ڈویژن میں لکڑی چوری کا کوئی مقدمہ درج نہیں ہوا۔			
	ڈیرہ غازی خان سرکل				
	مظفر گڑھ ڈویژن	31	2	82	تفصیل ضمیمہ (د) پر ملاحظہ فرمائیں
	لیہ فارسٹ ڈویژن	12	کوئی نہیں	31	-
	ڈیرہ غازیخاں ڈویژن	12	-	24	-
	ایڈمنسٹریٹر لال سوہانرا نیشنل پارک	1	-	3	تفصیل ضمیمہ (ر) پر ملاحظہ فرمائیں۔
3	شمالی حلقہ راولپنڈی				
	سرگودھا سرکل	3	کوئی نہیں	8	تفصیل ضمیمہ (س) پر ملاحظہ فرمائیں۔
	راولپنڈی سرکل		کوئی نہیں	-	تفصیل ضمیمہ (ص) پر ملاحظہ فرمائیں۔
		302	14	498	

(ب) : مندرجہ بالا ضمیمہ جات میں تفصیلاً عرض کیا گیا ہے۔

(ج) : تفصیلاً ضمیمہ الف تاس میں عرض کیا گیا ہے۔ جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: اس پہ کوئی ضمنی سوال ہے؟

حاجی احمد خاں بلوچ: جناب والا' میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب میں کہا گیا ہے کہ ملتان ڈویژن کے بھی بارہ ملازمین چوری میں ملوث ہیں - میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ بارہ ملازمین جو ان کے محکمہ کے ہیں اور ان کے جنگلات چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں۔ ان کے خلاف کیا کارروائی ہوئی ہے - کیا وہ ابھی تک ملازمت میں ہیں؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری : جناب والا! محکمہ جنگلات کے دو ایس ڈی ایف اوز اور ڈی ایف چار فارسٹ گارڈ اور چار فارسٹ رینجراس میں شامل ہیں - یہ سارے ضمانت پر رہا ہیں اور ان سب کے مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔

جناب سپیکر: اگلے سوال کے لیے جناب فرید احمد پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! سوال نمبر1781

لینڈ سلائیڈنگ کے متاثرین کو معاوضہ کی ادائیگی

☆ 1781- جناب فرید احمد پراچہ کیا وزیر جنگلات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ تحصیل مری میں لینڈ سلائیڈنگ سے جنگلات - باغات اور مقامی لوگوں کی اراضی کو بے پناہ نقصان ہو رہا ہے اور گزشتہ دنوں مری میں ایک زیر تعمیر ہوٹل کی عمارت بھی لینڈ سلائیڈنگ کی نذر ہو گئی۔

(ب) حکومت جنگلات کو لینڈ سلائیڈنگ سے بچانے کے لئے کیا اقدامات کر رہی ہے۔

(ج) جن مقامی افراد کی اراضی - باغات اور کھیت لینڈ سلائیڈنگ کی نذر ہوئے ہیں آیا ان کو معاوضہ ادا کرنے کا کوئی بندوبست کیا جا رہا ہے اگر ہاں تو کیا اور کب تک اور اگر نہیں تو کیوں؟

جناب سپیکر: سوال نمبر1781 کو پڑھا گیا تصور کیا جائے۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):

(الف) یہ حقیقت ہے کہ تحصیل مری میں بمطابق رپورٹ A-c لینڈ سلائیڈ سے جنگلات باغات اور مقامی لوگوں کی اراضی کو بے پناہ نقصان ہو رہا ہے - البتہ مذکورہ ہوٹل بمطابق رپورٹ اسسٹنٹ کمشنر مری بوجہ استعمال ناقص میٹریل گرا ہے۔

(ب) جنگلات کے ایریا کو لینڈ سلائیڈ سے بچانے کے لئے محکمہ جنگلات نے کافی رقبہ پر

پودے لگائے ہیں اور چک ڈیم بنوائے ہیں - اس کے علاوہ ایک سکیم پرائیویٹ اراضی کے لئے

" Upland Rehabilitation and Development for Murree Kahuta and Kotli Sattian Tehsils"

منظوری کے آخری مراحل میں ہے اس سکیم کے تحت مقامی لوگوں کی اراضی کو لینڈ سلائیڈ سے روکنے کے لئے پودے لگائے جائیں گے تحفظ اراضی کا کام کیا جائے گا۔

(ج) بمطابق رپورٹ اسسٹنٹ کمشنر مری لینڈ سلائیڈ سے متاثرہ افراد کو معاوضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں تفصیل حکومت کو بھیجی جا چکی ہیں - جن پر ابھی فیصلہ درکار ہے۔

جناب سپیکر: اس بارے میں کوئی ضمنی سوال؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! جز (ج) میں یہ بتایا گیا ہے کہ متاثرہ افراد کو معاوضہ کی ادائیگی کے سلسلے میں تفصیل حکومت کو بھیجی جا چکی ہے - اس میں دریافت کرنے والی بات یہ ہے کہ یہ تفصیل کب بھیجی گئی ہے اور اس پر کب تک فیصلہ ہو جائے گا۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری: جناب سپیکر! میں اپنے فاضل دوست کے لیے عرض کروں گا کہ خالی محکمہ جنگلات میں ہی لینڈ سلائیڈنگ نہیں ہوئی بلکہ overall میں مری کا باسی ہوں میں مری سے منتخب ہوا ہوں اور ہمارے وزیر سی این ڈبلیو بھی اسی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں - اس لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے ہمارے علاقے میں کمرشل اور رہائشی پراپرٹی کا کافی نقصان ہوا ہے - جیسا کہ ابھی حال ہی میں پورے پنجاب اور پاکستان پر سیلاب کی آفت آئی ہے ' اس کے ساتھ ساتھ لینڈ سلائیڈنگ سے مری میں بھی کافی نقصانات ہوئے ہیں - جس طرح سیلاب سے ہونے والے نقصانات کے estimate لگائے جا رہے ہیں - اسی طرح مری میں بھی اس لینڈ سلائیڈنگ سے ہونے والے نقصانات کے ہم estimate لگا رہے ہیں اور جن لوگوں کے کمرشل یا رہائشی پراپرٹی کے نقصانات ہوئے ہیں انشاء اللہ ہم ان نقصانات کا ازالہ کریں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ابھی وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ معاوضہ کے لیے رپورٹ تفصیل سے حکومت کو بھجوا دی گئی ہے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ معاوضہ کس شرح سے ادا کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اس سوال کے بارے میں یہ آخری ضمنی سوال ہے۔ راجہ صاحب! آپ ڈاکٹر

صاحب کے سوال کا جواب دیجئے

وزیر جنگلات و ماہی پروری : جناب سپیکر! شرح تو وہی مقرر کی جائے گی جو پورے پنجاب کے لیے ہو گی ۔ جس طرح سیلاب سے لوگوں کے نقصانات ہوئے ہیں اسی طریقے سے جو پالیسی overall ہو گی اسی پالیسی کے مطابق ہی یہاں پر بھی لوگوں کو معاوضے دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: اگلے سوال کے لیے جناب ریاض فتیانہ صاحب۔

ریاض فتیانہ صاحب تشریف نہیں رکھتے ۔ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے

وزیر جنگلات و ماہی پروری : بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

کمالیہ پلانٹیشن کے ملازمین کی فہرست

☆ 1867- جناب ریاض فتیانہ : کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

کمالیہ پلانٹیشن میں تعینات تمام ملازمین کی فہرست بمعہ ڈومی سائل اور پتہ جات معزز ایوان میں پیش کریں گے۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):

کمالیہ پلانٹیشن میں تعینات ملازمین کی فہرست لف ہے۔

فہرست سٹاف جو کمالیہ سب ڈویژن میں (Resent or Recent Past) تعینات ہیں

نمبر شمار	نام ملازم	عہدہ	پتہ ملازم	ڈومیسائل	کب سے فیصل آباد فارسٹ ڈویژن میں تعینات ہیں	کیفیت
1	2	3	4	5	6	7
1-	مسز محمد انور طاہر	SDFO	چیچہ وطنی ساہیوال	ساہیوال	7/91	-
2-	مسز محمد اسلم	فارسٹر	چک نمبر گ ب 172 تحصیل و ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ	فیصل آباد	-1/81	

3-	مسٹرلال حسین اختر	-	چک نمبر گ۔ر 349 تحصیل و ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ	ٹوبہ ٹیک سنگھ	1/89	-
4-	مسٹر محمد حنیف اختر	-	چک نمبر117/5B تحصیل و ضلع فیصل آباد	فیصل آباد	8/58	-
5-	مسٹر عبدالحمید	-	موضع یوسف پور ڈاکخانہ نور پور تحصیل شرگڑھ ضلع نارووال	-	4/56	فیصل آباد کا بھرتی ہے
1-	محمد رفیق	وارڈ تھی	چک 320 ج ب۔ تحصیل و ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ	ٹی۔ٹی۔سنگھ	8/66	-
1-	مسٹر محمد عیسیٰ	فرسٹ کلرک	چک نمبر235/RB تحصیل و ضلع فیصل آباد	فیصل آباد	9/90	-
2-	مسٹر محمد رفیق	-	موضع بھیرہ ضلع سرگودھا	سرگودھا	3/61	گجرات ڈویژن کا بھرتی ہے
3-	مسٹر عبدالحمید	-	چک نمبر213/GB تحصیل سمندر ضلع فیصل آباد	فیصل آباد	3/73	-
4-	مسٹر عبدالحمید	-	چک نمبر194/RB تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد	فیصل آباد	1/80	-
5-	الطاف حسین	-	مکان نمبر1188/C پیپلز کالونی نمبر2 فیصل آباد	فیصل آباد	5/92	-
6-	محمد سرور	-	چک نمبر64/GB تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد	فیصل آباد	5/92	-
7-	محمد یوسف داد محمد خان	-	چک نمبر723/GB تحصیل کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ	ٹوبہ ٹیک سنگھ	7/61	-
8-	توحید احمد خاں	-	مکان نمبر795 علی پور ضلع گوجرانوالہ	گوجرانوالہ	9/61	فیصل آباد کا بھرتی ہے
9-	اختر حسین شاہ	-	چک نمبر59/JB تحصیل و ضلع فیصل آباد	فیصل آباد	8/86	-
10-	محمد ایوب	-	چک نمبر136/GB تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد	فیصل آباد	8/86	-
11-	محمد اسلم ولد شیر محمد	-	چک نمبر519/GB تحصیل و ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ	ٹوبہ ٹیک سنگھ	9/64	-
12-	بشیر احمد ولد یار محمد	-	چک نمبر739/GB تحصیل کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ	ٹوبہ ٹیک سنگھ	7/61	-
13-	محمد اکرم ولد علی محمد	-	چک نمبر739/GB تحصیل کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ	ٹوبہ ٹیک سنگھ	7/73	-
14-	محمد اشرف	-	چک نمبر648/GB تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد	فیصل آباد	9/90	-
15-	احمد حیات	-	چک نمبر383/GB تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد	فیصل آباد	9/90	-
16-	محمد علی	-	چک نمبر106/GB تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد	فیصل آباد	7/62	-
17-	طالب حسین	-	موضع شوال تحصیل شرگڑھ ضلع سیالکوٹ	سیالکوٹ	7/58	فیصل آباد کا بھرتی ہے
18-	ملا کریم	-	چک نمبر717/GB تحصیل کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ	ٹوبہ ٹیک سنگھ	4/62	-
19-	طاہر رسول	جونیئر کلرک	موضع ہرساں کوٹ شرگڑھ ضلع سیالوٹ	سیالکوٹ	4/89	سیالکوٹ کا بھرتی ہے

20- محمد افضل	ٹریکٹر ڈرائیور	موضع دھوکے ضلع سیالکوٹ	سیالکوٹ	5/92	سیالکوٹ کا بھرتی ہے
21- لیاقت علی	نائب قاصد	مکان نمبر 3/15 منڈی ٹاؤن بھکر	بھکر	8/92	بھکر کا بھرتی ہے
22- محمد یسین	فارسٹ گارڈ	میرپور تحصیل شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ	سیالکوٹ	9/89	9/92 میں معطل کر کے فیصل آباد سب ڈویژن میں تعینات ہے
23- محمد نوید	-	فارسٹ ضلع سیالکوٹ	سیالکوٹ	3/39	10/91 سے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تعینات ہے

فارسٹ گارڈ کی ضلع سیالکوٹ میں واپسی

☆ 1864- **جناب ریاض فتیانہ:** کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سیالکوٹ کا ڈومی سائل والے فارسٹ گارڈ کو کچھ عرصہ قبل تبدیل کر کے کمالیہ پلانٹیشن میں تعینات کر دیا گیا تھا۔ اس طرح خالی اسامیاں پر ہو جانے کی وجہ سے مقامی بے روزگار نوجوانوں کی حق تلفی ہوئی ہے۔

(ب) اگر جز (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو رولز کی اس کھلی بے صابطگی کے ذمہ دار افسران کے خلاف کیا تادیبی کارروائی کی گئی ہے۔ کیا حکومت متذکرہ گارڈز کو ضلع سیالکوٹ میں واپس تبدیل کرنے کو تیار ہے۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری (راجہ اشفاق سرور):

(الف) یہ درست ہے کہ سال 1989ء میں مندرجہ ذیل فارسٹ گارڈز کو سیالکوٹ فارسٹ ڈویژن سے فیصل آباد فارسٹ ڈویژن میں تبدیل کیا گیا تھا۔

1- محمد یٰسین فارسٹ گارڈ

2- عبدالوحید // //

(ب) مندرجہ بالا اہلکاران کی تعیناتی کے احکامات حکومت پنجاب کی طرف سے جاری ہوئے جو انفرادی درخواستوں پر از روئے ہمدردی کئے گئے تھے۔ مندرجہ ذیل بالا اہل کاران کو واپس سیالکوٹ فارسٹ ڈویژن میں بھیجنے کے احکامات صادر ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! سارے سوالات آپ کو ٹیبل کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ محکمہ جنگلات کے سارے سوالات آج dispose of ہو گئے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ محکمہ منصوبہ بندی اور ترقیات کے جو سوالات pending کیے گئے تھے ان کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ اسی اجلاس میں ان کو دوبارہ take up کرنے کے لیے تاریخ کا اعلان کیا جائے۔ لہٰذا اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ کوئی تاریخ مقرر کر لی جائے۔

جناب سپیکر: سیٹھی صاحب! اس کے لیے ہم نے تاریخ مقرر کر لی ہے۔

حاجی احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: حاجی احمد خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ سوالات اور جوابات جو اس ہاؤس میں نہ آئے ہوں کیا ایک دن پہلے اخبارات میں آسکتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی نہیں آنے چاہیں۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: اب تحاریک استحقاق کو take up کرتے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 11، چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ ہمارے پاس pending چلی آرہی ہے۔ اس پر وزیر مال نے جواب دینا تھا۔ لیکن mover چوہدری محمد حنیف صاحب بھی نہیں ہیں اور وزیر مال بھی نہیں ہیں لہٰذا آج اس کو پھر pending کر لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 13 رانا اکرام ربانی صاحب کی طرف سے ہے۔ رانا صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! اس کو pending کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے اس کو pending کیا جاتا ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 19 بھی pending ہے۔ وزیر اطلاعات اور چودھری محمد حنیف صاحب کی اس سلسلہ میں میٹنگ ہوئی ہے۔ ملک صاحب! اس بارے میں کوئی پیش رفت ہوئی ہے؟

وزیر اطلاعات (ملک سلیم اقبال): جناب والا! ہاؤس میں آنے سے پہلے میں نے ان سے رابطہ کیا تھا لیکن ابھی تک وہ پہنچے نہیں ہیں۔ آج بعد دوپہر پہنچ رہے ہیں۔ جونہی وہ پہنچتے ہیں تو انشاء اللہ یہ میٹنگ ہو گی۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر21' فرید احمد پراچہ صاحب اور محمد حنیف چودھری صاحب کی طرف سے ہے۔

ایک رکن کے اخباری بیان سے تمام ارکان کی سیاسی ساکھ کو نقصان پہنچا

جناب فرید احمد پراچہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ ہمارے معزز رکن صوبائی اسمبلی چودھری واجد علی خان صاحب کا یہ بیان اخبار میں شائع ہوا ہے کہ ضلع راولپنڈی کے اراکین اسمبلی جو مسلم لیگ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے حلف اٹھایا ہے۔ وہ آئندہ کسی سماج دشمن یا منشیات فروش کی پشت پناہی نہیں کریں گے۔ چودھری واجد صاحب کی یہ اطلاع اگرچہ خوش آئند پہلو رکھتی ہے۔ لیکن اس میں لفظ "آئندہ" ایک تشویش ناک صورت حال کی نشاندہی کرتا ہے۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے ممبران اسمبلی اس سے پہلے سماج دشمنوں اور منشیات فروشوں کی پشت پناہی کرتے رہے ہیں۔ خبر کے اس پہلو سے عوام میں اراکین اسمبلی کا وقار متاثر ہوا ہے۔ بیان کے اس پہلو سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ استدعا ہے کہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ چودھری واجد علی خان صاحب سے ان اراکین اسمبلی کے نام معلوم کئے جا سکیں جو ماضی میں سماج دشمنوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ معاملہ جس پر میں نے یہ تحریک استحقاق دی ہے اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ عوام میں اراکین اسمبلی کا وقار ایک عرصے سے متاثر ہے۔ اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں بھی کوئی جوئے کا اڈا چل رہا ہے' یا جہاں کہیں بھی کوئی منشیات فروش گروہ کام کر رہا ہے اس کے پیچھے کسی رکن اسمبلی کا ہاتھ ہے۔ عوام میں یہ ایک تاثر موجود تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تاثر غلط ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تاثر صحیح ہو لیکن جناب چودھری واجد صاحب نے جس طرح سے اخبار میں یہ بیان دیا ہے جس میں لفظ "آئندہ" شامل ہے کہ آئندہ

سے یہ نہیں کریں گے۔ لازمی بات ہے کہ جب آئندہ کا لفظ آتا ہے تو اس میں ایک اعتراف موجود ہوتا ہے کہ پہلے یہ ہوتا رہا ہے' اب ہمیں یہ بات سمجھ آگئی ہے کہ ملک کی سلامتی اور ملک کے وقار کے لیے یا سماج دشمنوں کو ختم کرنے کے لیے اب ہم اس کی سرپرستی نہیں کریں گے۔ اس لحاظ سے یہ بات بڑی اہم ہے۔لازمی طور پر اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور چودھری واجد صاحب سے بھی معلوم کیا جائے کہ وہ کون سے اراکین اسمبلی تھے جو منشیات فروشوں کی پشت پناہی کرتے رہے جو جوئے کے اڈے چلاتے رہے' جن کی وجہ سے انہیں یہ بیان دینے کی ضرورت پیش آئی اور یہ کرائمز کنٹرول کمیٹی کے ممبر ہیں اس کی حیثیت سے انہوں نے وہاں جا کر یہ مسئلہ کیا میں نہیں جانتا کہ وہ لوگ کون ہیں لیکن مجھے یہ بات معلوم ہے کہ ایک رکن اسمبلی یعنی رکن اسمبلی کا جو لفظ آتا ہے اس سے میرا استحقاق بھی مجروح ہوا ہے اس سے عام وقار متاثر ہوتا ہے کہ اراکین اسمبلی کا یہی کام ہے اور پھر ساتھ مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والوں کا لفظ بھی آیا ہے کہ آئندہ مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے لوگ سماج دشمنوں کی اور منشیات فروشوں کی سرپرستی نہیں کریں گے تو ماضی میں کیا ہوتا رہا تو اگر ایک ضلع میں حلف اٹھایا گیا ہے تو کیا دوسرے اضلاع میں بھی یہ حلف اٹھائے گئے ہیں تو حلف اٹھانا کافی ہے کہ اب اس کے بعد ہم سمجھیں کہ کام نہیں کریں گے۔ یہ بات اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے اس کو معلوم کیا جائے اور اس بات کے لیے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ تاکہ یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہو کہ وہ کون لوگ ہیں اور اس طرح سے ارکان اسمبلی کا وقار کس طرح متاثر ہو رہا ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی چودھری صاحب! آپ اس پر کچھ روشنی ڈالنا چاہیں گے؟

چودھری واجد علی خان: جناب سپیکر! پراچہ صاحب نے جس طرح دھواں دھار انداز میں بات کی ہے اور جتنی بے بنیاد بات کی ہے اندازہ لگا لیں کہ یہ پاسبان والے جو چاہتے ہیں وہ بات کتنی بے بنیاد ہو گی۔ جناب والا! بات صرف یہ ہے کہ اخبارات میں جو آیا ہے میں نے تو نہیں پڑھا بہرحال ہمارے لیڈر جناب محمد نواز شریف صاحب کی commitment ہے کہ غریب عوام کو تحفظ دینا ان کی حفاظت کرنا نہ کہ مظلوموں کو کچلنا جناب اسی commitment کے تحت مظلوموں کا ساتھ دینا۔ جناب سپیکر! دیکھ لیں ان کے ایک فعل سے ان کی ایک حرکت سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ غلط بات کو کیسے لے کر چلتے ہیں اور ہر مسئلہ پر' کرباٹھ والا

مسئلہ ہو' دیپالپور والا مسئلہ ہو.....

چودھری نور محمد تارڑ: جناب سپیکر! دراصل چودھری واجد علی خان کے منہ سے سچی بات نکل گئی ہے جسے ہم دھرا رہے ہیں۔

چودھری واجد علی خان: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا' مظلوم کا ساتھ دینا ہماری commitment ہے۔ ہماری حکومت کی commitment ہے اسی سلسلہ میں ہر جگہ پر مسلم لیگی' آئی جے آئی کے ارکان اسمبلی نے یہ تہیہ کیا ہے کہ جہاں بھی کوئی ظالم سر اٹھائے...

جناب سپیکر: آرڈر پلیز! آرڈر پلیز! ملک خدا بخش صاحب کوئی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک خدا بخش خان ٹوانہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر سمجھیے یا کوئی وضاحت سمجھیے یہ موقف حکومت کا نہیں ہے' پتہ نہیں یہ کوئی خاص بریفنگ پولیس کو دی گئی ہو گی ان کا ایسا موقف میں نہیں جانتا۔ لیکن مظلوموں کو کچلنے والا موقف گورنمنٹ کا نہیں ہے۔

چودھری واجد علی خان: ٹوانہ صاحب! یہ ہماری حکومت کا موقف ہے ہمارے وزیر اعظم کا موقف ہے نہیں' نہیں میری بات سنیں جو میں وضاحت کرنے والا تھا کہ ہماری حکومت کا موقف ظالموں کو کچلنا اور مظلوموں کا ساتھ دینا ہے اور یہ بات کا بتنگڑ بنانا ان حضرات کا کام ہے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز! آرڈر پلیز...Mr. Wajid Ali please take your seat

چودھری نور محمد تارڑ: جناب والا! آپ چودھری واجد علی خان کو زبردستی بٹھا رہے ہیں انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ جو بات منسٹر صاحب کر رہے ہیں یہ غلط ہے' بلکہ مظلوموں کو کچلنا حکومت کا موقف ہے اور وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر قائم ہیں۔ آپ انہیں کیوں بٹھا رہے ہیں؟ انہیں کچھ نہ کچھ کہنے دیں تاکہ حق بات سامنے آجائے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! تشریف رکھیں' شیخ صاحب! تشریف رکھیں میں اس تحریک استحقاق کو کل تک موخر کرتا ہوں اسے کل take up کریں گے اور چودھری واجد علی خان صاحب اس بارے میں وضاحت کریں گے کہ یہ ایک معزز رکن کے بارے میں استحقاق کا مسئلہ ہے اور اس ایوان کو اسے بڑی سنجیدگی سے take up کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ ہم اسے کل take up کریں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر' پوائنٹ آف آرڈر پر چودھری واجد علی صاحب کو مبارکباد دیتے ہوئے صرف اتنی بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے کچی بات مستی میں
فقیہہ مصلحت بین سے وہ رندبادہ خوار اچھا

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! جب ایک معاملہ ختم ہو گیا' آپ نے موخر فرما دیا اس کے بعد معزز اراکین کو اس قسم کی باتیں کرنا زیب نہیں دیتیں ویسے بھی چودھری صاحب نے جو فرمایا تھا وہ اللہ والوں کے متعلق تھا اور ان کو ہم اپنے سے نکال چکے ہیں۔

جناب سپیکر: ہمارے پاس چند تحاریک استحقاق باقی ہیں اگر آپ مناسب خیال کریں تو تحاریک استحقاق کو کل take up کرلیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میری تحریک استحقاق نمبر26 ہے۔ کل میں کسی مجبوری کی وجہ سے ایوان میں حاضر نہیں ہو سکوں گا۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ اسے آج take up کرلیا جائے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! کل اس کو take up کریں گے۔ آپ فکر نہ کریں کل انشاء اللہ اسے take up کریں گے۔

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر سید خاور علی شاہ کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

تحاریک التوائے کار

جناب چیئرمین: اب تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر24'

چودھری محمد حنیف صاحب

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میری تحریک کا نمبر43 ہے۔

جناب چیئرمین: یہ تحریک التوائے کار نمبر15 take up کر رہے ہیں۔

چودھری محمد فاروق: کون سا نمبر take up کر رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: اس کو پھر موخر کر لیتے ہیں حنیف صاحب بھی نہیں بیٹھے اور لودھی صاحب نہیں بیٹھے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جی' اسے مؤخر کر دیں۔
جناب چیئرمین: تحریک التوائے کار نمبر49' رانا ثناء اللہ خان صاحب
چودھری محمد فاروق: جناب والا! آپ 49 پر چلے گئے ہیں میری تحریک کا نمبر43 ہے۔
رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار ہے....
جناب چیئرمین: رانا صاحب! ذرا' چودھری صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ چودھری صاحب' یہ لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں ہے۔ کل اس پر بحث شروع ہو رہی ہے تو آپ اس بارے میں.....
چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ جہاں پولیس کا لفظ آجائے تو اس کا مطلب یہ لے لینا کہ یہ بات لاء اینڈ آرڈر سے تعلق رکھتی ہے' یہ بالکل غلط نظریہ ہے۔ اس تحریک میں امن عامہ کے بارے میں کوئی بات نہیں کی گئی۔ اس میں تو پولیس کی ٹرانسپورٹ موٹر سائیکلوں کے فراڈ اور غبن کے بارے میں بات ہے۔ تو غبن اور فراڈ تو اس لحاظ سے امن عامہ میں نہیں آتا۔
جناب چیئرمین: چودھری صاحب! آپ نے اپنی تحریک التوائے کار میں امن عامہ کا ذکر کیا ہے۔ اس پر کل عام بحث شروع ہو رہی ہے' آپ اس پہ بات کر لینا۔
چودھری محمد فاروق: جناب والا! اس میں کوئی امن کا ذکر نہیں ہے۔ پورے صوبے میں امن نہیں ہے' میں نے تحریک سے کیسے امن لانا ہے؟
وزیر قانون: جناب والا! یہ امن عامہ سے متعلقہ ہے' اس لئے یہ ٹیک اپ نہیں ہو سکتی۔
چودھری محمد فاروق: جناب والا! آپ اسے ٹیک اپ تو کرنے دیں' بعد میں اس کی قانونی صورت پر بات ہو سکتی ہے۔ جناب والا! میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اس تحریک کی ایک کاپی وزیر قانون کو پہنچا دی جائے۔ اس میں امن عامہ کے سلسلے میں کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔ ایک محکمے کو تحفے کے طور پر جو موٹر سائیکلیں ملیں وہ موٹر سائیکلیں اس وقت غائب ہو چکی ہیں۔ میں ان کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ وہ موٹر سائیکلیں کہاں گئیں؟ اس لئے میری تحریک التوائے کار میں امن عامہ کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔
جناب چیئرمین: وزیر قانون کے پاس کاپی تو پہلے ہی موجود ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ اس کا امن عامہ کے ساتھ تعلق ہے۔ امن عامہ کی کل بحث شروع ہو رہی ہے۔ آپ اس میں جو بات کرنا

چاہیں کر سکتے ہیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! مجھے پیش تو کرنے دیں۔ میں بعد میں ان سے بات کر لوں گا۔

جناب چیرمین: کل امن عامہ پر بحث ہو رہی ہے.....

چودھری محمد فاروق: جناب والا! میں رول آؤٹ کرنے سے پہلے آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ.....

جناب چیئرمین: میں اسے رول آؤٹ نہیں کر رہا۔ میں رانا ثناء اللہ کو پہلے ہی فلور دے چکا ہوں۔ آپ کی تحریک التوائے کار ابھی رول آؤٹ نہیں ہوئی۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! آپ کی رولنگ آنے کے بعد اب ان کا بولنا بے جا ہے۔ چیئر کی رولنگ کے بعد یہ کون سے ضابطے کے تحت بول رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ رانا ثناء اللہ خان

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ جو تحریک التوائے کار نمبر49 ہے.....

چودھری محمد فاروق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! تحریک التوائے کار کا بھی ایک طریق کار ہے۔ میری تحریک التوائے کار کا نمبر پہلے ہے' اس لئے وہ پہلے زیر بحث آئے گی اس کے بعد آپ تحریک التوائے کار نمبر49 پر فلور دے سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: تحریک التوائے کار تو اتنی بات پر بھی رول آؤٹ ہو جاتی ہے' اگر آپ ایک دن بعد بھی پیش کر دیں۔ یہ ایک جاری و ساری عمل ہے۔ جس معاملے کا آپ نے ذکر کیا ہے یہ ویسے ہی رول آؤٹ ہو جائے گی۔ اس لیے آپ اس پر امن عامہ پر بات کر لیں۔ آپ رولز کے تحت بات کریں۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! میں اب تحریک التوائے کار نمبر43 کی بات نہیں کر رہا' بلکہ تحریک نمبر48 کی بات کر رہا ہوں۔ یہ دوسری تحریک ہے آپ پہلے اسے دیکھ تو لیں۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب! آپ کو میں نے وقت دیا تھا' آپ نے سیلاب پر بات کی تھی۔ آپ کی تحریک التوائے کار چونکہ سیلاب کے بارے میں ہے۔ اس دن آپ نے جو ارشاد کیا تھا اس میں یہ بات کر لینی تھی۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! یہ اس بارے میں بات نہیں۔ یہ تحریک التوائے کار سیلاب کے

چودھری محمد فاروق: جناب والا! میں اب تحریک التوائے کار نمبر43 کی بات نہیں کر رہا' بلکہ تحریک نمبر48 کی بات کر رہا ہوں۔ یہ دوسری تحریک ہے آپ پہلے اسے دیکھ تو لیں۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب! آپ کو میں نے وقت دیا تھا' آپ نے سیلاب پر بات کی تھی۔ آپ کی تحریک التوائے کار چونکہ سیلاب کے بارے میں ہے۔ اس دن آپ نے جو ارشاد کیا تھا اس میں یہ بات کر لینی تھی۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! یہ اس بارے میں بات نہیں - یہ تحریک التوائے کار سیلاب کے پانی کے بارے میں قطعاً" نہیں ہے۔ جناب سپیکر! آپ اسے پڑھ تو لیں۔ یہ تحریک بٹر آئل کے بارے میں ہے۔ لوگوں کو جو بٹر آئل دیا گیا ہے وہ آؤٹ ڈیٹیڈ ہے۔ اس لیے یہ تحریک التوائے کار بٹر آئل کے بارے میں ہے' سیلاب کے بارے میں نہیں ہے۔ لہٰذا رولنگ دینے سے پہلے میری تحریک کو پڑھ لیں۔

جناب چیئرمین: آپ اپنی تحریک التوائے کار پڑھیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! بہت بہت شکریہ۔

سیلاب کے متاثرین میں زائد المیعاد گھی کی تقسیم

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج مورخہ 27 ستمبر 1992 کے روزنامہ "جنگ" لاہور میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ بھیرہ کے متاثرین سیلاب میں زاید المیعاد گھی تقسیم کر دیا گیا۔ فراہم کیے جانے والے بٹر آئل کے استعمال کی مدت 7 جون کو ختم ہو چکی ہے۔ مقامی لوگوں سے رابطہ کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ سیلاب سے تباہ حال لوگوں پر حکومتی مشینری نے کمال مہربانی اور شفقت کرتے ہوئے وہ بٹر آئل بطور امداد فراہم کر دیا جو فن لینڈ ھیلینسنکی کی جانب سے ورلڈ فوڈ پروگرام کے تحت پاکستان کو تحفہ کے طور پر دیا گیا اور مختلف اداروں کی سستی اور عدم دل چسپی کے باعث یہ بٹر آئل بروقت عوام تک نہ پہنچایا گیا اور مختلف سرکاری سٹور کے اعداد و شمار بنانے کے کام آتا رہا اب جبکہ 7 جون 1992 کے بعد اس کا استعمال انسانی زندگی کے لیے انتہائی خطرناک ہو سکتا ہے سیلاب کے طوفانی اور ہولناک ریلے

سے بچ جانے والے متاثرین میں بطور امداد تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جس سے عوام میں زبردست تشویش اور پریشانی کی لہر دوڑ گئی ہے کہ حکومت کے ایسے اہل کار عوام کی زندگیوں سے کھیلنا چاہتے ہیں اور آسمانی آفت سے بچنے سے ان کی زندگی خطرے میں ہے۔ اس لیے یہ تحریک باضابطہ قرار دے کر بحث کے لیے منظور کی جائے۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ تحریک التوائے کار بالکل سیلاب سے متعلقہ ہے۔ سیلاب کے دنوں میں ہی بٹر آئل کا مسئلہ پیدا ہوا تھا۔ اب سیلاب کی بحث جاری ہے۔ آج بھی سیلاب پر بحث ہونی ہے۔ اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ رول 67 (ای) اس سلسلے میں مزاحمت کرتا ہے اور یہ ایوان میں پیش نہیں ہو سکتی۔ میں رول 67 (ای) پڑھ دیتا ہوں۔

> **Rule 67. (e) The motion shall not anticipate a matter for consideration of which a date has been previously appointed. In determining whether a motion shall be disallowed on the ground of anticipation; due regard shall be had to the probability of the matter anticipated being brought before the Assembly within a reasonable length of time;**

اب تو جناب والا! ابھی آج بھی اس پر بحث ہونی ہے' اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ یہ تحریک التوائے کار پیش نہیں ہو سکتی۔ چودھری محمد فاروق صاحب ویسے ہی اس پر اصرار کر رہے ہیں کہ یہ تحریک سیلاب کے متعلق نہیں ہے۔ اگر یہ سیلاب کے بارے میں نہیں ہے تو پھر اور کس کے بارے میں ہے؟ سیلاب اور بٹر آئل کا معاملہ آپس میں منسلک ہے۔

جناب چیئرمین: موہل صاحب! میں نے صرف وزیر قانون صاحب کے کہنے پر اسے پڑھنے دیا ہے۔ ویسے بھی اس میں کوئی ایک پوائنٹ بھی نہیں ہے۔ مزید یہ کہ یہ معاملہ ایک اخباری خبر کی بنیاد پر ہے۔ ویسے بھی یہ تحریک التوائے کار کا موضوع نہیں بنتا۔ علاوہ ازیں یہ معاملہ اتنا اہم ہوتا تو یہ لازمی اپنی تحریک میں بات کرتے۔ اب چونکہ وزیر قانون نے یہ کہا ہے کہ اس

تحریک التوائے کار کو پڑھنے دیا جائے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تو اب وزیر قانون اس کا جواب دیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جس مسئلے کی طرف فاضل رکن نے توجہ مبذول کروائی ہے' اس سلسلہ میں جیسا کہ جناب والا نے بھی فرمایا ہے اور میاں منظور احمد موہل نے بھی فرمایا ہے۔ پہلے بھی ان کی ایک تحریک التوائے کار ٹیک اپ نہیں ہو سکی۔ اور معزز رکن بہت اصرار کر رہے تھے کہ میری تحریک کو ٹیک اپ کیا جائے اس وجہ سے میں نے آپ کی خدمت میں یہ گزارش کی تھی کہ اسے ٹیک اپ کر لیا جائے۔ میں نے ان کی تحریک التوائے کار کو اچھی طرح سے پڑھ لیا ہے۔ جناب والا! حکومت نے اس کا نوٹس لے لیا ہے میں ان کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس مسئلے کو ٹیک اپ کریں گے۔ اگر اس قسم کی کوئی ایسی صورت حال پیدا ہوئی ہے۔ لوگوں کو ایسا بٹر آئل فراہم کیا گیا ہے جو آؤٹ ڈیٹیڈ تھا اور لوگوں کی صحت کے لئے مضر تھا' اگر اس قسم کا گھی تقسیم ہوا ہے تو اس کی انکوئری کر کے جو لوگ بھی ملوث پائے گئے' ذمہ دار قرار پائے گئے ان کے خلاف کارروائی کریں گے۔ ان حقائق کے پیش نظر میں یہ توقع کروں گا کہ میرے فاضل بھائی اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: گورنمنٹ کا نقطہ سامنے آنے کے بعد اب چودھری صاحب کیا فرمائیں گے؟

چودھری محمد فاروق: جناب والا! گورنمنٹ کا جو پوائنٹ آف ویو' نقطہ نظر ہے وہ قدرے بہتر ہے اور میری تحریک سے متعلقہ ہے۔ میں بھی وزیر قانون کے مناسب جواب کی وجہ سے ان کی رائے کا احترام کروں گا۔ لیکن جناب سپیکر! میری تحریک کے حوالے سے جس رول کا یہاں پر حوالہ دیا گیا اور تشریح کی گئی ہے' میں اس کے متعلق عرض کروں گا اور اس پر چونکہ آپ نے کچھ ریمارکس بھی دیئے تھے اس لئے میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ رول 67 (ای) کو پورا پڑھیں۔

> **Rule 67. (a) The motion shall not anticipate a matter for consideration of which a date has been previously appointed. In determining whether a motion shall be disallowed on the ground**

of anticipation; due regard shall be had to the probability of the matter anticipated being brought before the Assembly with in a reasonable length of time;

جناب سپیکر! اس میں کوئی ایسی بات نہیں کی کہ پانی کہاں سے آیا کس طرح سے آیا منگلا سے آیا' پہلے گیٹ کھولے یا بعد میں کھولے' دس آدمی مرگئے یا بیس آدمی مرگئے۔ میں نے تو صرف اتنی بات کی ہے کہ بٹر آئل آوٹ ڈیٹیڈ تھا جسے تقسیم نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جناب وزیر قانون نے یہ فرمایا ہے کہ ایسی جو بھی صورت حال ہوئی ہے اس کا ہم سنجیدگی سے نوٹس لیں گے اور جو لوگ بھی اس غلطی کی زیادتی کے' جرم کے مرتکب پائے گئے' وہ ان کے خلاف سخت کارروائی کریں گے۔ ان کی اس یقین دہانی پر کہ یقیناً وہ ان افسران کے خلاف کارروائی کریں گے میں اس توقع کے ساتھ اپنی اس تحریک پر زور نہیں دیتا۔

جناب چیئرمین : چودھری محمد فاروق صاحب اپنی اس تحریک استحقاق کو پریس نہیں کرتے۔ رانا ثناء اللہ خان۔

میاں محمود الرشید : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میری تحریک التوائے کار نمبر31 پینڈنگ چلی آ رہی ہے۔ یہ بہت اہم ہے۔ تین چار روز ہو گئے ہیں اس کے بارے میں کوئی جواب نہیں آیا مجھے یہ پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین : آپ کا جواب میرے خیال میں وزیر مال نے دینا تھا۔

میاں محمود الرشید : جناب والا میں نے ابھی تو یہ پڑھی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین : پڑھیں۔

مجسٹریٹ کی زیر قیادت اعلیٰ افسران و طوائفوں کی محفلِ رقص و سرور پر چھاپہ

میاں محمود الرشید : میں یہ تحریک کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 18 ستمبر1992ء کو 129- اے فیصل ٹاون میں مقامی آبادی کے شدید دباؤ پر پولیس نے مجسٹریٹ کی زیر قیادت اعلیٰ افسروں اور طوائفوں کی محفل رقص و سرور پر چھاپہ

مارا لیکن ان افراد کو گرفتار کرنے پرچہ درج کرنے اور قانون کے مطابق کارروائی کرنے کی بجائے ان کو بھگا دیا گیا روزنامہ "پاکستان" کی رپورٹنگ کے مطابق چھاپے کے وقت دس (10) اعلیٰ افسران سات (7) طوائفوں کے ساتھ محفل رقص و سرور جمائے ہوئے تھے۔ ان افسران میں ایک ضلع کا اے ڈی سی جی (ADCG) سندھ کا ایک ایس پی (SP) پولیس اور بلوچستان کا انڈر سیکرٹری' اے ایس پی (ASP) ضلع شیخوپورہ چار (4) مجسٹریٹ اور لاہور کے ایک معروف فلمساز سمیت بازار حسن کی سات (7) طوائفیں بھی شامل تھیں۔ لیکن پولیس نے مذکورہ اعلیٰ افسروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اور صرف خانہ پری کے لیے دو افراد نذر محمد اور امجد علی کے خلاف پرچہ درج کیا چھاپے کے فوراً بعد علاقہ مجسٹریٹ اور پولیس کے ایک دو افراد کوٹھی کے اندر چلے گئے اور تقریباً ایک گھنٹے تک مذکورہ افسران سے مذاکرات کرتے رہے۔

اسی اثناء میں یہ اعلیٰ افسران ان طوائفوں کے ساتھ کوٹھی کے عقبی دروازے سے گاڑیوں میں بیٹھ کر فرار ہو گئے۔ اسی دوران مجسٹریٹ کوٹھی سے باہر آئے اور مجمع کے لوگوں سے کہا کہ اندر بڑی بڑی بلائیں ہیں۔ جس میں سی ایس پی (CSP) افسر اور بڑے پولیس افسر شامل ہیں میں ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ مجسٹریٹ کے اس جواب پر موقع پر موجود سینکڑوں لوگوں نے نعرے بازی شروع کی لوگوں کے شدید اصرار اور دباؤ پر مجسٹریٹ نے کچھ لوگوں کو پولیس کی گاڑی میں بیٹھایا کہ ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ لیکن بعد میں ان افراد کو بھی چھوڑ دیا گیا۔ اس واقعہ سے پورے علاقے میں شدید غم و غصہ اور اشتعال پایا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس تحریک التوائے کار کے ذریعے اس معاملے پر اسمبلی میں بحث کی جائے تاکہ اصل ملزمان بے نقاب ہو سکیں اور آئندہ اس طرح کے واقعات کا سد باب ہو سکے۔

جناب چیئرمین: جناب لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا اس تحریک التوائے کار پر میرا جو تکنیکی اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ یہ معاملہ عدالت میں زیر سماعت ہے چالان ہو گیا ہے اور subjudice matter ہے۔ اس وجہ سے اس تحریک التوائے کار کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ جناب والا! عدالت میں پیش ہونے سے پہلے کا جو معاملہ تھا وہ میں اپنے بھائی کی خدمت میں مختصراً" عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجسٹریٹ کی سرکردگی میں دو سب انسپکٹر تھے' ایک اے ایس آئی تھا اور چھ

کانسٹیبل تھے جنہوں نے یہ ریڈ کوٹھی نمبر129- اے پر کیا۔ اس میں جو ملزمان پکڑے گئے ان کا ڈاکٹری معائنہ کروایا گیا۔ یہ بات ممکن ہو سکتی ہے کہ کوٹھی میں آدمی کافی تھے جیسے کہ انہوں نے اپنی تحریک التوائے کار میں فرمایا ہے کہ کچھ عقبی دروازے سے نکل گئے۔ اس قسم کی کوئی صورت حال ہوئی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقت پر مبنی ہو سکتی ہے۔ لیکن جو لوگ پکڑے گئے باقاعدہ پوچھ گچھ کے بعد ان کا ڈاکٹری معائنہ کروایا گیا۔ اس ڈاکٹری معائنہ میں یہ رپورٹ ملی کہ انہوں نے شراب پی ہوئی ہے۔ ان کا چالان کر دیا گیا ہے۔ وہ صاحبان چودھری امجد علی اور نذر شباب صاحب تھے۔ان کے بارے میں رپورٹ ملی تھی تو ان کا چالان کر دیا گیا ہے۔ اب معاملہ عدالت میں زیر سماعت ہے۔ اس لیے اس پر بحث نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے فنی اعتبار سے میں سمجھتا ہوں کہ اسے زیر بحث نہ لایا جائے اور اس کو رول آؤٹ فرمایا جائے۔ شکریہ جناب والا!

میاں محمود الرشید : جناب والا! یہ بتا دیا جائے کہ یہ معاملہ کون سی عدالت میں زیر سماعت ہے۔ میرے خیال میں یہ معاملہ کسی بھی عدالت میں زیر سماعت نہیں ہے کیونکہ پرچہ ہی درج نہیں ہوا تو زیر سماعت کی بات تو بعد میں ہوتی ہے۔ میرا مؤقف یہ ہے کہ معاملہ اس قدر اہم ہے کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو پبلک سرونٹس کہتے ہیں' یہ سی ایس پی کلاس کے لوگ' یہ مجسٹریٹ' اے ڈی سی جی' اے ایس پی اور دوسرے لوگ انڈر سیکرٹری وغیرہ۔ پوری قوم سیلاب کے عذاب میں مبتلا تھی اور یہ لوگ جن کی اپنی تنخواہیں تین چار ہزار روپے تک ہیں' یہ رشوت کا بازار آج اسی لیے گرم ہے کہ یہ جو رشوت کے لاکھوں روپے ہر مہینے کماتے ہیں پھر یہ ان سے داد عیش دیتے ہیں اور ان رقاصاؤں کے قدموں میں جا کر نچھاور کرتے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان افراد کے نام بتائے جائیں کہ وہ کون کون سے لوگ تھے۔ دو افراد تو میں نے پن پوائنٹ کئے ہیں کہ ان دو افراد کے خلاف پرچہ درج ہوا ہے۔ لیکن وہاں پر جو بارہ یا چودہ افسران تھے منسٹر صاحب کو یہاں ہاؤس کے فلور پر ان کے نام بتانے چاہئیں کہ وہ لوگ کون تھے جو اس محفل میں موجود تھے۔ جناب والا! میری گزارش ہے کہ اس کیس میں اتنی رازداری اور پردہ داری سے کام لیا جا رہا ہے کہ ایسے لوگ جو رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں ان کے نام بھی اگر یہ ممبران اسمبلی پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتے یا یہ حکومت کو میرے دوست ان کا نام بتانے سے گریزاں ہیں تو میری سمجھ سے یہ بات باہر ہے۔ یہ معاملہ

subjudice نہیں ہے۔ دو افراد کا پرچہ کاٹا گیا' باقی محکمانہ کارروائی اور رپورٹا رپورٹی ہوتی رہی۔ کیا کارروائی ہوئی' ڈی سی صاحب کا بیان آتا ہے' چیف سیکرٹری کا بیان آتا ہے اس کے بعد اس معاملے کو لپیٹ لیا جاتا ہے اور اب اس کے اوپر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان چہروں کے اوپر نقاب الٹنے چاہئیں۔ تاکہ ان لوگوں کو زندگی بھر کے لیے نصیحت ہو کہ وہ کس طرح سے اپنے آپ کو پبلک سرونٹس کہتے ہیں اور کس طرح سے داد عیش دیتے ہیں اور یہ سرکاری افسر کس طرح سے کوٹھوں کے اوپر جا کر رقص و سرور کی محفلیں جماتے ہیں۔ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے اور اس بارے میں لاہور شہر کے لوگوں میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ منسٹر صاحب کو اس کا دفاع نہیں کرنا چاہئے۔ ان کے نام یہاں پر آجائیں دوسرا یہ بتا دیا جائے کہ ان کا مقدمہ کون سی عدالت میں زیر سماعت ہے۔ میں اس لیے اصرار کر رہا ہوں کہ ان افراد کے یہاں پر نام آنے چاہئیں اور حکومت نے اب تک ان کے بارے میں کیا کارروائی کی ہے عدالت تو جو کرے گی سو کرے گی۔ اگر وہ لوگ رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں تو انہیں dismiss کیا جانا چاہئے' انہیں معطل کیا جانا چاہئے' ان کے خلاف محکمانہ انکوائری ہونی چاہئے' حکومت کو ان کے بارے میں انتہائی سخت رویہ اختیار کرنا چاہئے' اس بارے میں منسٹر صاحب ذرا جواب دیں۔

وزیر قانون : جناب والا! میں نے گزارش کی ہے کہ مقدمہ نمبر233 اس واقعہ کے سلسلے میں 18-9-1992 کو تھانہ فیصل ٹاؤن میں درج ہوا ہے۔ اور ملزمان کا چالان اسی علاقہ سے متعلق عدالت میں کر دیا گیا ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے فاضل دوست میاں محمود الرشید صاحب نے جس طرح کا نہایت سنجیدہ واقعہ بتایا ہے لاء منسٹر صاحب صرف اپنی اکثریت کے بل بوتے پہ سرہلا کے اس کو ہنسی مذاق میں ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو بھی جواب دیا ہے وہ گول مول ہے۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ جب آئی جے آئی کی حکومت کہتی ہے کہ ہم رشوت' بدمعاشی اور قماشی دور کریں گے۔ اور پھر انہی لوگوں کو لاء منسٹر صاحب سپورٹ کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بڑی ہی افسوس ناک بات ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ لودھی صاحب! اس پر کچھ ارشاد فرمائیں گے؟ یہ بڑا serious معاملہ ہے۔

وزیر مال: جناب والا! میں میٹنگ پر گیا ہوا تھا۔ لاء منسٹر صاحب جواب دے رہے ہیں تو کیا یہ مناسب ہے کہ وہ درمیان میں چھوڑ دیں؟

جناب چیئرمین: اکثر و بیشتر ایسے معاملات میں آپ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لیے میں نے آپ کو تکلیف دی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جب لاء منسٹر صاحب جواب دے رہے ہوں تو میں نہیں سمجھتا کہ لودھی صاحب کی وہاں جواب دینے کی کوئی بات بنتی ہے۔ کیونکہ جو اطلاعات آتی ہیں وہ تو لاء منسٹر صاحب کے پاس ہوتی ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ میری بات سن لیں

شیخ محمد طاہر رشید: لنگڑیال صاحب! ہمیشہ ہنسنے، لکنے اور مکنے کی باتیں کرتے ہیں۔ وہ مردانہ بات کیوں نہیں کرتے؟

چودھری سکندر حیات ملھی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرے معزز بھائی میاں محمود الرشید صاحب نے ابھی ابھی بڑے سنگین نوعیت کے الزامات لگائے ہیں اور انہوں نے خاص طبقات پر، خاص سرکاری محکموں کے نام گن کر کہا ہے کہ وہ مجرم تھے۔ انہوں نے سی ایس پی کلاس کا نام لیا ہے۔ اور دوسری کلاس کا نام لیا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے فرمایا ہے کہ اسی کلاس کے افسران رنگے ہاتھوں پکڑے گئے حکومت ان کا نام بتانے سے گریز کر رہی ہے۔ جناب والا! ان کی سٹیٹمنٹ متضاد ہے۔ انہیں خود بھی علم نہیں کہ جب آدمی رنگے ہاتھوں پکڑا جائے وہ abscond نہیں ہو سکتا۔ یا تو گورنمنٹ خود چھوڑے۔ جب وہ بھاگ گئے ہیں تو کیا انہیں الہام ہو گیا ہے کہ وہ سی ایس پی کلاس کے تھے؟ کیا انہیں کسی کلاس کے خلاف الہام ہے؟ ہو سکتا ہے وہ کوئی commoner ہو۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی بھی رکن ہو۔ تو میں ان کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ جب بھی کسی کلاس یا کسی شخص کے خلاف اس معزز ایوان میں الزام لگایا جائے تو اتنا ثبوت تو آپ کے پاس ہونا چاہیے۔ ہمارے معزز وزیر قانون نے انہیں دو دفعہ کہا ہے کہ یہ پرچہ کٹ چکا ہے۔ کیس چالان ہو کے کورٹ میں جا چکا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ نہیں مانتے۔ ان کے پاس ایک ایسی تنظیم ہے کہ criminal cases کی چھان بین کرنے کا

انہوں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ ان سے یہ پوچھا جائے کہ ان کی جو ذاتی معلومات ہے اس میں اگر انہوں نے نام اکٹھے کیے ہوئے ہیں تو وہ نام ہمیں بتائیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر۔ کیا پوائنٹ آف آرڈر پر اتنی لمبی تقریر ہو سکتی ہے؟ یہ اتنی دیر سے بول رہے ہیں۔

MR CHAIR MAN: The case is subjudice, disposed of,

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! ازراہ کرم اس کو اس طرح غیر سنجیدگی سے dispose of نہ کیجیے۔ میری گزارش ہے کہ آپ مجھے یہ بتائیے کہ کن وجوہات کی بناء پر آپ یہ سارا کام کر رہے ہیں؟ یہاں ایک طرف حکومت دعویٰ کرتی ہے کہ ہم معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: لاء منسٹر پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! کم از کم محترم ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب جو کہ ہماری ایک اہم پارٹی کے ایوان میں لیڈر ہیں ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ سپیکر کی رولنگ کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کریں کہ آپ نے اس کو غیر سنجیدگی سے dispose of کیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ آپ ان کے یہ الفاظ جو چیئر کے متعلق انہوں نے فرمائے ہیں ان کو کارروائی سے حذف فرمائیں۔ اور میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ وہ اس قسم کی بات کرنے سے اعتراز فرمائیں۔ شکریہ جناب والا۔

جناب چیئرمین: یہ تحریک التواء ruled out of order ہو چکی ہے۔ اس لیے میں معزز اراکین سے کہوں گا کہ وہ تشریف رکھیں۔ ہم اگلی تحریک التواء کو لیتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

لنگڑیال صاحب! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ لودھی صاحب کو بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بات سننا نہیں چاہتے تھے۔ میں نے تو کہا تھا کہ معاملہ serious ہے اور لودھی صاحب ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں۔ وزیر قانون صاحب نے بتایا ہے کہ معاملہ subjudice ہے۔ لاء منسٹر صاحب کے پوائنٹ کو آپ نے خود admit کیا ہے۔ آپ نے کہا کہ ہم لودھی صاحب کی بات نہیں سننا چاہتے۔ میں پھر رولنگ نہ دیتا تو کیا کرتا؟

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! آپ کی رولنگ کے بعد یہ کس قاعدے اور ضابطے کے تحت

بات کرنا چاہتے ہیں؟ یہ تو جب مرضی ہو کھڑے ہو کر بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ تو کوئی طریقہ نہیں۔ جناب سپیکر! یہ تو جمہوریت کے علم بردار ہیں۔ یہ تو بہت پڑھے لکھے لوگ ہیں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب تشریف رکھیے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں کافی دیر سے باقاعدہ اجازت لے رہا ہوں۔ لوگ بغیر اجازت کے بول رہے ہیں اور آپ انہیں اجازت دے رہے ہیں۔ (مداخلت) جناب سپیکر! یہ طے کر دیں کہ ہاؤس آپ نے چلانا ہے یا شیخ طاہر رشید صاحب نے چلانا ہے۔ اگر انہوں نے چلانا ہے تو ان کو چلانے دیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: میرے خیال میں ان کو علاج کے لیے بھیج ہی دیا جائے۔

جناب چیئرمین: سیٹھی صاحب آپ تشریف رکھیں پراچہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: میں پوائنٹ آف آرڈر پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک التواء کے لیے اگر یہ کیس بھی موزوں نہیں ہے تو اس سے زیادہ موزوں ترین کیس کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ معاملہ subjudice نہیں ہے۔ یہاں پر وزیر قانون صاحب نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

جناب چیئرمین: پراچہ صاحب! اس کے لیے آپ کے پاس رولز ہیں آپ ان کے مطابق چل سکتے ہیں۔ مجھے کوئی اور تحریک التوائے کار لینے دیں گے یا پوائنٹ آف آرڈر پر ہی آدھا گھنٹہ ضائع کر دیں گے؟ تشریف رکھیں۔ تحریک التواء کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اب ہم بحث کو لیتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! میں اس سارے مسئلے پر یہ کہنا پسند کروں گا کہ ہماری حکومت دعوے کچھ کرتی ہے لیکن عمل اس کے بالکل متضاد ہے۔ یہاں جب ہم کہتے ہیں کہ ہم معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو اس قسم کے کیس کے بارے میں خفیہ باتیں رکھنا اور اس کے بارے میں پورے ہاؤس کو اعتماد میں نہ لینا' اس کا مطلب ہے کہ آپ انہیں جان بوجھ کر protection اور تحفظ فراہم کرنا چاہتے ہیں کہ فحاشی' عریانی' زناکاری اور شراب خوری اس ملک میں چلتی رہے۔ ہم اس کے خلاف احتجاجاً" علامتی واک آؤٹ کرتے ہیں اور یہ فیصلہ ہم قبول نہیں کرتے۔

(اس مرحلے پر فاضل اراکین حزب اختلاف ایوان سے واک آوٹ کر گئے)

شیخ محمد طاہر رشید: جتنے بھی جرائم ہوتے ہیں وہ ان کی مشاورت سے اور ان کی موجودگی میں ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ جو بات کہہ رہے ہیں یہ انہی لوگوں کی باتیں ہیں۔ یہ خود ہی جرائم میں ملوث ہیں۔

ملک امان اللہ چھینہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: چھینہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

ملک امان اللہ چھینہ: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے شیخ رشید صاحب سے یہ استدعا کروں گا کہ انہی کی وجہ سے یہ واک آوٹ ہوا ہے۔ اور لفظ "ھش" کا معنی میں نے بتایا تھا کہ اونٹ کو بیٹھنے کے لئے یہ لفظ کہا جاتا ہے۔ یہ اونٹ کی مرضی ہے کہ وہ کون سی کروٹ بدلتا ہے اور یہ ایک محاورہ بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ اونٹ بیٹھتا بھی ہے یا نہیں بیٹھتا۔ اونٹ اب بیٹھ گیا ہے لیکن وہ آرام سے نکل گئے ہیں۔ اس لیے معزز رکن زیادہ پوائنٹ آف آرڈر پر بھی نہ بولا کریں کیونکہ آپ ذہنی مریض ہیں۔ ذرا اپنے آپ کو ریزرو بھی رکھا کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! محترم ملک صاحب میرے بزرگ ہیں اور میں ان کی شان میں گستاخی نہیں کر سکتا۔ اب میں تو ان کو جسمانی مریض نہیں کہوں گا۔

جناب چیئرمین: جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! مجھے انتہائی افسوس سے یہ گزارش کرنی پڑتی ہے کہ ہمارے فاضل اپوزیشن کے اراکین نے جس وجہ سے واک آوٹ فرمایا ہے اس کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے چیئر کے کنڈکٹ کے بارے میں جو الفاظ استعمال کیے ان کے بارے میں میں نے آپ کی خدمت میں گزارش کی تھی لیکن اب پھر میں insist کرتا ہوں کہ ان الفاظ کو ہاؤس کی کارروائی سے حذف کیا جائے کیونکہ وہ نہایت نامناسب الفاظ تھے۔ چیئر کے conduct کے بارے میں کہنا اور ان کے person کے بارے میں غیر سنجیدگی کے ریمارکس دینا مناسب نہیں تھا۔ اور دوسرا جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ تحریک التوائے کار کا کیا مقصد ہوتا ہے؟ مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز گورنمنٹ کے نوٹس میں آجائے۔ اگر آپ صحیح پوچھیں تو جناب ہم نے امن عامہ پر بحث کے لئے دو دن رکھے ہوئے ہیں۔ تو یہ سارے معاملات اور جو ان کو واقعات معلوم ہیں وہ ہمارے اپوزیشن کے دوست اس بحث میں

لا سکتے ہیں۔ اس میں بھی اس مسئلے پر دوبارہ اپنی تقاریر میں حوالہ دے کر اس پر تفصیل سے بات کر سکتے ہیں۔ ان کو کوئی نہیں روک سکتا۔ بلا جواز واک آؤٹ کرنا جبکہ آج سیلاب کے اوپر بات کرنے کا آخری دن ہے۔ انہوں نے خود تقاریر کرنی ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہم نے پہلی مرتبہ سیلاب کی صورت حال پر بحث کے لیے چار دن دیئے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ آپ کسی کی ڈیوٹی لگائیں جو ہمارے فاضل اراکین حزب اختلاف کو واپس لے آئیں۔ اور آپ کے توسط سے ان کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ ان کو بجائے سپیکر صاحب کو تلقین کرنے کے کہ آپ نے سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا ہمیں ہاؤس کے معاملات کو خود سنجیدگی سے چلانا چاہیے۔ واک آؤٹ سے ذرا ہیڈ لائین بن جاتی ہے۔ صرف خبریں لگوانے کے لیے واک آؤٹ وتیرہ نہیں بنا دینا چاہیے کیونکہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین : میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ جب حکومت کی طرف سے آپ کا موقف آگیا تھا تو میاں محمود الرشید صاحب نے تقریباً دس منٹ اس پر بات کی ہے اور بڑی تفصیل کے ساتھ بات کی ہے اور میں نے اس کو بڑا سنجیدگی سے لیا ہے۔ پھر اس کے بعد بھی میری یہ خواہش تھی کہ جناب لودھی صاحب بھی اس پر ارشاد فرمائیں لیکن اپوزیشن کی طرف سے یہ کہا گیا ہے جب وزیر قانون صاحب نے ایک point of view دے دیا ہے تو جناب لودھی صاحب کے ارشاد کی ضرورت نہیں۔ یعنی انہوں نے لودھی صاحب کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس کے بعد بھی ان کا piont of view بڑا سنجیدہ طریقے سے سنا گیا ہے۔ میں وزیر قانون صاحب کی بات سے بالکل اتفاق کرتا ہوں اور میں جناب راجہ صاحب کو اور بٹ صاحب سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ باہر تشریف لے جائیں اور اپوزیشن کو مہربانی کر کے واپس لے آئیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! میں بادشاہ میر خان آفریدی اور عتیق صاحب کا نام تجویز کروں گا کہ یہ جائیں اور اپوزیشن کو لے کر آئیں۔

جناب چیئرمین : آپ بھی ساتھ تشریف لے جائیں۔ بلکہ آپ جس کو ساتھ لے جانا مناسب سمجھتے ہیں لے جائیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : ٹھیک ہے' جناب۔

MR Taj Muhammad Khanzada: Are you going to run this Assembly on request? All the time they keep going out and coming in. All the time they are being requested to come in. There must be cogent reasons for this.

Mr Chairman: The Adjounrment Motion's time is always for the opposition but I have seen that, today, they were not serious about it. We could have see more adjournment motions. This was the only motion which was disposed of.

Mr Taj Muhammad Khanzada: Sir, if they decide to stay out, will you stop the proceedings of the House? If the Opposition decide to stay out, would the business of the Assembly not be conducted?

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے معزز اراکین ایوان کے اندر تشریف لے آئے)

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر۔ آپ کی اجازت سے دو تین الفاظ کہنا چاہوں گا۔ جہاں تک وزیر قانون صاحب کا یہ فرمانا ہے کہ ہم نے شائد آپ کے احترام میں کوئی ایسے الفاظ کہے ہیں' وہ قطعاً" غلط ہے۔ ہم سپیکر کا پوری طرح دل و جان سے احترام کرتے ہیں۔ آپ کی رولنگ کے پوری طرح پابند ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ گورنمنٹ کا جو رویہ ہے وہ اس قدر اپنی تمام پالیسیوں سے متضاد ہے اور اس قدر اپنے قول و فرار سے متضاد ہے جس کے خلاف ہم نے احتجاج کیا ہے۔ محمود الرشید صاحب نے یہاں تقریر کرنے کے بعد کون سی ناجائز بات کی ہے کہ اگر ایک شخص اس قسم کے بے حیائی کے کاموں میں ملوث ہے اور وہ کوٹھے پر جا کر شراب نوشی کر رہا ہے تو ان کے نام یہاں مقدس ہاؤس میں بتانے سے کون سی بات گریزاں ہے۔ ابھی آج صبح کی بات ہے کہ راجہ سرور صاحب نے یہاں بات کی اور یہ کہا کہ وہاں بھور بن میں ہم وہ نام نہیں بتا سکتے جن کی بنیاد پر کچھ معاملات شائد حکومت کے لیے embarrassment کا سبب بنیں۔ آپ یہاں موجود تھے۔ سپیکر صاحب کی رولنگ تھی کہ یہاں اس ہاؤس میں آپ ان تمام ناموں کو افشاں کریں گے۔ کسی شخص کے نام کو آپ

سوائے security reasons کے ہاؤس سے خفیہ نہیں رکھ سکتے ہیں۔ آپ یہ بتائیے کہ یہ کون سے ایسے مقدس اور کون سے ایسے فرشتے ہیں جن کے نام آپ یہاں ہاؤس میں بتانے سے گریزاں ہیں۔ آپ نام کیوں نہیں بتاتے؟ اگر ایسے لوگوں کے نام آپ نہیں بتائیں گے اور چھپائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کی encouragement کر رہے ہیں۔ وہ ایک دفعہ اگر ملوث ہوئے تو وہ آئندہ پھر کریں گے۔ اس کے بعد تیسری دفعہ پھر کریں گے۔ ان کے حوصلے اس قدر بڑھ جائیں گے کہ چاہیے وہ حکومت کے سرکاری ملازم ہیں لیکن حکومت ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ ایسی بے بس حکومت کا کیا فائدہ؟ آپ اپنے سرکاری ملازموں کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لے سکتے۔ کس قدر شرمناک بات ہے کہ ایک آدمی ملوث پایا جاتا ہے۔ ایف آئی آر درج ہوتی ہے۔ ان کے نام آتے ہیں اور یہاں ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ آپ ان کے نام ہمیں بتائیے۔ کون سی ایسی خرابی کی ہے؟ کون سی خلاف قانون ہم نے بات کی ہے؟ خلاف قاعدہ بات کی ہے؟ ہم اب بھی یہ اصرار کرتے ہیں کہ ان لوگوں کے نام یہاں بتانے چاہیں۔

سیلاب کی صورت حال پر بحث

جناب چیئرمین : ڈاکٹر صاحب! اب ہم سیلاب پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ کل امن عامہ پر بحث کا دن ہے۔ اس میں آپ تفصیل سے یہ باتیں فرمالیں۔ (قطع کلامیاں)

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! یہاں بیٹھے ہوئے دوستوں کے دل کی آواز ہے کہ ان بدکرداروں کے نام آنے چاہیں۔ یہ میرے اکثر ساتھیوں کے دل کی آواز ہے۔ اب یہ حکومت کی کیا مجبوریاں ہیں یہ ہماری سمجھ سے بالا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس معزز ایوان کے اندر..... (قطع کلامیاں) جناب والا۔ پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ جناب میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہوں (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین : آپ نے جناب خانزادہ صاحب کی بات سنی تھی؟ آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں) معاملہ تو اب ختم ہو گیا ہے۔ آپ اب کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟ آپ کوئی بحث بھی کرنے دیں گے؟ (قطع کلامیاں) آپ تشریف رکھیں شیخ صاحب! نعیم اللہ شاہانی صاحب

تشریف رکھیں۔ چودھری شاہد اکرم بھنڈر صاحب بات کیجئے۔

جناب چیئرمین: چودھری شاہد اکرم بھنڈر صاحب بات کریں۔

(معزز ممبر ہاؤس میں موجود نہیں تھے)

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں التماس کروں گا کہ آج چونکہ ایک بجے سے پہلے جناب قائد ایوان بھی بحث سمیٹیں گے۔

جناب چیئرمین: میں دیکھ رہا تھا۔ اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ بات کرنا چاہیں گے؟

وزیر قانون: اپوزیشن کے دوستوں کو پہلے موقع دے دیں اور لودھی صاحب کو ہماری طرف سے موقع دے دیں۔ پھر ہمارے دوست بھی بات کریں گے۔ لیکن ایک بجے سے پہلے سی ایم صاحب کو موقع دیں۔

جناب چیئرمین: جی! وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ پراچہ صاحب پہلے بول چکے ہیں۔ اب میرا خیال ہے کہ لغاری صاحب بات کرنا پسند کریں گے؟

وزیر قانون: اپوزیشن والوں سے کوئی نہیں بولنا چاہتے۔

جناب چیئرمین: اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب کو میں نے فلور دیا ہے وہ اگر بات کرنا پسند کریں۔ لغاری صاحب بات نہیں کرنا چاہتے۔

جناب احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آج کی لسٹ میں میرا نام بھی ہے۔ آپ مہربانی کریں مجھے ٹائم دیں۔

جناب چیئرمین: جو ٹریژری بنچز سے بات کرنا چاہتے ہیں وہ لاء منسٹر صاحب سے بات کر لیں۔ وہ مجھے جس کا نام بھیجیں گے میں بات کروا دوں گا۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! میں دو منٹ ضرور بات کرنا چاہتا ہوں۔ بہت ضروری بات ہے۔ میرے حلقہ میں سیلاب آیا۔ تھوڑے سے تھوڑا ٹائم مجھے ضرور دیں۔

جناب چیئرمین: نوابزادہ منصور صاحب بات کرنا چاہیں گے؟

نوابزادہ منصور احمد خان: جی ہاں۔

جناب چیئرمین: ارشاد فرمائیں۔ نوابزادہ صاحب ایک منٹ ٹھہریں۔ ہم یہ طے کر لیں کیونکہ ایک بجے چیف مسٹر صاحب نے وائنڈ اپ کرنا ہے تو میرے پاس نام آجائیں۔ ہم دیکھ لیں کہ

کتنے سپیکر ہیں اس کے مطابق پھر ٹائم دیا جائے۔ اگر کم سپیکر ہیں تو پھر ٹائم آپ کی مرضی کا ہو گا اور اگر زیادہ سپیکر ہیں تو پھر ہم بحث شروع کرنے سے پہلے فیصلہ کر لیتے ہیں۔ ایک منٹ تشریف رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں نے بھی بات کرنی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ لاء منسٹر صاحب سے بات کر لیں وہ میرے پاس لسٹ بھیج دیتے ہیں۔ جی نوابزادہ صاحب! آپ ارشاد فرمائیں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: شکریہ جناب سپیکر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالیہ سیلاب تاریخ کا بد ترین سیلاب تھا جو حکومت کی نا اہلی' عاقبت نا اندیشی' مجرمانہ غفلت اور غلط حکمت عملی کی وجہ سے آیا۔ منگلا ڈیم کے سپل وے کھول دیے گئے جس سے تقریبا ساڑھے نو لاکھ کیوسک پانی نکلا اور جہلم سے لے کر ضلع مظفر گڑھ تک تباہی و بربادی پھیلاتے ہوئے نکل گیا۔ ہزاروں ایکڑ رقبہ عبرت کا نشان بنا ہوا ہے۔ سینکڑوں قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ باغات' مال مویشی اور بیسیوں بستیاں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ جناب سپیکر! اگر پلاننگ کے تحت سپل وے کو بتدریج کھولا جاتا اور پانی چھوڑا جاتا تو اتنی زبردست تباہی کبھی نہ پھیلتی۔ حکومت کی ناقص حکمت عملی کی وجہ سے ایسا ہوا۔ پلاننگ کا فقدان دیکھیے۔ قوت فیصلہ کی صلاحیت سے محروم ہماری اس حکومت نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ایک اعلان کرایا کہ ہیڈ تریموں پر آج شام تین شگاف کر دیے گئے ہیں۔ دوسرے ہی دن وزیر موصوف نے یہ بیان دیا کہ جناب آج صبح ہیڈ تریموں پر شگاف کئے ہیں۔ اس طرح شیر شاہ کے حفاظتی بند کا ریڈیو پر اعلان کرایا گیا کہ اس کو توڑنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن دوسرے ہی لمحے اس کو ڈائنامیٹ لگا کر شگاف کر دیا گیا۔ منگلا ڈیم کے سپل وے کھولنے کے بعد جب بیسیوں بستیاں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں اور سینکڑوں قیمتی انسانی جانیں ضائع ہو گئیں تو اس مصیبت کی گھڑی میں وزیر اعظم صاحب ان علاقوں کا دورہ کرنے کی بجائے عمرہ کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوئے۔ وزیر اعظم صاحب نے دورہ خان گڑھ میں' جو کہ آج سے ایک سال قبل ہوا' ایک شعر پڑھا تھا وہ آج یاد آ رہا ہے اس حوالے سے کہ

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب؟
شرم تم کو مگر نہیں آتی

حکومت کی ناقص منصوبہ بندی اور حکومتی اراکین کی نجی اور سیاسی ترجیحات کی وجہ سے دو آبہ کا فلڈ بند ٹوٹا اور سیلاب کا طوفانی ریلا تعمیری نہر کے پشتوں کو توڑتا ہوا نہ صرف یہ کہ مظفر گڑھ آدھے شہر کو ڈبو گیا بلکہ پکے کے وسیع و عریض علاقے تقریباً 25 میل کی لمبائی اور 10 میل کی چوڑائی پر تباہی پھیلاتا ہوا گزر گیا' بلکہ اب تک تباہی پھیلائے ہوئے ہے۔ بے شمار نالوں' راجباہوں اور نہروں کو برپچ کیا گیا۔ اس طرح ان علاقوں اور بستیوں کی تباہی ہوتی چلی گئی۔ سیم نالہ کے ٹوٹنے کی وجہ سے سیم کا پانی تقریباً 19 مواضعات میں پھیل چکا ہے جس کی وجہ سے زمین فنی طور پر تقریباً آئندہ کاشت کے قابل نہیں رہے گی اور یہی زمین آباد ترین اور بہترین زمین تھی۔ ضلع مظفر گڑھ میں سیلاب سے قبل محکمہ انہار نے اور ضلعی انتظامیہ نے جن تین مقامات کا ذکر کیا تھا کہ یہ focal points ہیں اس میں ایک برجی نمبر36 سے لے کر 47 دوسرا برجی نمبر100 سے لے کر 109 اور تیسرا برجی نمبر.128 سے لے کر 138 تھی۔ اس میں' میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اتفاق سے یہ تینوں جو focal points محکمہ انہار اور ضلعی انتظامیہ نے بتائے یہ بدقسمتی سے میرا ہی حلقہ بنتا ہے۔ ان تینوں مقامات پر آپ ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے کہ سیلاب سے قبل ان کے حفاظتی پشتوں کو مضبوط نہیں بنایا گیا۔ یہاں سپرز کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔ یہاں کسی قسم کے حکومتی سطح پر کوئی فنڈز مہیا نہیں کئے گئے بلکہ محکمہ انہار کے پاس جو محکمانہ 89ء 2 کے تحت اختیارات ہوتے ہیں وہ بھی ان سے لے لئے گئے اور انہیں کسی قسم کے فنڈز ریلیز نہیں کئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب سیلاب آیا تو ہم نے وہاں بے سروسامانی کی حالت میں پبلک کے ساتھ مل کر tree topping کی اور خدا کے سہارے river fighting کرتے رہے۔ ہمیں ضلعی' ڈویژنل انتظامیہ اور محکمہ کی طرف سے کسی قسم کا کوئی تعاون نہیں ملا۔ نہ ہی ہمیں کوئی امداد ملی نہ ہمیں لیبر ملی نہ مین پاور ملی۔ ضلع مظفر گڑھ میں رنگ پور سے لے کر بلکہ مقصود پور سے لے کر ہیڈ پنج ند تک مختلف مقامات پر بریچز کو دبے گئے اور ان بریچز کو کرتے وقت کسی قسم کی کوئی پلاننگ نہیں کی گئی۔

ریلیف کیمپوں کا نام و نشان تک نہ تھا' بلکہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ اس قومی المیے میں جب کہ پوری قوم اس مصیبت کی گھڑی میں گرفتار تھی تو ہماری حکومت مسلم لیگ کی تشہیر کرنے میں مصروف تھی۔ یہ ایک انتہائی افسوس ناک بات ہے۔ اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلا نہیں گیا حالانکہ اس مصیبت گھڑی میں ساری قوم کو ساتھ ملا کر چلنا چاہیے تھا۔ اس کے

برعکس اپوزیشن کے لئے رکاوٹیں بھی کھڑی کی گئیں اور بعض مقامات پر پتھراؤ تک کیا گیا۔

وزیر اعلیٰ صاحب کے دورہ روجیلہ والی سے ایک گھنٹہ قبل ایک ریلیف کیمپ لگایا گیا جس کی نشاندہی وہاں پر موجود لوگوں نے اس لمحے وزیر اعلیٰ صاحب کو کی اور بتایا کہ وہاں کے حکومتی رکن نے ایک گھنٹہ قبل یہ ریلیف کیمپ لگایا ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب کو ان لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ جناب اگر آپ ہماری امداد کرنا چاہتے ہیں یا کوئی امدادی سامان بھیجنا چاہتے ہیں تو ہم اس رکن اسمبلی پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ براہ مہربانی اس ممبر صاحب کے ہاتھ امداد مت بھیجیے گا کیونکہ یہ سامان ہمارے تک نہ پہنچے گا۔ اس کے باوجود وزیر اعلیٰ صاحب نے جب یہاں سے ٹرک ضلع مظفر گڑھ کے لیے روانہ کئے تو سب سے زیادہ ٹرک ان ہی ممبر صاحب کے حصے میں بھیجے گئے پبلک اور عوام نے اس لیے عدم اعتماد کا سرٹیفکیٹ وزیر اعلیٰ صاحب کو دے دیا تھا۔

جناب چیئرمین: آپ وائنڈ اپ کرنے کی کوشش کیجیے۔

نوابزادہ منصور احمد خان: دیکھیے جناب سپیکر! میرا ضلع پورے پاکستان میں سب سے زیادہ متاثرہ ضلع ہے۔ اس لیے میں آپ سے کچھ زیادہ وقت لوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ پہلے ہی کافی وقت لے چکے ہیں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب والا! میں ایک اور بات بھی عرض کرتا چلوں کہ اس سے زیادہ غصہ اس وقت پھیلا جب ڈی۔ سی آفس مظفر گڑھ میں دو حکومتی اراکین اسمبلی آپس میں اس سامان کی بندر بانٹ کے لیے جھگڑ پڑے اور پھر چار پانچ روز تک وہ ایک دوسرے کے خلاف اخبارات میں بیان دیتے رہے کہ یہ مال غنیمت ہے اور یہ مال کو ہضم کرنا چاہتے ہیں۔ تو جناب! آپ یقین کیجیے کہ جو امدادی سامان ضلع مظفر گڑھ میں بھیجا گیا اور خاص طور پر میں اپنے حلقے کی بات کر رہا ہوں۔ یقین کیجیے میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ یہ سامان 25 فی صد سے زیادہ مستحق افراد کے پاس نہیں پہنچا اور جناب والا! بدقسمتی ملاحظہ فرمائیے کہ غیر ملکی کمبل اور خیمے سامان میں سے نکال لئے گئے اور ان کمبلوں کی جگہ لنڈے سے پچاس اور ساٹھ روپے کے حساب سے کمبل خرید کر ڈالے گئے اور اسی طرح خیمے نکال لئے گئے۔ ملتان چھاؤنی کے ایریا میں خیموں کی ایک دکان ہے' وہاں سے پرانے خیمے سات سو روپے سے بارہ سو روپے تک خرید کر ڈالے۔ اور وہ بھی قسم کھانے کے لیے صرف چار پانچ خیمے تقسیم کئے

گئے تو جناب! یہ حکومت کے ان اراکین کے سیاہ کارنامے ہیں جو میں ریکارڈ پر لانا چاہتا تھا۔

جناب والا! میں اس سے بھی بڑی بدقسمتی اور اس سے بڑا ظلم اس ایوان کے سامنے بیان کرنا چاہوں گا اور وہ یہ ہے کہ جو تھوڑا بہت سامان اس علاقے میں دیا گیا وہاں پر ممبر حضرات اور ان کے کارندوں نے باآواز بلند یہ کہا کہ جناب' جن کا تعلق مسلم لیگ جماعت سے نہیں انہیں ہم یہ سامان نہیں دیں گے وہ یہاں سے چلے جائیں۔ گویا کہ وہ سیلاب سے متاثر نہیں ہوئے ہیں اور وہ سیلاب زدہ نہیں ہیں۔ صرف اور صرف مسلم لیگ میں ہی یہ سامان چلتا تھا۔ جناب والا! اس موقعے پر میں آپ کی خدمت میں ایک انتہائی افسوس ناک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کراچی سے ایک خط آیا تھا.....

جناب چیئرمین: نوابزادہ صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب ڈاکٹر صاحب! آپ مہربانی کریں۔ مجھے کچھ اور وقت دے دیا جائے۔

جناب چیئرمین: آپ ایک منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: نہیں' جناب والا! یہ ایک منٹ میں تو وائنڈ اپ نہیں ہو سکتی۔ یہ کچھ ان کے سیاہ کارنامے ہیں جن کے بارے میں بتانا بہت ضروری ہے اور جناب کسی نے یہ واقعات نہیں بتائے۔ یہ میرے ہی ضلع کی بات ہے اور میرے ہی حلقے کی بات ہے' لہٰذا میں ہی اس پر بات کر سکوں گا۔ جناب سپیکر! میں واقعات ہی عرض کر رہا ہوں لہٰذا آپ مہربانی کریں۔

جناب چیئرمین: آپ دو منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: تو جناب والا۔ افسوس ناک واقعہ یہ ہے کہ کراچی سے ایک بچی نے ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ کو ایک خط لکھا۔ جناب والا! یہ بات بڑے غور سے سن لیجیے اور اس بات پر غور فرمائے گا کہ ایک بچی نے کراچی سے ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ کو خط لکھا اور اس نے اس خط میں یہ کہا کہ جناب! میں نے اخبارات میں پڑھا ہے۔ میں نے ریڈیو پر سنا ہے میں نے ٹیلی ویژن پر دیکھا اور یہ محسوس کیا ہے کہ پورے پاکستان میں ضلع مظفر گڑھ بہت زیادہ متاثر ہوا ہے۔ میرے پاس دینے کے لیے اور کچھ نہیں' میرے پاس میرے جہیز کا سامان ہے۔ میں ابھی شادی شدہ نہیں ہوں اور ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ کو کہا کہ ڈی۔ سی صاحب آپ جانتے ہیں

کہ ہمارے معاشرے میں جو بچی سسرال میں جہیز نہ لے کر جائے اس کے ساتھ کیا حشر کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود میں اپنے سیلاب زدہ بہن بھائیوں کے لیے اپنے جہیز کے سامان کا ایثار کر رہی ہوں اور میں استدعا کرتی ہوں کہ براہ مہربانی یہ سامان سیلاب زدہ علاقے میں میری موجودگی میں دیا جائے تو جناب والا! جب اس خبر کا ان دو حکومتی اراکین کو پتہ چلا تو وہ ڈی۔ سی آفس میں جا کر ڈی۔ سی کے ساتھ جھگڑ پڑے اور انہوں نے یہ کہا کہ جناب! آپ یہ سامان ہمیں دیں۔ ہم آگے جا کر اسے تقسیم کریں گے۔ تو جناب ڈپٹی کمشنر صاحب نے انہیں بتایا اور انہیں خط بھی دکھایا۔ اس خط کے آخر میں لکھا ہوا تھا کہ جناب ڈی۔ سی صاحب اگر آپ نے میری موجودگی میں یہ سامان نہ دیا تو روز محشر میرا ہاتھ ہو گا اور آپ کا دامن ہو گا۔

جناب چیئرمین: نواب زادہ صاحب! وقت ختم ہو چکا ہے۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب سپیکر! یہ وقت ختم نہیں ہو سکتا۔ یہ انتہائی اہم باتیں ہیں جن کا ایوان کے نوٹس میں لانا بہت ضروری ہے۔ پھر ایسا موقع نہیں آئے گا۔ یہ آج آخری دن ہے۔

جناب چیئرمین: نوابزادہ صاحب' ٹھیک ہے کہ آپ پہلی دفعہ تقریر کر رہے ہیں لیکن آپ کو بہت وقت دے دیا گیا ہے۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب والا! میں نے اصل حقائق بتانے ہیں لہٰذا یہ وقت ختم نہیں ہو سکتا۔ اس وقت میں آپ کی مہربانی سے اپنی بات مکمل کرنا چاہوں گا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! اس ایوان میں یہ طے ہوا تھا کہ سیلاب زدہ علاقوں کے ممبران اسمبلی کو زیادہ وقت دیا جائے گا اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ ان کو زیادہ وقت دے دیا جائے۔

جناب چیئرمین: آپ کے خیال میں ایک ممبر کو کتنا وقت دینا چاہیے؟

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب! جتنا میں بول سکوں آپ مجھے اتنا ہی وقت دے دیں۔

جناب چیئرمین: پھر تو یہ بحث آج وائنڈ اپ نہیں ہو سکے گی۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب والا۔ میرا ضلع سارے ملک میں سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔ اگر آپ میری بات نہیں سنیں گے تو پھر کس کی سنیں گے؟

جناب چیئرمین: نوابزادہ صاحب! اور بھی بہت سے علاقے ہیں۔ لہٰذا آپ ایک منٹ میں

اسے وائنڈ اپ کریں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب والا۔ یہ ایک منٹ میں وائنڈ اپ نہیں ہو سکتا۔ آپ مجھ پر خاص مہربانی کریں۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! میں اپنے حصے کا وقت ان کو دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی! آپ نے تو اپنا نام ہی نہیں لکھوایا۔ آپ اپنا وقت انہیں کہاں سے دیں گے؟ ملک لنگڑیال صاحب نے بولنا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو اپنا وقت انہیں دے سکتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان: لنگڑیال جناب والا! میرا وقت انہیں دے دیا جائے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے اگر آپ نے اپنا وقت انہیں دینا ہے۔ نوابزادہ صاحب آپ بات کریں۔ آپ پانچ منٹ تک اور بول لیں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب والا! میں یہ بھی بتا دوں کہ وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ صاحب وہاں کسی بھی ایسے مقام پر نہیں گئے جو حساس ترین تھے جو تباہ شدہ تھے۔ اور جن مقامات پر وہ پہنچے وہاں صرف فوٹو کھنچوانے کے لیے گئے۔ اور وہ صرف ٹی وی کی فلمیں بنوانے کے لیے وہاں تک پہنچے۔ اور جناب' آپ دیکھیے کہ کہیں بھی عام لوگوں سے اور متاثرہ لوگوں سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔ ان کے لیے وہاں پر استقبالیہ دیا گیا۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ فاضل رکن نے اصل پوائنٹس کو چھوڑ کر وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ صاحب پر توجہ دینی شروع کر دی ہے۔ ان کو چاہیے کہ سیلاب کی تباہ کاریوں کے بارے میں جو انہوں نے خدمات انجام دی ہیں وہ یہ اس ایوان میں بتائیں اور اگر انہوں نے یہی بات کہنی ہے تو یہ اپنے قائدین' اپنے والد بزرگوار کو بھی یہ مشورہ دیں کہ وہ بھی ان علاقوں میں جائیں۔ وہ تو صرف توڑ پھوڑ اور ہنگاموں میں شامل رہتے ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ وہ بھی سیلاب کی تباہ کاریوں میں عوام کا مداوا بنیں اور ان غریبوں کے مصائب کا ازالہ کریں۔

جناب چیئرمین: یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ میرے حلقے میں 57 مواضعات تباہ ہوئے ہیں یہ سیلاب کی نذر ہوئے ہیں۔ ان 57 مواضعات میں سے 19 مواضعات ایسے ہیں جن کی اکثر بستیاں صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہیں' ان کے دورے کی توفیق وزیر اعظم اور وزیر

اعلیٰ صاحب کو نہیں ہوئی۔.....

جناب سہیل ضیاء بٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔ اور ان بستیوں میں سے کسی ایک بستی میں بھی انہوں نے اپنی تشریف لے جانا پسند نہیں کی۔ اس لئے یہ تنقید کرتے ہیں اور یہ ایوان کا وقت ضائع کر رہے ہیں.....

جناب چیئرمین: نوابزادہ صاحب کو interrupt نہ کیا جائے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: ان کے قائدین نیا سے نیا اتحاد بنانے میں مصروف ہیں۔ اور انشاء اللہ یہ قطعی طور پر کارگر ثابت نہیں ہو گا۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب والا! یہ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں' اس لیے میں آپ سے اور وقت لوں گا۔

جناب چیئرمین: جی' نوابزادہ صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب سپیکر! میں یہ وقت آپ سے سود کے ساتھ واپس لوں گا۔

جناب چیئرمین: کیا سود آپ لیں گے؟ جماعت اسلامی والے اس وقت تشریف نہیں رکھتے۔ وہ سود کے بارے میں ارشاد ضرور فرماتے۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ میرے حلقے کے 57 مواضعات سیلاب میں تباہ ہوئے۔ تباہ کیا ہوئے' بلکہ میں آپ کی خدمت میں ایک اور چیز بھی عرض کرتا ہوں۔ اس وقت سیلاب سمندر میں جا چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میرے حلقے میں سیلاب اب بھی موجود ہے۔ یہ میں اس وقت کی بات کر رہا ہوں اور پکے کے علاقے میں جہاں کلیلی نہر کو توڑتا ہوا اور کئی راجباہوں اور نالوں کو توڑتا ہوا وہ پانی پچیس میل لمبے علاقے پر پھیلا ہوا ہے اور وہ اب بھی تباہی مچا رہا ہے.....

جناب چیئرمین: چودھری خادم حسین پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری خادم حسین: جناب والا! میرے فاضل بھائی نے کہا ہے کہ جانی نقصان ہو رہا ہے۔ کتنی جانیں ہیں جو ان دنوں میں ضائع ہوئی ہیں۔ کتنا نقصان ہے جو ان دنوں میں ہوا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اپوزیشن کی بات کو لوگ نہیں مانتے۔ اگر ان کی باتوں میں تھوڑی بھی صداقت ہو تو پھر بھی وہ ان کے پروپیگنڈے میں آجائیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ غیر متعلقہ باتیں کر کے ایوان کا وقت

ضائع کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ ان کا وقت بھی آپ لے چکے ہیں۔ کم از کم بیس منٹ آپ بول چکے ہیں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب والا! اگر یہ حالت ہو گی تو پھر میں تو بول بھی نہیں سکوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ بات ختم کریں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: میں کیسے ختم کر دوں؟ یہ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے کہ کوئی کورس کی بات ہو۔

جناب چیئرمین: آپ متعلقہ بات کر کے ختم کریں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب والا! پھر پوائنٹ آف آرڈر ہو جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ ایک منٹ میں بات ختم کریں۔ میں اگلے مقرر کا نام پکاروں۔

نوابزادہ منصور احمد خان: جناب والا! بات یہ ہے کہ انتظامیہ کو حکومت نے سیاسی انتقامی کاروائیوں پر لگا رکھا ہے۔ جس کی میں مثال یہ بیان کروں کہ میرے کچھ دوستوں کے اوپر ناجائز طور پر پرچے درج کیے گئے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب کے براہ راست حکم پر ان کی گرفتاری کی گئی ان کے خلاف پرچے رجسٹر کیے گئے اور پھر ڈی سی صاحب کو یہ اطلاع دی گئی کہ آپ نے ان کی ضمانتیں نہیں ہونے دینی۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر' میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان کا موضوع فلڈ ہے یا یہ امن عامہ پر بحث کر رہے ہیں۔ یہ کون سے موضوع پر بات کرنا چاہتے ہیں؟ یہ اپنے ذہن میں ایک رائے قائم کر لیں کہ یہ سیلاب کی تباہ کاریوں پر بات کرنا چاہتے ہیں یا امن و امان کی صورت حال پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی تک تو یہ سوچ ہی نہیں سکے اور یہ فیصلہ ہی نہیں کر سکے کہ انہوں نے کس موضوع پر بات کرنی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! میں نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: لنگڑیال صاحب! آپ کے بارے میں تو کسی نے کوئی بات نہیں کی۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: جناب والا! بار بار پوائنٹ آف آرڈر کہہ کر ان کو ٹوکا جا رہا ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ طریقہ کار درست ہے کہ محترم رکن بات کر رہے ہوں اور انہیں بار بار بلا وجہ پوائنٹ آف آرڈر پہ ٹوکا جائے؟

جناب چیئرمین : ملک صاحب! کیا یہ بات جائز ہے کہ پانچ منٹ مقرر ہوں اور پچیس منٹ وہ بات کریں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! یہ درست ہے کیونکہ ان کا سیلاب زدہ علاقہ سے تعلق ہے۔ یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور شاید آپ بھی موجود ہوں کہ جن کا بھی سیلاب زدہ علاقہ سے تعلق تھا ان کو پورا وقت دیا گیا ہے اور کسی کو ٹوکا نہیں گیا۔ جناب سپیکر! اگر وہ اپنی بات کہنا چاہتے ہیں چاہے اس پہ کچھ ہو یا نہ ہو اور یہ کچھ بھی نہ کریں اور ہو گا بھی کچھ نہیں' ان کی بات سن لیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ چونکہ وہ سیلاب زدہ علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں' اس لیے محترم ممبران سے میری گزارش ہو گی کہ ان کی بات سن لیں۔ باقی اس پہ عمل کرنا یا نہ کرنا وہ بات الگ ہے۔

جناب چیئرمین : نوابزادہ صاحب' آپ تشریف رکھیں' آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

نوابزادہ منصور احمد خان : جناب والا! آپ نے مجھے ایک منٹ کا وقت دیا ہے۔ وہ ایک منٹ عنایت کیجیے' میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنی بات ختم کر دوں۔ میں ایک منٹ میں اپنی بات ختم کر دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین : آپ اپنی بات ختم کریں۔

نوابزادہ منصور احمد خان : جناب سپیکر! اس وقت میرے حلقہ میں سیلاب سے پیدا شدہ صورت حال یہ ہے کہ وہاں دو سو روپے فی چالیس کلو گرام آٹا بک رہا ہے۔ اور توڑی سو روپیہ فی چالیس کلو گرام بک رہی ہے۔ یہ حالت ابھی سے ہے اور آنے والے جاڑے میں پتا نہیں اس کی حالت کیا ہو گی۔ اس کی قیمتوں کی بلندی پتا نہیں' کہاں تک پہنچے گی۔ حکومت کو اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ حکومت کو علاج معالجہ کی سہولیات وہاں پہنچانی چاہئیں جو اس وقت تک وہاں نہیں ہیں' ادویات کی قلت ہے اور اس وقت وبائی امراض نے پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

جناب چیئرمین : نوابزادہ صاحب! اب ایک منٹ بھی ہو گیا ہے۔

نوابزادہ منصور احمد خان : جناب والا! ابھی ایک منٹ کہاں ہوا ہے؟ ابھی پندرہ سیکنڈ بھی نہیں ہوئے۔

جناب چیئرمین: آپ اپنی بات ختم کریں۔

نوابزادہ ! منصور احمد خان جناب والا! : مجھے لنگڑیال صاحب نے اپنا وقت دیا ہے' محمود الرشید صاحب نے اپنا وقت دیا ہے' ابھی تو میرا اپنا وقت ختم نہیں ہوا' ابھی تو ان بھائیوں کا وقت بھی میں نے لینا ہے۔ بولنے تو دیں۔ بولنے کی حد تک بھی قباحت ہے' اس میں بھی کوئی تکلیف ہے۔ میری بات تو سن لیجیے۔ ہمیں معلوم ہے کچھ نہیں ہو گا۔ بات سننے کی حد تک تو برداشت کرلیں۔ ابھی تو میں نے مسائل کا ذکر ہی نہیں کیا۔

جناب چیئرمین: اب آپ بس کیجیے۔

نوابزادہ منصور احمد خان : جناب والا!یقین کیجیے گا کہ ابھی میری ساٹھ فی صد باتیں بتانے والی رہ گئی ہیں۔

جناب چیئرمین : آپ نے کافی باتیں کرلی ہیں' اتنی تو کسی وزیر نے بھی نہیں کیں۔ آپ بات ختم کریں۔

نوابزادہ منصور احمد خان : جناب والا! میں ایک منٹ میں بات کو ختم کرتا ہو' یہ میرے ساتھ زیادتی ہے۔ مجھے ایوان کے ریکارڈ پر اپنی بات کو لانے کی اجازت دی جائے۔ جناب سپیکر! مجھے اگر تھوڑا سا وقت دے دیا جاتا تو اتنے میں میں اپنی بات ختم کرلیتا۔ بار بار پوائنٹ آف آرڈر سے یہ گڑ بڑ کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین : لنگڑیال صاحب! مجھے آپ بتائیں کہ میں اس سے زیادہ اور کیا لبرل ہوں کہ اب تک یہ پچیس منٹ لے چکے ہیں۔

نوابزادہ منصور احمد خان : آپ مجھے ایک منٹ دے دیجیے۔ ایک منٹ میں میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا' آج سیلاب پر بحث کا آخری دن ہے۔ قائد ایوان نے اس بحث کو سمیٹنا ہے۔ اپوزیشن کی طرف سے بھی کچھ دوست بات کرنا چاہتے ہیں اور ہماری طرف سے بھی کچھ دوست بات کرنا چاہتے ہیں تو میں اپنے دوستوں سے یہ عرض کروں گا کہ اس قسم کے پوائنٹ آف آرڈر کر کے ایوان کا وقت ضائع نہ کریں اور جیسا کہ نوابزادہ صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی ہے کہ وہ ایک منٹ میں بات ختم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں ضرور ایک منٹ دیں لیکن ان کی خدمت میں میں بھی عرض کروں گا کہ ایک منٹ میں وہ اپنی بات ختم کرلیں اور پھر جن اپنے دوستوں کے نام میں نے دے ہیں وہ دو سے تین

منٹ سے زیادہ بات نہیں کریں گے۔ آپ ان کو بھی وقت دے دیں۔ کیوں کہ پونے ایک یا ایک بجے جناب قائد ایوان نے بھی بحث کو سمیٹنا ہے۔ تو پہلے ہی ہم نے یہ ساری کارروائی ختم کرنی ہے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ نوابزادہ فلور کو فلور دیں اور وہ ایک منٹ میں بات ختم کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: میں محترمہ سمیرا ربانی صاحبہ کو بات کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

محترمہ سمیرا ربانی کھر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کی بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں آپ کا تھوڑا سا وقت لوں گی اور to the point بات کروں گی۔

جناب والا! موجودہ سیلاب جو کہ ایک عذاب الٰہی بن کر ہم پر نازل ہوا ہے۔ بے شک ہمارے اپوزیشن کے ممبران اس کو حکومت کی لائی ہوئی آفت کہیں' لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک حکم ران اپنی حکم رانی کے دوران اس ملک کو آگے لے جانے کی بجائے' ترقی کی طرف لے جانے کی بجائے جس کے لیے ہماری کوششیں بھی جاری ہیں اس ملک کو کئی سال پیچھے لے جائے؟ جبکہ ہم ترقی کی منزل کی طرف گامزن ہیں۔ اور ہماری یہی کوششیں ہیں کہ ہم اپنی غریب عوام کی بنیادی ضروریات کو پورا کریں۔ ہم اتنے پیچھے ہیں کہ ہم ابھی تک اپنے غریب عوام کی بنیادی ضروریات ہی پوری نہیں کر سکے۔ ہم کس طرح اتنا بڑا نقصان برداشت کر سکتے ہیں؟ اس کے بعد میں یہ کہوں گی کہ ہمارا علاقہ مظفر گڑھ ہے اور اس علاقے میں واقعی ایک بہت بڑے سیلاب نے تباہی مچائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی مصلحت ہے کہ جب بھی کوئی عذاب نازل ہوتا ہے تو وہ غریبوں پر ہی نازل ہوتا ہے۔ ہماری اسمبلی میں کچھ ایسے بھی بھائی ہیں جو کہ واقعی عوام کی خدمت کر رہے ہیں۔ لیکن کچھ اسے بھی ہیں جو کہ صرف تنقید کرتے ہیں اور صرف اپنی تقریروں سے ہی کام لیتے ہیں۔ ہمارا یہ علاقہ بہت ہی پس ماندہ ہے۔ یہاں پر ہسپتالوں' اسکولوں اور سڑکوں کی پہلے ہی بہت زیادہ کمی تھی' اس حکومت کے آنے کے بعد ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ یہ کمی پوری کی جائے۔ لیکن ہمارے وسائل بہت کم ہیں۔ یہ غریب لوگ ہماری طرف آس لگا کر بیٹھے تھے کہ ہم ان کے مسائل کو حل کریں۔ ان کے مسائل چھوٹے چھوٹے اور معمولی سے ہیں لیکن یہ بھی ہماری بساط سے باہر ہیں۔ ابھی ہم ان کے یہ مسائل بھی حل نہیں کر سکتے تھے کہ اتنی بڑی آفت ناگہانی آگئی۔ مظفر

گڑھ میں زیادہ تر لوگ زراعت پر انحصار کرتے ہیں۔ اس سیلاب کی وجہ سے ہمارے علاقے کی فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ ہزاروں مکانات بہہ گئے اور گندم کا ذخیرہ جو کہ ایک غریب کسان کی سال بھر کی کمائی ہوتی ہے وہ بھی اس سیلاب میں بہہ گیا ہے۔ بے چاروں کے پاس اب اتنا کچھ بھی نہیں ہے کہ وہ اپنا پیٹ بھر سکیں۔ اور اس نقصان کو برداشت کرنے کے لیے ہمارے سیدھے سادھے لوگوں میں اب ہمت نہیں ہے۔ مظفر گڑھ جو کہ ایک بہت ہی پس ماندہ علاقہ ہے' یہاں کے عوام بہت ہی غریب' نہایت مفلس اور بہت ہی سیدھے سادھے ہیں۔ اس لیے ہماری اب یہی کوشش ہونی چاہیے کہ یہ لوگ جو اس سیلاب کی تباہی سے دوچار ہوئے ہیں ان کو اپنے سر چھپانے کے لیے چھتیں مہیا کرنی ہیں' اور ان کے لیے کم از کم اتنا انتظام ضرور ہو جانا چاہیے کہ وہ بھوکے نہ مریں۔ ان کو بیماریاں نہ لاحق ہوں۔ آگے سردی کا موسم آرہا ہے لہٰذا ان کے سروں پر چھتیں ہونی چاہئیں۔ لہٰذا ہماری حکومت کو ان کی بحالی کے لیے پوری کوشش کرنی چاہیے۔ یہاں پر میں ایک اور بات کرنا چاہتی ہوں کہ ہمارے مظفر گڑھ میں سیم اور تھور بہت زیادہ ہے اور اس علاقے کے لوگ زمینیں ہوتے ہوئے بھی فاقے مر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے جناب وزیراعظم صاحب اور جناب غلام حیدر وائیں صاحب سے بھی اپیل کی تھی اور انہوں نے اس اپیل کو منظور بھی فرمایا تھا۔ لیکن ابھی تک اس سلسلے میں کچھ ردعمل نہیں ہوا۔ میں چاہتی ہوں کہ اس بارے میں کچھ کام شروع ہو جائے اور یہ نہر پختہ ہو جائے تاکہ ہماری غریب عوام کے حوصلے کسی طریقے سے تو بلند ہوں اور وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھ سکیں۔ میری خواہش ہے کہ مظفر گڑھ کی ترقی کے لیے خصوصی توجہ دی جائے' کیونکہ یہاں کے لوگ بہت ہی بدحالی کا شکار ہیں' بہت بے سروسامان ہیں۔ یہ لوگ ایک تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور دوسرا ممبران اسمبلی کو جنہیں انہوں نے اسمبلی میں صرف اس لیے پہنچایا ہے کہ وہ ان کے حق میں آواز بلند کر سکیں۔ یہ اتنا بڑا نقصان ہے جسے کوئی بھی حکومت پورا نہیں کر سکتی' اللہ کی بھیجی ہوئی ایک آفت ہے جو کہ ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے۔ اور اس بارے میں ہم صرف اور صرف خدا سے اپیل کر سکتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہم اس پر پوری طرح سے قابو پا سکیں۔ یہ کسی حکومت کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہماری حکومت پوری کوشش کر رہی ہے اور میں امید کرتی ہوں کہ آئندہ بھی پوری کوشش کرے گی تاکہ یہ لوگ بیماریوں اور اموات سے محفوظ رہیں اور ان کو کم از کم سر چھپانے کے لیے جگہ اور کھانے

کے لیے روٹی مہیا کرنی چاہیے تاکہ ان کو کچھ نہ کچھ حوصلہ ملے اور یہ شاد و آباد رہیں۔

آخر میں، میں خدا تعالیٰ سے یہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس برے وقت سے نکلیں اور آگے ترقی کی منزل کی طرف گامزن ہوں۔ شکریہ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری شوکت داؤد: جناب سپیکر! ایوان میں جناب ایس۔ اے حمید صاحب تشریف فرما ہیں لہٰذا کرسی صدارت ان کو دی جانی چاہیے۔ جناب چیئرمین: میں معذرت خواہ ہوں۔

جناب ایس اے حمید صاحب آپ تشریف لائیں۔

(اس موقع پر جناب ایس اے حمید صاحب کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: بادشاہ میر خان آفریدی صاحب آپ ارشاد فرمائیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! سیلاب کے حوالے سے گذشتہ تین دنوں سے یہ بحث جاری ہے۔ اس میں اپوزیشن اور حزب اقتدار کی طرف سے مختلف دوستوں کے خیالات آپ کے سامنے آچکے ہیں۔ ایک بات مسلمہ ہے کہ یہ ایک قدرتی آفت تھی۔ جس نے نہ صرف پنجاب بلکہ پورے ملک کی معیشت کو ہلا رکھ دیا ہے۔ اپوزیشن کے پراپیگنڈا کے باوجود کہ اس میں کوئی انسانی غلطی یا انسانی سازش تھی یہ بات ایک روشن حقیقت ہے کہ اس سیلاب نے پاکستان کو کئی سال پیچھے دھکیل دیا ہے۔ اس سلسلے میں قوم نے جس عزم و حوصلے کا مظاہرہ کیا وہ بھی مثالی ہے اور ہمارے نوجوان وزیر اعظم نے جس طرح امدادی کاروائیوں میں خود حصہ لیا، اور جس طرح وہ دن رات متاثرین کے پاس جاتے رہے یہ بھی اپنی جگہ ایک ایسی مثال ہے جس کا ماضی میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ امدادی کاروائیاں کی گئیں، مختلف جماعتوں کی طرف سے امدادی کاروائیوں میں حصہ لیا گیا اور تقریباً ہر پاکستانی شہری جس کا ضمیر اس کا ساتھ دے رہا تھا نے دل کھول کر امداد اور کاروائیوں میں حصہ لیا۔ جناب والا! میں اپنے شہر کے حوالے سے اس سیلاب کا ذکر کروں گا۔ گذشتہ 17/18 برس کے بعد ملک میں یہ سیلاب آیا اور اس نے تباہی مچائی لیکن بدقسمتی کے ساتھ میرا تعلق جس شہر سے ہے وہاں پر ہر سال موسم گرما میں خاص کر ساون بھادوں کے دنوں میں دو دو تین تین دفعہ اس سیلاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جناب والا! تین اگست کو راولپنڈی شہر سے گزرنے والے نالہ لئی نے میرے شہر میں اتنی تباہی مچائی جس کی روداد آپ نے اخبارات میں بھی

پڑھی ہو گی اور اس تباہی کی وجہ سے لاکھوں افراد متاثر ہوئے۔ پھر جب پورا ملک سیلاب کا شکار تھا تو نالہ لئی کو پھر جوش آیا اور اس نے ایک دفعہ پھر راولپنڈی شہر میں خاص کر آریاں محلّہ' ندیم کالونی' پیر ودھائی میں انتہائی تباہی مچائی۔ میں جناب والا! آپ کے توسط سے اپنے دوستوں سے گزارش کروں گا کہ آج جب پورا پنجاب سیلاب سے متاثر ہوا تو آپ نے ایک جذبے کے ساتھ اپنے ڈویلپمنٹ فنڈز بھی سیلاب فنڈ میں دینے شروع کر دے ہیں تو میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ جناب والا! راولپنڈی شہر بھی اسی پنجاب کا ایک حصہ ہے' راولپنڈی شہر بھی پاکستان کے دارالحکومت کا جڑواں شہر ہے۔ یہاں پر ہزار مرتبہ نالہ لئی نے تباہی مچائی۔ جب سیلاب آتا ہے تو باتیں ہوتی ہیں کہ اس کا سدباب کیا جائے گا' لئی کا رخ موڑا جائے گا' لئی پر سڑک تعمیر کی جائے گی' لیکن جب سیلاب اتر جاتا ہے' لوگوں کی اموات واقع ہو جاتی ہیں' لوگوں کی املاک تباہ ہو جاتی تو اس کے بعد پھر ایک خاموشی چھا جاتی ہے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے جب مارشل لاء کا دور تھا اس وقت راولپنڈی کارپوریشن نے ایک پلان دیا تھا کہ نالہ لئی کو اسلام آباد کے قریب سے موڑ کر نالہ کوہان میں ڈالا جائے گا اور نالہ لئی کے اوپر ایک مارکیٹ تعمیر کی جائے گی تاکہ سیوریج کا کام بھی ہوتا رہے سیوریج ڈسپوزل بھی لئی میں جاتا رہے اور وہ پانی جو پیچھے سے آبادیوں سے ہو کر آتا ہے اسے راولپنڈی سے بائی پاس کر کے دریائے سواں میں ڈال دیا جائے جناب والا! وہ سکیم آج بھی کاغذوں میں موجود ہے آج بھی وہ سکیم راولپنڈی میونسپل کارپوریشن کے پاس پڑی ہوئی ہے۔ اس وقت اس سکیم پر کروڑوں روپے کا خرچہ تھا اور آج شاید اس پر دو' چار یا پانچ گنا زیادہ خرچ ہو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ راولپنڈی جیسے اہم شہر کو بچانے کے لیے اس سکیم پر عمل درآمد انتہائی ضروری ہے۔ اور میں مطالبہ کروں گا کے ڈویلپمنٹ فنڈ جو ہم سے 12 فیصد یا 25 فیصد کاٹا جا رہا ہے اس میں سے راولپنڈی ضلع کو اس کا معقول حصہ دیا جائے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا! نالہ لئی پورے شہر سے گزرتا ہے اور ہماری کارپوریشن کی عدم دلچسپی اور نااہلی کی وجہ سے نالہ لئی کی تمام گزرگاہوں سے جہاں جہاں سے نالہ لئی گزرتا ہے اس میں لوگوں نے ناجائز تجاوزات قائم کر رکھی ہیں اور آج بھی روبھتہ پل کے پاس ایک شخص نے اپنی بھینسوں کا باڑا بنانے کے لیے نالہ لئی کے بیڈ میں اتنی توسیع کر لی ہے اتنا آگے بڑھا ہے کہ اس کی وجہ سے تمام رتہ امرال کی آبادی تباہی کا شکار ہو چکی ہے۔ کم

از کم دس بارہ مکان گر چکے ہیں اور باقی بیس پچیس مکان گرنے والے ہیں۔ جناب والا! جہاں پورے پاکستان میں جوش و خروش کے ساتھ امدادی کاروائیاں ہو رہی ہیں وہاں راولپنڈی کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ کہوٹہ مری میں بہت تباہی ہوئی۔ لیکن آپ یقین کیجیے کہ راولپنڈی میں نالہ لئی نے بہت تباہی مچائی ہے۔ لوگوں کی املاک تباہ ہو گئی ہیں' بیٹیوں کے جہیز تباہ ہو گئے۔ میں اتنی ہی گزارشات کرنا چاہتا تھا۔ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر۔ کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ خان۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ' جناب سپیکر! حالیہ سیلاب جس کی وجہ سے ہزاروں جانوں کا نقصان ہوا اور لاکھوں ایکڑ اراضی تباہ ہوئی فصلیں تباہ ہوئیں اس ناگہانی آفت سے متعلق حکومت کی ذمہ داری تھی۔ پہلی ذمہ داری سیلاب کے آنے سے پہلے تھی کہ موجودہ حکومت سیلاب کے آنے سے پہلے ایسی حکمت عملی وضع کرتی ایسا طریقہ کار اختیار کرتی کہ نقصان کم سے کم ہوتا۔ لیکن یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ نہ کسی اخبار نے نہ ٹیلی ویژن اور نہ کسی ریڈیو کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کو یہ جرات نہیں ہوئی کہ وہ یہ کہہ سکے کہ موجودہ سیلاب اس قدر شدید تھا' لیکن موجودہ حکومت کی فلاں حکمت عملی کی وجہ سے نقصان کم ہوا۔ تو اس سے یہ بات ظاہر ہے اور اس پہ consensus ہے۔ سیلاب جس قدر آئے اس قدر اس نے تباہی مچائی اور حکومت وقت نے اس قسم کی کوئی حکمت عملی نہیں اپنائی جس سے اس نقصان میں کچھ کمی کی جا سکتی تھی۔ سیلاب کے آنے کے بعد اس کی تباہ کاریوں کے بعد حکومت کی یہ ذمہ داری تھی کہ ان علاقوں میں لوگوں کی بحالی کے لیے لوگوں کی تکالیف کو کم کرنے کے لیے لوگوں کی مدد کے لیے کارروائیاں کرتی۔ لیکن ہوا یہ کہ اس ناگہانی آفت کو بھی personality projection کے لیے استعمال کیا گیا' one man show بنا کے پیش کیا گیا۔ ہر وقت یہی کہا گیا کہ جہاں جہاں سیلاب گیا۔ وہاں وہاں وزیر اعظم گئے ہیں جہاں جہاں وزیر اعظم گئے ہیں وہاں وہاں سیلاب گیا یہ پتہ نہیں کہ ان میں سے پہلے کون گیا ہے یہ بات بار بار ٹیلی ویژن پر دھرائی جاتی رہی ہے۔ جناب والا! میں اپنے معزز ممبران سے یہ پوچھوں گا کہ یہ مجھے بتا دیں کہ ایک فقرے کی بھی ٹیلی ویژن سے announcement ہوئی ہو کہ فلاں علاقے میں سیلاب آیا ہے' وہاں پر لوگوں کو اس قسم کی ضرورت ہے' فلاں علاقے میں امداد

زیادہ پہنچ گئی ہے' فلاں علاقے میں کم پہنچی ہے' فلاں علاقے کے لوگوں کو کپڑوں کی ضرورت ہے' وہاں کپڑے بھیجیں' فلاں علاقے کے لوگوں کو خوراک کی ضرورت ہے' وہاں یہ خوراک بھیجیں۔ ایک فقرے کی announcement نہیں ہوئی۔ بس جس وقت بھی ٹیلی ویژن کھولتے تھے' جس وقت بھی خبرنامہ لگتا تھا one man projection اور جناب سپیکر' آج تک ریڈیو سے ٹیلی ویژن سے ایک بھی مذاکرہ نشر ہوا ہو کہ یہ وجوہات تھیں کہ جس وجہ سے ہم سیلاب کی ان تباہ کاریوں کو کم نہ کر سکے۔ اگر نشر ہوا ہو تو مجھے یہ بتائیں۔ ایک دفعہ announcement ہوئی ہو کہ جھنگ کا فلاں علاقہ' جہلم کے فلاں علاقے میں سیلاب زدگان پھنسے ہوئے ہیں یا اس علاقے میں امداد لے جانے کے لیے فلاں راستہ کھلا ہے۔ یہ اخباروں میں بھی چھپا ہے اور لوگوں نے خود بھی مشاہدہ کیا ہے کہ لوگ امداد کے ٹرک لیے پھرتے ہیں لیکن انہیں یہ پتہ نہیں ہے کہ ہم نے کہاں پر جانا ہے' کیونکہ ان کے اتنے ذرائع نہیں ہیں۔ لیکن حکومت کی طرف سے کوئی گائیڈ لائن نہیں کہ آپ فلاں علاقے میں پہنچنے کے لیے فلاں راستہ اختیار کریں یا آپ نے جہلم میں سیلاب زدگان کے لیے امداد پہنچانی ہے تو ہم نے فلاں جگہ سنٹر بنایا ہوا ہے آپ وہاں پر پہنچا دیں۔ نہیں' کسی قسم کی کوئی announcement نہیں صرف one man show ہے اور جب ہم اس کے بارے میں کوئی بات کرتے ہیں تو پھر ہم سے گلہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تنقید برائے تنقید ہے۔ جب آپ نے شروع سے لے کر آخری دن تک سیلاب کو ایک ہی حوالے سے ایک ہی طریقے سے سامنے پیش کیا ہے تو پھر ہم نے بھی تو اسی سے متعلق بات کرنی ہے۔ جناب سپیکر! میں نے تو خود دیکھا ہے کہ 9 بجے "خبرنامہ" لگا خبرنامے میں جو کیمرہ مین ہے میرا خیال ہے کہ وہ کیمرہ مین بھی فلمی شوٹنگ والا لیا ہوا تھا۔ کیمرہ مین نے باقاعدہ فوکس کیا ہوا ہے۔

بڑی تنگ گلی ہے۔ اس میں بڑا کیچڑ ہے اور اس میں ایک اینٹ پڑی ہے ایک پاؤں دمپ کر کے آگے اینٹ پر پڑتا ہے۔ سرخ رنگ کی کمیشن ہے۔ وہ کیمرہ پاؤں کو کور کرتا ہے اور آہستہ آہستہ اوپر جاتا ہے تو جناب وزیر اعظم پاکستان نواز شریف صاحب' اور ساتھ ہی یہ announcement ہوتی ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر آج تک کوئی نہیں پہنچا اور وزیر اعظم پاکستان یہاں پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ اتنا دشوار راستہ ہے۔ اب سب کو معلوم ہے کہ وہ کیمرہ مین تو آدھا گھنٹہ پہلے وہاں سے گزر کر آگے جا بیٹھا ہے کہ میں نے وہاں سے فلم لینی ہے۔ لیکن

قوم کو دکھایا جا رہا ہے کہ وزیراعظم نے ایک بچہ قابو کیا ہوا ہے۔ اس کی ماں ساتھ پریشان کھڑی ہے۔ بچہ رو رو کر ہلکان ہو رہا ہے۔ لیکن وزیراعظم صاحب اسے چھوڑ نہیں رہے' کیونکہ وہ فلم مکمل نہیں ہو رہی۔ ایک بوڑھا ہے' اس کو زبردستی اپنی طرف گھسیٹ رہے ہیں کہ اس کے ساتھ انہوں نے جپھی ڈالنی ہے۔ وہ بوڑھا اپنی جان چھڑا کر بھاگنا چاہتا ہے' لیکن وزیراعظم صاحب چھوڑ نہیں رہے۔ زبردستی اسے پکڑ کر گلے لگاتے ہیں اور اس کے بعد یہ بتایا جاتا ہے کہ دیکھیں کہ یہ وزیراعظم کتنا عوامی ہے۔ سیلاب آیا ہے تو وزیراعظم صاحب لوگوں کو کیسے گلے لگا رہا ہے.....

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ flood situation پر بات کر رہے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! flood situation کے متعلق خدا کی قسم اس کے سوائے قوم کو بتایا ہی کچھ نہیں گیا۔ قوم کے شعور کو ان لوگوں نے مضروب کیا ہے

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! میرے فاضل دوست غیر متعلقہ باتیں کر رہے ہیں اور باتیں بھی ایسی کر رہے ہیں جن کا ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اب انہوں نے کہا ہے کہ وہ بوڑھے کو پکڑا ہوا تھا اور وزیراعظم صاحب اس سے جپھ ڈالنے کے لیے تیار تھے۔ اب یہی بات میں ان کے لیڈر کے متعلق نہیں کہہ سکتا۔ تو انہیں ہاؤس کے اندر ایسی باتیں کرنی چاہییں جن کا ہم جواب دے سکیں (قہقہے)۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! تو میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ سیلاب سے متعلق جو قوم کو دکھایا گیا ہے قوم کے شعور کو جس جانب لگایا گیا ہے اسی سے متعلق بات کرنی ہے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ ایک دن "خبرنامہ" لگا ہے۔ اس میں بتایا جا رہا ہے کہ سیلاب بہت تباہ کن آیا ہے اور ایسے علاقے میں وزیراعظم صاحب تشریف لے گئے ہیں جہاں پر سیلاب نے بے پناہ تباہ کاری کی ہے اور آگے دیکھیں۔ وزیراعظم صاحب اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور ایک سکول میں پڑھائی ہو رہی ہے۔ ماسٹر صاحب کھڑے ہیں اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کی قطار لگی ہوئی ہے۔ اب ہر آدمی دیکھ کے چونکا کہ جس علاقے میں اتنی تباہی مچی ہو اس علاقے میں یہ پرائمری سکول جس میں چھوٹے چھوٹے معصوم بچے ہیں کام کر رہا ہے۔ یعنی دو تین دنوں میں زندگی اتنی نارمل ہو گئی ہے۔ وزیراعظم صاحب آتے ہیں اور ایک خوبصورت بچہ دیکھ کر اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تم کتنویں میں

پڑھتے ہو؟ وہ کہتا ہے' دو جمی دچ۔ اس کے بعد اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہیں گنتی آتی ہے اور ساتھ ہی بچے پر ہاتھ پھیرتے ہیں بچہ سہم جاتا ہے اور وہ کوئی جواب نہیں دیتا.....

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! میرے فاضل دوست کی ہاتھ پھیرنے کی بات بھی میری پہلی بات کے ساتھ منسلک کر لیں'

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ نہایت سنجیدہ موضوع ہے اور پنجاب میں سیلاب کا جو impact ہے وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ یہ نہایت ہی محترم ایوان ہے' پورے پنجاب کا ایوان ہے۔ اس نہایت سنجیدہ اور اہم موضوع پر غیر سنجیدہ طرز عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ رانا صاحب سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ وہ موضوع سے ہٹ کر بات نہ کریں' موضوع پر بات کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ پنجابی کی کہاوت ہے' کہ چور کی داڑھی میں تنکا۔ میں جس ہاتھ پھیرنے کی بات کر رہا ہوں وہ تو bonafide ہے۔ اب یہ اپنے انداز سے پتہ نہیں کس ہاتھ پھیرنے کی بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ اپنی سوچ کو درست کریں۔ میں نے اس ہاتھ پھیرنے کی بات نہیں کی جو یہ سمجھے ہیں.....

شیخ محمد طاہر رشید: کسی ہاتھ پھیرنے کی؟.....

جناب سپیکر: شیخ صاحب' آپ تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وہ بچہ جو ہے وہ سہم جاتا ہے' جواب نہیں دیتا۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں' تمہیں پہاڑا آتا ہے؟ جناب سپیکر! یہ خبرنامے کی بات ہے' یعنی سیلاب کی کوریج سے متعلق ان کے جتنے بھی ٹور ہیں ان کا افضل ترین حصہ انہوں نے خبرنامے میں دکھایا ہے....

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! فاضل رکن نے یہ کہا ہے کہ چور کی داڑھی میں تنکا' میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ چور کون ہے اور تنکا کس کی داڑھی میں ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: میرے اور طاہر رشید کے چہرے دیکھ لیں اور شیخ صاحب خود فیصلہ کر لیں۔ وہ بھی میرے محترم بھائی ہیں' میرا چہرہ بھی دیکھ لیں اور شاہ صاحب کا بھی۔

شیخ محمد طاہر رشید: مجھے دیکھ لیں' کوئی تنکا نہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جس کی داڑھی ہے تنکا اس میں ہو سکتا ہے' کلین شیو میں تنکا نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! ہم جو یہ باتیں کر رہے ہیں یہ اپنے محترم بھائیوں کے علم میں اضافہ کرنے کے لئے کر رہے ہیں تاکہ یہ اپنی پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں بات کریں کہ آپ قوم کو کس طرف لگا رہے ہیں؟ سیلاب آیا ہوا ہے تباہ کاری ہوئی ہے اور یہ سکولوں میں جا کر بچوں کے پہاڑے سن رہے ہیں' یہ بچوں سے گنتی پوچھ رہے ہیں اور یہ پوچھ رہے ہیں کہ کون سی کلاس میں پڑھتے ہو۔ جناب والا! یہ سیلاب کا اور پہاڑوں کا' اور کون سی کلاس میں پڑھتے ہو اس کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ لیکن یہ وزیراعظم کے دورے کا وہ افضل ترین حصہ ہے جو خبرنامے میں دکھایا گیا۔ جناب سپیکر! میں یہ بات چیلنج سے کہتا ہوں' میں یہ بات بلا خوف تردید کہتا ہوں۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو وائنڈ اپ کیا جائے' کیونکہ میرے پاس بہت سے نام ہیں اور آج آخری دن ہے اور بہت سے معزز اراکین اسمبلی اس موضع پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ رانا صاحب اپنی تقریر کو وائنڈ اپ کریں اور آپ بھی تشریف رکھیں۔ رانا صاحب! آپ بھی ایک دو منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں بلا خوف تردید سے یہ بات کہتا ہوں کہ انہوں نے سیلاب کے متعلق جتنی کوریج ٹی۔وی پر پیش کی ہے اس میں کسی جگہ یہ دکھایا ہو کہ وزیراعظم فلاں گھر میں بیٹھے ہیں۔ اس گھر کے اتنے افراد تھے اور اتنے سیلاب میں بہہ گئے اور وزیراعظم فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے کسی جگہ پر یہ دکھایا ہو کہ سیلاب زدگان اکٹھے ہیں' وزیراعظم بیٹھے ہیں اور ان کی شکایات سن رہے ہیں۔ ہم جیسے لوگ جن کی کوئی انتظامی حیثیت نہیں ہے۔ اگر ہم ان علاقوں میں گئے ہیں تو لوگوں نے ہم سے بھی شکایات کی ہیں کہ جناب' فلاں چیز ہمیں وقت پر نہیں پہنچی' مقامی انتظامیہ نے ہماری مدد نہیں کی' فلاں نے ہماری مدد کی ہے۔ کیا وزیراعظم کو کوئی یہ بات کہنے والا نہیں تھا؟ کسی جگہ انہوں نے اور کسی روز یہ دکھایا ہو تو میں کہتا ہوں کہ ٹھیک ہے' ہم ان کی بات کو درست تسلیم کر لیتے ہیں۔ جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ

انہوں نے صرف اور صرف one man personality کو project کرنے کے لیے اس ناگہانی آفت کو استعمال کیا ہے جو کہ ایک انتہائی افسوس ناک بات ہے اور جناب سپیکر! انتہائی شرم ناک بھی ہے۔ اور اس کی وجہ کیا تھی؟ جناب سپیکر! ☆

جناب سپیکر: یہ بہت زیادتی کی بات ہے..... (قطع کلامیاں)

راجہ خلیق اللہ خان: ☆

جناب سپیکر: Raja Sahib, no cross talk please. رانا صاحب! آپ نے یہ الفاظ نہایت نامناسب اور نہایت ناواجب الفاظ آپ نے کہے ہیں۔ میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ یہ الفاظ واپس لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! جھرلو اور دھاندلی سے متعلق جو بات ہے.....

جناب سپیکر: جو آپ نے بات کی ہے رانا صاحب' میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یہ الفاظ واپس لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جھرلو اور دھاندلی سے متعلق جو بات ہے یہ الفاظ تو میں واپس نہیں لینا۔

جناب سپیکر: اس کے علاوہ آپ نے بہت زیادتی کی بات کی ہے' میں آپ سے کہوں گا کہ.....

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! کون سا نطفہ تھا جو 1970ء میں.....

Mr. Speaker Sheikh Sahib, Will you please take your seat.

راجہ خلیق اللہ خان: ☆

جناب سہیل ضیاء بٹ: ☆ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ رانا صاحب! میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ الفاظ واپس لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جھرلو اور دھاندلی سے متعلق جو الفاظ ہیں یہ تو ہم واپس نہیں لے سکتے۔....

جناب سپیکر: نہیں' اس کے علاوہ جو الفاظ آپ نے استعمال کئے ہیں....

☆☆☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

رانا ثناء اللہ خان: اس کے علاوہ جو الفاظ ہیں وہ تو میں نہیں سمجھتا کہ ان پر کسی کو اعتراض ہے؟ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: مجھے ان پر اعتراض ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر ان کو خود پتہ ہے' جناب سپیکر! وہ کسی نے کہا ہے کہ الیکشن 1990ء ایک عجوبہ .....

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ سے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ یہ الفاظ واپس لیں' یہ غیر پارلیمانی الفاظ ہیں ان پر مجھے اعتراض ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ کے اعتراض کی وجہ سے دھاندلی اور جھرلو کے الفاظ تو میں واپس نہیں لیتا' اس کے علاوہ جو الفاظ ہیں وہ میں واپس لے لیتا ہوں۔ (☆☆☆) کے الفاظ جو ہیں .....

جناب سپیکر: یہ الفاظ رانا ثناء اللہ صاحب واپس لیتے ہیں اور یہ الفاظ کارروائی سے حذف ہوں گے۔ رانا صاحب! آپ آخری بات کر کے اسے وائنڈ اپ کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ' جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اسے عوامی رنگ دینے کے لیے' عوامی رہبر ثابت کرنے کے لیے یہ سارا جتن کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ عوامی رہبر جو ہے وہ اس طرح سے ثابت نہیں ہو سکتے۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ' اس کا عوام سے کیا ہے رشتہ؟ اس کا عوام سے کیا ہے رشتہ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری (محمد طاہر محمود چودھری)۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! عوامی رہبر اور کس طرح سے ہوتا ہے' عوام نے اتنا بڑا مینڈیٹ دیا ہے' مرکز میں بھی ہماری حکومت ہے اور صوبوں میں بھی ہماری حکومت ہے' عوامی رہبر کی اور کیا تعریف ہے؟ کیا ان کی لیڈر عوامی رہبر ہیں - جو اسمبلی کے باہر بیٹھ کر بائیکاٹ کرتی ہیں۔ اور پی - ڈی - اے میں بیٹھ کر.....

جناب سپیکر: حاجی صاحب! میرے خیال میں اس پر بحث نہیں کرنی چاہیے۔ آپ اپنی باری پر بات کر سکتے ہیں۔ اس وقت جو آپ مناسب سمجھیں بات کیجئے گا۔ رانا صاحب! آپ اس پر اب اپنی بات کو ختم کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں اپنے محترم بھائی کے عوامی مینڈیٹ کا جواب دیتا ہوں۔

☆☆☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

یہ ایک شاعر ہیں انہوں نے دو چار مصرعے کہے ہیں' الیکشن 90 ایک عجوبہ'

الیکشن 90ء ایک عجوبہ
حیرت میں گم رائے دہندہ
ہارنے والے خندہ زن ہیں
جیتنے والے شرمندہ' شرمندہ

جناب والا! ان کا عوامی مینڈیٹ ہے اور جس پر یہ بہت اتراتے ہیں۔ یہ تو پتہ چلے گا۔ ایک دفعہ تو یہ کمپیوٹرائزڈ یہ جھرلو' یہ دھاندلی سارا چل گیا ہے' ان کو ساری سمجھ آ جائے گی۔ جناب سپیکر! یہ جو ان کی یک طرفہ پروجیکشن ہے اس کے جواب میں یہ کہوں گا

اس کا عوام سے کیا ہے رشتہ
وہ حکام کا ادنیٰ خادم
گھر سے سیدھا تخت پہ جانے والا

یعنی راستے میں کوئی جدوجہد نہیں' کوئی جیل نہیں کوئی جمہوریت کے لئے قربانی نہیں' sacrifice نہیں.....

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ سیلاب کے موضوع پر بات کر رہے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: گھر سے سیدھا تخت پہ جانے والا کبھی رہبر نہیں ہو سکتا.....

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہوتا ہے۔ آپ اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں ایک آخری فقرہ عرض کروں گا.....

Mr.Speaker Please have your seat.

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! مجھے اپنی بات ختم کرنے کے لئے آخری فقرہ کہنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ تو آج میرے پاس تقریر کرنے والوں میں جو اسمائے گرامی ہیں۔ اس میں نام کافی جمع ہو گئے ہیں اور ٹائم تھوڑا ہے۔ میاں منظور احمد موہل صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ عتیق الرحمان صاحب بات کرنا چاہتے ہیں' میاں عبدالستار' حاجی غلام ربانی صاحب' سید طاہر احمد شاہ صاحب' خانزادہ تاج محمد خان صاحب'

ملک جلال دین ڈھکو صاحب' حاجی احمد خان بلوچ صاحب اور ارشد خان لودھی صاحب' شوکت داؤد صاحب' ایس اے حمید صاحب' اور آپ تو شیخ صاحب ویسے ہی اتنا بول لیتے ہیں' اور شیخ طاہر رشید صاحب کا نام ہے۔ اب اس میں جو نام میں نے لیے ہیں ان میں سے کون کون سے صاحبان کے حلقے براہ راست متاثر ہوئے ہیں؟ آپ بات کرنا چاہتے ہیں' آپ کا نام تو میرے پاس نہیں ہے۔

جناب غضنفر جیوانہ: جناب والا! غضنفر جیوانہ میرا نام ہے۔

جناب سپیکر: نہیں' مجھے آپ کے نام کا پتہ ہے۔ حاجی صاحب آپ کا نام میرے پاس ہے۔ خانزادہ صاحب کا نام بھی میرے پاس ہے۔ تشریف رکھیں خانزادہ صاحب! آپ کا نام میرے پاس ہے۔ شوکت داؤد صاحب تشریف رکھیں۔ شیخ صاحب بیٹھیے' تشریف رکھیے رانا صاحب! تشریف رکھیں۔ تو عتیق الرحمٰن صاحب' آپ کا ایریا affected ہے۔ میاں عبدالستار صاحب کا ہے' حاجی غلام ربانی صاحب کا' سید طاہر احمد شاہ صاحب' آپ کا ایریا سیلاب سے متاثرہ ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: نہیں' ان علاقوں کے لیے میرے حلقے کے لوگوں نے اور میں نے بڑا کام کیا ہے۔ میں اس سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ اور پھر یہ ہے کہ یہاں معزز ایوان میں اراکین نے جو بے تکی باتیں کی ہیں اور حکومت پر بے جا الزامات لگائے ہیں اس کی وضاحت بھی کرنی ضروری ہے۔

جناب سپیکر: تو یہ ممکن ہے کہ آپ تین تین منٹ میں بات کرلیں۔ تو پھر خانزادہ صاحب' بسم اللہ کیجیے۔ لودھی صاحب! آپ بولنا چاہتے ہیں۔

وزیر مال: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس کو وائنڈ اپ کرنا ہے۔ مجھے ان سے پہلے تھوڑا سے ٹائم ملنا چاہیے۔

جناب سپیکر: جی ہاں' ان سے پہلے آپ کو ٹائم دیں گے۔

personal explanation پر رانا ثناء اللہ خان بات کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ' جناب والا! میں ریکارڈ پر یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ یہ ہماری پارلیمانی روایات سے commitment ہے اور چیئر کا احترام ہے کہ آپ نے مجھے speech کرنے سے روک دیا تو میں رک گیا۔ حالانکہ میں نے صرف ایک منٹ مانگا تھا۔ جو مجھے ایک منٹ

نہیں دیا گیا۔ لیکن اس وقت سے اب تک سات منٹ صرف ہوئے ہیں اور اس کے بعد پھر خانزادہ صاحب کی باری آئی ہے۔ یہ میں ریکارڈ پہ لانا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: یہ آپ ریکارڈ پہ کیا لائے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں ریکارڈ پر یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ ایک ایسی بات جسے شاید میں اپنے طور پر سمجھتا ہوں کہ یہ میرے ساتھ زیادتی ہے۔ لیکن میں نے اسے چیئر کے احترام میں تسلیم کیا ہے۔ بس یہی بات میں ریکارڈ پہ لانا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: شکریہ' راناصاحب۔ خانزادہ تاج محمد خان صاحب۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZ DA: Thank you Mr. Speaker.

Sir, before I speak about the flood situation, there is an English proverb which says that "Rome is burning and Nero is playing". The speeches delivered by the Opposition are devoid of any constructive criticism or any constructive suggestion for the welfare of the unfortunate millions of people who have died and suffered through floods. Instead of sympathising and offering constructive suggestions for the rehabilitation and reconstruction of this poor country which has become a victim of natural disaster, we have been indulging in personal bickering and personal discrimination against each other. It is very unfortunate state of affairs which I have witnessed for the first time in my forty years of political life when I had been a Member of this privileged House.

Sir, for people in the Opposition, there is no doubt that the Government has full consideration and gave them opportunity to take most of the time of this House, but that does not mean that single representative of one constituency can take all the time and 240 Members of those constituencies are denied even to speak a word.

Sir, the disaster which has befallen on this country which has hurt without any doubt every individual whether he was a

Muslim, whether he was a non-Muslim, whether he was Pakistani and whether he was a non-Pakistani

Sir, floods have come in the past and floods will come in the future, but we have to get down as to what we should do in order to minimise the hardships and in order to minimise the miseries which have been rocked on this country through or probably through the personal fault of any individual to small extent, but brought by the Nature If floods could be brought in the time some by storms, some by flood in Noha; it is a warning in Quran, those who know Quran, which is a warning to the nation

Please conduct your affairs according to Law of God and don't overturn.

(interruptions- If you are holding Cabinet meeting, you can hold it in your room).

Sir, I say at this time to every individual who call himself a Pakistani should whole heartedly, without any discrimination, give support to the Government to rehabilitate and restore the normal life of this country.

Sir, I will give credit to the citizens of Pakistan who, with their personal efforts and with whatever help the Government has given them, have been able to face such a huge hazard brought on them by the Nature.

I have read in the newspapers that canal system of Punjab has been restored with normal flow. I think it is a matter of congratulations especially for the Department of Irrigation and the man who helped this affair to restore Irrigation, which is the line of Pakistan, and if we don't do that we can see the writing on the wall that there will be a famine. Punjab needs the consolidated help of

every individual. It is not a time to speak in this Assembly who came into power and with whose help, this is not a matter of discrimination. I would wish that the Opposition would give up this unholy alliance and this unholy slang that time and again keep on saying that they have come with bugging. I challenge them today that I will resign tomorrow, let them put somebody in my constituency and I will fight him. I don't want that everyday you come and raise voice against the Government; come out with something constructive; we will help it; we will take your constructive proposals; we will act on them, but don't always obstruct the constructive business in the country.

Sir, what has happened to your attitude? Even today you are not ashamed as you are saying to call people "Bastard" in this House, then that is unparliamentary. If there was somebody else who would ask him to withdraw it otherwise he will ask the Seargent-at-Arms to throw out of this House.

(Applause)

I had been watching and somtime with disgust, Mr Speaker! before you, there was one gentleman by the name of Nawabzada (I do not know his name), but he was Nawabzada who took the floor of this House. There was no single relevant speech he gave about flood. He was only busy what he could say about the Prime Minister of Pakistan Mian Muhammad Nawaz Sharif and what he could say about the Chief Minister of Punjab Mr Ghulam Haider Wyne and what he could say about rest of the I.J.I Members in this House.

Mr Speaker! Sir, we are Muslims. We do not defend wrong. If it comes from anybody, I am sure this House of I.J.I as Muslims, will not defend it. But let us not be hurt in this House without any cause, without having been heard, without even criticising those people who are not in a position to answer them, (you criticise the bureaucrats, you criticise the administration.

Sir, I will conclude my speech afterwards point of order when order is restored in the House. You know how many orders are obeyed in this country. If there is any ting which is disorderly in this House it is from them. Every disorder comes from them.

MALIK AMAN ULLAH CHEENA: On point of order.

I am going to tell that Islam is a religion of peace with a message for all the people of the world, Khanzada Sahib.

(Laughters & thumping of desks).

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: I don't know Sir, his English. What he spoke? It is one of the Georgian's time in England who used to speak in olden days.

(Laughters).

MR SPEAKER: Khanzada Sahib, the time of your speech is over now.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: I am very grateful to you Mr Speaker for providing me with few minutes to at least express the feelings not only of myself but of all my colleagues and if you want me to hold their hands up I am sure they will all support me what I have said.

MR SPEAKER: Thank you very much.

جناب سپیکر: بہت بہت شکریہ - عتیق الرحمٰن صاحب - ہمارے پاس ٹائم بہت تھوڑا ہے۔ دو دو منٹ۔

جناب عتیق الرحمٰن: شکریہ جناب سپیکر۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے حلقے کے متعلق سیلاب کی کیفیت کو اپنے ذہن میں رکھا اور اس کا اظہار اسمبلی ہال میں بھی کیا۔ نہ جانے اللہ تعالیٰ کو میری ان گزارشات پر رحم آگیا۔ اور انہوں نے قبول کیں۔ اس مرتبہ جب کہ پورے ملک میں ایک خوف ناک سیلاب آیا اور وہ علاقہ کہ جہاں ہر سال خوف ناک اور شدید سیلاب آیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس دفعہ وہ سیلاب سے بچ گیا' کیونکہ اس مرتبہ راوی میں سیلاب نہیں آیا۔ لیکن اگر آیا بھی ہوتا تو آج میں اس معزز ایوان میں اپنے حلقے کی نسبت سے بات نہ کرتا بلکہ سیلاب نے جہاں جہاں تباہی پھیلائی ہے اور جہاں جہاں سے گزرا ہے ان متاثرین کے حوالے سے بات کرتا۔

جناب سپیکر! قومی اسمبلی میں بھی اور اس معزز ایوان میں تقریریں ہوئیں۔ سیلاب پر اظہار خیال کیا گیا۔ حکومتی بنچوں کی طرف سے بھی اور حزب مخالف کی طرف سے بھی۔ لیکن جس بات کا مجھے رنج ہے' وہ یہ ہے کہ دراصل سیلاب کیا ہے اور یہ اس دور میں یا اس سال کیوں اتنی شدت سے آیا اور اس کے لیے آئندہ ہمیں کیا تدابیر اختیار کرنی چاہیں' اس کے حوالے سے حکومتی بنچوں کی طرف سے تو شاید اس کا ذکر کیا گیا لیکن حسب عادت اپوزیشن بنچوں کی طرف سے سوائے منفی تنقید کے اور کوئی بات نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر! ہمارے پاکستان کی تاریخ گواہ ہے' اس کو اپ پاکستان کی location سمجھ لیں کہ جب بھی ستمبر میں بارشیں آئی ہیں تو سیلاب کی صورت حال بہت شدت اختیار کر جاتی رہی ہے۔ اپوزیشن نے پورا زور اس بات پر لگایا ہے کہ یہ ایک man made disaster تھا' میں اس بات کا بڑے مختصر الفاظ میں جواب دوں گا۔ جناب سپیکر! کسی نے سنجیدگی سے کوشش ہی نہیں کی کہ اتنی بڑی آسمانی آفت ہم پر نازل ہوئی اور اس کو مذاق اور اخلاق سے گری ہوئی باتوں میں اور شور غوغا میں اڑایا گیا اور کوئی مثبت بات نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر! جب جون جولائی کے مہینے میں پہاڑوں پر برف پگھلتی ہے تو اگست کے

آخر میں اور ستمبر کے مہینے میں ندی نالوں کی سطح پر ہو جاتی ہے۔ پانی کناروں تک آ جاتا ہے۔ اور اگر پھر ستمبر میں بارش ہو اور بارش بھی اس شدت کے ساتھ کہ بہت کم عرصے میں بارش بہت زیادہ ہو تو پھر وہ پانی جو ندی نالوں میں پہلے ہی بہت زیادہ ہوتا ہے وہ سیلاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ آپ دیکھیے کہ اس دفعہ گرمی بھی تھوڑی دیر میں آئی اور پانی پگھلا اور ندی نالوں میں جو پانی تھا اس کے ساتھ طوفانی بارش کا پانی شامل ہوا تو سیلاب کی کیفیت اختیار کر گیا۔ جناب سپیکر! اب آپ مجھے بتائیے کہ اس دفعہ توقع سے ذرا بعد میں گرمی پڑی اور بہت شدت سے پڑی۔ ستمبر کے مہینے میں بارشیں بہت زیادہ ہوئیں تو اس میں نواز شریف یا اس کی حکومت کا یا مسلم لیگ یا اس کی حکومت کا کون سا قصور ہے جس کو حزب اختلاف نہیں چھوڑ رہی؟ سیلاب کو یہ man made disaster کہہ رہے ہیں۔ یہ شرک نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چونکہ وقت کم ہے اور میں اپنی تقریر کو مختصر کرتا ہوں کہ آپ ان کے منفی رویے کی انتہا دیکھیے کہ اس آفت میں' اس ناگہانی مصیبت میں نواز شریف نے پوری دنیا کو ایک پیغام دیا ہے کہ ہم پر بڑی آفتاد بھی آ پڑے' ہم پر بڑی سے بڑی مصیبت بھی آ پڑے تو ہم نے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ہمیں کسی بیرونی امداد کی ضرورت نہیں' کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے دوسرے مذاہب کی مکمل طور پر نمائندگی کرتے ہوئے پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں.....

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف ارڈر۔ میرے خیال میں ہمارے فاضل دوست جو فرما رہے ہیں کہ ہم نے دنیا سے بھیک نہیں مانگنی شروع کی تو ابھی چار دن پہلے اخبار میں خبر چھپی ہے کہ پاکستان کا ایک وفد یواین او میں امداد طلب کرنے جا رہا ہے۔ تو ان کی بات درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر: مجھے افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آرڈر نہیں ہے۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب سپیکر! یہ ایک اور زندہ مثال ہے اور یہ بات بڑی موقع کی مناسبت سے ہے۔ مجھے یہ بات کرنے کی اجازت دیجیے کہ قول و فعل میں جو تضاد حزب اختلاف میں ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب سوالات کا وقفہ ہو.....

جناب سپیکر: عتیق الرحمٰن صاحب! مجھے آج آپ کو تھوڑا ٹائم دینے کی مجبوری ہے۔ اس

لیے کہ چیف منسٹر صاحب نے up wind کرنا ہے اور میں مجبور ہوں کہ اپ کو تین تین منٹ پر اکتفا کرنا ہو گا۔ آپ کے پانچ سات منٹ ہو چکے ہیں۔

جناب عتیق الرحمٰن: جناب سپیکر! میں اپنی تقریر اس طرح wind up کرتا ہوں کہ پیغام جو پوری قوم کو نواز شریف صاحب نے دیا ہے کہ ہم نے خود انحصاری کی پالیسی اختیار کی ہے اور اپنے وسائل پر انحصار کرنا سیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہمیں پورا بھروسہ ہے۔ جناب سپیکر! فرنگیوں سے امداد لینے کے متعلق جو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت اظہار کیا تھا میں سمجھتا ہوں نواز شریف صاحب کے اعلان سے بہتر اس کا اظہار اور نہیں ہو سکتا۔ جناب سپیکر! اقبال نے فرمایا:

من کی دنیا میں نہ پایا میں نے فرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

جناب سپیکر! آخر میں عرض کروں گا:

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

شکریہ جناب سپیکر!

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں ریکارڈ کی درستی چاہتی ہوں عتیق صاحب کی تقریر کے دوران میں نے ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا۔ انہوں نے تمام ایوان کی تقاریر کے حوالے سے یہ کہا کہ شور و غوغا ہوتا رہا اور مذاق بھی اڑایا گیا اور پھر یہ کہا کہ کوئی مثبت بات نہیں ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ تمام ممبران کی تقاریر کے حوالے سے یہ بات درست نہیں ہے۔

جناب عتیق الرحمٰن: جناب سپیکر! میں نے اپنی تقریر میں اس بات کا ضرور اظہار کیا ہے کہ حکومتی بنچوں کی طرف سے اس بات پر اظہار خیال مثبت انداز میں ہوا ہے۔

جناب سپیکر: آپ نے بات کی ہے۔ جناب غضنفر صاحب!

جناب غضنفر علی خان: شکریہ' جناب سپیکر! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ میرا تعلق ضلع جھنگ سے ہے اور ضلع جھنگ پس ماندہ ضلع ہے۔ میرا

حلقہ نیابت 68 بھی پس ماندہ ہے۔ اور یہ ہیڈ تریمو سے شروع ہوتا ہے اور دریائے جہلم اور چناب کے کنارے پر واقع ہے۔ ٹھٹھی لنگر سے لے کر میرے والا تک 147 گاؤں زیر آب آئے ہیں۔ان میں تمام فصلات تباہ ہو گئیں ہیں اور مکانات بھی منہدم ہو گئے ہیں۔ اس کے ساتھ کچھ جانی نقصان بھی ہوا ہے۔ جناب سپیکر! ہمارے علاقہ میں اکثر سیلاب آتا رہتا ہے۔ 1973ء میں بھی سیلاب آیا تھا۔ لیکن یہ بہت بڑا سیلاب تھا۔ 1973ء میں جب سیلاب آیا تھا تو میرے علاقے میں کوئی وزیر اعظم نہیں گیا تھا۔کوئی وزیر اعلیٰ نہیں گیا تھا لیکن میں یہ بات فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میں علاقہ میں وزیر اعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کئی بار تشریف لے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے کانوں سے لوگوں کے دکھ درد سنے ہیں۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ میں اس کے لیے اپنے علاقے کے عوام کی طرف سے جناب وزیر اعظم پاکستان اور جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جناب والا! 1973ء میں جب سیلاب آیا تھا تو میرے ایک گاؤں میں کشتی ڈوبنے سے 14 آدمی ہلاک ہو گئے تھے۔ جناب والا یہ ایک ایسی بات ہے جو حقیقت ہے اور اس بات کو میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر بیان کر سکتا ہوں۔ یہ لوگ بناوٹی تقاریر کرتے رہے ہوں گے لیکن میں اپنے اصل حقائق بیان کر رہا ہوں کہ ان ڈوبنے والوں کے لواحقین کو آج تک کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا۔ میرے علاقہ میں پانچ جانیں ضائع ہوئی ہیں اور ان کے لواحقین کو پانچ پانچ ہزار روپیہ دیا گیا ہے۔ اس کے لیے بھی میں حکومت پاکستان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ' جناب غضنفر علی خان صاحب!

جناب غضنفر علی خاں: جناب والا جہاں تک متاثرین کا مسئلہ اور میرے علاقے کے عوام کو بحالی کا مسئلہ ہے میں اس میں بھی وزیر اعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کا مشکور ہوں۔ میرے علاقے میں ایک نہر رنگ پور ہے جو 60 میل damage ہوئی ہے۔ اور میں یہ بات فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ آج اس نہر میں پانی چل رہا ہے۔ جب 1973ء کا سیلاب آیا تھا تو تین سال تک اس نہر میں پانی نہیں چلا تھا۔

جناب سپیکر: شکریہ! آپ کا تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب غضنفر علی خان: جناب والا! اس دفعہ ہمیں نہر کی مرمت کے سلسلے میں کروڑوں روپے کی بچت ہوئی ہے۔ کیونکہ یہاں ٹینڈر نہیں ہوئے اور اس دفعہ ٹھیکے دار نہیں لگے اور یہ

ہنگامی طور پر کام ہوا ہے۔ اور آج اس نہر میں پانی چل رہا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ' غضنفر علی خان صاحب! ملک جلال دین ڈھکو صاحب! ملک صاحب آپ نے تین منٹ میں اپنی کو ختم کرنا ہے۔

ملک جلال دین ڈھکو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! اس دفعہ جو سیلاب آیا وہ ایک بہت بڑی آفت تھی۔ اس سیلاب نے یہ نہیں دیکھا کہ راستے میں کون لوگ آباد ہیں کون سی قومیں ہیں' وہ بلاتمیز گزر تا گیا۔ پیپلز پارٹی کے لوگ جو آج یہ بہتان تراش کر رہے ہیں کہ حکومتی گروپ نے مسلم لیگ والوں کو پکار پکار کر امداد دی۔ لیکن یہ میرے خیال میں صاف جھوٹ اور غلط ہے۔ جہاں لوگ سیلاب زدہ ہوں اور سیلاب کے مارے ہوئے بیٹھے ہوں وہاں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کی کوئی تمیز نہیں ہو سکتی اور کوئی ذی ہوش آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ پیپلز پارٹی یا مسلم لیگ کا آدمی ہے۔ یہ بالکل بہتان تراشی ہے۔ اور یہ بہتان تراشی کی انتہا تک پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے باہر جا کر کوئی کام نہیں کیا۔ اس کے بعد میں اپنے علاقے کی طرف آتا ہوں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! معزز رکن نے فرمایا ہے کہ وہاں صرف مسلم لیگ والوں کو ہی امداد نہیں دی گئی بلکہ وہاں برابری کی بات کی گئی۔ تو یہ بتا دیں کہ کس جگہ پر انہوں نے دورہ کیا ہے؟

ملک جلال دین ڈھکو: آپ نے بات کی ہے کہ مسلم لیگ والوں کو پکار پکار کر اشیاء دی گئیں۔ اور سیلاب فنڈ تقسیم کیا۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! شکریہ۔

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا! یہ سب لوگوں نے بات کی ہے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

ملک جلال دین ڈھکو: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ سیلاب کے ساتھ ساتھ طوفانی بارشیں بھی ہوئیں۔ ہمارے علاقے میں بہت زبردست بارش ہوئی۔ بارشوں اور وائرس سے کپاس کی فصل تقریباً تباہ ہو چکی ہے۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ جہاں پر کپاس کی فصل وائرس کی وجہ سے تباہ ہوئی ہے یا طوفانی بارشوں کی وجہ سے وہاں کا مالیہ اور آبیانہ معاف کیا جائے۔ اور ان لوگوں کو بلا سود قرضے جاری کئے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ گزارش کروں گا کہ

سیلابوں سے بچنے کے لیے ڈیم تعمیر کرنے ضروری ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ کالا باغ ڈیم پر ساری قوم کو متفق ہو کر اس کے پیچھے پڑنا چاہیے' کیونکہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے ڈیم بھی تعمیر کئے جانے ضروری ہیں۔ اس کے بعد میں ایک اور گزارش کروں گا۔ کہ سیلف ایمپلائمنٹ کی ایک سکیم چل رہی ہے۔ میں وہاں سیلف ایمپلائمنٹ بورڈ کا چیئرمین ہوں۔ لیکن سیلف ایمپلائمنٹ سکیم اس وقت بے مقصد ہے اور لوگ قرضہ لینے سے عاری اور قاصر ہیں اس لئے کہ سیلف ایمپلائمنٹ سکیم اتنی complicated ہے کہ کوئی آدمی قرضہ حاصل نہیں کر سکتا۔ میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ سیلف ایمپلائمنٹ سکیم کے تحت کاشتکاروں کو قرضے جاری کرنے چاہیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سہیل ضیاء بٹ صاحب پوائنٹ آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب والا جناب جلال دین ڈھکو صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے سیلاب ایک عظیم آفت ہے۔ تو سیلف ایمپلائمنٹ سکیم کا اس سے کیا تعلق ہے؟ ذرا اس نکتے کی وضاحت ہو جائے؟

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا۔ کاشتکاروں کی بہبود کے لئے بات کی جا رہی ہے۔ اس میں صرف سیلاب پر ہی نہیں بلکہ اور بات بھی ہو سکتی ہے۔ سیلاب کے ساتھ ساتھ اور بات بھی کر سکتے ہیں۔ یہ ایک عظیم المیہ تھا یا عظیم آفت تھی' یہ کون سی بات ہو گئی ہے بٹ صاحب!

جناب سہیل ضیاء بٹ: آپ کو لفظ "خوفناک" کہنا چاہیے تھا۔

ملک جلال دین ڈھکو: "خوفناک" ہو یا "عظیم" ایک ہی بات ہے۔ بٹ صاحب! آپس میں نہ الجھیں۔

جناب سپیکر: no cross talk please. بٹ صاحب! تشریف رکھیے۔ بات ہو گئی ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب والا! سیلف ایمپلائمنٹ سکیم کا سیلاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا! ایک منٹ کے لیے میں سیلف ایمپلائمنٹ سکیم پر ضرور بات کروں گا۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ کی تقریر کا ٹائم ختم ہوتا ہے۔

ملک جلال دین ڈھکو: میں' صرف ایک منٹ کے لئے عرض کروں گا کہ سیلف ایمپلائمنٹ سکیم کے تحت جو قرضے جاری ہو رہے ہیں وہ complicated ہیں۔ انہیں کوئی نہیں لے رہا۔ میری یہ تجویز ہے کہ کسانوں کو آلات کشاورزی کے لیے سیلف ایمپلائمنٹ کے ذریعے قرضے دیئے جانے ضروری ہیں تاکہ کسان جو اس وقت آفت زدہ ہیں اور آفت زدہ علاقوں کے رہنے والے ہیں وہ اپنے آلات کشاورزی ٹریکٹر وغیرہ لے سکیں۔ اس سکیم کی رقم سے بہا اور بلاوجہ پڑی ہے۔ وہ تقسیم کرنی چاہیے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ ایس اے حمید صاحب۔

جناب ایس اے حمید: شکریہ۔ جناب سپیکر اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ سیلاب نے پنجاب میں خاص طور پر بے شمار تباہ کاریاں کی ہیں' لیکن ہمیں اس بات پر انتہائی افسوس ہوتا ہے کہ اپوزیشن اس بات کو ایک مذاق کا رنگ دے رہی ہے اور صحیح معنوں میں سنجیدہ نہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسلم لیگ کی موجودہ حکومت نے میاں نواز شریف اور جناب غلام حیدر وائیں کی قیادت میں سیلاب شدہ علاقوں میں جا کر متاثرین کے ساتھ جس طور پر ہمدردی کا اظہار کیا ہے یہ اپنے طور پر ایک بہت اہم کارنامہ ہے' اس لیے کہ اگر آپ متاثرین کو پورے طور پر مکانات نہیں دے سکتے' انہیں ان کی تباہ شدہ فصلوں کا معاوضہ نہیں دے سکتے' تو کم از کم ان کے دکھوں میں' ان کے درد میں برابر کے شریک تو ہو سکتے ہیں اور نفسیاتی طور پر جناب وزیر اعظم اور جناب وزیر اعلیٰ نے جس طرح متاثرہ علاقوں میں جا کر ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے عوام میں جو ایک نفرت کی لہر پیدا ہوئی تھی اس میں کمی آئی ہے اور عوام میں اس بات کا تاثر موجود ہے کہ ملک کے وزیر اعظم اتنے بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود عوام میں جا کر' گلیوں' محلوں اور دیہات کے ان علاقوں میں جا کر جہاں کہ عام آدمی کی رسائی ممکن نہیں تھی ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوشش کی ہے۔

جناب سپیکر! گوجرانوالہ ڈویژن میں تقریباً 12 ہزار مکانات متاثر ہوئے ہیں اور 1022 گاؤں کی 37000' 6 کی آبادی متاثر ہوئی ہے۔ انتظامیہ اور عوامی نمائندوں کے آپس کے اشتراک کے پیش نظر اس کام کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ وہاں پر 45 لوگ سیلاب کی نذر ہوئے ہیں اور تمام لوگوں کو انفرادی طور پر معاوضہ دے دیا گیا ہے۔ ان تمام علاقوں کا انتظامیہ نے سروے کیا ہے اور وہاں پر تقریباً 12 ہزار خاندانوں کے بارے میں ان

کے پاس پورے کوائف موجود ہیں۔ میں سمجھتا ہو کہ اتنے تھوڑے عرصے میں جس طرح انتظامیہ نے عوامی نمائندوں کے ساتھ مل کر یہ کام کیا ہے اور ان علاقوں میں تمام مطلوبہ اشیاء پہنچائی ہیں اور جس طرح یہ کام جاری ہے اس کے پیش نظر میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی خدمت ہو نہیں سکتی جو موجودہ حکومت کر رہی ہے۔

جناب سپیکر! یہ بات کہنی بڑی آسان ہے کہ کوئی کام کیا نہیں جا رہا لیکن یہ بات بڑی واضح ہے کہ جس طرح مسلم لیگ کی حکومت نے منظم طور پر سیلاب زدہ علاقوں میں جا کر ان کا سروے کروایا اور متاثرہ لوگوں کی فہرستیں مہیا کیں اور ان علاقوں میں جا کر چیک تقسیم کئے پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اپوزیشن کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ شوٹنگ ہو رہی ہے' کام کوئی نہیں ہو رہا۔ پہلے سے ہی انتظامیہ کو بتا دیا جاتا ہے اور وہاں پر چند لوگوں میں چیک تقسیم کئے جاتے ہیں۔ لیکن آج ہمارے سامنے روز یہ باتیں آتی ہیں کہ میاں نواز شریف وزیر اعظم پاکستان بغیر کسی پروگرام کے دور افتادہ دیہات میں جاتے ہیں اور وہاں پر جا کر موقع پر فیصلے کرتے ہیں اور ان لوگوں کو امداد مہیا کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ ایک بہت ہی اہم طریق کار شروع کیا ہے جس کے پیش نظر انتظامیہ یا عوامی نمائندوں کا وہ تاثر کہ یہ مل ملا کر صرف شوٹنگ کے لیے یا صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرتے ہیں اس کی مکمل طور پر نفی کی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی چیز بھی حرف آخر نہیں ہوتی۔ اس پر اگر یہ کہا جائے کہ انتظامیہ کے فلاں فلاں رکن نے غلط کام کیا ہے تو آج ہمارے پاس موقعہ ہے کہ ہم ان لوگوں کا بھی محاسبہ کر سکیں۔ ان کے خلاف انکوائری کروا سکیں تاکہ آئندہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچا جا سکے۔

جناب سپیکر۔: جی شکریہ' شکریہ۔

جناب ایس اے حمید: شکریہ' جناب سپیکر!

جناب سپیکر: راجہ خلیق اللہ خان صاحب۔ (معزز ممبر ہاوس میں موجود نہ تھے) میاں منظور احمد موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل۔: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

جناب والا! ہمارے ملک اور خصوصاً صوبہ پنجاب کی جو موجودہ صورت حال ہے اس سے ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ موجودہ سیلاب یا بارشوں کی جو اکثریت اس موسم میں ہوئی ہے وہ اس صدی میں میرے خیال میں غالباً سب سے شدید تھی اس سے صوبے کا بہت ہی زیادہ نقصان ہوا ہے۔ میں یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ آدمی جتنا بھی اچھا ہو' جتنا بھی ٹھیک ہو' حکومت جتنی بھی اچھی ہو' جتنی بھی ٹھیک ہو' ہر بات مکمل طور پر کوئی کر نہیں سکتا۔ یعنی کسی لمحہ میں بھی مکمل بات نہیں ہو سکتی اگر بعض خامیاں بھی ہو جائیں تو مجموعی طور پر دیکھنا یہ پڑتا ہے کہ اچھائی زیادہ تھی یا اس میں برائی زیادہ تھی۔ تو میں بڑے وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے جس انداز سے' جس طرح سے دیانت داری کے ساتھ' حوصلے کے ساتھ' محنت کے ساتھ جو ان دنوں میں کوشش کی ہے اس میں وہ مبارک باد کی مستحق ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عوامی نمائندگان جہاں بھی تھے' جس پارٹی سے بھی ان کا تعلق تھا' میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ انہوں نے بھی بڑی ایمان داری سے کام کیا ہے۔ اس طرح ہمارے ملک کی انتظامیہ' گو میں سمجھتا ہوں کہ ان میں بھی نقائص ہیں' ان میں بھی بعض خامیاں ہیں لیکن اس لمحہ جو ہمارے اوپر ایک مصیبت کی گھڑی آئی ہوئی تھی' یہ ایک قہر الٰہی تھا' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غضب تھا جو اس وقت ہمارے ملک پر آیا تھا تو ہماری انتظامیہ نے بھی بڑی اچھی روایات قائم کی ہیں اور انہوں نے بھی بڑی اچھی طرح سے صورت حال کو سنبھالا دیا ہے۔ فوج نے خصوصاً جو اپنے کارنامے سرانجام دیے ہیں وہ میرے خیال میں قوم ہمیشہ یاد رکھے گی۔ انہوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ یہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انتظامیہ بری ہے۔ ہم بھی یہ محسوس کرتے ہیں۔ لیکن جہاں بری ہوئی وہاں پر ہماری حکومت نے فوراً ایکشن لیا ہے جس طرح کہ مظفر گڑھ کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ وہاں اگر کوئی اس طرح کی بات ہوئی ہے تو اس پر فوراً ایکشن لے کر وہاں کے ڈپٹی کمشنر کو' علی پور کے اسسٹنٹ کمشنر کو عملہ کو فوری طور پر وہاں سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی اس حکومت کا کارنامہ ہے' بلکہ مجھے یہ بتائیں کہ پہلے بھی دو تین سیلاب آئے۔ اس وقت بھی کوئی نہ کوئی حکومت تھی۔ تو انہوں نے کیا کبھی کوئی انتظامیہ کے خلاف ایسا ایکشن لیا تھا؟ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ موجودہ حکومت ہی ہے کہ جس کو عوام سے بہت زیادہ ہمدردی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم عوام کے لیے زیادہ سے زیادہ خدمت سرانجام دیں۔ تو انہوں نے یہ صورت حال سرانجام دی ہے۔

جناب والا! میں یہاں پر اپنے علاقہ ضلع بہاولنگر کے بارے میں عرض کروں گا کہ ضلع بہاول نگر بہت ہی پس ماندہ ضلع ہے۔ وہ بہت ہی زیادہ سیم سے متاثر ہے۔ ہمارے وہاں پر جو زیادہ صورت حال خراب ہوئی ہے وہ بارشوں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ تقریباً 178 دیہات آفت زدہ قرار پائے ہیں اور انتظامیہ کی یہ بھی ایک مثال میں آپ کو بتاتا چلوں کہ 13 ستمبر کو ڈپٹی کمشنر نے یہاں پر آفت زدہ کے لیے لسٹ بھیجی اور 15 - ستمبر کو ہی بورڈ آف ریونیو نے دو دن کے اندر ان کا نوٹیفکیشن کر دیا۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ صرف دو دن کے اندر آفت زدہ کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! وزیر اعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ میں یہی کہوں گا کہ جب ہم پر بارشوں کی تباہی تھی تو اس کے فوراً بعد باقی ملک میں سیلاب کی تباہی آئی تو وہ ہماری مصیبت کچھ بھول گئے کیونکہ ادھر کا کسی نے نام بھی نہیں لیا۔ وزیر اعلیٰ صاحب بھی وہاں تشرف نہیں لے گئے' بلکہ ہم نے ان کو بار بار کہا۔ یہ بھی میں مانتا ہوں کہ ہم سے زیادہ باقی پنجاب کے جو شمالی علاقے تھے یہ زیادہ متاثر تھے لیکن کچھ نہ کچھ تو ہم بھی متاثر ہوئے ہیں۔ ہمارا بھی نام لیا جائے۔ وہاں بھی کم از کم کوئی دورہ فرمایا جاتا تو اس سے اس علاقہ کے لوگوں کی ڈھارس بندھ سکتی تھی' کیونکہ آئے دن جب ٹی وی پر' جب ریڈیو' پر اخبارات میں یہ آتا ہے کہ وزیر اعظم وہاں گئے' وزیر اعلیٰ وہاں گئے۔ اگر بہاول نگر میں وہ تشریف ہی نہ لے جائیں تو عوام ہم سے پوچھتے ہیں کہ ہم پر بھی تو اتنی تباہی نازل ہوئی تھی۔ وہاں کیوں نہیں آئے؟

جناب سپیکر: شکریہ' میاں صاحب!۔

میاں منظور احمد موہل: شکریہ جناب والا۔

جناب سپیکر: شکریہ میاں صاحب۔ جناب شوکت داود صاحب! وقت کی قلت کی وجہ سے آپ صرف تین منٹ میں اپنی تقریر ختم کیجئے۔

جناب شوکت داؤد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بدلنا چاہتا ہوں اس زمیں کو یہ کار آسماں کس طرح کروں میں جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے کہ کوئی ناگہانی آفت آئے' کوئی نیشنل انٹرسٹ کی بات ہو' ہماری قوم کبھی اکٹھی نہیں ہوئی۔ بلکہ اپوزیشن نے ہمیشہ اپنی سیاست کو چمکانے کی بات کی ہے۔ چاہے سیلاب آئے۔ چاہے لوگوں کی لاشوں پر سیاست کرنے کا موقع ملے ہمیشہ تنقید برائے تنقید کی ہے' یہ سیلاب کوئی انسوئی بات نہیں'

بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آج کی دنیا میں جو ترقی یافتہ ممالک ہیں جہاں forecast اتنی accurate ہے وہاں بھی سیلاب اتنے ہیں ناگہانی آفات آتی ہیں۔ وہ حکومتیں جو ساری دنیا میں مانی جاتی ہیں وہاں بھی اس قسم کی آفات آتی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان جبکہ اتنا ترقی یافتہ نہیں یہاں قدرتی آفات' جن کو ہم عذاب الٰہی قرار دیتے ہیں' ان کے آنے کے موقع پر ہمارا یہ فرض بنتا ہے چاہے حکومتی بنچز ہوں' چاہے اپوزیشن' ہم مل جل کر اس آفت کی گھڑی میں اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کا ساتھ دیں اور جو اس وقت کے لیے اقدامات کئے ہیں اس سے بڑھ کر اور کوئی حکومت نہیں کر سکتی۔ ہمارے وزیر اعظم' ہمارے وزیر اعلیٰ کے بس میں جو تھا انہوں نے اس سے بڑھ کر کام کیا' بلکہ فوج کے کردار کو بھی میں نظرانداز نہیں کر سکتا۔ اس ملک میں جب بھی کوئی آڑا وقت آیا ہمارے عوام کے ساتھ اور ہماری انتظامیہ کے ساتھ فوج نے بھی شانہ بشانہ کام کیا۔ اور خاص طور پر میں اس بات پر فخر محسوس کروں گا کہ ہمارے ضلع کے جو وزیر صحت ہیں ان کے محکمے کی کارکردگی بھی قابل تعریف رہی جہاں بھی آپ نے سیلاب کیمپ دیکھا ہو گا وہاں پر محکمہ صحت کا بھی کیمپ ضرور آپ کی نظر سے گزرا ہو گا۔

جناب سپیکر: شوکت صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب شوکت داؤد: جناب والا! مجھے صرف ایک منٹ اور دے دیجئے میں ضروری پوائنٹ کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ یہاں پر بیس بیس منٹ بھی فاضل اراکین نے تقریریں کی ہیں۔

جناب والا! میں ایک اہم بات عرض کرنی ضروری سمجھتا ہوں جو میرے ضلع سے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: تو پھر آپ ایک منٹ میں ختم کیجیے۔

جناب شوکت داؤد: جناب والا - یہاں میں ایک بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں - میں ہیڈ پنج ند اور گدو کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں - کہ پیپلز پارٹی کی حکومت 1973ء میں جناب مصطفےٰ کھر نے صرف اپنے ضلع کو بچانے کے لیے لیفٹ بینک کو توڑ کر ہمارے ضلع میں پوری تباہی مچا دی تھی - جناب والا! میں تو کہتا ہوں کہ سب جگہ پر بسنے والے ہمارے بھائی ہیں - لیکن جناب سپیکر! 1973ء کی تباہی سے ہمارے لوگ آج تک نہیں سنبھل سکے اور یہ بات اس ایوان میں آئی تھی' اس لئے میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں۔

سردار عاشق حسین گوبانگ: پوائنٹ آف ارڈر۔ جناب سپیکر! پچھلے دنوں جب وزیر آب

پاشی صاحب تقریر کر رہے تھے تو میں نے اس وقت بھی وضاحت کی تھی کہ یہ پیپلز پارٹی مظفر گڑھ کا version ہے' وہ وہاں پر پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ مظفر گڑھ کو بچانے کے لیے ملک غلام مصطفےٰ کھر نے بایاں پشتہ توڑ دیا تھا حقیقت اس کے برعکس ہے یہ ان کا version ہمیں نقصان پہنچانے کے مترادف ہے اور ریکارڈ کے مطابق بھی ان کی یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہیڈ پنج ند کے ریکارڈ سے یہ پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ بند کسی نے نہیں توڑا تھا کیونکہ از خود دایاں اور بایاں پشتہ ٹوٹ گیا تھا میں اس کی بار بار اس لیے وضاحت کر رہا ہوں کہ یہ پیپلز پارٹی مظفر گڑھ کا version ہے' جس کی تردید میں نے ہر صورت میں کرنی ہوتی ہے۔ کیونکہ آئی جے آئی کے جو ممبران ہیں وہ وہاں پر ان کی اس بات سے embarrass ہوتے ہیں۔ میرے محترم بھائی جو بہاولپور سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں اور وہ بلا وجہ اس بات کو agitaute کرتے ہیں' حالانکہ اس سے وہ موجودہ حکومت کی کسی طور پر بھی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ وہ مظفر گڑھ کے آئی جے آئی کے اپنے ساتھیوں کو embarrass کرتے ہیں اور وہ پیپلز پارٹی کے version کی سپورٹ کرتے ہیں۔ مہربانی کر کے ان کو اس بات سے گریز کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر: شکریہ' سردار صاحب۔ شوکت داؤد صاحب آپ اپنی بات کو ایک منٹ میں ختم کریں۔

جناب شوکت داؤد: جناب والا۔ میرا وضاحت کرنے کا یہی مقصد تھا۔ کہ موجودہ حکومت نے جواب دیا ہے اس نے جان بوجھ کر اس جگہ کو نہیں ڈبویا بلکہ دریا کی ساخت اس قسم کی ہے کہ اگر رائٹ بینک سے breach کیا جائے تو وہ پانی دوبارہ دریا میں آ جاتا ہے اور اگر لفٹ سائیڈ سے breach کیا جائے تو اس طرح سے وہ بہاولپور کی جانب پانی آ جاتا ہے۔ پچھلی دفعہ تو یہ پانی صادق آباد تک بھی گیا تھا۔ تو جناب میرا یہی کہنے کا مقصد تھا کہ پہلے ہمارے ساتھ ظلم ہوا تھا۔ موجودہ حکومت نے جان بوجھ کر کسی کے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا' بلکہ انہوں نے تو بڑی سمجھ داری کا ثبوت دیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ چودھری صاحب۔ سید طاہر احمد شاہ صاحب! کیا آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ: جی جناب والا! جناب سپیکر! میں نہایت ادب سے آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آج میری موجودگی میں آدھے آدھے گھنٹے تک اپوزیشن کے ارکان نے بے مقصد اور

خواہ مخواہ کے جھوٹے الزامات پر مبنی تقاریر کی ہیں اور آخری لمحات میں جب میری تقریر کی باری آئی تو آپ نے تین منٹ کی بجائے دو منٹ کر دیئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ تین منٹ تقریر کر لیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر سیلاب کی صورت حال پر اس معزز ایوان میں بحث ہو رہی ہے اور میرا خیال ہے کہ میں آخری یا اس سے پہلے ایک سپیکر بول رہا ہوں۔ جناب والا! جو سیلاب آتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے' اس میں انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ اگر سیلاب کو روکنا انسانوں کے بس کی بات ہو تو میری سمجھ کے مطابق کبھی کسی ملک میں سیلاب' طوفان یا آفات سماوی آئیں ہی نہ ۔ اب اس کے بعد جناب سپیکر! جب سیلاب آیا ہے اور اس نے اپنی تباہ کاریوں سے ہماری معیشت' ہمارے ملک کے عوام کی قیمتی جانیں اور ہماری فصلوں کو تباہ کیا۔ گھروں کو مسمار کیا اس کے بعد مسئلہ آتا ہے کہ ان سیلاب کی تباہ کاریوں کو کس طریقے سے حکومت وقت ڈیل کرتی ہے تو جناب والا! میں اس موقع پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گو ہماری حکومت پر یہ الزام لگایا گیا مگر آپ یا کوئی بھی ذی شعور شخص اس بات کو گہری نظر سے دیکھے تو میاں نواز شریف صاحب جو منتخب اور ہماری جماعت کے لیڈر ہیں اور وزیراعظم پاکستان ہیں انہوں نے بڑی جواں مردی کے ساتھ بڑی ہمت کے ساتھ اور بڑے جذبے کے ساتھ قوم کے ان دکھی افراد کے دکھوں' دردوں میں اور ان کے نقصانات کا ازالہ کرنے کے لیے ہر جگہ جہاں بھی سیلاب کا ریلہ گیا وہ جاتے رہے اور کہیں سے بھی اللہ تعالیٰ کے کرم سے کوئی بھی شکایت نہیں آئی اور میں یہ کہتا ہوں کہ آج ہمارے وزیراعظم نے اس آفت ناگہانی اور اس عذاب سے نمٹنے کے لیے جس خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا ہے تاریخ اس بات کی گواہ ہے' واقعات اس بات کے گواہ ہیں ۔ کہ کسی نے بھی مصیبت کے وقت اپنے ہم وطنوں کا ساتھ نہیں دیا۔

جناب سپیکر! یہ میرے ذاتی علم میں ہے ۔ یہاں پر اپوزیشن کی طرف سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان کی طرف سے عملی contribution مال کی صورت میں نقد کی صورت میں ' جنس کی صورت میں ' ان کے علاقوں کی صورت میں یا ان کی پارٹی کی صورت میں وہاں پر ان سیلاب زدہ لوگوں کی امداد کی گئی ہو ۔ مگر جناب سپیکر! میں ذاتی طور پر یہ جانتا ہوں اور یہ میرے علم میں ہے کہ ہمارے میاں نواز شریف صاحب اور ہمارے میاں شہباز صاحب کے جو

حلقہ نیابت ہیں میری اطلاع کے مطابق وہاں سے پچاس لاکھ روپے کی اشیائے ضروریہ متاثرین تک بہم پہنچائی جاتی رہی ہیں اور آج ہم یہ فخر سے کہتے ہیں اور یہ میری ذاتی اطلاع ہے اور جس کا جی چاہے میری اس بات کو چیلنج کر دے کہ اتفاق خاندان نے ہمارے وزیر اعظم کے خاندان نے اور طارق شفیع صاحب نے جاوید شفیع صاحب نے الیاس معراج صاحب نے میاں شہباز شریف صاحب نے موقع پر جا کر بغیر کسی تشہیر کے، بغیر اس بات کو ٹی وی، ریڈیو پر لائے ہوئے، بغیر اخبارات کی زینت بنائے ہوئے، مصیبت زدہ بھائیوں کی ضرورت پوری کی ہے تو جناب سپیکر! ہمیں اس بات پر فخر ہے۔

جناب سپیکر! سیلاب کی تباہ کاریوں پر اپوزیشن نے سیاست کاری کا پروگرام بنایا۔ آج آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے مرد درویش نے اور ہمارے پر عزم وزیر اعظم نے جا کر عوام کے دکھوں میں شرکت کی ہے۔ اس کی وجہ سے ان کو سیاست کاری کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے جہاں کہیں بھی نقصان ہوا ہے وہاں میاں نواز شریف زندہ باد ہوتا ہے، وزیر اعظم پاکستان زندہ باد ہوتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب انسان دکھ میں ہوتا ہے اور جب دوسرا انسان اظہار ہم دردی کے لیے چند بول بولنے کے لیے چلا جاتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ لیکن یہاں صرف اظہار ہم دردی نہیں کیا گیا، بلکہ عملی طور پر اشیائے ضرورت ہر متاثرہ شخص تک پہنچائی گئیں۔ میرے پاس ایک طویل فہرست ہے۔ اگر آپ مجھے وقت دیں تو میں بتاؤں کہ عملی طور پر مال، نقدی اور جنس کی صورت میں جتنا میرے شہر کے لوگوں، میرے ساتھیوں نے اور مسلم لیگی کارکنوں نے اور ہم نے حصہ لیا ہے اور کسی نے نہیں لیا۔ ایک الزام ہماری حکومت پر یہ بھی ہے کہ پہلے تو ہماری حکومت نے امداد کی اپیل نہیں کی تھی لیکن بعد میں کر دی۔

ملک امان اللہ چھینہ: جناب والا! میرے معزز رکن سید طاہر احمد شاہ نے بہت اچھی باتیں کی ہیں۔ لیکن میں ان کو ایک واقعہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب دریا کا پانی سوکھ جاتا تھا تو ایک جوان لڑکی دلہن کی صورت میں دریا میں ڈال دی جاتی تھی تو دریا کا پانی جاری ہو جاتا تھا۔ تو اس دور میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک رقعہ لکھ کر دریا میں ڈالا تو سوکھا ہوا دریا دوبارہ جاری ہو گیا۔ اور ایک واقعہ اور بھی ہے کہ آپ نے یہ بھی اپنے دور میں کہا تھا کہ دجلہ کے کنارے اگر ایک کتا بھی بھوکا مرا تو ان سے اس کی باز پرس ہو گی۔ ایک واقعہ اور

بھی ہے کہ جب انہوں نے ایک بیوہ کے گھر آٹے کی بوری اپنی پیٹھ پہ اٹھا کر پہنچائی۔ یہ حکم رانوں کا فرض منصبی بنتا ہے۔ ہم بھکاری نہیں۔ ہم بھیک نہیں چاہتے' ہم پانچ ہزار نہیں چاہتے۔ کم از کم حکومت اگر دینا چاہتی ہے تو ہمارے ساتھ مذاق نہ کرے اور بیس پچیس ہزار روپیہ دیا جائے۔ شکریہ!

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ ایک منٹ میں اپنی بات ختم کریں۔ ہمارے پاس پہلے ہی وقت بہت کم ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: ہماری حکومت پر یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ وزیراعظم پاکستان نے سیلاب زدہ بھائیوں کی امداد کے لیے بین الاقوامی سطح پر امداد کی اپیل نہیں کی ہے۔ اور اب یہ کہا گیا ہے کہ ابھی چند روز کی بات ہے ہماری حکومت نے امداد کی اپیل کر دی ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق جب بھی اقوام متحدہ کے رکن ملک پر کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے تو اس رکن ملک کا چارٹر کے مطابق فرض بنتا ہے کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو اس واقعہ کی اطلاع دے اور صورت میں اقوام متحدہ میں ہمارے نمائندے جمشید مارکر نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو تحریری طور پر اطلاع دی کہ ہمارے ملک میں یہ آفت یا یہ مصیبت آئی ہے۔ اگر انہوں نے اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق اقوام متحدہ کے ایجنڈے میں اس حقیقت کو شامل کر کے اس بات کی تشہیر کرنی تھی کہ اقوام متحدہ کے رکن ممالک میں سے اگر کوئی ملک چاہتا ہے کہ پاکستان کی امداد کرے تو یہ کوئی اپیل کی بات نہیں ہے۔ واقعہ یہ سنانا چاہتا ہوں کہ .....

جناب سپیکر: شاہ صاحب! شکریہ' آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! ایک واقعہ سنانے کی اجازت دے دیں۔ جب عراق اور کویت کی جنگ ہو رہی تھی ہمارے وزیراعظم پاکستان جب او آئی سی کے چیئرمین' امیر کویت سے ملنے کے لیے جاتے ہیں تو چونکہ اس وقت ہمارے شمالی علاقہ جات میں طوفان آیا تھا اور بہت تباہی ہوئی تھی تو انہوں نے امداد کے طور پر اڑھائی لاکھ روپے کا چیک دیا تو ہمارے جواں ہمت اور غیرت مند وزیراعظم نے شکریہ کے ساتھ وہ چیک وصول نہیں کیا۔ اور جب امیر کویت کا ولی عہد شہزادہ ہمارے وزیراعظم کو خدا حافظ کہنے کے لیے ایئرپورٹ پہنچتا ہے.....

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! شاہ صاحب' موضوع سے متعلقہ بات کر رہے

ہیں؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! میرے خیال میں آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ میرے پاس ابھی سات آٹھ مقرر باقی ہیں اور اس کے بعد جناب وزیر اعلیٰ بحث کو سمیٹنا چاہتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب یہ بہت اہم واقعہ ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ' شاہ صاحب! وقت واقعہ سے زیادہ اہم ہے.... اب میرے پاس جو اسمائے گرامی ہیں ان میں میاں عبدالستار' حاجی غلام ربانی صاحب ہیں' حاجی احمد خان بلوچ صاحب' ان کے علاوہ شیخ محمد طاہر رشید صاحب' حاجی سردار خاں' جناب اکرام اللہ رانجھا صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ کیا میرا نام ان میں شامل ہے تو آپ نے کہا' نہیں ہے۔ تو میں احتجاج کے طور پر باہر چلا گیا۔ اب یہاں آ کے مجھے پتا چلا ہے کہ میرا نام پکارا گیا۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کو کب کہا ہے کہ آپ کا نام نہیں ہے؟ میں نے آپ کا نام پکارا ہے۔ اب اگر راجہ صاحب کو شامل کریں تو سات اراکین اسمبلی ہیں جو بات کرنا چاہتے ہیں۔ ارشد خان لودھی صاحب بھی ریلیف کے معاملات پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد جناب وزیر اعلیٰ بحث سمیٹنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون: میں بات نہیں کروں گا' اس طرح بات over lap کر جائے گی۔

جناب سپیکر: لودھی صاحب تو بات نہیں کریں گے۔ تو آپ صاحبان اس کو forego کر سکتے ہیں۔ میں نے جن صاحبان کے نام پکارے ہیں۔

ایک معزز ممبر: وہ نہیں کرنا چاہتے۔

جناب سپیکر: اگر یہ خود مجھے کہیں کہ وہ بات نہیں کرنا چاہتے تو پھر بات ہے' آپ جو صاحبان بات کر چکے ہیں آپ کہیں کہ وہ تقریر نہیں کریں گے تو بات نہیں بنتی۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں اپنا نام اس شرط پر واپس لیتا ہوں کہ مجھے امن و امان کی صورت حال پر دگنا وقت دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ (تمام مقررین نے اپنے نام واپس لے لیے)۔ لگ رہا ہے کہ وزیر

اعلیٰ صاحب کو بحث سمیٹنے کی دعوت دی جائے۔

جناب وزیر اعلیٰ صاحب! آپ ارشاد فرمائیے۔

وزیر اعلیٰ جناب غلام حیدر وائیں: شکریہ' جناب سپیکر! تاریخ کے شدید ترین سیلاب کے سلسلے میں معزز اراکین صوبائی اسمبلی نے کئی روز اپنے اپنے انداز میں اس مصیبت کے بارے میں خیالات کا اظہار فرمایا ہے اور میں ہر روز اس کا بریف لے کر بڑی سنجیدگی سے مطالعہ کرتا رہا کیونکہ یہ فی الحقیقت ایسا مسئلہ ہے کہ جس میں کسی بھی معزز رکن کی طرف سے کوئی سنجیدہ بات آئے تو اس کا سنجیدگی سے نوٹس لینا حکومت کا اور میرا فرض بنتا ہے۔ میں ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے سیلاب کی تباہ کاریوں کے سلسلے میں وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف کی' وفاقی اور صوبائی حکومت کی' صوبائی انتظامیہ کی' آرمی کے جوانوں اور ان کے افسران کی' سیاسی جماعتوں خاص طور پر مسلم لیگ اور آئی جے آئی کی' مخیر حضرات' صنعت کار اور تاجر برادری کی اور ہر اس بھائی کی جس نے ہمارے ان دکھ زدہ بھائیوں کی امداد کے لیے اپنی خدمات کے نذرانے پیش کیے' میں ان سب کا جناب سپیکر! آپکی وساطت سے دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ حزب اختلاف کے میرے معزز رفقاء نے بھی اپنے خیالات کا اظہار جس انداز میں کیا اس کا بھی میں احترام کرتا ہوں اور اس موقع پر میں جناب قائد حزب اختلاف جو اس وقت بدقسمتی سے تشریف نہیں رکھتے ان کے ارشاد سے اپنی باتوں کا اظہار کروں گا جس میں انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے کہا تھا' اور میں نے ان کی تقریر کو خود یہاں پر بیٹھ کر سنا تھا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا تھا کہ انہوں نے جو باتیں کہی ہیں یا انہوں نے جو الزامات لگائے ہیں ان سب کا جواب آنا چاہیے۔ مجھے ان کی اس بات پر بہت خوشی ہوئی کہ قائد حزب اختلاف نے اپنے اظہار خیال کے دوران ہمیں یاد فرمایا ہے اور جب حکومت کو یاد فرمایا ہے تو اس میں ظاہر ہے کہ میرا' نیاز مند کا نام بھی ضرور آئے گا اور پھر قائد حزب اختلاف کے اس ارشاد کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے یہ خیال کیا کہ:

خبر پہنچتی ہے جب بھی ان کے آنے کی
ہم اپنے مٹی کے گھر کو سجانے لگتے ہیں

تو میں نے اپنے اس مٹی کے گھر کو سجانے کے لیے کہ قائد حزب اختلاف نے اپنے

اظہار خیال کے دوران ہمیں یاد فرمایا ہے تو میں نے اپنے اس مٹی کے گھر کو خوب صاف کرنے کی کوشش کی اور اس دوران میں مجھے 1973ء کے پیپلز پارٹی کے دور کے اس ماحول کا بھی مطالعہ کرنا پڑا کہ اس وقت پیپلز پارٹی نے اپنے دور اقتدار میں اس بڑے سیلاب کے بارے میں کیا اقدامات کیے اور سیلاب زدہ بھائیوں کی کس انداز میں مدد فرمائی۔ جناب سپیکر! مجھے 1973ء کے اس سیلاب کی تفصیلات حاصل کرنے کے لیے اس وقت کے پنجاب انکوائری کمیشن 1973ء کی رپورٹ کا مطالعہ کرنا پڑا جو اس وقت کے جسٹس جناب جسٹس جاوید اقبال صاحب کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا اور یہ رپورٹ دو سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں اس وقت کی پیپلز پارٹی کے دور میں ان کی حکومت نے' اور اس وقت کے وزیراعظم نے ان مصیبت زدہ بھائیوں کے ساتھ ان کی ہم دردی کے نام پر جو سلوک کیا یہ انکوائری رپورٹ اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے' جس کے کچھ اقتباسات میں آج آپ کی اجازت سے یہاں پر پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر! میرے بھائی حزب اختلاف کے قائد' رانا اکرام ربانی صاحب نے اپنا الزام لگاتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ سیلاب تاریخ کا سب سے بڑا man made disaster ہے۔ ہم نے تو آج تک یہی سنا ہے' دنیا کے یوم اول سے لیکر آج تک آفاتی آفتیں قدرت ہی کے دائرہ اختیار میں ہیں۔ انسان کا آج تک شعور ان آفتوں کو اپنی عقل و دانش کے نتیجے میں کم کرنے کی کوششوں میں تو لگا رہے ہے اور اسے لگا رہنا چاہیے' لیکن یہ آفات ناگہانی قدرت کی طرف سے نازل ہوتی ہیں۔ آج تک کسی ناگہانی آفت کو نازل کرنے کا کوئی شخص ذمہ دار نہیں ہوا اور نہ ہی اس میں بحیثیت انسان یہ طاقت ہے اور بحیثیت انسان کے ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ قدرت کی اس قوت کے خلاف ایک ایسا الزام ہے جس کی طاقت قدرت ہی کے پاس ہے کسی آدمی یا شخص کے پاس نہیں۔ بہرحال میرے بھائی قائد حزب اختلاف نے یہ الزام لگا کر کہ یہ سیلاب کی تاریخ کا سب سے بڑا man made disaster تھا۔ میری رائے کے مطابق' پنجاب اور سیلاب زدہ عوام کے ایک بہت بڑے حصہ کے خیال کے مطابق میرے بھائی نے تاریخ کی اگر سب سے بڑی غلط بیانی نہیں کی تو ان سے تاریخ کی سب سے بڑی غلط فہمی ضرور سرزد ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! میرا اکثر یہ انداز رہا ہے کہ اگر کوئی بات ارشاد فرمائی جاتی ہے تو اس پر

میں سوچ و بچار ضرور کرتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ اس میں اگر کوئی ہماری خامی ہے تو اس کی اصلاح کی جائے' کیونکہ یہ بات بہت ضروری ہے اور اس کو جذباتی انداز میں نہیں لینا چاہیے۔ لیکن اگر بھلے آدمی بھی کوئی مثبت انداز اختیار کرنے کی بجائے ایسی الزام تراشیوں پر آجائیں جن کا کوئی فائدہ اور مقصد نہ نکلے تو پھر مجھے کبھی کبھی ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میرے کان میں کوئی یوں کہہ رہا ہوں کہ:

وہ جھوٹ بول رہا تھا بڑے سلیقے سے
میں اعتبار نہ کرتا تو اور کیا کرتا

(نعرہ ہائے تحسین)

میں حزب اختلاف کی اس سوچ سے بھرپور اختلاف کرتا ہوں کہ دریائے جہلم اور دریائے چناب میں جو سیلاب آیا یا اس سے پہلے دریائے ستلج میں اور دریائے راوی میں بھی کچھ زائد پانی آیا اور دنیا میں جو بھی آفاقی آفتیں آتی ہیں یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ قدرت کے کھیل ہوتے ہیں اور اس کے آگے ہمیں سرنیاز پیش کرنا ہی چاہیے۔ رہ گئی بات کہ اس سلسلے میں متعلقہ حلقوں نے کیا کرنا تھا' انتظامیہ نے کیا کرنا تھا اس کے بارے میں میں ابھی بات کروں گا۔ لیکن میرے محترم قائد حزب اختلاف نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بھارت نے 2 یا 3 ستمبر کو ہماری حکومت کو آگاہ کرنا شروع کر دیا تھا کہ پانی اتنی مقدار میں آرہا ہے یہ بھی ایک الزام ہے جس کا جواب میں نے ہی دینا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ 2 اور 3 ستمبر کے دوران بھارت کی حکومت نے سیلاب کے بارے میں جو معلومات فراہم کیں وہ دریائے ستلج کے بارے میں تھیں۔ وہ سیلابی پانی جو گنڈا سنگھ والا کے راستے سے قصور اور وہاں سے آگے ضلع اوکاڑہ میں پھر سلیمانکی اور پھر بہاول نگر تک اس پٹی کو اس نے کچھ نقصان پہنچایا یہ اس کے بارے میں تھا جس کے بارے میں پوری احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ لیکن قائد حزب اختلاف ذکر تو دریائے جہلم کا فرما رہے تھے اور حوالے دے رہے تھے دریائے ستلج کا۔ جناب سپیکر! اب آپ ہی فرمائیں کہ اس سلسلے میں ہم کیا عرض کریں؟ بہرحال' میں یہ بات واضح طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دریائے جہلم میں سیلاب کے بارے میں 2 ستمبر سے لے کر 12 ستمبر تک بھی اور اس سے آگے بھی کئی دنوں تک بھی جبکہ اس سیلاب کا تاریخی تباہ کن ریلا پاکستان میں داخل ہو چکا تھا۔ بھارت کی حکومت کے کسی اہل کار نے یا کسی اتھارٹی نے دریائے

جہلم کے فلڈ کے بارے میں حکومت پاکستان یا حکومت پنجاب کو کسی قسم کی خبر سے آگاہ نہیں کیا اور میرے بھائی قائد حزب اختلاف کی یہ بات درست نہیں ہے اور جس کا حوالہ دیا اس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

جناب سپیکر! رانا صاحب نے ارشاد فرمایا کہ "وچلا بیلا" جو جہلم اور منگلا کے درمیان کہیں ملحقہ علاقہ ہے وہاں پر چار سو افراد ہلاک ہوئے۔ اب تک کی مصدقہ معلومات کے مطابق اس وچلا بیلا کے علاقے میں پندرہ بد نصیب افراد جو کشتی پر سوار ہو کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ کشتی ڈوب گئی اور وہ ہلاک ہو گئے اور یہ چار سو نہیں پندرہ افراد ہیں' بلکہ سارے پنجاب میں جس میں تقریباً 17 اضلاع اور شدید بارشوں کی وجہ سے پنجاب کا باقی علاقہ بھی شامل ہے' حکومت کو آج تک جو مصدقہ معلومات فراہم ہوئی ہیں اس میں 381' افراد لقمۂ اجل بنے ان میں سے 51 افراد بد قسمتی سے شدید بارشوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے ان تمام 381 افراد میں سے 5 خاندانوں کے علاوہ باقی تمام خاندانوں کو وزیراعظم پاکستان کے اعلان کے مطابق 30 ہزار اور 50 ہزار کی بتدریج مالی امداد فراہم کی جا چکی ہے۔ لیکن میں آپ کی وساطت سے اپنے بھائی قائد حزب اختلاف سے اس کمیشن کی رپورٹ کی روشنی میں پیپلز پارٹی کے دور میں ستمبر1973ء کے شدید سیلاب کے بارے میں اس وقت کے پنجاب کے وزیراعلیٰ ملک معراج خالد صاحب کے ایک بیان کا حصہ میں یہاں پڑھنے کی اجازت چاہتا ہوں جس میں ملک معراج خالد صاحب وزیراعلیٰ پنجاب نے ارشاد فرمایا کہ 1973ء کے اس سیلاب میں پنجاب میں 80 لاکھ افراد بے گھر ہوئے' اربوں روپے کی فصلیں برباد ہوئی' 10 لاکھ مکانات تباہ ہوئے' 336 افراد ہلاک اور 446 زخمی ہوئے' 17 ہزار مویشی بہہ گئے اور ایک کروڑ ایکڑ سے زائد زرعی رقبہ متاثر ہوا۔ یہ بات میں قائد حزب اختلاف' جو پیپلز پارٹی کے مخلص کارکن ہیں' ان پر چھوڑتا ہوں کہ وہ ہمیں اس بات سے آگاہ کریں کہ اس وقت کی حکومت نے اتنے بڑے disaster کے بعد عملی طور پر عوام کی کیا خدمات انجام دیں (نعرہ تحسین) جناب سپیکر! اسی 1973ء کے الیکشن میں اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان فرمایا تھا کہ خان پور کے خانہ برباد سیلاب زدگان کو' ان کے مکانات سرکاری خرچ پر تعمیر کیے جائیں گے۔ یہ اعلان اس وقت کے وزیراعظم مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کا ہے۔ میں پیپلز پارٹی کے قائد حزب اختلاف اور پیپلز پارٹی والوں سے احترام کے ساتھ پوچھنا چاہتا ہوں کہ

انہوں نے اپنے قائد کے اس علان کے بعد خان پور کے ان بے خانہ افراد کے مکانات کی تعمیر کے لیے عملی اقدامات اٹھائے تھے یا وہ بتائیں یا خان پور کے عوام سے خود پوچھ لیا جائے۔ اور یہ وہ وعدہ تھا جو ایفا نہ ہوا۔ اس وقت کی حکومت نے اس سیلاب کے نتیجے میں چینی سگریٹ' پان' چھالیہ' ٹریکٹروں اور کاروں پر سیلاب کا امدادی ٹیکس عائد کر دیا تھا۔ اس میں' میں اپنے کاشت کار بھائیوں کو یہ آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ سب سے زیادہ نقصان بھی زرعی شعبے کا ہوا تھا اور ٹیکس بھی زرعی شعبے پر ٹریکٹر کے ذریعے لگایا گیا تھا۔ اس کا فیصلہ بھی کچھ تاریخ کرے گی' کچھ آپ کو کرنا ہو گا اور اگر اس میں کچھ مزید اضافہ کرنا ہو تو میرے بھائی پیپلز پارٹی والے میری راہ نمائی فرمائیں۔

.....(قطع کلامیاں)

Mr Speaker: Malik Sahib, Will you take your seat? please don,t interrupt the Leader of the House.

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس وقت کے وزیراعظم نے اس سیلاب زدگی کی بربادیوں کے بعد حکومت کی طرف سے جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ زمین داروں کو خریف کی تباہ شدہ فصل کا معاوضہ دیا جائے گا۔ اب یہ اس وقت کے ان علاقوں کے تباہ حال جو زمیندار ہیں' کاشت کار ہیں' کسان ہیں' اس بات کے گواہ ہیں کہ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کا یہ اعلان شرمندہ تعبیر نہ ہوا

جناب سپیکر! محترم قائد حزب اختلاف نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں اس بات کا بھی جواب دوں کہ ملتان کے نزدیک شیر شاہ بند حکومتی اراضی کو بچانے کے لئے 24 گھنٹے تاخیر سے توڑا گیا۔ میں یہ بات دو ٹوک الفاظ میں کسی تفصیل میں جانے سے پہلے پوری ذمہ داری کے ساتھ اس معزز اراکین کے سامنے اور ان کی وساطت سے تمام پنجاب کے عوام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ تاریخ کے اس شدید سیلاب کے دوران جہاں جہاں بھی ہیں.....

جناب سپیکر: میرے خیال میں وقت میں توسیع کرنی ہو گی۔ کتنی توسیع کی جائے؟

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! میرے خیال میں' میں ایک گھنٹہ اور لوں گا۔ ویسے اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا کہ ایک مقرر اسمبلی میں اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے تھے تو ان کو اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے مسلسل تیسرا روز ہو گیا۔ سپیکر نے فاضل رکن سے پوچھا کہ بھائی فاضل

رکن صاحب' آپ بتائیے کہ آپ اپنے خیالات کو واینڈ اپ کرنے کے لئے کتنا وقت لیں گے؟ تو جناب سپیکر! اس مقرر نے کہا کہ جناب سپیکر' میں اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے پرسوں آپ کو بتاؤں گا کہ مزید کتنا وقت مجھے درکار ہو گا۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: اجلاس کے وقت میں ایک گھنٹے کی توسیع کی جاتی ہے۔

وزیراعلیٰ: جناب سپیکر! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ شیر شاہ بند کو حکومتی اراکین کی اراضی کو بچانے کے لئے 24 گھنٹے تاخیر سے توڑا۔ میں یہ بات پوری ذمہ داری کے ساتھ اس ایوان کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں کہ پنجاب میں سیلاب کے دوران مشکل سے مشکل حالات میں بھی' ہمارا آبپاشی کا نظام جو دنیا کا سب سے بڑا آبپاشی کا نظام ہے اس کے ہیڈ ورکس کو بچانے کا مسئلہ جہاں جہاں بھی درپیش تھا وہاں میں نے بطور وزیراعلیٰ اپنے وزیر آبپاشی اور اس کی انتظامیہ کو یہ واضح احکامات جاری کئے تھے کہ ہیڈ ورکس کو بچانے کے لئے کس وقت کس جگہ سے شگاف ڈالنا چاہیے؟ یہ خالصتاً" فنی اور ٹیکنیکل مسئلہ ہے' اس لیے اس میں کسی سیاسی ریزرویشن کے بغیر' سیاسی مصلحت کو بروئے کار نہیں لایا جائے گا۔ اور میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ اعلان کر رہا ہوں کہ اس شدید ترین سیلاب کے دوران جہاں جہاں بھی ہمیں اپنے ہیڈ ورکس کو بچانا پڑا' اس کے لیے جہاں بھی آرمی کے جوانوں نے' ریلوے کے حکام نے' یا محکمہ آب پاشی کے حکام نے' جہاں جہاں بھی شگاف ڈالنا چاہیے.....

Entirely it was the responsibility of the technical people and they did it without any reservation of any political pressure from any quarter in Punjab. I am saying it on the floor of this House.

لیکن جناب سپیکر! جب میں نے اپنے بھائی قائد حزب اختلاف کی اس بات کو پڑھا' تو پھر مجھے 1973ء کے سیلاب کے بارے میں پنجاب کی تحقیقاتی کمشن کی رپورٹ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اس کے کچھ اقتباسات میں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

It is the recorded para which I am quoting of the Commission.

اس وقت کے چیف انجینئر محمد اختر قریشی نے مطلع کیا کہ ایک ہیڈ ورکس پر میں اس کا نام قصداً" نہیں لے رہا' فنی ماہرین کی رائے کو رد کرتے ہوئے اسے نہ توڑا گیا۔ اور پیپلز

پارٹی کے سابق وزیر ملک حاکمین خان نے ٹیکنیکل اتھارٹی کو ایسا نہ کرنے کی سختی سے ہدایت کی' اور انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس وقت کے پیپلز پارٹی کے گورنر محترم غلام مصطفےٰ کھر صاحب کے احکامات ہیں جس کی حکم عدولی وہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ اس سے آگے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ اس ضلع سے سابق وزیر کا تعلق نہیں تھا لیکن گورنر پنجاب ملک غلام مصطفےٰ کھر صاحب کے احکامات کی روشنی میں انہوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا اور سیاسی دباؤ کی وجہ سے مناسب وقت پر' مناسب جگہ پر ٹیکنیکل رائے کو رد کرتے ہوئے شگاف نہ ڈالا گیا جس کے نتیجے میں بہاولپور ڈویژن کا جتنا علاقہ برباد ہوا وہ اہل بہاولپور اور رحیم یار خان ضلع کے لوگ جانتے ہیں۔ یہ بات میں انکوائری کمیشن کے حوالے سے کہہ رہا ہوں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کر رہا۔ اسی دور کے وزیر اوقاف ملک حاکمین خان صاحب کو ملتان ڈویژن اور بہاولپور ڈویژن کے سیلاب کے بچاو کے انتظامات کے لئے انچارج بنایا گیا تھا۔ ریڈیو پاکستان ملتان سے محترم ملک حاکمین خان صاحب نے ایک انٹرویو دیا اور یہ بھی recorded بات quote کر رہا ہوں' ملک حاکمین خان صاحب نے ریڈیو پاکستان ملتان کو اپنے انٹرویو کے دوران بتایا کہ سیلاب کے پانی کو کسی صورت میں بھی اس وقت کے گورنر پنجاب ملک غلام مصطفےٰ کھر کے ضلع میں breach نہ کرنے کا سختی سے حکم تھا' فنی رائے کے باوجود شگاف نہ ڈالنے کا حکم تھا' چاہے پورا بہاولپور ڈویژن کیوں نہ ڈبونا پڑے۔

These are the words which I am quoting without any reservation.

جناب سپیکر! اس کے باوجود بھی میرے محترم بھائی نے اپنے ارشادات کے دوران جو کچھ فرمایا ہم نے اسے سنا ہے۔ مگر مجھے کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ:

اوروں کے خیالات کی لیتے ہیں تلاشی
اور اپنے گریبان میں جھانکا نہیں جاتا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اسی انکوائری رپورٹ میں 1973ء کے سیلاب زدگان میں سے تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان کے رکن صوبائی اسمبلی حاجی سیف اللہ خان صاحب نے اس انکوائری کمشن کے روبرو پیش ہوتے ہوئے یہ بیان دیا کہ ایک جگہ پر ضلع کے ڈپٹی کمشنر موجود تھے۔ اس ضلع میں پیپلز پارٹی کے چیئرمین بھی موجود تھے اور چیئرمین پیپلز پارٹی نے' محکمہ آبپاشی

کے حکام کو ماہرین آبپاشی کے فنی فیصلہ کے باوجود' فنی اتھارٹی کو موقع پر جانے کی اجازت نہیں دی اور وہ لوگ جہاں پر فنی نقطہ نظر سے شگاف ڈالنا چاہتے تھے وہاں پر ان کو شگاف ڈالنے کی اجازت نہیں دی اور الزام ہم پر ہے کہ حکومتی اراکین کی اراضی کو بچانے کے لئے شیر شاہ کے مقام پر شگاف 24 گھنٹے لیٹ کیا گیا۔ جناب والا شیر شاہ کے مقام پر جو شگاف اس وقت ڈالا گیا اس میں تین اتھارٹیز شامل تھیں۔ آرمی' ریلوے' اور محکمہ آبپاشی۔ ان تینوں کی متفقہ رائے سے مناسب وقت پر مناسب جگہ پر مجبوری کے عالم میں شگاف ڈالنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ ہم نے سیاسی طور پر اس میں کسی کو دخل دینے کی اجازت نہیں دی۔ یہ بات میں دوسری دفعہ خصوصی طور پر بطور وزیراعلیٰ پنجاب دھرا رہا ہوں۔ انکوائری رپورٹ میں حاجی سیف اللہ خان صاحب کا یہ بیان بھی ریکارڈ پر موجود ہے۔ ان کے خیال کے مطابق رحیم یار خان میں سیلاب نے جتنی تباہی مچائی وہ لازمی طور پر سیلاب کے حفاظتی اقدامات کے انچارج وزیر محترم ملک حاکمین خان کی سیاسی مداخلت کے باعث ہوئی۔

جناب والا! مسٹر عبدالخالق انچارج وزیر آب پاشی کا کمشن کے سامنے بیان' انہوں نے فرمایا ہے کہ میرا مؤقف ہے کہ وزراء جنہیں سیلاب سے بچاؤ کے انتظامات کا انچارج بنایا گیا تھا وہ ٹیکنیکل آدمی نہیں تھے اور انجینئروں کے کام میں ان کی مداخلت نے انتظامیہ کو مفلوج کر کے رکھ دیا اور وہ موقع کی مناسبت سے سیلاب سے حفاظتی اقدامات کرنے کے ضمن میں اپنے صوابدیدی اختیارات آزادی سے استعمال نہیں کر سکتے تھے - یہ مسٹر عبدالخالق انچارج وزیر آب پاشی کا کمشن کے سامنے بیان ہے اور الزام جو ہے وہ میرے بھائی قائد حزب اختلاف نے ہم پر لگایا ہے -

رانا صاحب نے اپنے خطاب کے دوران ارشاد فرمایا ہے کہ موجودہ سیلاب اپوزیشن کے لانگ مارچ کو روکنے کے لیے عوام پر مسلط کیا گیا - میری اس سلسلے میں گزارش ہے کہ سیاسی جماعتوں کو اپنے فیصلے خود کرنے کا حق حاصل ہے اور سیاسی کارکن کی حیثیت سے میں ان کے فیصلوں میں دخل دینے کا مجاز نہیں ہوں - یہ انہوں نے خود فیصلہ کرنا ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب کہ عوام تاریخ کے بد ترین سیلاب سے نبرد آزما ہیں اور اپنی بربادیوں کو تعمیر نو کے ذریعے آگے بڑھانے کی کوشش میں ہیں - اس وقت پاکستان کی حزب اختلاف کا کردار کیا ہونا چاہیے - یہ فیصلہ انہوں نے خود کرنا ہے اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ جو بھی وہ فیصلہ

کریں گے عوام خود اس کے بہترین نقیب ہوں گے اور جس طرح سے ماضی میں پاکستان اور پنجاب کے محب وطن عوام نے اپوزیشن کی ایسی منفی سرگرمیوں کو اپنی سیاسی بصیرت اور سوچ کے تحت رد کیا ہے، میں محسوس کرتا ہوں کہ شاید اس کو رد کرنے کا ایک اور موقع حزب اختلاف ماضی کی تلخیوں سے سبق نہ سیکھتے ہوئے حاصل کرنا سوچ رہی ہے۔ یہ ان کا فیصلہ ہے اس لیے میں اس میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ لیکن یہ بات کہ سیلاب اپوزیشن کے لانگ مارچ کو روکنے کے لیے عوام پر مسلط کیا گیا ہے یہ تاریخ کا بہت بڑا جھوٹ ہے اور مجھے افسوس ہے کہ اتنے بھلے آدمی بھی ایسی باتیں کرنے سے اجتناب نہیں کرتے اور پھر الزام ان پہ لگاتے ہیں کہ جنہوں نے جمہوری روایات کے لیے اچھی روایات قائم کرنے کی خلوص دل سے کوشش کی ہے اگرچہ اس میں مزید اصلاح کے مواقع بھی موجود ہیں۔ ایسے مواقع پر جبکہ بالکل بے سروپا اور خالصتاً غلط بیانیوں کا انداز اختیار کیا جائے اور پھر مجھے یہ بات عرض کرنے کی اجازت دیجئے، کہ اس سیاسی جماعت کے ذمہ دار احباب ایسے الزامات لگائیں جن کا تذکرہ میں نے آپ کے سامنے انکوائری کمشن کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ ایسے ماحول میں کبھی کبھی میرے کان میں مجھے یوں سنائی دیتا ہے جیسے مجھے کوئی بھلا آدمی یہ کہہ رہا ہوں کہ:

ہم پہ بربادی گلشن کا لگائیں الزام
جن کو ہم نے خود بہاروں کو مسلتے دیکھا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! محترم رانا صاحب کے ارشاد کے مطابق ایک اور الزام کہ وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ کے دورے سیاسی فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہیں۔ میرے خیال میں وزیر اعظم میاں نواز شریف نے بحیثیت وزیر اعظم پاکستان کی تاریخ کے اس شدید ناگہانی آفت کے ماحول میں، پاکستان کے تمام صوبوں میں جہاں پر شدید بارشوں سے یا سیلاب سے یہ مصیبت اور آفت آئی خواہ وہ سندھ ہے خواہ وہ صوبہ سرحد ہے خواہ وہ کشمیر ہے خواہ وہ پنجاب ہے، وہاں پر ذاتی طور پر جا کر ان مصیبت زدہ بھائیوں کے ساتھ جتنی خدمات وزیر اعظم پاکستان نے سر انجام دی ہیں اور ان کے دکھوں میں شریک ہونے کا نمونہ پاکستان کی قوم کے سامنے پیش کیا ہے، میرے خیال میں پاکستان کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال کسی وزیر اعظم کی طرف سے نہیں ملتی۔ (نعرے ہائے تحسین) اور میں، اور میری جماعت مسلم لیگ اور اسلامی جمہوری اتحاد ہم

اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وزیر اعظم نے بطور منتخب قائد پاکستان نے ان دکھ بھرے عوام کے دکھوں میں شریک ہونے کے لیے جو خدمات سرانجام دی ہیں یہ تاریخ کا ایک قابل قدر حصہ بنے گا اور اس پر مستقبل کو اپنی راہیں متعین کرنے کے لیے مجبور کرے گا۔ انہوں نے سیلاب زدگان کی امداد کے لیے جو امدادی پیکج دیا ہے جو کہ آپ کے سامنے آچکا ہے۔ آج تک پینتالیس سال میں پاکستان کی کسی بھی حکومت نے بشمول پیپلز پارٹی کے دو بار اقتدار میں آنے کے بھی ایسے آفت زدگی کے دور میں کسی حکومت کو ایسی ہم دردی کرنے، ایسے عملی اقدامات کرنے، اور ایسے مشکل مالی اور معاشی حالات کے باوجود ایسے عملی اقدامات کرنے کی آج تک کسی بھی وزیر اعظم کو توفیق نہیں ہوئی۔ بشمول پیپلز پارٹی کے دونوں ادوار کے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: فرید احمد پراچہ صاحب، شیخ صاحب، تشریف رکھیں آپ میری بات پہلے سنیے۔ آرڈر پلیز۔ پراچہ صاحب تشریف رکھئے، رانا صاحب تشریف رکھئے۔ میں یہ بات دہرانا چاہوں گا کہ ہماری یہ نہایت خوبصورت روایت ہے کہ قائد ایوان کو مخل نہیں کیا جاتا اور اسی طریقے سے یہ بھی خوبصورت روایت کہ قائد حزب اختلاف کو بھی مخل نہیں کیا جاتا۔ ہمیں ان اچھی روایات کا امین بننا ہے اور انہیں قائم کرنا ہے۔ جی۔

وزیر اعلیٰ: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اپنے بھائی پراچہ صاحب کی خدمات میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کے پوائنٹس لیے ہوئے ہیں اور جس کا آپ نے نکتہ اٹھایا ہوا ہے میں ابھی اس طرف آ رہا ہوں آپ بے فکر رہیے۔ (نعرے ہائے تحسین)

جناب سپیکر! 1973ء کے اس سیلاب کی بدنصیبیوں کے حوالے سے اس انکوائری رپورٹ میں احمد پور شرقیہ کے عوام نے پیش ہو کر کہا کہ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن نے بہت سے علاقوں کے لیے اعلان کیا تھا کہ وہ ان کو قرضے دیں گے لیکن صرف 27 غیر مستحق افراد کو مبلغ ایک لاکھ پچاس ہزار روپے کے قرضہ جات مہیا کئے گئے اور وہ بھی غیر مستحق لوگوں کو۔ اور مستحق افراد کو کوئی امداد مہیانہ کی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ کئی دیگر افراد نے سیکرٹری ٹاؤن کمیٹی اور تحصیل دار کی معرفت قرضہ کی درخواستیں دیں لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

احمد پور شرقیہ کے عوام نے کہا کہ چنی گوٹھ اور لیاقت پور میں سیلاب سے متاثرہ افراد کو

امدادی اشیاء پہنچانے کے لیے وہاں پر کوئی حکومتی ذرائع کا آدمی وہاں پر نہیں پہنچا - جناب سپیکر! میرے خیال میں میں تو ابھی محترم رانا صاحب کے ارشادات سے ایک لفظ بھی باہر نہیں گیا اور میرے خیال میں اس سے زیادہ relevancy کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ رانا صاحب نے اپنے ہی ارشاد میں اپنے خطاب کے دوران فرمایا کہ بیرونی امداد نہ ہونے کے برابر ہے اور اس کا جواب بھی میں نے آج دینا ہے - جناب سپیکر! آج تک وزیر اعظم کے ریلیف فنڈ میں بیرون ملک سے ' اندرون ملک سے ' نقدی کی صورت میں ' بعض حکومتوں کی commitment کی صورت میں جو کہ مشنیری کی صورت میں ہے ' ان تمام کی رقم جو کل تک commit ہو چکی ہے یا وزیر اعظم پاکستان کے ریلیف فنڈ میں جمع ہو چکی ہے donations+donations of machinery وہ رقم نوے کروڑ روپے سے زائد ہے - (نعرہ ہائے تحسین) اور اس میں خوراک کی رقم کو میں نے شامل نہیں کیا - یہ بات بھی میں نے قائد حزب اختلاف کی خدمات میں ہی عرض کرنی تھی۔

جناب سپیکر! اب میں اپنے فاضل بھائی فرید پراچہ صاحب کے ارشادات کی روشنی میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں - میرے بھائی فرید پراچہ صاحب نے اپنی تقریر کے دوران بھی اور اپنے جواں سال اور جواں عزم ہونے کے ناتے سے ابھی ابھی ارشاد فرمایا کہ سیلاب کی ذمہ داری عائد کرنے کے لیے کمشن مقرر کیا جائے - میرے خیال کے مطابق اگر میری یادداشت مجھے دھوکہ نہیں دے رہی تو قومی اسمبلی میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار اور تمام جماعتوں نے متفقہ طور پر اس سلسلے میں ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی تشکیل دی ہے جس میں نہ صرف اپوزیشن سے پی ڈی اے اور پیپلز پارٹی کے شامل ہیں بلکہ میری معلومات کے مطابق محترم فرید پراچہ صاحب کی جماعت کے رکن بھی اس میں شامل ہیں - مجھے امید ہے کہ جب یہ فاضل ارکان اس سیلاب کے بارے میں تحقیقات کریں گے تو اس کی رپورٹ جب سامنے آئے گی اور میرے خیال میں اس پر حکومت کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور انشاء اللہ جو ہمارے متعلقہ ہو گی ہم اس پر ضرور سنجیدگی سے غور کریں گے - ہم نے تو سیلاب کے سلسلے میں جہاں جہاں اچھا کام ہوا اس انتظامیہ کو ' آرمی کے جوانوں کو ' سیاسی کارکنوں کو ' سماجی کارکنوں کو وہاں پر شاباش دی ہے -

Sir very first day I appealed to all the political of punjab

to come forward and to come for the rescue those flood stricken and rain stricken unfortunate people who need our help from all parts.

اور پھر ہمیں اس بات کا احساس کرنا چاہیے کہ جب سیلاب آیا تو اس کی تباہ کاریوں نے کیا کسی کے کان میں یہ چوچھا تھا کہ بھائی، تمہارا تعلق پیپلز پارٹی سے ہے، مسلم لیگ سے ہے، اللہ والوں سے ہے یا کس سے ہے؟ سیلاب تو سب کو بہا کر لے گیا۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر ہم سیاسی وجوہات کی بنیاد پر ہی بعض قومی معاملات پر اکٹھے ہونے کی ذمہ داری تو پوری نہیں کرتے تو کم از کم اس ناگہانی آفت سے ہی سبق سیکھتے جس نے بربادیاں لاتے ہوئے ہم میں سے کسی سے یہ نہیں پوچھا کہ اس کا کس جماعت سے تعلق ہے۔ وہ ہلاک بھی ہوا وہ برباد بھی ہوا۔ تقاضا یہ تھا کہ کم از کم ہم مل جل کر اس آفاقی آفت زدگی میں مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد کے لیے آگے بڑھتے۔ اس سلسلے میں جو کچھ ہوا سیلاب زدہ علاقوں کے لوگ بھی اس کے گواہ ہیں اور دنیا بھی اور پاکستان بھی اس کا گواہ ہے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم نے تو ایک ضلع میں اس ضلع کی بڑی سے لے کر جھوٹی انتظامیہ کے احباب کو اس بناء پر سزا دینے کا فیصلہ کیا ہے کہ انہوں نے ہماری سروے رپورٹ کے بارے میں حکومت کی ہدایات پر عمل درآمد نہیں کیا اور جس وقت صوبائی نگران کمیٹی، ریلیف منسٹر صاحب اور دوسرے فاضل ممبران کی موجودگی میں وہاں پہنچی اور اس گاؤں میں جا کر جب ان سے پوچھا تو پتا چلا کہ ان ہدایات پر عمل درآمد نہیں کیا گیا تو اس ضلع کے ڈپٹی کمشنر، اس علاقے کے اسسٹنٹ کمشنر، اس ضلع کے دو تحصیل دار، اس ضلع کے دو نائب تحصیل دار، اس ضلع کے دو گرداور اور تین پٹواریوں کو ان کی ذمہ داریوں سے ہٹا کر back to pavilion کیا گیا اور انکوائری کا آغاز کیا گیا۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور جو نتائج انکوائری کے آئیں گے میں انشاء اللہ اس کی روشنی میں سنجیدگی سے فیصلہ بھی کروں گا۔ اس لیے میں اپنے فاضل بھائی کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ اس سلسلے میں انہیں کسی جائز معاملے میں مایوس نہیں کیا جائے گا۔ اصل میں جو چیک میرے بھائی نے ابھی بتائے یہ میرے پاس رپورٹ کے مطابق ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ ممکن ہے پراچہ صاحب نے بھی یہ ارشاد فرمایا ہو کہ 1988ء والے سیلاب سے متاثرہ لوگوں کو معاوضہ نہیں ملا۔ یہ بات جزوی طور پر درست ہے کہ اس وقت پنجاب کی حکومت نے ان سلیاب زدگان کی امداد کے لیے تین تین ہزار روپے دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ بعض کے چیک کیش ہو گئے تھے کہ بدقسمتی سے اس وقت پیپلز پارٹی کا دور آ گیا اور پھر یہ ناگہانی آفت ان ستم

رسیدہ سیلاب زدگان پر پڑی جو پیپلز پارٹی کی امداد کے اس لیے زیادہ مستحق تھے کہ وہ غریبوں کی امداد کی بہت بڑی دعوے دار رہی ہے اور مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ میرے بھائی ڈاکٹر افضل اعزاز کو بھی اس کا علم ہے اور اس کا علم میرے محترم پراچہ صاحب کو جو اس وقت اسی قافلے کے حدی خواں تھے، اسی میں شامل تھے کہ یہ گناہ کہاں سرزد ہوا اور ناکردہ گناہ کی سزا ہم کس کو دینا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: ایک سو سے زائد چیک صرف لاہور کے اٹاری کے علاقے میں ہے۔ صرف اس لیے کہ اب اس کے بعد حکومت آگئی ہے۔ یہ ذمہ داری جو اس وقت قبول کی گئی تھی، اس کو ادا کرنے میں اب کیا امر مانع ہے؟ اب کیوں نہیں ان غریبوں کی مدد کی جاتی جو اس سے متاثر ہوئے تھے؟ جنہیں تین تین ہزار کے چیک دیے گئے تھے اس کی ذمہ داری کسی پر عائد ہوتی ہو، پیپلز پارٹی پر ہو یا کسی پر، غریب آدمی کا کیا قصور ہے؟

جناب سپیکر: شکریہ پراچہ صاحب! تشریف رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: ہمارے لیڈر کو interrupt کر رہے ہیں تو ہم بھی حزب اختلاف کو interrupt کریں گے۔

شیخ محمد طاہر رشید: حزب اختلاف والے بھی بات نہیں کر سکیں گے اور اللہ والوں کو تو ایک لفظ بھی ایوان میں نہیں کہنے دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ میرے بھائی نے پھر نکتہ اعتراض اٹھایا تو میں نے ایسے محسوس کیا کہ جیسے کوئی مجھے یہ بتا رہا ہو کہ کبھی میرے محترم بھائی پراچہ صاحب پانچویں جماعت کے طالب علم ہوا کرتے تھے۔ گزارش یہ ہے کہ مقصد مستحقین کو امداد فراہم کرنا تھا۔ اس وقت کی پیپلز پارٹی کی ان تمام جاری شدہ چیکوں کو بھی کیش کرانے سے اور فنڈ فراہم کرنے سے انکار کیا اور وہ bounce ہو گئے اور مستحقین کے بجائے انہوں نے اپنے آپ کو rehabilitate کر لیا۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دینے والا ہاتھ بنائے، کسی کو لینے والا ہاتھ نہ بنائے۔

مگر میں ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب کی خدمت میں بھی اور اپنے بھائی محترم فرید پراچہ صاحب کی خدمت میں بھی جنہوں نے جاتی ہوئی بات اپنے گلے میں ڈال لی، ورنہ میں محترم ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کے حوالے سے بات کر رہا تھا اور ان کی خدمت میں عرض کرنی

چاہتا ہوں کہ میرے بھائی:

لکھی گئی ہے نامہ اعمال میں میرے
جن لفظوں سے دور کی نسبت نہیں مجھے

میرے بھائی! یہ قصور تو ان کا ہے جن سے آپ کا فاصلہ چند فٹ ہے - تو اس لئے میرے خیال میں آپ کو تو کم از کم اپنے خیالات کے اظہار میں حقیقت بیانی کے زیادہ قریب رہنا چاہیے - میں آپ سے زیادہ حقائق کی قربت کی توقع کرتا ہوں - یہ میرا حسن ظن ہے اس کو مجروح نہ فرمایئے - اگر 1973ء کے سیلاب کے حوالے سے اس وقت بات کی جائے تو آپ کو یاد ہو گا کہ اس وقت سیلاب زدگان کی امداد کے لیے لیبیا کی حکومت نے بہت بڑی امداد دی تھی اور اس وقت یہ الزام لگا تھا کہ وہ امداد ذاتی اکاؤنٹ میں جمع کرلی گئی ہے اور اس کا آج تک کبھی ان حلقوں میں جن کے ذاتی اکاؤنٹ میں یہ رقم جمع ہوئی تھی کم از کم میں نے ذکر نہیں سنا - یہ میں پیپلز پارٹی کے دور کی واضح طور پر بات کر رہا ہوں - بھائی ڈاکٹر افضل عزاز صاحب نے ارشاد فرمایا کہ سیلاب کے لئے بیت المال سے دس کروڑ روپے - زکواۃ فنڈ سے کئی کروڑ روپے اور اراکین اسمبلی کے 25 فیصد ترقیاتی فنڈ کے کروڑوں روپے کون خرچ کر رہا ہے اور مطالبہ کیا ہے اسمبلی میں اس کا حساب دیا جائے - میرے خیال یہ بات تو کہے بغیر ہی ہر فاضل رکن کوئی بھی سوال کے ذریعے اس کی تفصیلات حاصل کرنے کا آئینی حق ہے اور اگر یہ کوئی بھائی چاہے گا تو انشاء اللہ ہم صاف ذہن کے ساتھ آپ کے حضور میں حاضر ہوں گے - اس کا کوئی فکر نہ کریں - مگر پتا یہ کرنا چاہتا ہوں کہ سیلاب زدگان کے دکھوں میں لمبے لمبے بیانات دینے والے اختلاف کے بعض احباب اور ان کے راہ نماؤں کا یہ فیصلہ کہ وہ ان دکھی بھائیوں کی مالی امداد کے لیے ان کی ریلیف اور بحالی کی سرگرمیوں کے لیے وزیر اعظم پاکستان کے ریلیف فنڈ میں اپنے ایک ماہ کی بطور ممبر نیشنل اسمبلی نہیں دیں گے یہ بات واقعی سیلاب زدگان کی امداد کا بہت احسن ذریعہ ہے جو حزب اختلاف نے اختیار کیا ہوا ہے - مجھے اس بات پر افسوس ہے - جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے اس حزب اختلاف کے قائد کو جنہوں نے یہ اپنی قیادت میں اپنی صدارت میں فیصلہ کروایا کہ وہ وزیر اعظم پاکستان کے ریلیف فنڈ میں اپنی ایک ماہ کی تنخواہ نہیں دیں گے۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے ، نہ من تیرا نہ تن

میں یہ سمجھتا ہوں کہ حزب اختلاف نے یہ تاریخ کا سیاسی طور پر بدترین فیصلہ کر کے تاریخ کے اپنے بہت سے دھبوں میں ایک اور دھبے کا اضافہ فرما لیا ہے - لیکن یہ سیلاب زدگان بے چارے بھر بھی پاکستانی ہیں - پرعزم ہیں انشاء اللہ یہ اپنی زندگیوں کو اللہ کی برکت سے باعزت بسر کرنے کا راستہ نکال ہی لیں گے - اگر یہ فیصلہ ہے کہ ان کی ایک مہینے کی تنخواہ بھی یہ غریبوں کی ہم دردی کرنے جماعت کے راہ نما اور ان کے منتخب اراکین ان کی نذر نہیں کر سکتے تو ان کو ان کا یہ سیاسی فیصلہ مبارک ہو اور تاریخ کے حوالے سے مبارک ہو۔

جناب سپیکر! آج بھی آتے آتے مجھے پتا چلا ہے کہ آخر کے مقررین میں میرے بھائی نوابزادہ منصور صاحب نے بھی کچھ ارشادات فرمائے ہیں جن کے والد بزرگوار کے ساتھ میرے بڑے نیاز مندانہ تعلقات ہیں - روز اول سے لے کر آج تک ان کی سیاسی تاریخ سے میں آشنا ہوں - پاکستان بننے سے پہلے کی اور پاکستان بننے کے بعد آج تک کی، اب تک کی اور آج صبح تک کی تاریخ سے آشنا ہوں - میرے بھائی نے ارشاد فرمایا یعنی وزیر اعلیٰ جب رود جیلیاں والی مظفر گڑھ دورہ پر گئے تو اس حلقے کے ایم پی اے کے خلاف وہاں کے عوام نے عدم اطمینان کا اظہار کیا اور وزیر اعلیٰ سے درخواست کی کہ متعلقہ ایم پی اے کے ذریعے امدادی سامان تقسیم نہ کرنے دیا جائے - میں جناب سپیکر! اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ جن حلقوں میں سیلاب آیا ہے وہاں کے نمائندگان نے سیاسی جماعتوں نے، آرمی نے، انتظامیہ نے اور مخیر حضرات نے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں - میں یہ بات پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ جب میں رود جیلیاں والی گیا تو وہاں پر جس رکن کے بارے میں سب سے زیادہ عوام نے مجھے کہا کہ اس نے سب سے زیادہ ہماری خدمات کی ہے وہ اور اس علاقے کے ایم پی اے سردار محمد اقبال لغاری ہیں اور انہوں نے مجھے کہا کہ یہ وہ ایم پی اے ہے کہ جتنے دن سیلاب رہا اور ہم اس بند پر سوئے رہے یہ ہمارے ساتھ بند پر سویا ہے - یہ انہوں نے مجھے بتایا ہے اور نوابزادہ صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے - میرا تو خیال تھا کہ نوابزادہ صاحب کے اور والد صاحب کے مزاج میں کچھ فرق ہو گا - مجھے بڑی سخت مایوسی ہوئی ہے اور یہ بھی نوابزادہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ضلع مظفر گڑھ میں امدادی سامان کا صرف 25 فی صد حصہ تقسیم کیا گیا ہے اور بقیہ سامان مسلم لیگی اراکین ہڑپ کر گئے ہیں - میں نوابزادہ صاحب کا ان کی وساطت سے اور اگر وہ اپنے والد بزرگوار کی وساطت سے بھی چاہیں تو ان دونوں کا شکر گزار ہوں اگر وہ ان کی تفصیلات سے مجھے آگاہ فرمائیں - میں اس کا سنجیدگی سے جائزہ لوں گا

میں اس کی انکوائری کراؤں گا اور اس بات کا بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اس انکوائری کے حقائق میں ایوان میں پیش کرنے کا بھی موقع حاصل کروں گا - کہ اگر کسی مسلم لیگی کارکن نے یہ حرکت ہے جس کے متعلق مجھے بہت اللہ کے فضل و کرم سے یقین ہے کہ یہ محض ایسے ہی الزام تراشی ہے - جیساکہ وہ پہلا الزام تھا اور یہ ایسے ہی مزاج کا شاید عمل ہے جو مزاج شاید نوابزادہ صاحب کو ان کے والد بزرگوار کی وساطت سے ان کو ملا ہے - لیکن اگر یہ بات درست ثابت ہوئی تو میں اس کا سنجیدگی سے نوٹس لوں گا - مہربانی کرکے وہ میری راہ نمائی فرمائیں اور مجھے اس کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں - اگر تحریری نہیں تو زبانی طور پر بے شک فرمادیں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ضلع مظفر گڑھ میں امدادی سامان میں سے غیر ملکی کمبل اور غیر ملکی خیمے دے دیے گئے - اس لیے میں نوابزادہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس کی تفصیلات سے مجھے آگاہ کریں - بے شک میرے ساتھ مل کر یا مجھے اپنے ساتھ ملا کر اس کی انکوائری کروائیں اور اگر یہ الزام ثابت ہو جائے تو میں ایسی حرکت کرنے والوں کے خلاف آخری حد تک جاؤں گا - اگر وہ میری امداد فرمائیں - یا مجھے اپنی امداد کے لئے اپنے ساتھ لے جائیں ' میں دونوں باتوں کے لیے حاضر ہوں - ارشاد ہوا ہے کہ امدادی سامان مسلم لیگی ووٹروں کو دیا گیا - یہ پہلی بات میں نے نوابزادہ منصور صاحب کی زبان سے سیلاب کے علاقوں میں جاتے ہوئے سنی ہے - اس سے پہلے کسی نے میرے کان میں یہ بات نہیں کی کہ مسلم لیگ والے صرف مسلم لیگیوں کو چن چن کر امداد دے رہے ہیں اور باقی لوگوں کو چھوڑ رہے ہیں - جناب سپیکر میں نوابزدہ صاحب کو عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسلم لیگی ذہن کا شیوہ نہیں - ہر پاکستانی جو اس وطن سے پیار رکھتا ہے - جس نے ماضی میں بھی جو کچھ کیا وہ اللہ کو جائے - جو آج بھی پاکستان سے پیار کرتا ہے مسلم لیگی کے ذہن میں اس کا بڑا احترام ہے اور مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد کرنا جس کا تعلق خواہ مسلم لیگ سے ہے یا نہیں ان کو سب کی امداد کرنا ان پر کوئی احسان نہیں - یہ ہمارا فرض ہے اور اس فرض کو ہم بجالاتے رہیں گے - مجھے امید ہے کہ نوابزادہ صاحب اپنے الزامات کا یا تو کوئی ثبوت فراہم کریں تاکہ میں اس کا کوئی تدارک کروں یا اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے غلط سیاسی طرز عمل سے اجتناب فرمائیں - مجھے ان کا بے حد احترام ہے -

انہوں نے کہا ہے کہ مظفر گڑھ میں آٹا 200 روپے من بک رہا ہے - یہ بات آج ہی چونکہ ابھی ابھی میرے نوٹس میں آئی ہے - میں اس کا پتہ کرتا ہوں کہ اس میں کچھ سچائی

ہے یا یہ بھی اس چیز کی ترجمان ہے کہ جس کے بارے میں میں نے اپنی گزارش احترام کے ساتھ کی ہے۔

جناب سپیکر! آب پاشی کے نظام کو شدید ترین سیلاب میں شدید نقصان پہنچا اور اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ اس شدید ترین سیلاب کے باوجود تمام ہیڈ ورکس کو قریباً بچا لیا گیا لیکن ساڑھے گیارہ سو میل ہمارے نہری نظام کو سخت نقصان پہنچا۔ میں نے آج سے 16 روز پیشتر صوبائی سطح پر اپنی صدارت میں محترم وزیر آب پاشی اور متعلقہ سینئر احباب کی میٹنگ بلائی اور اس میں ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم war footing پر، جنگی بنیادوں پر کم سے کم خرچ کئے بغیر مشینری دوسرے ذرائع سے حاصل کرکے پنجاب میں آب پاشی کے نظام کو بحال کریں گے۔ پھر 16 دن کی بجائے دو دن پہلے سارے پنجاب کی ساڑھے گیارہ سو میل لمبی جگہ جگہ سے شکستہ پیوستہ نہروں کو دن رات جنگی بنیادوں پر کام کرکے محکمہ آب پاشی اور اس کے کارکنوں نے اس کو مکمل کیا ہے اور آج میں پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ سارے پنجاب میں نہری نظام which is the largest of the world system میں نہری پانی بحال کر دیا گیا ہے (نعرہ ہائے تحسین) کیونکہ مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ ایک طرف سیلاب سے فصلیں برباد ہو گئی ہیں اور اگر نہری نظام کو بحال نہ کیا گیا تو دوسری طرف باقی جگہ پر بھی بربادی آ جائے گی۔ باقی فصلیں بھی برباد ہوں گی اور ہماری ربیع کی فصل بھی شرمندہ تعبیر نہ ہو گی۔ اس لئے میں اس کے لئے وزیر آب پاشی اور ان کے تمام عملے کو compliments دیتا ہوں اور اپنی صوبائی وزیر زراعت کو بھی کہ جن سے 100 بلڈوزر اور 200 ڈرائیور حاصل کرکے ہم نے دن رات ڈبل شفٹ کام کرکے ان کے پہلے مرحلے کو مکمل کیا اور آج پنجاب میں نہری پانی کا نظام پانی کی سپلائی کے سلسلہ میں بحال ہے۔ اگرچہ ان کا دوسرا اور تیسرا مرحلہ بہت بڑے اخراجات کا متقاضی ہے اور فنڈ کی فراہمی کی صورت میں ہمیں اس کو consolidate کرنا ہو گا۔ میرے خیال کے مطابق یہ کارکردگی اگرچہ low profile میں رہی but it is also unprecedented اس میں کروڑوں روپے کی بچت بھی کی گئی ہے۔ ہم نے ٹینڈروں سے، ٹیکنیکل سیکشن سے ٹھیکداروں سے اور ان گھپلوں سے جو کہ ایک ہمارا معاشرے کا حصہ ہیں ان سب سے اس کو بچایا ہے اور انشاء اللہ میں وزیر آب پاشی سے کہوں گا کہ وہ بتائیں کہ کتنے کروڑ روپیہ نہ صرف ہم نے ان ٹینڈروں سے بچایا ہے بلکہ وقت سے پہلے یہ کام مکمل کرکے ایک سنہری کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں آج بھی قائد حزب اختلاف سے ان کے تمام فاضل اراکین سے جماعت اسلامی کے اپنے بھائیوں سے اور ان تمام بھائیوں سے جو اپوزیشن کا کردار ادا کر رہے ہیں ان کو بطور قائد ایوان غیر مشروط طور پر پیش کش کرتا ہوں کہ ان سیلاب زدہ بھائیوں کی امداد کی سرگرمیوں میں جو پیکج وزیر اعظم پاکستان نے اور حکومت پنجاب نے اعلان کیا ہے جس کی تفصیلات آپ کے سامنے ہیں مکانات کی تعمیر کے لئے، ربیع کی فصل میں بلا سود کھاد اور بیج کی فراہمی کے لئے اور باقی وہ تمام سہولتیں جن کا اعلان کیا گیا ہے وہ آئیں اور ان دکھی بھائیوں کی امداد کے لئے ہمارے ساتھ مل جل کر کام کریں - میں ان کی ان خدمات کا بے حد احترام کروں گا مگر ایک بات گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ یہ دکھی اپنے سیلاب زدہ اور بارش زدہ بھائیوں کی امداد کا مسئلہ ہے اس کو سیاست کی نذر نہ کیا جائے - اس منظر اور پس منظر میں ہم مل کر کام کریں - اگر وہ میرے پاس تشریف نہیں لاتے تو میں ان کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں (نعرہ ہائے تحسین) میں قائد حزب اختلاف ان کے اراکین اور جماعت اسلامی کے بھائیوں سے یہ عرض کرتا ہوں کہ جہاں میں اس لیے میں جاتا ہوں اگر میرے ساتھ چلنا چاہیں تو میں حاضر ہوں، وہ میرے ساتھ چلیں - اگر وہ مجھے کہیں لے جانا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیں میں، وہاں بھی جانے کے لئے تیار ہوں - لیکن اس مسئلے کو انسانی ہمدردی اور پاکستان کی تعمیر نو کے جذبوں کے ساتھ دیکھا جائے گا - اس میں سیاست نہ کی جائے اور سیاست کے معاملے میں، میں بتانا چاہتا ہوں کہ سیاست ہمیں خوب کرنی آتی ہے - ہم سیاست کریں گے اور انشاء اللہ سیاست کے معاملے میں ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے (نعرہ ہائے تحسین) لیکن یہ مسئلہ سیاست کا نہیں - خدا کے لئے میری آپ سے استدعا ہے کہ اس مسئلے کو سیاست سے پاک رکھ کر آئیے، ہم ان دکھی بھائیوں کی امدادی سرگرمیوں میں مل کر بھائیوں کی طرح کام کریں - میں اس کے لئے آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں اور اگر آپ میرے پاس تشریف لائیں تو میں تیار ہوں۔

پاکستان مسلم لیگ کے بارے میں بھی بڑی باتیں ہوتی رہی ہیں - پاکستان مسلم لیگ پنجاب نے اپنے سیلاب زدہ بھائیوں کی امداد کے لئے آج تک 6 کروڑ 80 لاکھ، 75 ہزار روپے کا امدادی سامان مختلف اضلاع کو فراہم کیا ہے - (نعرہ ہائے تحسین) جس کی تفصیلات ہمارے پاس موجود ہیں - ضلع گرجرانوالہ کو 34 ٹرک ضلع گجرات کو 21 ٹرک، راولپنڈی کو 26 ٹرک، مظفر گڑھ کو 51 ٹرک ڈیرہ غازی خان کو 29 ٹرک، جھنگ کو 49 ٹرک، خوشاب کو 20

ٹرک ضلع جہلم کو 69ٹرک ، سرگودھا کو 62 ٹرک ، یہ 6 کروڑ 98 لاکھ کے قریب سارا سامان ہے جو فراہم کیا گیا ہے اور جو مقامی شاخوں نے براہ راست امداد کی ، اراکین صوبائی اور قومی اسمبلی نے ، سینیٹر حضرات نے ، مخیر حضرات نے وہ اس سے علیحدہ ہے - یہ بات میں آپ کی خدمت میں عرض کرنی چاہتا ہوں اور اس کی تفصیلات ہمارے پاس موجود ہیں - اگر اس کی ضرورت ہو تو بے شک میں آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا۔

جناب سپیکر! ایک ایسے دور میں جب کہ ملک شدید ترین طوفان کی زد میں آنے کے بعد تعمیر نو کا آغاز کر رہا ہے - اس وقت ملک کی حزب اختلاف اتحادوں کے اتحاد کے نام نہاد نام کے ساتھ ایک نام نہاد تحریک چلانے کا فیصلہ کرنے پر سوچ بچار کر رہی ہے -

آوازیں: شیم شیم

وزیر اعلیٰ : میرے خیال کے مطابق یہ ستم زدہ عوام کے مفادات اور ان کی بحالی کے ملک گیر پروگرام کے خلاف ایک ناپاک گٹھ جوڑ کی سوچ ہے اور اس کی تائید میں ، میں یہ بات پھر 1973ء کے سیلاب کے حوالے سے اس انکوائری رپورٹ اور ان اخبارات کے حوالے سے عرض کرنی چاہتا ہوں کہ 1973ء میں جب سیلاب آیا تھا تو اس وقت کے وزیر اعظم (مرحوم) ذوالفقار علی بھٹو نے خود یہ اعلان کیا تھا کہ حکومت کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے نمٹنے کا موقع دیا جائے اور اپوزیشن حکومت کے خلاف کوئی تحریک شروع نہ کرے - یہ ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) کا اس وقت کا بیان ہے - میں ان کے راستے میں حائل نہیں ہونا چاہتا لیکن ان کو عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک ایسے وقت میں جب کہ لاکھوں خاندانوں کی اس وقت پاکستان کی تعمیر نو کے حوالے سے ہم نے ان کی تعمیر نو کرنی ہے اور ان کو ان کے پاؤں پر کھڑا کرنا ہے -

اپوزیشن ایک بار نہیں سو بار سوچے کہ کیا انہوں نے ماضی کی غلطیوں سے کوئی سبق حاصل کرنا ہے یا غلطیوں پر غلطیاں اور حماقتوں پر حماقتیں اور سیاسی حماقتیں کرتے ہی چلے جانا ہے - یہ فیصلہ انہوں نے کرنا ہے - یہ ہم نے نہیں کرنا۔

جناب سپیکر! میں آخر میں اس تاریخ کے شدید سیلاب اور طوفانی بارشوں کے مصیبت زدگان کی امداد کی سرگرمیوں میں حصہ لینے والوں کا جن میں معزز اراکین قومی اور صوبائی اسمبلی ہیں ، جن میں مختلف سیاسی جماعتیں اور ان کے کارکن ہیں جن میں مسلم لیگ اور اسلامی جمہوری اتحاد کے کارکن پیش در پیش رہے ہیں جن میں مخیر حضرات ، تاجر اور صنعت کار شامل ہیں جن میں طالب علم اور طالبات شامل ہیں - جن میں فوج کے جوان اور ان

کے افسران شامل ہیں اور جن میں ہر مکتبہ فکر جتنا جتنا بھی شامل ہوا ہے میں ان کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اور پنجاب اسمبلی کے مسلم لیگی اور اسلامی جمہوری اتحاد سے وابستہ اپنے حلیف ساتھیوں کا میں بحیثیت ممبر صوبائی اسمبلی اپنے دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے رضاکارانہ طور پر اپنے پچاس لاکھ روپے کے ڈویلپمنٹ فنڈ میں سے پچیس فی صد رقم سیلاب زدہ علاقوں کی infra structure کی تعمیر کے لئے پیش کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور میں ان کا مزید بھی شکر گزار ہوں اس رقم میں سے جنہوں نے اس سے زیادہ بھی رقم فراہم کرنے کے اعلان فرمائے تھے۔ مجھے امید ہے کہ پیپلز پارٹی اور پی ڈی اے کے اراکین وزیر اعظم ریلیف فنڈ میں اپنی ایک ماہ کے تنخواہ نہ دینے کے فیصلے پر بھی نظر ثانی فرمائیں گے۔ کیونکہ تاریخ لکھنے والے مورخ کی قلم سے مجھے بڑا خوف آ رہا ہے۔ وہ کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا کرتا اور تاریخ کسی کا لحاظ نہیں کیا کرتی۔ جناب سپیکر! میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن کو ان ساری بحالی امداد کی سرگرمیوں میں کیڑے ہی کیڑے نظر آ رہے ہیں اور ان کے سامنے تنقید ہی تنقید ہے ان کو اس میں کوئی تعمیر نظر نہیں آ رہی ان کو شر ہی شر نظر آ رہا ہے اور ان کو خیر نظر نہیں آ رہی، میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف کی قیادت میں مسلم لیگ اور اسلامی جمہوری اتحاد اور پنجاب کی حکومت اپنے ان مصیبت زدہ بھائیوں کی بحالی کے لئے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گی جب تک کہ ہم ممکن حد تک ان کو وسائل فراہم نہ کریں گے جو ہماری بساط میں ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین) اور وہ اپوزیشن کے راہ نما اور سیاسی کارکن جو تنقید ہی کو اپنا شیوہ سیاست بنائے ہوئے ہیں میں آخر میں ان کی خدمت میں احترام کے ساتھ یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ:

ابھی تو تنقید ہو رہی ہے میرے مزاج جنوں پہ لیکن
تمہاری زلفوں کی برہمی کا سوال آیا تو کیا کرو گے!

شکریہ جناب سپیکر (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اجلاس کی کاروائی کل صبح نو بجے تک کے لئے ملتوی ہوتی ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

جمعرات' 15۔ اکتوبر 1992ء

(پنج شنبہ' 17 ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 10 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذباللہ من الشیطن الرجیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ○ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ○

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ○ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ

سٰفِلِيْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ○

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ○ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ○

(سورۃ التین آیات 1 تا 8)

انجیر کی قسم اور زیتون کی o اور طور سینین کی o اور اس امن والے شہر کی o کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے o پھر (رفتہ رفتہ) اس (کی حالت) کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا o مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بے انتہاء اجر ہے۔ o تو (اے آدم) پھر تو جزا کے دن کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ o کیا خدا سب سے بڑا حاکم نہیں؟

وما علینا الا البلاغ o

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! ہمارے فاضل رکن اسمبلی جناب غلام دستگیر لک صاحب کا بیٹا کل فوت ہوا ہے۔ اس کے لیے فاتحہ خوانی کی جائے۔

وزیر قانون: جناب والا! میں تائید کرتا ہوں۔

(فاتحہ خوانی کی گئی)

جناب سپیکر: عتیق الرحمٰن پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب عتیق الرحمٰن: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اسمبلی کے اجلاس کے دوران آپ کسی بھی موضوع پر عام بحث کے لیے جو دن مقرر کرتے ہیں' اس کے لیے فاضل راکین کے ناموں کی enlistment کا جو طریقہ کار ہے میں چاہتا ہوں کہ اس میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کی جائے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس ضمن میں تجویز دینا چاہتا ہوں۔ موجودہ طریق کار یہ ہے کہ جو فاضل اراکین اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ اپنا نام سیکرٹری صاحب کو دینا ہے' وزیر قانون صاحب کو دینا ہے یا براہ راست آپ کو دینا ہے اور اس کے بعد یہ کنفرمیشن بھی نہیں ہوتی کہ فاضل اراکین کا نام چیئر نے approve کر لیا ہے.....

جناب سپیکر: یہ ایک arrangement ہے۔ اس بارے میں آپ کے پاس کوئی تجویز ہے تو آپ مجھے چیمبر میں ملیں۔

جناب عتیق الرحمٰن: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جناب ایس۔ اے حمید پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ایس۔ اے حمید: جناب سپیکر! اس سال صوبائی اسمبلی کے جو اجلاس طلب کیے گئے ہیں' ان میں بعض میں بہت زیادہ وقفہ تھا اور بعض میں بہت کم۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی طریقہ کار وضع کر لیا جس کے تحت ہر دو مہینے کے بعد کم از کم پندرہ روز کے لیے اجلاس ہو تو اس طرح سال میں تقریباً چھ اجلاس ہو سکیں گے۔ اس سے نہ صرف ہمیں بلکہ ہمارے علاقے کے ووٹروں کو بھی جو بہت سے کام کروانے ہوتے ہیں ان کے لیے بھی وقت مل سکے گا۔ تو میری یہ تجویز ہے کہ ہر دو مہینے کے بعد اجلاس پندرہ روز کے لیے بلایا جائے۔ اس طریقے سے اسمبلی بھی in session رہے اور ہماری activ-

ities میں بھی رکاوٹ حائل نہ ہو۔

جناب سپیکر: شکریہ ایس اے حمید صاحب۔ یہ آپ کی بہت اچھی تجویز ہے اور میں اس معاملے کو گورنمنٹ اور اپوزیشن کے ساتھ already take up کر رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں باقاعدہ اجلاسوں کی تواریخ طے کر لی جائیں۔ بجٹ اجلاس تو ہونا ہی ہوتا ہے۔ بجٹ اجلاس کے علاوہ موسم بہار کا اجلاس اور سردیوں کے موسم کا اجلاس اس لحاظ سے میرے خیال میں چار اجلاس اگر طے کر لیے جائیں یا اس سے زیادہ بھی اگر مناسب سمجھے جائیں تو طے کر لیے جائیں اور ان کی تواریخ طے کر لی جائیں تو یہ نہایت مناسب بات ہوگی' اراکین اسمبلی کے لیے بھی' متعلقہ محکمہ جات کے لیے بھی اور اس سے کسی قسم کی کوئی دشواری جیسا کہ کبھی کچھ زیادہ gap آ جاتا ہے اور کبھی frequently اجلاس آ جاتے ہیں تو ممبروں کے لیے بھی اور ان کے ووٹروں کے لیے بھی اور محکموں کے لیے بھی سب کے لیے سہولت پیدا ہو جائے گی۔ میں اس کو take up کرنا چاہتا ہوں۔ شکریہ۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جب اجلاس شروع ہونا ہو اس سے تین چار دن پہلے ارکان اسمبلی کو ایک invitation جانی چاہیے۔ اس میں ان کی بھی honour ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھی روایت ہوگی کہ انہیں باقاعدہ طور پر invite کیا جائے کہ آپ کا اجلاس فلاں فلاں تاریخ کو شروع ہونا ہے اور فلاں تاریخ تک جاری رہے گا۔

نوٹس برائے طلبی توجہ

جناب سپیکر: تو اب "کال اٹینشن نوٹس" لیتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! قائد ایوان آج خواجہ محمد صفدر مرحوم کی برسی کے سلسلے میں سیالکوٹ تشریف لے گئے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ آج کا کال اٹینشن نوٹس اگلے کال اٹینشن نوٹس کے دن تک مؤخر فرما دیا جائے۔ اس دن انشاء اللہ چیف منسٹر صاحب available ہوں گے تو اس دن اس کو take up کر لیا جائے۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! جمعرات کے دن کال اٹینشن نوٹس پیش کیا جاتا

ہے۔ اس کے بارے میں قاعدہ 4 ہے:

Upon being asked by the Speaker, the Member may raise the question and the Chief Minister may answer the question.

قاعدہ 5 ہے۔

"The time for asking and answering such question shall be the first fifteen minutes of the sitting on a thursday."

جناب والا! روایت تو بڑی ٹھیک ہے کہ چیف منسٹر صاحب جواب دیں۔ لیکن اگر وہ کسی وجہ سے نہ آسکیں کیونکہ ان کی ذمہ داری بڑی اہم ہے تو پھر کیا لائحہ عمل ہوگا۔ اس کے بارے میں قواعد cover کرتے ہیں۔ definitions کا جو first chapter ہے' اس میں یہ ہے۔

(I) Minister includes a Chief Minister.

یعنی اگر چیف منسٹر نہ ہو تو منسٹر جو ہوتا ہے اس میں بھی اس definition کے مطابق چیف منسٹر آ جاتا ہے۔ اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ چیف منسٹر بذات خود نہ آسکیں تو کوئی منسٹر بھی جواب دے سکتا ہے کیونکہ ہمارے Rules of Procedure کی definition کے مطابق منسٹر میں ہی چیف منسٹر آتا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب۔ اس interpretation سے میں اتفاق نہیں کرتا۔ منسٹر کی تعریف میں آپ نے فرمایا ہے تو یہ آپ نے کون سے رول میں دیکھا ہے؟

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہ رولز آف پروسیجر کے صفحہ 2 پر ہے۔ اس میں بالکل واضح ہے۔ آپ کی رولنگ تو ہم سر و چشم تسلیم کریں گے۔

جناب سپیکر: آپ فرمائیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! پنجاب اسمبلی کا یہ رولز آف پروسیجر ہے جس کے صفحہ 2 پر لکھا ہوا ہے۔ "Minister" includes a Chief Minister; اور اسی رولز

آف پروسیجر کے تابع یہ ہاؤس run ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: اس میں ایک تو یہ ہے کہ "Minister" includes a Chief Minister;

رانا اکرام ربانی: جناب والا! موہل صاحب نے جو point out کیا ہے وہ میری دانست میں جو "Minister" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے رولز وہاں چیف منسٹر کو allow کرتے ہیں' on his behalf وہ بات کر سکتے ہیں۔ لیکن یہاں Call Attention Notice میں specifically addressed to the Chief Minister ہے اور چیف منسٹر ہی اس کا جواب دیں گے۔ میرا خیال ہے اس کی interpretation میں وہ جو definition ہے وہ شامل نہیں کی جا سکتی۔

جناب سپیکر: میں بھی یہی بات کہنے والا ہوں۔ ایک تو اس میں یہ ہے کہ "Minister" includes a Chief Minister; منسٹر نے جو ڈیوٹی perform کرنی ہے وہ چیف منسٹر کر سکتے ہیں۔ لیکن کیا چیف منسٹر نے جو ڈیوٹی perform کرنی ہے وہ بھی منسٹر کر سکتے ہیں؟ تو یہ رول نمبر 4 میں واضح ہے۔

> "Upon being asked by the Speaker, the Member may raise the question and the Chief Minister may answer the question on the same day or on any other day fixed by the Speaker"

اس میں ایک تو clear ہے کہ چیف منسٹر نے اس کا جواب دینا ہے۔ دوسرا یہ ہے جو پوائنٹ آپ نے raise کیا ہے۔ تو کیا یہ اس میں ہے کہ "Minister" includes a Chief Minister; اس کو دیکھنا ہے۔ تیسری چیز آپ یہ دیکھیں Chief Minister includes a Minster

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! جب رولنگ ہی آجائے گی تو پھر میں کیا بولوں گا؟

جناب سپیکر: نہیں رولنگ میں نہیں دوں گا۔ میں آپ کی بات سن لوں گا۔ میاں صاحب! رولز آف پروسیجر میں جو Call Attention Notice کے لیے رول 12 ہے اس کو دیکھیں' اس میں یہ بات cover ہو جاتی ہے۔ اس کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

"All notices of questions which are not included in the list of Business on a date immediately following the said notice shall lapse. Similarly, notices which although brought on the agenda are not disposed of because of expiry of time fixed for the purpose shall also lapse. However, questions brought on the list of Business for which the Speaker fixes another day either himself or on the request of the Chief Minister, shall not lapse.

جب اس کے lapse ہونے کا کوئی question نہیں ۔ میاں صاحب! قبل اس کے میں اپنی رولنگ دوں آپ جو فرمانا چاہتے ہیں فرما لیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں یہ نہیں کہتا کہ لفظ "Chief Minister" نہیں ہے۔ Chief Minister includes ہے نمبر 4 میں بھی اور نمبر 12 میں بھی۔ میرے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ رولز جو ہم نے بنائے ہیں جب یہ کہہ دیا جائے کہ "Mini-ster" includes a Chief Minister: یا Chief Minister includes a Mini-ster تو میرے point of view سے There is no difference یعنی "Mini-ster" includes a Chief Minister: یعنی جب چیف منسٹر نے بیان دینا ہے تو اگر منسٹر بھی اس کی جگہ پر بیان دے دے تو یہ ان رولز آف پروسیجر کے تابع ہے۔ اس کی جو تعریف ہے وہ بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی ابہام نہیں میرے نقطۂ نظر میں "Mini-ster: includes a Chief Minister; اب جناب والا! یہ واضح بات ہے کہ اگر چیف منسٹر کسی وجہ سے نہیں آ سکتے یا فنکشن نہیں کر سکتے جہاں ان کا ذکر ہے جس طرح کہ ہمارے Call Attention Notices میں ہے کہ چیف منسٹر ہی بیان دیں گے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ آئیں۔ لیکن کسی وجہ سے اگر وہ نہ آسکیں تو lapse ہونے کا بھی واضح نہیں ہے۔ یعنی lapse ہوگا' نہیں ہوگا یا کیا صورت ہوگی۔ وہ تو آپ کو پاور ہے۔ آپ کی discretion ہے آپ کر سکتے ہیں۔ لیکن میں نے تو صرف

یہی کہا ہے کہ اگر وہ نہ آئیں تو "Minister"includes a Chief Minister; میں تو اپنے نقطۂ نظر میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ cover ہوتی ہے۔

جناب سپیکر : میاں صاحب۔ اس میں میں آپ کے پوائنٹ سے اتفاق نہیں کرتا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ منسٹر کی ڈیوٹیز تو چیف منسٹر perform کر سکتے ہیں۔ لیکن چیف منسٹر کی duties منسٹر perform نہیں کر سکتے۔ چیف منسٹر تو چیف ایگزیکٹو ہیں۔ منسٹر تو چیف ایگزیکٹو نہیں ہو سکتے۔ اس لیے چیف منسٹر کی performing duties اور منسٹر کی du-ties میں ایک واضح فرق ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اس کے lapse ہونے کا کوئی ques-tion نہیں رول نمبر 12 میں یہ cover ہوتا ہے۔ اس لیے چیف منسٹر صاحب نے جو اس کا جواب دینا ہے اس پر منسٹر صاحب کی طرف سے وہ جواب میں سمجھتا ہوں نا مناسب ہوگا۔ وہ رولز کی requirement cover نہیں کرتا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! یہ رولز آف پروسیجر میں for Call Attention No-tice پر نمبر 7 پڑھا جائے۔

> "Not more than two such questions shall be in-cluded in the list of Business on any day."

اور آج جو آپ نے ایجنڈا تقسیم کیا ہے اس میں صرف ایک سوال شامل کیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پچھلے تین اس قسم کے Call Attention Notices یہاں پیش کیے گئے ہیں' ان میں سے دو میں سے صرف ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے اور اس کے بعد دوسرا سوال گول کر دیا گیا ہے۔ کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اور آج یہ انتہا ہو گئی ہے کہ صرف دو کی بجائے ایک سوال کو اس ایجنڈا میں شامل کیا گیا ہے اور دوسرا بالکل تحریر ہی نہیں کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں رولز کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور اب دو سے ہم ایک سوال پر آگئے ہیں۔ میری آپ سے صرف گزارش یہ ہے کہ آپ ذرا اس بات پر غور فرمایے اور رولنگ دیجیے کہ کیا دو سوالات کو کم کر کے ایک سوال اور ایک سوال کا بھی جواب آج نہیں دیا جا رہا۔ اس میں اگر کوئی قباحت ہے یا مشکل ہے یا وقت کم ہے

تو ہمیں بتایا جائے۔
جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب۔ تشریف رکھیے۔اس میں جب سوال ہی ایک آئے تو پھر ہم دو کیسے اس میں شامل کر دیں۔
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! میرا سوال اس میں تھا۔
جناب سپیکر : ہمارے پاس سوال ہی ایک ہے۔
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! میں نے اس سے پہلے سوال دیا ہوا ہے۔
جناب سپیکر : کب دیا ہوا ہے؟
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! میرا خیال ہے کہ کوئی دس بارہ دن ہو گئے ہیں۔
جناب سپیکر : کون سا سوال؟ ڈاکٹر صاحب۔ اس کی کاپی ہمیں دیں۔
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! میں کاپی بھی دے سکتا ہوں۔ میں نے رجسٹر بھی دیکھا ہے اس میں سات یا آٹھ سوالات اس قسم کے درج تھے۔ اور یہ کہا جائے کہ سوالات کی کمی کی وجہ سے صرف ایک سوال درج کیا گیا ہے تو یہ میرا خیال ہے درست نہیں ہوگا۔
جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب۔ آپ کا کوئی سوال ہمارے پاس نہیں اگر آپ کے پاس اس کی کاپی ہے تو مجھے دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ رولز کی requirements یہ نہیں ہیں کہ لازمی طور پر دو سوالات اس میں آئیں Note more than two such questions اگر دو سے زیادہ اس میں نہیں آسکتے تو یہ لازمی نہیں دونوں آئیں۔
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ اگر دو سوالات آتے ہیں تو ان دونوں سوالات کا جواب آنا ضروری ہے۔
جناب سپیکر : تو ہم دونوں کو entertain کر رہے ہیں جو دو آتے ہیں۔
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! پچھلے تینوں مرتبہ میں دیکھ رہا ہوں کہ صرف ایک سوال کا جواب دیا جاتا ہے اور دوسرا جواب نہیں دیا جاتا۔
جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب اس میں 15 منٹ کی بھی requirement ہے۔
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! 15 منٹ کو change کر لیا جائے۔
جناب سپیکر : آپ change کر لیں۔ مجھے کیا اعتراض ہے۔
پراچہ صاحب! وزیر قانون صاحب نے کہا ہے کہ آج چیف منسٹر صاحب ایک

ضروری مصروفیت کی وجہ سے سیالکوٹ چلے گئے ہیں اور اس کو اگلے روز کے لیے مؤخر کر لیا جائے اس کو اگلے سوموار کو take up کر لیا جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ : صحیح ہے جناب۔ جناب سپیکر! اس میں اتنی گزارش ہے کہ اسے مستقل روایت نہ بنا لیا جائے۔ اگر کہیں مجبوری ہو تو وہ الگ بات ہے لیکن یہ کہ اسے مستقبل روایت نہ بنایا جائے۔

جناب سپیکر : جی' یہ مجبوری کی صورت میں ہی ہے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : اب تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 2 رانا اکرام ربانی خان صاحب کی پینڈنگ ہے اور یہ ریونیو منسٹر صاحب کی سٹیٹمنٹ کی وجہ سے پینڈنگ ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ اس کو پینڈنگ کر لیا جائے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! اس تحریک استحقاق پر میں نے بھی بات کر لی تھی اور ریونیو منسٹر صاحب نے اپنا نقطۂ نظر بھی واضح کر دیا تھا۔

جناب سپیکر : تو اب اس پر فیصلہ پینڈنگ ہے؟

رانا اکرام ربانی : جی ہاں۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ چودھری محمد حنیف صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 11 ریونیو منسٹر صاحب کی گزارش پر پینڈنگ ہے۔ تو اب موور اور منسٹر صاحب دونوں ہی تشریف نہیں رکھتے رانا اکرام ربانی خان صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 13 ہے۔

وزیر اعلیٰ کی طرف سے ایوان میں غیر مصدقہ اعداد و شمار پیش کرنا

رانا اکرام ربانی : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ گذشتہ اجلاس کے آخری روز وزیر اعلیٰ پنجاب نے بارشوں اور سیلاب سے پیدا ہونے والی صورت حال پر "ایوان کو اعتماد" میں لینے کے لیے ایک مفصل بیان دیا۔ ایسی پالیسی سٹیٹمنٹ کا مقصد ایوان کو اور اس ایوان کے ذریعہ عوام الناس کو حقیقت حال سے آگاہ کرنا ہوتا ہے لیکن افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ اس کے بالکل

برعکس "حقیقت حال" کو چھپایا گیا ہے اور حقائق کے برعکس اعداد و شمار بیان کیے گئے جو اپنی جگہ پر "بد اعتمادی" کا اظہار ہے۔ اس معزز ایوان کا استحقاق ہے کہ اس پر ذمہ دارانہ اور حقائق پر مبنی جوابات اور پالیسی سٹیٹمنٹ دینی چاہیے' نہ کہ اسے غلط اطلاعات فراہم کی جائیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے بیان میں حقائق کے برعکس اعداد و شمار مہیا کرنا اور اطلاعات درست طور پر بیان نہ کرنا نہ صرف عوام الناس سے مذاق ہے جو پہلے ہی اپنا سب کچھ گنوا بیٹھے ہیں' بلکہ اس ایوان کا بھی مذاق اڑانے کے مترادف ہے جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں اس سلسلہ میں بڑی مختصر سی بات عرض کرنا چاہوں گا سیلاب کی صورت حال پر بحث ہوئی لیکن میری جو تحریک استحقاق ہے وہ اس دعویٰ کی بنیاد پر میں نے دی ہے جس میں یہ کہا گیا تھا کہ میں اس صورت حال پر ایوان کو اعتماد میں لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے جو اعداد و شمار اس ایوان میں پیش کیے یا اسے اس طریقے سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو اعداد و شمار انہیں مہیا کیے گئے انہوں نے اس کی تصدیق یا تردید کے چکر میں پڑے بغیر ان کو اسی طرح ایوان میں پیش کر دیا۔

جناب سپیکر! پہلے دن گیٹ کھولنے سے اس علاقے میں جو طوفان آیا اور اس سے جو اموات ہوئیں اس کے بارے میں یہاں اعداد و شمار درست طور پر بیان نہیں کیے گئے۔ اس کے بعد ان گیٹوں کو کھولنے سے پہلے کیا لوگوں کو اطلاع دی گئی یا نہیں دی گئی؟ تیسرا کہ سول انتظامیہ اس ہنگامی صورت حال سے اگر آگاہ تھی تو انہوں نے اس سے نمٹنے کے لیے کیا پلان بنایا ہوا تھا؟ یہاں پر یہ کہا گیا تھا کہ اموات بہت کم ہوئی ہیں۔ یہ کہا گیا تھا کہ جو متاثرہ لوگ تھے ان کو پہلے اطلاع دے دی گئی تھی۔ سول انتظامیہ نے لوگوں کی بھرپور مدد کی۔

جناب سپیکر! میں چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور وہ کمیٹی ان تین پوائنٹس پر تحقیقات کرے۔ وہاں کے لوگوں سے پوچھا جا سکتا ہے انتظامیہ کے پاس کوئی wireless messages ہوں گے۔ کوئی ریکارڈ ہوگا کہ انہوں نے پہلے عوام کو اطلاع دی یا نہیں دی؟

جناب سپیکر! اس سے یہ ایک پریکٹس جو یہاں پر عام ہو چکی ہے کہ سول

انتظامیہ کی طرف سے جو اعداد و شمار مہیا کیے جاتے ہیں ان کو اسی طرح سے ایوان میں پیش کرنے کے بعد پھر اس پر stand لیا جاتا ہے اور اپنی انا کا سوال بنا لیا جاتا ہے۔ اگر اس تحریک استحقاق کے حوالے سے کسی سرکاری اہل کار کی گوشمالی ہو سکے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری اس تحریک استحقاق کے حوالے سے اس ایوان کو یہ حق حاصل ہو جائے گا کہ اس ایوان میں وزراء کو اور وزیر اعلیٰ کو اعداد و شمار پیش کرنے سے پہلے اس کی تسلی کر لی جائے کہ یہ گورنمنٹ جو سٹیٹمنٹ دے رہی ہے اس میں حقائق درست طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ پھر اگر اس کو استحقاق نہ سمجھا گیا تو یہ جو پریکٹس یہاں پر شروع ہو چکی ہے کہ جو نیچے سے آئے اسی طرح سے بیان کر کے یہ سمجھا جائے کہ اس ایوان میں جو بیٹھے ہوئے لوگ ہیں ان کا نہ یہ حق ہے اور نہ ہی یہ اتنی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ نہ ان کا ذہنی معیار ایسا ہے کہ ان کو اس قسم کی صحیح معلومات مہیا کی جائیں۔

جناب سپیکر! میں چاہتا ہوں کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور ان پوائنٹس پر وہ کمیٹی اس کا جائزہ لے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں یہ آپ کے توسط سے جناب قائد حزب اختلاف کی خدمت میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ ان کی یہ تحریک استحقاق کسی لحاظ سے بھی تحریک استحقاق کے معیار پر پورا نہیں اترتی اور اس کے تقاضے پورے نہیں کرتی۔

جناب سپیکر! جناب قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے کہ جناب قائد ایوان نے اس دن غلط اعداد و شمار پیش کیے تھے لیکن انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ کون سے اعداد و شمار غلط پیش کیے تھے؟ اور صحیح اعداد و شمار کون سے ہیں؟ یہ کوئی specific نہیں اور بالکل مبہم سی بات کی گئی ہے اور جیسا کہ جناب کو معلوم ہے کہ اس دن جناب وزیر اعلیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ سیلاب کا ریلا اب تک تریموں پر پہنچا ہے۔ اس وقت تک تو ابھی سیلاب شروع ہوا تھا اور جوں جوں سیلاب آگے جاتا گیا اس طریقے سے اس کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا اور نقصانات میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ تو اس دن ہم ہاؤس کو prorogue کرنے لگے تھے۔ اور اس دن جناب قائد حزب اختلاف نے بھی بات کی اور ڈاکٹر افضل

اعزاز صاحب نے بھی بات کی اور قائد ایوان نے بھی بات کی تھی اور قائد ایوان نے ایوان کو اعتماد میں لینے کے لیے اپنی تقریر میں فرمایا اور انہوں نے منتخب نمائندوں اور خاص طور پر حزب اخلاف کے بھائیوں سے اپیل کی تھی کہ وہ اپنی طرف سے بھی rehabilitation کی سرگرمیوں کا آغاز کریں اور ریلیف کے انتظامات میں حکومت ان کے ساتھ تعاون کرے گی اور وہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ تو جناب والا! اس قسم کی کوئی ایسی بات نہیں جس میں اعداد و شمار غلط پیش کیے گئے ہوں۔

جناب والا! میں قائد حزب اختلاف کے احترام میں تھوڑی سی وضاحت پیش کر رہا ہوں ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق کسی لحاظ سے بھی تحریک استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی اور میں توقع کرتا ہوں کہ اگر فاضل قائد حزب اختلاف کے پاس اگر کوئی ایسے اعداد و شمار ہیں جو ان کے خیال کے مطابق صحیح ہیں اور اس دن قائد ایوان نے یہاں کوئی اعداد و شمار پیش کیے تھے جو غلط تھے۔ اس بارے میں اگر وہ کسی قسم کی تشفی کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں اور یہ ان کو تحریک استحقاق کا base نہیں بنا سکتے بلکہ جیسا کہ جناب کو معلوم ہے کہ کل جناب قائد ایوان نے اپنی 50 فی صد سے بھی زیادہ تقریر میں جناب قائد حزب اختلاف کی تقریر کی وضاحت کی تھی۔ ہم قائد حزب اختلاف کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتے ہیں اور ان کی بات کو حد سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اگر یہ اس قسم کی کوئی clarification چاہتے ہیں تو ہم یہ کر دیں گے۔ اس وضاحت کے پیش نظر میں توقع کروں گا کہ جناب قائد حزب اختلاف اپنی اس تحریک استحقاق کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ بصورت دیگر یہ کسی بھی لحاظ سے تحریک استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی۔ جناب والا سے میں گزارش کروں گا کہ آپ اسے رول آؤٹ فرمائیں۔ شکریہ۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! میں نے اس میں بڑے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ ایک تو انہوں نے کہا تھا کہ چالیس کے قریب اموات ہوئیں۔ جبکہ میں خود وہاں پر دیکھ کر آیا ہوں۔ جناب والا! جو وہاں کی صورت حال ہے وہ اس چیز کی خود دلیل ہے کہ وہاں پر اموات اس سے کہیں زیادہ ہوئی ہیں۔ دوسرے انہوں نے کہا تھا کہ پیشگی اطلاع دی گئی تھی لیکن پنجابیوں کی سائیکالوجی کچھ ایسی ہے کہ وہ جگہ کو چھوڑتے نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ جناب والا! وہاں کسی کو پیشگی کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ تیسرے سول انتظامیہ اس صورت

حال سے نہ آگاہ تھی نہ ہی ان کے پاس اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے کوئی پلان تھا۔

جہاں تک محترم وزیر قانون کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ قائد ایوان نے کل یہاں پر تقریر کی تھی۔ جناب والا! کل جو انہوں نے تقریر کی تھی وہ تو 1973ء کے خلاف تقریر کی تھی میں 1992ء کے اس دن کے سیلاب کی صورت حال پر بات کر رہا ہوں۔ ہم اس دن یہاں اجلاس میں مصروف تھے کسی کے علم میں یہ نہیں تھا کہ جب ہم دوبارہ دو دن کے بعد یہاں اکٹھے ہوں گے تو جہلم اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں پر قیامت گزر چکی ہوگی اور میں نے اپنی تقریر کے آغاز میں اس چیز کو سراہا تھا کہ حکومت کا یہ تعمیری رویہ ہوگا کہ اگر ان معاملات میں واقعی ایوان کو اعتماد میں لیا جائے گا لیکن جناب ان کو اعتماد میں لینے کی بجائے ان اہلکاروں کی صفائی کرنے کی کوشش کی گئی جس کے نتیجے میں ان لوگوں کو ان حالات سے گزرنا پڑا۔

جناب سپیکر: کیا آپ اس بارے میں مزید کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے گزارش کی ہے کہ حکومت نے حتی المقدور متاثرین کی مدد کرنے کی سعی کی ہے وزراء صاحبان کی سرکردگی میں کمیٹیاں بنائی گئیں۔ جناب وزیر اعظم پاکستان نے ان علاقوں کا دورہ کیا اور وزیر اعلیٰ صاحب نے بنفس نفیس ہر جگہ جا کر سیلاب کی صورت حال کا جائزہ لیا۔ دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے جس حد اقدامات کیے جا سکتے تھے اور اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے جو اقدامات کیے جا سکتے تھے وہ کیے اور جس پیکج کا کل بھی وزیر اعلیٰ صاحب نے اعلان کیا ہے اس کی ہمارے ملک کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اب میں جناب والا! کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے کہ دریائے جہلم میں 400 آدمیوں کی اموات واقع ہو گئیں جبکہ ہمارے چودھری خادم حسین اس علاقے سے ایم۔ پی۔اے ہیں' انہوں نے جو اعداد و شمار دیے ہیں وہ بہت ہی کم ہیں۔ تو اس طریقے سے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے استحقاق کا کوئی پہلو نہیں نکلتا اور حکومت نے اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی ہر ممکن امداد کی ہے اور اسی لیے ہم نے چار دن سیلاب کی صورت حال پر ڈسکشن کروائی ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق قابل پذیرائی نہیں ہے۔

چودھری واجد علی خان : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو بات کارروائی سے حذف کر دی جائے کیا وہ اخبارات میں آ سکتی ہے۔ یا جو الفاظ واپس لے لیے جائیں کیا وہ پریس میں آ سکتے ہیں؟

جناب سپیکر : جو کارروائی حذف کر دی جائے اور جس کے بارے میں یہاں واضح طور پر فیصلہ کیا جائے کہ اس سے فلاں فلاں الفاظ حذف کیے جاتے ہیں وہ کارروائی اخبارات میں نہیں آنی چاہیے۔ اور یہ کسی بھی لحاظ سے یعنی نہ اخلاقی اعتبار سے نہ روایت کے اعتبار سے اور نہ ہی قانونی اعتبار سے کارروائی اخبارات میں نہیں آنی چاہیے۔

چودھری واجد علی خان : جناب والا! کل جو بات رانا ثناء اللہ صاحب نے فرمائی تھی وہ آج اخبارات میں آئی ہے جبکہ اسے جناب نے کارروائی سے حذف کر دیا تھا۔

جناب سپیکر : یہ معاملہ ابھی زیر بحث ہے آپ اسے ابھی ٹیک اپ نہ کریں اور یہ میرے علم میں بات ہے۔ ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے میرے ساتھ بات کی ہے اور وہ اسے ٹیک اپ کرنا چاہتے ہیں' لہٰذا آپ بھی ان سے رابطہ کر لیجیے۔

تحریک استحقاق نمبر 13 رانا اکرام ربانی صاحب کی ہے اس پر میں اپنا فیصلہ ملتوی کرتا ہوں۔

تحریک استحقاق نمبر 21 کے بارے میں جناب سپیکر کی رولنگ

جناب سپیکر : تحریک استحقاق نمبر 21 ایوان میں پیش ہوئی تھی اور اس پر بات بھی ہوئی تھی تو اس کی پوزیشن یہ ہے کہ۔

A mere statement appearing in the press will not call for intervention of the Assembly. The matter does not relate to the privilege granted by the Constitution, any law, rule made under any law. The privilege of the member is confined to what has been said in the House; whatever may have been said or done outside the House, cannot form the basis of a privilege motion. To consitute a breach of privilege upon a member must concern the character or conduct of the member in that capacity and the

conduct of the language on which the libel is based must be action performed by the words occurred in actual transaction of the business of the House. I rule out the privilege motion.

تحریک استحقاق نمبر 22 جناب رانا اکرام ربانی کی طرف سے ہے۔لیکن اس کو ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ ٹیک اپ کر چکے ہیں۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 26 ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اس کو مؤخر کیا جاتا ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میری تحریک استحقاق نمبر 23 ہے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب۔ یہ پچھلے اجلاس میں آ چکی ہے۔ اس لیے یہ اس اجلاس میں نہیں آ سکتی۔ یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جو پچھلے اجلاس میں پیش ہوئی ہیں وہ طے شدہ فیصلے کے مطابق بھی اور رولز کے مطابق بھی ٹیک اپ نہیں ہو سکتیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا' میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ تحریک استحقاق میں ہمیں تھوڑا سا کہیں کہیں رولز سے ہٹ کر بھی بات کرنی چاہیے۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ سیشن کے شروع ہونے سے ایک دن پہلے کسی بھی معزز رکن کے ساتھ ایسا رویہ رکھا جاتا ہے جس سے اس کا استحقاق مجروح ہوا ہو اور اس توقع پہ اور اس anticipation پہ کہ اس سیشن کے دوران یہ تحریک استحقاق پیش نہیں ہو سکے گی اور اس سیشن کے ختم ہونے کے بعد وہ تحریک استحقاق lapse ہو جاتی ہے۔ اور پھر اگلے سیشن کے شروع ہونے سے ایک دن پہلے اسی anticipation پہ وہی حرکت دہرائی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق کا مسئلہ ہے اس میں معزز اراکین کے لیے رولز میں نرمی کرکے تھوڑی سی گنجائش بنا دیا کریں۔

جناب سپیکر : محترم رانا صاحب۔ جیسے آپ نے فرمایا ہے کہ اگر وہی واقعہ پھر دہرایا جاتا ہے تو بلاشبہ نئے واقعے کی روشنی میں دوبارہ پیش کی جا سکتی ہے۔ اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ اگر اسی قسم کی تحریک استحقاق پچھلے اجلاس میں پیش ہوئی تھی اور اس کے بعد اسی قسم کا واقعہ دوبارہ دہرایا جاتا ہے تو پھر دوبارہ تحریک استحقاق پیش کی جا سکتی ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! میں قطع کلامی کی معذرت چاہتا ہوں۔ میں ایک خاص صورت حال کے بارے میں بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہاں پہ دو دو دن کے

سیشن بھی ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو مؤخر شدہ تحاریک استحقاق ہیں' دو دن کے سیشن میں یا ایک ہفتہ کے سیشن میں جو تحریک استحقاق اس دن دی جائے گی اس کی باری تو نہیں آئے گی۔ میں اس بارے میں بات کر رہا تھا کہ تحریک استحقاق تو دوبارہ دے دی جائے گی لیکن سیشن مختصر ہونے کی وجہ سے اگر وہ پھر نہیں آ سکتی تو پھر اس معزز رکن کو اس محکمہ یا اہلکار کی طرف سے بار بار اس رویہ کا نشانہ بنانا ممکن ہو سکے گا کہ اس کی تحریک استحقاق تو اس سیشن میں آ نہیں سکے گی اور رولز کے تحت یہ دو بارہ تحریک استحقاق لا نہیں سکیں گے۔ میں نے اس طرف آپ کی توجہ دلائی ہے۔

جناب سپیکر : اس سلسلہ میں بات یہ ہے کہ اس دفعہ جو طریقہ کار اختیار کیا گیا یہ نہایت مستحسن ہے کہ پچھلے اجلاس میں جو تحاریک استحقاق یا تحاریک التوائے کار آئی تھیں ان کے بارے میں سیشن شروع ہونے سے پہلے محترم قائد حزب اختلاف' ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب اور جناب وزیر قانون سے سپیکر سے میٹنگ ہوئی کہ فلاں فلاں تحاریک استحقاق کو ٹیک اپ کرنا ہے اور فلاں کو نہیں کرنا۔ یعنی جو تحاریک التوائے کار یا تحاریک استحقاق پچھلے اجلاس میں ٹیک اپ ہوئی تھیں ان کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ طریقہ کار مستحسن ہے۔ آئندہ بھی اگر کوئی ایسا معاملہ ہے کہ جس کو ٹیک اپ کرنا ضروری ہے تو اجلاس سے پہلے بیٹھ کے اس پر بات ہو جائے گی اور اس کو ٹیک اپ کر لیں گے exceptional cases میں اس کی گنجائش موجود ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ سیشن سے پہلے سپیکر صاحب اور وزیر قانون کے ساتھ میٹنگز ہوئی تھیں' فرید پراچہ صاحب بھی وہاں پہ موجود تھے۔ وہاں پہ یہ کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہوا تھا It is wrongly conveyed to you Mr. Speaker Sir. وہاں پہ ہمارا استدلال یہ تھا اور بعد میں ڈاکٹر صاحب نے بھی یہاں بات کی تھی کہ یہ اجلاس اسی سیشن کی continuation ہے۔ جس کو ایک abnormal situation کی بنا پر غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کرنا پڑا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ یہ بھی بات ہوئی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اس کو کسی خاص تاریخ تک ملتوی کر دیا جائے۔ لیکن پھر یہ بات ہوئی کہ چونکہ سیلاب کی صورت حال غیر یقینی ہے اور لمحہ بہ لمحہ اور دن بدن اس میں تبدیلی ہو رہی ہے اس لیے ابھی اس بات کا تعین کرنا ممکن نہیں ہو سکے گا کہ کس

تاریخ تک اجلاس کو ملتوی کر دیا جائے۔ اس لیے ہم نے کہا تھا کہ تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار کے لیے گنجائش پیدا کی جائے۔ شائد میں وہ بات آپ تک convey نہیں کر سکا کہ بعض معاملات اتنی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں کہ جنہیں اس ایوان میں زیر بحث لایا جانا اس ایوان کے استحکام کے لیے اور اس ایوان کی اچھی روایات کو نہ صرف قائم کرنے کے لیے بلکہ پروان چڑھانے کے لیے بھی ضروری ہے۔ میں کوئی خصوصی طور پر اس تحریک استحقاق کے لیے بات نہیں کر رہا۔ میں نے عمومی بات کی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ اس پہ ہم مزید بات کر لیں گے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! میری تحریک استحقاق بھی زیر بحث آنے والی تھی اور اس وقت اچانک اجلاس کی کارروائی ملتوی کرنا پڑی اور اس طرح اس کو نظر انداز کر دیا گیا۔ میری یہ درخواست ہوگی کہ میری اس تحریک استحقاق کو بھی شامل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: ہم اس پہ بیٹھ کے علیحدہ بات کریں گے۔ اس پہ بات کرنے کی ضرورت نہیں یہ نپٹائی جا چکی ہے' لیکن اگر اس پہ آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو مجھ سے آپ بات کر لیں۔ جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 29 ہے۔ اس کی کاپی مہیا کی جائے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! اس سے پہلے میری تحریک استحقاق نمبر 27 ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! اسی موضوع کی تحریک التوائے کار نمبر 164 سابق سیشن میں پیش ہوئی تھی۔

جناب سپیکر: آپ کی تحریک استحقاق نمبر 27 اسی موضوع پر سابق سیشن میں تحریک التوائے کار کے طور پر پیش ہوئی تھی۔ وہ پڑھی نہیں گئی تھی۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! اگر تحریک نہ پڑھی جائے تو کیا وہ دوبارہ نہیں آ سکتی؟

جناب سپیکر: چودھری صاحب۔ آپ تو ماشاء اللہ بڑے اچھے parliamentarian ہیں۔ اتنے عرصہ سے آپ ممبر ہیں' آپ رولز اور روایات کو خوب سمجھتے ہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! ایک معاملہ جو پیش نہیں ہو سکا اس کو دوبارہ لانے

کے لیے کون سا طریقہ کار ہے؟ میں ایک معاملہ کو ایوان میں لانا چاہتا ہوں' وہ میرا استحقاق ہے یا جو بھی ہے' اس کو ایوان میں لانے کا کون سا طریقہ ہے۔ میں ایک طالب علم کی حیثیت سے آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس کے لیے آپ سیکرٹری اسمبلی سے رابطہ کیجیے' ان کے ساتھ طریقہ کار پر بات کیجیے۔ اگر بہت ضروری ہے تو پھر میرے ساتھ بات کر لیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! اس بارے میں' میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس نشست میں موجود تھا اور اس میں یہ بات ہوئی تھی کہ وہ تحریک استحقاق جو کسی ممبر کے ذاتی استحقاق سے تعلق رکھتی ہو وہ اگرچہ پہلے بھی پیش کی جا چکی ہو تب بھی وہ دوبارہ پیش کی جا سکتی ہے اور اس پر آپ نے بھی یہ فرمایا تھا کہ جو ذاتی استحقاق کی ہیں وہ لازمی طور پر لی جائیں گی۔ یہ تحریک استحقاق ان کے ذاتی استحقاق سے تعلق رکھتی ہے' اس لیے میں گذارش کروں گا کہ اسے لیا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب۔ آپ مجھ سے رابطہ کیجیے' اس کو ہم examine کریں گے کہ اس کی کیا پوزیشن ہے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ آپ نے ایک مسئلے پر فیصلہ فرما دیا ہے اور حزب اختلاف کے میرے معزز اراکین بار بار اس کو agitate فرما رہے ہیں۔ اس دن جناب ڈپٹی سپیکر صاحب نے یہ میٹنگ بلائی تھی' سیکرٹری اسمبلی اس میں موجود تھے اور اس میں ان کے اصرار پر صرف ایک تحریک کو pend کیا گیا تھا جو کہ 25 جولائی سے متعلقہ تھی۔ باقی سب کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ ان میں سے اگر کوئی exceptionally بہت ضروری ہوئی اور جناب سپیکر صاحب جب واپس تشریف لے آئیں گے اور وہ اگر مناسب سمجھیں گے تو اس پر وہ خود فیصلہ فرمائیں گے' ان کو ہم فی الحال اس business میں نہیں لے رہے۔ یہ بات طے ہوئی تھی اور اس وقت سیکرٹری اسمبلی بھی موجود تھے' قائد حزب اختلاف بھی موجود تھے اور پراچہ صاحب بھی موجود تھے۔ اور اب آپ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ اس بارے میں مزید بات چیت کی جائے گی پھر بار بار یہ اس بات کو agitate کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں آپ جناب ڈپٹی سپیکر صاحب سے بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ پچھلے اجلاس کی تحاریک استحقاقات میں سے انہوں نے صرف ایک تحریک استحقاق کو

pend کیا تھا اور باقی پر ان کے اصرار پر انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ چونکہ اب ہاؤس pro-rogue ہو گیا ہے' لہٰذا رولز کے مطابق ہم ان کو قطعی طور پر take up نہیں کر سکتے۔ لیکن ان کے اصرار پر پھر انہوں نے یہ فرما دیا تھا کہ میں تو اپنی اس بات پر قائم ہوں اگر جناب سپیکر صاحب اس میں کوئی تھوڑا بہت ردو بدل کرنا مناسب سمجھیں گے تو وہ فرما لیں گے۔ جناب والا! یہ صورت حال تھی اور اب جبکہ سمجھتا کہ بار بار اس بات کو موضوع بحث بنایا جائے۔

جناب سپیکر: آپ درست فرما رہے ہیں۔ اس بارے میں اگر آپ کوئی مزید بات کرنا چاہتے ہوں تو میرے چیمبر میں بات کی جا سکتی ہے۔ فرید احمد پراچہ صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 29 ہے۔ جی پراچہ صاحب ارشاد فرمایئے۔

ایوان میں یوریا کھاد کی قیمتوں پر کنٹرول کرنے کے متعلق وزیر اعلیٰ کی وعدہ خلافی

جناب فرید احمد پراچہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" 2 اکتوبر میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ این ایف سی نے ایک ماہ کے دوران یوریا کھاد کی قیمتیں دو مرتبہ بڑھا دی ہیں اور اب یوریا کھاد 190 روپے کی جائے دو سو روپے فی بوری کر دی گئی ہے جبکہ اسی ایوان میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے زرعی پالیسی پر بحث کرتے ہوئے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ مرکزی حکومت تک پنجاب کے کسانوں کے مسائل پہنچائیں گے اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے انہیں حل کروائیں گے۔ لیکن حل کروانے کی جائے سیلاب سے تباہ حال کسانوں پر کھاد کی مہنگائی کا بوجھ بھی لاد دیا گیا ہے اس طرح وزیر اعلیٰ نے اپنے وعدہ کے برعکس اپنا اثر و رسوخ استعمال نہ کر کے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ گذارش ہے کہ مسئلہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس بارے میں مجھے مختصراً یہ گذارش کرنی ہے کہ پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور یہ بات بھی اگر میں کہوں تو اس میں کوئی تردید کا مجھے خوف

نہیں ہوگا کہ موجودہ حکومت کو پنجاب نے ہی اقتدار دلوایا ہے لیکن جہاں تک پنجاب کے کسانوں کا پنجاب کے کسانوں کے مسائل کا' ان کی زرعی پالیسی کا اور ان کی معیشت کی حالی کا تعلق ہے تو ہمارے اس ایوان میں بیٹھے ہوئے وزرائے اکرام بھی' ہمارے وزیر اعلیٰ بھی اور خود وزیر اعظم بھی' جن کا پنجاب سے تعلق ہے ان کو یک سر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور اس میں استحقاق کا مسئلہ یہ ہے کہ جب ایوان میں ایک وعدہ کیا جائے' جب ایوان میں ایک بات کی جائے' جب ایوان میں لوگوں کے مسائل کے حل کے بارے میں اور ایوان کی رائے کو مرکزی حکومت تک پہنچانے کا وعدہ کیا جائے تو پھر یہ ایوان کی امانت بن جاتا ہے پھر اس وعدے کی پاس داری کرنا اس وزیر اعلیٰ پر' ان وزراء اور کابینہ پر اور اس حکومت پر لازم آتا ہے۔ اور وہ اگر اس وعدے کو پورا نہیں کرتے تو ہمارا وہ استحقاق مجروح ہوتا ہے جس استحقاق کو مد نظر رکھتے ہوئے انہوں نے یہاں پر وعدہ کیا تھا۔ جناب سپیکر! یہاں پر کھاد کی قیمتیں دو مرتبہ بڑھائی گئی ہیں اور صرف کھاد کی ہی قیمتیں نہیں بڑھیں یہاں ادویات کی قیمتیں بھی بڑھی ہیں۔ دن بدن کسان کے لیے مشکلات پیدا کی جا رہی ہیں۔ اس ملک کا غریب کسان آخر کہاں جائے؟ وہ کیا کرے؟ نہ تو گندم کی قیمتیں بڑھائی جاتی ہیں' نہ مرکزی حکومت اس بات پر غور کرتی ہے کہ ایک کسان کو اس کی محنت کا ثمر مل رہا ہے یا نہیں مل رہا اور اس کے برعکس چند کارخانہ داروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے یا اپنے بعض مفادات کے تحفظ کے لیے ان قیمتوں کو بڑھایا جاتا ہے۔ اب سیلاب سے جن کی معیشت تباہ حال ہو گئی ہے' جن کے کھیت اجڑ گئے ہیں' جن کے کھلیان اجڑ گئے ہیں جو لوگ تباہ برباد ہیں آخر ان کا مداوا کیا ہوگا۔ان کے مسئلے کو حکومت کیسے حل کرے گی۔ جناب سپیکر! اس کا حل یہی ہے کہ اس معاملے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ اور وزیر اعلیٰ سے بھی پوچھا جائے کہ یہاں پر وہ ایسے وعدے کیوں کرتے ہیں کہ جن کو پورا کرنے کی نہ ان کی نیت ہوتی ہے اور نہ ہی ان کا ارادہ ہوتا ہے۔ صرف یہ ایک سیاسی statement ہوتی ہے جس کو ایوان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل ایوان کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر حکومت وعدہ کرے' اگر وزیر اعلیٰ وعدہ کریں' اگر وزیر خزانہ وعدہ کریں' اگر وزیر زراعت وعدہ کریں' یا کوئی بھی وزیر وعدہ کرے تو اسے انہیں پورا کرنا چاہیے اور کم از کم ہمیں معلوم ہو کہ

انہوں نے اس بارے میں کیا کیا ہے۔ کہاں تک اس بات کو پہنچایا ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میں آپ سے استدعا کروں گا کہ اس معاملے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس بارے میں ہمارے بنیادی حق کو مجروح کرنے کا ذمہ دار کون ہے شکریہ جناب سپیکر۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے بھی جناب والا کی خدمت میں گذارش کی ہے کہ جو مسئلہ تحریک التوائے کار کے لیے بھی بنیاد فراہم نہیں کرتا اس کو تحریک استحقاق اور وہ بھی قائد ایوان کے خلاف تحریک استحقاق کی بنیاد بنا کر بطور تحریک استحقاق پیش کر دی جاتی ہے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ abuse of privi-lege نہیں ہو سکتی یہ کسی لحاظ سے بھی تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ وہ اپنی state-ment میں یہ فرماتے ہیں کہ "وزیر اعلیٰ" پنجاب نے زرعی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ مرکزی حکومت تک پنجاب کے کسانوں کے مسائل پہنچائیں گے" اس میں جناب والا! کہاں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ کہا ہے کہ این ایف سی کی جو قیمتیں ہیں اس پر بھی ہمارا کنٹرول ہے جو کہ ایک مرکزی حکومت کا ادارہ ہے۔ ہم آواز پہنچا سکتے ہیں' ہم request کر سکتے ہیں' recommendation کر سکتے ہیں۔ این ایف سی مرکزی حکومت کا ادارہ ہے جس پر پنجاب حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق کسی لحاظ سے بھی تحریک استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی۔ اور پھر مرکزی حکومت میں' قومی اسمبلی میں میرے بھائی کے نمائندے موجود ہیں۔ لہٰذا ان کے ذریعے سے یہ اس مسئلے کو قومی اسمبلی میں take up کر سکتے ہیں' یہاں پر کسی لحاظ سے بھی اس کو تحریک استحقاق کا موضوع بنا کر زیر بحث لانا مناسب نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! آپ سے راہ نمائی حاصل کرنے کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ استحقاق کا معاملہ صرف وہی نہیں ہوتا کہ کسی افسر کو ملنے کے لیے چلے جائیں اور اس نے ملنے سے انکار کر دیا ہو' کہیں ٹیلی فون کیا اور اس نے attend نہیں کیا۔ جناب والا! میں نے اس طرح کا استحقاق کبھی نہیں پیش کیا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ عوامی نمائندے کا صرف یہی استحقاق نہیں ہوتا بلکہ اس کا استحقاق اس کی ذمہ داریاں ہیں جن کے لیے لوگوں نے انہیں بھیجا ہے وہ ان کا استحقاق ہے اور اس کی تشریح موجود ہے'

آپ قواعد و ضوابط میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔
ملک محمد عباس کھوکھر : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر : ملک محمد عباس کھوکھر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر : جناب سپیکر! جب محرک تحریک پیش کر لیتا ہے اور اس پر short statement بھی دے دیتا ہے اور حکومت کی طرف سے اس کا جواب بھی آ جاتا ہے تو پھر جب تک وہ بحث کے لیے منظور نہ کر لی جائے دوبارہ اس پر وہ محرک نہیں بول سکتے۔ پراچہ صاحب بار بار تقریریں کرتے ہیں۔ ایک دفعہ دو دفعہ تین دفعہ بلکہ ان کو صبر آتا ہی نہیں ہے' اس لیے گذارش یہ ہے کہ قواعد کے مطابق اس کو چلایا جائے۔
تحریک استحقاق پیش کریں اور اس پہ short statement دیں اور اس کے بعد متعلقہ وزیر جواب دیں۔ وزیر قانون صاحب۔ تحریک استحقاق پر یہ بات طے ہو چکی ہے اور یہ رولز کی requirement ہے کہ اس پر متعلقہ وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری جواب دیں گے تو اس سلسلے میں آپ باقاعدہ وزراء صاحبان کو intimate فرمائیں کہ آئندہ تحاریک استحقاق پر متعلقہ وزیر یا متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری جواب دیں گے اور رولز کی requirement پوری ہونی چاہیے۔
ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کیا کوئی معزز ممبر اوپر مہمانوں کی گیلری میں بیٹھ سکتا ہے؟ آپ اس پہ رولنگ دیں۔
جناب سپیکر : رکن اسمبلی مہمانوں کی گیلری میں نہیں بیٹھ سکتے' وہ ہاؤس میں بیٹھ سکتے ہیں۔
ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! طاہر رشید کو پکڑ کر نیچے ہاؤس میں لائیں۔
MR SPEAKER: Regarding the admissibility of the Privilege Motion I would say that a mere statement appearing in the press will not call for intervention of the Assembly. The matter does not relate to a privilege granted by the Constitution, any law or rule, and further more the question does not relate to a

specific matter of recent occurrence as the price hike is a process continuing for some time, and non implementation of assurances given on the floor of the House cannot be agitated through a privilege motion. I rule out the privilege motion.

تو باقی تحاریک استحقاق کو کل take up کریں گے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔ چودھری محمد حنیف صاحب تشریف نہیں رکھتے ان کی تحریک التوائے کار موخر ہے۔ سردار صاحب' یہ پیش ہو چکی ہے اور already مؤخر چلی آ رہی ہے۔ تو یہ اس وجہ سے lapse نہیں کرے گی' کیونکہ already پیش ہو چکی ہے اس پہ جواب آ چکا ہے اس پہ فیصلہ مؤخر ہے اور اس پہ subjudice ہونے کے بارے میں آپ سے بات ہونی ہے میاں محمود الرشید صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 24 بھی identical ہے۔ یہ بھی اسی کے ساتھ مؤخر ہے اور it is to be decided whether it is subjudice or not. تحریک التوائے کار نمبر 42' ارشاد حسین سیٹھی کی طرف سے ہے جو on the request of the Minister-for Revenue مؤخر ہے۔ تو آپ وزیر مال کو فرمائیں کہ وہ تشریف لائیں اور اس بارے میں جواب دیں اور اگلے working day پر وہ تشریف لائیں۔ ان کے متعلقہ کئی تحاریک استحقاق اور التوائے کار مؤخر ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر 34 ابھی تک مؤخر چلی آ رہی ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب۔ اس کے بارے میں ہم نے بات کرنی ہے۔ آپ میرے پاس تشریف لائیں تو ہم اس سلسلے میں بیٹھ کر بات کریں گے چودھری محمد فاروق صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 43 ہے اور اس کے ساتھ 70 نمبر identical ہے۔ چودھری صاحب۔ 43 نمبر آپ کی ہے۔ رانا اکرام ربانی اور غلام سرور خان صاحب کی نمبر 70 ہے یہ identical ہے۔ آپ کی تحریک التوائے کار نمبر 43 پہلے ہے۔ آپ پیش کرنا چاہیں گے؟

وزیر قانون : جناب والا! یہ تو کل take up ہو گئی تھی اور dispose بھی ہو گئی تھی۔
چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! اس کے بارے میں' میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کل اس تحریک پر عجیب انداز میں بات ہوئی۔ یہ کہا گیا کہ یہ امن عامہ کے بارے میں ہے' اس لیے discussion نہیں ہو سکتی' اسے take up نہیں کیا جا سکتا۔ تو جناب والا! اگر اسے آپ پڑھیں تو اس میں' میں نے یہ کہا ہے کہ پولیس کو جو 200 موٹر سائیکل تحفے کے طور پر ملے ان میں سے 174 گم ہو چکے ہیں یا کہیں خورد برد کر لیے گئے ہیں۔ تو یہ تو موٹر سائیکلوں کی خورد برد کے بارے میں تحریک ہے' امن عامہ کے بارے میں نہیں ہے۔
جناب سپیکر : درست بات ہے۔
چودھری محمد فاروق : اس لے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک پیش کی جا سکتی ہے۔ امن عامہ کے زمرے میں kill نہیں کی جا سکتی۔
جناب سپیکر : جی' پیش کی جا سکتی ہے۔ اس کی کاپی چودھری صاحب کو مہیا کی جائے۔

محکمہ پولیس میں گاڑیوں کی خرید اور دفتروں کی آرائش پر زائد اخراجات

چودھری محمد فاروق : شکریہ' جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ آج مورخہ 24 ستمبر 1992ء کو روز نامہ "پاکستان" لاہور میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ پنجاب پولیس نے کروڑوں روپے گاڑیوں کی خرید اور دفتروں کی آرائش پر خرچ کر دیے۔ 26 کروڑ کی رقم وفاقی حکومت نے امن عام کی حالی کے لیے دی تھی جس کا حساب مانگنے پر محکمہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ مزید یہ کہ سوزوکی کمپنی نے 200 موٹر سائیکلیں تحفہ کے طور پر دیں جن میں سے 174 غائب ہو چکی ہیں۔ 26 کروڑ کی مذکورہ بالا رقم کے علاوہ وفاقی حکومت نے مزید 14 کروڑ روپے کی رقم محکمہ پولیس کو دی لیکن اس رقم کا بھی 90 فی صد حصہ گاڑیوں کی خرید پر صرف کر دیا گیا جبکہ صوبائی حکومت نے محکمہ کے مطالبہ پر پولیس ٹرانسپورٹ کی خرید کے لیے جنٹ میں الگ رقم مختص کر رکھی ہے۔
محکمہ پولیس کو یہ تمام تر سہولتیں دینے کا مقصد امن و امان کی حالی اور چادر اور

چار دیواری کے تحفظ کے فرائض کی ادائیگی ہے لیکن محکمہ کو تحفے میں ملنے والی 200 موٹر سائیکلوں میں سے 174 موٹر سائیکلوں کے "گم" ہو جانے سے عوام میں عدم تحفظ کی فضا پیدا ہو گئی ہے اور جو محکمہ اپنی زیر استعمال گاڑیوں کا تحفظ نہیں کر سکتا اس سے عوام کا اعتماد اٹھ گیا ہے جس سے ہر طرف اضطراب کی فضا پھیل گئی ہے اس لیے یہ تحریک باضابطہ قرار دے کر بحث کے لیے منظور کی جائے۔

جناب سپیکر : رانا اکرام ربانی۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! میں کل ایک حادثے کی وجہ سے ایوان میں حاضر نہیں ہو سکا۔ میں نے اپنی تحریک التوائے کار میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ فنڈز کا غلط استعمال ہوا ہے۔ یہ تحریک التوائے کار فنڈز کے غلط استعمال کے متعلق ہے۔ وزیر قانون اس کو امن عامہ کے زمرے میں کیسے لے آئے؟

جناب سپیکر : نہیں' آپ کی تحریک التوائے کار چودھری فاروق صاحب کی تحریک سے ملتی جلتی ہے۔ وہ اس کے ساتھ ہی ٹیک اپ ہو رہی ہے۔ تو اس پر گورنمنٹ کا نقطۂ نظر کون پیش کریں گے؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار کل ٹیک اپ ہوئی تھی اور dispose of بھی ہو گئی تھی۔ اس سلسلے میں چودھری فاروق صاحب میرے پاس تشریف لے آئے تھے اور کہا تھا کہ میری تحریک التوائے کار امن عامہ کے زمرے میں نہیں آتی۔ تو میں نے ان سے کہا تھا کہ بہتر ہوگا کہ آپ اب اس پر سوال دے دیں تو اس پر جواب آ جائے گا اور اس بات کا نوٹس لیا جائے گا۔

جناب سپیکر : لیکن میرے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں کہ یہ تحریک التوائے کار dis-pose of ہوئی تھی۔

وزیر قانون : جناب والا! کل یہ ٹیک اپ بھی ہوئی تھی dispose of ہو گئی تھی اور اس کے بعد چودھری فاروق صاحب میرے پاس تشریف لائے تھے۔ سپیکر صاحب نے باقاعدہ اس کو رول آؤٹ کیا تھا کہ یہ امن عامہ کے زمرے میں آتی ہے۔ میری سیٹ پر تشریف لائے تھے وہ اب بھی موجود ہیں' انہوں نے کہا تھا کہ یہ کس طرح امن عامہ کے زمرے میں آتی ہے؟ اس پر میں نے ابھی جواب بھی نہیں دیا تھا کہ سپیکر صاحب نے اسے پہلے

ہی رول آؤٹ کر دیا تھا۔ چودھری صاحب پھر میرے پاس تشریف لائے تو میں نے ان سے کہا کہ اب تو یہ رول ہو گئی ہے۔ اب میں اس کا اپنے طور پر نوٹس بھی لے لیتا ہوں' آپ بھی اسمبلی میں سوال کر دیں تو اس کا جواب بھی آ جائے گا۔ چودھری صاحب موجود ہیں' اس حد تک بات ہوئی ہے۔ اب جناب والا! جیسے حکم فرمائیں میں اس کی تعمیل کروں گا۔

جناب سپیکر: میرے ریکارڈ میں تو یہ بات ہے کہ یہ رول آؤٹ نہیں ہوئی۔ چودھری صاحب وزیر قانون صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہ رول آؤٹ ہو گئی تھی۔ میں اس وقت موجود نہیں تھا۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! اس وقت پینل آف چیئرمین کے رکن ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صدارت کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنی تحریک پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ امن عامہ کے زمرے میں آتی ہے' اس لیے اب یہ ٹیک اپ نہیں ہو سکتی۔ آپ اس پر امن عامہ کی صحت کے دوران بات کر لیں۔ میں نے انہیں اس وقت بھی عرض کیا تھا کہ آپ اسے پڑھ لیں۔ کیونکہ یہ امن عامہ سے متعلقہ نہیں۔ بلکہ سرکاری فنڈز کی خورد برد کے سلسلے میں ہے۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ نہیں' یہ امن عامہ کے بارے میں ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اسی بات سے مطمئن نہیں تھا۔ میں نے چیئرمین سے بھی بار بار گزارش کی کہ آپ پہلے اسے پڑھیں اور پھر میں وزیر قانون صاحب کے پاس بھی گیا اور میں نے انہیں بھی بتایا۔ وزیر قانون نے اس وقت اٹھ کر تو نہیں' بیٹھے بیٹھے یہ بات کی تھی کہ یہ تحریک امن عامہ سے متعلق ہے۔ میں احتراماً کوئی fuss create نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے ان سے پوچھا کہ یہ تحریک کس طرح سے امن عامہ سے متعلق ہے اور آپ نے میری تحریک التوائے کار کو مسترد کروا دیا اور آپ نے کہا کہ اسے آج ٹیک اپ نہ کریں۔ وزیر قانون صاحب نے میری تحریک پڑھنے کے بعد یہ بات تسلیم کی تھی کہ واقعی یہ تحریک امن عامہ سے متعلق نہیں ہے۔ پھر انہوں نے مجھے مشورہ بھی دیا کہ اب تو وقت گزر گیا ہے آپ اسے اگر چاہیں تو سوال کی صورت میں پیش کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! کل بھی میں آپ کے چیمبر میں دو دفعہ ملاقات کرنے کے لیے گیا' لیکن آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ

اگر کوئی سپیکر پینل میں سے یہ بات کہہ دیتا ہے یا وزیر قانون صاحب کہہ دیتے ہیں' میں ایوان میں fuss create نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی کوئی ایسی بات کہنا چاہتا ہوں جس سے چیئر پر کوئی حرف آئے۔ لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ تحریک کو پڑھنے کے بعد اس پر فیصلہ ہونا چاہیے اور اب میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ تحریک امن عامہ کے بارے میں نہیں تھی تو پھر اس تحریک کو آج ٹیک اپ ہونا چاہیے جائے اس کے کہ یہ سوال کی صورت میں پھر اسمبلی میں آئے۔ آج میں نے اسے پڑھا بھی ہے' پیش بھی کی ہے اور آپ نے اس کی اجازت دی ہے اور چیئر مین کی رولنگ سے میں نے پڑھی ہے۔ جناب سپیکر! جب یہ امن عامہ سے متعلق نہیں تو پھر حسب ضابطہ رولز کے مطابق کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر: اس کی صورت یہ ہے کہ میرے پاس ریکارڈ میں کہیں یہ درج نہیں کہ پینل آف چیئرمین کے جو صاحب موجود تھے انہوں نے کوئی ایسا فیصلہ کیا ہے کہ یہ تحریک التوائے کار rule سے ہٹ ہوتی ہے اور یہ امن عامہ کے زمرے میں آتی ہے اس لیے یہ ٹیک اپ نہیں ہو سکتی۔ اگر میرے پاس یہ بات ریکارڈ میں موجود ہوتی تو ظاہر ہے کہ میں نے اس فیصلے کے مطابق اس پر عمل کرنا تھا۔ لیکن چونکہ میرے پاس یہ بات ریکارڈ میں نہیں' اس کا میں نوٹس لوں گا کہ اگر اس پر فیصلہ ہوا ہے تو ریکارڈ میں یہ بات موجود کیوں نہیں ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اب میں نے آپ کو اس کے پڑھنے کی اجازت دے دی ہے۔ ٹیک اپ کرنے کی اجازت دے دی اور اگر اس سے پہلے یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اس فیصلے کی violation میں آپ کو اس تحریک التوائے کار کو پیش کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ innocently یعنی یہ نہ جانتے ہوئے کہ اس پر فیصلہ ہو چکا ہے' لہٰذا اس کو میں پینڈنگ کرتا ہوں اور اس کو علیحدہ ٹیک اپ کریں گے۔ اس وقت غالباً ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب تشریف رکھتے تھے۔ اس پر انہوں نے کیا فیصلہ دیا اور اب جو میں نے آپ کو پڑھنے کی اجازت دے دی ہے اس کے بعد اب کیا کرنا چاہیے' اس کو علیحدہ ٹیک اپ کریں گے۔ اس لیے اس تحریک التوائے کار کو میں پینڈنگ کرتا ہوں۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 50 ہے۔ رانا اکرام ربانی صاحب اور سید چراغ اکبر شاہ صاحب کی طرف سے ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میری بھی ایک تحریک التوائے کار ہے جس کا نمبر 46 ہے۔

جناب سپیکر : تحریک التواء نمبر 46 ٹیک اپ نہیں ہو سکتی' کیونکہ اس پر ریزولیوشن پاس ہو چکا ہے اور جس معاملے میں اسمبلی میں ریزولیوشن پاس ہو چکا ہو اسے تحریک التوائے کار کا موضوع نہیں بنایا جا سکتا۔ نمبر 50 رانا اکرام ربانی خان صاحب۔

عوامی مفاد کے برعکس پسندیدہ افراد کو نوازنے کے لیے رہائشی پلاٹوں کو تجارتی پلاٹوں میں تبدیل کرنا

رانا اکرام ربانی : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے رہائشی زمین کو تجارتی زمین بنا کر اس کی فیس پر اس اندازے سے نظر ثانی کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کی باعث لاہور کے ایک سیٹھ کو تقریباً دو سو ملین روپے کا فائدہ حاصل ہوگا جبکہ حکومت کو محاصل کے ضمن میں ڈیڑھ بلین روپے کا نقصان ہوگا۔

اس سے قبل مئی میں فیس میں نظر ثانی کا فیصلہ کیا جانا تھا جس سے زمین کی خرید و فروخت کرنے والے اس سیٹھ کو تقریباً 280 ملین روپے کا فائدہ حاصل ہوتا۔ لیکن پنجاب اور پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ بورڈ جس نے اس نظر ثانی کی منظوری دینا تھی نے اس پر اعتراض کر دیا اور اس تجویز سے ہونے والے نقصان سے بچنے کے لیے اس کی متبادل تجویز پر غور کرنے کے لیے ایک خصوصی کمیٹی قائم کر دی۔ وزیر اعلیٰ کی طرف سے قائم کردہ اس کمیٹی کے چیئرمین وزیر منصوبہ بندی و ترقیات سردار نصراللہ خان دریشک ہیں اور چیف سیکرٹری' محکمہ مقامی حکومت' ہاؤسنگ کے سیکرٹری صاحبان اور پی اینڈ ڈی کے چیئرمین اس کے ارکان میں شامل ہیں۔ پہلے تجویز یہ تھی کہ کسی زمین کو تجارتی زمین قرار دینے کی فیس اس زمین کی اصل قیمت کا نصف ہوگی۔ ابتدائی تجویز میں زمین کو تجارتی قرار دینے کی فیس بالائی حد 4 لاکھ روپے فی کنال مقرر کی گئی۔

پہلے سیکرٹری ہاؤسنگ اور منصوبہ بندی نے حکومت کی حکمت عملی کے مطابق

دسمبر 1990ء میں تمام ترقیاتی اداروں اور ادارہ ترقیات کے چیئرمینوں' میٹرو پولیٹن اور میونسپل کارپوریشن کو ایک گشتی مراسلہ بھیجا جس میں قریب ترین تجارتی علاقے یا مارکیٹ میں زمین کی قیمت کے نصف کے برابر فیس مقرر کی گئی۔

1991ء میں محکمہ تعمیر مکانات اور منصوبہ بندی پنجاب نے تجارتی زمین بنانے کی فیس 4,00,000 روپے پر بالائی حد مقرر کرنے کی تجویز پیش کی تھی اور اس تجویز کو ایل ڈی اے کی تائید حاصل تھی۔ یہ تجویز وزیر اعلیٰ کو پیش کی گئی۔

اس سے فوری اور بڑا فائدہ اٹھانے والا لاہور کا ایک سیٹھ ہوگا جو لاہور کی غیر منقولہ جائیداد کی مارکیٹ پر چھایا ہوا ہے۔ وہ گلبرگ مین بلیوارڈ میں پانچ پلاٹوں کی صورت میں 60 کنال رہائشی زمین کا مالک ہے جو زیادہ تر 1990ء کی دھائی میں مختلف قیمتوں پر حاصل کی گئی مین بلیوارڈ گلبرگ جسے لاہور میں سب سے شاندار غیر منقولہ جائیداد سمجھا جاتا ہے میں رہائشی زمین کے لیے تجارتی بنانے کی فیس چار سے پانچ ملین روپے فی کنال کے درمیان ہونی چاہیے۔ مین اور لبرٹی مارکیٹ گلبرگ میں زمین کی قیمت آٹھ سے دس ملین فی کنال ہے۔ لہٰذا مذکورہ سیٹھ کو اپنی جائیداد کی از سر نو درجہ بندی بطور تجارتی زمین کرنے کرانے پر 240 سے 300 ملین روپے تک خرچ کرنا پڑیں گے۔ اس کا انحصار اس امر پر ہے کہ وہ مالیت کی تشخیص کس حد تک اپنے حق میں کرا سکتا ہے۔

اب مین بلیوارڈ پر بھی رہائشی اراضی کی قیمت پچاس لاکھ روپے فی کنال ہے۔ موجودہ تجویز کے تحت وہ اپنی تمام قیمت کے آدھے کے مساوی قیمت ادا کرے گا۔ مین بلیوارڈ پر رہائشی اراضی کی موجودہ قیمت پانچ ملین روپے ہے۔ اور اس کی رجسٹری سرکاری قیمت چار ملین روپے ہے۔ لیکن 1980ء میں یہاں ایک کنال کی قیمت تقریباً ایک ملین روپے تھی۔ اس طرح اسے دوسرے تین ملین روپے فی کنال منافع حاصل ہوگا۔

صرف سیٹھ ہی تنہا منافع اٹھانے والا نہیں بلکہ لاہور کی غیر منقولہ جائیداد کی مارکیٹ کے دو بڑے پہلوان اور بھی ہیں جو اس مقدمے کی پیروی کر رہے ہیں اور 100 ملین روپے منافع لینے کے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ ان کی تمام ملکیت گلبرگ ہی میں نہیں ہے بلکہ ان کا دائرہ کار دیگر نئے علاقوں یعنی اقبال ٹاؤن فیصل ٹاؤن' ٹاؤن شپ مسلم ٹاؤن اور گارڈن ٹاؤن تک پھیلا ہوا ہے۔

عوامی مفاد کے برعکس پسندیدہ لوگوں کو نوازنے کے اس فیصلہ سے جس سے سرکاری خزانہ کروڑوں روپے کے محاصل سے محروم ہو جائے گا اور جس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اسے فوری طور پر زیر بحث لائی جائے۔

جناب سپیکر : جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون : جناب والا! یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کمرشلائزیشن پالیسی میں ترمیم اس وجہ سے کی جا رہی ہے کہ حکومت کسی خاص مالک یا قطعہ زمین یا اداروں کو مالی فائدہ پہنچانا چاہتی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ مالکان اراضی کو فائدہ دراصل مارکیٹ میں زمین کے محل وقوع اور اس کی نوعیت پر مبنی ہے۔ جناب والا! پرانی پالیسی کے تحت حکومت اور ادارے اس جائز آمدنی سے محروم ہو رہے تھے جو فیس کی صورت میں انہیں ملنی چاہیے تھی۔ لیکن فیس کی غیر مناسب اور انتہائی حد کی وجہ سے تجارتی سرگرمیاں غیر قانونی طور پر جاری تھیں۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے 26 دسمبر 1990ء کو جو کمرشلائزیشن پالیسی کا اعلان ہوا تھا۔ اس کے بارے میں 1991ء -9-8 کو ایل ڈی اے نے متبادل تجاویز کی سمری بنا کر بھیجی جو 1992ء -2-15 کو مختلف دفاتر سے ہوتی ہوئی چیئرمین پی اینڈ ڈی کے پاس آئی اور 1992ء -5-26 کو جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے اس کی منظوری ہوئی۔ جناب والا! ابھی یہ سمری سرکولیٹ نہیں کی گئی تھی کہ 1992ء -7-23 کو وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ جس کی سربراہی کے لیے مجھے مقرر کیا گیا اور اس میں چیف سیکرٹری پنجاب' چیئرمین منصوبہ بندی' سیکرٹری ہاؤسنگ' سیکرٹری ایکسائز' سیکرٹری لوکل گورنمنٹ' سیکرٹری فنانس' کمشنر لاہور ڈویژن' اور ڈائریکٹر جنرل لاہور ترقیاتی ادارہ شامل ہیں۔ جناب والا! اس سلسلے میں ہمیں یہ حکم نامہ 1992ء -8-1 کو موصول ہوا۔ جس پر ورکنگ پیپر بنایا گیا۔ پھر 1992ء -8-24 کو ایک میٹنگ ہوئی' جس میں ہم نے اس مسئلے پر اس کا کافی تفصیل سے جائزہ لیا۔ اور اس کو مزید deeply دیکھنے کے لیے ہم نے ایک سب کمیٹی چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے تحت بنا دی۔ جس میں انہوں نے اپنی سفارشات finalise کر کے مجھے بھجوا دی ہیں اور میں ان کو جناب وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ اور اس اہم مسئلے سے گورنمنٹ cognizant ہے' اور میں وہ

سفارشات وزیر اعلیٰ کو بھجوائیں گا' وہ اس پر حتمی فیصلہ دیں گے۔ جناب والا! حکومت پہلے ہی اس پر cognizant ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر جیسا کہ میں نے پہلے بھی جناب والا! کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ اس پر ہائی پاور کمیٹی بنا دی گئی ہے جس نے اس مسئلے کو deeply consider کیا ہے۔ اور اب اس نے اپنی سفارشات فائنلائز کر کے مجھے بھیجی ہیں اور میں انشا اللہ ایک دو روز میں وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ اس صورت حال کے پیش نظر کہ حکومت پہلے ہی cognizant ہے' میں توقع کروں گا کہ قائد حزب اختلاف اس تحریک التوائے کار کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ حکومت اس سلسلے میں پہلے ہی جو بھی مناسب اقدامات ہو سکتے ہیں وہ کر رہی ہے۔ شکریہ جناب۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! میں تھوڑی سی گزارش کرنی چاہوں گا کہ میں نے بالکل specific معاملے پر بات کی ہے کہ حکومت کی ایک پالیسی تھی اس کے تحت اس شخصیت کو جو حکومت کا ایک بہت بڑا فنانسر ہے' الیکشن میں بھی ان کو فنانس کرتا رہا ہے۔ اس کو فائدہ پہنچانے کے لیے یہ چار لاکھ ایک حد مقرر کی گئی ہے۔ اب مین بلیوارڈ پہ آٹھ لاکھ میں جناب وزیر قانون اگر مجھے زمین لے کر دے سکتے ہیں تو میں اس تحریک کو withdraw کر لیتا ہوں۔ جناب والا! انہوں نے کوئی بات نہیں بتائی' میں نے specifically کہا ہے کہ ایک شخص کو فائدہ پہنچانے کے لیے زمین کی ایک لمٹ مقرر کر دی گئی ہے کہ اس کو چار لاکھ تک اپنی فیس جمع کروانی پڑے گے اور اس کے بعد اس کو رہائشی زمین کو کمرشل کرنے کا حق مل جائے گا۔ انہوں نے کچھ نہیں بتایا کہ اس کمیٹی کی 30-12-1992ء کو جو میٹنگ ہوئی اس کی کیا سفارشات تھیں' جو 8-9-1992ء کو میٹنگ ہوئی اس کی کیا سفارشات تھیں۔ اب finally یہ چیف منسٹر صاحب کو کیا recommend کر رہے ہیں جس کا اس ایوان کو پتہ چلے کہ اس تحریک التواء کے حوالے سے جس خدشے کا میں نے اظہار کیا ہے کہ اس سے حکومت کو یا ایل ڈی اے کو وہ رقم جو عوامی مفاد میں استعمال کی جا سکتی ہے اس کو کھانے کا ایک پروگرام بنایا گیا ہے۔ جتنا پیسہ اس سیٹھ صاحب کو ملے گا اس میں سے باقی کہاں کہاں پہ کتنا کتنا پہنچے گا؟ یہ ایوان کو کچھ تو بتائیں۔ اور صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ میں توقع کرتا ہوں کہ وہ تحریک پر زور نہیں دیں گے۔ میں تو اس پر زور دیتا ہوں۔ یہ لوٹ مار کا جو سلسلہ ہے اس صوبے میں خاص

طور پر شروع کر کے کوئی صاحب یہاں سے تشریف لے گئے ہیں اس کو continue کرنے کی کوئی سازش ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میری اس تحریک التوائے کار کو ایوان میں فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر: آپ کی سربراہی میں جو کمیٹی بنی ہے اس نے اپنی سفارشات دے دی ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! قائد حزب اختلاف نے جو فرمایا ہے اس بارے میں تو میں نے categorical statement دی ہے کہ اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے۔ حکومت کسی خاص ایریا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچانا چاہتی' کسی خاص شخص کو فائدہ پہنچانا نہیں چاہتی' بلکہ اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر میں نے جناب والا! کے سامنے باقاعدہ تفصیل سے پڑھ کے سنایا ہے کہ ایک انتہائی اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی بنا دی گئی ہے۔ ہم نے پھر اس مسئلے کو ایگزامن کرنے کے لیے ایک سب کمیٹی بنائی تھی اس نے اپنی سفارشات فارمولیٹ کر لی ہیں جو کہ فائنل approval کے لیے جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں پیش ہونی ہیں۔ جب تک approve نہ ہوں تو اس کے بارے میں ان کی ایک recommendatory پوزیشن ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بارے میں کسی قسم کی بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس سلسلے میں جیسے کہ میں نے کہا کہ اگر اس کی اہمیت نہ ہوتی تو اتنی اہم کمیٹی بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور جناب والا! تحریک التوائے کار کا مقصد کیا ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کے نوٹس میں کوئی بات لائی جائے۔ یہ تو گورنمنٹ کے پہلے ہی نوٹس میں ہے اور اس پر گورنمنٹ بڑا سنجیدہ ایکشن لے رہی ہے۔ اعلیٰ اختیار کی کمیٹی بنائی گئی ہے' اس میں صوبے کے جتنے بھی سینئر ترین آفیسرز ہیں ان کو شامل کیا گیا ہے۔ مزید اس کو in depth ایگزامن کرنے کے لیے ایک سب کمیٹی بنائی گئی اس نے اپنی سفارشات مرتب کر کے بھجوائی ہیں جو کہ وزیر اعلیٰ کی خدمت میں حتمی منظوری کے لیے بھیجی جائیں گی۔ اس میں یہ بھی امکان ہے کہ اسی ساری کمیٹی کے ارکان کو دوبارہ بلا کر وہ میٹنگ بھی کریں۔ جناب والا! اس سے زیادہ اب گورنمنٹ کسی مسئلے کا کیا cognizance لے سکتی ہے؟

جناب سپیکر: فیصلہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 51 ہے اور نمبر 96 اس سے identical ہے اس کو اگلے روز فیک اپ کریں گے۔ اب تحاریک التوائے کار کا ٹائم ختم ہوتا ہے۔

امن عامہ کی صورت حال پر بحث

جناب سپیکر : اب ہم امن عامہ کی صورت حال پر بحث کرتے ہیں۔ آج بحث میں حصہ لینے کے لیے میرے پاس یہ نام ہیں۔ جناب فرید احمد پراچہ' جناب ارشاد حسین سیٹھی' ڈاکٹر محمد افضل اعزاز ڈاکٹر وسیم اختر' میاں محمود الرشید۔

جناب فرید احمد پراچہ :ان میں سب نام اتوار کے لیے ہیں۔

جناب سپیکر : آج کے لیے کون کون سے نام ہیں؟

جناب فرید احمد پراچہ :آج کے لیے میرا نام ہے۔ ارشاد حسین سیٹھی صاحب' ملک محمد دین صاحب اور چودھری اصغر علی گجر صاحب کے نام ہیں۔

جناب سپیکر : اس کے علاوہ حزب اختلاف میں سے امن عامہ کی صورت حال پر کوئی اور صاحب آج بولنا چاہتے ہیں؟ میرے پاس اور کسی کا نام نہیں ہے۔ رانا صاحب۔ آپ آج بحث کا آغاز کرنا پسند فرمائیں گے؟ آپ کے علاوہ کوئی اور صاحب بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب فرید احمد پراچہ : میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : فرمایے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ امن عامہ پر بحث بہت ہی اہمیت رکھتی ہے۔ اس بحث کا پچھلے سیشن میں وعدہ کیا گیا تھا اور یہ ملتوی ہو کر اب تک پہنچی تھی۔ لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ وزرائے کرام کی اکثر تعداد موجود نہیں ہے۔ آفیسرز کی گیلری میں آئی جی پولیس' ہوم سیکرٹری یا امن عامہ سے تعلق رکھنے والے افسران میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ اگر یہ بحث محض ایک تقریری مقابلہ ہے تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہیں اگر اس کا فی الواقع کوئی اثر ہونا ہے تو جس سنجیدگی سے حکومت لے رہی ہے وہ تو سامنے آ رہا ہے۔ ایک وزیر قانون ہیں اور ایک دو وزرائے کرام اور ہیں اور آفیسرز گیلری میں بھی افسران میں سے کوئی بھی موجود نہیں جس نے یہ بحث سننی ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اتوار' سوموار اور منگل پر یعنی اگلے دنوں پر اس بحث کو لے جائیں۔ آج اس پر گفتگو کرنے کا اس طرح سے کوئی فائدہ نہیں۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! اس مسئلے پر آپ نے بحث کے لیے دو دن رکھے ہیں اور اس سلسلے میں یہاں پر میں موجود بیٹھا ہوں اور آفیسرز گیلری میں ہوم ڈیپارٹمنٹ کے افسران

بھی موجود بیٹھے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ آئی جی پولیس اور ہوم سیکرٹری اور چیف سیکرٹری in person یہاں موجود ہوں تو وہ ہاؤس کی کارروائی سن سکتے ہیں۔ہمارے ہاں روزانہ ایوان کی کارروائی چلتی رہتی ہے۔ اب جن باتوں کا جواب چیف منسٹر صاحب نے کل دیا ہے' تو کیا وہ ہاؤس میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ ساری باتیں انہوں نے سنی تھی؟ جو بھی باتیں جناب قائد حزب اختلاف نے کیں'وہ اس وقت موجود تھے؟ اس کے بعد جو باتیں ہوئیں اس وقت وہ موجود نہیں تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے ان ساری باتوں کا جواب دیا۔ تو ایسی کوئی بات نہیں انشا اللہ میں حاضر بیٹھا ہوں۔ میں باقاعدہ نوٹس لوں گا۔ ہمارے افسران بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بھی نوٹس لیں گے۔ اس ایوان کی کارروائی کو ہمیں چلانا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ ہوتا یہی ہے کہ ہم شروع میں اپنے معاملات کو سنجیدگی سے نہیں لیتے۔ پھر آخری دن آپ پر بھی بھر مار ہوتی ہے۔ جس دن قائد ایوان نے wind up کرنا ہوتا ہے یا وزیر متعلقہ نے wind up کرنا ہوتا ہے اس دن سارے صاحبان بولنا چاہتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں مہربانی کرکے قائد حزب اختلاف آغاز کریں۔ اگر یہ تقریر کے لیے تیار نہیں ہیں تو وہ دوسری بات ہے۔ پچھلے سیشن سے یہ مسئلہ چلا آرہا ہے۔ میں ابھی ہوم ڈیپارٹمنٹ میں بھی اطلاع کرا دیتا ہوں۔ جو بھی سینئر آفیسر available ہوں انہیں ہم بلوا لیتے ہیں۔ یہ بسم اللہ کریں۔ یہاں پر افسران موجود ہیں اور میں بھی بیٹھا ہوں۔ ہم نوٹ لینا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ اپنی تقریر کا آغاز کریں۔ پچھلے اجلاس سے انہوں نے اس کے لیے کہا' دس دفعہ آپ کے پاس آیا' انہوں نے لکھ کے دیا اور جب ہم نے یہ شروع کیا ہے تو اس پر اب یہ بات نہیں کرنا چاہتے۔ یہ ایسے بات کر رہے ہیں کہ گورنمنٹ میں فلاں نہیں بیٹھے۔ اگر گیلری میں کوئی افسر بیٹھا ہو اور وہ کوئی مدد کرے تو اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ افسر بیٹھے چٹیں بھیج رہے ہیں۔ ہاؤس کی کارروائی کو صحیح معنوں میں چلانے کے لیے کوئی گائیڈ کرے تو اس پر اعتراض ہو جاتا ہے کہ جی' یہ آئے بیٹھے ہیں۔ جی' یہ آئی جی صاحب آئے بیٹھے ہیں۔ یہ ایم پی اے صاحبان کو دھمکانا چاہتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر میں کسی کے خلاف نہ بولیں۔ پھر یہ اس قسم کی بات کرتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل نامناسب بات ہے۔ جناب قائد حزب اختلاف اس پر تیار ہیں۔ یہ اپنی تقریر شروع کریں۔ ہم اس کے نوٹس لیں گے اور میں ایوان کو

یقین دلاتا ہوں کہ ان کی تقریر کا جواب باقاعدہ جناب قائد ایوان دیں گے۔ یہ اس بات سے کیوں گھبراتے ہیں۔ انہیں تو جواب چاہیے۔ تو ہم ان کا جواب دیں گے جو بھی تجاویز یہ پیش کریں گے یا کوئی اور بات کریں گے۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ اب امن عامہ پر بحث کرنے کے لیے جناب قائد ایوان کو دعوت دی جائے۔

جناب سپیکر : چودھری محمد فاروق صاحب۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! بات یہ چلی ہے کہ ایوان کے اندر وزراء کی مناسب تعداد موجود نہیں ہے اور گیلری میں امن عامہ سے متعلقہ کوئی سرکاری افسران موجود نہیں ہیں۔ میں اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومتی کارروائیوں اور امن عامہ کے سلسلے میں جتنی خرابیاں موجود ہیں ان سب کا بوجھ وزیر قانون کے اوپر لاد دیا جاتا ہے۔ تحریک التوائے کار سے لے کر تحریک استحقاق اور امن عامہ کے حوالے سے جو بھی بات ہو اس کا جواب وزیر قانون کے ذمے ہے۔ خرابی کسی محکمے کی' ذمے ان کے لگ جاتی ہے۔ آج بھی وہی صورت حال ہے کہ بیوروکریسی کے وہ افراد جن کی خرابیوں کی وجہ سے ہمارے صوبے کی امن عامہ کی صورت حال ٹھیک نہیں ہے' معلوم ہونے کے باوجود۔۔ بیوروکریسی کو معلوم ہے کہ آج امن عامہ پر بحث ہے۔ لیکن متعلقہ افسران میں سے کسی کا یہاں پر نہ آنا میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کے وقار اور احترام کو بھی انہوں نے ملحوظ خاطر نہیں رکھا اور ان کی عدم موجودگی میں آج امن عامہ پر بحث کو ملتوی کیا جائے۔ جہاں تک تیاری نہ ہونے کی بات ہے' ہم لوگ دو دو گھنٹے تقریر کر سکتے ہیں۔ خواہ آج وقت دیں خواہ اگلے دن پر۔ بغیر تیاری کے امن عامہ پر واقعات کے حوالے سے بحث ہو سکتی ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیوروکریسی نے جس غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرکے ایوان کے اندر آکر منتخب نمائندوں کی بات سننا گوارا نہیں کی اس کی وجہ سے آج امن عامہ پر بحث نہیں ہونی چاہیے اور اس کے لیے ایسا وقت مقرر کرنا چاہیے جب وہ اپنے کرتوتوں کے معاملے میں جو سیاہ کارنامے ہیں وہ ہماری زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو خود اپنے کانوں سے سن سکیں۔ ہم وزیر قانون کا احترام کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کارروائی میں آکر حصہ ضرور لیتے ہیں۔ ان پر بوجھ پڑتا ہے۔ لیکن سارے گناہ اور ثواب یہ نہ لیں۔ اس لیے براہ کرام آج بحث نہ کی جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! وزیر قانون نے اپنی گفتگو میں کم از کم دس دفعہ اس بات کا ذکر کیا کہ میں یہاں پر موجود ہوں۔ یہ سب سے زیادہ "میں ہی" کا ذکر کرتے ہیں کہ بس "میں" آ گیا تو اب سب آ گئے ہیں۔ یعنی یہ حکومت کی طرف سے امرت دھارا ہیں کہ کوئی بھی مسئلہ ہو تو انہوں نے ہی حل کرنا ہے۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ یہ امن عامہ پر ایک اہم بحث ہے۔ اس بحث کا ایک طویل عرصے سے انتظار تھا۔ جہاں تک انہوں نے کہا ہے کہ تیاری نہیں ہے تو میں پوری تیاری کے ساتھ آیا ہوں۔ میرے پاس اخبارات کی ساری cuttings ہیں۔ اگر تیاری کی بات ہے تو یہاں پر ایک گھنٹہ دو گھنٹے مقرر کر لیں' دو گھنٹے تک بھی میں اس پر بیان کر سکتا ہوں اور اگر آپ آئی جی صاحب کو اور ہوم سیکرٹری کو اور سب کو بلاک لیں تو آج ہی بات ہو جائے۔ آپ کو تیاری کا معلوم ہو جائے گا۔

وزیر قانون : اگر یہ میری بات سن لیتے تو شاید انہیں زحمت نہ ہوتی۔ جناب والا! اس وقت بھی ہوم ڈیپارٹمنٹ کا ڈپٹی سیکرٹری موجود تھا۔ میں نے انہیں ہدایت جاری کی ہے کہ جو بھی سینئر آفیسر' آئی جی صاحب موجود ہیں تو انہیں بلائیں' ہوم سیکرٹری صاحب موجود ہیں تو انہیں بلائیں۔ اگر وہ نہیں ہیں تو جو بھی سینئر موجود ہیں انہیں بلائیں۔ وہ ابھی دس منٹ کے اندر اندر آ جاتے ہیں۔ یہ بسم اللہ تو کریں۔ میں نے انہیں کہا ہے کہ ڈپٹی سیکرٹری نوٹ لے رہے ہیں ہم نوٹ لے رہے ہیں اور آفیسرز کو میں نے پہلے ہی ہدایات بھیج دی ہیں۔ وہ انہیں فون کرنے کے لیے چلے گئے ہیں میں ابھی انہیں ان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں یہ مہربانی کر کے اپنی تقریر شروع کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! یہاں بسم اللہ نہیں ہوگا۔ یہاں لا حولا ولا قوۃ ہوگا۔ یہ پولیس پر بحث ہے۔

رانا اکرام ربانی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : رانا اکرام ربانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! پہلی بات تو میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب کی یہ بات کہ تیاری نہیں ہے۔ میرے ارد گرد جو کاغذات بکھرے ہوئے ہیں

یہ سارا ان کا اعمال نامہ ہے جو میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ جناب سپیکر! ہم اس ایوان کے استحقاق کے بارے میں' اس ایوان کے احترام کے بارے میں بعض اوقات انفرادی طور پر بڑے حساس اور بڑے touchy ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بات بھی اپنی جگہ پر درست ہے کہ آپ اس ایوان کے استحقاقات کے' اس ایوان کے احترام کے کسٹوڈین ہیں۔میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس اہم موضوع پر اگر اظہار خیال آج ہونا ہے تو یہ بھی اس ایوان کا استحقاق ہے اور آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں۔ کہ آپ کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ ایوان کا احترام ہوتا ہوا نظر بھی آئے۔ اگر وزراء صاحبان یہاں نہیں ہیں اور کرائم کنٹرول کمیٹی میں جو وزیر صاحب بیٹھتے ہیں وہ بھی یہاں پر نہیں ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ میاں شہباز شریف تو یہاں تشریف نہیں لا سکتے۔ جو متعلقہ محکمہ جات ہیں۔ جن کو ہم نے اس ایوان کے حوالے سے اپنے grievances and suggestions convey کرنی تھیں جناب سپیکر! وہ بھی اگر اس ایوان کے بارے میں اتنے non-serious ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کارروائی آئندہ کے لیے ملتوی نہیں کی جا سکتی تو کم از کم اتنی دیر کے لیے اس ایوان کا اجلاس ضرور ملتوی کیا جائے کہ یہاں جن متعلقہ لوگوں کا ہونا ضروری ہے امن عامہ پر بحث کے لیے دوران کم از کم لاء منسٹر صاحب ان کو یہاں بلا سکیں۔

جناب سپیکر: اس بارے میں ہمیں یہ طے کرنا ہوگا کہ جو آفیشل گیلری میں ہمارے سرکاری ملازمین آکر بیٹھتے ہیں اسمبلی کے اجلاس کی کارروائی کے دوران' کیا یہ obligatory ہے کہ وہ صاحبان یہاں موجود رہیں؟ یا کیا یہ معزز ایوان کی رائے ہے کہ وہ متعلقہ افسران موجود رہیں؟ کیا رولز کی requirement ہے کہ آفسران آفیشلز گیلری میں موجود رہیں اور کیا یہ کوئی مسلمہ پارلیمانی روایت ہے کہ آفیشل گیلری میں متعلقہ سرکاری افسران موجود ہوں؟ تو اس بارے میں ہمیں اس کا فیصلہ کرتے ہوئے اس بات کو determine کرنا ہوگا اگر یہ پارلیمانی روایات ہیں تو بھی میں اس کو نبھاؤں گا۔ اگر یہ رولز کی requirement ہے تو ظاہر ہے ان کو بیٹھنا ہوگا۔ لیکن میرے خیال میں کوئی رولز کی requirement نہیں اگر یہ معزز ایوان کی خواہش ہے تو بھی ان کو بیٹھنا چاہیے۔ لیکن اس بات کو طے کرنا ہوگا کہ کیا متعلقہ سرکاری افسران کا آفیشل گیلری میں بیٹھنا ضروری ہے؟ آپ کا اعتراض یہ ہے کہ متعلقہ افسران گیلری میں نہیں بیٹھے اور امن عامہ پر بحث کا آغاز کرنا

ہے۔ امن عامہ کے متعلق ہمارے پنجاب کے جو ذمے دار سرکاری افسران ہیں ان کو لیلری میں موجود ہونا چاہیے۔ وزیر قانون صاحب نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے ان کے لیے اطلاع بھیجی ہے اور وہ آ رہے ہیں۔ لیکن یہ بات تو اپنی جگہ پر ہے کہ ہم اس کو deter-mine کریں کہ کیا ان کا ہونا ضروری بھی ہے؟ اس پر ہم بات کریں گے۔ ابھی انہوں نے کہا ہے کہ وہ آ رہے ہیں۔ تو آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم نے امن عامہ پر بحث کے لیے دو روز مقرر کیے ہیں یعنی آج کے روز اور اتوار کے روز اس پر بحث ہونی ہے۔ آج اگر ہم اس بات پر بحث نہ کریں کہ سرکاری افسران موجود نہیں ہیں تو کیا یہ مناسب ہوگا؟

وزیر قانون: نہیں جناب۔

جناب سپیکر: تو میرے خیال میں بحث کا آغاز ہمیں کرنا چاہیے۔ اور جہاں تک سرکاری افسران کی حاضری کا تعلق ہے لاء منسٹر صاحب نے ایوان کو یقین دلایا ہے کہ انہوں نے اس بات کو ensure کرنا ہے کہ وہ آئیں گے اور بیٹھیں گے اور آپ کی تقاریر کے نوٹس لیں گے۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ جس طرح آپ نے فرمایا کہ یہاں کوئی قواعد و ضوابط کے مطابق لازم نہیں کہ وہ سرکاری افسران یہاں موجود ہوں۔ یہ پارلیمانی روایات اور آداب ہیں کہ ایوان تقاضا کرتا ہے کہ جب کوئی اس قسم کا اہم مسئلہ زیر بحث آئے تو ان کو یہاں موجود ہونا چاہیے تاکہ وہ سن سکیں کہ کیا کیا خرابیاں کس کس محکمے میں پائی جاتی ہیں۔ میں صرف آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ جب محترم وزیر اعلیٰ تشریف لاتے ہیں تو وہ سارے یہاں موجود ہوتے ہیں۔ وہ کس قانون کے تحت یہاں تشریف لاتے ہیں اور اس کے بعد یہاں موجودگی کا احساس دلاتے ہیں کہ ہم یہاں آگئے ہیں۔اگر وزیر اعلیٰ کی موجودگی میں وہ سارے یہاں تشریف فرما ہوتے ہیں تو یہاں آج اس مسئلے پر اس قدر افراتفری پائی جاتی ہے' اس قدر بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے سارے ملک میں اور سارے پنجاب میں کہ ہم یہاں امن و امان کا مسئلہ زیر بحث لا رہے ہیں اور اس کے بعد وہاں suggestions دیں گے' کچھ ایسی تجاویز پیش کریں گے جس سے اصلاح معاشرہ ہو سکے۔ اور وہ سارے متعلقہ محکموں کے افسران اور وزراء یعنی وزراء کی حالت یہ ہے کہ صرف چھ وزراء یہاں بیٹھے ہیں اور آپ یہ اندازہ لگا لیجیے کہ اس قدر

اہم بحث ہو رہی ہے اور اس پر صرف چھ وزراء اور کوئی متعلقہ سرکاری افسر وہاں موجود نہیں ہم آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں پتا ہے کہ اس بحث کا نتیجہ کیا نکلنا ہے۔ نتیجہ یہی نکلے گا کہ ہم بحث کریں گے اور اس کے بعد تجاویز پیش کریں گے۔ اپنی سمع خراشی کریں گے۔ لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ کوئی عمل نہیں ہوگا۔ ان تجاویز پر کوئی عمل نہیں ہوگا۔ ہر مرتبہ ہم یہاں بحث کرتے ہیں اور بحث کرنے کے بعد شنوائی کوئی نہیں ہوتی اور اس کے بعد اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ کوئی improvement کوئی اصلاح نہیں ہوتی۔ ہم آپ سے صرف یہی گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کو یہ احساس دلایئے کہ جب ان کے محکمے زیر بحث آتے ہیں' یہاں بحث ہوتی ہے اور اس کے بعد یہاں معزز ممبران تجاویز پیش کرتے ہیں تو وہ آکر نوٹ کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی' ارشاد فرمایئے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! معزز اراکین میں کچھ کو یہ اجازت ہے کہ وہ بلاضابطہ جب چاہیں' جیسے چاہیں' جس انداز میں چاہیں وہ بات کرتے رہیں؟

جناب سپیکر: جی آپ کا پوائنٹ آف آرڈر یہی ہے؟

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میرے پوائنٹ آف آرڈر۔ کا پہلا حصہ تو یہی ہے اور دوسرا حصہ میں عرض کرنے لگا ہوں کہ ہمارے معزز رکن چودھری محمد فاروق جو بیٹھے تو "ہاں" والوں کے ساتھ ہیں لیکن بات وہ "نہ" والوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ تو یہ پارلیمانی روایات کے خلاف ہے۔ ایک آدمی کے اندر اتنی جرات ہونی چاہیے کہ وہ جو حق بات کہنا چاہتا ہے۔ تو ان لوگوں کے بیچ میں جاکر حق بات کہے کہ جو اس ایوان کے اندر موثر کردار ادا کر رہے ہیں۔ جبکہ یہاں ایوان کی کارروائی غیر ملکی دوست بھی دیکھ رہے ہیں۔ ہماری صفوں کے بیچ بیٹھ کر اپنے افکار کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور درحقیقت یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ہماری صفوں کے اندر انتشار ہے۔ حالانکہ اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں معزز چیئرمین سے یہ گزارش کروں گا کہ چودھری محمد فاروق صاحب کو علیحدہ نشست دی جائے۔ شکریہ۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے ذاتی وضاحت پر بولنا چاہتا

ہوں۔ میں طاہر رشید صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے صحیح بات کی لیکن اپنی بات کو وہ سمجھ نہیں پائے۔میں انہی کی بات کے انداز میں اپنی ذات کے بارے میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں یہاں "ہاں" والوں کے ساتھ بیٹھ کر "نہ" کی بات کرتا ہوں میں اپنے ضمیر کا نمائندہ ہوں۔اپنے علاقے کے عوام کا نمائندہ ہوں۔ میں یقیناً ایک پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں اور مجھے اس بات کے کہنے میں کوئی عار نہیں۔ لیکن جناب سپیکر! اس ایوان میں آکر بیٹھ کر میں اگر یہ کہہ لوں کہ جس طرف میں بیٹھا ہوں اور اپنے ضمیر کے خلاف بھی اسی بارے میں بات کروں گا تو میں یہ نہیں کر سکتا۔میں اپنا ضمیر نہیں بیچ سکتا۔ اور اگر اس طرف سے کوئی صحیح بات ہوتی ہے' قابل تعریف عمل ہوتا ہے قابل تعریف پالیسی ہوتی ہے میں اس کی حمایت کروں گا ۔ اس کے حق میں بات کروں گا۔ اگر اس طرف سے یعنی اپوزیشن کی طرف سے کوئی عوام کی نمائندگی کے لیے بہتر بات سامنے آتی ہے یا حکومت کی کسی ایسی کارروائی کے بارے میں مثبت طریقے سے وہ تنقید کرتے ہیں تو قطع نظر اس کے کہ وہ تنقید کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں نہ اپوزیشن کے فیصلوں کا پابند ہوں اور نہ کسی اور پابندی کو اپنے ضمیر کے اوپر لگا سکتا ہوں۔ میرا ضمیر جس بات کو درست کہتا ہے میں وہ بات کرتا ہوں۔ انہوں نے ایک اور بات کی کہ اگر آپ نے حق بات کرنی ہے' سچی بات کرنی ہے تو پھر اس طرف جا کر بیٹھیں۔ جناب سپیکر! یہ کیا ان کی حمایت کر رہے ہیں؟ آیا یہ نمائندے "ہاں" والوں کے ہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ جو حق بات کرتا ہے' سچی بات کرتا ہے' وہ ادھر بیٹھا ہے۔ میں یہاں سے اس طرف بیٹھ کر سچی بات کرکے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ صرف اپوزیشن بنچز پر ہی بیٹھے ہوئے حق اور سچ کی بات نہیں کرتے' بلکہ اگر ضمیر زندہ ہو تو یہاں سے بھی بات ہو سکتی ہے۔ میں حکومت پر بلاجواز تنقید نہیں کرتا۔ غلط پالیسیوں پر تنقید کرتا ہوں اور جو درست پالیساں ہیں ان پر حمایت کروں گا۔ میں اپنی پارٹی' اپنی ذات اور اپنی گفتگو کے بارے میں خود فیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ اگر میری ایوان کے رولز کے خلاف کوئی بات ہے تو آپ اسے مسترد کیجیے۔ میں رولز اور آپ کی رولنگ کی انشا اللہ پابندی کروں گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : شکریہ۔تو کون صاحب اس پر بات کا آغاز کریں گے؟ جناب قائد حزب اختلاف لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

رانا اکرام ربانی (قائد حزب اختلاف): جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس صوبے کو درپیش ایک نہایت ہی اہم معاملے پر اظہار خیال کے آغاز کی دعوت دی ہے۔

جناب سپیکر! رولز کسی کو پابند نہیں کرتے کہ وہ امن و امان پر بحث کے سلسلے میں جب بات ہو رہی ہو تو وہ کسی بھی منتخب ایوان میں موجود رہے لیکن میں یہ بات اس ایوان کی اطلاع کے لیے ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ یہ دنیا بھر کے تمام منتخب اداروں کی روایت ہے اور یہ اس ایوان کی روایت بھی رہی ہے کہ جب بھی کسی خصوصی صورت حال پر عام بحث ہو تو اس وقت متعلقہ اداروں کے سربراہ اور کم از کم وہ وزراء جو بالواسطہ اور بلاواسطہ کرائمز کنٹرول کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ وہ اس بحث کے دوران موجود ہوتے ہیں۔ یہ تمام دنیا کے منتخب ایوانوں کی روایت ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ مناسب ہوتا کہ اگر ہم بھی اسی روایت پر بدستور عمل کرتے رہتے۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب بھی کسی چیز کا اندازہ لگانا ہو' کسی چیز کی شدت کا اندازہ لگانا ہو کہ یہ کس شدت کے ساتھ ہمارے معاشرے میں موجود ہے یا کسی بھی معاشرے میں موجود ہے تو اس کے لیے کچھ ذرائع ہیں جن سے ہم اس صورت حال کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور وہ ذرائع یہ ہیں۔ پہلا ذریعہ منتخب نمائندگان اگر مارشل لاء نہ ہو اور اسمبلیاں کام کر رہی ہوں۔ دوسرا ذریعہ عدالتوں کے ریمارکس جن کے سامنے مختلف حوالوں سے عدالت مختلف شکایات لے کر عام لوگ جاتے ہیں اور اس کیس کے ریفرنس سے عالیہ یا عدالت عظمیٰ اپنے ریمارکس دیتی ہے۔ تیسرا ذریعہ ہمارے پاس ذرائع ابلاغ ہیں۔ جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن الیکٹرانک میڈیا ہے اس کے بارے میں یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ لوگ کسی بھی crisis کے دور میں ریڈیو اور ٹیلی وژن سننے کی بجائے بی بی سی اور وائس آف امریکہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پہلی بات جو متعلقہ لوگوں کو میں convey کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنے اندر وہ credibility لائیں کہ جس کے بعد اس ایوان میں قائد ایوان یا وزراء کسی بھی رکن کا یہ استحقاق بن سکے کہ وہ یہ کہے کہ اپوزیشن کی طرف سے جو الزامات یا اعداد و شمار پیش کیے جاتے ہیں وہ قیاس آرائیوں یا اخباروں پر مبنی رپورٹیں ہیں۔

جناب سپیکر! اخبارات پوری دنیا میں ایک ذریعہ ہیں۔ ایک ملک کی خبر دوسرے ملک کی پہنچانے کا source of communication ہیں۔ ایک علاقے کی خبر اس وقت ضمیمے کی شکل میں یا دوسرے روز اخبارات کی شکل میں لوگوں کو اطلاع دینے کا ذریعہ ہے۔

جناب سپیکر! اس حکومت کی امن و امان کے بارے میں جو کارکردگی ہے اس پر میرے سامنے یہ ایک کارٹون ہے۔ جس میں صورت حال ایکشن اور گورنمنٹ کا ری ایکشن ظاہر ہوتا ہے۔ ایک بنک ہے اس میں سے تین چار ڈاکو پیسے لوٹ کر بھاگ جا رہے ہیں۔ بنک کے اندر سے لوگ چیختے ہوئے باہر آ رہے ہیں اور باہر مسلم لیگ انہیں یہ کہنے کے لیے کھڑی ہے کہ..

Don't worry, the Chief Minister will soon direct the Police to take some action.

یہ کارکردگی ہے جس کو اخبارات میں زیر موضوع بنایا گیا۔

اس کے بعد پچھلے دنوں میں بھل صفائی مہم کے نام پر ایک exercise کی گئی۔ انہی دنوں میں اتفاق ایسا ہے کہ چوریاں' ڈاکے کچھ اتنی شدت اختیار کر گئے کہ اس پر بھی اخبارات نے یہ تبصرہ کیا کہ....

While they clear the canals, let's clear some Banks and bungalows.

کہ جتنی دیر میں حکومت اس اشتہاری مہم بھل صفائی سے فارغ ہوگی اتنے عرصے میں بہت سے گھروں' بنکوں اور دکانوں کی صفائی ہو سکے گی تیسری بات جس کے ذریعے حکومت کو دلچسپی' جس کا آج بھی یہاں پر اظہار ہو رہا ہے کہ امن و امان ہونا' اسے برقرار رکھنا' اس کے بارے میں تجاویز لینا' اس پر حکومت کی کتنی دل چسپی ہے' وہ یہ ہے کہ کیبنٹ کی میٹنگ ہو رہی ہے۔ لوگ باہر کھڑے ہیں۔ مال روڈ پر ایک جلوس ہے۔وہ رو رہا ہے کہ دن دیہاڑے ایک قتل ہو گیا۔ پولیس کے سپاہی پاس کھڑے تھے۔ وہ پیسے لے کر بھاگ گیا۔ ریپ کے خلاف احتجاج ہو رہا ہے۔ لوکل باڈیز کے الیکشن کے خلاف' اس کی rigging کے خلاف احتجاج ہو رہا ہے اور چیف ایگزیکٹو فرما رہے ہیں کہ..

Petty matters, let's discuss important issues just

like Lahore Beautification plan.

جناب سپیکر! جہاں چیف ایگزیکٹو کی یہ مجبوری ہو کہ وہ چیف ایگزیکٹو آف پاکستان کی خواہشات کے احترام میں ان کے گھر کی طرف جانے والی سڑک' ان کے فارم پر جانے والی سڑک کو ترجیح دے تو جیسے وہ ایک شعر ہے۔

اس دور کے سلطان سے کوئی بھول ہوئی ہے

جناب سپیکر! یہ بھول نہیں'ان کے اختیار میں ہی نہیں۔

پھر ایک اور اخبار نے تبصرہ کیا ہے کہ ایک حادثہ ہو گیا ہے۔ اس میں چیف ایگزیکٹو صاحب ایک لاکھ روپے کا چیک معاوضے کے طور پر متاثرہ شخص کو دے رہے ہیں اور وہ لینے سے انکار کر رہا ہے۔ اس بنیاد پر کہ میں cash compensation نہیں چاہتا۔ صبح یہ اخبار میں آئے گا کہ ایک تو میرا بھائی یا والد یا کوئی اور عزیز حادثے میں انتقال کر گیا ہے۔ پھر یہ ایک لاکھ کا سن کر وہ جو سرکاری پشت پناہی میں چلنے والے ڈاکو ہیں وہ آئیں گے وہ پیسے بھی لے جائیں گے اور اس کے ساتھ ہی کسی اور جان کا بھی ضیاع ہوگا۔

جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ میں عدالت عالیہ یا عدالت عظمیٰ کے ریمارکس کی طرف آؤں پچھلے سیشن میں بھی اور اس سیشن میں بھی بہت سے ایسے واقعات تحریک التوائے کار کے ذریعے سے اس ایوان میں لانا چاہتے تھے اور جن سے یہ دکھانا مقصود تھا کہ اس وقت پنجاب میں امن و امان کی کیا صورت حال ہے۔ اس کو بہتر بنانے کے لیے بھی جناب سپیکر میں تجاویز پیش کروں گا۔

جناب والا! جب 1990-91ء گزر گیا اور جون تک گزر گیا' اس کے بعد اخباروں میں جرائم کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع ہوئی کہ 1991ء کے مالی سال میں صوبہ بھر میں جرائم کی کیا صورت حال رہی۔ یہ آہوں' آنسوؤں اور سسکیوں کا سال تھا اور یہ ایک ایسا سال تھا جس میں قتل' ڈکیتی' اغواء' چوری غنڈہ گردی' سیکس سکینڈل اور تخریب کاری کے واقعات عروج پر رہے سماج دشمن عناصر دہشت گردوں نے لا قانونیت کا سال منایا وطن عزیز کے باسیوں نے قانون کی دھجیاں فضائے بسیط پر بکھرتے دیکھیں۔ آزادی صحافت پر حملے ہوئے اور قلم کی حرمت اور چار دیواری کا تقدس پامال ہوا۔ خوف

اور دہشت کی یہ حالت تھی کہ اشتہاری ملزم دندناتے پھرتے رہے۔ جناب سپیکر! یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ وہ پاکستان جس کا خواب قائد اعظمؒ نے ہمارے بزرگوں کو دکھایا اس خواب کی تعبیر اتنی خوفناک ہے اور اس وقت عنان حکومت ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اپنے آپ کو قائد اعظم کا جان نشین کہتے ہیں اور میں ان کے بارے میں اکثر دو نمبر مسلم لیگی کا لفظ استعمال کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر جناب ایس۔ اے حمید صاحب کرسی' صدارت پر متمکن ہوئے)

اگر جناب والا! انہیں کوئی احساس ہوتا تو کچھ کوشش کرتے کہ لوگوں کو اس خواب کی کچھ نہ کچھ تعبیر بھی دکھائی جائے جو خواب جناب سپیکر قائد اعظم نے دکھایا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ بات بھی ریکارڈ پر آئے۔ میں نے امن و امان کے حوالے سے اکثر پرانے بزرگوں کو تحریک پاکستان اور تحریک پاکستان کی قیادت کے بارے میں گلہ اور شکوہ کرتے سنا ہے کہ کیا یہی وہ پاکستان ہے کہ جس کے لیے قائد اعظمؒ ہمیں یہاں لے کر آئے تھے؟ کیا یہ وہ پاکستان ہے جس میں ہماری عزت محفوظ نہیں یہی وہ پاکستان ہے جس میں ہماری جائیداد محفوظ نہیں؟ یہی وہ پاکستان ہے جس میں ہماری جانیں محفوظ نہیں جناب سپیکر! میں بڑے دکھی دل کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ جہاں موجودہ حکومت نے اتنا حوصلہ کیا کہ دھونس اور دھاندلی کے ذریعے سے لوگوں کو حق خود ارادیت سے محروم کیا جس وقت حالات انہیں ان کرسیوں پر بیٹھنے کی اجازت دیتے ہیں اس وقت تک کم از کم اسی حوصلے کے ساتھ یہ تنقید بھی سنیں۔ اور جناب سپیکر! یہ تنقید بھی برائے تنقید نہیں ہے۔ میں ایک پنجابی کی حیثیت سے' ایک پاکستانی کی حیثیت سے یہ چاہتا ہوں اور آپ بھی چاہتے ہوں گے' بلکہ سارا ایوان یہ چاہتا ہے کہ کم از کم ایسے اقدامات تو ضرور کیے جائیں جن کے نتیجے میں ہماری نسلوں کا مستقبل محفوظ ہو۔ لیکن یہ میرا آپ کا مسئلہ ہے۔ ان کا نہیں جو اربوں کے سودے میں کروڑوں روپیہ کمیشن لے کر ملک سے باہر investment کر رہے ہیں۔ کوریا میں کر رہے ہیں' عرب میں کر رہے ہیں۔ ان کی سنگا پور میں invest-ment ہو رہی ہے اور امریکہ میں ہو رہی ہے۔ تو جناب والا! میں تو یہ کہتا ہوں کہ آج ہمارے ملک کا اقتدار ان ہاتھوں میں ہے جنہیں اس ملک کے مستقبل سے کوئی دلچسپی نہیں جناب والا! اخبارات ہماری مبارک باد اور تحسین کے مستحق ہیں اور وہ رپورٹر حضرات بھی

مبارک باد اور تحسین کے مستحق ہیں جو اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر قوم کے سامنے حقیقی تصویر رکھتے ہیں۔ ان کا مقصد بھی وہی ہے جو ہمارا ہے کہ صحیح تصویر دکھائی جائے تاکہ انہیں احساس ہو کہ امن و امان کو برقرار رکھنا ایگزیکٹو کی ذمہ داری ہے اور وہ اس طرف کچھ توجہ دے۔ جناب سپیکر! یہاں جو کچھ ابھی تک ہوا یعنی قتل' ڈکیتی' اسلام پورہ کا معاملہ اور شیخوپورہ کا بھی معاملہ بھی ویسے کا ویسا ہی پڑا ہے اور تاج کمپنی کے ہاتھوں لٹنے والی ایک معمر خاتون سڑک پر دم توڑ گئی۔ جناب والا! یہ بات صرف خبروں تک ہی محدود نہیں رہتی جب معاملہ اس حد تک بڑھ جائے ایسی صورت حال پر جناب والا! مختلف اخباروں نے اداریے بھی لکھے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی تفصیل میں جائے بغیر بات کرتا جاؤں جناب سپیکر! جیسے میں نے کہا کہ عدالتوں کے فیصلے' ان کے ریمارکس اس بارے میں میری راہ نمائی کرتے ہیں۔ میرے پاس روز نامہ "جنگ" کی ایک کٹنگ ہے جس میں ہائی کورٹ کے ریمارکس ہیں کہ خصوصی عدالتیں شہریوں کو اذیت دینے کے لیے استعمال نہیں کی جانی چاہئیں۔ جناب والا! یہ وہ عدالتیں ہیں جن کے قیام کے وقت اور جن کے دفاع کے وقت یہ کہا گیا کہ چونکہ خصوصی عدالتوں کا قیام عمل میں آ گیا ہے' لہٰذا پاکستان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور لوٹ آیا ہے اور اب اس کے بارے میں کوئی بات کرنی گناہ ہے۔ جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ میں نے جب سیلاب کے بارے میں بات کی کہ this is a man made disaster تو میں نہایت ہی محترم وزیر صاحب نے مجھے مشورہ دیا کہ یہ شرک ہے اور مجھے اس کے لیے معافی مانگنی چاہیے۔ جناب والا! جس وقت عدالتیں' پولیس اور ہم کسی قتل کی صورت میں ایک انسانی جان کے ضیاع کی ذمہ داری کسی دوسرے انسان پر ڈالتے ہیں تو کیا وہ گناہ کے زمرے میں نہیں آتا؟ اگر ان کے فتوے کو صحیح مان لیا جائے' جیسے پنجابی میں کہتے ہیں۔ "لودھی آئی اوہ مر گیا لودھی لکھی ہوئی ایہی سی"۔ تو جناب والا! اگر اس کی لکھی ہی ایسی تھی تو اس کے بارے میں ہر روز ہماری عدالتیں ہمارے ایوان ہمارے ادارے ہماری اخبارات کیوں تبصرہ کرتے ہیں؟ اس وقت خصوصی عدالتوں کے بارے میں بات کرنا ایسے ہی ہے جیسے پتہ نہیں کسی نے کسی مقدس چیز کے بارے میں کیا کہہ دیا ہو۔ جناب والا! یہ ہائی کورٹ لاہور کا تبصرہ ہے کہ خصوصی عدالتیں شہریوں کو اذیت دینے کے لیے استعمال نہیں کی جانی چاہئیں۔ ان

کا مطلب یہ ہے کہ شہریوں کو اور خصوصاً ان شہریوں کو جو سیاسی مخالف ہیں ان کو victi-mize کرنے کے لیے ان خصوصی عدالتوں کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ جس چیز کو بناتے وقت ان کی نیت صحیح نہیں تھی تو اس کے نتائج بھی پھر ایسے ہی برآمد ہوں گے۔ میں آج اس ایوان میں کھڑے ہو کر خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو فضا آج بنائی جا رہی ہے جناب سپیکر! یہ قدرت کا قانون ہے کہ کل یہی آگ ان کے گھروں تک پھیلے گی اور جناب والا! میں ان کے مفاد میں یہ بات کہتا ہوں کہ اس صورت حال کو روکیں اس سے پہلے کہ یہ آگ جو ہمارے اور عام آدمی کے گھروں کو جلا رہی ہے ان کے اپنے گھروں تک پہنچ جائے۔

جناب والا! میں گوجرانوالہ کے ایک کیس کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ جس میں مسلم لیگ کا ایک سرگرم کارکن شامل ہے جو صوبائی وزیر اور سیاست دانوں کی پشت پناہی سے اب بڑا آدمی بن گیا ہے۔ جس وقت یہ ہائی کورٹ میں پیش ہوتے ہیں تو کورٹ کی طرف سے استفسار کیا جاتا ہے کہ جب مسلم لیگ کے اس خطرناک مجرم کو صوبائی وزیر نے پناہ دی ہوئی تھی تو اس کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟

میرا خیال ہے کہ ابھی تک کسی وزیر کی اس ایوان سے چھٹی نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر! پھر عدالت عالیہ کا تبصرہ ہے اور ان کے ریمارکس ہیں اور یہ "جنگ" اخبار کے ہیں کہ ایم پی اے کے آدمی نے آرو ریزی میں ناکامی کے بعد لڑکی پر تیزاب پھینک دیا۔ اس بارے میں پولیس کو بتایا گیا' تھانے میں مقدمہ درج کروانے کی کوشش کی گئی۔ مگر ایم پی اے صاحب نے اسے ناکام بنا دیا۔ تو جناب سپیکر! جب سیاسی طور پر مداخلت کا یہ عالم ہوگا تو پھر امن و امان کی صورت حال بھی ایسے ہی ہوگی۔ پھر جناب والا! وزیر اعظم صاحب ایک جگہ دورے پر جاتے ہیں وہاں جا کر افسران سے پوچھتے ہیں۔ اس افسر نے تو بات نہیں کی۔ لیکن میں آج اس ایوان کی وساطت سے جناب وزیراعظم کو کہتا ہوں کہ جس علاقے میں بھی وہ جائیں وہ قتل' ڈکیتی اور چوریوں کے بارے میں اپنے ہی لوگوں سے پوچھیں جن پر بالواسطہ یا بلا واسطہ یہ ذمہ داری آتی ہے' جہاں پر تھانے دار ان کی اپنی مرضی کا لگا ہوا ہوگا' جہاں ایف آئی آر ان کی مرضی سے درج ہوگی' جہاں پر دوسروں کی ایف آئی آر درج کرنا تو ایک طرف ان کو تھانے میں بیٹھنے

کی اجازت نہیں۔ تو جناب سپیکر! وہاں کے امن و امان کی ذمہ داری اداروں سے کیسے پوچھی جائے گی اس کے بعد ایک اور بد نصیب شخص کی پریس کانفرنس میرے سامنے آ گئی۔ اسلام پورہ میں واقعہ ہوا اور وزیر اعظم صاحب کی طرف سے 72 گھنٹے کا نوٹس دیا گیا' وزیر اعلیٰ کی طرف سے اس کو دہرایا گیا لیکن 72 دن بھی گزر گئے۔ اور جس دن حاجی اسمٰعیل صاحب نے پریس کانفرنس کی تھی اس وقت 94 دن گزرے تھے۔ اب تو اور بھی بہت زیادہ دن گزر چکے ہیں اور پھر یہاں کہا جاتا کہ پرانے دور کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ میں چاہتاہوں کہ جب بھی ان کی کوئی بے قاعدگی ان کے سامنے لائی جائے تو یہ موازنہ کیا جائے کہ 1977ء سے پہلے بھی یہی ہوتا تھا۔ اور اس گڑ بڑ کے دور کی justification دکھائیں تاکہ ہم یہ ثابت کر سکیں کہ یہ اس دور سے بہتر نہیں ہے جو پاکستان کی قانونی اور آئینی حکومت تھی اور جسے ایک سازش کے ذریعے سے اقتدار سے محروم کیا گیا تھا۔ اگر آج بھی وہی کچھ ہو رہا ہے تو پھر جنرل ضیاء کے اس ایکشن کی کیا ضرورت تھی؟ نظام مصطفےٰ میں ان لوگوں کو شہید کرانے کی کیا justification تھی؟ اگر آپ نے بھی یہی کہہ کر justify کرنا ہے کہ بات 1992ء کی ہو رہی ہے اور کہانی 1972ء کی سنائی جاتی ہے۔ پھر جناب والا! یہ اداریہ میرے سامنے ہے۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنا کیس built up کر کے اس کی وجوہات کے بارے میں details پہ آؤں۔ اس وقت جو ایوان میں چند لوگ موجود ہیں ان کے ذہن میں ایک اصل تصویر جو براہ راست یا بالواسطہ ہماری چشم پوشی سے یا ہماری پشت پناہی سے اس پنجاب میں موجود ہے وہ ہمارے سامنے آئے شائد نوازشات کے حصول سے ہٹ کر اپنے آپ کو اس صوبے کے عوام کے سامنے جواب دہ سمجھتے ہوئے میری آواز کے ساتھ آواز ملانے پر مجبور ہو جائیں۔ صرف لاہور کے حوالے سے عرض کروں گا۔ ایک دن میں لاہور میں کئی وارداتیں ہوئیں۔ یہ "نوائے وقت" کا اداریہ میرے سامنے ہے جس میں انہوں نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھاہے۔ "ان دلیرانہ وارداتوں سے حکومت اور پولیس کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ پنجاب کی حکومت امن و امان کی صورت حال بہتر بنانے اور جرائم پیشہ عناصر کا سدباب کرنے میں مصروف ہے۔ صوبائی دارالحکومت میں جہاں گورنر' وزر اعلیٰ' وزرائے کرام' انتظامیہ اور پولیس کے اعلیٰ افسران بستے ہیں' یہاں امن و امان کی صورت حال یہ ہے تو اس سے اندازہ کیا جا سکتا

ہے کہ صوبے کے دور دراز مقامات پر جہاں عوام پولیس کے ادنیٰ افسروں کے رحم و کرم پر ہے کیا حالت ہوگی" جناب سپیکر! یہ صورت حال اخبارات کو مجبور کرتی رہی کہ وہ اس طرف توجہ دیں اور وہ اداریے اور خبریں لکھتے گئے۔ اور اس کے بعد روز نامہ "مشرق" جس کے بارے میں تاثر ہے کہ حکومت کے خلاف جو نقطۂ نظر ہو اس کو انتظامی دباؤ کے تحت نہیں لکھتا' اس نے بھی یہ لکھا ہے کہ شہری حلقوں میں یہ تاثر تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ پولیس کے دعووں کے باوجود امن عامہ کی صورت حال بگڑتی جا رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ محکمہ پولیس میں دیانت دار اور فرض شناس افسر بھی موجود ہیں لیکن ایک بنیادی خرابی ہے جس سے یہ محکمہ بھی متاثر ہوا ہے۔ سفارشی اور بد عنوان افسر کسی بھی ایسے ملک کو کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ جس وقت میں بھرتی اور ٹریننگ کے موضوع پر آنا چاہوں گا اس وقت میں یہ عرض کروں گا۔ جناب گورنر نے حلف پہ جو تبصرہ کیا کہ دیانت دار اور فرض شناس پولیس افسر کھڈے لائن لگا دیے جاتے ہیں۔ مجھے اس بات کی زیادہ خوشی ہوتی اگر جناب گورنر اس کی وجوہات بھی بیان کر دیتے کہ ان اداروں اور باقاعدہ محکموں کی موجودگی میں چیف ایگزیکٹو اور دوسرے اداروں کو بے اثر بنانے کے لیے کرائمز کنٹرول کمیٹی کے نام پہ میاں شہباز شریف صاحب کو روایات اور تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کے اوپر مسلط کر دیا جائے گا تو کاش جناب گورنر یہ بھی فرما دیتے کم از کم ان کی حد تک یہ صورت حال واضح ہو جاتی۔

جناب والا! میں چوریوں اور ڈکیتیوں کی یلغار کے بارے میں ذکر کرتا ہوں۔ ایس پی صاحب لاہور نے بھی ایک دفعہ فرمایا کہ تھانوں میں ایف آئی آر درج نہیں ہوتی اور اس کے بعد ایک اور واقعہ جسے advices کے ذریعے زیادہ flash نہیں ہونے دیا گیا کہ مزید کے میں ایک اغوا کا واقعہ ہوا۔اس میں پنجاب کے ایک چیف ایگزیکٹو کے عزیز بھی ملوث تھے جو وہاں کی مقامی مسلم لیگ کے عہدے دار ابھی تک کسی جرم میں ملوث نہیں پائے گئے۔ جنہوں نے ابھی تک اپنے چہرے پر مردانگی کا ثبوت نہیں دیا۔ اور ابھی تک وہ اس سرکاری مسلم لیگ کے عہدے دار ہیں۔ اور اس کے بعد ایس پی شیخوپورہ پر دباؤ ڈالا جاتا رہا کہ چیف ایگزیکٹو کے اس عزیز کو کم از کم اس پرچے سے نکال دیں۔ جناب والا! میں اخبارات کے اداریوں اور تاریخوں کے حوالے سے بات کرتا جاتا ہوں کہ یہاں پہ

حث سمیٹتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ اپوزیشن کی طرف سے مفروضوں کی بنا پر بات کی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! اب لاہور ہائیکورٹ تو ایک مفروضہ نہیں ہے۔ مسٹر جسٹس ایس ایم زبیر صاحب کی سٹیٹمنٹ ہے کہ لوگ گائیں بھینسیں اور بھیڑ بکریاں نہیں ہیں کہ جب چاہا تھانے بلوا لیا۔ پولیس کے سارے کام ناجائز ہیں۔ چوریوں او ڈکیتیوں کا برآمد شدہ مال خود ہضم کر جاتی ہے۔ جناب والا! میرا مقصد توہین عدالت نہیں' لیکن میں اس میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ سارا مال خود ہضم نہیں کرتی بلکہ کچھ مسلم لیگ کے فنڈ میں بھی جاتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ ایک ایف آئی آر نمبر 317 جو تھانہ سرائے عالمگیر میں لکھی گئی۔ 1-10-92 کا وقوعہ ہے کہ جس میں امداد برائے سیلاب زدگان زیر ہدایت میاں شہباز شریف ایم این اے حلقہ 96 زیر نگرانی جاوید اشرف پرائیویٹ سیکرٹری برائے میاں شہباز شریف امدادی سامان لے کر جا رہے ہیں۔ سڑک چھوٹی ہے' آگے ایک ویگن جا رہی تھی۔۔۔ اس کو نہیں معلوم تھا کہ شاہی سواری آ رہی ہے' ورنہ شائد وہ بے چارہ جرأت نہ کرتا۔ اس کو کچھ دیر کے لیے راستہ نہیں ملا۔ بادشاہوں کا غصہ باہر آنے کے لیے اتنی دیر کافی تھی۔ اس کے خلاف ایف آئی آر لکھی گئی۔ وہ لوگ جو سیلاب کے مارے ہوئے تھے' ان کی امداد کے لیے گئے ہوئے ہیں اور کرائمز کنٹرول کمیٹی کے چیئرمین نے بھیجا ہے اور وہاں پہ ایک ایسی غیر قانونی حرکت کر کے آئے ہیں کہ وہ حوالات میں بیٹھے ہیں اور حالی سیلاب زدگان کی ہو رہی ہے۔ وہ حوالات میں بیٹھے اپنے گھر تعمیر کر رہے ہیں۔ جناب والا! جب اس لیول پہ غیر قانونی اقدامات کی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور غیر قانونی کام کیے جائیں گے تو پھر اس کے بعد justify کیا جائے گا کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ صحیح کر رہے ہیں۔ اسی طرح لاہور ہائی کورٹ کے حکم پر ہی اسسٹنٹ کمشنر اور تھانے دار کے خلاف بھی پرچے درج کیے گئے۔ اور ایک دن تو باقاعدہ ڈے منایا گیا کہ چار موٹر سائیکل سوار ڈاکوؤں نے 20 منٹ میں تین دکانیں لوٹ لیں۔ جناب سپیکر! یہ 20 منٹ میں چار دکانیں لوٹنا progress report ہے اور حکومت کے لیے یہ بڑی قابل داد بات ہے۔ اور پھر ایک بات یہاں پر سنائی دی تھی' میں اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے' اس وقت روحیل اصغر صاحب' ایم پی اے یہاں پر موجود تھے' انہوں نے بھی اس پر تبصرہ کیا تھا کہ

تھانے دار ایم پی اے کے انتقام کا نشانہ بن گیا۔ فرض شناس یا بدتمیز ایک تھانے دار غالباً اس کی بھی مت ماری گئی ہو اس نے ایک ایم پی اے صاحب کو روکنے کی کوشش کی کہ جناب والا! یہ جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔ جناب والا! جب بادشاہوں سے صحبت ہوگی تو تھوڑی بہت بادشاہی ہم میں بھی آنا بڑی ضروری بات ہے۔ ہم بھی اس بات کو انا کا مسئلہ بنا لیں گے کہ تھانے دار کی جرأت کیسے ہوئی میری گاڑی روک کر کہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! یہ جو واقعات ہیں اور جنہیں میں بعد میں build up کروں گا اور انہی کی وجہ سے ہمارے صوبے میں امن و امان کی صورت حال اس حد تک بگڑی ہوئی ہے۔ اکتوبر کی ایک خبر ہے کہ موضع اعوان چک نمبر 39 میں منشیات کا جھوٹا مقدمہ درج کیا گیا ہے' اس سے پیسے مانگے گئے اس نے نہیں دیے تھانہ چوکی کے سب انسپکٹر صاحب نے اس کے گھر میں گھس کر زود و کوب کیا۔ جناب والا! لاہور کے گرد نواح میں ایک واقعہ موضع کرباٹھ میں ہوا' اس کے حوالے سے یہاں پر بھی یہ کہا گیا کہ یہ ایک political issue ہے جسے ایک سیاسی جماعت نے بنانے کی کوشش کی ہے۔ جناب والا! ہم نہ صرف اپنے منتخب کرنے والوں کے سامنے جواب دہ ہیں' بلکہ اس صوبائی اسمبلی پنجاب کے رکن ہونے کے حوالے سے پنجاب میں ہونے والی کسی بھی زیادتی کے خلاف آواز اٹھانا ہمارا فرض ہے۔ کسی جماعت سے میرا تعلق ہوگا' کسی جماعت سے آپ کا تعلق ہوگا اور کسی جماعت سے پراچہ صاحب کا تعلق ہے۔ جس وقت ہم یہ بات کریں گے کہ یہ political issue ہے تو یہ سب سے آسان defence ہے۔ اس کو criticise کیا جا رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ یہاں پر جواب دیا جاتا۔ اس کو avoid کیا گیا کہ matter subjudice ہے' ہائی کورٹ میں رٹ ہو چکی ہے' اس لیے یہاں پر اس کے بارے میں بات نہیں ہو سکتی۔ جناب سپیکر! کسی مسئلے کا subjudice ہونا اسمبلی میں discuss کرنے میں رکاوٹ نہیں میں چاہوں گا کہ جس وقت یہاں پر wind up کیا جائے اس حوالے سے بھی بات کی جائے۔ ڈکٹوریہ ہسپتال میں کیشئر کو لوٹ لیا گیا ہے۔

جناب والا! پچھلے اجلاس میں ہماری ایک تحریک التواء تھی کہ اتفاق برادرز کا مشترکہ کاروبار تھا' پاکستان کے چیف ایگزیکٹو کے کچھ عزیزوں نے جناب سپیکر! مجھے نہیں' اپوزیشن کو نہیں' ان کے عزیزوں نے جو عرصہ دراز سے ان کے ساتھ اس common

business میں تھے' انہوں نے یہ شکایت کی کہ ہمیں ہمارا due share نہیں ملتا۔ ان کو ان کے اس مطالبے سے روکنے کے لیے پولیس ایکشن کیا گیا۔ جناب والا! یہ وہ طرز عمل ہے' یہ وہ attitude ہے' یہ وہ سوچ ہے جس کے خلاف ہم احتجاج کرتے ہیں اور جس کے نتیجے میں یہ سارے ہائی کورٹ کو یہ ریمارکس دینے کی ضرورت پیش آئی جو میں نے ابھی پیش کیے ہیں۔ اور اسی سوچ کے رد عمل کے طور پر اخبارات والوں کو خبریں دینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اسی سوچ کے رد عمل کے طور پر اخبارات میں اداریے لکھے گئے اور ہم جو یہاں پر بات کر رہے ہیں یہ بھی اسی سوچ کا عمل ہے۔ یہ وہ attitude ہے' طرز عمل ہے جو اس وقت خصوصاً ہمارے صوبے میں کار فرما ہے۔ ان کو اس مطالبے سے روکنے کے لیے پولیس ایکشن کیا گیا' paddling کی گئی' ایف آئی آر بنائی گئی اور انہیں حراست میں لیا گیا۔ جناب والا! اگر ان کا جرم تھا' انہوں نے قانون شکنی کی تھی تو پھر وہ مجرم تھے اور پھر ان کے خلاف کارروائی کا اوپر سے ٹیلی فون آنے کے بعد روک دینا مناسب نہیں تھا۔ یہ اوپر سے ٹیلی فون آنے کے بعد کارروائی کا ختم کر دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ساری کارروائی ایک فرضی کارروائی تھی اور اس کا مقصد صرف ان کو اس احتجاج اور مطالبے سے باز رکھنا تھا۔

جناب والا! میں اوکاڑہ کے حوالے سے بھی بات کروں گا۔ وہاں پر پولیس کے ایک بڑے افسر اور magistracy کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ میں نے اس پر ایک Call Attention Notice بھی دیا لیکن اسمبلی سیکرٹریٹ یا سپیکر صاحب کا خیال تھا کہ لاء اینڈ آرڈر کا جو آپس کا جھگڑا ہے وہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ نہیں اور اس پر بھی probe in thoroughly نہیں کیا گیا اور اس پر جو کھینچا تانی ہے وہ آج تک جاری ہے جناب سپیکر! میں اس ایوان سے یہ استدعا کروں گا اور ان کی وساطت سے حکومت سے بھی کہ اس ایوان کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو وہاں پر ہونے والی کارروائیوں سے ہٹ کر وہاں پیش ہونے والے کاغذات سے ہٹ کر ایک صحیح اور مفصل رپورٹ اس ایوان کے سامنے پیش کرے۔ جس سے یہ بھی واضح ہو سکے کہ امن و امان خراب کرنے کے ذمہ دار صرف وہ ہی ادارے نہیں ہوتے جن کو ہم ذمہ دار ٹھہرا دیتے ہیں' براہ راست یا بالواسطہ اس میں ہم بھی ملوث ہوتے ہیں۔ پھر جناب سپیکر! یہ ایک تحریک التوائے کار تھی کہ ایک

خصوصی عدالت کے سربراہ مقرر کر دیے گئے۔ انہوں نے ایک متنازعہ (controver-sial) ایک سیاسی مسئلے پر ایک آرٹیکل لکھا۔ وہ آرٹیکل چھپنا اور اس پر اس سرکاری ملازم کی سرزنش نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ آج ان خصوصی عدالتوں میں جس کے بارے میں میں نے لاہور ہائی کورٹ کے ریمارکس عرض کیے تھے' criteria یہ ہے' ان کی qualification یہ ہے کہ یہ سیاسی مخالفین کو کس حد تک رگڑا دیتے ہیں اور جہاں صرف سیاسی مخالفوں کو رگڑا دینا عدالتوں کو سربراہی کے لیے معیار بن جائے اور وہ بھی اس ملک میں جس کی بنیاد یہ تھی کہ "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" یہ اپنی جگہ پر ایک بہت افسوس ناک بات ہے پھر آج کل ایک اور سکینڈل enact ہوا ہے۔ اس کے بارے میں بھی ہماری تحریک التواء پچھلے اجلاس میں اس لیے زیر بحث نہیں آ سکی تھی کہ ایک شخصیت' اس کے ساتھ پولیس افسران' کچھ اور اداروں کے اہل کاران ایک بہت بڑے سکینڈل میں گرفتار ہوئے۔ ایک دم سے news flash ہوئی اور اس کے بعد اس کو دبانے کی کوشش شروع ہوئی۔

جناب والا! ظاہر ہے جب ایک معاملہ اتنا کھل کر سامنے آئے گا اور پھر اسے دبایا جائے تو عام آدمی بھی دلچسپی لیتا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ جناب سپیکر! پتہ یہ چلا کہ وہ اس لیے ہو رہا ہے کہ جس وقت یہ خدشہ سامنے آیا جو اپنی جگہ پر ایک بہت افسوس ناک ہے وہ پڑی جب قبائلی علاقہ سے چلتی تھی اور نوجوان نسل تک پہنچنے میں کن کن ہاتھوں سے وہ گزرتی تھی اور ان ہاتھوں سے جو پیسہ ملتا تھا وہ manufacturer تک پہنچنے سے پہلے کن کن جگہوں پر تقسیم ہوتا تھا۔ جناب والا! جب یہ انکشافات ہونے کا خطرہ سامنے آیا اب یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اس کو دبا دیا جائے۔ میں یہ چاہوں گا کہ جب چیف ایگزیکٹو تقریر کو wind up کریں تو جن حقائق کا میں نے فرداً فرداً ذکر کیا ہے اس کا اسی طرح فرداً فرداً جواب دیں۔ صرف یہ نہ کہیں کہ اپوزیشن چونکہ حزب اختلاف میں بیٹھی ہے' اس لیے اختلافات کرنا ان کا فرض ہے۔ جناب والا! میرے سامنے صوبائی اسمبلی پنجاب کے نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ہیں جو منگل 8 ستمبر 1992ء کو یہاں پیش کیے گئے۔ یہ پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں اس وقت نیشنل اسمبلی میں اپوزیشن اور یہاں کی حکومت نے' اور ایوان سے اکثر یہ کہا جاتا رہا کہ مرکز میں چونکہ from

1988 onwards. پیپلز پارٹی کی حکومت نے اسلحہ کے بارے میں بڑی فراخ دلانہ پالیسی اختیار کی ہوئی ہے۔ پولیس کی رپورٹ نہیں تھی۔ اس لیے ان جاری کردہ لائسنس سے جو اسلحہ حاصل کیا گیا اس کی وجہ سے صوبہ پنجاب میں امن و امان کی صورت حال خراب ہو رہی ہے۔ میں نے اس پہ یہ سوال دیا تھا کہ صوبہ بھر میں یکم جنوری 1988 سے تا حال کتنے مقدمات کا اندراج ہوا جن میں آتشیں اسلحہ استعمال ہوا اور کتنے مقدمات ایسے تھے جن میں لائسنس یافتہ اسلحہ استعمال ہوا۔ جناب سپیکر! ان کا اپنا جواب ہے کہ ایسے مقدمات جن میں آتشیں اسلحہ استعمال کیا گیا وہ 19604 تھے اور ایسے مقدمات جن میں لائسنس یافتہ اسلحہ استعمال ہوا ان کی تعداد صرف ایک ہزار کے قریب تھی اور اس میں بھی اکثریت وہ لائسنس تھے جو صوبائی حکومت نے جاری کیے ہوئے تھے۔ ان کے اپنے جواب سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال خراب ہونے کی اور وجوہات ہیں۔ جناب والا! صرف پاکستان ہی وہ ملک نہیں ہے۔ جس میں سیاسی عدم استحکام رہا ہے۔ پاکستان ہی وہ ملک نہیں ہے جس میں سرکاری اداروں کی کارکردگی اس لیے بہتر نہیں ہو سکتی کہ اس میں حکومت وقت کی مداخلت ہوتی ہے۔ جناب والا! پاکستان ہی وہ واحد ملک نہیں ہے۔ میں نے ترقی پذیر ممالک یا وہ ممالک جن کے حالات ہم سے ملتے جلتے ہیں اور ترقی یافتہ ممالک کے اس دور کا مطالعہ کرنا بھی مناسب سمجھا کہ جس دور میں ان کے حالات بھی ہمارے ساتھ ملتے جلتے تھے یہ سسٹم اور روایات اتنی مستقل نہیں تھی جتنی کہ ان کی آج نظر آتی ہیں۔ جناب سپیکر! اس کے مطالعہ کے دوران جہاں ان کی طرف سے کی گئی باتیں میں اس ایوان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں وہاں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ "کہ قومیں کفر کے ساتھ تو کچھ عرصہ زندہ رہ سکتی ہیں لیکن ظلم کے ساتھ نہیں" اور یہ بات بڑی افسوس ناک ہے کہ آج پاکستان میں' اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ریاستی جبر و تشدد انتظامیہ کے اداروں کے ذریعے سے اپنے عروج پر ہے۔ عام آدمی میں عدم تحفظ کا احساس بے بسی کی حد تک بڑھ گیا ہے۔ ایسی صورت حال کے بارے میں ایک فلاسفر / شاعر جو غیر مسلم تھا' نے اظہار خیال کیا۔ لیکن وہ اسلامی تعلیمات سے ضرور متاثر ہوگا۔

"جب حاکم انصاف کی تلوار ایک طرف رکھ دیں پھر وہ بادشاہ نہیں رہتے خواہ ان

کے پاس تاج ہی کیوں نہ ہو ان کے القابات محض سائے ہوتے ہیں تاج کھوکھلے ہوتے ہیں"

کیونکہ حکم رانوں کا اصل فرض عوام کی بہبود ہے لیکن جناب سپیکر! وہ حکم ران جو عوام کا مینڈیٹ لے کر آئے ہیں وہ حکم ران جنہیں عوام نے اپنی رائے کے ذریعے سے منتخب کیا ہو وہ حکم ران جو اپنے آپ کو عوام کی رائے کے سامنے جواب دہ سمجھتے ہوں' دھن' دھونس اور دھاندلی کے ذریعے سے آئے ہوئے حکم ران نہیں۔ جناب سپیکر! آج ہماری پولیٹیکل مشینری' ہماری ایگزیکٹو مشینری اس حد تک کرپٹ ہو گئی ہے' بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کرپٹ کر دی گئی ہے جس کی اصلاح کے لیے ایک بہت بڑے اپریشن کی ضرورت پڑے گی اور جناب سپیکر! مجھے یقین ہے' کیونکہ میں بطور مسلمان مایوسی گناہ سمجھتا ہوں کہ جیسے حالات بن رہے ہیں۔ آپریشن انشا اللہ بہت جلد ہونے والا ہے۔ جناب سپیکر! Roman Empire کے وقت میں ان کے ایک فلاسفر نے کہا تھا' اس کا نام volteer تھا' اس زمانے میں بھی بادشاہ کا اصرار تھا کہ Roman Empire کو Holy Roman Empire کہا جائے اس نے یہ کہا تھا کہ It was neither holy nor Roman no an Empire. میں اس کی بنیاد پر تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ Our system of justice is neither a system nor it is for justice. اور اگر دونوں افسروں کو ادھر ادھر سے نکال دیا جائے تو پھر صرف اور صرف criminals باقی رہ جاتے ہیں۔ جناب والا! اس کی وجہ یہ ہے کہ جو آدمی جرم کرتا ہے اسے یا یہ یقین ہوتا ہے یا یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ تم جو مرضی کرو تمہیں پکڑا نہیں جائے گا اگر پکڑے بھی گئے تو ہمارے پاس ایسے انتظامات ہیں کہ تمہیں سزا نہیں ہوگی اور اگر سزا بھی ہو گئی تو ہم اتنا بندوبست رکھیں گے کہ وہ بہت کم ہوگی۔ جناب والا! یہاں پہ کورٹس کا ذکر آئے گا اس کے بارے میں میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور اس قسم کی یقین دہانی نہ میں اس پوزیشن میں ہوں نہ حزب اختلاف کا کوئی اور رکن اس پوزیشن میں ہے' بلے دیگر اگر کسی کی یہ پوزیشن رہ جاتی ہے کہ وہ کسی مجرم کو یقین دہانی کرا سکے وہ صرف اور صرف جو لوگ حکومت میں شامل ہیں وہ اس پوزیشن میں ہیں یا ڈرگ مافیا۔ لیکن بات گھوم پھر کر پھر وہیں آ جاتی ہے۔ جناب سپیکر! آپ کسی عام sense کے آدمی سے پوچھیں کہ پنجاب میں ہیروئن بک ہی نہیں سکتی جب تک اسے سرپرستی یا پروٹیکشن نہ

ملے۔ ان کو اس کے عوض میں آئی جے آئی کی الیکشن کمپین اور پھر اس racket سے جو لوگ ہیروئن سے حاصل کرتے ہیں بدقسمتی سے وزراء ہیں اراکین اسمبلی ہیں۔ وہ جہاں کہیں گئے ہوں تو وہ announce کر رہے ہیں کہ میں اس ادارے کے لیے دس ہزار روپے دیتا ہوں۔ یہ دس ہزار روپے پہنچانا اس پڑی فروش کا کام ہے۔ جناب والا! جہاں یہ صورت حال ہو وہاں پہ اس میں دو محکمے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر۔ پولیس اور کورٹس یہ کسی بھی معاشرے کو in order لانے کے لیے اہم ذریعے ہوتے ہیں۔اور اگر اس معاشرے میں اس حد تک خرابیاں پائی جاتی ہیں تو عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اس معاشرے کا جو سوشل آرڈر ہے لوگ اس پہ عدم اعتماد کا اظہار کر چکے ہیں۔ سب سے پہلے میں پولیس کی کارکردگی کے متعلق عرض کروں گا' جس کو ہم دیکھ بھی چکے ہیں اور ان کی یہ کارکردگی ایسی کیوں ہے؟ اس پر بھی میں نے اظہار خیال کیا ہے۔ اب اس کو بہتر بنانے کے لیے بھی کچھ لائحہ عمل ایسے ہیں جن پر اگر عمل کیا جائے تو پولیس کی کارکردگی بہتر ہو سکتی ہے۔ سیاسی عدم مداخلت بنیادی چیز ہے۔ جناب والا! میں حیثیت رکن صوبائی اسمبلی پنجاب اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ اگر اس ایوان کے تمام رکن ایک وقت پر یہاں جمع ہو جائیں اور وہ صد دل سے حلف اٹھا لیں کہ ہم نے کسی مجرم کو بھی نہ تو سپورٹ کرنا ہے اور نہ ہی کسی مجرم کو پروٹیکشن دینی ہے' میرا یہ ایمان ہے اور جس طرح میرا ایمان پر پکا یقین ہے' اسی طرح مجھے اس پر بھی یقین ہے کہ راتوں رات اس صوبے میں جرائم اگر مکمل طور پر ختم نہیں ہو سکتے تو کم از کم انقلابی طور پر اسے کم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جرائم کی کچھ وجوہات ہیں sudden provocation-civil litigation جائیداد وغیرہ کے معاملات بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اگر صرف اسی ایوان میں بیٹھے ہوئے 240 ممبران اس بات پر متفق ہو جائیں تو اس صوبے کی امن و امان کی صورت حال اتنی شاندار بنا سکتے ہیں جو دوسروں کے لیے بھی قابل رشک ہوگی۔ جیسے ایک معزز رکن یہاں پر فرما رہے تھے کہ اپنے آپ کو جماعت کے سامنے نہیں مصلحتوں کے سامنے نہیں' اپنے اس حلف کے سامنے اور اپنے ضمیر کے سامنے جواب دہ سمجھیں۔ تو سب سے پہلے تجویز میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ Raise the standard of selection, training and pay. یہاں پر اسی ایوان میں لسٹیں پیش کی گئیں کہ پولیس کی بھرتی میں بھی رولز کو نرم

کیا گیا ہے۔ اس کام کے لیے صرف ایک سٹینڈرڈ تھا' ایک میرٹ تھا ایک کوالیفیکیشن تھی کہ یہ کسی صاحب کے قومی اور صوبائی حلقے سے تعلق رکھتے ہیں؟ جناب والا! یہاں میں ایک اور بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں' جہاں پر کوئی جرم سرزد ہوتا ہے' اس سے ایک شخص یا کچھ افراد وابستہ ہوتے ہیں اور اس وابستگی کی وجہ سے وہ متاثر ہوتے ہیں' لیکن ایک چیز جو ہر جرم میں متاثر ہوتی ہے اور بہت حد تک متاثر ہوتی ہے وہ اس ملک کا مستقبل ہے اور ہماری آنے والی نسل ہے۔ جناب سپیکر! سلیکشن کے ساتھ ساتھ ٹریننگ کا معیار بھی بہتر کیا جائے۔ جناب والا! یہاں پر ایک ڈی سی صاحب تھے۔ ان سے 1988ء سے 1990ء والے دور حکومت میں بہت الٹے سیدھے کام لیے گئے۔ اس کے بعد ان کو نوازنا مقصود تھا۔ ان کے صاحبزادے کو انسپکٹر بھرتی کر لیا گیا' اس ایوان کی بدقسمتی ہے! یہ میں اس لیے کہنا چاہوں گا کہ اس واقعہ کو یہ ایوان با اختیار ہونے کے باوجود زیر بحث لانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ صاحب گلبرگ میں پوسٹ ہو گئے۔ فوج کے ساتھ ان کا پنگا ہو گیا۔ جناب والا! اس شخص نے دو اداروں کے لیے ایک ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ یہاں اس نوٹس برائے طلبی توجہ پر جواب دیتے وقت پاؤں کی لرزش' ٹانگوں کی لرزش ہاتھوں کی لرزش ہم نے خود witness کی ہے۔ اوہو' اوہو اس میں فوج کا نام آتا ہے۔ فوج کا ذکر نہیں کیا جانا چاہیے۔ جناب والا! اگر اس قسم کے لوگوں کو آپ بھرتی کریں گے تو اس کا یہ رزلٹ لازمی ہوگا۔ پھر جناب والا! ان کی living conditions کو بھی سامنے رکھا جائے۔ اس دور کے افراط زر کو بھی سامنے رکھتے ہوئے ان کی تنخواہیں اس حد تک پرکشش ہونی چاہئیں تاکہ اس ادارے میں کام کرنے والے کی رائے پر out sider اثر انداز نہ ہو سکے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس کی living conditions بہتر ہوں۔ اس کے بچوں کے لیے تعلیم' اس کے رہنے کے لیے گھر اور صحت کی سہولت اس حد تک مہیا کی جائے کہ ان بنیادی سہولتوں کو پورا کرنے کے لیے نہ اسے کسی دباؤ کے سامنے جھکنا پڑے اور نہ رشوت کے آگے وہ مجبور ہو جائے۔

جناب ایک اور چیز ایک تو پروموشن کا جو طریقہ کار ہے اس کے لیے مناسب فارمولا رکھا جائے اور پھر اس مناسب فارمولا کی تشہیر کی جائے۔ جیسا کہ ہم نے بھی پچھلے دنوں پولیس کے شہداء کے لیے ایک قرار داد پاس کی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اہل

کار جن کی بری کارکردگی کی وجہ سے اس محکمے کو زیر عتاب لایا جاتا ہے۔ ہم بھی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے اس محکمے کے الٹے سیدھے کاموں کو یہاں پر زیر بحث لاتے ہیں یا سامنے لاتے ہیں' اسی طرح سے جو اچھے لوگ ہیں ان کے کارناموں پر ان کو جو انعامات دیے جاتے ہیں اس کی تشہیر بھی کی جائے۔ تاکہ وہ باقی لوگوں کے لیے مثال بن سکیں۔ جس پر وہ عمل کرتے ہوئے معاشرے کے لیے بہتر خدمات سرانجام دے سکیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد کورٹس کے حوالے سے میں مختصراً عرض کروں گا' یہ جو ہم نے line draw کی ہوئی ہے کہ کہاں سے contempt of court شروع ہو جاتی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا اس لحاظ سے ضروری ہے بہر حال' کورٹس انصاف مہیا کرنے کے معاملے میں جہاں تک ان کی پہنچ ہے یا ان کی limits ہیں وہ اس کے متعلق پوری کوشش کرتی ہیں۔ لیکن یہاں جناب والا! میں لوئر کورٹس کے متعلق عرض کرنا چاہوں گا کہ سب سے پہلے تو better selection and training شروع کی جائے۔ یہاں پر بھی اگر رولز relax کر کے ان کا انتخاب کیا جائے گا اور اس کے بعد بغیر ٹریننگ کے انہیں لگا دیا جائے گا تو اس کے بعد پھر کھینچا تانی ہوگی کہ ایک مجسٹریٹ صاحب ہیں وہ کسی ایم این اے یا ایم پی اے کو پسند ہیں' irrespective of fact کہ ان کی کارکردگی عوام کی نظروں میں کیا ہے' چونکہ وہ ان کے کہنے پر لوگوں کے خلاف مقدمات کے فیصلے کر دیتے ہیں۔ اور جس کے بارے میں یہ شبہ ہو' جس کے بارے میں یہ شک ہو' جس کے بارے میں یہ الزام ہو کہ یہ ایمان دار آدمی ہے اس سے فوری طور پر جان چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

Relieve them of the entire burden کیونکہ ہمارے ہاں مجسٹریٹوں کی ڈیوٹیاں اسی طرح کی ہوتی ہیں۔ پچھلے اجلاس میں میرے ایک معزز ساتھی رانا ثناء اللہ خان نے ایک لمبا چوڑا کئی نکاتی پروگرام اس معزز ایوان کے سامنے ظاہر کیا تھا کہ چونکہ مجسٹریٹوں اور پولیس والوں کی تو یہ ڈیوٹیاں لگی ہوئی ہیں' لہٰذا امن وامان تو یہاں پر ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اعلیٰ افسران وزراء چیف ایگزیکٹیو' گورنر صاحب کے دورے کے انتظامات ہمارے وہ مجسٹریٹ صاحبان کرتے ہیں جنہوں نے بعد میں مقدمات کے فیصلے بھی کرنے ہوتے ہیں اور اس فنکشن کے کھانے کا انتظام دریوں کا انتظام' حماموں کا انتظام اور

قانون کا انتظام بھی مجسٹریٹوں کی ذمہ داری سمجھا جاتا ہے۔ جناب والا! جہاں آپ ان سے اس قسم کے کام لیں گے تو پھر اس کے بعد ان سے یہ توقع کرنا کہ جو ان کی اصل ذمہ داری ہے اس کی طرف بھی وہ اسی طرح توجہ دے سکیں گے' میں سمجھتا ہوں کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ improve efficiency of administration یہاں پر میرا خیال ہے کہ ملکی صاحب نے بھی ایک دفع یہی بات کی تھی کہ عدالتوں کا احترام کروانے کے لیے' عدالتوں کی کارکردگی میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لیے اور انہیں اس قسم کی ڈیوٹی سے relieve کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا اپنا جو نظام ہے' ان کو ملنے والی جو سہولیات ہیں اس میں بھی خاطر خواہ اضافہ کیا جانا ضروری ہے۔ تاکہ وہ بھی اپنی ذمہ داریاں ایک بہتر ماحول میں ادا کر سکیں۔ اس کے بعد "reduce the delay" مجھے احساس ہے جب میں نے یہ بات کی ہے تو اس کے نتیجے میں یا اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ہم نے خصوصی عدالتوں کے ذریعے سے delay کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ جناب والا! میں نے یہاں پر ریگولر کورٹس کی بات کی ہے کہ اس delay کی وجہ سے بھی ہمارا یہاں پر جو ٹوٹا پھوٹا انصاف کا ایک نظام موجود ہے وہ بھی صحیح طریقے سے اپنے functions perform نہیں کر سکتا۔ خصوصی عدالتوں کے بارے میں میں نے پہلے اپنا نقطۂ نظر واضح کر دیا کہ ان کے سربراہوں کا انتخاب اور ان میں جو کچھ کیا جاتا ہے وہ کورٹس کے ذریعے سے' اعلیٰ عدالتوں کے ذریعے سے ہمارے سامنے ہے۔ انصاف کے بارے میں یہ عام کہا جاتا ہے بلکہ یہ درست ہے ہر دور میں یہ کہا جاتا ہے "Justice delayed is Justice denied" کے بارے میں ایک قانون دان کی رائے کے صرف آخری الفاظ پڑھنا چاہتا ہوں۔

The most important message to the individual about Society's disappropriation of his conduct will be conveyed to him in the first weeks of his apprehension, charging and trial with efficient and delibrate cognizance.

پھر ہمارے ہاں جو سزا کا تصور یا نظام موجود ہے جناب والا! وہ بھی ان تقاضوں کو پورا نہیں کرتا جن تقاضوں کے پیش نظر سزا کا تصور ہر معاشرے میں موجود رہا ہے۔ آج میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر ملک میں ہر معاشرے میں جو عدالتی نظام اور سزا کا

تصور ہے اس میں چار چیزیں ہیں جو ہمارے ہاں کم پائی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے ہے۔
retribution.: کہ جرم کی مناسبت اور اس کے حساب سے اس کو ملنے والی سزا۔

There should be relation between the gravity of crime and severity of punishment.

یہاں پر بہت جرم کرنے والے عادی مجرم ہیں' بڑے بڑے جرم کرنے والے دندناتے پھرتے ہیں' وزراء کی کوٹھیوں میں رہتے ہیں' گن مین کے طور پر انتظامیہ انہیں ہر وقت دیکھتی رہتی ہے۔ اور جو شخص رشوت نہیں دے سکتا' جس کے پاس سفارش نہیں ہے' اسے خود اپنے پلے سے ہیروئن ڈال کر سزا کروا دی جاتی ہے۔ دوسری بات جناب والا! deterrence کہ اس قسم کا ماحول پیدا کر دیا جائے کہ جس میں جرم کے بعد سزا کا ملنا لازمی ہو اور وہ ایک deterrence کا کام دے کہ باقی جو لوگ ہیں وہ اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اس جرم کے قریب نہ جائیں۔ آج ہمارے نظام میں یہ بھی موجود نہیں ہے۔ اور میں توقع کرتا ہوں کہ جس وقت یہاں ڈیبیٹ وائنڈ آپ کی جائے تو مجھے مورد الزام ٹھہرانے کی جائے' 1977ء کے پچھلے دور میں جانے کی جائے اسی طرح جس طرح میں اور میرے ساتھی یہاں پر بڑی محنت کے بعد' بڑے مطالعے کے بعد یہاں im-portant points بھی دیتے ہیں لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آج تک سیاسی تقریر کے علاوہ اور 1977ء سے پہلے دور کو مورد الزام ٹھہرانے کے علاوہ اس ایوان میں کبھی کچھ نہ کہا گیا اور نہ کہا جائے گا۔ اس لیے کہ کہا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ پرفارمنس ایسی ہو جسے یہ قابل فخر انداز میں عوام کے سامنے پیش کرنا چاہیں تو کریں۔ جناب والا! تیسرا یہ incapacitation-

To make impossible for him to repeat the same crime again.'

جناب والا! پھر یہی آج کے دور میں جو امن و امان کی صورت حال اور جرم و سزا کا سسٹم ہے اس میں یہ چیز بھی موجود نہیں ہے جناب والا اس کے بعد چوتھا ہے rehabilita-tion کہ جو آدمی کسی جرم میں بھی گرفتار ہو جائے اسے صرف ایک مجرم سمجھتے ہوئے اسے سزا دینا ہی کافی نہیں ہے۔ حکومت کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرے جس کے نتیجے میں جب وہ شخص واپس معاشرے میں اپنی سزا بھگتنے کے بعد

آئے تو معاشرے کے ایک ایسے فرد کے طور پر اپنا کردار ادا کر سکے کہ وہ معاشرے اور قانون کا پابند ہے' امن پسند ہے اور معاشرے کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہے۔ جناب والا! لیکن یہ سارا کچھ اسی صورت ممکن ہے جس وقت میں نے بنیادی بات کی کہ آج کی جو حکومت ہے وہ on the basis of political victimization اپنے آپ کو اقتدار میں رکھنے کے بجائے اس معاشرے کی طرف توجہ دے۔ جناب والا! جہاں صورت حال یہ ہو کہ حکومت کو برقرار رکھنے کے لیے ایک ایسی سیاسی تنظیم جس کے بارے میں فوج نے یہ تفصیلات مہیا کی ہوں کہ انہوں نے مارچ میں بنائے تھے۔ جناب والا! میں اس طرز عمل کو واضح کرنے کے لیے یہ کہنا چاہتا ہوں جس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ اغوا برائے تاوان میں یہ تنظیم ملوث تھی۔ اور اس کے بعد پھر اسی تنظیم کے بارے میں اس ادارے کے حوالے سے یہ تفصیلات بھی عوام کے سامنے لائی جائیں کہ انہوں نے جناح پور بنانے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔ اور اس کمپیوٹائز میں پاکستان کا' اس وطن عزیز کا بڑا حصہ ہندوستان کے سپرد کر دیا جانا مطلوب تھا اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے جناب سپیکر! جس وقت یہ حکم ران اسی تنظیم کے ساتھ ہارس ٹریڈنگ کریں' اس کے ساتھ معاہدہ کریں' اسے دوبارہ حکومت میں شامل کرنے کی تجاویز بنائی جائیں تو پھر ان سے یہ توقع رکھنا' میں سمجھتا ہوں کہ شائد یہ میری ہی زیادتی ہے جو کہ میں ان کے ساتھ کر رہا ہوں جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے ضمیر کی آواز کے سامنے اپنے اس حلف کے سامنے جو یہاں پر اٹھایا گیا ہے' اپنے آپ کو جواب دہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے یہ ٹیلی گرام ملی۔ یہ بھی میں اس ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ملتان ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کی طرف سے مجھے ملی ہے۔

Though the legal fraternity working within the territorial limits of Multan Bench has never been accused of devoid of merit, rather all the time appreciated for devotion, duty, ability and working skill, yet recent appointment of High Court Juges have totally denied their merits and strengthened their apprehensions that Advocates

of this region are being unjustly denied their due share. The deprivation, the talents of this area, is incredible and nourish sense of frustration. This needs immediate rectification for which Multan High Court Bar Association demands that the entire remaining seats of the High Court should be filled in by the deserving Advocates of Multan Bench.

Here they have repeated: "Deserving" advocates of Multan Bench.

Here I want to put inverted commas before and after the word Deserving.

As a continuous process yet another telegram to the address of my office has been received whic his reproduced:

Please direct Deputy Commissioner, SSP Police Multan not to take illegal steps helping Syed Fakhr Imam in their design for illegal possession of standing crops of cotton of the poor bonafide purchasers. Matter is already subjudice.

جناب والا! یہ ایک اور بڑی خطرناک روش ہے کہ ایسے معاملات جنھیں اس ایوان میں بھی زیر بحث لانے سے روک دیا جاتا ہے کہ Since the matter is subjudice اس لیے یہ ایوان اس پر بحث نہیں کر سکتا۔ لیکن حکومت نے اپنوں کو نوازنے کے لیے ان کی غیر قانونی حرکات کو روکنے کے لیے جناب والا! اس ٹیلی گرام میں قومی اسمبلی کے ایک معزز مرکزی وزیر کا تعلق ہے۔ یہ ایک بڑا خطرناک رجحان ہے۔ اور اس رجحان

کے نتیجے میں عوام میں ایک رد عمل یہ ہو سکتا ہے کہ اگر یہ ادارے ہمیں انصاف مہیا نہیں کر سکتے تو پھر ہم اس شعبے کو بھی اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ حکومت پابند ہوتی ہے۔ وہ انصاف فراہم کرنے کے لیے پابند ہے۔ یہ معاشرے پر کوئی احسان نہیں ہوتا۔ It is a sort of social contract between the subjects and the government. کہ لوگ اپنی آزادی کے کچھ حصے حکومت وقت کے ہاتھ میں surrender کرتے ہیں۔ اور حکومت وقت اس surrender کے عوض لوگوں کو کچھ خدمات اور کچھ سہولیات مہیا کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ لوگ ان سہولیات اور تحفظات لینے کے سلسلے میں ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! چشتیاں میں بھی یہ واقعہ ہوا ہے۔ مسلم لیگ کے سربراہ ملک قاسم صاحب ہیں۔ انہوں نے یہاں پر ایک پریس کانفرنس کی۔ میرا خیال تھا کہ جیسے DOs جاری ہوتے ہیں حکومت نے اس پر بھی شاید کوئی توجہ دی ہو۔ لیکن وہاں ایک شخص فضل الرحمٰن ہیں۔ اس کے ورثاء کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ یہ انفرادی واقعات میں نے اس لیے دہرائے ہیں کہ جس وقت یہاں پر جواب دیا جائے ان کا اچھی طرح سے ذکر کیا جائے۔

جناب والا! آپ کا اور اس ایوان کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بڑے حوصلے سے میری تلخ اور ترش لیکن حقائق پر مبنی میری تنقید کو اور میری تجاویز کو سنا اور میں یہ توقع کرتا ہوں کہ جائے اس کے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ ہمارے الزامات حقیقت پر مبنی نہیں' وائنڈ اپ کرتے وقت ان حقائق کے بارے میں point to point جواب دیا جائے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین : جناب شوکت داؤد۔

جناب شوکت داؤد : جناب والا! میں ایک نہایت اہم بات کی طرف آپ کو توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں جو آج کے اخبارات کی سرخیاں بنی ہوئی تھی۔ چونکہ یہ معاملہ اس ایوان بلکہ ہم سب کے وقار کا معاملہ ہے کہ کل کی کارروائی اس انداز میں پیش کی گئی ہے' بلکہ شہ سرخیوں سے پیش کی گئی ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ عوام میں نہ صرف ہماری پوزیشن خراب ہوئی ہے' بلکہ اس طرح کی باتوں سے ہمارے صوبے میں ایک بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے

تحت کہ نہ صرف عوام کے منتخب نمائندوں کے وقار کو مجروح کرنے کے ساتھ ساتھ اسمبلیوں کو اس طرح پیش کیا جا رہا ہے جیسے یہ اکھاڑے کی شکل اختیار کر چکی ہوں۔ چند دنوں سے قومی اسمبلی اور آج کے اخبارات میں خاص طور پر پنجاب اسمبلی میں جو الفاظ کارروائی سے حذف بھی کر دیے گئے تھے وہ الفاظ ان شہ سرخیوں میں شامل ہیں۔ میری استدعا ہے کہ ہم جہاں اخبارات اور صحافیوں کا احترام کرتے ہیں اور وہ ہمارے بھائی ہیں۔ لیکن انہیں اس انداز سے رپورٹنگ نہیں کرنی چاہیے جس سے ہمارا وقار مجروح ہو۔ انہیں اپنا فرض مثبت انداز میں تو ضرور ادا کرنا چاہیے۔ میں درخواست کروں گا کہ اس بات کو ایوان میں زیر بحث لایا جائے اور جو ہماری شہرت خراب ہوئی ہے اس پر موثر کارروائی کی جائے۔

جناب چیئرمین : جناب فرید احمد پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں اس ضمن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس معاملے کی طرف جناب شوکت داؤد نے توجہ دلائی ہے یہ اس لحاظ سے تو اہم ہے کہ اگر اسمبلیوں کا اور منتخب اداروں کا وقار متاثر ہوگا تو اس سے جمہوری اداروں کے مستقبل اور وجود کو بھی ایک خطرہ اور ایک خدشہ ہمیشہ لاحق ہوتا رہے گا۔ اس وقار کا تحفظ کرنا ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں جہاں اخبارات کا معاملہ تھا' مثلاً کل کے واقعے کا تذکرہ ہے تو بہر حال صحافی ہمارے دوست اور بھائی ہیں۔ لیکن یہ ہیڈ لائن کا موضوع نہیں تھا۔ ہیڈ لائن تو بہت سے ایسے بین الاقوامی معاملات یا قومی مسائل پر ہوتی ہے۔ اور اسمبلی کا مجموعی ماحول بھی ایسا نہ تھا جس سے یہ شہ سرخی بن سکے۔ بہر حال اس موضوع کو اور خاص طور پر ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے ایک تحریک التوام بھی دے رکھی تھی کہ جس میں اخبارات میں فحاشی اور عریانی کے پہلو کے بارے میں توجہ دلائی گئی تھی۔ پریس تو بہر حال آزاد ہے اور ایک جدوجہد کے نتیجے میں یہ آزاد ہوا ہے۔ ہم اس کی ہمیشہ نہ صرف حوصلہ افزائی کریں گے بلکہ اس کا ہمیشہ مطالبہ کرتے رہیں گے کہ صحافت آزاد رہے۔ اس پر کوئی پابندی نہ ہو۔ لیکن اس کے ساتھ جو ان اداروں کا وقار ہے اس کا بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس کی ذمہ داری بہر حال ہمارے اوپر بھی آتی ہے کہ اگر ممبران اسمبلی اس وقار اور شائستگی کو کہیں بھی متاثر کریں گے تو اس سے ہو سکتا ہے کہ کچھ ایسے عناصر

فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں جن کے پیش نظر جمہوری اداروں کا وقار نہیں ہے۔ اس لیے میں وزیر قانون صاحب سے اس کا یہ پہلو بھی مدنظر رکھنے کی گزارش کروں گا۔ مثلاً شیخ طاہر رشید صاحب ہمارے بھائی ہیں۔ گزشتہ اجلاس میں وہ نہیں تھے تو کارروائی کا یہ انداز سامنے نہیں آیا۔ جو اس سیشن میں آیا ہے۔ تو یہ ہماری اجتماعی ذمہ داری بھی ہے۔ لیکن میں اس پر یہ گزارش کروں گا کہ اب اس معاملہ کے لیے ایک دن رکھ لینا چاہیے تاکہ اس کے سارے پہلوؤں پر بحث ہو جائے اور گفتگو ہو جائے اور یہ بات سامنے آ جائے یعنی پریس کے کردار کے بارے میں بھی اور اسی طرح سے جو ہماری ذمہ داریاں ہیں ان کے حوالے سے بھی....

جناب چیئرمین : جناب لاء منسٹر! اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میں اس بارے میں کچھ عرض کرنی چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین : رانا اکرام ربانی صاحب۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! اخبارات تو میں نے بھی دیکھے ہیں۔ ایک معاملے کی طرف شوکت داؤد صاحب نے توجہ دلائی ہے جس کے حوالے سے اخبارات میں یہ خبریں آئی ہیں۔ میں کل یہاں پر موجود نہیں تھا۔ میں اس مرحلہ پر ان کی بات سے بھی اختلاف نہیں کرنا چاہتا۔ اور پراچہ صاحب کی بات سے بھی اختلاف نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن میں اپنی طرف سے اتنی گزارش ضرور کرنا چاہوں گا کہ بنیادی طور پر ہم یہاں اراکین منتخب ہو کر اس ایوان میں آئے ہیں۔ ان فرائض کی ادائیگی کرتے وقت مجھے افسوس ہے کہ ہمارے ذہن میں اپنا وہ مقام اور اس مقام کا احترام اور اس احترام کے اعتبار سے وہ معیار جس کی کسی بھی منتخب رکن اسمبلی سے توقع کی جا سکتی ہے اکثر اوقات وہ برقرار رکھنے میں کامیاب نہیں رہے۔ جناب سپیکر! یہ بات اپنی جگہ پر پراچہ صاحب نے بھی کچھ معاملات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ انتہائی provocative حالات میں بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ ایسے حالات نہ پیدا ہوں جس کے نتیجے میں اراکین کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑیں۔ یا وہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیے جائیں۔ یا وہ چھپنے کی صورت میں ہمارا استحقاق مجروح ہو جائے۔ اس ایوان کا سب سے پہلے استحقاق ہے کہ وہ اپنے اراکین سے ایک خاص طرز عمل کی توقع رکھتا ہے۔ جناب والا! میں اس مرحلہ پر اس استحقاق کی

طرف بھی ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اس ایوان کا استحقاق ہے کہ وہ اپنے اراکین سے ایک خاص رویے کی توقع رکھتا ہے۔ میں یہاں اس مرحلہ پر تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ بہت سی تحاریک استحقاق پر چیئر کی رولنگز بھی آ چکی ہیں۔ شاید ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے' میں اس پر تبصرہ کر رہا ہوں۔ میں جناب سپیکر! اس بارے میں میں بہت sensitive تھا۔ اب بھی ہوں۔ افسوس ہے کہ اس اجلاس کے آغاز کے ساتھ ہی پہلے دن یہاں پر ایسی باتیں کر دی گئی کہ جن کو ہضم کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا کیونکہ میں اپنے آپ کو اس معاملے میں کم از کم patient سمجھتا ہوں۔ میں چاہوں گا کہ اس ایوان کے تمام اراکین' وزراء بھی' میں یہاں پر کسی کا نام نہیں لینا چاہتا اس معاملے میں اپنی ذمہ داریاں بھی پوری کریں۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب چیئرمین : جناب بادشاہ میر خان آفریدی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا! جناب شوکت داؤد صاحب نے آج اس بات کی طرف نشان دہی کرائی ہے کہ ایک عرصے سے ہم لوگ یہ محسوس کر رہ ہیں کہ ہمارے چند اخبارات کوئی بھی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جس میں ان مقدس ایوان کی تضحیک کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ جیسے میرے فاضل دوست نے فرمایا کہ کل کی بات اس قابل نہ تھی کہ اس کو ہیڈ لائن بنایا جاتا۔ لیکن میں اس میں گزارش یہ کروں گا کہ ہمارے صحافی حضرات تو رپورٹنگ کرتے ہیں لیکن اخبارات کے مالکان کی اپنی ایک پالیسی ہے۔ اور اگر آج ان اخبارات کا غور سے مطالعہ کیا جاتا تو ہیڈ لائن کے ساتھ ایک اور لائن لگی ہوئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ حکومت نے اخباری کاغذ کے کوٹہ میں کچھ ایسا ویسا کر دیا ہے۔ تو میں یہی گزارش کروں گا کہ قومی اخبارات ہمارے گھروں میں بھی جاتے ہیں ہمارے بچے بھی ان کو پڑھتے ہیں۔ شریف لوگوں کے گھروں میں بھی جاتے ہیں تو کم از کم انہیں اپنا معیار اتنا رکھنا چاہیے کہ ایک شریف گھرانے کے لوگ بھی ان اخبارات کا مطالعہ کر سکیں۔

میاں شہباز احمد : جناب والا! میں جو بات کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ نے جناب لاء منسٹر صاحب کو دو دفعہ بولنے کے لیے کہا تو اسی وقت کوئی معزز رکن پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو جب آپ چیئر سے ایک دفعہ آواز بلند کر دیتے ہیں یا کسی کو بولنے کے لیے کہہ دیتے ہیں تو کیا وہ رولنگ کے خلاف نہیں کہ آپ اسی دوران کسی

دوسرے آدمی کو بولنے کی اجازت دے دیں جب تک کہ پہلا شخص نہ بولے۔ مجھے ذرا اس کی وضاحت چاہیے۔

جناب چیئرمین: چونکہ یہ معاملہ بڑی اہم نوعیت کا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ معزز ممبران کی رائے لی جائے تاکہ ان کے بارے میں لاء منسٹر صاحب اس کے بارے میں صحیح طور پر اپنی رائے دے سکیں۔ اس لیے میں نے ممبران کو فلور دینا مناسب سمجھا۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! جب چیئر سے آپ ایک دفعہ کسی شخص کو بولنے کے لیے کہتے ہیں تو میرا خیال ہے آپ اتنی دیر تک اپنی رولنگ بدل نہیں سکتے جب تک وہ شخص اپنی زبان نہ کھولے یا بات نہ کرے۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بہت سے واقعات ایسے ہیں کہ جب لاء منسٹر صاحب کسی بات کی وضاحت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور سپیکر انہیں فلور دیتے ہیں۔ لیکن اس دوران اگر کوئی معزز رکن بات کرنا چاہیں تو انہیں امید یہ ہوتی ہے کہ لاء منسٹر صاحب اپنا مؤقف آخر میں بیان فرما سکیں گے۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ۔

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ حاجی شہباز احمد صاحب دو دفعہ اٹھ کر چیئر کو بتا چکے ہیں کہ انہوں نے فلور لاء منسٹر صاحب کو دیا اور اس کے بعد دوسرے ممبر کو اجازت دے دی۔ میرا خیال ہے اس طریقے سے یہ چیئر کو کنڈکٹ نہیں کروا سکتے اور نہ ہی یہ چیئر کو ڈکٹیٹ کروا سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات غیر مناسب ہے۔

جناب چیئرمین: جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون: جناب والا! یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ میں نے پہلے بھی کئی مرتبہ اس ایوان میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے گزارش کی ہے کہ صحافی اور سیاست دان' اسمبلی ھاؤس کے اندر بیٹھے ہوئے معزز ارکین اسمبلی اور ہمارے بھائی جو پریس گیلری میں بیٹھے ہیں یہ ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں اور ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ایک گاڑی کے پہیے ہیں۔ کسی لحاظ سے بھی میں

سمجھتا ہوں کہ ایک سائیڈ سے دوسری سائیڈ کے بارے میں کسی قسم کا نامناسب رویہ کسی لحاظ سے قابل ستائش نہیں ہے۔ جناب والا! میں ماضی میں نہیں جانا چاہتا۔ میں اس سیشن کے حوالے سے آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ اسی سیشن میں ہمارے دو معاملات اس معزز ایوان میں pending ہیں ایک ہمارے معزز رکن کی جانب سے ہے۔ جس میں ہماری اس معزز اسمبلی کے اراکین کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے' جس میں اسی ہاؤس کی کارروائی کو ہدف تنقید بنایا گیا۔ "شرم تم کو مگر نہیں آتی۔" "ان ممبرز کو جو ووٹ دے گا وہ بے غیرت ہوگا" جناب والا! میں سمجھتا ہوں اس قسم کا طرز عمل کسی لحاظ سے بھی قابل تحسین نہیں اور اس پر کوئی فخر نہیں کیا جا سکتا۔ وہ تحریک استحقاق اس وقت ہاؤس میں pending ہے اسی سیشن میں وہ پیش ہوئی۔ اس کے ساتھ ایک تحریک التوائے کار آئی ہے۔ اس تحریک التوائے کار کی اہمیت کا اندازہ جناب اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ میں نے 1970ء سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ اس قدر معافی کے الفاظ اور اپنی غلطی کو کسی اخبار والے نے تسلیم کیا ہو جس طرح سے اس تحریک التوا کے بارے میں ایڈیٹر صاحب نے جناب سپیکر صاحب کی خدمت میں غیر مشروط معافی کا اظہار کیا ہے۔ اس قسم کی بات کرنے سے اگر تھوڑی سی پہلے احتیاط برت لی جاتی تو شاید یہ نوبت ہی نہ آتی۔ ایک دفعہ جب کمان سے تیر نکل جاتا ہے تو پھر وہ واپس نہیں آتا۔ تھوکی ہوئی بات کو پھر چاٹا نہیں جا سکتا۔ ایک ناقابل تلافی نقصان معاشرے میں کسی ادارے کو ایک دفعہ ہو جاتا ہے' اس کے بعد جتنی تردیدیں یا جو کچھ کرتے رہو اس کا ازالہ کسی طرح سے نہیں ہوتا۔ میں نے متعدد بار یہ گزارش اپنے صحافی بھائیوں کی خدمت میں پیش کی ہے۔ کہ کم از کم وہ پاکستانی کی حیثیت سے جمہوری عمل کو مستحکم کرنے کے لیے کام کریں۔ جب جمہوریت ہوگی تو یہ سارے سلسلے چلیں گے۔ ایک انٹر نیشنل سازش ہے کہ ہمارے ملک میں جمہوری اداروں کو غیر مستحکم کیا جائے۔ اس میں اگر ہم ان کے ہاتھ نہیں روک سکتے تو کم از کم ہم اپنے طور پر اس قسم کا طرز عمل اختیار کر سکتے ہیں کہ جس سے اس جمہوری عمل کو مستحکم کرنے میں ہم اپنا کردار ادا کر سکیں۔ تو جناب فرید احمد پراچہ صاحب' جناب شوکت داؤد صاحب اور جناب قائد حزب اختلاف نے بھی اس موضوع پر بات کی ہے۔ میں اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر یہ عرض کروں گا

کہ حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ہم اپوزیشن کے مشورے کے ساتھ انشاء اللہ ایک دن مختص کریں گے اور اس اہم ترین مسئلے پر سیر حاصل بحث ہوگی۔ اس میں ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کی تحریک التوائے کار کے موضوع پر بھی بات ہو جائے گی اور اس سلسلے میں جتنے بھی معاملات ہیں ان پر ہم بحث کریں گے۔ شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: جناب شکوت داؤد صاحب نے جو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی ہے' جناب فرید احمد پراچہ صاحب' جناب بادشاہ خان آفریدی صاحب اور جناب لاء منسٹر کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو خبر آج کے اخبارات میں پڑھی گئی ہے وہ واقعی قابل تشویش ہے۔ خاص طور پر جمہوری ادارے جن کی اپنی میعاد بہت ہی کم ہے۔ جن کی طبعی عمر بہت ہی کم ہے اور ابھی ان اداروں کو اس ملک میں پھلنا پھولنا ہے۔ اگر اس طور پر ایسی اس قسم کی خبریں اخبارات میں آتی رہیں یقیناً جمہوری عمل متاثر ہوگا۔ میں یہاں پر ایک بات quote کرنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف جمہوریت کا حسن ہے اور دنیا کی تمام حکومتوں میں جہاں پر جمہورت قائم ہے وہاں پر ایسے واقعات عام طور پر ہوتے ہیں۔ سب سے پرانی جمہوریت ایشیاء میں آپ بھارت کے بارے میں کہہ سکتے ہیں۔ وہاں پر بھی آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ وہاں پر ایک دفعہ ایک ایسا واقعہ ہوا جب دو ممبران آپس میں لڑے اور ایک باہر کے آدمی نے ان سے بات کی کہ یہ آپ کی کیسی پرانی جمہوریت ہے جس میں لوگ لڑتے ہیں تو انہوں نے جو جواب دیا وہ بڑا خوبصورت تھا کہ بھئی ہم آپس میں اندر اس لیے لڑتے ہیں کہ باہر ہم امن قائم کر سکیں، ہم قانون کا نفاذ کر سکیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آپس میں جو اختلاف رائے ہے، جو آپس میں اندر کی لڑائی ہے' یہ صرف اس لیے ہے کہ ہم اس ملک میں امن و امان قائم کر سکیں۔ تو جو لاء منسٹر صاحب نے بات کی ہے اس کے پیش نظر جو مناسب دن وہ چاہیں۔ اس مسئلے پر بحث کے لے رکھا جا سکتا ہے۔ اتوار کے روز تو امن عامہ پر بات ہوگی۔

وزیر قانون: جناب ہم فیصلہ کرکے بتا دیں گے۔

جناب چیئرمین: جی' آپ فیصلہ کرکے بتا دیں۔ شکریہ۔اب میرے پاس جو نام ہیں ان میں جناب فرید احمد پراچہ صاحب کا ہے۔ آپ بات کرنا چاہیں گے؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! وقت بہت کم رہ گیا ہے۔
وزیر قانون : آپ بات کریں ابھی بہت وقت ہے۔
جناب فرید احمد پراچہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! امن عامہ کی صورت حال ایک ایسا اہم موضوع ہے کہ جس پر سنجیدگی کے ساتھ اور گہرے قومی جذبے کے ساتھ بات کرنے کی ضرورت ہے۔ میں اس تمہید سے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ اس بات کا بھی ہمیں اندازہ ہے کہ یہ ساری گفتگو یہاں ایک لحاظ سے لا حاصل ہے۔ بقول شاعر۔

مجھ سے لا حاصل ہے میری حسرتوں کا پوچھنا
تم وہی آخر کرو گے جو تمہارے دل میں ہے

سارے معاملات اسی طرح سے ہی چلتے رہیں گے اور اسمبلی کی یہ نشستیں یہاں تقاریر اور یہاں پر امن عامہ کی صورت حال کے بارے میں گفتگو یہ محض لذت تقریر تک ہی محدود رہے گی۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنی اس ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے کہ جو حیثیت رکن اسمبلی میری ذمہ داری ہے۔ میں پھر بھی اس کو ترجیح دوں گا کہ باوجود اس کے ممبران اسمبلی یہاں پر کم تعداد میں موجود ہیں اور وقت بھی زیادہ ہو چکا ہے۔ تب بھی میں اپنی اس ذمہ داری کو اس حد تک ادا کروں کہ جو بھی بات مجھے امن عامہ کے حوالے سے کہنی ہے اسے میں ہر صورت اس ایوان میں اٹھاؤں گا۔

مجھے ابتداء میں یہ بات عرض کرنی ہے کہ یہاں امن عامہ کے حوالے سے میں سب سے پہلے اخبارات کو ایک لحاظ سے خراج تحسین پیش کروں گا کہ جو بھی صورت حال ہوتی ہے ایک غریب آدمی کی کہ جس کی تھانے میں بھی شنوائی نہیں ہوتی' جس کو کوئی پوچھتا نہیں اس کا مسئلہ اگر اخبارات تک پہنچ جاتا ہے اور اخبارات اسے جاگر کرتے ہیں تو کم از کم اس کے معاملے کی شنوائی کہیں نہ کہیں ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اخبارات کا یہ کردار کہ وہ امن عامہ کی صورت حال کو نمایاں کرتے ہیں یہ ایک مثبت کردار ہے اور اس کے ذریعے سے یہ بات کہ گراف کسی جگہ پر ہے یہ ہمارے سامنے آتا رہا ہے۔

پھر میں عدالتوں کو بھی خراج تحسین پیش کروں گا کہ انصاف کا حصول اور امن کی حالی یہ کام جو حکومت کا تھا' اور یہ کام جو انتظامیہ کو کرنا چاہیے تھا' اور یہ کام جو پولیس کو کرنا چاہیے تھا یہ اب عدالتیں کر رہی ہیں۔ وہ بہت سارے معاملات پر از خود نوٹس لیتی

ہیں۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں کے معاملات بھی آگے پہنچتے ہیں اور ان کی بھی شنوائی ہوتی ہے۔ ایک سال کے اندر کم از کم 6 ہزار ایف آئی آر ہیں کہ جو عدالتوں کی مداخلت سے درج ہوئی ہیں۔ وہ لوگ کبھی بھی انصاف کا دروازہ نہ کھٹکھٹا سکتے اور انصاف کی زنجیر نہ ہلا سکتے کہ اگر عدالتیں اپنے اس کردار کو ادا نہ کرتیں۔

پھر یہاں پر میں یہ سمجھوں گا کہ یہ بھی میرا ایک انصاف کا تقاضا ہوگا کہ اگر میں پولیس کے ان اہل کاران کے لیے بھی اظہار تعزیت نہ کروں۔ میں اسے انصاف کا ایک بنیادی تقاضا سمجھتا ہوں کہ جو اہل کاران اپنے فرائض کی انجام دہی میں جاں حق ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ دوسرے مدمقابل ڈاکوؤں کے پاس جدید اسلحے کا آنا بھی ہو سکتی ہے۔ افسران کی غفلت بھی ہو سکتی ہے۔ ان کی غلط منصوبہ بندی بھی ہو سکتی ہے' لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اور ان کے وہ کنبے کہ جو اس سے متاثر ہوئے ہیں اِس تمہید کے ساتھ میں ان کے لیے بھی اظہار تعزیت کروں گا اور یہ سمجھوں گا کہ یہ بھی ایک اِنصاف کا تقاضا ہے۔

اب ایسی کے بعد مجھے عرض کرنا ہے کہ جو اس وقت امن عامہ کی صورت حال ہے وہ ایسی صورت حال ہے کہ بقول شاعر۔۔۔۔

بے ساختہ تیرے بھی نکل آئیں گے آنسو
جب پیش تجھے ہم تیری تصویر کریں گے

یہ جو امن عامہ کی تصویر ہے یہ انتہائی مخدوش ہے۔ اگر میں مختصر الفاظ میں کہوں تو یہ صوبہ صحیح معنوں میں ایک پولیس سٹیٹ بن چکا ہے۔ وہ پولیس سٹیٹ کہ جہاں پر کوئی غریب آدمی بھی پولیس کے دروازے سے انصاف نہیں پا سکتا اور پولیس جو چاہتی ہے وہ کرتی ہے۔ پولیس ہی نہیں چاہتی۔ بلکہ پولیس کے ذریعے سے جو کچھ چاہا جاتا ہے وہ کروایا جاتا ہے۔ پولیس ایک آلہ کار ہے جس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جو اس وقت امن عامہ کی صورت حال بنی ہوئی ہے ایک عام آدمی کے نقطۂ نظر سے آپ دیکھیے۔ ایک عام آدمی کو اس سے غرض نہیں کہ آپ اس کے سامنے کیا اعداد و شمار پیش کر رہے ہیں کہ کل کتنے جرائم تھے اور آج کتنے جرائم ہیں۔ اس کو امن عامہ پر آپ کی ان تقاریر سے بھی کوئی غرض نہیں کہ جس میں آپ یہ بتائیں کہ ہمارے وقت میں اتنا صوبے

میں امن و امان کا دور دورہ ہے۔ ایک آدمی تو دیکھتا ہے کہ مجھے امن کتنا نصیب ہے؟ اس کی زندگی کے اندر کتنا امن ہے وہ اپنے گھر کے اندر بیٹھا ہوا محفوظ ہے؟ وہ اپنی دکان پر بیٹھا ہوا محفوظ ہے؟ اس کے لیے گزر گاہیں محفوظ ہیں؟ چوریوں اور ڈاکوں سے اس کو امان مل گیا ہے؟ پولیس کے پاس جائے تو اسے انصاف ملتا ہے؟ عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹائے تو وہاں اسے امن و انصاف ملتا ہے؟ اس کا معیار یہ ہے۔ اس کو اس سے کوئی بحث نہیں ہے کہ جناب وزیر اعلیٰ کتنی بہترین تقریر کرتے ہیں۔ وزیر اعظم کتنی اچھی گفتگو کرتے ہیں۔ وزیر قانون کتنے دلائل دیتے ہیں۔ آئی جی پولیس کتنے اعداد و شمار دیتے ہیں۔ اس کو اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔ آپ گلی اور محلے میں جا کر ایک عام آدمی سے پوچھیے تو اس سے پتہ چلے گا کہ امن عامہ کیا ہے؟ میں آپ کے سامنے یہاں پر اخبارات کے حوالے سے بیان کروں گا کہ جو کچھ بھی اخبارات میں خبریں شائع ہوئی ہیں اور جو اعداد و شمار دیے گئے ہیں' یہ اعداد و شمار آپ کے دیے ہوئے ہیں' یہ حکومت کے دیے ہوئے اعداد و شمار ہیں یہ ہمارے نہیں ہیں۔ جناب یہ امن عامہ ہے کہ چھ ماہ کے دوران 26 کروڑ اور 27 لاکھ روپے پنجاب میں لوٹے گئے۔ یہ اعداد و شمار آپ کے دیے ہوئے ہیں۔ 86 گھروں میں ڈاکے پڑے وارداتوں کے دوران 186 افراد ہلاک ہوئے' 11 ہزار 774 چوریاں ہوئیں تین ہزار سے زائد افراد اغواء ہوئے' یہ اعداد و شمار آپ کے اپنے دیے ہوئے ہیں اور جناب والا! ایک لاکھ 85 ہزار ایک سال میں مقدمے درج ہوئے جن میں سے صرف لاہور 20863 ہیں جناب یہ اعداد و شمار ہیں کہ لاہور میں دو سالوں کے دوران 861 کاریں اور 1872 موٹر سائیکلیں چوری ہوئیں' یعنی ایک دن کے اندر 1۔ 18 کاریں 2.56 موٹر سائیکلیں چوری ہوئیں۔

جناب عتیق الرحمٰن : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرے فاضل دوست جناب فرید احمد پراچہ ایک تو حکومتی دیے گئے اعداد و شمار پر تنقید کر رہے ہیں' دوسرے ان ہی کو اپنی تقریر کی بنیاد رہے ہیں۔ بعض اوقات تو وہ اس ایوان میں اتنے حوصلے اور اعتماد کے ساتھ ان فگرز کا اعلان کر دیتے ہیں اور وہ اس سے پہلے کئی دفعہ کر چکے ہیں اور کہ اتنی تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

★ (بحکم جناب چیئرمین حذف کر دیا گیا)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆ جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ بات لاء اینڈ آرڈر پر ہو رہی ہے اور فرید پراچہ صاحب پولیس کو اپنی تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں اور اس انداز سے بنا رہے ہیں کہ ابھی تک انہوں نے لاء اینڈ آرڈر پر کوئی بات نہیں کی' صرف ان کو اپنی منفی تنقید کا نشانہ بنایا۔ تو جناب والا! میں چاہوں گا کہ وہ بیان کریں کہ لاء اینڈ آرڈر کیا ہے یہ کیوں پیدا ہوتا ہے اس کے کیا عوامل ہیں اور اس کا کیا سد باب ہو سکتا ہے۔ اسمبلی کے رکن ہونے کی حیثیت سے ان کی یہ ذمہ داری ہے۔ جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ فاضل رکن اپنی تقریر مثبت دلائل کے ساتھ اور مثبت تجاویز کے ساتھ اس ایوان میں پیش کریں تاکہ ان کی ذمہ داری بحیثیت رکن اسمبلی پوری ہو سکے۔ شکریہ۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میرے فاضل دوست جناب عتیق صاحب نے فرید پراچہ صاحب کی تقریر میں مداخلت کی ہے اور انہوں نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ تحریک استحقاق کے زمرے میں بھی آتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جس انداز سے جناب فرید احمد پراچہ صاحب کا نام لے کر معاملے میں involve کرنے کی کوشش کا حوالہ دیتے ہوئے بات کی ہے یہ قابل مذمت ہے۔ ان الفاظ کو جو انہوں نے ان کے نام سے منسوب کرتے ہوئے یہ کہے کہ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کو کارروائی سے حذف کیا جانا چاہیے اور ان کو اس بات پر معذرت کرنی چاہیے کہ کسی رکن اسمبلی کے بارے میں خصوصاً جب وہ کوئی اعداد و شمار پیش کر رہا ہو تو الٹے تلے میں بات کرنا اور بلا اعدد و شمار کے بات کرنا وہ تو ہر آدمی کر سکتا ہے مگر میں سمجھتا ہوں اگر آپ کے پاس اعداد و شمار ہوں تو جو شخص اعداد و شمار کے ساتھ بات کر رہا ہو اس پر تنقید کرنے کے لیے اس سے احسن موقع بھی مل سکتا ہے کہ آپ کی یہ چیزیں درست نہیں ہیں اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ بلا جواز بات کرکے ایک معزز رکن اور اس ایوان کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔ ان پر معذرت بھی کرنی چاہیے اور ان کو کارروائی سے حذف بھی کیا جانا چاہیے۔

میاں محمود الرشید : جناب والا! ان کی جب باری آئے گی تو یہ پولیس کو بے شک میڈل

☆☆☆(بحکم جناب چیئرمین الفاظ کارروائی سے حذف کر دیے گئے)

دے دیں۔ جناب والا! امن عامہ کا جو بنیادی مسئلہ ہے وہ تو پولیس سے متعلقہ ہے اور پراچہ صاحب نے بڑی متعلقہ بات کی ہیں تو جناب والا! جب ان کی باری آئے گی بے شک پولیس کو میڈل دے دیں ابھی تو پراچہ صاحب بڑی متعلقہ بات کر رہے تھے۔

جناب چیئرمین: میں سمجھتا ہوں کہ جو الفاظ جناب عتیق الرحمٰن نے کہے ہیں انہیں کارروائی سے حذف ہونا چاہیے۔ جی' پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے جو اعداد و شمار دیے ہیں وہ خفیہ اعداد و شمار نہیں ہیں۔ میں تیاری کر کے آتا ہوں اور میں اپنے ممبران اسمبلی سے بھی کہوں گا کہ وہ کم از کم وہ چیزیں پڑھ لیا کریں جو اسمبلی میں پیش کی جاتی ہیں یہ اعداد و شمار تو خود اسمبلی میں پیش کیے گئے ہیں اور اگر یہ معلومات میرے پاس ہیں تو میں انہیں پڑھتا ہوں۔ ہم اس کی تیاری کر کے آتے ہیں اور ان لوگوں کے نام اور چہرے بھی ہمیں معلوم ہیں اور ان کی عادات بھی ہمیں معلوم ہیں' ان کا کردار بھی معلوم ہے۔ اگر جناب والا! یہ بات ہوگی تو بہت سارے چہرے' بہت سارے نام' بہت ساری باتیں' بہت سارے قبضے گروپ یہ ساری کی ساری چیزیں کھلیں گی۔ لیکن میں موضوع سے متعلقہ رہتے ہوئے آپ سے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ جناب سپیکر! اس وقت جو امن عامہ کی صورت حال ہے اس بارے میں عام آدمی کا جو نقطۂ نظر ہے اس کے ذریعے سے ہم دیکھیں تو یہ ہمارے لیے بہت پریشان کن صورت حال ہے۔ ابھی گزشتہ دنوں اخبارات میں جو آبرو ریزی کے واقعات آئے ہیں مختلف علاقوں میں اگر آپ دیکھیں تو ان میں کون لوگ تھے؟ وہ موچی' کمہار تھے کسی بستی کا غرب آدمی اس کی بیٹی کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ جناب یہ بے چارے کون لوگ ہیں؟ یہ اس ملک کے شہری ہیں اور ان کا جرم صرف غریبی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی جرم نہیں وہ صرف اور صرف جرم غریبی کی سزا پا رہے ہیں اور جناب والا! با اثر آدمی پولیس کے ساتھ مل کر یا پولیس کے تحفظ کی وجہ سے جو اسے میسر آتا ہے وہ اٹھا لے جاتا ہے یا کس غریب کی بیٹی کو اٹھا کر لے جاتا ہے اور اس کے ساتھ زیادتی کرتا ہے۔ جناب' یہ بات صرف اتنی حد تک ہی اگر ہوتی تو پھر بھی ہم سمجھ سکتے تھے کہ یہ معاملہ شاید کسی وقت بہتر ہو لیکن جناب والا! یہاں قانون کے محافظ جنہیں خود تحفظ دینا ہے ان کا اپنا عالم یہ ہے اور جناب یہ اخبارات کے تراشے

ہیں جن کے حوالے سے میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں اور یہ بھی وہ باتیں نہیں ہیں جو میرے پاس خفیہ معلومات آئی ہیں۔ یہ بالکل واضح وہ چیزیں ہیں جو ہمارے ملک میں ہمارے شہروں میں ہمارے دیہاتوں میں غریب لوگوں کے ساتھ ہو رہی ہیں اور جو تھانوں میں ہو رہی ہیں.....

بیگم فوزیہ بہرام : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جناب فرید پراچہ صاحب کی تقریر بڑے غور سے سن رہی ہوں۔ جناب والا! میں چاہوں گی کہ یہ معلومات جس خفیہ ادارے سے آئی ہیں اس ادارے کا یہ نام بتا دیں آیا یہ ان کا کوئی ذاتی ادارہ ہے جو ان کو یہ خفیہ معلومات دیتا ہے یا کوئی غیر ملکی ادارہ ہے۔ یہ کون سی خفیہ معلومات ہیں؟ یہ ہمیں بتائیں تاکہ ان کا مکمل طور پر سدباب کرنے کے لیے حکومت کو ہم کہیں۔ یہ اس خفیہ ادارے کا نام ضرور بتائیں۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ اگر اس طرح سے مداخلت جاری رہی تو پھر ان میں سے کوئی نہیں بول پائے گا۔ یعنی ایک بڑی ہی متعلقہ بات ہو رہی ہے اور بغیر کسی مقصد کے کسی سپیکر کی تقریر میں بار بار مداخلت کرنا' یہ اس کی توجہ کو منقسم کرنے کی کوشش ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہتر نہیں ہے۔ جناب سپیکر! پراچہ صاحب بڑے ہی اچھے ماحول میں بات کر رہے ہیں اور اسی طرح سے میری بہن اور میرے بھائی کو مخل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ورنہ ان میں سے کوئی بھی کل بات نہیں کر سکے گا۔

بیگم فوزیہ بہرام : جناب والا! میں ذاتی وضاحت پر بات کرتی ہوں جناب محمود الرشید صاحب خوش قسمتی سے دوسری دفعہ اس ایوان میں colleague ہیں اور میں نے آج تک کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی۔ لیکن جناب والا! جب انہوں نے کہا کہ میرے پاس خفیہ اعداد و شمار ہیں تو میں نے بالکل ایک پاکستانی ہونے کے ناتے سے اور اس ایوان کی ذمہ دار ممبر ہونے کے ناتے سے تشویش محسوس کی ہے کہ وہ کون سا ایسا خفیہ ادارہ ہے جو ان کو معلومات فراہم کرتا ہے اور اس کو معلوم کرنا میرا حق ہے۔ اور میں نے یہ بات غیر ذمہ داری سے نہیں کی۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب سپیکر! میں بھی وضاحت کرنا چاہتا ہوں' کیونکہ میری طرف بھی اشارہ ہوا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں مختصر الفاظ میں اپنا نقطۂ نظر بیان کروں۔

جناب سپیکر! میں نے دو دفعہ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہو کر بات کرنی چاہی اور دونوں ہی دفعہ آپ نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔ جناب سپیکر! پارلیمانی روایات اور آداب ہیں اور ہمیں ان کی پابندی کرنی ہے اور میں بیٹھ گیا' مگر دونوں دفعہ میرے دوست میاں محمود الرشید صاحب کھڑے ہوئے اور بغیر چیئر کی اجازت لیے اور بغیر یہ وضاحت کیے کہ وہ کس نکتے پر بات کر رہے ہیں آیا وہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں یا وہ نقطہ وضاحت پر ہیں اور بغیر آپ کی اجازت لیے انہوں نے اپنی تقریر کرنی شروع کر دی اور جناب والا! صحبت کا اثر تو ہو جاتا ہے' ان کی تقریر کا انداز دھمکی آمیز تھا کہ ان میں کوئی بھی بات نہیں کر سکے گا۔ جناب سپیکر! میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم سچے پاکستانی ہیں' میاں نواز شریف صاحب کی قیادت میں مسلم لیگی ہیں اور یہ ایک منظم سیاسی جماعت ہے اور ہمارے پاؤں میں جو ڈسپلن کی بیڑیاں ہیں ہم نے ان کو نبھانا ہے' ورنہ ان دھمکیوں کا جواب ہمیں بھی دینا آتا ہے اور تقریر کرنے کا حوصلہ اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے ہمیں بھی آتے ہیں۔ لہذا میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ اس قسم کی اشتعال انگیز باتیں اسمبلی میں مناسب نہیں ہیں اور میں آپ سے استدعا کروں گا کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ یہ کوئی مناسب طریقہ نہیں شکریہ جناب سپیکر۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میری محترم بہن فوزیہ بہرام صاحبہ نے فرمایا ہے کہ غور سے میری بات سن رہی تھیں۔ لیکن مجھے ان کی یہ بات سن کر بڑا افسوس ہوا کہ وہ میری بات غور سے نہیں سن رہی تھیں۔ کیونکہ میں نے یہ کہا تھا کہ میرے پاس کوئی خفیہ معلومات نہیں' بلکہ میں وہ چیزیں لا رہا ہوں جو روز روشن کی طرح عیاں ہیں اور جو اخبارات میں آ چکی ہیں۔ اس لیے یہ جو ساری بحث ہوئی ہے یہ بے معنی ہے۔

اب جناب سپیکر! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ امن عامہ کی صورت حال میں بہت سارے معاملات پولیس کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ بہت سارے منشیات کے کاروبار' انسانی جانوں سے کھیلنے والے کاروبار میں کہیں پولیس کی سرپرستی اور کہیں سیاسی سرپرستی ہے۔ اور یہ دونوں باتیں مل کر ملک و قوم کے نوجوانوں کی زندگی سے کھیلنے والا کاروبار بن چکا ہے۔ ایک آدمی کو کچھ فائدہ ہو جاتا ہے اور وہ کچھ کما لیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ نسلیں تباہ ہو رہی ہیں۔ اسی طرح سے اخلاقی صورت حال میں بہت جگہوں پر دی

سی آر کے ایسے مراکز کھلے ہوئے ہیں جہاں سے علاقے کے تھانے دار کو لگی بندھی آمدن پہنچتی ہے۔ یہ باقاعدہ طے شدہ ہے۔ بجروال کا تھانہ ہمارے علاقہ میں پڑتا ہے۔ وہاں کے ایس ایچ او نے بتایا جو کہ اس وقت آیا ہے اور معلوم نہیں کہ وہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط کہہ رہا ہے کہ اسے 65 ہزار کی آمدن منشیات فروشوں سے آتی تھی جو میں نے لینی بند کر دی ہے۔ اور دس ہزار روپے وی سی آر کے اڈوں اور دوسرے مقامات سے آتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے لینے بند کر دیے ہوں۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ یہ کچھ ہو رہا ہے۔ پولیس کے اعلیٰ افسران' وزیر قانون کو یہ بات معلوم نہیں کیا؟ وزیر داخلہ کو یہ بات معلوم نہیں کہ ایک پورا نظام بنا ہوا ہے اور اس نظام کے تحت وہاں جوئے کے اڈے قائم ہوتے ہیں۔ منشیات کے مراکز چلتے ہیں' وی سی آر کے ذریعے نوجوان نسل کو برباد کیا جاتا ہے۔ وڈیو شاپس بنی ہوئی ہیں اور یہ ساری کی ساری چیزوں کا ایک سلسلہ قائم ہے جس کے ذریعے یہ سارے معاملات اوپر تک پہنچتے ہیں۔ جناب سپیکر! اسی طرح میں یہ بھی عرض کروں گا کہ کرباٹھ کا معاملہ جو زیر بحث ہے' اس کی جو صورت حال ہے اس سے ایک لحاظ سے میں متعلق بھی رہا ہوں۔ مجھے اس سے کوئی بحث نہیں کہ ملزم کون ہیں اور کون نہیں ہیں۔ سب سے زیادہ تو ہمیں اس بات سے بحث تھی کہ اس میں ایک غریب آدمی کی بیٹی کی عزت لوٹی گئی اور ایک غریب آدمی اس کا تحفظ کرتے کرتے خود قتل ہو گیا۔ اگر پاسبان کے لوگ اس کے لیے جد و جہد نہ کرتے تو ان کی شنوائی کہاں ہوتی۔ متعلقہ ڈی ایس پی نے ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ایف آئی آر درج ہوئی جو عدالت عالیہ کی مداخلت سے درج ہوئی۔ اور اس کے بعد پولیس نے ایک نقطۂ نظر بنا لیا کہ جو لوگ بھی اس میں نامزد کیے گئے ہیں ان کو تو ہم نے معصوم ڈیکلیئر کرنا ہے۔ اور اس کے لیے بدترین قسم کا تشدد کیا گیا۔ ہم نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی معصوم ہوں یا ملزم ہوں۔ میں اس بحث میں نہیں پڑتا۔ یہ کہتا ہوں کہ یہ کون سا طریقہ ہے کہ لوگوں کو مار مار کر اور الٹا لٹکا کر اور ان پر بدترین تشدد کر کے آپ ملزم کو مدعی اور مدعی کو ملزم بنانے کی کوشش کریں تو یہ کہاں کا انصاف ہے۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ جو تشدد کے واقعات ہوتے ہیں یہ اخبارات کی خبریں ہیں۔ اور یہ ان کے تراشے ہیں۔ مجھے معذرت ہے اس بات پہ کہ ہماری بہن بھی یہاں بیٹھی ہوئی ہیں لیکن پولیس کے

کرتوت چونکہ اخبارات میں آ چکے ہیں۔ ایک خبر ہے کہ تھانے دار سولہ سالہ لڑکی کو چارپائی سے باندھ کر جنسی تشدد کرتا رہا' ڈیڑھ ماہ تک اس کی ماں کو بھی اس کے ساتھ رکھ کر زیادتی کرتا رہا' بیلف نے لڑکی برآمد کی اور عدالت نے اس کو باپ کے حوالے کیا۔ تھانے کے پہلے ایس ایچ او نے ماں بیٹی کو ڈیڑھ ماہ تک زیادتی کرنے کے بعد ساڑھے سات ہزار رشوت لے کر چھوڑا۔ دوسرا ایس ایچ او بھی لڑکی لے گیا۔ ڈی ایس پی لودھراں نے لڑکی پر تشدد کرنے کے لیے پاؤں میں رسی باندھ کر الٹا لٹکا دیا گیا اور بجلی کے جھٹکے دیے گئے۔ دونوں تھانے داروں کو نوٹس جاری کر دیے گئے۔ دوسری خبر ہے کہ بھائی کو گرفتار کرنے کے لیے بہن پر تشدد' کپڑے پھاڑ کر برہنہ کر دیا۔ اسسٹنٹ کمشنر کی ہدایت پر ایک سب انسپکٹر اور چھ constable کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔ یہ ایک تیسری خبر ہے کہ رشوت لینے کے لیے ایک عزت دار خاتون کو بدکاری کے الزام میں پکڑ لیا گیا۔ تھانے میں ایک لڑکی سے دست درازی کی کوشش' گھنٹوں حبس بے جا میں رکھا' بیٹی اور نواسی کی عزت بچانے کے لیے ایک بزرگ خاتون ایس ایس پی کی رہائش گاہ پر جا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ چوتھی خبر ہے کہ لڑکی کی میت دھوپ میں رکھ دی۔ پولیس نے دس ہزار لے کر دفنانے کی اجازت دی۔ انتقال ہیضے سے نہیں ہوا' بلکہ والدین نے قتل کیا ہے' پولیس کا اصرار۔ جنازے کے شرکاء چار گھنٹے دھوپ میں کھڑے رہے۔پانچویں خبر ہے کہ غریب کی بیٹی اغوا کر لی' پولیس رشوت لے کر ملزموں سے مل گئی۔ پھر خبر ہے کہ مظلوم لوگوں کا کوئی پرسان حال نہیں میری بیٹی فی الفور برآمد کی جائے۔ وزیر اعلیٰ اور ڈی آئی جی سے محمد شفیع کی اپیل۔ جناب والا! پھر خبر ہے کہ الٹا لٹکا کر چھتر مارے گئے۔ شاہدرہ کے تاجر کی ہائی کورٹ میں رٹ'ایس ایچ او شاہدرہ کو طلب کر لیا۔ جناب والا' پھر خبر ہے کہ پولیس مقابلہ میں ملزم کو پار کرنے والے تھانے دار کو عمر قید کی سزا۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج سرگودھا کی عدالت سے سزا ملنے کے بعد ملزمان فرار ہو گئے۔ یعنی جو امن کے محافظ ہیں وہ عدالت سے فرار ہو گئے۔ جناب والا! پھر خبر ہے کہ پولیس نے باپردہ خواتین کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور تشدد کا نشانہ بنایا۔ ایک خبر اور ملاحظہ کیجیے' پولیس اپنی گاڑی میں دو افراد لائی'انہیں کھیت میں کھڑا کر کے گولی مار دی۔ اس واقعہ کے عینی شاہدوں کو قتل کی دھمکیاں دے کر بھگا دیا۔ کئی حکام سے رجوع کیا مگر

انصاف نہیں ملا۔ ایک مقتول کا بھائی چلاتا ہوا موقع پر پہنچا لیکن اس سے پہلے پولیس اپنا کام دکھا چکی تھی۔ یہ یونین کونسل کے چیئرمین اور مسلم لیگی رہنما کی درخواست ہے۔ پولیس نے چار افراد کو اغوا کیا' درخت سے لٹکا دیا اور تشدد سے بے ہوش کر دیا۔ جناب والا! پھر خبر ہے' بے جرم بے خطا قیدی گیارہ سال سے ساہیوال جیل میں بند ہم نام ملزم کی سزا کاٹ رہا ہے۔ جناب پھر خبر ہے کہ ہرجس پورہ میں پولیس الٹا لٹکا کر دو گھنٹے تک تشدد کرتی رہی۔ جناب پھر خبر ہے کہ پولیس تحویل میں ہلاک ہونے والے نوجوان پر تشدد کی تصدیق ہو گئی۔ جناب والا' پھر خبر ہے کہ مرید کے میں پولیس تھانے میں لے جا کر دو دن تک تشدد کرتی رہی اور تین ہزار روپے رشوت لے کر رہائی کی' پرچہ درج کرانے ایس ایچ او کے پاس گیا تو اس نے انکار کر دیا۔ پولیس والے جان سے مار دینے اور جھوٹے کیس میں ملوث کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں' عباس علی کی رٹ درخواست۔ جناب پھر یہ خبر ہے کہ بھائیوں پر پولیس تشدد کا سن کر نوجوان بہن نے خودکشی کر لی۔ ماں نے تھانے سے واپسی پر گھر میں رونا شروع کر دیا' پولیس اس کے بیٹوں کو مار رہی تھی۔ بہن مر گئی تو پولیس نے ڈکیتی کے شبہ میں پکڑے جانے والوں کو رہا کر دیا۔ جناب والا! پھر خبر ہے کہ تھانے میں چیخیں' ملحقہ عدالت میں کام رک گیا۔ جناب یہ خبر ہے کہ شہریوں پر تشدد کرنے والے تیس پولیس افسر برطرف۔ جناب پھر خبر ہے کہ میاں بیوی اور بیٹی پر پولیس تشدد' جواں لڑکی ذہنی توازن کھو بیٹھی۔ جناب پھر خبر ہے کہ ایس ایچ او اور پولیس اہل کاروں نے کونسلر کی رشتہ دار عورتوں کے لباس تار تار کر دیے۔ جناب خبر ہے کہ تفتیشی افسر نے دوران تفتیش میرے ساتھ زیادتی کی' پرتگالی خاتون کا الزام۔ جناب خبر ہے کہ پولیس والوں نے مجھے اغواء اور بے آبرو کیا اور میرے کمسن بیٹے کو بھی گرفتار کر لیا' کسی عدالت میں نہیں جاؤں گی' معاملہ اللہ پر چھوڑتی ہوں۔ جناب پھر خبر ہے کہ پولیس نے چودہ خواتین کو تھانے میں برہنہ کر دیا اور شرمناک تشدد کیا۔ جناب پھر خبر ہے کہ۔ فیصل آباد میں دو پولیس اہل کاروں سمیت سات سال کی لڑکی اور اس کے بھائی کے ساتھ زیادتی۔ جناب پھر خبر ہے کہ پولیس والوں نے خاتون کو آبرو ریزی کے بعد جھوٹے مقدمے میں جیل بھجوا دیا۔ جناب یہ بھی خبر ہے کہ پولیس پارٹی تھانے دار کی قیادت میں گھر کے اندر گھس گئی' گھر والی کو بے آبرو کر دیا۔ یہ بہت ساری خبریں ہیں جناب

سپیکر! میں صرف مختصر آپ سے عرض کر رہا ہوں۔ یہ ایسی خبریں نہیں کہ جن سے ہم بے خبر ہیں۔ آپ بھی اس سے باخبر ہیں اور اس ایوان میں بیٹھا ہوا ہر آدمی باخبر ہے۔ ہم سب جانتے ہیں' لیکن ہم پھر بھی پردہ ڈالتے ہیں۔ ہم میں سے ہر آدمی کو معلوم ہے کہ تھانوں میں کیا ہوتا ہے اور کیوں ہوتا ہے' کون کرواتا ہے اور یہ کون سا ظالم کا نظام بنا ہوا ہے اور کس طرح سے یہ ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود جناب والا! ہم کہتے ہیں کہ ہمارا امن و عامہ بہت ہی بہتر ہو گیا ہے۔ اور ہمارے یہاں امن و امان کی صورت حال بہت بہتر ہے۔ جناب' جہاں ڈاکے پڑتے ہیں' جہاں چوریاں ہوتی ہیں' جہاں قتل و غارت ہوتی ہے' جہاں آبرو ریزی ہوتی ہے' جاں تھانوں میں تشدد کیا جاتا ہے' جہاں پر دن دہاڑے گھر لٹتے ہیں' جہاں پر وزیر اعظم پاکستان کے حلقے میں یا این اے 95 جو میرا حلقہ بھی ہے حبیب اللہ روڈ پر ایک رات کے اندر چار چوریاں ہوتی ہیں اور پولیس پھر بھی برآمد نہیں کرتی۔

جناب والا! پھر ہمیں بتایئے کہ کہاں سے انصاف ملے گا؟ کون دے گا؟ اور کیسے یہ امن ٹھیک ہو گا؟ کیا تقریروں سے ٹھیک ہو جائے گا؟ کیا اعداد و شمار پیش کرنے سے ٹھیک ہو جائے گا؟ کیا حکومت کی طرف سے دعوے کرنے سے یہ ٹھیک ہو جائے گا؟ جناب' ان میں سے کوئی ایسی چیز نہیں جو حقائق کے برعکس ہو۔ جناب'غریب آدمیوں کی زمینوں کے اوپر قبضے ہوتے ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا۔ لوگوں کی اپنی کروڑوں روپے کی جائیدادیں ہوتی ہیں لیکن اگر وہ بے وسیلہ ہیں تو ان کی جائیدادوں کے اوپر لوگ قبضے کر لیتے ہیں اور یہاں پر ایک ایسا نظام بنا ہوا ہے۔ جناب اس نظام کو کون ٹھیک کرے گا؟ مجھے اس موقع پر جناب والا! آپ سے عرض کرنا ہے کہ یہاں اسی شہر میں اسلام پورہ کا جو واقعہ ہوا کہ دن دہاڑے ایک ہی گھر کے تیرہ افراد ذبح کر دیے گئے۔یہ کوئی معمولی سا واقعہ نہیں تھا' ایسے واقعات پر حکومتیں ہل جاتی ہیں'تیرہ افراد جن میں معصوم بچے بھی تھے جن میں خانہ دار عورتیں بھی تھیں اور ان کا کوئی قصور نہیں تھا کوئی جرم نہیں تھا کوئی دشمنی بھی نہیں تھی اور یہ کوئی جرائم پیشہ لوگ بھی نہیں تھے۔ وہ معاشرے کے بہترین افراد تھے ایک نیک خاندان تھا۔ تیرہ افراد کو ذبح کر دیا گیا اور کہا گیا کہ ہم 72 گھنٹوں میں ملزمان کو دریافت کر لیں گے۔ جناب والا! آج جب میں یہاں اس ایوان میں تقریر کر رہا ہوں اور امن عامہ پر بحث ہو رہی ہے تو 72 ہفتے گزر چکے ہیں۔

جناب میں آپ کی یہ نوٹ کروانا چاہتا ہوں کہ 72 ہفتے گزر چکے ہیں اس واقعے کو' لیکن اس کے باوجود کسی ایک ملزم کے بارے میں بھی نہیں بتایا گیا کہ ہم نے دریافت کر لیا ہے۔ کئی مثالی تنظیموں کے نام آئے۔ تیرہ کی جائے سولہ لاشوں کا نام آیا اور معلوم نہیں کسی سیاسی مصلحت کے تحت یا کسی سیاسی معاہدے کے تحت اس کے اوپر پردہ ڈال دیا گیا۔ جناب والا! اسی طرح کے بہت سے اور واقعات بھی ہیں قاری اشرف ہاشمی' اسی شہر لاہور سے دن دہاڑے ان کو اٹھا لیا گیا اور آج تک معلوم نہیں ہے' پولیس صحیح معلوم نہیں کر سکی کہ وہ کہاں ہیں۔

اسی طرح جناب سپیکر! پولیس کا جو ایف آئی آر درج کرنے کا نظام ہے' اس ایف آئی آر درج کرنے کے نظام پر میں عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے آئی جی صاحب نے بھی بیان دیا ہے کہ اب میری طرف سے کوئی پابندی نہیں اور پھر پروموشن کے لیے یہ کوئی بات نہیں کہ کہاں کتنے مقدمے درج ہوتے ہیں' کم ہوتے ہیں یا زیادہ ہوتے ہیں۔اس لیے اب تو لوگ کھلے عام درج کرتے ہیں۔ لیکن اگر ایف آئی آر کھلے عام درج ہوتی تو پھر عدالتوں کو کیوں مداخلت کرنی پڑتی چھ ہزار ایف آئی آر عدالتوں کی مداخلت پر درج ہوئی ہیں۔ اسی طرح ان ایف آئی آر کے اندراج جس پر زندگی اور موت کے فیصلے ہونے ہوتے ہیں' جس پر کسی نے سزائے موت پر پہنچنا ہے۔ یا کسی ملزم جو کہ 10 آدمیوں کو قتل کر کے آیا ہو۔ اس نے بچ جانا ہوتا ہے۔ جناب'اس ایف آئی آر کو درج کرنے کے لیے ایک داہ (دس) جماعت پاس حوالدار بنیادی فرد ہوتا ہے جس کے پاس جا کر یہ ایف آئی آر درج کروانی ہوتی ہے۔ اور ہر ایف آئی آر کے اندر ایک ہی طرح کے الفاظ ہوتے ہیں کہ میں نکل رہا تھا کہ آگے رستے میں آپ مل گئے' یا آپ گشت پر تھے تو رستہ میں یہ مل گئے' یا وہ اپنی طرف سے درج کرتا ہے کہ میں گشت پر تھا اور مدعی مجھے راستے کے اندر مل گیا۔ یہ کون سا رستہ ہے؟ کہاں ملتا ہے؟ کون کرتا ہے؟ لیکن آپ ایف آئی آر اٹھا کر دیکھ لیجیے' 90 فی صد ایف آئی آر کے اندر یہی لکھا ہوتا ہے کہ میں گشت پر تھا اور مجھے یہ مدعی ملا' یا مدعی کہتا ہے کہ میں جناب آ رہا تھا تو آپ رستے میں مجھے مل گئے۔ جناب یہ کیسی ایف آئی آر ہوتی ہے؟ آپ کے اسی ایوان کے ایک معزز ممبر پرویز سلطان صاحب قتل ہو گئے اور ان کا تعلق برسر اقتدار پارٹی سے تھا۔ مجھے

عدالت کے معاملات پر بحث نہیں کرنی' یہ عدالتی معاملات ہیں' عدالت نے ان کو بری کر دیا۔ لیکن مجھے یہ بات کہنی ہے جس طرح سے ایف آئی آر درج ہوتی ہے اس کی بنیاد پر ہی آگے جا کر فیصلے ہوتے ہیں۔ لیکن اس نظام کی اصلاح کے لیے کوئی کام نہیں کیا گیا۔ ہمارے معزز وزیر قانون' قانون سازی کے لیے بہت سارے مسودات لاتے ہیں وہ کبھی ہمارے پاس قانون کا ایسا مسودہ نہیں لائے کہ جس میں یہ بتایا جائے کہ ہم نے پولیس کے اس نظام کی اصلاح کے لیے کیا کام کیا ہے؟ 1861ء یعنی قدیم زمانے کا جو لارڈ میکالے کا بنایا ہوا قانون تھا وہی پولیس ایکٹ چل رہا ہے' یعنی 1861ء کا ہی چل رہا ہے۔ اور اسی میں وہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 54 ہے جس کے تحت کھلے اختیارات ہیں کہ جس کو چاہیں پکڑ لیں' جس کو چاہیں تھانے میں رکھیں اور کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں اور یہ کہ غلط مقدمے کے اندراج پر کوئی سزا کا قانون ہو' کوئی قانون اس کے اوپر نہیں یہ سٹے آرڈر جس کی بنیاد پر' پھر عدالتوں کی بات آ گئی ہے۔ لیکن یہ قانون سازی کی بات ہے جو کہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس سٹے آرڈر کی بنیاد پر کتنے جرائم ہوتے ہیں' کتنے معاملات آگے بڑھتے ہیں اس پر کیا قانون سازی کی گئی ہے؟ یہ جو کھلے عام ہر ایک آدمی کو جس وقت بھی وہ چاہے اسے سٹے مل جاتا ہے اس کے لیے کسی قانون سازی کی ضرورت ہے۔ اور ہماری حکومت اپنے فرائض ادا نہیں کر رہی کہ وہ اس معاملے پر غور کرے۔ جھوٹے مقدمے اور جھوٹے گواہ۔ ان کے لیے کیا سزا ہے اس کے لیے کوئی قانون سازی نہیں۔ رشوت لے تو اس کے لیے کیا قانون ہے اور رشوت پر اگر پولیس والے پکڑے جائیں تو اس کے لیے کیا قانون ہے' اس بارے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح دیوانی مقدمات ہیں۔ دیوانی مقدمات ایک طویل عرصے تک چلتے رہتے ہیں اور ان پر پھر مزید جھگڑے ہوتے ہیں' قتل و غارت ہوتی ہے۔ یہ دیوانی مقدمات صرف دیوانی نہیں رہتے' بلکہ یہ آگے جا کر فوج داری بن جاتے ہیں۔ لیکن اس بارے میں بھی یہاں پر کوئی قانون سازی نہیں کی گئی۔ جناب سپیکر! یہاں میں اس ضمن میں یہ عرض کروں گا کہ پولیس تشدد یا پولیس پر رشوت لینے کے مقدمات بھی پولیس ہی درج کرتی ہے۔ اب آپ اندازہ کیجیے کہ جو خود ملزم ہے وہی مقدمے درج کرنے والی ایجنسی بھی ہے' پرچہ بھی اسی پولیس کے پاس جا کر درج کروانا پڑے گا۔ اگر پولیس نے تشدد کیا ہے تو اس کا مقدمہ' پرچہ بھی پولیس ہی

درج کرے گی اور اگر پولیس نے رشوت لی ہے تو اس کا پرچہ بھی پولیس ہی درج کرے گی۔ تو جناب والا! پھر کیسے انصاف ہوگا؟ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ رشوت میں لوگ کس طرح پکڑے جائیں گے' بدعنوانی یا تشدد میں کیسے پکڑے جائیں۔ میں اس ملک کی تاریخ کے واقعات کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج تک ایسے صرف دو مقدمات میں پولیس کے افراد کو سزا ہوئی ہے۔ پولیس تشدد کے ذریعے قتل ہونے والے لوگوں میں سے ریکارڈ کے مطابق صرف دو پولیس کے افراد کو ابھی تک سزا ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کتنے وقت میں اپنی بات مکمل کر سکتے ہیں تاکہ میں اتنا وقت بڑھا دوں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میں استدعا کروں گا کہ وقت بڑھانے کی بجائے اگر آپ اگلے دن پر رکھ لیں تو بہتر ہوگا' کیونکہ ابھی میں نے بہت سارے points پر بات کرنی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: اگر آپ wind up کر لیں تو میں دس منٹ بڑھا دیتا ہوں۔

جناب فرید احمد پراچہ: آپ اگلے دن کے لیے رکھ لیں۔

جناب چیئرمین: نہیں' آپ مہربانی کیجیے اور دس منٹ میں wind up کر لیں۔ تو اجلاس کا وقت دس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں تنقید برائے تنقید والی بات نہیں کر رہا میں تو دلائل کے ساتھ بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پولیس کے خلاف مقدمات پولیس ہی درج کرتی ہے۔ اور اسی وجہ سے پولیس کے تشدد کی وجہ سے جو آدمی مارا جاتا ہے اس قسم کے صرف دو مقدمات پر سزا ہوئی ہے۔ ایک 1935ء میں اور دوسری 1963ء میں ہوئی ہے۔ 1935ء اور 1963ء یہ دو واقعات ہیں جہاں پر عدالتوں نے سزا دی ہے' اس کے علاوہ کوئی اور ایسا مقدمہ نہیں کہ جس میں پولیس تشدد سے ہلاک ہونے والے کسی آدمی کو کوئی سزا ہوئی ہو۔ یہ نظام کی خامی ہے کہ آپ اسی ایجنسی کو جو ظلم کرنے والی ہے انصاف کرنے والی ایجنسی بھی بنا دیں تو پھر اس سے آپ کو کیسے انصاف ملے گا؟

اسی طرح جناب سپیکر! مجھے یہاں پر جو تھانوں کی منتھلی کا سلسلہ ہے اس کے

بارے میں عرض کرنا ہے' جو کہ پولیس کی سرپرستی کا سلسلہ ہے۔ پچھلے دنوں ہمارے دوست نے ایک واقعہ سنایا اور شاید یہ اخبارات میں بھی آچکا ہو۔ یہ واقعہ ان کے ساتھ پیتا ہے کہ رات کے وقت ان کے گھر چور آئے۔ جب چوروں/ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے ایک کلاشنکوف نکالی اور اس کلاشنکوف کے ذریعے سے انہوں نے ان ڈاکوؤں کو ڈرایا اور وہ ڈاکو ڈر کر بھاگ گئے۔ اگلے دو دن بعد ان کے گھر پولیس کا ریڈ ہوا' پولیس نے ان سے کہا کہ تمہارے پاس کلاشنکوف ہے تم کلاشنکوف نکالو۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی کلاشنکوف نہیں' کہا کہ نہیں جی ہماری اطلاع ہے کہ تمہارے پاس کلاشنکوف ہے۔ چنانچہ اس نے بتایا کہ میرے پاس تو ایک میرے بچے کی کھلونا کلاشنکوف تھی۔ جس کو دکھا کر میں نے ڈاکوؤں کو ڈرایا تھا۔ میرے پاس کوئی اصلی کلاشنکوف نہیں اور اس نے یہ کھلونا کلاشنکوف پولیس والوں کو دکھا دی۔ اب پولیس والے واپس چلے گئے۔ اور دوسری رات اس شخص کے گھر پر صحیح ڈاکہ پڑا اور ڈاکو اس سے سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ جناب والا! اس کا کیا مطلب ہے؟ واضح بات ہے کہ پہلے بھی جو ڈاکو آئے تھے وہ پولیس کے ہی افراد تھے' یا وہ لوگ تھے جن کی پولیس سرپرستی کر رہی تھی اور جب ان کو معلوم ہو گیا کہ ان کے پاس جعلی کلاشنکوف ہے تو پھر ان کے ہاں ڈاکہ پڑ گیا اور وہ سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ یہ واقعات روز کے مشاہدے کی باتیں ہیں جو کہ ہمارے سامنے آتی ہیں۔

جناب سپیکر! جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ جو مقدمات درج ہوتے ہیں ان میں کتنی سزا ہوتی ہے۔ گذشتہ دن میں نے بتایا تھا کہ صرف آٹھ افراد کو سزا ہوئی ہے۔ 1988ء سے لے کر 1992ء تک پولیس کے صرف آٹھ افراد کو اینٹی کرپشن میں سزا ہوئی ہے۔ اور یہ ریکارڈ ہے جو اسمبلی میں پیش کیا گیا ہے۔

اسی طرح جناب سپیکر! اب اس میں جو اصلاحات کی ضرورت ہے میں ان کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ وہ کون سی تدابیر ہیں جن سے ہم جرائم پر کنٹرول پا سکتے ہیں اور جن سے امن عامہ کی صورت حال کو بہتر کر سکتے ہیں۔ اس میں سب سے پہلی بات اسلامی قوانین کا نفاذ ہے۔ اسلام کے قرآن و سنت کے نظام کا نفاذ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر صحیح طور پر اسلام کے قوانین نافذ ہو جائیں اور قانون کی حکم رانی ہو تو پھر ہمارے معاشرے سے بڑی تعداد میں جرائم ختم ہو سکتے ہیں۔ سعودی عرب جہاں پر اسلامی قوانین

کا ایک چھوٹا سا حصہ نافذ ہے' اسلامی سزائیں وہاں پر نافذ ہیں' پورا اسلامی نظام وہاں پر نافذ نہیں ہے۔ لیکن اس سے معاشرے کے اندر جو امن و امان کی صورت حال ہے کہ وہاں پر مثال ملتی ہے کہ پچھلے آٹھ سال پہلے ایک آدمی قتل ہوا تھا یا چھ سال پہلے ڈاکہ پڑا تھا۔ جہاں پر ایسی مثالیں ہوتی ہیں یہ سب اسلامی قوانین کی ہی برکت ہے۔ اس لیے میں عرض کروں گا کہ یہ بنیادی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم امن عامہ کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں تو ملک میں اور اپنے صوبے میں اسلامی قوانین کو نافذ کریں اور اسلام اور جو شریعت کا منشا ہے اس کے مطابق اپنے پورے نظام کو بنائیں۔ پھر اسی طرح سے قانون کی حکم رانی اور قانون کی بالادستی ہو۔ دوسری بات جو مجھے عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ پولیس کا معیار تقرر اور نظام تربیت کو ٹھیک کیا جائے۔ آپ اندازہ کر لیں کہ پولیس میں جو ریکرز ہیں' یعنی جو ریکرز سے آکر اوپر جاتے ہیں' ایس پی بنتے ہیں ان میں اور جو براہ راست آتے ہیں۔ اور اس تعلیم کے فرق کو ہم اگر ایک مستقل اپنی بنیاد بنا لیں کہ ہمارا معیار تقرری بہتر ہو اس میں اچھے تعلیم یافتہ افراد کو لیا جائے' اس میں کردار کو اہمیت دی جائے۔ اور اس کے بھی نمبر ہوں' اس کا بھی میرٹ ہے کہ اس کا کردار کیا ہے اور سفارشوں کے ذریعے سے' رشوتوں کے ذریعے سے اس میں بھرتی نہ کی جائے' سیاسی سفارش پر کہ یہ ایک ممبر اسمبلی ہے لہذا یہ ایک اے ایس آئی بھرتی کروا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح طور پر میرٹ ہونا چاہیے تو پھر پولیس کا معیار بہتر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ان کی تربیت کے نظام کو بہتر کرنا چاہیے کہ جس میں ان کو اخلاص' کردار' ان کو خدا خوفی' ان کو قرآن و سنت کی تعلیم' ان کو بہترین انسانی آدب سکھائے جائیں پھر اسی کے ساتھ میں اس بات کی بھی ہدایت کروں گا کہ پولیس کی مراعات اور تنخواہوں میں بھی اضافہ کیا جائے۔ یہ ضروری بات ہے۔ اس لیے کہ اگر ہم ان کو بہتر کرنا چاہتے ہیں تو ان کے وہ دروازے بند کیے جائیں جن کی وجہ سے یہ رشوت لیتے ہیں یا تشدد کرتے ہیں۔

آپ ان کو اختیارات بے پناہ دے دیتے ہیں جبکہ ان کو آپ تنخواہیں بہت ہی قلیل دیتے ہیں جب اختیارات بے پناہ ہوں اور آپ یہ بھی کہیں کہ یہ صحیح بھی رہیں تو یہ کیسے ممکن ہے؟ ان کی مراعات' ان کی ترقیوں کا انحصار ان کے نتائج کے اوپر ہونا چاہیے' سیاسی سفارش کے اوپر نہیں ہونا چاہیے۔ پھر ان کی ڈیوٹی کے اوقات متعین ہونے چاہییں۔

اور تعداد میں بھی اضافہ کیا جائے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پنجاب کی آبادی 6 کروڑ ہے جس میں پولیس کے کل 85 ہزارافراد ہیں یعنی ایک ہزار کے اوپر ایک آدمی کا جو بہت ہی قدیم فارمولا تھا اس کو رکھا گیا ہے۔اس کو بڑھایا جائے۔ پورے صوبے کے اندر کل 556 تھانے ہیں۔ابھی یہ پچھلے دنوں خبر آئی تھی کہ تھانہ سول لائنز جہاں پر 82 کانسٹیبل ہیں ان میں 52 کانسٹیبل بنک ڈیوٹی پر ہیں اور 28 دیگر ذمہ داریوں کو ادا کر رہے ہیں پھر یہ میری گزارش ہے کہ عدالتوں میں اضافہ کیا جائے' عدالتوں کے ججوں میں اضافہ کیا جائے' عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی عمل میں لائی جائے اور اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ بے روز گاری کے مسائل حل کیے جائیں' اس لیے کہ بے روزگاری کی وجہ سے جرائم بڑھ رہے ہیں۔ اگر آپ بے روز گار کے مسئلہ کو حل نہیں کریں گے تو پھر پڑھے لکھے ڈاکوؤں کے اندر اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اسی طرح ناجائز آمدنی کے راستے بھی بند ہونے چاہئیں' اس لیے کہ جب لوگ راتوں رات لوگوں کو امیر بنتے ہوتے دیکھتے ہیں تو نوجوانوں میں اور بے روز گار نوجوانوں کے اندر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ جیسے ایک آدمی راتوں رات امیر ہو گیا ہے' اسی نے ہیروئن کے ساتھ یا سمگلنگ کے ساتھ یا ناجائز پلاٹوں پر قبضے کر کے حکومت کی مراعات سے تو وہ بھی اس راستے کو اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح' جیسے کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں' قوانین کے اندر تبدیلی کی جائے اور اس میں تفتیشی اور انتظامی پولیس الگ الگ ہو اور پروٹوکول کی ڈیوٹیاں دینے کے لیے بھی الگ پولیس ہو۔ اور پھر آخری بات مجھے عرض کرنی ہے کہ صوبائی محتسب کا ادارہ قائم کیا جائے۔ اصل میں لوگوں کی جو شکایات ہوتی ہیں وہ وفاقی محکموں سے نہیں ہیں' یا ان کو پولیس سے ہیں' یا ریونیو سے ہیں' یا پٹواری سے ہیں' یا تھانے دار سے ہیں' اس لیے یہ صوبائی سطح کے اوپر محتسب کا ادارہ قائم کیا جائے تاکہ لوگوں کی کہیں پر شنوائی ہو سکے۔ بہت ساری باتیں تھیں لیکن میں اسی پر اختصار کرتا ہوں۔

وآخر دعونا عن الحمد لله رب العالمين.

جناب چیئرمین : اب اجلاس اتوار 18 اکتوبر 1992ء شام چار بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

(اس موقع پر اجلاس کی کارروائی اتوار شام چار بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

اتوار ، 18 اکتوبر 1992ء

(بمطابق شنبہ 20 ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں شام 4 بج کر 31 منٹ پر منعقد ہوا
جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ
قَدِيْرًا ﴿١٣٣﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ
ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿١٣٤﴾

(سورۃ النساء آیت 132 تا 134)

اور (پھر سن رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں سب کچھ اسی کا ہے اور خدا ہی کارساز کافی ہے۔ لوگو اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور تمہاری جگہ اور لوگوں کا پیدا کر دے اور خدا اس بات پر قادر ہے۔ جو شخص دنیا (میں عملوں) کی جزا کا طالب ہو تو خدا کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کے لیے اجر موجود ہیں۔ اور خدا سنتا اور دیکھتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ ۝

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ آبکاری و محصولات)

جناب سپیکر : وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن (محکمہ آب کاری و محصولات) کے سوالات ہیں۔ رانا اکرام ربانی کے سوالات ہیں۔ رانا اکرام ربانی صاحب کا سوال ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! رانا اکرام ربانی کے ایماء پر، سوال نمبر 324۔

جناب سپیکر : رانا اکرام ربانی کے ایماء پر سوال نمبر 324 کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

محکمہ آب کاری و محصولات

شراب اور الکوحل کی فیکٹریوں کی تفصیل

*324۔ رانا اکرام ربانی : کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) اس وقت صوبہ بھر میں شراب، بیئر اور الکوحل تیار کرنے والی کتنی فیکٹریاں کام کر رہی ہیں اور ان فیکٹریوں کے نام کیا ہیں؟

(ب) متذکرہ فیکٹریوں میں تیار ہونے والی شراب، بیئر اور الکوحل کی ایجنسیاں کن کن لوگوں کے پاس ہیں اور ان کے پتے کیا ہیں؟

(ج) متذکرہ فیکٹریوں میں تیار ہونے والی شراب، بیئر اور الکوحل صوبہ بھر کے کن کن ہوٹلوں کو کتنی مقدار میں سپلائی کی جا رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھٹہ) :

(الف) اس وقت صوبہ میں شراب اور بیئر تیار کرنے والی صرف ایک فیکٹری ہے جس کا نام مری بریوری کمپنی راولپنڈی ہے، کام کر رہی ہے۔ یہ پبلک لمیٹڈ کمپنی ہے جس کے چیف ایگزیکٹو مسٹر ایم۔ پی بھنڈارہ ہیں۔ صنعتی یا دیگر تجارتی مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی الکوحل یا سپرٹ تیار کرنے والی پانچ فیکٹریاں درج ذیل ہیں۔

1۔ میسرز راوی ریان ڈسٹلری لمیٹڈ کالا شاہ کاکو ضلع شیخوپورہ۔ یہ پبلک لمیٹڈ کمپنی ہے اور وفاقی حکومت کے زیر انتظام کام کر رہی ہے۔

2۔ میسرز کریسنٹ شوگر ملز اینڈ ڈسٹلری فیصل آباد۔ یہ پبلک لمیٹڈ کمپنی ہے اور اس کے چیف ایگزیکٹو میاں محمد ارشد ہیں۔

3۔ میسرز نون شوگر ملز لمیٹڈ بھلوال ضلع سرگودھا۔ یہ پبلک لمیٹڈ کمپنی ہے اور اس کے چیف ایگزیکٹو کا نام ملک نور حیات نون ہے۔

4۔ میسرز شکر گنج ملز لمیٹڈ جھنگ۔ یہ پبلک لمیٹڈ کمپنی ہے اور اس کے چیف ایگزیکٹو میاں الطاف سلیم ہیں۔

5۔ میسرز حبیٔ سنز شوگر ملز لمیٹڈ اینڈ ڈسٹلری جیٹھا ٹھا ضلع رحیم یار خان۔ یہ پبلک لمیٹڈ کمپنی ہے اس کے چیف ایگزیکٹو کے۔ ایم شبیر ہیں۔

(ب) شراب اور بیئر صرف غیر مسلم، غیر ملکیوں اور غیر مسلم پاکستانیوں کو ان کی مذہبی رسومات کے لیے پرمٹ پر فراہم کی جا سکتی ہے۔ جس کے لیے مندرجہ ذیل ہوٹلوں کو لائسنس دیئے گئے ہیں۔

1۔آواری ہوٹل لاہور

2۔پرل کانٹی نینٹل ہوٹل لاہور

3۔فلیٹیز ہوٹل لاہور

4۔فلیشمین ہوٹل لاہور

5۔پرل کانٹی نینٹل راولپنڈی

6۔سیسل ہوٹل مری

7۔سرینا ہوٹل فیصل آباد

ج) لائسنس یافتہ ہوٹل پرمٹ ہولڈر کی ضرورت کے مطابق مری بریوری کمپنی سے شراب خرید کرتے ہیں۔ گزشتہ مالی سال یعنی1991-92ء کے دوران لائسنس یافتہ ہوٹلوں کو شراب اور بیئر کی فراہم کردہ مقدار کی تفصیل ضمیمہ منسلکہ میں درج ذیل ہے۔

1991-92ء کے دوران لائسنس یافتہ ہوٹلوں کو فراہم ہونے والی شراب اور بیئر کی تفصیل

نام ہوٹل	مقدار شراب (گیلن)	مقدار بیئر (لٹر)
آواری ہوٹل۔ لاہور	31,766	2,04,119
پرل کانٹی نینٹل۔ لاہور	24,730	17,84,56
فلیٹیز ۔ لاہور	39,457	2,63,369

فلیشمین۔راولپنڈی	7,000	24,900
پرل کانٹی نینٹل ۔ راولپنڈی	4,300	33000
سیسل ۔ مری	500	972
سرنیا۔ فیصل آباد	7,600	65,980

جناب سپیکر :اس بارے میں کوئی ضمنی سوال ؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی :جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سوال کے جز (ب) میں بتایا گیا ہے کہ غیر مسلم ،غیر ملکیوں اور غیر مسلم پاکستانیوں کو ان کی مذہبی رسومات کے لیے پرمٹ پر شراب فراہم کی جا سکتی ہے ۔کیا وزیر موصوف یہ بیان فرمائیں گے کہ ایک آدمی کے لیے پرمٹ میں کتنی مقدار کا تعین کیا گیا ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات(چوہدری شاہد اکرم بھڈر) :جناب سپیکر!جو لائسنس محکمہ جاری کرتا ہے اس میں ایک آدمی کے لیے نہیں بلکہ ہر آدمی کی جو کہ لائسنس پرمٹ کے لیے اپلائی کرتا ہے اس کی آمدنی کے مطابق اس کو لائسنس اور اس کے اوپر یونٹ جاری کیے جاتے ہیں۔ اس میں پندرہ سو تک کی آمدنی پر ایک یونٹ ،جس کی آمدنی پندرہ سو سے پچیس سو تک ہے اس کو دو یونٹ،جس کی آمدنی 25سو سے 35 سو تک ہے اس کے لیے تین یونٹ،جس کی 35سو سے 4ہزار تک ہے اس کے 4یونٹ ،6ہزار کی آمدنی پر 5یونٹ اور 6ہزار سے زائد آمدنی پر 6یونٹ کا پرمٹ دیا جاتا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی :جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا محترم پارلیمانی سیکرٹری صاحب اپنے کسی تجربہ یا مشاہدہ کی روشنی میں بیان فرمائیں گے کہ شراب اور بیئر میں کیا فرق ہے ؟

جناب سپیکر :اس بارے میں کوئی اور ضمنی سوال ؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی :جناب والا! میرے سوال کا جواب نہیں آیا ؟

MR.SPEAKER: Sorry, I don't admit it.

جناب فرید احمد پراچہ :جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وہ کون سا مذہب ہے جس کی مذہبی رسومات میں شراب شامل ہے ۔کیونکہ یہاں لکھا گیا ہے کہ مذہبی رسومات کے لیے پرمٹ فراہم کیا جاتا ہے۔وہ کون سا مذہب ہے جس کی مذہبی رسومات میں شراب پینا لازمی ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: جناب سپیکر! محکمہ تو کسی کی مذہبی رسومات پر comment کرنے کا مجاز نہیں۔ البتہ جو 1979ء prohibition law کے central statue میں یہ اجازت دی گئی ہے اور اس میں یہ لکھا ہوا ہے۔ اس لیے اس کے تحت ان کو دیا جاتا ہے صوبائی محکمہ تو comment کرنے کا مجاز نہیں ہے۔

جناب عادل شریف گل (پارلیمانی سیکرٹری S.& G.A.D): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب عادل شریف گل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب عادل شریف گل: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اپنے جواب میں فرمایا ہے اور یہاں پر بھی لکھا ہے کہ غیر مسلم، غیر ملکیوں اور غیر مسلم پاکستانیوں کو ان کی مذہبی رسومات پر شراب پرمٹ پر فراہم کی جاتی ہے۔ جناب والا! جب جون کا اجلاس ہو رہا تھا تو یہی سوال معزز رکن کی طرف سے اٹھایا گیا اور میں نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ مسیحی بھی غیر مسلم تصور ہوتے ہیں اور مسیحی مذہب میں چاہے وہ protestant ہو، چاہے وہ کیتھولک ہیں کسی بھی مذہب میں دوران عبادت الکوحل یا شراب کا استعمال نہ ہوتا ہے اور ہمارے مذہب میں بھی شراب پینا جائز نہ ہے۔ جناب والا! یہ سراسر زیادتی ہے میں جناب کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ میرے مذہب کی اس طریقے سے ان الفاظ سے توہین نہ کی جائے اور یہ جواب درست نہ ہے۔ لہٰذا یہ الفاظ واپس لیے جانے چاہئیں۔ میں نے اسی فلور پر کہا، میری statement موجود ہے کہ شراب پینے والے اور ہیں، لینے والے اور ہیں، خریدار اور ہیں، پرمٹ لینے والے اور ہیں اور جو لوگ اپیلائی کرتے ہیں ان کو تو پانچ پانچ، چھ چھ مہینے ذلیل و خوار کیا جاتا ہے لیکن وہ لوگ جن کا اثر و رسوخ ہے جن کے ذرائع ہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر چھ سو روپے میں، پانچ سو روپے میں ان کو پرمٹ فراہم کر دیے جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں پہلے بھی آپ کی وساطت سے استدعا کی تھی کہ ہمارے مذہب میں یہ جائز نہ ہے، ہماری کسی مذہبی رسومات میں الکوحل استعمال نہیں ہوتی۔ لہٰذا میری گزارش یہ ہے کہ یہ اپنے الفاظ واپس لیں کیونکہ یہ جواب درست نہ ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: جناب سپیکر! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ غیر مسلموں کو ان کی رسومات کے لیے اجازت ہے۔ اس کی اجازت فیڈرل گورنمنٹ نے central statutes کے ذریعے دی ہوئی ہے اس پہ محکمہ comment نہیں کر سکتا کیونکہ فیڈرل statutes کے تحت ان کو اس چیز کے consume کرنے کی اجازت ہے۔ لہٰذا صوبائی حکومت اس پر کسی قسم کی پابندی

نہیں لگا سکتی۔

جناب پیٹر گل : جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنے کی جسارت کروں گا کہ جو فیڈرل گورنمنٹ نے لاء بنایا ہے کیا یہ مذہبی لاء ہے جب کہ ہمارے مذہب میں اجازت نہیں۔آپ فرمارہے ہیں کہ یہ مذہبی رسومات میں پی جاتی ہے۔ یہ تو یہاں بارہ مہینے چلتی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات(چوہدری شاہد اکرم بھنڈر):جو ceremoniesانہوں نے settleکر کے محکمے کو دی ہوئی ہیں اس کے مطابق ان کو جاری کیے جاتے ہیں۔

جناب عادل شریف گل :جناب سپیکر! کون سے مذہب نے ان کو یہ ceremony settleکر کے دی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات(چوہدری شاہد اکرم بھنڈر):اس میں پارسی ہیں ،اس میں ہندو بھی ہیں، اس میں سکھ بھی ہیں اور اس میں کرسچین بھی ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا!جو ضمنی سوال ہوتا ہے اصل میں وہ جو اصل سوال ہوتا ہے اس میں اگر کوئی ابہام رہ جائے تو اس کی تشریح کے لیے ہوتا ہے کہ فاضل وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری کے امتحان لینے کے لیے ہوتا ہے کہ وہ مذہب کے بارے میں بتائے کیونکہ ضمنی سوال رول 50 کے تابع کیا جاتا ہے اور اس میں واضح طور پر ہے

> 50" when a starred question has been answered, any member may ask such supplementary questions as may be necessary for the elucidation of the answer, but the Speaker shall dis-allow the supplementary question which, in his opinion, either infringes any provision of these rules relating to the subject matter and admissibility of questions or is otherwise an abuse of the right of asking questions."

اب میں یہ کہوں گا کہ یہ abuseہے وہ جو ان کو rightملا ہوا ہے اگر اس سے ہٹ کر ضمنی سوال کیا جائے صرف ان کا امتحان لینے کے لیے وہ تو elucidationکے لیے ہے جو اصل سوال ہے اس کی روح کے بارے میں اگر کوئی ابہام ہے تو اس کی تشریح کے لیے ہے۔

جناب سپیکر :جی ! یہ آپ کی بات درست ہے لیکن ہمارے عادل شریف گل صاحب اور پیٹر گل

صاحب فی الواقعی وہ اپنے مذہبی عقائد کو protect کرنے کے لیے سوالات کر رہے تھے اور وہ genuinely کر رہے تھے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو اعدادو شمار دیے گئے ہیں ان کے مطابق صرف لاہور میں 10 لاکھ 28 ہزار 316 لٹر شراب ایک سال میں ہوٹلوں سے فراہم کی گئی ہے اور جواب جز (ب) کے مطابق شراب مذہبی رسومات کے لیے دی گئی ہے جو تقریباً ساڑھے تین ہزار لیٹر روزانہ بنتی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ایک سال کے دوران محکمہ کے اعداداشمار کے مطابق کتنی مذہبی رسومات منعقد ہوتی ہیں۔ جن میں 10 لاکھ 28 ہزار 316 لیٹر شراب دی گئی ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات : جناب والا! پراچہ صاحب نے تو نئی معلومات مانگی ہیں اور اس کے بارے میں مجھے جو تھوڑی سی واقفیت ہے وہ یہ ہے کہ ہر ماہ میں دو تین رسومات ہوتی ہیں اگر ان کو پورے اعدادو شمار چاہییں تو نیا سوال دیں ہم اس کا جواب دیں گے۔

جناب سپیکر :آخری ضمنی سوال ،جناب فرید احمد پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ :جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں ایک قرارداد کے ذریعے اس میں جو یہ گنجائش رکھی گئی تھی اس کو بھی ختم کر دیا ہے اور قومی اسمبلی نے اس قرارداد کو متفقہ طور پر پاس کر دیا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور یہاں پر کسی بھی معنی میں غیر مسلموں کے لیے یا کسی پرمٹ پر شراب فراہم نہیں کی جائے گی۔اس پر مکمل پابندی عائد کی جائے اس قرارداد کی روشنی میں محکمے نے کیا اقدامات کیے ہیں ؟

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات :جناب سپیکر! اس قرارداد کی روشنی میں تب تک کچھ نہیں ہو گا جب تک Federal statute جو کہ Ordinance کی شکل میں ہے وہ قائم ہے جب تک اس کو ختم نہیں کیا جائے گا تب تک اس پر کوئی عمل درآمد نہیں ہو گا۔

MR.TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, is Sherry a part of sharab? If it is so it is used in plum puding on Christmas. Isn't that a part of the festival?

MR.SPEAKER: Khanzada Sahib ,Will you repeat your question?

MR.TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, if Sherry and Brandy come under the definition of alcohol ,called Sharab in your language,

which is very frequently used on Christmas nights for plum pudding and is widely used by the Christians and by the other people who profess that religion, it is certainly allowed in their religion. Bread and wine is also given to them.

جناب عادل شریف گل : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی پوائنٹ آف آرڈر پر آپ بات کر سکتے ہیں ان کے سوال کا جواب نہیں دے سکتے۔

جناب عادل شریف گل : جناب سپیکر! میں نقطہ وضاحت پر بات کر سکتا ہوں ؟

جناب سپیکر : جی ،ارشاد فرمایئے!

جناب عادل شریف گل : جناب سپیکر! جناب خان زادہ صاحب نے مختلف اشیاء جیسے برانڈی اور وسکی اور شیری کا نام لے کر اپنی وسیع معلومات اور واقفیت کا اظہار کیا ہے اور ساتھ ساتھ یہ کہا ہے کہ کرسمس کے موقع پر کرسچین اور دوسرے فرقوں کے لوگ ،جی میرے فرقے کے لوگ اس کو استعمال کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں بتانا چاہتا ہوں کہ جیسے میں نے پہلے بھی وضاحت کی ہے یہ ہماری مذہبی رسومات کا حصہ نہ ہے اور ہماری کرسمس کا بھی حصہ نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ ملک پاکستان میں جو پرمٹ دیے جاتے ہیں اور اس پرمٹ پر ہوٹل سے جو شراب دی جاتی ہے وہ صرف کرسچین ہی استعمال نہیں کرتے بلکہ 75فیصد دوسرے لوگ استعمال کرتے ہیں اور اخبارات بھری ہوتی ہیں جو بہت سے لوگ کرسچین کے علاوہ پیتے ہیں۔میں صرف ان کی بات کر رہا ہوں۔ وہ پکڑے جاتے ہیں اور ان کے خلاف مقدمے درج ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر :آپ نکتہ وضاحت پر بات کریں؟

چودھری محمد طاہر محمود(پارلیمانی سیکرٹری) : جناب سپیکر! میں نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں اس پر تقریر کی ضرورت نہیں ،حاجی صاحب خان زادہ صاحب نے ضیافت طبع کے لیے ایک ضمنی سوال فرمادیا تھا۔

چودھری محمد طاہر محمود(پارلیمانی سیکرٹری) : جناب سپیکر!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! وقفہ سوالات کو وقفہ سوالات ہی رہنے دیا جائے۔

MR.TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir,I have to clear this position. I have been a Lieutenant in the Royal Norforlk Regiment in Jhansi and, therefore, I know that plum pudding is frequently used by every body.

ایکسائز انسپکٹروں کی بھرتی کی تفصیل

*462۔ جناب ریاض قیانہ: کیا وزیر آب کاری و محصولات بیان فرمائیں گے کہ:۔

یکم جولائی 1990ء سے 31 دسمبر 1990ء کے دوران کتنے ایکسائز انسپکٹر بھرتی کیے گئے۔ان کی تعداد نام اور مکمل پتہ جات پر مشتمل فہرست فراہم کی جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات (چوہدری شاہد اکرم بھنڈر): یکم جولائی 1990ء سے 31 دسمبر 1990ء کے دوران کل 38 ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن انسپکٹر بھرتی کیے گئے۔ان کے نام اور پتہ جات پر مشتمل فہرست لف ہے۔

نمبر شمار	نام ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن انسپکٹر	مکمل پتہ
1۔	جاوید انجم	مکان 1813 نزد مسجد رضائیاں والی اکبری روڈ جھنگ صدر
2۔	عمران عبید بٹ ولد طفیل بٹ	98 علامہ اقبال روڈ لاہور
3۔	طارق پرویز ولد محمد ذوق	مکان نمبر 10 رام گلی نمبر 6 نشتر روڈ لاہور
4۔	ظفر عطا خان ولد عطا اللہ خان	موضع جنڈیالہ شیر خاں تحصیل و ضلع شیخوپورہ
5۔	رانا خوشنود احمد ولد محمد سعید احمد خان	چوک غوثیہ تلے عالی روڈ۔کاموکی تحصیل و ضلع گوجرانوالہ
6۔	گلزار احمد خان ولد دین محمد	موضع رتہ گورایہ۔ڈاک خانہ بڈھا گورایہ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ
7۔	محمد اسلم نادر ولد میاں محمد صدیق	فلیٹ نمبر 29 سوک سنٹر گرین وڈ مارکیٹ نیو

		گارڈن ٹاؤن لاہور
8۔	چودھری شاہد نسیم ولد چودھری غلام مہربان خان	مکان نمبر 2 گلی نمبر 2 مزنگ روڈ فرید کوٹ ہاؤس لاہور
9۔	محمد اعجاز اسلم ولد محمد اسلم	مکان نمبر 23 گلی نمبر 23 ملکی رام ریلوے روڈ لاہور
10۔	عامر مجید ولد عبدالمجید	پریم گلی نمبر 10 مکان نمبر 13/10 دل محمد روڈ لاہور
11۔	مجید لطیف مٹ ولد لطیف محمد مٹ	مکان نمبر 1 گلی نمبر 93-35 نسبت روڈ لاہور
12۔	محمد شاہد عطاولد عطاء اللہ	مکان نمبر 1/1 گڑھی شاہو 29 بورانی روڈ لاہور
13۔	قیصر واجد خان ولد عبدالواجد خان	مکان نمبر 11 سٹریٹ نمبر 23 ریلوے روڈ گوالمنڈی لاہور
14۔	لیاقت علی ولد عبدالغفور	408۔اے غلام محمد فیصل آباد
15۔	طارق سرور ولد چوہدری غلام سرور	مکان نمبر 19 حمید سٹریٹ جلال کالونی ساندہ کلاں لاہور
16۔	ملک محمد توصیف ولد ملک محمد آصف	ملک نور محمد سٹریٹ دل محمد روڈ لاہور
17۔	بلال نذیر ولد نذیر احمد	مکان نمبر 1 اے گلستان سٹریٹ نمبر 2 چوہان روڈ اسلام پورہ لاہور
18۔	رانا ارشد علی خان ولد اصغر علی خان	موضع و ڈاک خانہ بڈھا گورایہ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ
19۔	کامران فیصل ولد محمد شفیع	موضع چاہی والا ڈاک خانہ جھلاں تحصیل و ضلع گوجرانوالہ
20۔	شیخ اخلاق احمد ولد شیخ رسول بخش	جمال دین والی تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان
21۔	اللہ یار ولد اللہ چایا	موضع نوناری۔بستی حاجی غلام قادر پی او آباد پور تحصیل و ضلع رحیم یار خان
22۔	قیصر کریم ولد عبدالکریم	مکان نمبر 35 سٹریٹ نمبر 5 مسلم گنج لاہور

23۔	محمد ناظم اسد ولد چوہدری محمد علی	مکان نمبر 638اسلام پوری کرشن نگر لاہور
24۔	ظہور الحسن ڈوگر ولد احمد حسن ڈوگر	ڈوگر لاج گلگشت کالونی ملتان
25۔	محمد نواز ولد شیخ کرم الٰہی	مکان نمبر 4سٹریٹ نمبر A-243امیر علی شیر روڈ گوالمنڈی لاہور
26۔	اعجاز محمود ولد محمد الیاس	مکان نمبر 243اے گلی پہلواناں بازار اندرون بھاٹی گیٹ لاہور
27۔	ذوالفقار احمد ولد چودھری محمد انور	بہر لول کلاں۔ تحصیل چونیاں۔ ضلع قصور
28۔	سید معین شاہ ولد سید محمد امین	مکان نمبر 5گلی نمبر 9محلہ سیالکوٹیاں ہیڈن روڈ لاہور
29۔	فرقان افتخار ملک ولد افتخار حسین ملک	مکان نمبر 5گلی نمبر 3نزد جامع مسجد بوڑھ والی سلطان پورہ لاہور
30۔	طاہر جنید مٹ ولد افتخار حسین مٹ	23پانڈو سٹریٹ اسلام پورہ لاہور
31۔	شہزاد احمد ولد غلام احمد	مکان نمبر 18رحمان گلی نمبر 6انڈر تھ روڈ لاہور
32۔	سید ماجد حسین ولد علی حسین شاہ	سادات منزل۔ ملک تاج دین سٹریٹ۔ ملت روڈ ساندہ کلاں لاہور
33۔	محمد اکرم ولد نذر محمد	نیو اورلیس ہوٹل لاہور۔ نزد گورنمنٹ ٹیکنیکل کالج ریلوے روڈ لاہور
34۔	شہزاد خان ولد مختار احمد	مکان نمبر A-32۔21ایمپریس روڈ لاہور
35۔	نعیم الرحمٰن ولد ملک عبدالرحمٰن	527۔امیر روڈ شاد باغ لاہور
36۔	ارشد کمال پاشا ولد لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) عبد الحمید	20۔سی ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
37۔	حماد علی خان ولد ایم ایم خان	101۔اے ٹاؤن شپ لاہور
38۔	غلام قاسم ولد امام بخش	سکنہ دائرہ دین پناہ تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! یہ جو فہرست دی گئی ہے اس میں 18افراد کے پتے لاہور کے ایک حلقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ایک ایم این اے کے حلقے سے تعلق رکھتے ہیں تو میں محترم پارلیمانی سیکرٹری سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان افراد کو رولز کے مطابق بھرتی کیا ہے یا رولز کو relax کر کے بھرتی کیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری (آب کاری و محصولات): جناب سپیکر!جو فہرست فراہم کی گئی ہے ان تمام کو رولز relax کر کے بھرتی کیا گیا ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! محترم پارلیمانی سیکرٹری بتانا پسند فرمائیں گے کہ ایکسائز انسپکٹر کے لیے بنیادی تعلیم کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری (آب کاری و محصولات): جناب اس کی بنیادی تعلیم بی،اے ہے اور یہ تمام گریجوایٹس ہیں۔

جناب سپیکر: سوال نمبر 476ملک اقبال احمد خان لنگڑیال

گاڑیوں کی رجسٹریشن کی تفصیل

*476۔ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ بھر میں گاڑیوں کی رجسٹریشن کے لیے ایک سیریز ختم ہونے سے پہلے دوسری سیریز میں سے نمبر الاٹ کیے جا رہے ہیں۔

(ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس وقت کن کن اضلاع میں ایک سیریز ختم ہونے سے قبل دوسری سیریز کے نمبر الاٹ کیے گئے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ جن اصحاب کو دوسری سیریز کے نمبر الاٹ کیے جاتے ہیں وہ سارا سال ٹیکس ادا نہیں کرتے۔ اگر ایسا ہے تو اس بد عنوانی کی وجوہ کیا ہیں اور کیا حکومت ایسے افراد کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی ہے جو اس غیر قانونی حرکت کے مرتکب ہوتے ہیں اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھڈر):

(الف) ایک سیریز ختم ہونے سے پہلے دوسری سیریز کا کوئی نمبر کسی گاڑی کو تفویض یا

جاری نہیں کیا جاتا۔

(ب) جز "الف" کا جواب اثبات میں نہ ہے۔

(ج) ٹیکس درآمد شدہ گاڑی کی صورت میں کسٹم کے محکمہ سے ریلیز ہونے کی تاریخ سے اور مقامی ساخت کی گاڑی کی صورت میں تاریخ خریداری سے واجب الادا ہے۔ رجسٹریشن کے لیے 30دن کی معیاد مقرر ہے۔اگر اس میں تاخیر ہو تو واجب الادا ٹیکس کے علاوہ جرمانہ بھی ادا کیا جاتا ہے جو بوقت رجسٹریشن لازمی طور پر وصول کیا جاتا ہے۔

گاڑی رجسٹر کرائے بغیر چلانا، موٹر وہیکل آرڈی نینس 1965ء کے تحت جرم ہے۔ ایسے ہی ٹیکس ادا کیے بغیر گاڑی چلانا موٹر وہیکل ٹیکسیشن ایکٹ 1958ء کے تحت قابل مواخذہ ہے۔ایسے افراد جو رجسٹریشن یا ٹیکس کی ادائیگی کے بغیر گاڑی چلاتے ہیں ان کے خلاف روزانہ ڈیوٹی کے طور پر ٹریفک پولیس اور ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کا عملہ کارروائی کرتے ہیں۔ان کے چالان بھی کیے جاتے ہیں اور ان سے ٹیکس مع جرمانہ وصول کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال نمبر 617-ملک مختار احمد!

قوانین کی خلاف ورزی کے مرتکب افراد کے خلاف کارروائی

*617۔ملک مختار احمد : کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بعض گاڑیوں کے مالکان اپنی گاڑیوں پر ان سیریز کی نمبر پلیٹس لگا رکھی ہیں جب سیریز کا ابھی تک آغاز بھی نہیں ہوا۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ متعلقہ قوانین کی خلاف ورزی نہ ہے۔کیا حکومت ان کے تدارک کے لیے کوئی اقدامات کرنے کو تیار ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھنڈر) :

(الف) یہ درست ہے کہ گاڑیوں کے بعض مالکان اپنی گاڑیوں پر ان سیریز کی نمبر پلیٹیں از خود لگا رکھی ہیں جن سیریز کا ابھی تک آغاز نہیں ہوا۔ تاہم محکمہ ہذا نے کسی گاڑی کو ایسی سیریز کا نمبر جاری نہیں کیا جو سیریز ابھی شروع نہیں ہوئی۔

(ب) بغیر رجسٹریشن ایسی گاڑی چلانا جس پر غیر قانونی طور پر خواہ نمبر آویزاں بھی کیا ہو موٹر وہیکل آرڈی نس 1965ء کی دفعہ 23 کی خلاف ورزی ہے۔ اس خلاف ورزی کے

تدارک کے لیے ٹریفک پولیس کا عملہ ضروری کارروائی کرتا ہے۔مزید سخت اقدامات کے لیے انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈی آئی جی (ٹریفک) سے درخواست کی گئی ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میرا ضمنی سوال محترم پارلیمانی سیکرٹری سے یہ ہے کہ جب ٹریفک پولیس اس قسم کی بغیر نمبر والی گاڑیوں کے چالان کرتی ہے تو ٹریفک پولیس موٹر وہیکل آرڈیننس 1965ء کی دفعہ 23 کے تحت چالان اور جرمانہ کرتی ہے۔پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بیان فرمائیں گے کہ وہ کون سی دفعہ ہے جس کے تحت چالان اور جرمانہ کے علاوہ بھی ٹریفک پولیس سخت اقدامات کر سکتی ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھنڈر) : جناب والا! میرے فاضل دوست نے جو پوچھا ہے میں عرض کروں گا کہ چالان تو ان کا موٹر وہیکل آرڈیننس کے تحت ہی کیا جائے گا۔کیونکہ یہ لوگ خلاف ورزی بھی موٹر وہیکل آرڈیننس 1965ء کی کرتے ہیں۔لہٰذا جرمانہ بھی اسی کے تحت کیا جائے گا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! انہوں نے خود ہی فرمایا ہے کہ مزید سخت اقدامات کے لیے انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈی آئی جی (ٹریفک) سے درخواست کی گئی ہے۔میں نے وہ پوچھا ہے کہ مزید سخت اقدامات کس دفعہ کے تحت ہوں گے ؟ کیا اس کی رولز میں پروویژن موجود ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھنڈر) : جناب والا! مزید جو اقدامات ہیں اس کے تحت ،چالان ،جرمانہ کے علاوہ گاڑی کو impound بھی کیا جاتا ہے اور 92-1991ء میں بے شمار ایسی گاڑیاں محکمہ ٹریفک پولیس نے impound کی تھیں اور impound کا جو طریقہ کار ہے وہ بھی in any case موٹر وہیکل آرڈیننس 1965ء کے تحت ہے۔اسی کے زمرے میں ہے۔

جناب سپیکر : میاں منظور احمد موہل

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے جواب میں یہ کہا کہ مزید سخت اقدامات کے لیے انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈی آئی جی (ٹریفک) سے درخواست کی گئی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ specific rule کی موجودگی میں کیا انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈی آئی جی اس سے ہٹ کر بھی کوئی اقدامات کر سکتے ہیں ؟جب کہ specific rule یا statute موجود ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھنڈر) : جناب والا ! جواب میں جو

لفظ "مزید سخت" کا استعمال کیا گیا ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے علاوہ کوئی کارروائی ہو گی بلکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اس قانون کو زیادہ strict بنانے کے لیے ان سے کہا گیا ہے کہ ایسے لوگ جو بغیر نمبر پلیٹ والی گاڑی استعمال کرتے ہیں ان کی چیکنگ کی جائے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال جناب میاں محمود احمد صاحب۔

میاں محمود احمد صاحب :سوال نمبر 649

ٹیکسوں کی تشخیص

*649۔میاں محمود احمد :کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کی سروے ٹیموں نے عوام کا جینا مشکل کر رکھا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ جو لوگ ان ٹیموں سے ساز باز یا ملی بھگت کر لیتے ہیں۔ان کو پراپرٹی ٹیکس یا دوسرے ٹیکسوں میں کمی کر دی جاتی ہے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے ان پر بھاری ٹیکس عائد کر دیے جاتے ہیں۔

(ج) میرے حلقہ پی پی 116 میں سابقہ ٹیکس کی شرح کیا تھی اور جو سروے اب کیا گیا ہے اس کی شرح کونسلر کے حساب از حلقہ نمبر 1 تا 10 تک ہر گھر کی تفصیل الگ بتائی جائے نیز سروے کا طریق کار کیا ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھنڈر) :

(الف) یہ درست نہ ہے لاہور میں پراپرٹی ٹیکس کا پانچ سالہ سروے قانون اور عوامی مفاد کے مطابق کیا گیا ہے یہ سروے سے 30 جون 1991ء کو مکمل ہو گیا تھا۔

(ب) یہ درست نہ ہے دوران سروے کسی بھی مالک جائیداد کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا گیا۔کرایہ پر دی گئی جائیداد کے محل وقوع مکانیت اور کل رقبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے تشخیص کیا جاتا ہے۔

(ج) پراپرٹی ٹیکس کی شرح کا تعین حلقہ وار نہیں کیا جاتا بلکہ بروئے قانون پراپرٹی ٹیکس مجریہ PUNJAB URBAN IMMOVEABLE PROPERTY TAX 1958ء جائیداد متعلقہ کی سالانہ تشخیص کرایہ اگر بیس ہزار سے زائد تک ہو تو اس پر 20 فی صد ٹیکس لگایا جاتا ہے۔بیس ہزار سے زائد سالانہ مالیت کی صورت میں ٹیکس کی شرح پچیس

فی صد ہو جاتی ہے۔یہ شرح 1972ء سے نافذ العمل ہے۔نئے سروے کے مطابق حلقہ PP-116 میں واقع رہائشی گھروں کی تشخیص پراپرٹی ٹیکس و قابل ادائیگی ٹیکس کی رقم سے متعلقہ تمام کوائف کا نقشہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ :جناب سپیکر! سوال کے جز (الف) میں یہ پوچھا گیا تھا کہ محکمے کی سروے ٹیموں نے عوام کا جینا مشکل کر رکھا ہے۔اس کا جو جواب دیا گیا ہے یہ درست نہیں ہے۔اس سلسلے میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر یہ درست نہیں تو پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بیان فرمائیں کہ اس دفعہ سروے ٹیموں کے خلاف انہیں کتنی شکایات موصول ہوئی ہیں ؟!

پارلیمانی سیکرٹری آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھنڈر):جناب والا! فاضل رکن بالکل نئی انفرمیشن مانگ رہے ہیں،جو کہ اپیلوں کے بارے میں ہے۔جناب والا! اس کے بارے میں اگر وہ سوال کریں تو اس کا جواب دے دیا جائے گا۔

جناب فرید احمد پراچہ :جناب سپیکر! سوال کے جواب کے بارے میں ایک دعویٰ کیا گیا ہے تو اس کی وضاحت کے لیے ان کے پاس معلومات ہونی چاہیے تھیں۔میں اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دفعہ جتنا سروے کیا گیا ہے اس پر تقریباً 47فی صد لوگوں نے شکایات کی ہیں اور یہ شکایات بے شمار ہیں۔یعنی 23ہزار لوگوں نے سروے کے خلاف درخواستیں دی ہیں۔کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سروے ٹیموں نے لوگوں کا جینا مشکل کر دیا ہے اور محکمے کی طرف سے جو جواب دیا گیا ہے وہ غلط ہے ؟ایک ہی مکان میں باپ اگر نیچے رہتا ہے اور بیٹا اوپر رہتا ہے تو بیٹے کو کرایہ دار بنا دیا گیا ہے۔اسی طرح کے بے شمار کیسز ہیں۔ پھر اس کے بعد لے دے کر مک مکا کیا جاتا ہے۔اس بات کو چھپانے کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ یہ درست نہ ہے حالانکہ یہ بات بالکل درست ہے۔

جناب سپیکر :آپ کا ضمنی سوال کیا ہے ؟

جناب فرید احمد پراچہ :جناب والا! وہ تو میں نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ اس دفعہ شکایات کی تعداد کتنی ہے ؟

ڈاکٹر محمد شفیق :جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ سروے ٹیموں کی صولدید کو ختم کرنے کے لیے ،ہر شہر اور محلے میں اس کے معیار کے حساب سے اگر محکمہ فکس ٹیکس لگا دے تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔کیونکہ اس سے روز روز کے جھگڑوں سے بھی بچا جا سکتا ہے۔میں یہ پوچھنا چاہوں گا

کہ کیا گورنمنٹ ایسی تجویز پر عمل کرے گی کہ صوابدیدی اختیارات سے لوگوں کو جو تکلیف ہے اور روز روز کے جھگڑے ہیں اس کو ختم کر دیا جائے؟ کیونکہ سنٹرل گورنمنٹ نے سیلز ٹیکس اور سنٹرل ایکسائز ٹیکس کے سلسلے میں فکس ٹیکس کو رواج دیا ہے۔ اس لیے میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا پنجاب گورنمنٹ بھی ایسا کرنے کو تیار ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: جناب والا! میری اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ فکس ٹیکس عائد نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ بہت سی پراپرٹیز ایسی ہیں جو کمرشل ہیں، کچھ رہائشی ہیں۔ کچھ self occupied ہیں کچھ rented ہیں، اس لیے جناب والا! فکس ٹیکس کا تو سوال اس وقت آئے گا اگر یہ ساری چیزیں نہ ہوں، یا تو ساری self occupied ہوں یا پھر ساری rented ہوں۔ پھر ہر دوسرے سال situtation تبدیل ہوتی رہتی ہے آج جو پراپرٹی rented ہے وہ کل نہیں ہو سکتی وہ self occupied کے زمرے میں آ جاتی ہے۔ آج جو self occupied میں ہے کل وہ rented میں آ جائے گی اس لیے اس پر عمل کرنا تو ممکن نہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق: جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ فاضل پارلیمانی سیکرٹری صاحب کا جواب نامکمل ہے۔ اس لیے میں مزید عرض کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر! جہاں تک یہ کہنا کہ یہ کمرشل ہے یہ نان کمرشل ہے۔ یہ ساری ریکارڈ کی بات ہے یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور نہ ہی کوئی جھگڑے والی بات ہے۔ باقی رہ گئی occupancy کی بات وہ بھی ریکارڈ سے چیک ہو سکتی ہے۔ میں اس چیز کی بات نہیں کر رہا۔ یہ parameters کے اندر رہتے ہوئے محلے سے صوابدیدی اختیارات واپس لیے جائیں اور ہر محلے کے لحاظ سے ہر آبادی کے لحاظ سے ٹیکس فکس ہونا چاہیے۔ دس مرلے اور ایک کنال پر اس آبادی میں اتنا ٹیکس ہو گا اور اس کے حساب سے اس کی وصولی کی جائے۔ باقی کسی چیز کی تشخیص کی میں بات نہیں کر رہا۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر شفیق صاحب غالباً ضمنی سوال یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ سروے ٹیموں کے صوابدیدی اختیارات ختم کرنے کے لیے کیا حکومت پنجاب اس ٹیکس کو فکس کر سکتی ہے تاکہ یہ determine ہو اور اس میں کوئی ابہام نہ ہو۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: جناب والا! اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ ٹیکس فکس نہیں ہو سکتا، کیونکہ پراپرٹی کی جو situation ہیں وہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ جہاں تک ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ٹیکس فکس ہو

جائے اور ان کے محکمے کے صوابدیدی اختیارات ختم ہو جائیں۔ سروے ٹیموں کی صوابدید پہلے ہی بہت کم ہے۔ کیونکہ پہلے ہی pre-determined فارمولا ہے جس کے مطابق ان کو کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایک مکان ہے اس کا کرایہ پانچ ہزار ہے تو اس نے پانچ ہزار کرایہ کے حساب سے assess ہونا ہے۔ اس میں سروے ٹیموں کا صوابدیدی اختیار تو کہیں نہیں، اس لیے اس ٹیکس کا فکس کرایہ کر دینا ممکن ہی نہیں ہے۔

جناب ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! میں بھی ڈاکٹر شفیق صاحب کی تجویز کی حمایت کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ اسلام آباد میں بھی فکس ٹیکس لگایا گیا ہے، اس ایریا میں جتنے بیڈ روم بنے ہوئے ہیں اس حساب سے ان پر سالانہ ٹیکس عائد کر دیا جاتا ہے اور وہاں پر کوئی سروے ٹیم نہیں ہوتی۔

اگر حکومت پنجاب اس پر غور فرمائے گی؟ اس کے بارے میں سوچ چار کرے گی؟ تاکہ ہم عوام کو اس لعنت سے پریشانی سے بچانے کے لیے کوئی تدارک کر سکیں؟ کیا حکومت اس مسئلے پر سنجیدہ ہے، سروے کے طریقہ کار سے بچنے کے لیے، ایسا طریقہ ہے جو اسلام آباد میں رائج ہے اور اسے اچھی طرح چلایا جا رہا ہے اور پوری طرح سے قابل عمل ہے، اس طریقے کو یہاں پنجاب میں بھی رائج کیا جا سکتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: جناب والا! میں نے پہلے عرض کیا کہ انہوں نے یعنی ڈاکٹر محمد افضل اعزاز نے اسلام آباد کا حوالہ دے دیا۔ مثال کے طور پر میں نے انہیں گزارش کی تھی کہ فرض کریں کہ ایک شخص کا مکان فکس ٹیکس کے مطابق assess کر دیا جاتا ہے۔ ایک مہینے کے بعد وہی دس ہزار روپے کرایہ دے دیتے ہیں تو اس طرح یہ تو عوامی مفاد کے خلاف ہو گا کہ وہ جو ٹیکس ہے وہ تو چار ہے ہیں اور حکومت کو ٹیکس کم وصول ہو گا اس میں جناب والا! discretion کی بات نہیں ہے۔ وہ تو جیسے میں نے بتایا کہ فکس فارمولا ہے اور اس میں وہ اپنی discretion استعمال نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: جی، پیلیمنٹری جناب فرید احمد پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جن سرکاری ملازمین، بالخصوص وفاقی ملازمین نے جو اپنے سیلف ہائر مکان میں رہتے ہیں اور حکومت کی طرف سے ان کو یہ سہولت میسر ہے، ایک رعایت میسر ہے۔ ان پر محکمہ تشخیص کی بجائے بائرنگ ریٹ سے ٹیکس کیوں عائد کرتا ہے؟ جب کہ وہ اپنے مکانوں میں خود رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب! ذرا سوال دہرائیے گا۔

جناب فرید احمد پراچہ: میرا سوال یہ ہے کہ جو سرکاری ملازمین اپنے مکانوں میں خود رہتے ہیں اور انہوں نے حکومت کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں سیلف ہائر کیا ہوا ہے۔اس پر ہائرنگ ریٹ کے جائے تشخیص کے مطابق اس کی جو assessment ہے اس کے مطابق ان سے پراپرٹی ٹیکس کیوں نہیں لیا جاتا ؟ایک آدمی اپنے مکان میں خود ہی رہ رہا ہے اس کو صرف ایک سہولت میسر ہے کہ وہ حکومت سے کرایہ لے سکتا ہے جو دوسرے لفظوں میں وہ اس کی تنخواہ کا حصہ ہے۔محکمہ انہیں یہ سہولت دینے کے لیے کیوں تیار نہیں کہ ان پر مکان کی مالیت کے اعتبار سے پراپرٹی ٹیکس لیا جائے اور اپنی تشخیص کے مطابق لیا جائے ہائرنگ ریٹ کے مطابق نہ لیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: جناب والا! میرے علم کے مطابق تو ایک سرکاری ملازم جو اپنے گھر میں رہائش پذیر ہے وہ تو self occupied کے زمرے میں آئے گا۔کیونکہ وہ گورنمنٹ سے ہاؤس رینٹ لیتا ہے اور اس کا گورنمنٹ کے ساتھ کوئی علیحدہ معاہدہ نہیں اگر ایسا کوئی instance جناب پراچہ صاحب کے نوٹس میں ہے تو ہمیں بتائیں اور اس پر جو بھی قانونی کارروائی بنے گی اس کے مطابق اسے assess کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اگلے سوال پر آجائیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: آخری سوال۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: میری گزارش یہ ہے کہ جائیداد کی حیثیت 5 سال کے بعد تبدیل نہیں ہوتی۔لیکن 5 سال کے بعد یہ مجبور کیا جاتا ہے کو جو ٹیکس ہے اس کی شرح میں اضافہ کیا جائے کیا یہ درست ہے ؟جائیداد کی حیثیت اگر اسی طرح ہے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہے۔لیکن 5 سال کے بعد جو ٹیکس کی شرح ہے وہ مجبور کیا جاتا ہے۔مالکان کو کہ وہ آپ ٹیکس بڑھائیں۔ورنہ ہم آپ سے کک مکا کرنا چاہتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: اس میں کک مکا والی بات نہیں ہے کہ عام پراپرٹی ٹیکس کا جو سروے کیا جاتا ہے وہ 5 سال کے دوران اگر پراپرٹی میں کوئی اضافہ ہے تو تب بھی change کیا جائے گا اگر اس میں کوئی change نہ ہو تو کیونکہ مکانوں کی اور ایریا کے حساب سے اس کی valuation بڑھتی رہتی ہے اس لیے جناب nominal جو ہے پانچ سے دس percent تک

اس میں fixجو اضافہ پراپرٹی ٹیکس میں نہیں کیا جا سکتا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب میاں محمود احمد صاحب کا ہے۔

محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کی آمدن اور خرچ کی تفصیل

*650۔ میاں محمود احمد: کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں گاڑیوں کی رجسٹریشن کی سرکاری فیس لی جاتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو کن کن نمبروں کے لیے کیا کیا فیس مقرر ہے؟

(ب) پنجاب میں سال 90-1989ء اور 91-1990ء میں کتنی گاڑیاں رجسٹرڈ ہوئیں اور ان سے کتنی آمدن ہوئی۔ محکمہ ہذا کی آمدنی کے ذرائع کیا کیا ہیں، سالانہ آمدنی کیا ہے اور کہاں کہاں خرچ کی جاتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات (چودھری محمد شاہد اکرم بھڈر):

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب میں ہر گاڑی کی رجسٹریشن کے لیے قانونی طور پر رجسٹریشن فیس مقرر ہے جس کی شرح حسب ذیل ہے۔

1۔ موٹر سائیکل اور سکوٹر -/200روپے

2۔ ہیوی ٹرانسپورٹ وہیکل بس ٹرک وغیرہ -/1500روپے

3۔ دوسری گاڑیاں جن میں کاریں بھی شامل ہیں-/700روپے

اوپر دی گئی عام رجسٹریشن فیس کے علاوہ کچھ پسندیدہ نمبروں کے لیے زیادہ رجسٹریشن فیس مقرر کی گئی ہے جس کی شرح حسب ذیل ہے

1۔ کسی بھی سیریز کے رجسٹریشن نمبر 1 کے لیے -/10,000روپے

2۔ نمبر 7اور 786 کے لیے -/7,500روپے

3۔ رجسٹریشن نمبر 2,3,4,5,6,8اور 9 کے لیے-/5000روپے۔ اگر ان نمبروں میں سے کسی نمبر کو حاصل کرنے کے لیے ایک سے زیادہ حضرات خواہش مند ہوں تو ایسا نمبر حکومت کی منظوری سے بذریعہ نیلامی سب سے زیادہ بولی دینے والے کو دیا جاتا ہے۔

(ب) پنجاب میں سال 90-1989ء میں کل 1,07,127 گاڑیاں رجسٹر ہوئیں۔ جب کہ 91-1990ء میں رجسٹریشن فیس کی آمدنی 90-1989ء میں دو کروڑ بیالیس لاکھ روپے تھی جو کہ سال 91-1990ء میں بڑھ کر چار کروڑ چھیالیس لاکھ روپے ہو گئی۔ محکمہ ایکسائز

اینڈ ٹیکسیشن کی آمدنی کے ذرائع درج ذیل ہیں۔

1۔ پراپرٹی ٹیکس
2۔ موٹر وہیکل ٹیکس بشمول رجسٹریشن و ٹراسفر فیس
3۔ کاٹن فیس
4۔ تفریحی ٹیکس
5۔ ایکسائز ڈیوٹی
6۔ پروفیشنل ٹیکس
7۔ تعلیمی ٹیکس
8۔ ہوٹل ٹیکس
9۔ تمباکو وینڈ ٹیکس
10۔ موٹی چمڑائی ٹیکس
11۔ رجسٹریشن فیس آف موٹر وہیکل ڈیلرز و رئیل اسٹیٹ ایجنٹس

ان تمام مدوں میں سے محکمہ کو مالی سال 91-1990ء میں کل آمدنی 160 کروڑ 65 لاکھ کی تھی جو 92-1991ء میں بڑھ کر 182 کروڑ 44 لاکھ روپے ہو گئی ہے۔

محصولات سے حاصل ہونے والی آمدنی ماسوائے پراپرٹی ٹیکس و تعلیمی سیس صوبائی مجموعی فنڈ میں جمع ہو جاتی ہے جس میں سے حکومت پنجاب بجٹ کے مطابق اپنے اخراجات پورے کرتی ہے پراپرٹی ٹیکس سے حاصل ہونے والی کل آمدنی میں سے 5 فی صد بطور اخراجات وصولی منہا کرنے کے بعد باقی رقم کا 85 فی صد مقامی لوکل کونسلوں اور 15 فی صد صوبائی حکومت کے خزانہ میں جاتا ہے جب کہ وصول شدہ تعلیمی سیس میں سے 2 فی صد وصولی اخراجات منہا کرنے کے بعد 98 فی صد پراونشل بورڈ آف مینجمینٹ ورکرز چلڈرن ایجوکیشن سیس محکمہ محنت پنجاب کے کھاتہ میں جمع کرا دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال ارشاد حسین سیٹھی صاحب!

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ محکمہ ہذا کی آمدنی کے ذرائع کیا کیا ہیں؟ تو ذرائع تمام بتا دیے گئے۔ اس میں 92-1991ء میں بتایا گیا کہ 1,82,44,00,000 روپے کل آمدنی ہوئی۔ تو اس میں جو تفصیل بتائی گئی ہے وہ صرف ایڈمنسٹریشن کی بتائی گئی ہے۔ جب کہ یہ

سمجھی سمجھائی بات تھی کہ جب ذرائع پوچھے گئے تو ذرائع کے نام بھی جواب میں آگئے۔ پھر میں اس میں ضمنی سوال یہ کروں گا کہ جو تعلیمی cess ہے اس بارے میں پارلیمانی سیکرٹری بتائیں گے کہ اس سے کتنی آمدنی ہوئی؟ کیونکہ جب یہ مکمل تفصیل اور اس کی کل آمدنی بتا دی گئی ہے اور ذرائع کی مدات بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ تو اس میں یہ تعلیمی cess کی مد میں کتنی آمدنی ہوئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: جناب والا! تعلیمی cess میں 90-1989ء کے دوران 3 کروڑ 65 لاکھ 93 ہزار 3 سو 44 روپے اور سال 92-1991ء میں 3 کروڑ 68 لاکھ 69 ہزار 518 روپے کی آمدنی ہوئی۔

جناب سپیکر: جناب فرید احمد پراچہ صاحب ضمنی سوال کریں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس جواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو پراپرٹی ٹیکس سے حاصل ہونے والی کل آمدن ہے اس میں پانچ فی صد بطور اخراجات وصولی کرنے کے بعد 85% مقامی لوکل کونسلوں کو دے دیا جاتا ہے۔ کیا 1939ء میں جب یہ پراپرٹی ٹیکس عائد کیا گیا تھا اس میں یہ بات شامل نہیں تھی کہ یہ پراپرٹی ٹیکس جو لاہور کے شہریوں پر عائد کیا جا رہا ہے یہ سیوریج کے لیے اور sanitation اور ان ضرورتوں کے لیے ہے۔ کیا اس کی روشنی میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بیان فرمائیں گے کہ ایل ڈی اے یا واسا کو مزید سیوریج فیس حاصل کرنے کی گنجائش موجود ہے؟ سوال واضح ہوا ہے یا دوبارہ کہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: دہرا دیا جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ: پراپرٹی ٹیکس کا جو حصہ آپ لوکل کونسل کو دیتے ہیں وہ سیوریج کے لیے دیتے ہیں، sanitation کے لیے دیتے ہیں اور لاہور میں بالخصوص اس کے لیے کہا گیا تھا کہ یہ دی جا رہی ہے۔ کیا اس کی روشنی میں یہ حصہ پراپرٹی ٹیکس کا صرف سیوریج کے لیے دیا جا رہا ہے تو واسا کو اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ وہ شہریوں پر پھر سیوریج فیس عائد کرے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: ان کی جناب وہاں اپنی discretion ہے محکمہ پراپرٹی ٹیکس اکٹھا کرتا ہے اس میں جیسے یہ بتا رہے ہیں کہ سیوریج یا ایسی چیزیں نہیں ہیں۔ وہ صرف پراپرٹی ٹیکس میں آتا ہے۔

جناب سپیکر: جی سیٹھی صاحب! ضمنی سوال۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر یہ تھا کہ تعلیمی cess کی آمدن دو فی صد وصولی کے بعد 98%

Provincial Board of Managment Workers , Children and Education cess

کے کھاتہ میں جمع کروایا جاتا ہے۔ تو میرا محترم پارلیمانی سیکرٹری سے یہ ضمنی سوال یہ ہے پروونشل بورڈ آف مینجمنٹ ورکرز ایجوکیشن کا خاص منصوبہ کیا ہے جو اس وقت پنجاب میں چل رہا ہے۔ اس کے بارے میں محترم پارلیمانی سیکرٹری بیان فرمائیں گے کہ کس منصوبے پر رقم صرف کی جارہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری (چودھری شاہد اکرم): جناب والا! جیسا کہ پہلے جواب میں بتایا گیا کہ اس رقم کی کلیکشن محکمہ محصولات کرتا ہے اور وہ رقم کلیکشن کے بعد ان کو ٹرانسفر کر دی جاتی ہے۔ وہ اس رقم کو کیسے خرچ کرتے ہیں یہ ان کی اپنی انفرادی ذمہ داری ہے اس سے محکمے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: خان غلام سرور خان صاحب۔ ڈاکٹر صدیق صاحب آپ اس پر ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد صدیق: جی سر۔

جناب سپیکر: اب میں اگلے سوال پر آگیا ہوں۔ خان غلام سرور خان صاحب۔

انسپکٹر ایکسائز کے خلاف کارروائی کی تفصیل

*670۔ خان غلام سرور خان: کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن بہاول پور نے اپنے مراسلہ نمبر 3878 مورخہ 17 جولائی 1990ء کے ذریعہ محمد افضل انسپکٹر ایکسائز خان پور ضلع رحیم یار خان کے خلاف انکوائری کا حکم دیا تھا۔

(ب) متذکرہ انکوائری کا حکم جس درخواست پر دیا گیا تھا اس میں مذکورہ محمد افضل انسپکٹر کے خلاف کیا کیا الزامات عائد کیے گئے تھے اس درخواست کی نقل ایوان میں پیش کی جائے۔

(ج) متذکرہ انکوائری کس مجاز افسر نے کی تھی اس میں کن کن لوگوں کو شامل کیا گیا اور انکوائری رپورٹ کب ڈائریکٹر ایکسائز بہاول پور کو پیش کی گئی اور اس پر کیا کارروائی

ہوئی۔

(د) کیا یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ محمد افضل انسپکٹر دس سال سے زائد عرصہ سے اس جگہ تعینات ہے کیا حکومت اس کے خلاف کارروائی کرنے اور اس کا تبادلہ کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو وجہ ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھنڈر)

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) درخواست ازاں شکایت کنندہ صادق محمد بھٹہ مورخہ 26/9/90 جس پر انکوائری کا کی نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ اس میں محمد افضل انسپکٹر کے خلاف مندرجہ ذیل الزامات لگائے گئے تھے۔

1۔ کہ درخواست کی ذاتی دکان پر زیادہ ٹیکس محمد افضل انسپکٹر کی بد دیانتی سے لگایا گیا ہے۔

2۔ محمد افضل انسپکٹر نے رشوت کی کالی کمائی سے لاکھوں روپے کی ایک کوٹھی خان پور میں بنا رکھی ہے۔

3۔ انسپکٹر مذکورہ نے لاکھوں روپے رشوت لی ہے مگر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

(ج) متذکرہ انکوائری محمد اصغر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر رحیم یار خان کو تفویض کی گئی مگر درخواست دہندہ کی غیر حاضری اور عدم تعاون کی وجہ سے کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ بعد ازاں ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن بہاول پور نے 22/5/91 کو دفتر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ، رحیم یار خان میں درخواست دہندہ کو اپنے ساتھ ملاقات کے لیے بلایا اور اس بلاوے کی چٹھی کی نقل کی درخواست دہندہ نے 20/5/91 کو وصول کی مگر ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن سے ملاقات کے لیے نہیں آئے۔ جس پر غلام عباس عابد اسسٹنٹ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر رحیم یار خان کو خان پور جا کر ابتدائی انکوائری کرنے کی ہدایت کی گئی جنہوں نے شکایت کنندہ سے مل کر ان کا بیان بھی ریکارڈ کیا اور اپنی رپورٹ 23/5/91 کو ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن بہاول پور کو پیش کی۔ انکوائری آفیسر نے درخواست دہندہ محمد افضل ، انسپکٹر کو انکوائری میں شامل کیا تھا اور ان کے بیانات قلم بند کیے تھے اس رپورٹ پر

مزید کوئی کارروائی نہیں کی گئی کیونکہ تحقیقات کے نتیجہ میں درخواست میں لگائے گئے الزامات ثابت نہیں ہوئے۔

(د) یہ درست ہے کہ محمد افضل ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن انسپکٹر کی حیثیت سے عرصہ 8سال سے متواتر خان پور میں تعینات تھا مگر سال 1991ء میں اسے بہاول پور تبدیل کر دیا گیا تھا جہاں بعد ازاں مقامی طور پر عام دفتری کارروائی کے نتیجہ میں اس کو دوبارہ مورخہ 5/7/92کو خان پور تعینات کر دیا گیا تھا۔ تاہم اہل کار کے سابقہ کوائف معلوم ہونے پر انتظامی محکمہ کی ہدایت پر انسپکٹر مذکور کو چند روز بعد مورخہ یکم اگست 1992ء کو تبدیل کر کے لیاقت پور تعینات کر دیا گیا ہے۔

حاجی احمد خان : جناب والا! ضمنی سوال۔

جناب سپیکر : ضمنی سوال حاجی احمد خان صاحب!

حاجی احمد خان :بس جی! اب ضمنی سوال نہیں کرنا۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب نے ضمنی سوال کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ کوئی اور ضمنی سوال؟ نہیں ہے۔ جناب پیٹر گل۔

شراب نوشی کے پرمٹ بند کرنے کے لیے اقدامات

*706۔ جناب پیٹر گل :کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت نے صوبہ میں شراب نوشی پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر مذہب میں شراب نوشی ممنوع ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ حکومت صوبہ میں مسلمانوں کے علاوہ عیسائی مذہب کے لوگوں کو پرمٹ دیتی ہے جب کہ عیسائی مذہب میں بھی شراب نوشی حرام ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا عیسائی مذہب کے لوگوں کو بھی شراب نوشی کے پرمٹ بند کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات(چودھری شاہد اکرم بھڈر) :

(الف) درست صورت حال یہ ہے کہ صدارتی حکم برائے امتناع منشیات (نفاذ

حد) مجریہ 1979ء کے تحت مسلمانوں پر شراب پینے کی مکمل پابندی ہے اس قانون کی رو سے غیر مسلم پاکستانی شہری مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے شراب استعمال کر سکتے ہیں غیر مسلم غیر ملکیوں پر شراب کے استعمال پر پابندی نہ ہے۔

(ب) اسلام میں شراب نوشی حرام ہے۔ تاہم دوسرے مذاہب میں اس مسئلہ پر احکامات کے بارے میں محکمہ ہذا اظہار خیال کا مجاز نہ ہے۔

(ج) مسلمانوں کو کسی بھی صورت میں شراب کا پرمٹ جاری نہیں کیا جاتا۔ البتہ صدارتی حکم برائے امتناع منشیات (نفاذ حد) مجریہ 1979ء کی رو سے غیر مسلم پاکستانی شہریوں کو مذہبی تہواروں کے لیے اور غیر مسلم غیر ملکیوں کے لیے شراب کے پرمٹ جاری کیے جاتے ہیں۔ عیسائی مذہب میں شراب نوشی کے حرام ہونے کے بارے میں محکمہ ہذا اپنے آپ کو کوئی رائے دینے کا مجاز نہیں سمجھتا۔

(د) جز ہائے بالا کا جواب مکمل اثبات میں نہ ہے صدارتی حکم برائے انسداد منشیات (نفاذ حد) مجریہ 1979ء جو وفاقی قانون ہے کی رو سے مذہبی تہواروں کے لیے غیر مسلم پاکستانی شہریوں کو شراب کے استعمال کی اجازت ہے حکومت پنجاب مروجہ قانون پر عمل درآمد کی پابند ہے۔

جناب پیٹر گل: جناب سپیکر! جز "ب" میں انہوں نے لکھا ہے:

اسلام میں شراب نوشی حرام ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ شراب پینا بھی اسلام میں حرام ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: بالکل، پینا بھی حرام ہے۔ مسلمانوں کے اوپر یہی پابندی ہے کہ وہ بیچ بھی نہیں سکتے۔ ممنوع ہے۔

جناب پیٹر گل: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھوں گا کہ جتنے بھی یہ ہوٹل ہیں یا جو بھی ایجنسیاں ہیں وہ عیسائیوں کی ہیں یا مسلمانوں کی ہیں؟

جناب سپیکر: پیٹر گل صاحب! سوال دہرائیے گا۔

جناب پیٹر گل: جیسا کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ اسلام میں شراب حرام ہے اور اگر حرام ہے تو وہ پینا بھی حرام ہے، حلال نہیں۔ میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ جتنی بھی ایجنسیاں ہیں، وہ مسلمانوں کی ہیں یا عیسائیوں کی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: جناب سپیکر! اس سے پہلے رانا اکرام ربانی صاحب کا جو سوال نمبر 324 تھا اس میں اس کی پوری تفصیلات دی گئی ہیں جن کے پاس پرمٹ ہے یا جو لائسنس پر بیچتے ہیں اور یہ وہی ہیں جو پبلک لمیٹڈ کمپنیز ہیں، مثلاً گوادر ہوٹل، پرل کانٹی نینٹل ہوٹل اور فلیٹیز ہوٹل وغیرہ ہیں۔ کسی پرائیویٹ شخص کو بیچنے کے لیے لائسنس جاری نہیں کیا گیا

جناب پیٹر گل: جناب سپیکر! انہوں نے ضمنی سوال کا جواب واضح نہیں دیا۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو ایجنسیاں یا ہوٹل ہیں، یا جو پرمٹ ہولڈروں کو شراب سپلائی کرتے ہیں، وہ مسلمان ہیں یا عیسائی؟

جناب سپیکر: پیٹر گل صاحب! آپ کے سوال کا جواب آچکا ہے۔ کوئی اور ضمنی سوال ہو تو کیجیے۔ جناب فرید احمد پراچہ!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ اسلام میں شراب بیچنا حرام ہے۔ کیا اس کی روشنی میں میں ان سے یہ سوال دریافت کر سکتا ہوں کہ محکمہ ایکسائز جو شراب کی آمدنی وصول کرتا ہے، وہ محکمہ مسلمان ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات: جناب والا! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حلال یا حرام کے بارے میں محکمہ یا میں کوئی تبصرہ نہیں کر سکتے۔ وفاقی ڈھانچے کی موجودگی میں محکمہ اس پر تبصرہ کرنے کا مجاز ہی نہیں۔

جناب سہیل ضیاء مٹ: میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ محکمہ تو انگریزوں نے بنایا ہوا تھا۔ اس لیے وہ غیر مسلم ہی تھے۔ لیکن محکمے والے تقریباً مسلمان ہیں۔

جناب پیٹر گل: جناب والا! سہیل ضیاء مٹ صاحب نے کہا ہے کہ وہ تقریباً مسلمان ہیں۔ اس کی تعریف کیا ہے؟

جناب سہیل ضیاء مٹ: چونکہ مجھے تعداد کا پوری طرح علم نہیں اور محکمے والے مذہبی لحاظ سے نہیں رکھے جاتے، اس لیے مکمل طور پر محکمہ ایکسائز کو مسلمانوں کا کہہ دیا جائے تو یہ بھی ناانصافی ہو گی۔ اس لیے میں نے تقریباً کا لفظ استعمال کیا ہے تاکہ آپ کی دل آزاری نہ ہو۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر: جی چودھری فاروق صاحب!

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! قواعد تو یہ ہیں کہ وقفہ سوالات کے دوران سوالات کے جوابات متعلقہ وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری کے علاوہ کوئی دوسرے فاضل رکن نہیں دے سکتے۔ ماشاء اللہ سہیل ضیاء بٹ دو دفعہ سوالوں کے جواب دے چکے ہیں۔ قواعد کے تحت تو وہ جواب نہ دے سکتے تھے۔ آیا یہ مستقبل کے لیے بطور وزیر ریہرسل تو نہیں کر رہے؟

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : سہیل ضیاء بٹ تقریباً وزیر یا تقریباً پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔

جناب سپیکر : بروزن تقریباً مسلمان کے۔ رانا اکرام ربانی۔

تعلیم یافتہ کانسٹیبلوں کو کلرکوں کی اسامیوں پر تعینات کرنا

*749۔ رانا اکرام ربانی : کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ آب کاری و محصولات میں کچھ کانسٹیبل ایسے بھی ہیں جن کی تعلیمی قابلیت میٹرک، ایف اے اور بی اے ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان کے نام و پتے ضلع وار کیا ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ اعلیٰ تعلیمی قابلیت کے حامل کانسٹیبلوں کو کلرکوں کی آسامیوں پر تعینات کرنے کا ارادہ ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے آب کاری و محصولات (چودھری شاہد اکرم بھنڈر) :

(الف) یہ درست ہے کہ ایسے کانسٹیبلوں کے نام، پتہ جات، تعلیمی قابلیت اور ضلع تعیناتی فہرست میں درج ہیں۔ جو ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) کلرکوں کی بھرتی کے لیے مروجہ قواعد میں کانسٹیبل سے کلرک کے عہدہ پر ترقی نہیں ہو سکتی تاہم جو کانسٹیبل مقرر کردہ قابلیت رکھتے ہوں وہ دوسرے امیدواروں کے ساتھ بطور کلرک تعیناتی کے لیے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ماضی میں متعدد کانسٹیبل اس طرح بطور بھرتی بھی ہو چکے ہیں۔ چونکہ قواعد کے مطابق کانسٹیبل کو کلرک کے عہدہ پر ترقی نہیں دی جا سکتی اس لیے پالیسی کے طور پر ایسے تمام اعلیٰ تعلیم یافتہ کانسٹیبلوں کو کلرک تعینات نہیں کیا جا سکتا۔

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اس سوال کا جز (الف) میں جو جواب دیا گیا

ہے، اس میں لکھا گیا ہے: کانسٹیبلوں کے نام، پتہ جات، تعلیمی قابلیت اور ضلع تعیناتی فہرست میں درج ہیں۔ جو ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جناب والا! میز پر جو بھی دستاویز رکھی جائے اس پر وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری یا ممبر جو lay کرتا ہے اس کے دستخط ضروری ہیں۔ میں نے پہلے بھی ایک اجلاس میں یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا، کیونکہ اس ضمن میں خاص قاعدہ 205 ہے۔

205 (1). A paper or document to be laid on the Table shall be duly authenicated by the (Member) or Minister (or Parliamentary Secretary)laying it.

تو آپ کی رولنگ بھی یہی تھی کہ دستخط ہونے چاہئیں۔

جناب والا! اس سوال کا جو حصہ میں نے دیکھا ہے، ایک ایک ورق دیکھا ہے۔ اس پر کسی صاحب کے کوئی دستخط نہیں ہیں۔ میں یہی کہوں گا کہ پہلے بھی تمام سوالات جو میز پر رکھے گئے ان پر کسی کے دستخط نہیں ہیں۔ جس پر کسی کے دستخط ہی نہیں ہوتے اس کی کیا اہمیت ہوتی ہے؟ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ہوا میں اڑتا ہوا کاغذ۔ میں عرض کروں گا کہ آپ ایسا کریں کہ اس پر دستخط ضرور ہوں۔ آپ کے اسمبلی چیمبر کے جو حضرات ہیں صرف اس کو وصول کریں جس پر متعلقہ وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری کے دستخط ہوں۔ اس کے بغیر تو یہ کاغذ بے معنی ہے۔ کل کوئی چیلنج کرتا ہے تو کیا بات رہ جائے گی؟ اس پر تو کسی کے دستخط نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: میاں منظور احمد موہل صاحب کا یہ نقطہ اعتراض بالکل درست ہے اس پر پہلے رولنگ آچکی ہے کہ

These documents are to be signed by the Minister or concerned Parliamentary Secretary.

لیکن اس میں یہ تھا کہ اس پر finally دستخط وزیر کریں گے۔ لیکن ہر صفحے پر دستخط متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری کے ہوں گے۔ لیکن اس پر finally وزیر یا متعلقہ یا پارلیمانی سیکرٹری متعلقہ کے دستخط ہونے ضروری ہیں۔ لیکن اس پر کسی کے بھی نہیں ہیں، final بھی نہیں ہیں۔ ایک جگہ پر بھی نہیں۔ قواعد کے مطابق تو اس کو entertain ہی نہیں کیا جا سکتا۔ سیکرٹری اسمبلی دیکھیں کہ جو سوالات کو deal کرتے ہیں وہ کوئی اس قسم کا جواب entertain ہی نہیں کر سکتے جو یہاں ٹیبل کیا جائے اور

جس پر منسٹر کے دستخط نہ ہوں۔ یہ درست ہے کہ ہر صفحے پر منسٹر کے دستخط نہیں ہوتے۔ اس کے لیے یہ سہولت نکالی گئی تھی کہ ہر صفحے پر سیکرٹری دستخط کرے۔ لیکن finally اس پر وزیر متعلقہ کے دستخط ہونے چاہییں۔ اس کے علاوہ آپ entertain نہیں کر سکتے۔ آپ مجھے نوٹ put up کریں کہ جس پر دستخط نہیں ہیں اس کو آپ entertain نہیں کریں گے۔ رانا اکرام ربانی صاحب کے سوال پر ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کا ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! دوسرا محکمہ جیل خانہ جات بھی ضروری ہے۔ اب وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس پر بھی سوالات ضروری ہیں وہ پوچھے جا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر : آپ کا خیال ہے کہ جیل خانہ جات پر آ جائیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : صرف آب کاری و محصولات کے سوالات آئیں ہیں۔ اگر کچھ سوالات جیل خانہ جات کے لے لیں آپ کی عنایت ہو گی۔

جناب سپیکر : اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے پاس وقت بہت کم رہ گیا ہے تو جیل خانہ جات کے سوالات کو ہم ویسے ہی مؤخر کر لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ کوئی سوال بھی نہیں لیا گیا۔ یہ آئندہ وقفہ سوالات میں آ جائیں گے۔ اب اسی کو نمٹا لیتے ہیں۔ تو رانا اکرام ربانی صاحب کے سوال پر کوئی اور ضمنی سوال نہیں ہے۔ رانا ثناء اللہ!

رانا ثناء اللہ : سوال نمبر 517

(محکمہ جیل خانہ جات)

جیل میں دست کاریوں سے آمدنی

*517۔ **رانا ثناء اللہ خان** : کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) صوبے بھر کی جیلوں میں کون کون سی دستکاریاں ہوتی ہیں ان کی مکمل تفصیلات کیا ہیں۔

(ب) صوبہ کی ہر جیل میں دستکاریوں کی پیداواری صلاحیت کیا ہے اور سال 86-1985ء تا حال ان سے کس قدر آمدنی ہوئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات (ملک محمد عباس کھوکھر) :

(الف) صوبہ پنجاب میں 28 جیلیں ہیں۔ جن میں سے اٹھارہ جیلوں میں مختلف دستکاریوں پر کام ہو رہا ہے جن کی تفصیل ضمیمہ "الف" کی صورت میں لف ہے۔

(ب) جہاں تک دستکاریوں کی پیداواری صلاحیت کا تعلق ہے جیلوں کی فیکٹریوں کی پیداواری صلاحیت کا تعین بمطابق آزاد صنعت نہیں کیا جا سکتا۔کیونکہ جیل میں قیدی لیبر/مشقت کی تعداد میں کمی اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔جس کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔کل آمدن اور منافع کی تفصیل ضمیمہ "ب"کی صورت میں لف ہے۔

(ضمیمہ الف)

تفصیل دست کاری اشیاء جو صوبہ پنجاب کی جیلوں میں تیار ہوتی ہیں۔

نمبر شمار	نام جیل	تفصیل دستکاری اشیاء
1۔	ڈسٹرکٹ جیل جہلم	منج بان سازی اور منج میٹ، قالین سازی، کھڈیاں ،لیبر لیز پر پرائیویٹ سیکٹر کو دی گئی ہیں۔
2۔	ڈسٹرکٹ جیل جھنگ	قالین سازی (پرائیوٹائزیشن کے تحت قیدی لیبر لیز پر دی گئی ہے۔
3۔	زنانہ جیل ملتان	کڑھائی، سلائی اور بنائی و کریشیہ کے کام کے علاوہ آر، گوٹہ وزنانہ دستک کاریوں کا کام۔
4۔	سنٹرل جیل ساہیوال	قالین سازی، جیوٹ ٹاٹ سازی کے علاوہ صوبہ بھر کی جیلوں میں قیدیوں کے استعمال کے لیے کمبل اور دریوں کے علاوہ تولیہ سازی اور منج بان اور مرمت فرنیچر وغیرہ۔
5۔	سنٹرل جیل ملتان	ٹیکسٹائل میں پاور لومز پر قیدی کپڑا بنانے اور صوبہ بھر کی جیلوں میں قیدیوں کے لباس مہیا کرنے کی ضرورت، فرنیچر سازی، دری سازی ،منج بان اور جیوٹ ٹاٹ سازی
6۔	سنٹرل جیل میانوالی	قالین سازی، فرنیچر سازی، دری سازی، منج بان اور قیدی دری سازی، سپرٹ وڈ پر فرنیچر پالش۔
7۔	بورسٹل جیل بہاول پور	درزی خانہ، چمڑا سازی، ٹینٹ سازی، فیبا کل

		سازی اور لوہار خانہ۔
8۔	سنٹرل جیل لاہور	ریڈیو اور ٹیلی ویژن اسمبلی کرنے کی صنعت، قالین سازی ،دری سازی،برتن و گملے سازی، ملازمین کے لیے لوہے کی چارپائیوں کی بنوائی اور صندوق کے علاوہ لوہے کی قالین کی کھڈیاں بنانے کی صنعت۔
9۔	ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ	کھیلوں کے سامان کی تیاری
10۔	سنٹرل جیل بہاول پور	قالین سازی ،دری سازی، فرنیچر سازی، تولیے اور ٹیکسٹائل کی صنعت
11۔	سنٹرل جیل فیصل آباد	قالین سازی ،دری سازی اور منج بان، کمبل سازی، کھیس و کھدر سازی
12۔	سنٹرل جیل گوجرانوالہ	چاک سازی، قالین سازی،فینائل سازی اور برتن سازی
13۔	سنٹرل جیل راولپنڈی	قالین سازی، منج بان اور فرنیچر سازی
14۔	سنٹرل جیل ڈیرہ غازی خان	کندر سیٹ کی تیاری کا کام حال ہی میں شروع ہوا جو کہ ابتدائی مراحل میں ہے۔
15۔	ڈسٹرکٹ جیل قصور	قالین سازی کے لیے کھڈیاں پرائیویٹ سیکٹر کو لیبر لیز پر دی گئی ہیں۔
16۔	ڈسٹرکٹ جیل گجرات	قالین سازی کا کام شروع ہو چکا ہے جو کہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔
17۔	ڈسٹرکٹ جیل مظفر گڑھ	کندر سیٹ کی تیاری کا کام حال ہی میں شروع ہوا جو کہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔
18۔	ڈسٹرکٹ جیل اٹک	قالین سازی اور دری سازی۔

ضمیمہ "ب" (کل آمدنی، لاگت اور منافع روپوں میں)

نام جیل	1985-86			1986-87			1987-88			1988-89			1989-90			1990-91			1991-92		
	کل آمدن	لاگت	منافع	کل آمدن	لاگت	منافع	کل آمدن	لاگت	منافع	کل آمدن	لاگت	منافع	کل آمدن	لاگت	منافع	کل آمدن	لاگت	منافع	کل آمدن	لاگت	منافع
سنٹرل جیل ساہیوال	1014830	3228662	4644492	1102932	2205869	3308798	1040981	2091964	3137945	1114675	2229160	3343725	766231	1569454	2304685	1053439	2108885	3160324	845723	1292933	1938257
سنٹرل جیل میانوالی	214086	428132	642198	192941	385882	578823	230355	460710	691065	332367	664714	997071	262984	686828	949812	358191	716912	1074573	391429	582880	874289
سنٹرل جیل لاہور	232322	665844	898166	264163	528329	792489	257469	515000	772469	358523	717048	1075571	388246	776498	1164748	400360	800782	1201142	56945	682364	873631
سنٹرل جیل بہاولپور	499567	1468703	1968270	33807	101422	135229	345003	1029861	1374864	282987	844770	1127759	276704	825381	1102085	444223	1326040	1770263	401310	802821	1203931
سنٹرل جیل فیصل آباد	188785	377578	566367	331276	662558	993834	254469	508938	763407	170124	340249	510373	218354	436708	655062	241238	482476	513714	844117	594289	848398
سنٹرل جیل گوجرانوالہ	98301	118604	177905	40001	74001	114002	2725	5470	8195	83842	167876	251818	3313	6627	9940	36399	73112	109608	6284	12569	18854
سنٹرل جیل راولپنڈی	—	—	—	—	—	—	8557	19116	28673	34539	69078	103617	57693	115388	173081	88663	177727	266390	133728	156954	236430
ڈسٹرکٹ جیل اٹک	15173	30346	45519	11142	22284	33426	25187	50375	75562	13455	26911	40366	11497	22894	34491	4469	8929	13404	3481	6962	10444
ڈسٹرکٹ جیل جھنگ	8604	—	—	13261	—	—	8925	—	—	4282	—	—	5196	—	—	13727	—	—	282366	—	—
ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ	277018	—	—	283670	—	—	239879	—	—	181282	—	—	20280	—	—	195718	—	—	388339	—	—
ڈسٹرکٹ جیل جہلم	15509	31018	46527	11005	22010	33015	8405	16810	25215	4567	9134	13701	16010	23020	49030	6366	12731	19105	93678	187956	281634
زنانہ جیل ملتان	19843	39287	59130	13701	27402	41103	16719	33439	50158	9126	18253	27379	14046	28094	42140	18157	36316	54473	15526	31052	46578
بورسٹل جیل بہاولپور	292505	877515	1170020	173963	521887	695850	71972	215916	287888	128112	384339	512450	48800	146403	195203	48600	145799	194399	80307	160614	240921
سنٹرل جیل ملتان	1622390	5844780	7467170	2962811	5706222	8647833	3844961	7269923	11034884	3037239	6074478	9111716	408136	980278	1388414	638613	1677027	2315640	1038278	3872861	4911139
ڈسٹرکٹ جیل قصور	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	129888	—	—	284244	—	—
میزان	5260317	12461469	17716184	5334775	10616628	15974402	8161307	17236622	16148125	5765129	11536889	17715509	4088037	5208957	7824369	4886357	7416113	10885225	7014047	6003624	12280494

کل آمدنی سال 1986 تا 1992 = 101453275 دس کروڑ چودہ لاکھ ترپن ہزار دو سو پچھتر

کل لاگت 67721042 = // //

منافع 39072969 = تین کروڑ نوے لاکھ بہتر ہزار نو صد انہتر

کل میزان 39072969 67721042 101453275

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس میں جیل میں تیار ہونے والی دست کاری کی اشیاء کو بیان کیا گیا ہے۔اس میں قالین سازی بھی ہے۔سوال یہ ہے کہ کیا یہ درست ہے لاہور میں اور چند دوسری جیلوں میں بعض پرائیویٹ افراد کو بھی کھڈیاں کرائے پر دی گئی ہیں اور ان سے ہونے والی آمدنی محکمے کو اپنی مصنوعات سے ملنے والی آمدنی سے زیادہ ہے۔کیا یہ تجربہ کامیاب رہا ہے اور اسے مزید دوسری جیلوں میں بھی پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات(ملک محمد عباس کھوکھر): جناب والا! کچھ جیلوں میں ہم لیز پر کھڈیاں دیتے ہیں اور اپنے ہی قیدیوں کو وہاں مزدوری کے لیے دیتے ہیں۔جو فیکٹری لیز پر لیتے ہیں وہ ان کو مزدوری دیتے ہیں۔یہ تجربہ کچھ جیلوں میں کیا گیا اور کامیاب رہا ہے۔اس کے بعد اور جیلوں میں بھی extend کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی اور ضمنی سوال؟کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔اگلا سوال رانا ثناء اللہ خاں صاحب کا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: سوال نمبر 518

جیلوں سے ملحقہ اراضی کی آمدن کی تفصیل

*518۔رانا ثناء اللہ خان: کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ بھر میں جیلوں کے ساتھ وسیع قطعات اراضی بھی ہیں اگر ایسا ہے تو ہر جیل کے ساتھ کتنا رقبہ زراعت کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔

(ب) ہر جیل کے ملحقہ زرعی رقبہ میں سال 86-1985ء تا حال (کے دوران) کون کون سی اجناس کاشت کی گئیں اور ان کی فی ایکڑ پیداوار کتنی تھی اور اس سے کتنی آمدن ہوئی۔

(ج) متذکرہ جیلوں کی زرعی زمین سے حاصل ہونے والی آمدنی کس مصرف میں لائی جاتی ہے اس کی مکمل تفصیلات کیا ہیں؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات(ملک محمد عباس کھوکھر):

(الف) درست ہے۔صوبہ پنجاب کی اکثر جیلوں کے ساتھ قابل کاشت رقبہ ملحق ہے

جس کی جیل وار تفصیل ضمیمہ الف کی صورت میں لف ہے۔

(ب) ہر جیل کے زیر کاشت رقبہ میں سال 86-1985ء تا 92-6-30 تک گندم، چارہ، مکئی جوار، باجرہ، برسیم، حلوہ کدو، گھیا کدو، بھنڈی توری، مولی، گاجر، شلجم، گوبھی اور مٹر کاشت کیے گئے۔ فی ایکڑ کا گوشوارہ ضمیمہ (ب) کی صورت میں لف ہے اور مطلوبہ آمدنی کی تفصیل ضمیمہ (ج) کی صورت میں لف ہے۔

(ج) جیلوں سے ملحقہ زیر کاشت رقبہ سے قیدیوں اور حوالاتیوں کے روزانہ کھانے کے لیے سبزیاں اور مویشیوں کے لیے چارہ اگایا جاتا ہے۔ جن جیلوں کا رقبہ زیادہ ہے وہاں دوسری فصلیں بھی کاشت کی جاتی ہیں اور ان فصلوں کی آمدن سرکاری خزانہ میں جمع کی جاتی ہے۔ اگر چارہ اور سبزی وافر مقدار میں ہو تو اسے کھلی مارکیٹ میں نیلام کر دیا جاتا ہے اور آمدنی سرکاری خزانہ میں جمع کرادی جاتی ہے۔ آمدنی کا گوشوارہ ضمیمہ (ج) کی صورت میں لف ہے۔

ضمیمہ ج

تفصیل فی سال آمدن

رشمار	نام جیل	1985-86ء			1986-87ء			1987-88ء			1988-89ء			1989-90ء			1990-91ء			1991-92ء		
	سنٹرل جیل	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع
1	کوٹ لکھپت لاہور	326254/-	85871/-	230383/-	30600/-	81481/-	224548/-	892218/-	134804/-	668114/-	720880	144888/-	576583/-	2020104	385348/-	1634756/-	1188880/-	188863/-	1000017/-	2123040/-	462200/-	2114971/-
2	ڈسٹرکٹ جیل بہاولپور	6737/-	28058/-	40414/-	47624/-	25628/-	2202/-	75787/-	40881/-	34906/-	73447/-	41885/-	37567/-	70542/-	42838/-	28611/-	88653/-	38880/-	49878/-	78210/-	27420/-	50790/-
3	سہالہ	252110/-	42825/-	209484/-	387525/-	78488/-	288066/-	376800/-	91643/-	285157/-	342850/-	69028/-	273822/-	362510/-	87210/-	305100/-	534284/-	88345/-	445938/-	810300/-	129888/-	680408/-
4	ڈسٹرکٹ جیل بہاولپور	285338/-	845/-	284493/-	280414/-	878/-	279536/-	364478/-	1123/-	363355/-	348782/-	2878/-	346887/-	327311/-	1886/-	325426/-	247008/-	1058/-	246950/-	326877/-	1295/-	324872/-
5	ڈسٹرکٹ جیل ملتان	215886/-	13384/-	228270/-	270940/-	18431/-	252509/-	536225/-	43863/-	492362/-	479113/-	40888/-	438225/-	422860/-	45851/-	376510/-	852180/-	6963/-	845217/-	931173/-	6963/-	924210/-
6	راولپنڈی				117160/-	1998/-	115162/-	283348/-	2888/-	280460/-	342810/-	4184/-	338626/-	488117/-	8116/-	480001/-	610336/-	7854/-	602482/-	934848/-	19888/-	914960/-
7	سانگلہ ہل	302211/-	254873/-	647084/-	781214/-	182648/-	598566/-	867751/-	234008/-	633743/-	617877/-	342940/-	274937/-	728293/-	36881/-	691412/-	1387804/-	382750/-	1005054/-	1628888/-	241888/-	1386888/-
8	ڈسٹرکٹ جیل لودھراں	128836/-	4400/-	133336/-	193347/-	4128/-	189127/-	268317/-	4740/-	263584/-	247834/-	5768/-	242066/-	21730/-	5460/-	16270/-	237732/-	6648/-	231082/-	246453/-	8792/-	237660/-
9	ڈسٹرکٹ جیل ڈیرہ غازی خان	92883/-	3637/-	89620/-	88888/-	1368/-	88520/-	107647/-	288/-	107359/-	90886/-	1561/-	89446/-	88166/-	1688/-	86480/-	97984/-	4538/-	93446/-	116436/-	5841/-	110641/-
10	جیل کوہاٹ	128410/-	41123/-	187544/-	208355/-	51318/-	156038/-	292876/-	41018/-	251858/-	347762/-	47614/-	300148/-	238127/-	77013/-	316114/-	229676/-	72818/-	156858/-	484840/-	49848/-	434992/-
11	جیل بنوں	33821/-	11210/-	44831/-	4420981	1318970	3102011	4928840	14510/-	3174040	34728/-	29448/-	5280/-	62888/-	40318/-	103208/-	138872/-	48010/-	87108/-	175488/-	61881/-	423584/-
12	جیل ٹانک	144880/-	610/-	145200/-	128800/-	878/-	125921/-	118800/-	1288/-	117510/-	8981/-	1310/-	7671/-	22962/-	1120/-	21842/-	38770/-	888/-	37882/-	170888/-	1880/-	169018/-
13	زنانہ ملتان	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—

تفصیل فی ایکڑ پیداوار

37

نمبر شمار	تحصیل	۱۹۸۵-۸۶				۱۹۸۶-۸۷				۱۹۸۷-۸۸				۱۹۸۸-۸۹				۱۹۸۹-۹۰				۱۹۹۰-۹۱				۱۹۹۱-۹۲			
		گندم	چاول	مکئی	کپاس	گندم	چاول	مکئی	کپاس	گندم	چاول	مکئی	کپاس	گندم	چاول	مکئی	کپاس	گندم	چاول	مکئی	کپاس	گندم	چاول	مکئی	کپاس	گندم	چاول	مکئی	کپاس
۱	[illegible]	42	—	27	12	75	—	33	9	127	39	4	9	27	8	12	6
۲	[illegible]	—	—	3	2	—	—	—	—	9	2	7	10	5	10	18	19
۳	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۴	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۵	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۶	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۷	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۸	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۹	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۱۰	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۱۱	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۱۲	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۱۳	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
۱۴	[illegible]	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—

نمبر شمار	نام جیل	1985-86ء			1986-87ء			1987-88ء			1988-89ء			1989-90ء			1990-91ء			1991-92ء		
		کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع	کل آمدن	خرچ	منافع
		17534/-	1300/-	96257/-	47522/-	—	47522/-	44732/-	2100/-	42632/-	83138/-	5775/-	77363/-	108400/-	8400/-	100000/-	133000/-	8427/-	124573/-	88330/-	—	88330/-
14	قصور	65763/-	12324/-	73425/-	6747/-	10025/-	77430/-	113030/-	8400/-	104630/-	136400/-	6720/-	129680/-	143412/-	13270/-	130142/-	134700/-	8970/-	125730/-	127922/-	4627/-	142500/-
15	شیخوپورہ	91082/-	10443/20	47530/80	46824/-	3402/-	164770/-	164770/-	4431/-	160339/-	108700/-	1294/-	109400/-	108400/-	3000/-	105400/-	120846/-	3000/-	117846/-	229800/-	—	229800/-
16	سیالکوٹ	67414/00	17000/00	4042/00	214667/-	10420/04	204247/-	238730/-	4800/00	233930/-	284478/-	1000/-	283478/-	268246/-	3000/-	265246/-	268226/-	827/-	267399/-	223610/-	1000000	223610/-
17	لاہور	21015/-	1500/-	20216/-	26743/-	1000/-	25743/-	67201/00	1030/-	66171/00	75383/20	1000/-	74383/20	71433/20	2000/-	69433/20	107728/-	2240/-	105488/-	444082/-	2000/-	176380/-
18	بہاولنگر	84424/-	1600/-	86410/-	4570/-	1001/-	3569/-	12712/-	52410/-	39698/-	52700/-	12252/-	40517/-	46706/-	11004/-	35741/-	66049/-	7348/-	58701/-	56602/-	7770/-	118877/-
19	مظفر گڑھ	27340/-	1200/-	27220/-	274000/-	1000/-	273000/-	2100/-	298280/-	296180/-	344380/-	2480/-	341900/-	367040/-	2200/-	364840/-	366000/-	2200/-	363800/-	344000/-	2000/-	288012/-
20	گجرات	188784/-	27604/14	1522888	31366/11	1000/-	1030400/-	2552372	104010/-	1028360	1393320	2480/-	1391000	1019360	1000/-	1018360	1168000/-	42612/-	1125388	140000/-	4602/-	192315/-
21	فیصل آباد	11600/-	1000/-	10700/-	1428/-	1175/-	13076/-	16225/-	1300/-	14925/-	14000/-	1340/-	13660/-	16900/-	1400/-	15500/-	16700/-	1500/-	15200/-	17300/-	3000/-	34220/-
22	مظفری پہاڑ الیکن	33734/04	648/-	33086/04	2000/00	274/-	2042/00	2042/00	2332/-	61570/-	58628/-	2040/-	56588/-	60171/-	1000/-	59171/-	70601/-	1000/-	69601/-	61582/-	3630/-	140843/-
23	اٹک	1373000/04	—	1373000/04	2000/00	—	2000/00	2700/10	410/-	2700/10	4570/00	134/-	4564/00	4570/00	—	4570/00	4620/00	—	4620/00	6000/00	136010/-	614000/-
24	راولپنڈی																			519533/-	4100002/-	1173000/-
25	لاہور	8100/-			3000/-			1170/-			4200/-			4000/-			2000/-					
26	سرگودھا	2839/03	1000/-	2839/03	4444/-	1040/10	3404/10	4662/-	1300/-	3362/-	63320/-	1213/00	62107/-	66300/-	8100/-	58200/-	48071/-	2400/-	45671/-	62400/-	—	71200/-
27	رحیم یار خان	1052717	1338/41	1052717	1052717	1078/00	1052717	1052717	2622/70	1052717	1052717	2420/30	1052717	1052717	2281/-	1052717	1052717	2270/46	1052717	1300/46	87042/-	1387000/-
28	ملتان																					

تفصیل فی ایکڑ پیداوار

نمبر شمار	نام تحصیل	الف رقبہ زیر کاشت			ب فی ایکڑ پیداوار 1985-86			فی ایکڑ پیداوار 1986-87ء			فی ایکڑ پیداوار 1987-88ء			فی ایکڑ پیداوار 1988-89ء			فی ایکڑ پیداوار 1989-90ء			فی ایکڑ پیداوار 1990-91ء			فی ایکڑ پیداوار 1991-92ء		
		مربعے	کنال	ایکڑ	گندم	چارہ	سبزی	گندم	چارہ	سبزی	گندم	چارہ	سبزی	گندم	چارہ	سبزی	گندم	چارہ	سبزی	گندم	چارہ	سبزی	گندم	چارہ	سبزی
15	[illegible]	19	4	8	—	—	3674kg	—	—	3844kg	—	—	4814kg	—	—	5828kg	—	—	6875kg	—	—	5712kg	—	—	9028kg
16	[illegible]	7	4	12	—	192md	647md	—	151md	453md	1888kg	498md	1487md	—	223md	570md	—	256md	705md	1480kg	355md	1080md	[illegible]kg	240md	720md
17	[illegible]	—	20	—	—	—	1368kg	—	—	1208kg	—	—	1280kg	—	—	1200kg	—	—	1280kg	—	—	1200kg	—	—	1200kg
18	[illegible]	—	5	14	—	1037kg	2123kg	—	184kg	1383kg	—	—	1428kg	—	1136kg	2137kg	—	2014kg	1723kg	—	2762kg	1409kg	—	3489kg	2872kg
19	[illegible]	11	—	12	—	2783kg	1714kg	—	1032kg	1011kg	—	6480kg	1878kg	—	2004kg	1088kg	—	1214kg	1088kg	—	3836kg	1288kg	—	7075kg	2088kg
20	[illegible]	—	6	5	—	—	4160kg	—	—	5434kg	—	—	6888kg	—	—	6888kg	—	—	8812kg	—	—	7472kg	—	—	4828kg
21	[illegible]	—	4	12	—	160md	50md	—	170md	70md	—	160md	72md	—	108md	88md	—	108md	88md	—	198md	88mt	—	103md	94md
22	[illegible]	—	—	3	—	2880kg	2108kg	—	1600kg	2768kg	—	8888kg	2888kg	—	6800kg	2700kg	—	7500kg	2848kg	—	7800kg	2800kg	—	6200kg	2878kg
23	[illegible]	—	4	48	388kg	6820kg	2878kg	357kg	6700kg	2108kg	338kg	6800kg	3404kg	—	6488kg	4283kg	466kg	8400kg	3011kg	357kg	8747kg	3348kg	[illegible]kg	6128kg	2864kg
24	[illegible]	—	—	1	—	—	8734kg	—	—	8687kg	—	—	8882kg	—	—	8818kg	—	—	7648kg	—	—	7768kg	—	—	8807kg
25	[illegible]																						[illegible]kg	6800kg	1758kg
26	[illegible]	—	—	17	—	3840kg	2242kg	—	348kg	2782kg	—	381kg	3721kg	—	274kg	1892kg	—	—	3383kg	1180kg	8168kg	2208kg	1233kg	7880kg	1828kg
27	[illegible]	—	6	11	—	6880kg	1880kg	—	5858kg	2888kg	—	5800kg	2388kg	—	8400kg	1828kg	—	8400kg	2008kg	—	—	2080kg	—	—	2728kg
28	[illegible]	—	4	19	783kg	1008kg	1887kg	525kg	1380kg	1938kg	482kg	1158kg	1483kg	488kg	1270kg	1514kg	412kg	1378kg	1477kg	268kg	687kg	—	[illegible]kg	478kg	1988kg

(ضمیمہ الف) جیل وار زیر کاشت رقبہ کی تفصیل

نمبر شمار	نام جیل	زیر کاشت رقبہ	کیفیت
1.	بورسٹل جیل بہاول پور	27ایکڑ 3 کنال 7 مرلے	
2	نیو سنٹرل جیل بہاول پور	39ایکڑ 4 کنال 6 مرلے	
3	سنٹرل جیل میانوالی	105ایکڑ 6 کنال 2 مرلے	
4	سنٹرل جیل ساہیوال	212ایکڑ	
5	سنٹرل جیل کوٹ لکھپت، لاہور	43ایکڑ	(مورخہ 1-7-90 سے اس
6	نیو سنٹرل جیل ملتان	106ایکڑ	جیل کے پاس صرف آٹھ
7	سنٹرل جیل فیصل آباد	75ایکڑ	ایکڑ رقبہ ہے باقی رقبہ ڈسٹرکٹ
8	سنٹرل جیل راولپنڈی	8ایکڑ 5 کنال 10 مرلے	جیل لاہور کے قبضہ میں چلا گیا۔)
9	سنٹرل جیل گوجرانوالہ	12ایکڑ 4 کنال	
10	سنٹرل جیل ڈیرہ غازی خان	9ایکڑ 18 مرلے	
11	ڈسٹرکٹ جیل جہلم	12ایکڑ 5 کنال 18 مرلے	
12	ڈسٹرکٹ جیل جھنگ	6ایکڑ 2 کنال	
13	زنانہ جیل ملتان	NIL	NIL
14	ڈسٹرکٹ جیل قصور	12ایکڑ	
15	ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ	4ایکڑ 4 کنال 19 مرلے	
16	ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ	12ایکڑ 4 کنال 7 مرلے	
17	ڈسٹرکٹ جیل ملتان	2ایکڑ 4 کنال	
18	ڈسٹرکٹ جیل بہاول نگر	14ایکڑ 5 کنال	
19	ڈسٹرکٹ جیل مظفر گڑھ	12ایکڑ 11 مرلے	
20	ڈسٹرکٹ جیل گجرات	7ایکڑ	
21	ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد	12ایکڑ 4 کنال	
22	سب جیل، منڈی بہاؤالدین	4ایکڑ 6 کنال	
23	ڈسٹرکٹ جیل اٹک	49ایکڑ 4 کنال	
24	ڈسٹرکٹ جیل راجن پور	1ایکڑ	
25	ڈسٹرکٹ جیل لاہور	48ایکڑ	
26	ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا	17ایکڑ	
27	ڈسٹرکٹ جیل رحیم یار خان	11ایکڑ 6 کنال	
28	ڈسٹرکٹ جیل شاہ پور صدر	19ایکڑ 4 کنال	

سنٹرل جیل	(ج)
1۔ کوٹ لکھپت لاہور	جیل ہذا کی جو اراضی قطع زمین ہے۔اس سے کوئی آمدنی نہیں ہوتی۔صرف اس میں سبزیاں ہوئی جاتی ہیں۔جو کہ قیدیوں کے لنگر میں استعمال ہو جاتی ہیں۔جس سے حکومت کو کافی بچت ہوتی ہے۔
2۔ بورسٹل بہاول پور	سبزیات قیدیوں اور ملازمین کو فراہم کی جاتی ہیں۔اضافی نیلام کر کے رقم سرکاری خزانہ میں جمع کرائی جاتی ہے۔
3۔ میانوالی	
4۔ نیو بہاول پور	زرعی رقبہ سے حاصل شدہ رقم سرکاری خزانہ میں جمع کرادی جاتی ہے۔
5۔ نیو ملتان	ایضاً
6۔ راولپنڈی	جیل کے رقبہ سے حاصل ہونے والی سبزیات جیل رولز کے مطابق قیدیوں/حوالاتیوں کو مہیا کی جاتی ہیں۔
7۔ ساہیوال	زرعی رقبہ سے حاصل شدہ رقم سرکاری خزانہ میں جمع کرادی جاتی ہے۔
8۔ گوجرانوالہ	آمدن نقد وصول ہوئی۔سرکاری خزانے میں جمع کرادی گئی۔
9۔ ڈیرہ غازی خان	جیل کے رقبہ سے حاصل ہونے والی سبزیات جیل رولز کے مطابق قیدیوں/حوالاتیوں کو مہیا کی جاتی ہیں۔
10۔ فیصل آباد	زرعی رقبہ سے حاصل شدہ رقم سرکاری خزانہ میں جمع کرادی جاتی ہے۔
11۔ جہلم	حاصل شدہ رقم سرکاری خزانہ میں جمع کرادی جاتی ہے۔
12۔ جھنگ	ایضاً
13۔ زنانہ ملتان	ایضاً
14۔ قصور	زرعی رقبہ سے حاصل کردہ اجناس/سبزیات کو قیدیوں/حوالاتیوں کی خوراک کے استعمال میں لایا جاتا ہے۔
15۔ شیخوپورہ	کاشت کردہ سبزی قیدیوں کو جیل قوانین کے مطابق دی جاتی ہے۔

16۔ سیالکوٹ	گندم/سبزی قیدیوں/حوالاتیوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ وگرنہ سرکاری خزانہ میں جمع کرائی جاتی ہے۔
17۔ ملتان	سبزی قیدیوں/حوالاتیوں کے لیے استعمال میں لائی جاتی ہے۔
18۔ بہاولنگر	ایضاً
19۔ مظفر گڑھ	زرعی زمین سے حاصل ہونے والی رقم سرکاری خزانہ میں جمع کرادی جاتی ہے۔
20۔ گجرات	بازار سے کوئی سبزی خریدنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور حکومت کا لاکھوں روپیہ خرچ ہونے سے بچ جاتا ہے۔
21۔ فیصل آباد	آمدن جو نقد وصول ہوئی۔ سرکاری خزانہ میں جمع کرادی گئی ہے۔
22۔ منڈی بہاؤالدین	ایضاً
23۔ اٹک	ایضاً
24۔ راجن پور	آمدن جو نقد وصول ہوئی۔ سرکاری خزانہ میں جمع کرادی گئی ہے۔
25۔ لاہور	سبزی برائے قیدی/حوالاتیاں ڈسٹرکٹ/سنٹرل جیل لاہور، گندم برائے دلیہ اور بھوسہ برائے بیل استعمال ہوئی۔
26۔ سرگودھا	سبزیاں اسیران اور چارہ بیلوں کو دیا جاتا ہے اور آمدنی سرکاری خزانہ میں جمع کرائی جاتی ہے۔
27۔ رحیم یار خان	ایضاً
28۔ شاہ پور	ایضاً

جناب سپیکر، کوئی ضمنی سوال؟ کوئی ضمنی سوال نہیں۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب۔
ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، سوال نمبر 796

نوخیز مجرموں کی اصلاح کے قوانین

*796۔ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شہروں میں دوسرے مسائل کے ساتھ نوخیز مجرموں کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے جن کو اگر مروجہ قوانین کے مطابق عام عدالتوں کے ذریعے سزا دلوائی جائے تو وہ مزید اور خطرناک مجرم بن جاتے ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان نوخیز مجرموں کے لیے علیحدہ علیحدہ عدالتیں قائم کرنے اصلاح گھروں میں تربیت دینے نفسیاتی علاج معالجے کی سہولتیں مہیا کرنے اور پیرول اور پروبیشن پر رہا کرنے کا کوئی منصوبہ حکومت کے زیر غور ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات (ملک محمد عباس کھوکھر):

(الف) صوبہ میں آبادی کے اضافہ کے ساتھ ساتھ نوخیز مجرموں کی تعداد میں کچھ حد تک اضافہ ہوا ہے جس کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

صوبہ پنجاب میں نوخیز مجرموں کی کل تعداد مورخہ 30 ستمبر 1992ء مندرجہ ذیل ہے۔

1۔حوالاتی	1865
2۔قیدی	447
کل میزان	2312

نوخیز مجرموں کے مقدمات کی سماعت کے لیے علیحدہ علیحدہ عدالتیں نہ ہیں۔

(ب) پنجاب کی جیلوں میں ان نوخیز مجرموں کی اصلاح و تربیت کا ایک مربوط مذہبی و تعلیمی پروگرام پہلے سے ہی رائج ہے جس پر باقاعدہ عمل درآمد کیا جا رہا ہے اس اصلاحی و تربیتی پروگرام کے نمایاں اہم اقدامات درج ذیل ہیں۔

1۔صوبے بھر کی جیلوں میں ہر حوالاتی اور قیدی کے جیل میں داخلے کے وقت تعلیمی استطاعت اور معیار کا تعین کیا جاتا ہے۔ تعین کر لینے کے بعد اس کی اسی درجہ سے آگے تعلیمی درجے میں اسلامی تعلیم دینے کی ابتداء کر دی جاتی ہے۔چونکہ زیادہ تعداد ناخواندہ اور مذہب سے نابلد لوگوں کی ہوتی ہے لہٰذا مذہبی رجحان کی ابتدا کلمہ طیبہ اور دیگر کلموں کے صحیح تلفظ اور درست ادائیگی کے ساتھ ان کے معنوں اور ضرورت و اہمیت کو سمجھنے

سے کرائی جاتی ہے۔

2۔ جیلوں میں مذہبی تعلیم کو چھ درجوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

(i) بنیادی کورس جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ہم مسلمان کیوں ہیں۔

(ii) ابتدائی درجہ میں ایمان و عبادات کی اہمیت کے ساتھ نماز کی سکھلائی اور ادائیگی یقینی کرائی جاتی ہے۔ اسلام کیا ہے کا بنیادی کورس اس میں شامل ہے۔

(iii) وسطانی درجہ میں قرآن حکیم ناظرہ پڑھنے کی ابتداء اور عربی سیکھنا اس کے لیے قرآنی قاعدے و یسرنا القرآن پڑھائے جاتے ہیں۔

(iv) قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی عقائد کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(v) مندرجہ بالا مذہبی تعلیم کے مدارج کے ساتھ ساتھ دوسرے تعلیمی اداروں کے کورسز کے لیے باقاعدہ تعلیمی کلاسز کا اجراء یعنی پہلی جماعت سے لے کر ایم اے تک ایک وسیع تعلیمی پروگرام کی ابتدا کر دی گئی ہے۔ جس کے دور رس نتائج سامنے آرہے ہیں۔

(vi) قرآن مجید حفظ کرنے کے نہ صرف خصوصی انتظامات کر دیے گئے ہیں۔ بلکہ ہر حفظ کرنے والے اسیر کو دو سال کی خصوصی معافی کی رعایت کا اعلان جیل رولز میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

(3) صوبہ بھر کی جیلوں میں حکومت کی طرف سے درس نظامی کے اساتذہ جو کہ ایم اے عربی، اسلامیات کے مساوی ڈگری کے حامل ہیں۔ پڑھانے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

(4) جیل مکتبوں کا اجراء کیا جا چکا ہے۔ یہاں جیل کے تمام اسیران کو روزانہ تین گھنٹے حاضر ہونا ہوتا ہے اور پانچ مذہبی کلاسوں میں سے ایک میں حاضر ہونا ضرور قرار دیا گیا ہے۔

(5) لیکچرار، درس اور خطبہ کے لیے محکمہ اوقاف کے علاوہ ملک کے نامور علماء کرام کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ مزید برآں تبلیغی جماعتیں اور یونیورسٹی کے مقتدر اساتذہ کرام بھی جمعہ اور نمازوں کے اجتماعات میں مدعو کیے جاتے ہیں۔

(6) اس کے علاوہ تمام جیلوں میں مختلف تنظیموں نے رضاکارانہ طور پر اپنے اپنے مذہبی سکول قائم کیے ہیں۔

(7) گزشتہ پانچ سالوں میں 41382 اسیران نے نماز سیکھی اور مذہبی امتحانات پاس کیے اور

19261 اسیران نے قرآن پاک پڑھنے اور سیکھنے کے امتحانات پاس کیے۔

(8) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے تعاون سے بہاول پور، لاہور، ساہیوال، ملتان، راولپنڈی، فیصل آباد اور میانوالی کی جیلوں میں فنی تعلیم کے کورس شروع کیے جا چکے ہیں۔ جیلوں کی تاریخ میں یہ پہلا قدم ہے جس سے اسیران بڑے ذوق و شوق سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ یہ پروگرام مرحلہ وار ہر جیل تک پہنچا دیا جائے گا۔

(9) اسلامی و تعلیمی میدان میں کامیابی کا بین ثبوت راولپنڈی بورڈ کے میٹرک کے امتحان میں قیدی نسیم کا 692 نمبر لے کر پورے بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کرنا ہے۔

محکمہ جیل خانہ جات پنجاب میں ماہر نفسیات کی صرف ایک اسامی ہے جیلوں میں تعینات میڈیکل آفیسران کو اگرچہ نفسیاتی علاج و معالجہ کی بنیادی تربیت کا بندوبست کیا گیا ہے جو کہ جیلوں پر نوخیز مجرموں کے نفسیاتی علاج پر توجہ دے رہے ہیں۔ تاہم ابھی اس سلسلہ میں مزید کام کی ضرورت ہے۔

پیرول اور پروبیشن کے قوانین موجود ہیں۔ جن کے لیے علیحدہ محکمہ پیرول اور پروبیشن بھی قائم ہیں اس سلسلہ میں نوخیز مجرمان بھی قوانین کے مطابق اس سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔

مزید برآں محکمہ سماجی بہبود نے محکمہ جیل کے تعاون سے ایک منصوبہ "بچوں کے لیے اصلاحی گھر" کے نام سے تجویز کیا ہے جس کے لیے سال 93-1992ء میں -/48039 لاکھ روپے کی رقم مہیا کر دی گئی ہے اور تفصیلات طے کی جا رہی ہیں۔

(10) بچوں کی جیل میں ایر کنڈیشن اور ریفرجیریشن کورسز کرانے کا اہتمام کیا گیا ہے جس کی ٹریننگ سے نوعمر قیدیوں کی اصلاح کے ساتھ حالی بھی ممکن ہو سکے گی۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: نہیں جناب!

MR.SPEAKER: No supplementry Dr. Sahib is fully satisfied with the answers.

اگلا سوال ڈاکٹر محمد افضل اعزاز کا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: سوال نمبر 833

جیلوں اور ان میں قیدیوں کی تعداد

*833۔ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) صوبے میں جیلوں کی کل تعداد کتنی ہے، ان میں مردوں، عورتوں اور بچوں کی تعداد 30اپریل 1991ء تک کتنی تھی نیز نگرانی کے لیے جیلوں کے لیے عملے کی تعداد بھی بتائی جائے۔

(ب) ایسے معصوم بچوں کی تعداد کیا ہے جو محض ضامن کے نہ ہونے کی بناء پر جیلوں میں سزا کاٹ رہے ہیں ایسے بچوں کا جرم کیا ہے۔

(ج) حکومت قیدیوں کے اصلاح احوال کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے اور اس کے کیا مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ جیلوں میں مساجد کی تعداد کتنی ہے۔ قیدیوں کے لیے علاج معالجہ کے لیے کیا کیا سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔

(د) متذکرہ جیلوں کا سالانہ جٹ کیا ہے؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات (ملک محمد عباس کھوکھر):

(الف) صوبہ پنجاب میں کل 28 جیلیں ہیں۔ جن میں ایک نابالغ بچوں کے لیے اور ایک جیل عورتوں کے لیے ہے۔ 30اپریل 1991ء کو پنجاب کی جیلوں میں 33291 مرد 478 عورتیں اور 2099 بچے مقید تھے ان کی نگرانی کے لیے حکومت کی طرف سے مندرجہ ذیل سٹاف تعینات کیا گیا ہے۔

1۔	سپرنٹنڈنٹ جیل	28
2۔	ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل	37
3۔	اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ	172
4۔	چیف وارڈرز	30
5۔	ہیڈ وارڈرز	480
6۔	وارڈرز	5309

(ب) 30اپریل 1991ء کو بچے جیل میں تھے جو محض ضامن کے نہ ہونے کی بنا پر سزا کاٹ رہے تھے اور یہ بچے زیر دفعہ 55/109 ت پ کے تحت مقید تھے۔

(ج) قیدیوں کی اصلاح و تربیت کا ایک مربوط مذہبی و تعلیمی پروگرام پہلے ہی رائج ہے جس پر باقاعدہ عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔اس اصلاحی و تربیتی پروگرام کے نمایاں اہم اقدامات درج ذیل ہیں۔

1۔ صوبہ بھر کی جیلوں میں ہر حوالاتی و قیدی کے جیل میں داخل ہوتے وقت اس کے تعلیمی معیار کو مد نظر رکھ کر اسے درجے سے آگے اسلامی تعلیم دینے کی ابتداء کی جاتی ہے۔

2۔ ناخواندہ حوالاتیوں اور قیدیوں کو مذہبی رجحان آفرینی کے تحت نماز پنجگانہ ،ابتدائی کلمہ اور دیگر کلموں کے صحیح تلفظ اور درست ادائیگی کے ساتھ ان کے معنوں اور ضرورت و اہمیت کو سمجھنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔نیز یسرنا القرآن اور قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔جو قیدی تعلیم یافتہ ہیں ان میں ذوق و شوق پیدا کر کے قرآن پاک حفظ کرنے کی سہولت دی گئی ہے۔ایسے قیدیوں کی سزا میں قانون کے مطابق قرآن پاک کا امتحان برائے حفظ قرآن پاس کرنے پر ان کی سزا میں 2سال کی تخفیف کی جاتی ہے۔

3۔ پنجاب بھر کی جیلوں میں تعلیم القرآن کے پانچ کورس پڑھائے جاتے ہیں اور ان کورسز کو پاس کرنے پر متعلقہ قیدیوں کو کامیابی پر مطابق رولز معافی دی جاتی ہے۔

4۔ صوبہ بھر کی جیلوں میں مختلف رضاکار تنظیموں نے اپنے اپنے مذہبی سکول قائم کیے ہوتے ہیں۔

5۔ اس کے علاوہ تمام جیلوں میں حکومت کی طرف سے درس نظامی کے اساتذہ جو کہ ایم اے عربی/اسلامیات کے مساوی ڈگری کے حامل ہیں پڑھانے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

6۔ لیکچر ،درس اور خطبہ کے لیے محکمہ اوقاف کے علاوہ نامور علمائے کرام کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔مزید برآں تبلیغی جماعتیں اور یونیورسٹی کے اساتذہ کرام جمعہ اور نمازوں کے لیے مدعو کیے جاتے ہیں۔

7۔ جیل میں مکتبوں کا اجراء کیا جا چکا ہے۔جہاں جیل کے تمام اسیران کو روزانہ تین گھنٹے حاضر ہونا ہوتا ہے۔

8۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے تعاون سے بہاول پور، لاہور،

ساہی وال، ملتان، راولپنڈی، فیصل آباد اور میانوالی کی جیلوں میں فنی کورسز شروع کیے جا چکے ہیں۔ جیلوں کی تاریخ میں یہ پہلا قدم ہے۔ جس سے اسیران بڑے ذوق و شوق سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ یہ پروگرام مرحلہ وار ہر جیل پر پہنچا دیا جائے گا۔

گزشتہ پانچ سالوں میں جیلوں میں 41342 اسیران نے نماز سیکھی اور مذہبی امتحانات پاس کیے اور 1961 اسیران نے قرآن پاک پڑھنے اور سیکھنے کے امتحانات پاس کیے۔ اس بہتر اصلاحی و تعلیمی پروگرام کے نتیجہ میں اس سال سنٹرل جیل راولپنڈی کے ایک قیدی نسیم نے راولپنڈی بورڈ سے میٹرک کے امتحان میں 692 نمبر لے کر پورے بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی۔

پنجاب کی جیلوں میں اس وقت ہر جیل میں نماز کے لیے جگہ مخصوص ہے جب کہ نو جیلوں میں مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ جب کہ باقی جیلوں میں بھی مرحلہ وار تعمیر کی جا رہی ہیں۔

قیدیوں کو تمام جیلوں میں ضروری طبی سہولتیں بغرض علاج معالجہ میسر ہیں جیلوں کے اندر باقاعدہ ہسپتال قائم ہیں اور ہمہ وقت میڈیکل افسران اپنے عملہ یعنی ڈسپنسرز وغیرہ معہ دوائیوں کی فراہمی کے ساتھ قیدیوں کو علاج معالجہ کی سہولت میسر کر رہے ہیں۔ مزید برآں کسی بھی پیچیدہ بیماری کی صورت میں یا تو سپیشلسٹ (Specialist) جیل ہسپتال میں ہی مہیا کیا جاتا ہے یا اسے بغرض treatment باہر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال میں بھیجا جاتا ہے۔

9۔ نو عمر چوں کو قید کے دوران مختلف صنعتوں میں تربیت دی جاتی ہے تاکہ رہائی کے بعد وہ مفید شہری بن سکیں اور باعزت طریقے سے ذریعہ معاش یعنی حلال روزی کما سکیں۔

(د) محکمہ ہذا کا سالانہ بجٹ سال 92-1991ء Rs. 21,59,4400 روپے کا تھا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! جواب کے جز (الف) میں فرمایا گیا ہے کہ پنجاب کی جیلوں میں 33291 مرد 478 عورتیں اور 2099 بچے مقید تھے اور جز (ب) میں یہ فرمایا گیا ہے کہ

30اپریل1991ء کو 129 بچے جیل میں تھے۔ یہ بظاہر تو تضاد نظر آتا ہے لیکن کیا وزیر موصوف بیان فرمائیں گے کہ یہ وجہ کیا ہے کہ اوپر اتنی زیادہ تعداد ہے اور نیچے اس تاریخ کو 129 ہو گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری جیل خانہ جات: جناب والا! ڈاکٹر صاحب ذرا اپنے سوال پر غور کریں اور دیکھیں کہ دوسرے سوال میں آپ نے یہ کہا ہے کہ جو بچے ضمانت پر رہا نہیں کیے گئے۔ ان کی تعداد کیا ہے؟ تو وہ جو ضمانت پر رہا نہیں کیے گئے ان کی تعداد نیچے دی گئی ہے۔ آپ اپنے سوال کو ذرا غور سے پڑھ لیں گے تو آپ کو پتہ چل جائے گا۔ اوپر ان بچوں کا ٹوٹل دیا گیا ہے جو قید ہیں۔ نیچے وہ بچے ہیں جن کو ضمانت نہ ہونے کی وجہ سے رہا نہیں کیا گیا۔ لیکن اب یہ سارے بچے رہا ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: اگر کوئی ضامن میسر نہیں آتا تو ان کو کب تک جیل میں رکھا جائے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری جیل خانہ جات: اب جن بچوں کی تعداد دی گئی ہے یہ سب بچے ضمانت پر رہا ہو چکے ہیں۔ اب ان میں سے کوئی جیل میں نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب بھی ضمنی سوال کے لیے براہ راست پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے مخاطب ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی ڈاکٹر صاحب سے مخاطب ہیں۔ جی پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

Would you kindly address the Chair?.

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات: جناب والا! میں نے ڈاکٹر صاحب کے سوال کے جواب میں گزارش کی ہے اور جو انہوں نے تعداد پوچھی تھی وہ بھی بتا دی ہے کہ وہ بچے جو ضمانت پر رہا نہیں ہوئے تھے ان کی تعداد علیحدہ ہے اور ٹوٹل علیحدہ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ کب تک ضمانت پر رہا ہو جائیں گے۔ تو یہ جتنی تعداد نیچے دی جا چکی ہے یہ ضمانت پر رہا ہو چکے ہیں۔ اب ان میں سے کوئی بھی جیل میں نہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! سمجھ میں نہیں آرہا۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! ذرا تھوڑی سی آواز اونچی فرمائیں۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات: جناب والا! ڈاکٹر صاحب نے جو پوچھا تھا وہ 30اپریل 1991ء تک کا تھا۔ اس وقت کا انہوں نے پوچھا تھا کہ وہ بچے کتنے ہیں جو ضمانت پر رہا نہ ہونے کی وجہ سے جیل میں ہیں۔ تو وہ ہم نے تعداد بتائی تھی کہ 129 ہے۔ انہوں نے گزارش کی ہے کہ یہ 129 ضمانت پر رہا ہو چکے ہیں اور ان میں سے اب کوئی جیل میں نہیں۔ یہ تمام ضمانت پر رہا ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر محمد شفیق صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب والا! وزیر موصوف نے جواب میں فرمایا ہے کہ قیدیوں کو تمام جیلوں میں ضروری طبی سہولتیں بغرض علاج معالجہ میسر ہیں۔ جیلوں کے اندر باقاعدہ ہسپتال قائم ہیں اور ہمہ وقت میڈیکل افسران مع عملہ یعنی ڈسپنسر وغیرہ مع دوائیوں کی فراہمی کے ساتھ قیدیوں کو علاج معالجے کی سہولیات میسر کر رہے ہیں۔

جناب والا! میں آپ کے توسط سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا فیصل آباد کی سنٹرل جیل کو بنیادی ادویات فراہم کی گئی ہیں؟ بنیادی ضروریات کی روز مرہ کی ادویات یعنی عام درد کش ادویات، عام سستی قسم کی اینٹی بائیٹک، عام مرہم پٹی اور جو فوری ضرورت کی چیزیں ہیں کیا وہ ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو کیوں نہیں ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات: جناب والا! جیسے کے مطابق جو ادویات ہمیں دی جاتی ہیں وہ ضرورت کے مطابق ہمیں فراہم کی گئی ہیں اور جس طرح دوسری جیلوں میں فراہم کی جاتی ہیں اسی طرح اس ہسپتال میں بھی فراہم کی جاتی ہیں۔ اگر کسی میں کوئی کمی ہو گی اور وہ مانگیں گے تو ان کو فراہم کر دی جائیں گی۔ لیکن جیسے کے مطابق جو دوائیاں مخصوص ہیں اور ہم تمام جیلوں کو فراہم کرتے ہیں وہ ہم فیصل آباد جیل میں بھی فراہم کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: ایس اے حمید صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! سوال کے جز (ج) میں یہ پوچھا گیا ہے کہ حکومت قیدیوں کے اصلاح واحوال کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جیلوں میں جو قیدیوں کی capacity ہے اس سے بہت زیادہ قیدی تمام جیلوں میں اس وقت پابند سلاسل ہیں تو کیا ان کو پوری گنجائش دینی، ان کے لیے پوری جگہ فراہم کرنی، یہ اصلاح احوال میں نہیں آتا اور اس کے لیے انہوں نے کیا اقدامات کیے ہیں۔

جناب سپیکر: ایس اے حمید صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

جناب ایس اے حمید: جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ کیا حکومت اصلاح واحوال کے لیے اقدامات کر رہی ہے؟ جواب میں انہوں نے صرف یہ لکھا ہے کہ "قیدیوں کی اصلاح و تربیت کا ایک مربوط مذہبی و تعلیمی پروگرام پہلے ہی رائج ہے"۔ اس میں بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ لیکن بنیادی ضرورت یہ ہے

کہ ایک قیدی کو سونے کے لیے جگہ چاہیے۔ اسے بیٹھنے کے لیے جگہ چاہیے اور تمام جیلوں میں اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ان کی capacity سے تین تین گنا زیادہ قیدی موجود ہیں۔ اصل میں تو پلند سلاسل ہیں تو کیا ان کو پوری گنجائش دینی، ان کے لیے پوری جگہ فراہم کرنی ، یہ اصلاح احوال میں نہیں آتا اور اس کے لیے انہوں نے کیا اقدامات کیے ہیں؟

جناب سپیکر : ایس اے حمید صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

جناب ایس اے حمید : جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ کیا حکومت اصلاح احوال کے لیے اقدامات کر رہی ہے؟ جواب میں انہوں نے صرف یہ لکھا ہے کہ "قیدیوں کی اصلاح و تربیت کا ایک مربوط مذہبی و تعلیمی پروگرام پہلے ہی رائج ہے"۔ اس میں بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ لیکن بنیادی ضرورت یہ ہے کہ ایک قیدی کو سونے کے لیے جگہ چاہیے۔ اسے بیٹھنے کے لیے جگہ چاہیے اور تمام جیلوں میں اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ان کی capacity سے تین تین گنا قیدی موجود ہیں ۔ اصل میں تو اصلاح احوال یہ ہے کہ قیدیوں کے لیے وہاں پر مناسب جگہ ہو۔ ان کے لیے غسل خانے ہوں۔ ان کے لیے باتھ رومز ہوں۔ ٹائلٹس ہوں جو موجود نہیں ہیں۔ قیدی تو جیلوں میں ٹائلٹس میں سوتے ہیں میں نے خود جیلوں کا معائنہ کیا ہے قیدی ٹائلٹس میں سوتے ہیں ۔ تو ان کی موجودہ capacity کو بڑھانے کے لیے انہوں نے کوئی اقدامات کئے ہیں؟ یا ان کا کوئی کرنے کا ارادہ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات : جناب والا! یہ چیز اصلاح احوال میں تو نہیں آتی البتہ مراعات میں آتی ہے اور وہ ہم ضرورت کے مطابق دیتے رہتے ہیں۔ اس میں اصلاح احوال والی کوئی بات نہیں۔ اصلاح احوال تو اعمال درست کرنے کے لیے کی جاتی ہیں۔ لیکن یہ مراعات میں ہیں اور یہ ضرورت کے مطابق ہم کرتے رہتے ہیں۔

جناب سپیکر : ملک صاحب ذرا اونچی آواز میں فرمائیے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات : جناب والا! چودھری صاحب نے جو چیز پوچھی ہے وہ اصلاح احوال میں تو نہیں آتی البتہ مراعات جو ضرورت کے مطابق دی جاتی ہیں اور اس کے مطابق کوشش کی جاتی ہے جیلوں میں جتنی زیادہ سے زیادہ ضرورت کے مطابق مراعات دے سکیں وہ دیں۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا! میں نے بڑا سادہ سوال پوچھا تھا اور انہوں نے لکھا ہے کہ اصلاح احوال کے لیے کیا کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں جو اس وقت جیلیں ہیں ان کی تعداد وہی ہے جو آج سے دس سال قبل تھی ۔ لیکن وہاں قیدیوں کی تعداد ان کی

capacity سے تین گنا زیادہ ہے۔ تو میرا ان سے سوال یہ تھا کہ ایک قیدی کے لیے سب سے زیادہ بنیادی سہولت یہ ہے کہ اسے سونے کے لیے جگہ مل سکے۔ جب کہ ہماری جیلوں میں قیدی ٹائلٹس میں سوتے ہیں۔ میں نے خود جیلوں کا معائنہ کیا ہے اور یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے۔ میں نے رپورٹ لکھ کر بھجوائی ہے۔ انہوں نے آج تک کسی جیل میں نہ کوئی نئی barrack بنائی ہے اور نہ exten-tion کی ہے۔ اصلاح احوال میں یہ بنیادی سہولت تو دے نہیں رہے۔ حالات کو ٹھیک کرنے کے لیے بنیادی سہولت یہ ہے کہ قیدی کو وہاں پر بیٹھنے کے لیے جگہ ملے۔ سونے کی جگہ ملے۔ تو کیا انہوں نے کوئی ایسی چیز تشکیل کی ہے یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

جناب ایم لطیف مغل: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے معزز ممبر سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ یہ جو اصلاح احوال کی بات کر رہے ہیں۔ یہ ایک طرف تو خود ہی کہتے ہیں کہ بنیادی سہولت۔ حالانکہ اصلاح احوال میں تبلیغ، قرآن کی تعلیم اور جو بگڑے ہوئے ہوں اور ان کی اصلاح کے لیے جو قدم جیلوں میں اٹھایا جائے وہ آتا ہے اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ وہاں پر بنیادی سہولیات نہیں ہیں۔ یہ یا تو یہ سوال کریں کہ بنیادی سہولیات فراہم کی گئی ہیں، یہ ان کا سوال بنتا ہے اور جو انہوں نے فرمایا ہے وہ سوال نہیں بنتا۔

جناب ایس اے حمید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کسی معزز رکن کو میرے سوال کے جواب میں کھڑے ہونے کا کچھ حق ہے؟

جناب سپیکر: جی، ہرگز نہیں ہے۔ صرف متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری یا منسٹر ہی اس کا جواب دے سکتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، پوائنٹ آف آرڈر میاں منظور احمد موہل صاحب!

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! کیا اس رولز آف پروسیجر میں کوئی پوائنٹ آف انفرمیشن کی بھی دفعہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، نہیں ہے۔ ایس اے حمید صاحب کا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان کے خیال کے مطابق اصلاح احوال میں قیدیوں کو مزید سہولتیں extend کرنے کے لیے کوئی نئی بیرکوں کی تعمیر یا اس قسم کے کوئی اقدامات کرنے کا حکومت کا ارادہ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری جیل خانہ جات: جناب سپیکر! جٹ کی گنجائش کے مطابق جیلوں میں نئی بیرکیں وغیرہ بنائی جاتی ہیں لیکن وہ جٹ کی گنجائش کے مطابق ہے۔ جس قدر جٹ ملتا ہے اس قدر اس میں سہولتیں بھی دی جاتی ہیں اور نئی بیرکیں بھی بنائی جاتی ہیں۔ آئندہ جٹ میں اگر کوئی رقم رکھی گئی تو جیلوں میں توسیع کی جائے گی اور بیرکیں بھی نئی بنائی جائیں گی۔

میاں محمود الرشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ باہر اسمبلی کی سیڑھیوں پر سینکڑوں مرد و خواتین آہ و بکا کر رہے ہیں۔ میرے حلقہ انتخاب کے ایک شریف شہری انتخاب احمد ضیاء کو بھارت میں شہید کر دیا گیا ہے۔ آج دو دن سے یہ خبر بھی اخبارات میں لگ چکی ہے۔ حکومت پنجاب کی طرف سے، حکومت پاکستان کی طرف سے، ہائی کمیشن کی طرف سے کسی قسم کا رابطہ ان بے چارے لوگوں کے ساتھ نہیں کیا گیا۔ وہ لوگ انتہائی پریشانی اور اذیت میں مبتلا ہیں۔ میری جناب سے گزارش ہے کہ اس معاملے پر بھی تھوڑی سی بات کی جائے اور اگر یہاں وزیر قانون اور وزراء صاحبان بیٹھے ہیں تو یہ جا کر ان کے لواحقین کو اس بات پر تسلی بھی دیں اور ہمیں کوشش بھی کرنی چاہیے کہ اس بارے میں جو اصل معاملہ ہے، وہ حقائق بھی ہمارے سامنے آسکیں تاکہ اتنے لوگ جو غم زدہ باہر کھڑے ہیں ان کو دلاسہ دیا جا سکے اور اس کے لیے کوئی قابل عمل طریقہ نکالا جا سکے۔ جناب! وہ 21 مارچ کو یہاں سے گئے تھے اور 28 مارچ کو انہیں گرفتار کیا گیا اور وہاں قتل کر دیا گیا۔

جناب سپیکر: شکریہ، میاں صاحب! وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری جیل خانہ جات: جناب سپیکر! بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے جاتے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

قیدیوں کی اصلاح و تربیت

*862۔ جناب محمد حنیف چودھری: کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) جیل خانہ جات میں قیدیوں کی بہبود کے لیے جو ویلفیئر تنظیمیں کام کر رہی ہیں حکومت کی طرف سے انہیں کیا کیا سہولتیں حاصل ہیں اور موجودہ حکومت قیدیوں کی اصلاح و تربیت کے لیے خود بھی کوئی باقاعدہ پروگرام بنا رہی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ قیدیوں کو بیرونی بازار کی نسبت جیل میں سستی مل جاتی ہے۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے اس کے تدارک کے لیے کوئی اقدامات کیے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری جیل خانہ جات (ملک محمد عباس خان کھوکھر):

(الف) جو تنظیمیں قیدیوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہی ہیں ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا جاتا ہے۔ قیدیوں کی فری لیگل ایڈ کے لیے مختلف تنظیمیں مقامی سپرنٹنڈنٹ جیل سے رابطہ کر کے ان کی رہائی کا بندوبست شامل ہے اس کے علاوہ ہر ضلع میں "پرزنر ایڈ سوسائٹیاں" کام کر رہی ہیں۔ جو غریب و لاوارث قیدیوں کے لیے ان کو صابن، تیل، جوتے وغیرہ اپنے فنڈ سے مہیا کرتے ہیں۔

حکومت نے قیدیوں کی اصلاح و تربیت کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے ہیں۔

1۔ صوبے بھر کی جیلوں میں ہر حوالاتی و قیدی کے جیل میں داخل ہوتے وقت اس کے تعلیمی معیار کو مد نظر رکھ کر اسے اس درجے سے آگے اسلامی تعلیم دینے کی ابتدا کی جاتی ہے۔

2۔ ناخواندہ حوالاتیوں اور قیدیوں کو مذہبی رجحان آفرینی کے تحت نماز پنجگانہ، ابتدائی کلمہ اور دیگر کلموں کے صحیح تلفظ اور درست ادائیگی کے ساتھ ان کے معنوں اور ضرورت و اہمیت کو سمجھنے کی مشق کرائی جاتی ہے نیز قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جو قیدی تعلیم یافتہ ہیں ان میں ذوق و شوق پیدا کر کے قرآن پاک حفظ کرنے کی سہولت دی گئی ہے۔ ایسے قیدیوں میں قانون کے مطابق قرآن پاک کا امتحان برائے حفظ قرآن پاس کرنے پر ان کی سزا میں 2 سال کی تخفیف بھی کی جاتی ہے۔

3۔ پنجاب بھر کی جیلوں میں تعلیم القرآن بذریعہ خط و کتابت کی تعلیم سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اس کے تحت قیدیوں کو نہایت ذوق و شوق کے ساتھ ترتیب دیے گئے تعلیم القرآن کے پانچ کورس پڑھائے جاتے ہیں اور ان کو کورسز پاس کرنے پر، متعلقہ قیدی کو پاس کرنے پر مطابق رولز معافی دی جاتی ہے۔

4۔ صوبہ بھر کی جیلوں میں مختلف رضاکار تنظیموں نے بھی مذہبی سکول قائم کیے ہوئے ہیں۔

5۔ اس کے علاوہ تمام جیلوں میں حکومت کی طرف سے درس نظامی کے اساتذہ جو کہ ایم اے عربی/اسلامیات کے مساوی ڈگری کے حامل ہیں پڑھانے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

6۔ لیکچر، درس اور خطبہ کے لیے محکمہ اوقاف کے علاوہ نامور علماء کرام کی خدمات حاصل کی جاتی ہے مزید برآں تبلیغی جماعتیں اور یونیورسٹی کے اساتذہ کرام بھی جمعہ اور نمازوں کے لیے مدعو کیے جاتے ہیں۔

7۔ جیلوں میں مکتبوں کا اجراء کیا جا چکا ہے۔ جہاں جیل کے تمام اسیران کو روزانہ تین گھنٹے حاضر ہونا ہوتا ہے۔

8۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے تعاون سے بہاول پور، لاہور، ساہیوال، ملتان، راولپنڈی، فیصل آباد اور میانوالی کی جیلوں میں فنی کورسز شروع کیے جا چکے ہیں۔ جیلوں کی تاریخ میں یہ پہلا قدم ہے جس سے اسیران بڑے ذوق و شوق سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ یہ پروگرام مرحلہ وار ہر جیل پر پہنچا دیا جائے گا۔

گزشتہ پانچ سالوں میں جیلوں میں 41342 اسیران نے نماز سیکھی اور مذہبی امتحانات پاس کیے اور 1961ء اسیران نے قرآن پاک پڑھنے اور سیکھنے کے امتحانات پاس کیے اس بہتر اصلاحی و تعلیمی پروگرام کے نتیجہ میں اس سال سنٹرل جیل راولپنڈی کے قیدی نسیم نے راولپنڈی بورڈ سے میٹرک کے امتحان میں 692 نمبر لے کر پورے بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی پچھلے چند سالوں میں تعلیم یافتہ قیدیوں کا گوشوارہ اور موازنہ لف ہے۔

9۔ جیلوں میں قیدیوں کی اصلاح کے لیے مختلف صنعتوں میں ان کو تربیت دی جاتی ہے تاکہ بعد از رہائی وہ اچھے شہری بن سکیں۔

پنجاب کی جیلوں میں اس وقت ہر جیل میں مخصوص جگہوں پر مساجد قائم ہیں قیدیوں کو تمام جیلوں میں ضروری طبی سہولتیں بغرض علاج معالجہ میسر ہیں۔ جیلوں کے اندر باقاعدہ ہسپتال قائم ہیں اور ہمہ وقت میڈیکل افسران اپنے عملہ یعنی ڈسپنسرز کے ساتھ قیدیوں کو علاج و معالجہ کی سہولت مہیا کر رہے ہیں۔ مزید برآں کبھی کبھی پیچیدہ بیماری کی صورت میں یا تو سپیشلسٹ جیل ہسپتال میں مہیا کیا جاتا ہے یا اسے بغرض علاج معالجہ کے سیکرٹری سٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال میں بھیجا جاتا ہے۔

پنجاب کی جیلوں میں مقید قیدیوں کا مختلف امتحانات کا سال بہ سال گوشوارہ

نمبر شمار	نام کیلاس	80-81	81-82	82-83	83-84	84-85	85-86	86-87	87-88	88-89	89-90	90-91	91-92
1	جماعت اول	234	345	498	622	707	848	992	1003	2173	2646	3435	3595
2	جماعت دوم	125	269	310	481	665	158	255	397	890	1114	1381	1480
3	جماعت سوم	28	129	250	403	597	108	190	295	374	592	705	845
4	جماعت چہارم	57	192	296	378	490	68	93	202	296	399	510	668
5	جماعت پنجم	44	142	371	411	523	102	65	98	305	468	668	721
6	جماعت ششم	50	137	280	318	405	6	5	9	116	209	501	597
7	جماعت ہفتم	39	80	100	120	201	5	6	8	114	213	400	463
8	جماعت ہشتم	18	62	121	189	212	9	71	85	105	186	370	501
9	میٹرک	14	16	22	28	35	22	67	77	99	105	188	220
10	ایف۔اے	5	16	25	39	45	13	29	32	41	56	92	102
11	بی۔اے	6	14	18	20	28	12	18	22	28	45	65	72
12	ایم۔اے	1	2	3	6	18	1	—	3	6	12	42	45
13	فاضل	—	—	—	1	3	2	—	—	—	—	—	2
14	ادیب	6	7	9	11	15	—	—	—	—	—	—	4
15	ناظرہ سیکھنا	2352	3671	3816	4001	5209	2985	5388	5478	10988	16547	26787	32699
16	ناظرہ قرآن	1348	1533	1828	2364	2764	1511	1788	1835	5402	8725	10972	13532
17	حفظ قرآن	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	1	1
18	تعلیم القرآن	380	395	471	569	657	388	756	899	1221	1640	2064	2477
19	تعلیم بالغاں	205	512	1435	1858	2540	3481	5488	4656	5232	7970	9281	9439
20	مذہبی انجیل	—	—	28	—	—	24	28	—	17	—	—	9
21	ٹیکنیکل اور ہنر مندی	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	1702	1733
		4914	7522	9862	11840	15212	9750	15237	15087	27407	41330	61701	69365

(ب،ج) درست نہ ہے کہ قیدیوں کو جیلوں میں ہیروئن بازار کی نسبت سستے داموں فروخت کی جاتی ہے جیلوں میں قوانین کی سختی سے پابندی چیکنگ کے باضابطہ نظام اور مذہبی اصلاحی و تربیتی پروگراموں کی بدولت ہیروئن یا دوسری نشہ آور اشیاء کا استعمال ختم کرنے کا باعث ہے آزاد معاشرے سے اس لعنت میں مبتلا افراد اندر آکر اس سے چھٹکارا حاصل کر رہے ہیں۔

پنڈ دادن خان میں سب جیل کی تعمیر

*1506۔راجہ ناصر علی خان: کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ اس وقت پنڈ دادن خان سب ڈویژن میں کوئی سب جیل نہیں جس کی وجہ سے عام قیدیوں اور حوالاتیوں کو بھی یہاں سے 80 میل دور جہلم لے جانا پڑتا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ حکومت نے چھ سال قبل یہاں تعمیر شدہ سب جیل کو منہدم کر دیا تھا۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ ابھی تک سب جیل کی تعمیر مکمل نہ ہونے کی وجہ سے عوام کو مشکلات کا سامنا ہے۔اگر جواب ہاں میں ہو تو حکومت کب تک سب جیل کی تعمیر مکمل کر کے اسے استعمال میں لانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات (ملک محمد عباس کھوکھر):

(الف) جی ہاں۔

(ب) پنڈ دادن خان میں پہلے سے تعمیر شدہ کوئی سب جیل نہ ہے اور نہ ہی کوئی نئی سب جیل زیر تعمیر ہے ،البتہ پرانی تعمیر شدہ جوڈیشل لاک اپ کی عمارت بوسیدہ ہونے کی وجہ سے خطرناک قرار دی گئی۔جس کی جگہ پر نئی جوڈیشل لاک اپ زیر تعمیر ہے۔

(ج) نئی جوڈیشل لاک اپ کی تعمیر کا کام کافی حد تک مکمل ہو چکا ہے۔عمارت کی تکمیل کے لیے رواں تعمیر وطن پروگرام 93-1992ء میں مبلغ 378000روپے کی رقم مختص کر دی گئی ہے۔عمارت کی تعمیر رواں مالی سال میں انشاء اللہ مکمل ہو جائے گی۔

جیلوں سے فرار کی تفصیلات

*1580۔ چودھری واجد علی خان: کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) یکم جنوری 1990ء سے لے کر آج تک صوبہ بھر کی کن کن جیلوں سے کتنے افراد فرار ہوئے۔ ان مفرور افراد کے نام اور سزا کیا تھی۔ ان مفرور افراد میں سے اب تک کتنے افراد گرفتار ہو چکے ہیں اور کتنے گرفتار نہیں ہو سکے۔

(ب) ان واقعات کی وجہ سے کتنے جیل ملازمین کے خلاف کارروائی کی گئی۔ ان جیل ملازمین کے نام اور عہدہ کیا ہیں نیز ہر ملازم کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات (ملک محمد عباس کھوکھر):

(الف) صوبہ بھر کی جیلوں سے یکم جنوری 1990ء سے 30 ستمبر 1992ء تک 20 قیدی فرار ہوئے ان مفرور قیدیوں کے نام اور سزاؤں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان واقعات کی وجہ سے 223 ملازمین کے خلاف کارروائی کی گئی۔ ان کے نام، عہدہ اور سزا کی تفصیل بھی [ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔]

حوالاتیوں کو ممنوع سہولیات دینے کی وجوہات

*1581۔ چودھری واجد علی خان: کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ایک ایم پی اے کے قتل میں ملوث ملزم ڈسٹرکٹ جیل لاہور سے محکمہ جیل کے افسران کی ملی بھگت سے فرار ہو گیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو اس واقعہ میں ملوث جیل افسران کے نام و عہدہ کیا ہیں اور ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وقت ڈسٹرکٹ جیل لاہور میں اکثر قیدیوں/حوالاتیوں کو ٹیلی ویژن، وی سی آر کی سہولیات بھی میسر ہیں جب کہ جیل مینول رولز کے تحت ایسا نہیں ہو سکتا اور یہ محض جیل افسران کی ملی بھگت نااہلی اور کرپشن کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔

(ج) اگر جزو (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس مسئلے کے تدارک کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات (ملک محمد عباس کھوکھر):

(الف) حوالات میجر ریٹائرڈ عبدالباسط کی رہائی جیل ملازمین کے پاس عدالت سے ضمانت نامہ کی وصولی کی بنا پر عمل میں لائی گئی۔ اس ضمانت نامہ پر مہر عدالت کے علاوہ خفیہ

seal سب ڈویژن بھی embossed تھی جس پر اسے رہا کیا گیا۔ یہ درست نہ ہے کہ حوالاتی میجر ریٹائرڈ عبد الباسط ولد تاجہ ڈسٹرکٹ جیل لاہور کے افسران کی ملی بھگت کی وجہ سے رہا ہوا تھا۔ بلکہ اس کی رہائی کے کاغذات ہر طرح سے درست پائے گئے تھے۔ بعد ازاں ان رہائی کے کاغذات کا جعلی ہونا قرار پایا گیا جس کی بنا پر مندرجہ ذیل متعلقہ اہل کاران کے خلاف اپنے فرائض میں غفلت برتنے پر تادیبی کارروائی کی جا چکی ہے۔ چونکہ وہ رہائی کے کاغذات کی مناسب چھان بین میں ناکام رہے تھے اور ان کو مندرجہ ذیل سزائیں دی گئیں۔

1۔	مجید احمد قریشی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ	ایک سال کے لیے سالانہ ترقی بند
2۔	فاروق لودھی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ	دو سال کے لیے سالانہ ترقی بند
3۔	سردار محمد ہیڈ وارڈر	دو سال کے لیے سالانہ ترقی بند
4۔	طفیل محمد ہیڈ وارڈر	ایک سال کے لیے سالانہ ترقی بند
5۔	دلدار حسین وارڈر	دو سال کے لیے سالانہ ترقی بند

مندرجہ بالا اہل کاران کے خلاف سیکرٹری امور داخلہ نے اپنے اختیارات کے تحت شوکاز نوٹس بھی جاری کیا ہے۔

(ب) اس وقت ڈسٹرکٹ جیل لاہور میں سات عدد ٹیلی ویژن سیٹ موجود ہیں جو مختلف اصحاب کی طرف سے جیل کے قیدیوں کو بطور عطیہ دیے گئے ہیں۔ یہ ٹیلی ویژن سیٹ کسی کی ملکیت نہیں۔ بلکہ قیدیوں کی سہولت کے لیے عطیہ پالیسی کے تحت مجاز اتھارٹی کی منظوری کے بعد جیل میں نصب کیے گئے ہیں۔ جن سے تمام قیدیان مستفید ہوتے ہیں۔ جہاں تک جیل میں وی سی آر رکھنے کا تعلق ہے تو یہ درست نہ ہے۔

(ج) اس جز کا جواب جز (ب) میں تفصیلاً دیا جا چکا ہے۔

اٹک جیل کے ریکارڈ کی گمشدگی

1658۔ جناب محمد حنیف چودھری: کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ اٹک جیل کا ریکارڈ رجسٹر تقریباً ایک سال سے گم ہے جس کی وجہ سے اٹک جیل کے حوالاتیوں اور قیدیوں کے بے حد مشکلات کا سامنا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس ریکارڈ رجسٹر کی عدم دستیابی کی وجہ سے کئی بے گناہ

افراد اس وقت بھی مختلف جیلوں میں بند ہیں۔

(ج) اس رجسٹر کی گمشدگی کا ذمہ دار کون ہے اور اس کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات (ملک محمد عباس کھوکھر)

(الف) درست نہ ہے البتہ جیل کا رجسٹر بابت داخلہ جیل حوالاتیان ایک کیس کے سلسلہ میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحب راولپنڈی کی عدالت میں بھیجا گیا تھا جو اب واپس مل گیا ہے۔

(ب) کسی بھی قیدی کو اس رجسٹر کی عدم دستیابی کی وجہ سے کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

(ج) کارروائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔کیونکہ رجسٹر فاضل عدالت کے پاس تھا۔

ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں ہنگامے کی تحقیقات

*1785۔جناب فرید احمد پراچہ :کیا وزیر جیل خانہ جات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ امسال رمضان المبارک کے مہینے میں ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں ہنگامہ ہوا۔جس میں جیل کے عملہ کے ایک فرد سمیت متعدد قیدی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ہنگامہ جیل میں مقید چند بااثر قیدیوں کی وجہ سے ہوا جنہوں نے اس ہنگامے کی آڑ میں اپنے مخالفین کو نقصان پہنچانے کی پلاننگ کی تھی۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ جیل سپرنٹنڈنٹ و عملے کے دیگر افراد کی بے تدبیری ،غفلت اور جانبدارانہ رویہ نے یہ صورت حال پیدا کی اگر ہاں تو کیا اس واقع پر کوئی انکوائری کی گئی ،اگر ہاں تو اس کے نتائج کیا ہیں۔

(د) اگر جز و بالا ہائے کا جواب اثبات میں ہے تو پھر ان ذمہ داران کے خلاف کیا ایکشن لیا گیا ہے۔نیز ایسے واقعات کے سدباب کے لیے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات (ملک محمد عباس کھوکھر)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست نہ ہے کہ یہ ہنگامہ بااثر قیدیوں کی وجہ سے ہوا۔بلکہ ہنگامہ کی وجہ سنگین مقدمات میں ملوث چند حوالاتیان تھے ان افراد کو انتظامی امور پر گجرات جیل ہنگامہ آرائی کی

وجہ سے گوجرانوالہ جیل میں رکھا گیا تھا۔ جنہوں نے جیل کے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کو اس وقت یرغمال بنا لیا۔ جب اس نے شرپسند حوالاتیوں کو دوسری بارک میں مقید ان کے خلاف حوالاتی کے پاس جانے سے روکا اور پھر ان شرپسند حوالاتیوں کی حمایت میں اس بارک میں مقید تمام حوالاتیوں نے ہنگامہ کر دیا۔ یہی وہ لوگ تھے جنھیں انتظامی امور پر گجرات جیل سے ہنگامہ آرائی کی وجہ سے ہی گوجرانوالہ جیل میں رکھا گیا تھا۔ یہ بات درست ہے کہ ان شرپسندوں نے اس ہنگامہ کی آڑ میں اپنے مخالفین کو نقصان پہنچانا تھا۔ جو بروقت انتظامی کارروائی کی وجہ سے ایسا نہ ہوا۔

(ج) درست ہے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل نے فوری طور پر ضلعی انتظامیہ کی امداد طلب کر کے ایس ایس پی اور اسسٹنٹ کمشنر گوجرانوالہ کی سربراہی میں اس ہنگامہ پر قابو پایا۔ اور ہنگامے کی پوری کارروائی کے دوران ضلعی انتظامیہ کے تمام افسران جیل میں موجود رہے۔ نہ صرف یہ بلکہ شرپسندوں نے جیل کے ایک ہیڈ وارڈن کو بھی شہید کر دیا۔ اس واقعہ کی عدالتی انکوائری اسسٹنٹ کمشنر وزیر آباد نے کی۔ جن کی رائے میں اس واقعہ کی تمام تر ذمہ داری سپرنٹنڈنٹ جیل کی نامناسب کارکردگی تھی۔ ایک انکوائری جیل کے اعلیٰ افسر نے کی تاکہ جیل کے عملہ کی ذمہ داری کا تعین کیا جا سکے۔ اس بارے میں سپرنٹنڈنٹ جیل گوجرانوالہ کو چارج شیٹ کیا گیا ہے اور S & G AD نے تفصیلی انکوائری کے لیے انکوائری افسر مقرر کر دیا ہے۔ جہاں تک دیگر عملہ کا تعلق ہے سپرنٹنڈنٹ جیل گجرات کو انکوائری افسر مقرر کیا گیا ہے۔ جنھوں نے انکوائری رپورٹ مکمل کر لی ہے اس مرحلہ پر کسی رائے کا اظہار کرنا متعلقہ افسران اور اہل کاران پر کیس پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

(د) ذمہ دار عملہ کیخلاف کاروائی کے بارے میں جواب جزو (ج) میں دے دیا گیا ہے۔ جہاں تک ایسے واقعات کے سدباب کا تعلق ہے جیلوں میں شرپسند عناصر کا وجود ہر وقت رہتا ہے باوجود بہترین و اصلاح شدہ انتظامی امور کے شرپسند لوگوں کی شرارتوں کو یکسر ختم کرنا ممکن نہ ہے۔ تاہم عملہ کے افراد کی کوتاہی اور غفلت کے سدباب کے لیے ہر ممکن عملی اقدامات کر دیے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: اس کیساتھ ہی وقفہ نماز ہوتا ہے۔ 6 بجے ہم دوبارہ یہاں آتے ہیں لیکن اس دوران میاں محمود الرشید صاحب کی بات کا نوٹس لینے کے لیے کچھ وزراء صاحبان مناسب

خیال فرمائیں تو باہر آئے ہوئے لوگوں سے رابطہ کر لیں۔ (اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز مغرب کیا گیا)

(نماز مغرب کے بعد کی کارروائی)

(جناب سپیکر 6 بج کر 22 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : اب ہم تحاریک استحقاق کو لیک اپ کرتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید : پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! وقفہ سوالات میں یہ بات محسوس کی گئی ہے کہ اسی روز ایوان میں ایجنڈا تقسیم کیا جاتا ہے جس کی بنیاد پر ضمنی سوالات کیے جاتے ہیں۔ اس لیے اس پر ہوم ورک نہیں ہو سکتا۔ بعض اوقات ایک روز پہلے بھی ایجنڈا فراہم کر دیا جاتا ہے تاکہ معزز اراکین اسمبلی ہوم ورک کر سکیں لیکن بعض اوقات ہمیں ایک دن پہلے نہیں ملتا۔ میری یہ درخواست ہے کہ اس پریکٹس کو ریگولر کیا جائے اور ایک روز پہلے لازمی طور پر ایجنڈا مل جانا چاہیے۔

تحریک استحقاق نمبر 13 پر جناب سپیکر کی رولنگ

جناب سپیکر : تحریک استحقاق نمبر 13 کا فیصلہ موخر ہے اور اس پر میری finding یہ ہے کہ :

Decision regarding Privilege Motion NO:13 is pending and my finding is this.

"The matter does not relate to a privilege granted by the constitution,any law or rule made under any law.Merely incorrect statment cannot make any basis for a breach of privilege.It is only deliberate lie if it can be substantiated.A perusal of the policy statement given by the Chief Minister on the floor of the House on 30th of September,1992 reveals that the allegation was incorrect and unless the mover has any evidence in support of his allegation, the matter could not, in view of the denial of the alleged facts by the Minister,be allowed to be persued.So,I do not entertain this Privi-

lege Motion to be in order. It is out of order."

جناب سپیکر: چودھری محمد حنیف صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 19 ہے، یہ تحریک استحقاق چودھری محمد حنیف اور وزیر اطلاعات کی میٹنگ کے سلسلے میں موخر ہے نمبر 22 رانا اکرام ربانی خان صاحب کی ہے۔ رانا صاحب اسے پیش کرنا چاہیں گے؟

قائد حزب اختلاف کو سیلاب کے بارے میں حقائق جاننے کی کوشش سے باز رکھنے کے لیے سرکاری اقدامات

رانا اکرام ربانی: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ حالیہ سیلاب صوبہ پنجاب میں بے پناہ تباہی اور بربادی کا باعث بنا ہے۔ بے شمار لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور گھر بار اور جمع پونجی سے محروم ہونے والوں کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے۔

گزشتہ اجلاس کے آخری روز یہ طے ہو گیا تھا کہ آئندہ یعنی رواں اجلاس میں سیلاب کی وجوہات، نقصانات اور آئندہ تحفظ پر باقاعدہ debate رکھی جائے گی اور اراکین اسمبلی کی آراء کی روشنی میں ایسا ممکنہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے گا کہ آئندہ خدانخواستہ کوئی بھی identical صورت حال میں ہر قسم کے نقصانات کو کم از کم کیا جا سکے۔

چنانچہ پی ڈی اے نے بھی اپنی سربراہ محترمہ بے نظیر بھٹو کی قیادت میں متاثرہ علاقوں کے دورہ کا پروگرام بنایا۔ اس دورہ کے آغاز پر ملتان ایئر پورٹ پر ایک گروہ نے ہمیں روکنے کی کوشش کی انہیں مقامی انتظامیہ کی پشت پناہی بھی حاصل تھی۔ یہی حرکت نواب پور میں بھی دہرائی گئی۔ فائرنگ کی گئی۔ غرض یہ کہ ہر طرح سے کوشش کی گئی کہ ہم متاثرہ لوگوں سے نہ مل پائیں اور ایسے حقائق ہمارے علم میں نہ آسکیں جن سے انتظامیہ کی صورت حال کو mis-handle کرنا ثابت ہو جائے۔

دنیا بھر کی مروجہ پارلیمانی روایات کے مطابق کسی بھی موضوع پر "عام

بحث"کا آغاز قائد حزب اختلاف کا استحقاق ہے اور مجھے "حقائق کو جاننے کی کوشش" سے باز رکھنے کے یہ "سرکاری اقدامات"نہ صرف اس ایوان میں قائد ایوان کے کیے گئے دعوؤں کی مکمل نفی ہے بلکہ ہر قسم کی غیر ذمہ داری کو چھپانے ،حالیہ نقصانات کے ذمہ داروں کے تعین اور آئندہ کے لیے اقدامات تجویز کرنے کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے کی دانستہ کوشش ہے۔جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! جس دن ہم نے یہ پروگرام بنایا کہ جو سیلاب زدگان ہیں ان سے ملا جائے۔ سیلاب زدہ علاقوں کو خود دیکھا جائے۔ملتان ایئر پورٹ پر مسلم لیگ کے عہدے داروں اور اراکین اسمبلی کی اعانت اور ان کی باقاعدہ سرپرستی میں ایک ہجوم نے وہاں پر نعرہ بازی کی ،ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے پکڑے ہوئے تھے۔جس وقت ہم نے مقامی پولیس کے ساتھ بات کر کے اس معاملے کو حل کرنے کی کوشش کی تو پولیس والوں نے یہ کہتے ہوئے اپنی inability show کی کہ جناب! ہم تو ملازم آدمی ہیں یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اعلیٰ سطح کے مشورے سے ہو رہا ہے۔وہاں پر جھگڑا ہوا ،اس کے بعد جب ہم نواب پور کے بند پر گئے تو وہاں پر بھی ایک رکن اسمبلی کی موجودگی میں بلکہ ان کے ایماء پر ہوا۔جس وقت یہ ساری کارروائیاں انتظامیہ کے علم میں لانے کی کوشش کی گئی تو انہوں نے کہا کہ یہ جمہوریت ہے۔

جناب سپیکر! اگر جمہوریت ہے تو پھر یہ ہمارا استحقاق ہے کہ ہم عوام سے رابطہ کرنے کی کوشش کریں اور ان بے قاعدگیوں کو منظر عام پر لانے کی کوشش کریں۔صرف اس نیت سے نہیں کہ ہم نے اس پر نکتہ چینی کرنی ہے۔بلکہ آئندہ کے لیے بھی کہ جو کچھ ہم دیکھیں اس کی روشنی میں ایسی تجاویز پیش کر سکیں جن سے خدانخواستہ اگر پنجاب میں ایسی صورت حال پیدا ہو تو دوبارہ یہ حالات نہ بننے پائیں۔جناب والا! اگر ہم چاہتے ہیں کہ منتخب ایوان اس ملک میں اپنے functios جاری رکھیں، اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ ایوان عوام کو درپیش مشکلات کا جائزہ لیں،اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ ایوان موثر طور پر اپنا کردار ادا کریں تو پھر جناب والا!ایسے واقعات کا نوٹس لینا ہو گا اور خصوصاً ایسے معاملات میں جب کہ اسی ایوان سے تعلق رکھنے والے کچھ اراکین بھی اس میں ملوث ہوں۔جناب والا! یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے یہ واقعہ میری موجودگی میں پیش آیا ہے۔اگر ہماری طرف سے

سڑک پر یہ کہہ دیا جائے کہ یہ ایوان بوگس ہیں، یہ اسمبلیاں بوگس ہیں تو ہم شور مچا دیتے ہیں کہ ہمارا استحقاق مجروح ہو گیا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ

"Action speaks louder than the words."

ان کے ایکشن یہ ثابت کرتے ہیں کہ نہ انہیں اس حکومت پر اعتماد ہے نہ وہ اس ایوان کو موثر ادارہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی وہ اس کو موثر ادارے کے طور پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

جناب والا! اگر یہ ایوان بوگس نہیں ہے اور انہیں واقعی اس بات پر اعتراض ہوتا ہے تو پھر جناب والا! ایسے واقعات کا جائزہ لینا ہو گا، اس کیس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنا ہو گا۔ استحقاق کمیٹی صرف یہاں ہی نہیں بلکہ استحقاق کمیٹی وہاں جا کر بھی اس بات کی تحقیق کرے کہ کیسے ایک رات میں یہ سکیم بنی، کپڑے خریدے گئے، ان پر عطر لکھے گئے، اس کے بعد پولیس کے سپاہیوں نے، اراکین اسمبلی نے اور ان کے عزیزوں نے جو کہ ملتان کارپوریشن کے میئر اور ڈپٹی میئر کے عہدوں پر ہیں انہوں نے سارے ہجوم کو آرگنائز کیا سپر وائز کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے جو اس کا جائزہ لے کر اس ایوان میں اپنی رپورٹ پیش کرے۔ شکریہ جناب والا!

وزیر مال: جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف کی تحریک استحقاق کو اگر تکنیکی طور پر لیا جائے تو یہ کسی صورت میں بھی یہ تحریک نہیں بنتی۔ کیونکہ کسی قانون کسی ضابطہ، کسی آئین نے کسی جگہ پر یہ نہیں لکھا کہ خدانخواستہ ان کا وہاں پر کوئی right infringe ہوا ہے۔ جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ اس ضمن میں ایک الیاس نامی ایڈووکیٹ نے ہائی کورٹ ملتان میں ایک رٹ دائر کی تھی اور اس پر جج صاحب نے کل کوئی ڈائریکشن دی ہے اور ڈی آئی جی ملتان کو یہ حکم دیا ہے کہ اس میں کوئی وضاحتیں انکوائر کر کے وہ ان کو واپس پیش کرے۔ تو یہ معاملہ sub-judice ہے۔

جناب والا! اس میں تیسری بات یہ ہے کہ اس ضمن میں ایک تحریک التوائے کار نمبر 42 بھی اس میں زیر غور ہے۔ میرے خیال میں مجھے facts میں تو نہیں جانا چاہیے کیونکہ اگر جائیں گے تو لازماً یہ بات ہو گی کہ جمہوریت ہے اور شائد قائد حزب اختلاف اس میں زیادہ propo-gate کر رہے ہیں کہ وہ جمہوریت کے زیادہ داعی ہیں یا ان کی لیڈر بہت داعی ہیں۔ جب جمہوریت پر بات ہو گی تو پھر احتجاج اور کاؤنٹر احتجاج ہوتا رہے گا اس میں کوئی right infringe ہونے کی بات نہیں ہے۔ بات صرف اتنی تھی کہ کارکنان ادھر سے بھی اور ادھر سے اکٹھے ہوئے تھے اور محترمہ بڑی دیر سے پنجاب میں تشریف لائیں تھیں کیونکہ سیلاب زیادہ تر ختم ہو چکا تھا۔ اگر ان کو اتنا ہی درد تھا تو

پھر ان کو وقت پر آنا چاہیے تھا۔اس میں ایئر پورٹ کا جو احاطہ ہے اس پر آپس میں کارکنان کی کوئی altercation ہوئی ہے ۔لیکن محترمہ اور ان کے قابل احترام ممبرز وی آئی پی لاؤنج میں موجود تھے وہاں پر نعرہ بازی ہوئی اور پولیس نے ان کو وہاں سے چلے جانے کو کہا۔وہ تو ویسے بھی قابل احترام ہیں ،وہ اپوزیشن لیڈر ہیں انہیں پروٹوکول مہیا کیا جاتا ہے،پولیس مہیا کی جاتی ہے۔ان کو انہوں نے پروٹوکول مہیا کرنے کے بعد تمام جگہ کا دورہ کروایا اور پھر وہ واپس چلی گئیں۔ تکنیکی طور پر بھی ، حقائق پر بھی اور جمہوریت کے ناتے سے بھی اگر دیکھا جائے تو کسی صورت پر یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کو رول آؤٹ کیا جائے۔بڑی بات تو یہ ہے کہ یہ معاملہ ہائی کورٹ ملتان میں sub-judice ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! اس میں میں تھوڑا سا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے یہ تحریک استحقاق اس حوالے سے پیش کی ہے کہ اس ایوان میں کوئی بات کرنے سے پہلے میں اس الزام سے بچنا چاہتا تھا کہ ان کی اطلاعات قیاس آرائیوں اور اخباری اطلاعات پر مبنی ہیں۔میں نے بھی اسی نقطہ نظر سے حقائق کو جاننے کے لیے اس ایوان میں بات کرنے سے پہلے ان facts کو verify کرنے کے لیے یہ کوشش کی تھی کہ میں بھی ساتھ جا کے حقائق کو جانوں۔

جناب والا! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کارکنان کا آپس میں جھگڑا ہوا ہے ۔اختلاف رائے جمہوریت کا ایک حق ہے۔لیکن اختلاف رائے کو ڈنڈوں ،سوٹوں اور پولیس کی مدد سے روکنا ،جمہوریت کی یہ تعریف میں نے آج سنی ہے ۔میں یہ گزارش کروں گا کہ جس ایوان کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ منتخب ہے اس میں اس قسم کے الفاظ کارروائی سے حذف ہونے چاہئیں کہ یہاں پر یہ کہا جائے کہ پولیس کے ذریعے سے روکنا ،زدوکوب کرنا ،لاٹھیوں کے ساتھ مارنا جمہوریت کا ایک حصہ ہے ۔جہاں تک اس کی technicality کا تعلق ہے،توآئین میں کچھ استحقاق دیے جاتے ہیں ،کچھ status میں استحقاق ہوتے ہیں اور کچھ استحقاقات ہمیں ہمارے قواعد دیتے ہیں اور کچھ استحقاقات کی بنیاد روایات اور رولنگز پر ہوتی ہے۔اس ایوان میں ایک تحریک استحقاق admit ہوئی ہے کہ میں نے ایک ایس ایچ او سے ایک بندے کے بارے میں فون کر کے پوچھا تھا اور اس نے مجھے کہا کہ وہ ہمارے پاس نہیں ہے جب کہ وہ ان کے پاس گرفتار تھا۔ان کے اس سچ نہ بتانے پر میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔میری وہ تحریک استحقاق کمیٹی کے پاس گئی اور کمیٹی نے اس پر اپنی proceedings کیں۔اگر قائد حزب اختلاف ایک اتنے بڑے اہم مسئلے پر حقائق جاننا چاہتا ہے اور

انتظامیہ اسے روکتی ہے۔انتظامیہ کے ذریعے سے ایسے حالات پیدا کیے جاتے ہیں کہ اس کے لیے حقائق جاننا ممکن بنادیا جائے۔

جناب سپیکر! میں چاہتاہوں کہ انہی روایات کی بیاد پر ہمارے اقدامات بھی یہ ثابت کریں کہ اس ایوان میں بیٹھنے والے اس ایوان کو بوگس نہیں سمجھتے کہ ایک انفرادی مسئلے پر تو تحریک استحقاق کمیٹی کے پاس جا سکتی ہے اور اتنے اہم مسئلے پر نہیں جا سکتی!

جناب سپیکر! جہاں تک انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ یہ معاملہ sub-judice ہے ،وہاں پر جو ایف آئی اے درج ہوئی یا نہ ہوئی ،یا کراس رجسٹر ہوئے،وہ اس کے بارے میں ہے۔میں سمجھتا ہوں ک ملتان ہائی کورٹ میں اس کا زیر بحث ہونا میری تحریک استحقاق پر کسی بھی طریقے سے اثر انداز نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر :رانا صاحب! اگر exactly یہی معاملہ ملتان ہائی کورٹ میں پینڈنگ ہو تو اس کو sub-judice کہیں گے یا sub-judice نہیں کہیں گے ؟

رانا اکرام ربانی :جناب سپیکر ! شاید میں اپنی بات واضح نہیں کر سکا۔میں نے کہا تھا کہ اگر ہوتا بھی ۔لیکن آج کی خبروں میں ہے کہ یہ وہاں سے dispose of کر دیا گیا ہے ؟

جناب سپیکر : وہاں سے dispose of کر دیا گیا ہے۔

رانا اکرام ربانی :جی ہاں ! کسی نے وہاں ایک application دی تھی اور اس application کو انہوں نے نمٹا دیا ہے کہ جو زخمی ہیں یا جو گواہان ہیں وہ ان کے سامنے پیش ہوں گے۔وہ جو مضروب تھے ان کے حوالے سے تھی۔

وزیر مال : dispose of نہیں ہوئی۔انہوں نے ڈی آئی جی کو certain directions دی ہیں۔جج صاحب کی جو observations ہیں۔اس کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ اس کو enquire کے کے پھر ہائی کورٹ میں واپس آجائیں۔وہاں معاملہ ابھی تک پینڈنگ ہے۔انہوں نے ابھی اس پر فیصلہ فرمانا ہے۔اس میں یہ حقائق ہیں۔اگر اسی پر اکتفا کروں تب بھی یہ تحریک استحقاق نہیں بن سکتی۔قائد حزب اختلاف نے بڑی بات کی ہے کہ آئین کی شقوں میں حقوق ہوتے ہیں ، کسی قانون ہوتے ہیں statute میں ہوتے ہیں ، کسی precedent میں ہوتے ہیں۔سب میں ہوتے ہیں۔لیکن جب قانون کو دیکھا جائے گا تو وہ قانون کی نظر سے دیکھا جائے گا۔اگر وہ اس میں ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ۔اگر یہ تمام چیزیں ہیں کہ sub-judice بھی ہے، تحریک التوا بھی ہے،اس کا privilege بھی نہیں

بنا تو پھر اس میں traditions کی بننی چاہئیں کہ جو قانون ،ضابطہ کہتا ہے پھر اس کے مطابق فیصلہ ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر : تو اس کے اس پہلو کو بھی بطور خاص دیکھنا ہے کہ یہ sub-judice ہے یا نہیں ہے۔ تحریک استحقاق کے دیگر پہلوؤں کو دیکھنے کے لیے بھی میں اس پر فیصلے کو پینڈنگ کرتا ہوں۔ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب۔۔۔۔۔۔۔ان کی طرف سے آج کارروائی کے بارے میں کوئی اطلاع ہے ؟۔۔۔کوئی انفرمیشن نہیں۔یہ lapse ہو گئی۔جناب فرید احمد پراچہ صاحب!

وزیروں اور مشیروں کو نئی گاڑیوں کے ملنے سے حکومت کو کروڑوں روپوں کا نقصان

جناب فرید احمد پراچہ :

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" 4 اکتوبر میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ پنجاب میں وزیروں اور مشیروں کی 50 قیمتی گاڑیاں بے کار ہو گئی ہیں۔معمولی نقصان پر گاڑیاں ٹرانسپورٹ پول میں کھڑی کر دی گئیں۔بہت سی گاڑیوں کے پرزے بھی چوری ہو گئے۔وزیروں اور مشیروں کو نئی گاڑیاں بھی مل چکی ہیں۔ حکومت کو کروڑوں کا نقصان ہوا ہے۔اس خبر کی اشاعت سے عوام میں وزیروں، مشیروں کے بارے میں یقیناً ایک منفی رائے قائم ہوئی ہے۔ہمارے وزرا کرام کے اس طرز عمل سے خود اسمبلی کے وقار کو نقصان پہنچا ہے۔جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔گزارش ہے کہ مسئلہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس بارے میں میری گزارش اتنی ہے کہ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا ،معاملہ استحقاق صرف وہ چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں ہوتیں کہ جن پر استحقاق مجروح ہو اور اس کے بارے میں تحریک استحقاق لائی جائے۔جیسے کسی چپڑاسی نہ سلام نہیں کیا، کسی کانسٹیبل نے راستے میں گاڑی روک لی، کوئی تھانے دار کی شان میں گستاخی کر بیٹھا ،اس طرح کی تحریک استحقاق نہیں ہوتی، بلکہ وہ کہ جو مجموعی طور پر اسمبلی کے وقار اور تقدس کے منافی واقعہ اگر ہو جائے تو اس سے نہ صرف

ایک ممبر کا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہو جاتا ہے اور یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کی ہوتی ہے کہ اگر ایسے واقعات ہوتے رہے تو اس سے اسمبلیوں کے وقار پر حرف آئے گا اور اس سے وہ جمہوری عمل جو ہمارے ملک میں تیز رفتاری سے نہیں چلتا بلکہ اس میں مختلف رکاوٹیں آتی رہتی ہیں اس جمہوری عمل کو نقصان پہنچے گا۔اس لیے یہ ساری خبریں یا یہ سارے اقدامات جو اس وقار کو متاثر کرتے ہیں اور جس سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ جمہوری ادارے یا یہ سیاست دان اس قابل نہیں ہیں کہ اس ملک کے انتظام کو چلا سکیں۔یا یہ جب بھی آتے ہیں تو کرپشن ہوتی ہے بد عنوانیاں ہوتی ہیں اور گاڑیوں کے سکینڈل بنتے ہیں یا یہ کہ وہ محض اپنے مفادات کے لیے حکومت کے سرمایہ کو خرچ کرتے رہتے ہیں تو یہ واقعات ایسے ہیں کہ جن کا نوٹس لیا جانا ضروری ہے۔جس پر آپ کا بھی ، میرا بھی اور اس پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔جناب سپیکر! میں اس لیے اس بات کو تحریک استحقاق کے ذریعے لایا ہوں ، تحریک التواء کے ذریعے سے نہیں تاکہ ان چیزوں کو معلوم کیا جا سکے اور یہ جو وقار کے منافی اور استحقاق کے منافی اور تقدس کے منافی اقدامات ہیں ان کا سلسلہ روکا جا سکے۔شکریہ جناب سپیکر!

جناب وزیر خزانہ (مخدوم شاہ محمود حسین قریشی): جناب فرید احمد پراچہ صاحب نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے اس کی میں technical grounds پر بھی اور factual grounds پر بھی مخالفت کرتا ہوں۔factual grounds پر میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا اور سب سے پہلے تو میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ اس سے جناب پراچہ کا استحقاق کس طرح مجروح ہوا؟

نمبر 2 میں ان سے یہ بھی دریافت کرنا چاہوں گا کہ اسی موضوع پر انہی کی جماعت کے ایک معزز ممبر نے ایک تحریک التوائے کار پیش کی ہوئی ہے جس کا نمبر 105 ہے۔تو پہلے جناب پراچہ صاحب اپنے ان رفیق کے ساتھ مشورہ کرلیں کہ آیا یہ تحریک استحقاق بنتی ہے یا تحریک التوائے کار بنتی ہے؟اس کے علاوہ جناب والا! جہاں تک اس کی factual نوعیت کا تعلق ہے یہ خبر جس کی بنیاد پر یہ تحریک استحقاق پیش کی گئی یہ بالکل غلط ہے اور جب یہ خبر اخبار میں چھپی یعنی 4 اکتوبر کو یہ خبر اخبار میں چھپی۔خبر چونکہ غلط تھی اس لیے 5 اکتوبر کو حکومت کی طرف سے اس کی تردید کی گئی اور پانچ اکتوبر کو روزنامہ "جنگ" میں ڈیلی فرنٹیئر پوسٹ میں یہ تردید واضح طور پر آچکی ہے کہ جناب یہ خبر جو اخبار میں 4 اکتوبر کو آئی ہے یہ درست نہ ہے۔اس کے ساتھ جناب والا! جو بات یہاں تحریک استحقاق پیش کی گئی ہے کہ پچاس گاڑیاں خریدی گئیں۔یہاں کہا گیا ہے کہ معمولی نقائص کی بناء پر

ٹرانسپورٹ میں پچاس گاڑیاں کھڑی ہیں۔

جناب والا! اس کا بھی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ٹرانسپورٹ پول میں جو گاڑیاں کھڑی ہیں وہ تقریباً چالیس کے لگ بھگ ہیں اور وہ گاڑیاں ہیں جو کہ کنڈم ہو چکی ہیں جن کا وزراء کی گاڑیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ مختلف محکموں کی گاڑیاں ہیں۔ جناب والا! گاڑیوں کی ایک لائف ہوتی ہے اور ہمارے قواعد و قوانین کے مطابق اگر کوئی سرکاری گاڑی پانچ سال پرانی ہو یا اڑھائی لاکھ کلومیٹر وہ چلی ہوئی ہو تو under the condemnation اس کو کنڈم کیا جا سکتا ہے۔ تو یہ جو گاڑیاں وہاں ہیں وہ اس معیار پر اترتی تھیں۔ وہ کنڈم کی گئی ہیں اور وہ وزراء کی نہیں ہیں۔ وہ پنجاب کے مختلف محکموں کی گاڑیاں ہیں جن کو قواعد اور ضوابط کے تحت یعنی جو آکشن کی پالیسی ہے اس کے تحت ان کو آکشن کیا جا رہا ہے۔

جناب والا! یہاں جس کی بنیاد پر یہ تحریک استحقاق بنائی گئی ہے وہ بنیاد ہی حقیقت پر مبنی نہیں۔ نہ ہی پچاس گاڑیاں خریدی گئی ہیں۔ نہ ہی وزراء کو نئی گاڑیاں دی گئی ہیں اور پھر جناب یہاں allegation ہے کہ جو ٹرانسپورٹ پول ہے وہاں ان کے پرزہ جات چوری ہوئے۔ جناب والا! اگر پرزہ جات چوری ہوئے ہیں تو اس کی نہ تو کوئی theft کا incedent رپورٹ ہوا ہے اور نہ ہی ایس اینڈ جی اے ڈی کے علم میں یہ بات لائی گئی ہے۔ ایسی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تو جناب والا! technical grounds کی بنیاد پر اور factual grounds کی بنیاد پر میں آپ سے گزارش کروں گا کہ یہ خبر بے بنیاد ہے اور اس تحریک استحقاق کو آپ براہ کرم rule out فرمائیے۔

جناب سپیکر: واقعی یہ تحریک استحقاق technically speaking اس قابل بھی نہیں تھی کہ اس کو پڑھا جاتا۔ فرید احمد پراچہ صاحب کے احترام میں میں نے انہیں اس کو پڑھنے کی اجازت دی۔ تو یہ تحریک استحقاق کے کسی بھی معیار پر پوری نہیں اترتی۔ میں اسے rule out کرتا ہوں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 34 ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب کی اور ان کے رفقاء کار کی ہے۔ اس کے بارے میں میں نے پہلے بتایا تھا کہ اس سلسلے میں مجھے ایک لیٹر "دی نیوز" کے ایڈیٹر کا موصول ہوا ہے اور اس سلسلے میں یہ تحریک التوائے کار pending ہے اس پر اس کے محرک ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب کی مجھ سے میٹنگ ہونا باقی ہے اس کے بعد اس کو take up کریں گے۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 24 میری ہے۔

جناب سپیکر: جی۔ تحریک التوائے کار نمبر 24 اور 15 ایک جیسی ہیں اور یہ pending ہیں اور اس پر یہ فیصلہ ہونا تھا کہ یہ sub-judice ہے یا نہیں ہے۔ تو اس پر آپ کی اور وزیر قانون صاحب کی میٹنگ ہوئی تھی۔

میاں محمود الرشید: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ وزیر قانون صاحب نے تو اس دن دو ٹوک انداز میں یہ بات ہاؤس میں کہہ دی تھی کہ یہ sub-judice ہے۔ لیکن میں پوری تحقیق کرنے کے بعد سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ بھی ساتھ لایا ہوں اور یہ قومی اخبارات بھی ساتھ لایا ہوں کہ 24 اگست بروز بدھ کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ نے کوآپریٹو کے جو لاکھوں چھوٹے کھاتہ دار ہیں ان کے بارے میں تمام قسم کے جو pending فیصلے اور اپیلیں تھیں وہ نپٹا دی تھیں۔ اگر جناب مجھے اجازت دیں تو اس فل بنچ میں مسٹر جسٹس ڈاکٹر سید نسیم حسن شاہ، جسٹس شفیع الرحمٰن، جسٹس سعد سعود جان، جسٹس عبدالقدیر چوہدری اور جسٹس سجاد علی شاہ شامل تھے اور انہوں نے جو فیصلہ کیا اس میں آپ کا liquidation board، حکومت پنجاب اور رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹی پنجاب کی اپیلیں مکمل طور پر نپٹا دیں اور اپنے مختصر حکم میں یہ کہا اور حکم کیا ہے کہ 25 ہزار کے کھاتہ داروں کی ادائیگی میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہیں۔ جی۔ پانچ بڑی سوسائٹیاں ہیں ان کے بارے میں میں عرض کرتا ہوں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! وزیر قانون صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میں نے ذاتی طور پر میاں محمود الرشید صاحب سے گزارش کی تھی کہ آپ کی تحریک التوائے کار اور میاں محمود الرشید صاحب کی تحریک التوائے کار pending ہیں۔ آپ میاں محمود الرشید صاحب سے tie up کر کے ایک دن پہلے مجھے بتا دیں تاکہ میں متعلقہ آفیسرز اور محکمہ کے جو لوگ ہیں ان کو بھی اور چودھری محمد اقبال صاحب جو کہ اس وقت کوآپریٹو کے منسٹر انچارج ہیں ان کو بھی تکلیف دے کر اس بارے میں ہم آپس میں بات کر کے پھر ہاؤس کو اس سلسلہ میں آگاہ کریں۔ چوہدری محمد حنیف صاحب کو میں نے اس بارے میں گزارش کی تھی۔ تو میاں محمود الرشید صاحب بھی آج تشریف رکھتے ہیں اس سلسلہ میں بے شک ہم آج یہاں سے فارغ ہو کر کل پرسوں کا کوئی ٹائم مقرر کر لیتے ہیں۔ اگر یہ مطمئن ہو جاتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر اس مسئلہ کو دوبارہ ہاؤس میں take up کر سکتے ہیں۔ میں نے چودھری محمد حنیف

صاحب سے یہ گزارش کی تھی۔میاں محمود الرشید صاحب مجھے نہیں مل سکے تھے تو ان کو میں نے کہا تھا کہ ان کے ساتھ tie up کر کے مجھے بتا دیں تا کہ میں محکمے کے افسران کو بھی اور منسٹر کوآپریٹو کو بھی گزارش کر کے کوئی ٹائم مقرر کر کے اس پر ہم آپس میں بات کر لیں گے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب ہو گا کہ ہم آج ہی آپس میں بات کر کے کل پرسوں کا کوئی سیشن کے بعد کا ٹائم مقرر کر لیتے ہیں اور اس موضوع پر بات کر لیں گے۔

میاں محمود الرشید :جناب سپیکر!اس میں میری بھی ایک گزارش ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ :جناب سپیکر! میں نے بھی ایک تحریک استحقاق مود کی تھی۔

جناب سپیکر :بٹ صاحب !آپ کی کون سی ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ :میں چاہتا تھا کہ اسے بھی ٹیک اپ کر لیا جاتا۔کیونکہ ان کی طرف سے تو کافی ساری آئی ہیں۔

جناب سپیکر :آپ کی تحریک استحقاق کا کیا نمبر ہے؟

جناب سہیل ضیاء بٹ :مجھے ابھی اس کی کاپی نہیں ملی۔

جناب سپیکر : تحریک استحقاق ہے یا تحریک التوائے کار ہے؟

جناب سہیل ضیاء بٹ : تحریک استحقاق ہے۔

جناب سپیکر : تحریک استحقاق کا تو ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ :وہی میں کہہ رہا ہوں تا کہ مجھے ٹائم دیا جائے۔

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال) :جناب سپیکر!اجازت ہے؟

جناب سپیکر :جی منسٹر اگریکلچرل کوئی بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال) :جناب سپیکر! جیسے فاضل لاء منسٹر صاحب نے ابھی فرمایا ہے ۔اس دن میں ہاؤس میں حاضر نہیں تھا تو جناب لاء منسٹر نے اس کے بارے میں ایک نقطہ اٹھایا تھا کہ یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی اس لیے کہ یہ sub-judice ہے۔اس کا کورٹ میں معاملہ چل رہا ہے۔چونکہ وہ نقطہ ابھی زیر غور ہے۔جناب والا! میری اس میں استدعا ہو گی کہ فاضل ممبران جو اس تحریک کے محرک ہیں وہ اور لاء منسٹر صاحب اور میں کیونکہ میرے پاس کوآپریٹو کا آج کل چارج ہے میں بھی ساتھ ہوں گا۔بیٹھ کر اس نقطہ کے اوپر بات ہو جائے کہ یہ معاملہ sub-judice ہے کہ

نہیں؟اس کے بعد پھر کل پرسوں جس وقت جی چاہے اس کو ٹیک اپ کر لیں میں اس کا جواب عرض کروں گا۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر ! اس میں میری گزارش یہ ہے کہ اس بات کا تو فیصلہ ہم دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر کر لیں گے کہ یہ sub-judice ہے یا نہیں ؟معاملہ اتنا اہم نوعیت کا ہے کہ اب تو لاکھوں کھاتہ داروں کی آنکھوں میں آنسو بھی باقی نہیں رہے اور جو عدالت عالیہ ہے اس کے فیصلے کے بعد بھی ان کو ادائیگی نہیں ہو رہی۔ تو جناب یہ بات ہاؤس میں ہی ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر :اس پر بات ہاؤس میں اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ یہ sub-judice نہ ہو۔ یہ sub judice ہے یا نہیں۔اس پر آپ نے فیصلہ کرنا ہے۔ تو آپ بیٹھ کر بات کریں اور پھر مجھے بتائیں۔

میاں محمود الرشید : صحیح ہے۔

جناب سپیکر : جی ہاں ! بیٹھ کر آپ بات کریں۔ مجھے بتائیں اور پھر میں نے اس کو determine کرنا ہے کہ آیا یہ sub judice ہے یا نہیں ہے ؟

جناب سہیل ضیاء بٹ :پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر :بٹ صاحب !آپ کی تو تحریک استحقاق ہے اور ہم تحاریک التوائے کار کو ٹیک اپ کر رہے ہیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ :جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ ایک ممبر ایک دن میں اپنی تحریک استحقاق دے سکتا ہے۔ میں یہ روٹز کے مطابق بات کر رہا ہوں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر :جی ، بلاشبہ کوئی معزز رکن تحریک استحقاق پیش کر سکتے ہیں۔ تو آپ کیا ارشاد فرمانا چاہتے ہیں۔

جناب ایم لطیف مغل : جسم کے لحاظ سے دو دے سکتے ہیں۔

ایک آواز : حصہ بقدر جثہ۔

سید طاہر احمد شاہ :بٹ صاحب ! میں تمہاری وکالت کر دیاں۔

(قہقہے)

جناب سپیکر : یہ تحریک التوائے کار نمبر 42ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی طرف سے ہے ۔اس موضوع پر ہم ایک تحریک استحقاق ٹیک اپ کر چکے ہیں اور اس پر میں نے فیصلہ پینڈنگ کیا ہے۔رانا

اکرام ربانی خان صاحب کی تحریک استحقاق تھی۔ تو اس پر آپ کی یہ تحریک التوائے کار ہے۔ موہل صاحب! اس کی کیا پوزیشن ہو گی ؟ اس کو entertain کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! پوزیشن تو اس میں یہ ہے کہ معاملہ جو ہوتا ہے وہ آپ نے دیکھنا ہوتا ہے۔ آیا کہ وہ اس ضمرے میں آتا ہے یا نہیں؟ تو وہ آپ کی صوابدید ہے۔ اگر اسے چاہیں کہ وہ زمرے میں آتی ہے ،وہ بن سکتی ہے تو پھر وہ ہاؤس میں پیش کی جاتی ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ زمرے میں ہی نہیں آتی تو پھر میرے خیال میں اس کو پڑھنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ میرا نقطہ نظر تو یہ ہے۔ تو باقی جو تحریک استحقاق اور تحریک التوائے کار کا تعلق ہے تو وہ تو ایک ممبر کی اپنی صوابدید ہے کہ وہ اسے اپنے نقطہ نظر میں کیا سمجھتا ہے ؟ایک نے اس کو تحریک استحقاق سمجھ لیا وہ آپ نے رول آؤٹ کر دی ہے۔ دوسرے نے اس کو تحریک التوائے کار سمجھا ہوا ہے تو اس میں کوئی ایسی قباحت نہیں کہ بھئی یہ اس نے کیوں ایسا سمجھا ہے یا اس نے کیوں سمجھا ہے۔ یہ ان کے اپنے سمجھنے کی بات ہے۔

جناب سپیکر : شکریہ میاں صاحب! میرے خیال میں چونکہ وہ تحریک استحقاق ہمارے پاس پینڈنگ ہے اور اس پر فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے تو اس تحریک التوائے کار کو ہم پینڈنگ کر لیتے ہیں اور اس کی fate کا فیصلہ ہونے کے بعد accordingly یہ dispose of ہو جائے گی۔ چودھری محمد فاروق صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 43 ہے اور اس کے ساتھ ہی تحریک التوائے کار نمبر 70 ایک جیسی ہے۔ تو آپ اسے موو کرنا چاہیں گے ؟

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں اسے موو کر چکا ہوں اور آپ کی اجازت سے اسے پڑھ چکا ہوں۔ گزشتہ روز اس پر فیصلہ اس لیے پینڈنگ ہوا تھا کہ اس روز یہ غلط فہمی موجود تھی کہ آیا یہ تحریک التوائے کار رول آؤٹ ہو چکی ہے یا نہیں ہوئی ؟

جناب سپیکر : جی! صحیح بات ہے۔

چودھری محمد فاروق : تو ریکارڈ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ تحریک رول آؤٹ نہیں ہوئی تھی اس پر کوئی فیصلہ نہیں آیا تھا۔ یہ پینڈنگ ہو گئی تھی۔ میں اسے پڑھ چکا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ رول کے مطابق اس کی اہمیت کے پیش نظر فیصلہ کریں۔ کیونکہ ایک محکمے کو تحفتاً دی گئیں 200 موٹر سائیکلوں میں سے اگر 174 گم ہو جاتی ہیں تو اس معاملے کو باضابطہ قرار دے کر تحقیق کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لیے کہ اس میں حکومت کی بد نامی کی کوئی بات نہیں ہے۔ کسی محکمہ کے

اصلاح واحوال کی بات ہے۔ تو اس لیے ہر تحریک کو kill کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں اس کی اہمیت کے پیش نظر دوبارہ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ٹیکنیکلی بھی یہ تحریک التوائے کار بنتی ہے۔ لہٰذا اس کو باضابطہ قرار دے کر بحث کے لیے منظور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس میں سب سے پہلے تو یہ ہے کہ اس پر آج جو فیصلہ ہونا باقی تھا کہ یہ تحریک التوائے کار رول آؤٹ ہو چکی ہے یا نہیں ہو چکی۔ تو اس کی کارروائی میں نے دیکھی ہے اور میں نے اس کو خود پڑھا ہے۔ اس میں کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔ یہ تحریک التوائے کار رول آؤٹ نہیں ہوئی۔ اور اس لیے اس کو پھر ٹیک اپ کیا گیا ہے یہ genuinely کیا گیا ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر: جی سہیل ضیاء بٹ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب جیسا کہ یہ کہا گیا ہے کہ کوآپریٹو پر کورٹ کا فیصلہ آچکا ہے اور باقاعدہ ججوں کے نام بتا دیے گئے۔ تو فیصلے کے ہو جانے کی صورت میں کیا ایوان اس پر کوئی بحث کر سکتا ہے؟ اس پر آپ کی کیا رائے ہے؟

جناب سپیکر: یہ آپ کون سی بات کر رہے ہیں؟

(قہقہے)

جناب سہیل ضیاء بٹ: کوآپریٹو والی۔

جناب سپیکر: کوآپریٹو والی تحریک التوائے کار تو کبھی کی گزر گئی بٹ صاحب!

جناب سہیل ضیاء بٹ: میں نے آپ سے فیصلہ مانگا ہے۔

وزیر محنت (راجہ محمد خالد خان): جناب سپیکر! شیر زور آور جانور ہے جب جی چاہے بولے۔

(قہقہے)

جناب سپیکر: تو راجہ خالد صاحب مجھ سے شیر کے زور آور ہونے پر رولنگ مانگنا چاہتے ہیں۔

(قہقہے)

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ سوہاوے کا شیر ہے یا لاہور کا شیر ہے؟

آوازیں: لاہور کا شیر ہے۔

سردار طفیل احمد خان: جناب سپیکر! اگر اس عمل کو روکنا ہے تو پھر جناب طاہر شاہ کی سیٹ بدلنا ہو گی۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میری آپ سے استدعا ہے کہ واقعتاً میرے مرید طفیل احمد خان صاحب سے نشست کے لحاظ سے مجھے کہیں دور کر دیں یا انہیں مجھ سے دور کر دیں اور منتی صاحب کو ہمارے قریب لے آئیں۔

جناب سپیکر: تو محترم سہیل ضیاء بٹ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر اس بات کے بارے میں اٹھایا جا سکتا ہے جو اس وقت آپ کے سامنے زیر غور ہو۔آپ تشریف رکھیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: میں نے رولنگ مانگی تھی۔

(قہقہے)

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔آپ تشریف رکھیے۔جی، پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے سے exactly اس بات پر اور اس موضوع پر رولنگ طلب کی جا سکتی ہے جو معاملہ اس وقت فوری طور پر ایوان کے سامنے زیر غور ہو۔

میاں شہباز احمد: (پوائنٹ آف آرڈر)۔جناب والا! میں اپنے اسی پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے سے صرف اتنی درخواست کروں گا کہ جس موضوع پر اس وقت بات ہو رہی ہے۔میں اس کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ سہیل ضیاء بٹ صاحب کے لیے اگر قانون میں کوئی نرمی ہو سکتی ہے تو آپ نرمی کر دیں۔یہ زیادہ بہتر ہے۔یہ ہمارے دوست ہیں اور یہ "ببر شیر" ہیں اور ببر شیروں کے لیے ضروری ہے کہ قانون میں نرمی کر دی جائے تاکہ یہ جب مرضی چاہیں اٹھ کر بول لیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب والا! یہ دراصل بڑا ہی سنجیدہ معاملہ تھا اور اس پر میں نے آپ کی رولنگ مانگی تھی۔میں سمجھتا ہوں کہ جب اس میں تجز کا نام آیا اور یہ جو اس وقت کوآپریٹو کا بحران ہے اس کے بارے میں جو تحاریک ہیں ان کو روزانہ ملتوی کر دیا جاتا ہے۔میں نے آپ سے یہ رولنگ چاہی تھی کہ جب کورٹ کا کوئی فیصلہ ہو جائے تو کیا اس کے بعد اس پر کوئی بحث ہو سکتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس بارے میں آپ نے اپنی finding دینی تھی اور آپ نے اس معاملے میں نہیں۔بلکہ آپ نے تو میرے کھڑے ہونے پر رد عمل کا اظہار کیا ہے۔اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اس پر بھی کوئی اپنی رائے دے دیں جس پر میں اٹھا تھا اس طرح سے وہ معاملہ حل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: تحاریک التوائے کار نمبر 43اور70پر گورنمنٹ کی طرف سے کون صاحب نقطہ نظر پیش کریں گے؟

وزیر مال: جناب والا! گزارش ہے کہ اس پر جیسے آپ نے یہ حکم فرمایا اس پر تو ابھی فیصلہ ہونا تھا کہ آیا یہ ابھی ٹیک اپ ہو گی یا نہیں ہو گی۔ اگر جناب والا! آپ کا یہ فیصلہ ہے تو انشاء اللہ میں صبح اس کے بارے میں گورنمنٹ کا مؤقف بیان کر دوں گا۔

جناب سپیکر: جی۔ اس پر میں نے اپنا فیصلہ دے دیا ہے کہ اس کو genuinely ٹیک اپ کیا گیا ہے اور یہ ٹیک اپ ہو گی۔

وزیر مال: ٹھیک ہے جی! میں کل صبح اس کے بارے میں گورنمنٹ کا مؤقف بیان کر دوں گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 51، جناب رانا اکرام ربانی صاحب کی اور غلام سرور خان صاحب کی ہے۔ یہ ویسے ٹیک اپ ہوئی تھی لیکن یہ پیش نہیں ہوئی تھی۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! یہ پیش نہیں ہوئی تھی۔

جناب سپیکر: کیا آپ نے اسے ایوان میں پڑھ دیا تھا؟

رانا اکرام ربانی: جی نہیں۔

جناب سپیکر: تو آپ اسے پڑھیں۔

محکمہ معدنیات پنجاب کے ریجنل دفاتر کے حالات کار کی زبوں حالی

رانا اکرام ربانی:

میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ محکمہ معدنیات پنجاب صوبائی خزانے کے لیے ریونیو حاصل کرنے کا ذمہ دار نہ ہونے کے باوجود ریونیو کا اہم ذریعہ ہے۔ اس محکمے کے اہل کار متعلقہ وزارت کی عدم توجہی کے باعث اور غیر ضروری مقدمے بازیوں کے نتیجہ میں خوف و ہراس مایوسی اور بے چینی کی فضا میں کام کر رہے ہیں۔ جنہیں محکمہ کی جانب سے نہ ضروری تحفظ فراہم کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کی افرادی ذمہ داریوں کے لوازمات پورے کیے جا رہے ہیں۔ اس محکمہ کے چار ریجن راولپنڈی

،سرگودھا ،لاہور اور ڈیرہ غازی خان کے ذریعہ گزشتہ چار سال کے دوران مائنز کے ٹھیکوں کی صورت میں مجموعی طور پر 37کروڑ11لاکھ 7ہزار3سو روپے صوبائی حکومت کے خزانے میں جمع ہوئے تھے ۔جب کہ 92-1991ء کے دوران انہی مائنز کے نیلام کے ذریعے ایک ارب 16کروڑ 59لاکھ 4ہزار4سو روپے کی وصولی کا تخمینہ لگایا گیا اور اس محکمے کے ذریعہ حکومت کو موجودہ مالی سال کے دوران مجموعی طور پر ایک ارب62کروڑ75لاکھ 8ہزار3سو روپے کا ریونیو حاصل ہونے کی توقع ہے۔اس طرح یہ محکمہ ریونیو میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے جب کہ اس کے اہل کاروں کی کسمپرسی کا یہ عالم ہے کہ محکمہ کی طرف سے چنیوٹ ،سرگودھا ،راولپنڈی،اٹک اور میانوالی کے دفاتر کے فیلڈ افسروں کے لیے فراہم کی گئی تمام جیپیں ناکارہ ہو چکی ہیں اور یہ دفاتر غیر گاڑیوں کے کام کر رہے ہیں جب کہ فیلڈ کو دور دراز کے علاقوں میں معائنہ کی غرض سے جانا پڑتا ہے۔متذکرہ معدنیات کے تمام دفاتر کے ٹیلی فون عدم ادائیگی کی وجہ سے گزشتہ پانچ ماہ سے بند پڑے ہیں۔اس محکمہ کے کم وبیش تمام ملازمین کے ٹی اے بلوں کی ادائیگی نہیں ہوئی۔صوبائی سیکرٹری انڈسٹریز کی جانب سے اس محکمہ کی کارکردگی اور حالات کار کے بارے میں دو مختلف سمریاں وزیر اعلیٰ پنجاب کو بھجوائی گئی ہیں مگر ابھی تک کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی اگر متعلقہ وزارت کے حالات کار بہتر نہ بنائے گئے تو بہت جلد اس محکمہ کا شمار بھی "سفید ہاتھیوں" میں ہوگا۔اس سے صوبے بھر کے عوام میں بے چینی ،اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اسے زیر بحث لایا جائے۔

وزیر قانون :جناب سپیکر! یہ مسئلہ نہ تو recent occurrence کا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی public importance کا ہے اور جو facts دیے گئے ہیں وہ بھی حقائق پر مبنی نہ ہیں۔اس وجہ سے یہ تحریک التوائے کار قابل پذیرائی نہیں۔جناب والا! یہ تحریک التوائے کار جناب قائد حزب اختلاف کی طرف سے پیش کی گئی ہے ان کی اطلاع کے لیے اور ایوان کو آگاہ کرنے کے لیے صحیح صورت حال کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب والا! یہ بات حقیقت ہے کہ نیلامی سے ٹھیکہ جات کی منظور شدہ رقم پہلے کے مقابلہ میں زیادہ ہوئی ہے۔ لیکن تحریک میں درج شدہ رقومات صحیح درج نہیں کی گئی ہیں یا غلط پڑھ لی گئی ہیں گزشتہ مد میں ٹھیکوں کی رقم 37 ملین 117 ہزار 500 روپے ہے نہ 37 کروڑ 11 لاکھ 7 ہزار 600 اسی طرح 92-91ء کے منظور شدہ ٹھیکہ جات کی رقم 116 ملین 594 ہزار 400 روپے ہے نہ کہ 16 کروڑ 59 لاکھ 4 ہزار 4 سو روپے۔ اسی طرح 92-91ء کے دوران مجموعی طور پر نئے اخراجات بشمول ٹھیکہ جات کی رقم 162 ملین 758 ہزار 3 سو روپے ہے نہ کہ ایک ارب 62 کروڑ 75 لاکھ 8 ہزار 3 سو روپے ہے۔ مزید برآں ایک سمری برائے وزیر اعلیٰ مورخہ 91-9-4 کو بھیجی گئی جو کہ حکومت کے زیر غور ہے اور اس کے بارے میں چیف سیکرٹری حکومت کے زیر غور ہے اور اس کے بارے میں چیف سیکرٹری حکومت پنجاب محکمہ خزانہ سے میٹنگ کر رہے ہیں ایک دوسری سمری کا مسودہ برائے وزیر اعلیٰ 92-7-4 کو بھی بھجوایا گیا حکومت اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے اس مسئلہ سے cognizant ہے جیسا کہ میں نے یہ بتایا ہے کہ دو سمریاں اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ کو بھیجی جا چکی ہیں حکومت اس مسئلہ سے cognizant ہے اور حکومت اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے ان ملازمین کی مشکلات کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے ان حقائق کے پیش نظر میں توقع کروں گا کہ قائد حزب اختلاف اس تحریک کو پریس نہیں فرمائیں گے کیونکہ اس سلسلے میں پہلے ہی حکومت cognizant ہے latest 92-7-4 کو ایک سمری وزیر اعلیٰ کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے۔ شکریہ۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں نے بھی اپنی تحریک التوائے کار میں اس بات پر زور دینے کی کوشش کی ہے کہ ایک ایسا محکمہ جو حکومت کے لیے ریونیو پر زور دینے کی کوشش ہے کہ ایک ایسا محکمہ حکومت کے لیے ریونیو اکٹھا کرتا ہے اس کی performance کو improve کرنے کے لیے ایک سمری بھیجی گئی پھر دوسری سمری بھیجی گئی اور انہوں نے اس بات کی تصدیق بھی کی کہ یہ سمری 92-7-4 سے چیف منسٹر کے پاس پڑی ہے۔ جناب والا! میں اسی طرز عمل کو اپنی اس تحریک التوائے کار کے ذریعے سے ایوان میں زیر بحث لانا چاہتا تھا اس کو انہوں نے یہ مان بھی لیا ہے کہ یہ پریکٹس ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اگر اس کو admit بھی کر لیا جائے پھر اس پر بحث ہوتی ہے اب آپ نے سے پیش بھی کر لیا اور اس پر بات بھی کر لی اور وزیر قانون صاحب نے اس کا جواب بھی دے دیا اور اس سلسلے میں انہوں نے یقین دہانی بھی کرا دی۔ تو اب آپ کا کیا خیال ہے کہ اسے مزید زیر بحث لانے کی ضرورت ہے؟

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! ہر تحریک التوائے کار پر یہی کہا جاتا ہے کہ اس کا مقصد حکومت کی توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس کے لیے روٹز میں تھوڑی سی ترمیم کر لی جائے کہ

پہلے تحریک التوائے کار پڑھی جائے پھر وزیر قانون اس کا جواب دیں، پھر میں اپنی بات کروں ،اگلا محرک نمبر پڑھ دے پھر اس سے اگلا پڑھ دے ۔اگر یہ تھوڑی سی یقین دہانی کرا دیا کریں کہ ایک مہینہ کے اندر یا پندرہ دن کے اندر اس پر کوئی نہ کوئی عمل درآمد کر لیں گے پھر تو کوئی بات سمجھ میں آتی ہے کہ حکومت نے اس کا نوٹس لے لیا ہے اور حکومت واقعی اس پر کچھ کرنا چاہتی ہے ۔اس قسم کی vague سی یقین دہانی پہ آپ سمجھتے ہیں کہ اکتفا کر لیا کریں تو یہ ممکن نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن کے پاس یہی ایک weapon ہوتا ہے کہ جس کے ذریعے وہ حکومت کی بے قاعدگی کو سامنے لاتے ہیں اور اس کے حوالے سے حکومت اگر اپنے آپ کو ایوان کے سامنے سمجھتی ہے تو اسے ٹھوس قسم کی یقین دہانی ایوان میں کرانی چاہیے کہ کوئی مسئلہ کب تک حل ہو جائے گا ۔یہ پہلی سمری 4-2-92 کو گئی ،دوسری سمری 4-7-92 کو گئی ۔وہ بھی ابھی تک التوا میں پڑی ہے ۔یہ اگر تھوڑی سی وضاحت کر دیں کہ کب تک اس پہ کچھ نہ کچھ عمل درآمد ہو جائے گا یا سمری واپس آجائے گی۔

جناب سپیکر :جناب وزیر قانون اس پر مزید کچھ ارشاد فرمانا پسند کریں گے ؟

وزیر قانون وپارلیمانی امور :جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار جو قائد حزب اختلاف نے یہاں پیش فرمائی ہے ،میں ان کے احترام میں اتنی تفصیل میں گیا ہوں ورنہ فنی طور پر یہ اہمیت عامہ کا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی حالیہ وقوع پذیر مسئلہ ہے ۔وہی ہتھیار جو وہ میرے خلاف استعمال کر رہے ہیں حقیقت میں وہی ان کے خلاف استعمال ہو رہا ہے ۔جو سمری 4-7-92 کو بھیجی جا چکی ہے وہ حالیہ وقوع پذیر مسئلہ کیسے بنتی ہے اور وہ تحریک التوائے کار کے لیے بنیاد کیسے فراہم کرتی ہے ۔اس لیے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ نہ تو یہ اہمیت عامہ کی حامل ہے اور نہ ہی حالیہ وقوع پذیر مسئلہ ہے ۔یہ انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ کے بھی ایک چھوٹے سے سیکشن کے متعلق ہے جس کے بارے میں یہ تحریک التوائے کار لا رہے ہیں ۔ تحریک التوائے کار کا مقصد تو حکومت کو کسی مسئلے کے بارے میں cognizant کرنا ہوتا ہے اور حکومت پہلے ہی اس مسئلے کے بارے میں cognizant ہے ۔حکومت اپنے محدود وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے ان ملازمین کے مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔ان حقائق کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار کسی بھی طرح تحریک التوائے کار کے زمرے میں نہیں آتی ۔اس کو خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب سپیکر : جناب قائد حزب اختلاف چاہتے تھے کہ اس کے متعلق پراگریس کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیتے تو شائد وہ اس پر زور ہی نہ دیتے ۔ورنہ اس کا technical aspect تو ہے ہی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : میں نے قائد حزب اختلاف کی تسلی کے لیے یوسف زلیخا کی کہانی پڑھ کے سنائی ہے اب اس کے بعد وہ مزید کس قسم کی یقین دہانی چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا ہے کہ 4-7-92 کو جناب چیف منسٹر صاحب کو یہ سمری چلی گئی ہے ،اس کے بعد محکمہ خزانہ نے بھی اپنے views دیئے ہیں ، چیف سیکرٹری نے اس بارے میں نوٹس لیا ہوا ہے ، محکمہ خزانہ والے میٹنگ کر رہے ہیں ،ادھر سیلاب آگیا ہے، حکومت کی اپنی constraints ہوتی ہیں ، یہاں یہ مجھ سے ایوان میں commit کرانا چاہتے ہیں کہ ہم یہ کہیں کہ ان کی تنخواہیں بڑھا دیں گے اور پھر وہ بات پوری نہ ہو تو یہ میرے خلاف تحریک استحقاق لے آئیں۔ اگر یہ اس قسم کا میٹیریل مجھ سے فراہم کرانا چاہتے ہیں تو اس پہ میں قطعی طور پر تیار نہیں ہوں۔ آپ مہربانی کر کے اس کو technically take up کریں۔ ان کی تسلی کے لیے میں نے ان کے احترام میں پوری کوشش کی ہے اور ان کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ اس مسئلہ پہ حکومت cognizant ہے۔ حکومت غریب ملازمین کے اس مسئلے پر انتہائی ہمدردی سے غور کرے گی اور اپنے محدود مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کو حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ شکریہ!

رانا اکرام ربانی :ان کے خدشے کے پیش نظر کہ اگر میں کوئی مقرر تاریخ دے دوں اور وہ پورا نہ ہو سکے تو ان کے خلاف تحریک استحقاق لے آئیں گے،ان کے خدشے کو محسوس کرتے ہوئے ہم نے یہ بات محسوس کی ہے کہ اگر وزیر قانون حکومت کی طرف سے کوئی یقین دہانی کرا بھی دیں تو حکومت اس کو سنجیدگی سے نہیں لے گی میں اپنی تحریک التوائے کار پر زور نہیں دیتا۔

جناب سپیکر :رانا صاحب ! اس تحریک التوائے کار پر زور نہیں دیتے اور اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

امن عامہ کی صورت حال پر بحث

جناب سپیکر :آج امن وامان کی صورت حال پر بحث کا دوسرا روز ہے اور میرے پاس جو نام آئے ہیں ان میں رانا صاحب بھی اپنی افتتاحی تقریر کر چکے ہیں،فرید احمد پراچہ صاحب بات کر چکے ہیں ،جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب بھی بات کر چکے ہیں،ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب،ڈاکٹر وسیم اختر صاحب ،میاں محمود الرشید صاحب ملک محمد دین صاحب ،چودھری اصغر علی گجر صاحب،حاجی احمد خان ہرل

صاحب، شوکت داؤد صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ میں سے کون صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ سیفی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں، ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اگر آپ اس بحث کو کل تک کے لیے بڑھانا چاہتے ہیں تو مجھے کچھ اعداد و شمار کی ضرورت ہے وہ میں حاصل کر لوں گا۔

جناب سپیکر: میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کتنے صاحبان بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں اگر زیادہ اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو وقت بڑھایا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شوکت داؤد صاحب، حاجی ملک گلاب خاں صاحب، چودھری محمد فاروق، چودھری واجد علی خاں، چودھری عتیق الرحمٰن صاحب، پیر احمد شاہ کھگا صاحب، ملک جلال دین ڈھکو صاحب، جناب بادشاہ خان آفریدی صاحب، حاجی غلام آفریدی صاحب، ملک عباس کھوکھر صاحب، محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ، جناب جیا مین رضوی، نور محمد تارڑ صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل: اگر کل تک بحث جاری رکھنی ہے تو میں کل بات کر لوں گا ورنہ آج کے لیے میرا نام لکھ لیں۔

جناب سپیکر: چودھری محمد حنیف صاحب، جناب کوثر صاحب، ملک صاحب اور جناب علی حسن رضا قاضی صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ میرے پاس پچیس معزز اراکین اسمبلی کے نام ہیں جو امن و امان کی صورت حال پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اس ڈیڑھ گھنٹے میں پچیس اراکین بات نہیں کر سکیں گے اس لیے ہم کل کا دن مزید امن و امان کی صورت حال کے لیے مخصوص کرتے ہیں۔ اس میں حکومت کو کوئی اعتراض نہیں۔ میاں منظور احمد موہل صاحب بھی اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ تو اس میں میں ان صاحبان کو ترجیح دوں گا جو سیلاب کی صورت حال پر بات نہیں کر سکے۔ آج کون صاحب بحث پر آغاز کرنا چاہیں گے۔۔۔۔۔۔چودھری محمد فاروق صاحب بات کرنا چاہیں گے تو بسم اللہ کیجیے!

چودھری محمد فاروق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس انتہائی اہم موضوع پر اظہار خیال کے لیے مجھے موقع دیا ہے۔ جناب والا! یہ ایک ایسا موضوع ہے

جو کسی بھی حکومت کی پالیسیوں اور حکومت کی انتظامی گرفت کی عکاسی کرتا ہے۔

(اس موقع پر جناب ایس اے حمید صاحب کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: چودھری صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! بے شک معاشرے کے اجتماعی مسائل مصائب اور مشکلات امن عامہ کی صورت حال پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! امن عامہ کی حالی کی اصل ذمہ داری وقت کی حکومت، انتظامیہ اور بر سر اقتدار طبقہ کے ذمے ہوا کرتی ہے۔ عوام ووٹ دے کر جب نمائندوں کو اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں تو اس جمہوری دور میں انھیں توقع ہوتی ہے کہ ان کے اپنے نمائندوں کی وجہ سے انہیں نہ صرف یہ کہ امن ملے گا، سکون ملے گا، تحفظ ملے گا، چادر اور چار دیواری کا تقدس حال ہوگا بلکہ وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ انصاف ان کے دروازوں تک پہنچے گا، ان کے گھر تک پہنچے گا۔ لیکن جناب سپیکر! جب امن عامہ کی یہ صورت حال ہو جائے اور حکومت کی طرف سے اس قسم کی باتیں سامنے آنا شروع ہو جائیں کہ مجرموں کے ہاتھ لمبے ہیں تو پھر اس وقت قانون پر عمل درآمد نہیں ہو سکتا اس وقت مجرمانہ ذہنیت پرورش پاتی ہے اور تقویت پکڑتی ہے۔ امن عامہ کسی بھی صورت حال میں اس انداز میں حال نہیں ہو سکتا کہ جب ہم یہ کہیں کہ ہم کمزور ہیں، حکومت کمزور ہے، انتظامیہ کمزور ہے، ہمارے وسائل تھوڑے ہیں اور مجرموں کے وسائل بڑھ گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجرموں کے مقابلے میں ہم اپنی کمزوری تسلیم کرتے ہیں اور جب ہم اپنی کمزوری کو تسلیم کر لیں گے تو پھر مجرموں کی بیخ کنی نہیں ہو سکے گی تو پھر امن عامہ جناب سپیکر! حال نہیں ہو سکتا، قائم نہیں ہو سکتا اور جناب والا! انتظامیہ کی مستعدی اور کارگزاری کا پتا اسی بات سے چلتا ہے کہ معاشرے کو کتنا تحفظ میسر ہے، کتنا سکون میسر ہے۔ آج معاشرے اور صوبے کی بات تو میں بعد میں کروں گا۔ آپ لاہور کو لیجیے جو کہ صوبے کا دارالحکومت ہے یہاں پر حکومت کے اصلی کل پرزے اور ہیڈ کوارٹر موجود ہیں لیکن لاہور کے شہریوں کو ڈاکوؤں اور ڈکیتیوں کی اس فضا میں رات کو نیند نہیں آتی اور دن کے وقت تاجر دکانداری کے بعد گھروں کو جاتے ہوئے اپنی زندگی سے بھی ڈرتے ہیں چہ جائیکہ وہ اپنی پونجی کو سنبھال سکیں۔

جناب سپیکر! اغواء کی وارداتیں صرف عورتوں کی حد تک نہیں ہیں بلکہ معصوم بچوں کو اغواء کیا جاتا ہے۔ لاہور کے اس شہر، پنجاب کے اس دل سے معصوم بچوں کو اغواء کیا جاتا ہے اور تاوان لینے تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! ان معاملات کو روکنے کے لئے عملی طور پر جو

صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم کیے بیٹھے ہیں کہ یہ مجرم ہم سے بہت آگے ہیں ،ان کے وسائل بہت زیادہ ہیں اور ہمارے وسائل نہیں ہیں اور جناب سپیکر! جب آپ امن کی بات کرتے ہیں تو اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ اس کے بے شمار factors ہیں۔ پولیس اس کی بہت بڑی factor اور ذمہ دار تصور کی جاتی ہے۔لیکن معاشرے کے اندر جب عوام کو انصاف نہیں ملتا،بے روزگاری اس انداز میں ہے کہ ہم روزگار کے سلسلے میں دو سال سے یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ ملازمتوں سے پابندی اٹھادیں گے لیکن جناب سپیکر! دو سال سے لارا لپا دے کر اس معاشرے کے نوجوانوں کو جس ذہنی اذیت کی وادی میں دھکیلا جارہا ہے وہاں سے جرائم کے علاوہ اور کوئی بات پیدا نہیں ہوگی۔وہ نوجوان جن کی صلاحیتوں سے آپ نے کام لینا ہے آج اگر ان کو بے روزگاری کی وادی میں دھکیل کر یہ چاہتے ہیں کہ ان کی صلاحیتیں آپ کے کام آئیں تو نہیں یہ آپ کے کام نہیں آئیں گی بلکہ وہ اس حکومت کی کمزوری کی بنیاد بنیں گی اور اگر اس روزگار سے پابندی نہیں اٹھائی جاتی،نوجوانوں کو ملازمتیں نہیں دی جاتیں اور سہولتیں دینے کے بعد ،ان کی کامیابی کے بعد انہیں نوکری نہیں دی جاتی ،تو ان کے ذہنوں میں انتشار پیدا ہوگا ،ان کے گھر میں انتشار پیدا ہوگا ،اس گاؤں اور محلے میں انتشار پیدا ہوگا اور پھر صوبے کے اندر انتشار پیدا ہوگا جسے پھر حکومت کنٹرول نہیں کر سکے گی۔

جناب والا! بے روزگاری کی لعنت کو اب آپ اگر ختم نہیں کرتے تو اس صورت حال میں آپ مزید دیکھیے کہ آپ کی یونیورسٹیاں جہاں سے نوجوانوں نے تعلیم لے کر آنا ہے وہ اسلحہ گاہیں بن چکی ہیں۔ان اسلحہ گاہوں کو کس نے کنٹرول کرنا ہے ؟حکومت نے کرنا ہے ؟یونیورسٹی نے کرنا ہے ؟ آپ نے کرنا ہے ،ہم نے کرنا ہے۔ہم ان اسلحہ گاہوں کو تربیت گاہوں اور تعلیمی تربیت گاہوں میں تبدیل کرنے کے لیے کسی قسم کی منظم پالیسی اختیار نہیں کر رہے ہیں۔جناب سپیکر! براہ کرم ہاؤس in order کیا جائے۔

جناب چیئرمین :آرڈر پلیز ،آرڈر پلیز۔

چودھری محمد فاروق : جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ وہی بچے جب اسلحہ اور کلاشنکوف کی گود میں پڑھنے اور پلنے کے بعد وہ امتحان دیتے ہیں تو ان امتحانی سنٹرز پر بھی قبضہ گروپوں کے ذریعے سے امتحان پاس کریں گے۔وہ جس شعبے میں بھی جائیں گے پولیس میں جائیں، اے سی بن جائیں،انتظامیہ میں جائیں،بیوروکریسی میں جائیں جس جگہ بھی جائیں گے وہ کرپشن کریں گے ،معاشرے کو

خراب کریں گے،اس کو تباہ کریں گے،اس میں بگاڑ پیدا کریں گے اور ان کے پیدا کیے ہوئے بگاڑ کو یہ عوام کے منتخب نمائندے بھی نہیں سدھار سکتے اور جناب سپیکر! حکمران کہیں گے ،برسر اقتدار طبقہ کہے گا کہ صوبے کی امن عامہ کی حالت درست ہے لیکن جناب سپیکر! میرا ایک سوال ہے آپ سے ،اس حکومت سے اور ان نمائندوں سے ،یہ نمائندے جو یہاں پر بیٹھے ہیں ان کی اکثریت مسلمان ہے کہ ذرا اپنے ایمان کی طرف دیکھو۔جناب والا! ہم مسلمان ہیں اور قرآن پاک کی بے حرمتی ہمارے دور میں ،ہمارے دور اقتدار میں ہمارے صوبے کے اندر ہوتی ہے ،قرآن پاک صدیق اکبر مسجد چنیوٹ میں جلائے جاتے ہیں ۔خدا معاف کرے۔فیصل آباد میں قرآن پاک جلتا ہے۔ اس حکومت کو ہوش نہیں ہے،ان نمائندوں کو ہوش نہیں ہے،فرصت نہیں ہے کہ اس کا فیصلہ کر سکیں اور جو ملزم ہیں انہیں بر سر عام کسی قانون سے بھی بالا تر ہو کر سزا دی جائے جو لوگ قرآن پاک جلاتے ہیں وہ ایمان کے مجرم ہیں ،اسلام کے مجرم ہیں ،دین کے مجرم ہیں،ان کو سزا دینے میں کسی صورت میں بھی سستی ہمیں برداشت نہیں کرنی چاہیے۔جناب سپیکر! ابھی تک لوگ سوچ رہے ہیں کہ کس نے جلائے ہیں ،کون جلانے والا ہے ؟کیا اس سے ہماری سیاست پر تو اثر نہیں پڑ جائے گا۔

جناب سپیکر! جو لوگ اپنی سیاست میں مصلحت اختیار کرتے ہیں قرآن پاک کی بے حرمتی کرنے والے مجرموں کو بچانے کے لیے ان کی سیاست کبھی بھی پروان نہیں چڑھے گی۔ وہ قطعاً آگے نہیں جا سکتی۔اس لیے میری قائد ایوان سے بھی یہ گزارش ہے کہ باقی کیس ایک طرف لیکن قرآن پاک کے جو مجرم ہیں انہیں فی الفور سزا دی جائے جو بیوروکریسی اور پولیس کے سربراہ ہیں ان سے بھی میری یہ گزارش ہے کہ آپ 10 نہیں 20 اغواء کے کیس ٹریس کر لیں،کسی قاتل کو جیل بھیج دیں ان سے بڑا کارنامہ یہ ہو گا کہ آپ لوگ قرآن پاک کے مجرموں کو پھانسی کے تختے پر پہنچانے کے لیے انتظامیہ سے تعاون کریں اور جناب سپیکر! یہی نہیں عارف والا میں صحابی رسول حضور اکرم ﷺ کے جانثار ساتھی حضرت عمر فاروقؓ اور ان کی شخصیت کی بے حرمتی کی گئی ،ان کا پتا تک نہیں بتایا گیا۔ لیکن جناب سپیکر! ان کو کیا سزا ملی ؟ کیا اس ایوان کو فرصت ہے کہ وہ اس بارے میں سوچیں ؟ہمارے معاشرے کے اندر اس قسم کے جرائم ہو رہے ہیں اور ہمیں اقتدار کے ایوانوں کی چاپلوسی کرنے سے ہی ہوش نہیں ہے پھر اس صورت حال میں معاشرے کے اندر امن عامہ نہیں آسکتا۔ہم تو اللہ کے قرآن کو جس کو ہم ماننے والے ہیں اس کو نہیں سنبھال سکتے باقی معاشرے میں ہم کیا امن قائم کریں گے۔

جناب سپیکر! اس سے بات ذرا آگے چلیے تو معاشرے کے اندر جو اس وقت صورت حال ہے میں اس بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پیشتر اس کے کہ آپ اپنی گھنٹی کے ذریعے سے مجھے ہٹانے کی کوشش کریں۔ جناب والا! پولیس پہ باقی ممبران ساتھی بھی الزام دیں گے۔ میں بھی الزام دوں گا اس وقت اس میں شک نہیں کہ پولیس فورس بنیادی طور پر ایک تشدد فورس کا روپ اختیار کر چکی ہے عوام کو تحفظ دینے کی بجائے ان پر تشدد کر کے نمبر بنا کے اور ملزموں کی تعداد پوری کر کے جو ایف آئی آر میں لکھی ہوئی ہے بجائے اس کے کہ اصل مجرم پیش کیے جائیں اور ان کے ذریعے سے انصاف حاصل کیا جائے اس کی بجائے ملزموں کی تعداد اور مقدموں کے نمبرز کے پیچھے پولیس پڑی ہوئی ہے۔ اس طریقے سے معاشرے میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ لیکن جناب والا! میں پولیس کو discuss کرنے سے پہلے ان کے بارے میں چند تجاویز دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں کہ آپ پولیس افسران کی تنخواہیں بڑھائیں اور ان کی نفری میں فی الفور اضافہ کیا جائے۔ موجودہ نفری سے tripple تعداد میں اضافہ کیا جائے پھر معاشرے کے اندر امن کے لیے یہ فورس آپ کے کام آ سکتی ہے اور ہر تھانے میں ایس ایچ او اور عملے کے لیے ایک گاڑی اور ایک یا دو موٹر سائیکل مہیا کرنے چاہئیں اور ان کی جو چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ہے اس کو ختم کیجیے۔ یہ بھی انسان ہیں یہ جب اونگھتے ہوئے اور نیند کی حالت میں ڈیوٹی دیں گے تو یہ اصل ڈیوٹی نہیں دیں گے۔ جہاں ان کی تنخواہیں بڑھانے کی ضرورت ہے وہاں ان کی ڈیوٹی 8 گھنٹے کی جائے اور وزراء اور باقی لوگوں کی جو پروٹوکول ڈیوٹی ہے جو پولیس ادا کرتی ہے یہ ان کی پروٹوکول ڈیوٹی ختم کی جائے اور جناب سپیکر! تفتیش کی صورت حال یہ ہے کہ وہی افسر مقدمہ درج کرتا ہے، وہی تفتیش کرتا ہے، وہی چالان کرتا ہے۔ ایف آئی آر درج کرانے والی ایجنسی مختلف ہونی چاہیے تفتیش کرنے والی ایجنسی مختلف ہونی چاہیے۔ تاکہ عوام کو انصاف مل سکے اور پھر انصاف کی کیا صورت حال ہے۔ جنوری 1989ء سے لے کر اب تک ایک مجرم بھی پھانسی نہیں لگا۔ کیا جتنے قتل ہوئے وہ قانون کے دائرے میں رہ کر ہوئے۔ جتنے قاتل تھے انہوں نے قانون کو اپنے اعتماد میں لے کر لوگوں کو قتل کیا۔ اس صوبے کے اندر ایک ایک روز میں 30 سے لے کر 60 قتل ہوتے ہیں لیکن پھانسی کون لگتا ہے، سزا کسے ملتی ہے۔ کسی کو نہیں۔ کیا یہ مجرم پولیس سے ملے ہوئے ہیں؟ کیا یہ انتظامیہ سے ملے ہوئے ہیں اور اگر انہیں سزا نہیں ملتی، انہیں پھانسی نہیں ہوتی تو یہ قصور کس کا ہے؟

جناب سپیکر! ہمیں عدالتوں کی عزت، احترام اور تقدس حال رکھنا چاہیے لیکن عدالتوں میں

ہو کیس چلتا ہے اس پہ چھ چھ سال سے لے کر پندرہ پندرہ سال تک فیصلہ نہیں ہوتا۔ جب عدالتیں فی الفور انصاف نہیں کریں گی انصاف نہیں دیں گی تو معاشرے کے اندر امن عامہ قائم نہیں ہوگا۔ لیکن عدالتوں کو کس نے direction دینی ہیں۔ ان کے لیے رولز کس نے بنانے ہیں۔ ان کے لیے قوانین کس نے بنانے ہیں، وہ ہم نے بنانے ہیں، وہ ہماری حکومت نے بنانے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب wind up کریں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے اور آپ کی رولنگ سے پہلے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میری کم از کم اس سیشن میں 6 تحریکیں ہیں اور پچھلے سیشن میں آپ نے 15 تحریکیں اس لیے kill کیں کہ جب امن عامہ پر بحث ہوگی تو آپ ان تحریکوں کے حوالے سے بات کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں مجھے دس منٹ بات کرنی ہے تو آپ رولنگ دیں کہ جو میری تحریکیں ہیں اس کے علاوہ الگ ان پر بات کر سکوں۔ ابھی تو میں نے آپ کے سامنے کسی ایک تحریک کا ذکر بھی نہیں کیا اور جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ پولیس کے پاس ایک ضابطہ فوجداری 54 ہے رات کے وقت اگر کوئی شریف آدمی باہر بھی چل رہا ہو تو اسے یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی شکل اچھی نہیں اس لیے ہمیں لگتا ہے کہ یہ جرم کرے گا اگر ایک شخص نے کپڑے پھٹے ہوئے پہنے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کے کپڑے ایسے لگتے ہیں کہ جیسے مجرم ہو اس لیے شک پڑتا ہے کہ یہ قتل کرے گا یا کوئی جرم کرے گا۔ لہٰذا اس کو پکڑ کر تھانے بٹھا لیا جائے۔۔۔

شیخ محمد طاہر رشید: (پوائنٹ آف آرڈر) جناب سپیکر! چودھری فاروق صاحب نے فرمایا ہے کہ پولیس والے روک کر شکلیں دیکھتے ہیں اور خوبصورت لوگوں کو پکڑ کر تھانے میں بٹھا دیتے ہیں اور ان کا چالان کر دیتے ہیں تو محترم چودھری صاحب بھی بڑے خوبصورت اور حسین ہیں تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ پولیس والوں نے کبھی ان کو بھی روکا ہے اور چالان کیا ہے۔

چودھری محمد فاروق: مجھے دوسروں کی عزت کا بھی احساس ہے اور میں انشاء اللہ اپنی عزت بھی کرنا اور کروانا جانتا ہوں۔ مجھے پولیس کیا پکڑے گی میں طاہر رشید صاحب کے ساتھ رہا نہیں کہ پولیس مجھے پکڑتی۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں نے تو کبھی یہ نہیں کہا کہ مجھے پولیس نے پکڑا ہے جیسے یہ فرما رہے ہیں کہ پولیس تو خوبصورت لوگوں کو پکڑتی ہے اور ان کے حسن و جمال کے اوپر تو کوئی شک

نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! معاشرے میں امن کی کیا صورت حال ہے میں آپ کے سامنے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی سٹیٹمنٹ جو 16اکتوبر کو اخبار میں آئی پیش کرتا ہوں۔انہوں نے کہا کہ معاشرہ پستی کی طرف جا رہا ہے عورتیں اکیلے آنے جانے سے احتیاط کریں، چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ۔

میرے خیال میں چیف جسٹس نے یہ اسلام پیش کیا کہ ہمارے معاشرے کے اندر اس وقت کیا صورت حال ہے اور پولیس والوں کی کتنی مہربانیاں ہیں۔ اسی روز کے اخبار کی ایک خبر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ پولیس والوں کا شادمان میں بوڑھی خاتون پر تشدد، دروازہ توڑ کر پولیس والے اندر گھسے اور خاتون کو مارتے گھسیٹتے جیپ تک لے گئے۔جناب والا! یہ اخبار میں آپ کے ریکارڈ میں اس لیے دینا چاہتا ہوں کہ آپ اسے رکھیں اور بوڑھی عورت کی عمر کی حالت دیکھیں اور محافظوں نے جو تحفظ فراہم کیا ہے اس کی صورت حال بھی آپ کو دیکھنی چاہیے اسی کے نیچے خبر ہے کہ ڈاکوؤں کے خوف سے لاہور میں پناہ لینے والے تاجر کے گھر میں دس لاکھ کی ڈکیتی۔

جناب سپیکر! جو ڈاکوؤں کے خوف سے کسی دوسرے شہر سے لاہور میں آیا وہ یہاں آکر اپنا دس لاکھ گنوا بیٹھا اور جناب والا! اگر آپ 18اکتوبر یعنی آج کی اخبار اٹھا لیں تو روزنامہ جنگ کے آخری صفحہ پر 70سالہ بوڑھے کی تین بیٹیاں سوتیلے بھائیوں نے اغواء کر لیں۔ہائی کورٹ کے حکم پر بھی ملزم پکڑے نہ جا سکے دلچسپی کی بات یہ ہے کہ پولیس آفیسر نے جو جواب دیا وہ ذرا غور سے سنیں۔پولیس انسپکٹر نے کہا عدالت عالیہ نے مقدمہ درج کرنے کا حکم دیا ہے ملزم گرفتار کرنے کا نہیں۔بوڑھے سے رشوت لی، تھانے کا فرنیچر بھی بنوایا اور جناب سپیکر! اس کے بعد کیا کیا، سفید کاغذ پر انگوٹھا لگوا لیا اور حوالات میں بند کر دیا۔

جناب سپیکر! یہ آپ کا اور ہمارا انصاف ہے۔ اس کے ساتھ دوسری خبر 5لڑکیوں کا اغوا دو مزدور کی بیٹیاں تھیں تین نے زمیندار کی نوکری کرنے سے انکار کر دیا تھا۔جناب والا! کہاں امن عامہ کبھی مزدور کی بیٹی لٹتی ہے، کبھی غریب کی بیٹی اغوا ہوتی ہے لیکن ان کو کسی۔۔۔۔

جناب چیئرمین: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز! میں معزز ممبران سے درخواست کرتا ہوں کہ ہاؤس کو in order رکھیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! اس کے بعد اخبار میں ایک اور خبر ملاحظہ فرمایئے کہ پائلٹ سکول وحدت کالونی میں زبردست ہنگامہ ، تھانے پر پتھراؤ، لاٹھی چارج اور 150 طلباء گرفتار۔ جناب والا! جس سکول کے بچوں میں انتشار اور ذہنی انتشار کی یہ پوزیشن ہے کہ ایک دن میں پولیس 150 بچوں کو گرفتار کرتی ہے تو آپ صوبے میں کس امن کی بات کرتے ہیں اور کیسے کرتے ہیں ۔ جناب سپیکر! یہ بھی میں آپ کے ریکارڈ کے لیے رکھتا ہوں اور اس کے بعد میں 5 اکتوبر کی بڑی تازہ خبریں آپ کو سنا رہا ہوں جو اخباروں کے لحاظ سے تازہ ہیں "بیٹے کی گرفتاری کے بعد فاقہ پر نوبت آگئی تھی رشوت کہاں سے دیتے ۔"جناب سپیکر! 5 اکتوبر کی نوائے وقت کا آخری صفحہ ملاحظہ کیجیے۔اسی میں ایک دوسرے واقعہ کے بارے میں ایک خبر ہے کہ ماموں کانجن کی مظلوم عورتوں کے حق میں کسی نے گواہی نہیں دی۔ جناب سپیکر! ظلم اور جبر کا یہ دور کہ جو گواہ ہیں وہ اپنے کیس کے حق میں گواہی دینے کے لیے تیار نہیں ۔اس لیے کہ انہیں جان کا خطرہ ہے اور اگر پولیس گواہوں کو جان کا تحفظ نہیں دے سکتی تو پھر عدالتوں سے بھی کسی مظلوم کو انصاف نہیں مل سکتا۔

اور پھر جناب سپیکر! اسی اخبار میں ایک اور خبر ہے کہ نقب زن صرافہ بازار سے تین لاکھ سے زائد کا سونا اور نقدی لے گئے ۔ایک اور خبر جس میں لکھا ہے کہ پراپرٹی ڈیلر کے گھر اندھا دھند فائرنگ بارہ سالہ لڑکی جاں حق اور جناب سپیکر! اسی اخبار میں اسی صفحے پر ایک اور خبر سول لائنز تھانے میں محنت کش پر تشدد "تک مکا" کے بعد چھوڑ دیا گیا اور جناب سپیکر! یہ بھی لکھا ہے کہ کرکٹ کھیلتے ہوئے کو زبردستی پکڑ لائے ،مار مار کر بھرکس نکال دیا، پولیس کی مہربانی اور نوازش۔

جناب سپیکر! ایک اور خبر گورنمنٹ کالج کے پروفیسر کے گھر کلاشنکوفوں سے مسلح چار ڈاکوؤں کا حملہ۔ پروفیسر کے بیٹے کی فائرنگ سے ڈاکو زخمی ،دیگر ڈاکو اسے گھسیٹ کر لے گئے۔ جناب سپیکر !آپ کی بے چینی مجھے نظر آرہی ہے لیکن میں کیا کروں میرا ضمیر بھی یہ کہتا ہے کہ ہمارے اس صوبے کے اندر جس کے تحفظ کے لیے ذمہ داری آپ کے اور ہمارے کندھوں پر ہے اس کی صورت حال کیا ہے ؟

جناب سپیکر! مجھے معلوم ہے کہ میری تقریر سے امن قائم نہیں ہوگا۔اس لیے کہ جب تک انتظامیہ کو حکومت کی طرف سے واضح اور مثبت پالیسی نہیں ملتی۔جب تک یہ انتظامیہ حکومت کی پالیسیوں پر مثبت طریقے سے عمل نہیں کرواتی اس وقت تک امن قائم نہیں ہوتا۔لیکن جناب سپیکر! اتنا ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے ،یہ حکومت کی کیبنٹ میں بیٹھے ہوئے

وکلاء سے لے کر وزرائے کرام سے لے کر بیوروکریسی اور ضلعی انتظامیہ سے لے کر تحصیل لیول پر بیٹھی ہوئی انتظامیہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے اور ان کی یہ ڈیوٹی ہے کہ معاشرے کے اندر امن عامہ قائم کریں۔ جناب سپیکر! آخر میں میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت اور انتظامیہ کی طرف سے صرف یہ کہہ کر کہ صورت حال بہت اچھی ہے وہ اس سے مبرا نہیں ہو سکتی اور صرف یہ کہہ کر کہ چند ایم پی اے کو اپنے ساتھ ملا لو، ایم پی ایز کو کہیں کہ حکومت کے خلاف بات نہ کریں تو اس طرح سے امن عامہ بحال نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! آخر میں اس بات کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں اور اس توقع کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ آئندہ میں کسی دوسری تحریک کے ذریعے اس موضوع پر اظہار خیال کر سکوں گا۔ امن عامہ کے بارے میں حکومت کو ایک واضح پالیسی اپنانی چاہیے۔ صرف اور صرف بیان اور پالیسی سٹیٹمنٹ کے ذریعے صوبے میں امن قائم نہیں ہوگا۔ انصاف کے جلد حصول کے لیے مقدمات کے فی الفور فیصلے کروانے ہوں گے۔ بلکہ میں تو یہاں پر یہ مطالبہ کرنا چاہوں گا کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا جائے۔ اگر عدلیہ انتظامیہ سے الگ ہو جائے گی تو انشاء اللہ امن عامہ کے قائم کرنے میں آپ کو بہتر مواقع مل سکیں گے۔ میں اسی کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ چودھری صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر! ابھی پریس گیلری سے ہمارے صحافی بھائیوں کا ایک ڈیلیگیشن جس میں روزنامہ "نوائے وقت، مشرق، جنگ، آفتاب، پاکستان اور مساوات" کے نمائندہ حضرات شامل ہیں، انہوں نے اس بات کی طرف دردمندی کے ساتھ توجہ دلائی ہے کہ میں محترم سپیکر صاحب تک ان کے جذبات پہنچاؤں کہ وہ اپنی ڈیوٹی پورے طور پر یہاں سرانجام دیتے ہیں وہ یہاں بیٹھے رہتے ہیں لیکن ایوان میں ممبران کی حاضری بہت ہی قلیل ہوتی ہے اور دس، بارہ، پندرہ وہی افراد بیٹھے رہتے ہیں جنہوں نے خود خطاب کرنا ہوتا ہے۔ اپنی باری کے انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں اس لیے جناب سپیکر! آپ سے یہ گزارش ہے اور وزیر قانون بھی تشریف رکھتے ہیں ان سے بالخصوص اس بارے میں گزارش کی جائے کہ وہ اپنے ممبران کو پابند کریں کہ امن عامہ جیسے ایک انتہائی اہم موضوع پر، جہاں پورے صوبے کی صورت حال زیر بحث لائی جا رہی ہے نہ وزیر اعلیٰ موجود ہیں، وزرائے کرام کی ایک طویل فہرست میں سے یعنی وزرائے کرام میں سے نوے فی صد وزراء غیر حاضر ہیں۔ مشیران کرام میں سے

68فی صد غیر حاضر ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری حضرات میں سے 99 فی صد غیر حاضر ہیں یا شاید سو فی صدی۔ علاوہ ازیں ممبران کی بھی ایک کثیر تعداد موجود نہیں ہے تو اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ آپ توجہ دلائیں۔ میں کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کر رہا صرف یہی کہہ رہا ہوں کہ اس بارے میں آپ توجہ فرمائیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میں ذاتی نکتہ وضاحت پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! یہ وضاحت میں اس بارے میں کرنا چاہتا ہوں کہ فاضل رکن جناب فرید احمد پراچہ نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ اس وقت ہاؤس میں صرف وہی ممبران بیٹھے ہیں جنہوں نے تقریر کرنی ہے۔ میں ان کے اس نقطہ نظر سے اتفاق نہیں کرتا۔ تقریر تو صرف دس بارہ ممبران نے کرنی ہے اس وقت تو کافی ممبران بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس کے ساتھ یہ بھی عرض کروں گا کہ اپوزیشن کا بھی فرض بنتا ہے آپ اپنی طرف بھی دھیان کر لیں آپ کے کتنے اراکین بیٹھے ہوئے ہیں؟ ہمارا تناسب آپ سے بہتر ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! پراچہ صاحب کی یہ بات ******* ہے کہ حزب اقتدار نے ہمیشہ ایوان کی کارروائی میں دلچسپی لی ہے اور اس معزز ایوان کے اندر پریس نے کورم پوائنٹ آؤٹ کر کے اس دروازے سے باہر نکلتی ہوئی اپوزیشن بھی دیکھی ہے۔ باعث شرم ہے ان کے لیے یہ جملے کہنا۔ وہ پریس کی یہاں پر نمائندگی اس انداز سے کر رہے ہیں کہ جیسے تمام اپوزیشن یہاں پر بیٹھی ہو اور حزب اقتدار کے لوگ باہر بیٹھے ہوں۔ اب بھی دعوے سے کہتا ہوں کہ آکر دیکھیں کہ یہاں پر کتنے اللہ والے بیٹھے ہیں؟ اور کتنے گناہ گار اس ایوان کے اندر بیٹھے ہیں۔

جناب چیئرمین : وزیر قانون و پارلیمانی امور۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ un-precedented ہے۔ کبھی بھی ایسے نہیں ہوا کہ پریس سے فاضل اراکین حزب اختلاف کو چٹیں بھیجی جائیں اور اس طریقے سے پوائنٹ آف آرڈر کروایا جائے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا اور نہ ہی ایسا ہونا چاہیے اور نہ ہی ہم اس چیز کی اجازت دیتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! ہمارے کنڈکٹ پر اس طریقے سے بات کرنا کسی لحاظ سے درست نہیں ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ امن عامہ پر بحث کے دوران میں 1970ء سے اس اسمبلی کا ممبر چلا آرہا ہوں۔ جناب سپیکر! میں نے دیکھا ہے کہ چار آدمی بیٹھے ہیں اور رات کے بارہ بجے تک بحث پر بحث ہو رہی ہے

☆☆☆ (حکم جناب چیئرمین الفاظ حذف کیے گئے)

اور باقی آدمی اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں لیکن کسی نے بھی کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات کسی بھی لحاظ سے مناسب نہیں۔ خاص طور سے میں اپنے فاضل بھائی پراچہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس دن انہوں نے مہربانی فرمائی تھی اور آپ کی موجودگی میں اخبارات کے کنڈکٹ پر ایک دن بحث کے لیے مختص کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ اب اگر اس گناہ کا وہ کفارہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو وہ دوسری بات ہے۔ ورنہ یہ بات ہم سب کے لیے بہتر نہیں۔ یہ ایوان ہم سب کا مشترکہ ایوان ہے، ہم سب کی مشترکہ عزت ہے۔ اس قسم کی باتوں کی ہمیں اجازت نہیں دینی چاہیے۔ یہ ایک منصوبہ ہے۔ کل سرخیاں لگیں گی کہ انہوں نے یہ چٹ بھیجی اور یہ ہمارے منتخب اداروں کو بدنام کرنے کے لیے، جمہوری عمل کو کمزور کرنے کے لیے جو سازش کی جا رہی ہے یہ اس کا ایک حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی چیزیں ہو رہی ہیں ورنہ یہ un-precedented اور اس قسم کی چیزوں کا ہمیں نوٹس ہی نہیں لینا چاہیے۔ جناب سپیکر! میں اپنے اپوزیشن کے دوستوں سے گزارش کروں گا اور خاص طور پر قائد حزب اختلاف بھی تشریف رکھتے ہیں، ہمارے جماعت اسلامی کے قائد بھی تشریف رکھتے ہیں اور خاص طور پر آپ نے اس موقع پر متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ اخبارات میں جو اس قسم کی چیزیں آتی ہیں اس کا نوٹس لیں گے۔ اس عمل کو sabotage کرنے کے لیے اس قسم کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے تاکہ ہمارے معزز اراکین کو اتنا defensive پر ڈال دیا جائے کہ بجائے اس کے کہ وہ ان کے کنڈکٹ پر بات کریں۔ اخبارات والے بھی ہمارے دوست ہیں۔ امن وامان کی بحث کے لیے اس وقت بھی جتنے اراکین بیٹھے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی لحاظ سے کم نہیں ہیں اور یہ بات کسی بھی لحاظ سے مناسب نہیں لگتی ہے اور نہ ہی یہ ان کے متعلقہ بات ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ کسی لحاظ سے بھی ہمیں اس کا نوٹس نہیں لینا چاہیے۔ علاوہ ازیں میں اپنے فاضل بھائی پراچہ صاحب کی خدمت میں بھی یہ گزارش کرتا ہوں کہ آج امن و امان پر بحث ہو رہی ہے جو کہ ہمارا بہت ہی اہم ایشو ہے لہٰذا اس قسم کی باتوں پر ہمیں توجہ نہیں دینی چاہیے اور جناب والا! میں آپ سے بھی گزارش کروں گا کہ اب اس مسئلے پر مزید کسی بحث کے بغیر آپ مہربانی فرما کر اس ایوان کی کارروائی کو جاری رکھیں۔ شکریہ۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! میں ایک شعر اس ہاؤس کی نظر کرنا چاہتا ہوں۔

ہم تو رسوائے زمانہ ہیں سو رسوا ٹھہرے
ناصحوں کو بھی مگر خلق خدا جانتی ہے

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! میں فرید احمد پراچہ صاحب کے نکتہ اعتراض پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے حکومتی بنچوں کو مورد الزام ٹھہرایا ہے۔ میرا بھی حکومتی بنچوں کے ساتھ تعلق ہے۔ اس لیے میں ان کے نکتہ پر یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ ہمارے فاضل لاء منسٹر صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ یہ پارلیمانی پریکٹس یا پارلیمانی روایات کا حصہ نہیں ہے کہ ایوان میں بیٹھے ہوئے معزز اراکین اسمبلی بنچوں پر یہاں بات کریں۔ وہ یہ بات اپنی طرف سے بھی کہہ سکتے تھے، پھر یہ کہ ایوان کی کارروائی کو چلانے کے سلسلے میں قواعد و ضوابط موجود ہیں اور قواعد و ضوابط کے مطابق ہر ایک رکن کا یہاں پر ہر وقت بیٹھنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے قاعدہ کے مطابق کورم کی ایک مطلوبہ تعداد ہے۔ اگر کسی فاضل رکن کو اس پر اعتراض ہے کہ ہاؤس میں کورم موجود نہیں ہے تو وہ خوشی اس بات کی نشاندہی کر سکتے ہیں اور اس پر گنتی ہو کر فیصلہ ہو سکتا ہے۔ میری یہ استدعا ہے کہ اس قسم کی باتیں جو ہمارے اس ایوان کے مفاد کے منافی ہوں، ایسی باتوں سے ایسے اعتراض سے معزز اراکین کو احتراز کرنا چاہیے جو کہ اخبارات میں شہ سرخیوں سے شائع ہونے سے ہمارے اس ادارے کی بدنامی ہیں اور اس ادارے کی افادیت لوگوں کی نظروں میں کم ہو۔ دوسری بات یہ ہے جناب والا! کہ پارلیمانی پریکٹس میں، مفاد عامہ پر جب اس ایوان میں کسی قسم کی بحث ہو رہی ہو تو عموماً جو حضرات دلچسپی رکھتے ہیں وہ اسے سننے کے لیے اور بحث میں حصہ لینے کے لیے وہاں پر موجود ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ حکومتی بنچوں کی خاصی تعداد یہاں پر موجود ہے۔

ملک امان اللہ چھینہ : جناب والا! ایک شعر شیخ رشید صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

شب تاریک دین موج گرداب چنند حائل
کجا دامن نہ حال ما سبق ساران ساحل ہا

جناب چیئرمین : شاہ صاحب پلیز وائنڈ اپ کریں۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! آپ کی اجازت سے پوائنٹ آف آرڈر غلط اٹھایا گیا ہے آپ نے سنا نہیں ہے۔

I am not on a Point of Order but I am speaking on a point of a Personal Explanation.

personal explanation پر کوئی قید نہیں ہے۔ میں ان کے شعر کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

آنا من باشم کہ روز جنگ دینی پشت من

ایں منم کن درمیان خاک و خوں بینی ترے

مجھے بھی بات کرنی آتی ہے اور دلائل دینے آتے ہیں، میں پارلیمانی پریکٹس کو بھی سمجھتا ہوں اور قواعد و ضوابط سمجھتا ہوں۔

ملک امان اللہ چھینہ : (کھڑے ہوئے)

جناب چیئرمین : چھینہ صاحب! آپ بیٹھیں، سپیکر کی اجازت کے بغیر آپ پلیز بات نہ کریں اور آپ شاہ صاحب! وائنڈاپ کریں۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! میں آپ کی رولنگ چاہتا ہوں کہ نکتہ ذاتی وضاحت کو پوائنٹ آف آرڈر تصور کیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! اگر انہوں نے سنا نہیں ہے تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے۔

جناب چیئرمین : آپ وائنڈاپ کریں پلیز۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! اگر پراچہ صاحب بولیں گے تو میں بھی ضرور بولوں گا۔

جناب چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔ میں نے آپ کی بات سن لی ہے۔اب میں اس بات کو dis-pose of کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھیں! میں نے آپ کی بات سنی ہے، میں نے لاء منسٹر صاحب کی بات سنی، میں نے شیخ طاہر رشید صاحب کی بات سنی،اب میں اپنی رولنگ دینا چاہتا ہوں،آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! انہوں نے پریس پر الزام لگایا ہے۔ پریس والے ایسی غیر ذمہ دارانہ بات قطعاً نہیں کر سکتے۔ یہ *** رہے ہیں۔ یہ پریس سے معافی مانگیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میرے خلاف *** کے الفاظ استعمال کیے گئے،** کے الفاظ استعمال کیے گئے اور آپ مجھے ذاتی وضاحت کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ وقار متاثر ہوتا ہے، میں نے کسی *** بات نہیں کی تھی، میں نے عرض کی تھی کہ ایک وفد آیا ہے ، وہ احتجاج کرنا چاہتے تھے اور احتجاجی طور پر واک آؤٹ کر رہے تھے،میں نے ان سے گزارش کی کہ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔میں آپ کی بات ایوان تک پہنچاتا ہوں اور محترم جناب سپیکر تک بھی آپ کی آواز پہنچاتا ہوں۔ اس لیے کہ یہ معاملہ ایک رویے کا ہے۔میں نے تو اس کے بارے میں ایک بات کی ہے اور جہاں تک وزیر قانون صاحب کی بات کا تعلق ہے تو ان اداروں کا تحفظ ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہے،اس کا وقار عزیز ہے اور یہ بات بھی اسی لیے کی تھی کہ اخبارات میں جو شہ سرخیاں لگتی ہیں اس کے

☆☆☆ (بحکم جناب چیئرمین الفاظ حذف کیے گئے)

لیے جو ہماری ذمہ داریاں ہیں ان کو تو ہم پورا کریں۔ اخبارات سے ہم بات کرتے ہیں کہ جی آپ شہ سرخیاں کیوں لگاتے ہیں اور جو ہمارے حصے کی بات ہے وہ ہم نہیں کرتے۔ میں نے لفظ ہم استعمال کیا تھا یہ آپ کی یا ہماری بات نہیں ہے۔ یہ تو سب کی ذمہ داری ہے، مجموعی طور اس کو پورا کرنا چاہیے۔ اس ذمہ داری کو سب کو پورا کرنا چاہیے، میں اپنی ذمہ داری کی بھی بات کرتا ہوں کہ ہماری بھی ذمہ داری ہے کیونکہ اکثریت ان کی ہے اس لیے نہیں کہ وہ حکومتی پارٹی ہے۔

جناب چیئرمین :آپ وائنڈ اپ کریں پلیز۔

شیخ محمد طاہر رشید : یہ کون سی جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔ **********

جناب چیئرمین : شیخ صاحب تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : پریس نے قطعاً ایسی غیر ذمہ دارانہ بات نہیں کی ہے۔ یہ سب سے پہلے اپنے ممبران کو یہاں پر حاضر کریں یہ کس جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین : شیخ صاحب! آپ بیٹھ جایئے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! ان کا رویہ قابل مذمت نہیں بلکہ قابل مرمت ہے۔ *********

شیخ محمد طاہر رشید : جو ہم انشاء اللہ گاہے بگاہے ان کی کرتے رہتے ہیں۔

ملک سرفراز احمد : جناب والا! یہ جو ********** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہ جو بھی بات چل رہی ہے اس کا لاء منسٹر صاحب نے بڑا معقول جواب دے دیا تھا۔ میں استدعا کروں گا کہ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیے جائیں، کیونکہ یہ الفاظ اس ایوان کے لیے اور معزز ممبران کے لیے موزوں نہیں ہیں اور نہ ہی کبھی ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ یہ ہاؤس پارلیمانی ہاؤس ہے، آپ کا ایک مقام ہے، آپ پارلیمانی ہیں۔ وہ رولز اور قواعد کی کتاب کو ذرا پڑھ لیں مہربانی ہو گی تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ ذمہ داریاں کیا ہیں۔ شکریہ جناب والا!

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! رولز تو وہ پڑھیں جو his master's voice کا کردار یہاں پر ادا نہ کریں۔

جناب چیئرمین : جناب شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔ پراچہ صاحب نے یہاں پر جو پوائنٹ آف آرڈر

☆☆☆ (حکم جناب چیئرمین الفاظ حذف کیے گئے)

اٹھایا تھا اس کے بارے میں لاء منسٹر صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ تمام صورت حال سے عوام کو آگاہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے معزز اراکین کے ذہنوں میں جو بات آتی ہے وہ سب سے افضل بات ہوتی ہے اور کوئی بھی معزز رکن ایوان سے باہر کسی بھی اتھارٹی کا نام لے کر خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اس کو ریفر کر کے اپنے استحقاق کی ، اپنے کسی مطالبے کی یا کسی خرابی کی نشاندہی کرے تو وہ مناسب نہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ کورم برقرار رکھنا تمام اراکین اسمبلی کا فرض ہے اور وقتاً فوقتاً تمام اراکین اسمبلی ، اس بات سے ہاؤس کے ممبران کی طرف توجہ بھی دلائی جاتی رہی ، یہ دیکھا گیا ہے کہ اپوزیشن سے بھی اور دوسرے جماعت اسلامی کے ممبران میں سے بھی اور سرکاری اراکین میں سے بھی عام طور پر کم ہی حاضر ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جبکہ مسئلہ امن عامہ کی صورت حال کا ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت ایوان میں مطلوبہ تعداد نہیں یا صرف وہ اراکین بیٹھے ہیں جنہوں نے تقاریر کرنی ہیں بلکہ ان کے علاوہ باقی ممبران بھی یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اگر ان حالات میں یہ پریس کی طرف سے ریفر کیا جائے کہ یہ بات کہی گئی ہے تو یہ مناسب نہیں ہو گا۔ اس اسمبلی کا ماحول ایسا نہیں ہونا چاہیے جیسے آپس میں لڑائی کی جا رہی ہو بلکہ بڑے مہذب اور بڑے اچھے طریقے سے ایک دوسرے کی بات سننے اور سمجھنے کا حوصلہ ہونا چاہیے اور اس کا جواب بڑے شائستہ طریقے سے دینا چاہیے۔ کیونکہ اس کا تاثر اچھا نہیں بنتا۔ آپ معزز اراکین ہیں اور آپ کا ایک مقام ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ بات ہم سب کے لیے بہتر ہے کہ ہم یہاں ایسا ماحول پیدا کریں کہ ایک ایسی فضا بنے جس سے آپس میں کشیدگی ہو۔ تو میری درخواست یہ ہے کہ اب اس بات کو ختم کیا جائے اور دوسرے مقرر جناب شوکت داؤد صاحب سے درخواست ہے کہ وہ تقریر کریں۔

ملک سرفراز احمد : جو جھوٹ اور کاذب***** کے الفاظ ہیں وہ کارروائی سے حذف کر دیے جائیں۔ وہ اسمبلی کی کارروائی میں مناسب نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین : میں سمجھتا ہوں کہ ملک صاحب کی بات جائز ہے کہ جو بات یہاں پر کی گئی ہے ، جو الفاظ کہے گئے ہیں میں ان کو کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ جناب شوکت داؤد۔۔۔۔۔۔ میں نے جناب شوکت داؤد کو فلور دے دیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! آپ نے ایک فہرست ترتیب دے رکھی ہے ، جن ممبران نے پہلے دن کے لیے نام دیے تھے وہ ترتیب آپ کے سامنے موجود ہے۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اگر آپ اسی ترتیب کے ساتھ ممبران کو موقع دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ حق ہے جو میں

اس انداز سے آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین : سب سے پہلے جب جمعرات کو اجلاس شروع ہوا تھا اور امن عامہ پر بحث شروع ہوئی تھی تو میں نے قائد حزب اختلاف رانا اکرام ربانی صاحب کو فلور دیا تھا۔اس کے بعد میں نے جناب فرید احمد پراچہ صاحب کو فلور دیا اور تیسرا آج میں نے چودھری فاروق صاحب کو فلور دیا ہے۔ ابھی تک حکومتی پارٹی کی طرف سے میں نے کسی آدمی کو فلور نہیں دیا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ حکومتی پارٹی کے اراکین میں سے کسی ایک آدمی کی بات سننی چاہیے۔

جناب شوکت داؤد : شکریہ جناب سپیکر! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات شروع کرنے سے پہلے آپ سے ایک گزارش کروں گا۔چونکہ میرا حلقہ پنجاب کا آخری شہر ہے اور سندھ کے بارڈر سے ملحقہ ہے۔کچھ تازہ واقعات کے اوپر بھی میں روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ امن و امان کے لحاظ سے وہ بڑا حساس علاقہ ہے۔میں گزارش کروں گا کہ اگر مجھے تھوڑا سا وقت زیادہ دیا جائے تو میں شکر گزار ہوں گا۔

جناب چیئرمین : جناب شوکت داؤد صاحب پون گھنٹہ گزر گیا ہے۔ابھی صرف چودھری فاروق صاحب نے بات کی ہے۔ہمارے پاس جو فہرست ہے اس میں پچیس نام ہیں اور پچیس نام بھی ہم دو دنوں میں پورے نہیں کر سکیں گے۔تو میری آپ سے درخواست ہو گی کہ آپ دس منٹ میں اپنی بات کو مکمل کریں۔

جناب شوکت داؤد :انشاء اللہ میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ کسی جمہوری حکومت کا یہ اولین فرض ہوتا ہے کہ وہ امن و امان کو برقرار رکھے۔لیکن اگر یہ کہا جائے کہ آج کے جو حالات ہیں یہ موجودہ حکومت کے پیدا کردہ ہیں تو میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ امن و امان کا مسئلہ شروع دن سے ہی، جب ہابیل اور قابیل کا قتل ہوا،اسی دن سے ہی یہ سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔کوئی بھی حالات ایک دن میں پیدا نہیں ہوتے بلکہ ان کے پیچھے ایک نئی تاریخ ہوتی ہے۔میں اس بات سے بھی اتفاق کروں گا کہ آج کے اس معاشرے میں جو بے چینی پائی جاتی ہے اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان اقدامات کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے جو کوئی بھی جمہوری حکومت ان حالات کو سدھارنے کے لیے سر انجام دیتی ہے۔یہاں پر میں یہ بات بھی واضح کروں گا کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ امن و امان کا مسئلہ حکومت کا مسئلہ ہے ،وہاں ہم یہ سوچیں کہ ہمارے فرائض کیا ہیں تو میں سمجھتا

ہوں کہ جہاں موجودہ حکومت کا یہ مسئلہ ہے وہاں اپوزیشن بھی اس کی اتنی ہی ذمہ دار ہے۔وہاں یہ جمہوری ادارے بھی اس کے اتنے ہی ذمہ دار ہیں۔جہاں یہ انتظامیہ امن و امان کو بر قرار رکھنے کے لیے ذمہ داری ادا کرتی ہے وہاں عدالتی نظام بھی اس کا ذمہ دار ہے اور میں معذرت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ آج کی یہ بے چینی اس وجہ سے بھی ہے کہ ہمارے لوگوں کا عدالتوں پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات آچکی ہے کہ ہمیں انصاف ملنا مشکل ہے۔لیکن عام طور پر یہی تاثر پایا جاتا ہے کہ جب امن وامان پر ہم بحث کرتے ہیں تو یا تو حکومت پر الزام دینا شروع کر دیتے ہیں یا اس کی مشینری پر جس میں پولیس سر فہرست آتی ہے۔پولیس کو اس لیے زیادہ زیر بحث لایا جاتا ہے کہ عوام کے ساتھ اس کا براہ راست رابطہ ہے۔کیونکہ نظام کو بر قرار رکھنا اس کی ذمہ داری ہے۔لیکن میں یہاں یہ ضرور کہوں گا بلکہ میں آپ کے توسط سے اس ایوان سے بھی درخواست کروں گا کہ اگر ہم یہ عہد کرلیں کہ ہم نے امن و امان کو بر قرار رکھنا ہے ،ہم نے معاشرے سے برائیوں کو ختم کرنا ہے تو سب سے پہلے ہمیں اپنا کردار اس طرح سے ادا کرنا پڑے گا کہ ہم چوروں ،ڈاکوؤں اور رسہ گیروں کا قلع قمع کرنے کے لیے انتظامیہ کا ساتھ دیں گے ،جب ہم انہیں قرار واقعی سزا دینے کے لیے ان کے ہاتھ توڑیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس وقت اپوزیشن میں بھی ہوں گے کہ اگر انتظامیہ کی طرف سے ،اگر پولیس کی طرف سے کوئی زیادتی ہوتی ہے تو ہمارے ہاتھ ان کے گریبانوں تک پہنچ سکیں۔میں اس موقع پر ان اقدامات کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھوں گا جو موجودہ حکومت نے امن و امان بر قرار رکھنے کے لیے یہاں کیے ہیں۔سب سے پہلے تو میں یہ ذکر کروں گا کہ میاں نواز شریف صاحب نے فوری عدالتوں کا اجراء کر کے ایک تاریخی قدم اٹھایا ہے۔کیونکہ سب سے پہلا مسئلہ یہی تھا کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہی تھا کہ عدالتی نظام اتنا طویل ہے کہ انہیں انصاف نہیں ملتا۔آپ نے دیکھا ہو گا کہ ان عدالتوں کے اجراء سے مجرموں کو فوری طور پر کیفر کردار تک پہنچایا گیا اور اس طرح جہاں تمام مجرموں کی حوصلہ شکنی ہوئی وہاں جرائم میں بھی مؤثر طور پر کمی کی گئی بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب تمام صوبوں سے خوش قسمت ہے کہ جہاں پاکستان کے تمام صوبوں سے زیادہ امن پایا جاتا ہے۔میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ دوسرے صوبوں کی نسبت آپ رات کو جس وقت چاہیں با امن طور پر اور حفاظت کے ساتھ بازاروں میں جا سکتے ہیں۔آپ لاہور کی زندگی دیکھ لیں۔آپ رات کے ایک یا دو بجے نکلیں گے تو آپ کو یہ احساس نہیں ہو گا کہ آپ کو لوٹ لیا جائے گا۔اگر ہم دیکھیں تو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کی وارداتیں صرف پاکستان کا نہیں دنیا بھر کا مسئلہ ہے۔آپ مہذب معاشروں

کا جائزہ لیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ امریکہ کی مثال لیں ،آپ نیویارک کی مثال لے لیں تو دنیا میں جرائم کا سب سے زیادہ گراف نیویارک میں آپ کو نظر آئے گا۔لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ کم وسائل کے ہوتے ہوئے بھی موجودہ حکومت نے جو اقدامات کیے ہیں وہ قابل تحسین ہیں۔پولیس کی اصلاح کے لیے جو شہید فنڈ جاری کیا گیا ہے یہ ایک قابل تعریف بات ہے۔پولیس کی تربیت کا معاملہ بھی ایک اچھا قدم ہے۔یہاں میں جناب چودھری فاروق صاحب کی تجاویز سے ضرور اتفاق کروں گا کہ پولیس کی نفری بڑھانے کے ساتھ ساتھ ان کی ڈیوٹی میں کمی ہونی چاہیے اور یہ بات بھی صاف ظاہر ہے کہ جس شخص سے آپ انصاف کی توقع رکھتے ہیں ،کیونکہ امن وامان کا مسئلہ ہمارے معاشی مسئلے سے منسلک ہے،جو انصاف کی کرسی پر بیٹھا ہے اسے تحفظ اور معاشی تحفظ بھی ملنا چاہیے۔اس کے لیے ہمیں اقدامات کرنے چاہئیں۔اور میں چند واقعات خاص طور پر ضلع رحیم یار خاں تحصیل صادق آباد میں ہوئے ہیں جن کے متعلق پچھلے دنوں آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو گا۔ان کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھوں گا۔میں یہاں پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کسی کی خوشامد یا تعریف کرنا میرا مقصد نہیں بلکہ یہ ایوان اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے انصاف کے لیے اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔پچھلے دنوں صادق آباد تحصیل میں پانچ ایسے اشتہاری ڈکیٹس جن کی گرفتاری پر سندھ حکومت نے بھی انعامات مقرر کیے تھے۔صادق آباد کی پولیس نے نہایت جوان مردی سے ان کو کیفر کردار تک پہنچایا۔اس بات کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ اس کے پیچھے دیکھیں تو یہ صرف ہماری موجودہ حکومت کا کردار اور حوصلہ افزائی ہے جس کے نتیجہ میں آج کے یہ اقدامات آپ کے سامنے آرہے ہیں چونکہ میرا تعلق اس تحصیل سے ہے۔جہاں سے کچھ عرصہ پہلے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آٹھ دس سال پہلے یہ معاملہ تھا کہ وہاں 18آدمیوں کو تاوان کے لیے اغوا کیا گیا۔ان میں سے ایک آدمی کو زندہ جلا دیا گیا اور دو کو ویسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج حالات ان سے یکسر مختلف ہیں۔وہ صرف اس وجہ سے ہیں کہ فوری طور پر اقدامات کیے جارہے ہیں اور اس واقعہ کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان والدین کے کلیجوں میں جو ٹھنڈک اس وقت پہنچی ہے کہ جب ان مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا ہے وہ کسی صورت میں ممکن نہ تھی۔یہاں میں ان شہدا کا جنہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ شہید ہیں جو ناحق مارے گئے جنہیں اغوا کیا گیا۔ان میں حافظ مقصود،جو قرآن کا حافظ بھی تھا اسے اغواء کر دیا گیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔صفدر شہید جسے ایک گاڑی کے لیے اغوا کیا گیا اور اس

بے چارے کی لاش کو جنگل میں پھینک دیا گیا جس کی صرف کھوپڑی اور ہڈیاں ملیں۔ایک وہاں مہر قوم کا جوان تھا جس نے پولیس کے ساتھ مل کر ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا وہ مارا گیا۔ایک اور پمپ کا چوکیدار پچھلے دنوں مارا گیا۔ تو میں حکومت وقت سے درخواست کروں گا کہ ان کے ورثاء کو جائز معاوضہ دیا جائے بلکہ جس پولیس نفری نے اس مقابلے میں حصہ لیا یا ان مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا ان کو بھی انعامات دینے چاہئیں۔

میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ ان کی ترقی کے سلسلے میں بھی ضرور غور کیا جائے اور آخر میں میری یہی گزارش ہو گی کہ حزب اختلاف سے بھی اور سرکاری بنچوں سے بھی کہ آج کے اس معاشرے کو سدھارنے کے لیے اور امن و امان برقرار رکھنے کے لیے ہمیں مل جل کر کام کرنا چاہیے۔برائی کے خلاف سینہ سپر ہونا چاہیے اور اگر پھر بھی سمجھتے ہیں کہ کسی طرف سے کوئی ظلم ہو رہا ہے تو اس ظلم کو ختم کرنے کے لیے پھر ہمیں کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین : شکریہ جناب شوکت داؤد صاحب! جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب!

جناب ارشاد حسین سیٹھی : شکریہ جناب سپیکر! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب والا !آج کے اس موضوع پر میں سمجھتا ہوں کہ اظہار خیال کرنے سے پہلے چونکہ عمومی طور پر اس بات کو اس انداز سے لیا جاتا ہے کہ پولیس کی مخالفت یا موافقت پر بات کر دینا ہی شائد اس کا تعلق امن عامہ سے بنتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ایسی بات نہیں ہے۔یہ معاشرے کے وہ طبقات ہیں کہ جن سے مل کر یہ تمام لوگ باہم مل کر ایک دوسرے سے مل کر چلتے ہیں اور پھر اس کے بعد ان تمام اکائیوں میں جب وہ قدر مشترک ہو جاتی ہے کہ جس کی بنیاد پر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اب یہ پیمانہ امن و امان کا اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ پریشانی کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔عوام الناس اور عام آدمی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں سر فہرست اس طرح یہاں کہا گیا کہ شائد پولیس کو رکھا جاتا ہے۔ مگر چونکہ پولیس حکومت کا ایک محکمہ ہے۔سب سے پہلے اس میں حکومت کی ذمہ داری آتی ہے کہ وہ اپنے فرائض کس طرح بطریق احسن نبھا رہی ہے یا نہیں۔تو اس سلسلے میں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر امن و امان کا مسئلہ سندھ کے بعد پنجاب میں بھی دگرگوں نظر آتا ہے تو اس میں ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ اس کے کیا محرکات ہیں اور کیوں اس انداز سے آج لوگ پریشان ہیں تو جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ موجودہ حکومت آئی جے آئی کے پلیٹ فارم پر ایک مینڈیٹ حاصل کرنے کے بعد برسر اقتدار آئی اور اس میں کچھ ایسے وعدے عوام سے کیے تھے کہ جس کی بنیاد پر یہ نعرہ لگایا گیا تھا کہ ہم ان

حالات کی اصلاح کریں گے ،ہم اس میں بہتری لائیں گے۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کوئی ایک وعدہ جو کہ آنے کے بعد موجودہ حکومت نے اس کو پورا نہیں کیا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ حالات دگرگوں جو کہ پہلے سے تھے اس سے بھی مزید آج خراب ہو گئے ہیں۔ تو اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ سب سے پہلے چند ایک وعدے جو کہ حکومت سے تعلق رکھتے تھے جس میں سر فہرست اس کو شامل کیا گیا تھا کہ اس ملک میں اسلامی شریعت کس نفاذ کیا جائے گا۔اس ملک سے سود کا خاتمہ کیا جائے گا۔اس ملک میں خود انحصاری پر چل کر بے روزگاری کا خاتمہ کیا جائے گا۔ کم از کم تنخواہ مقرر کی جائے گی اور اسی طرح جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں اور بہت سے نعرے جن کی بنیاد پر اس حکومت نے ایک مینڈیٹ لے کر اپنے خیالات کو پورا کرنے کا عزم کیا تھا۔ چونکہ وہ نہیں کر سکی اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج ہمارا معاشرہ جن حالات سے دوچار ہے اس میں میں یہ کہوں گا کہ سر فہرست چند ایک پوائنٹ ایسے ہیں کہ جن کو میں سمجھتا ہوں کہ یہاں ہمیں دیکھنا ہو گا مثلاً یہاں ہمارا ایک طبقہ ملازمین کا ہے کہ جس میں آج بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارا قلیل تنخواہوں سے آج اس مہنگائی کے دور میں گزارا نہیں ہوتا اور ان میں بے چینی پائی جاتی ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس گھرانے کے افراد میں سے کوئی نہ کوئی وہ راہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے امن عامہ کا اور لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب بد عنوانی کو ختم کرنے کے دعوے دار نہ صرف یہ کہ بد عنوانی کو ختم نہیں کرتے بلکہ ان عناصر کی پشت پناہی کرتے ہیں کہ جو معاشرے کو ناسور ہو۔جب اداروں میں رشوت کے ذریعے سے ،جب اداروں میں میرٹ کا نعرہ لگانا تو ایک طرف اور خود ہی نعرہ لگا کر جب اس کی ،violation کی جائے گی تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ حق دار کہ جس کی جگہ پر کسی اور کو بٹھایا جائے گا اور پھر یہ توقع بھی رکھی جائے کہ اس کے دل میں کوئی بے چینی یا اضطراب پیدا نہ ہو تو یہ کیسے ممکن ہے جناب سپیکر! اسی طرح میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کفایت شعاری کا نعرہ لگانے والے جب ایک ارب کا طیارہ خریدیں گے تو پھر کیسے قوم کو یہ کہا جائے گا کہ کفایت شعاری سے ہم ان دکھوں کو کم کریں گے ،بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ لوگ دیکھتے ہیں بلکہ لوگ پریشان ہوتے ہیں اور لوگ سوچتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرف جا رہے ہیں اور یہ کیا کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ کیسے پیدا نہیں ہو گا آپ نے

دیکھا کہ کوآپریٹو کے متاثرین اور تاج کمپنی کے لٹے ہوئے لوگ جب سڑکوں پر آتے ہیں، آہ و بکا کرتے ہیں۔ کوئی ان کی بات نہیں سنتا تو مجھے یہ بتایئے کہ ان کے وہ جائز پیسے، وہ رقوم کہ جو انہوں نے ان تحفظات کے ساتھ ان اداروں کو دی تھی کہ یہ ہمارے کل کو کام آئے گی جب ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا تو پھر کیسے آپ توقع رکھتے ہیں کہ اس ملک میں لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہوں گا کہ آج اس ملک میں فرقہ واریت بھی ایک ایسی وباء کی شکل میں یہاں پھیلتی جا رہی ہے کہ جس کی بنیاد پر لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کیا گیا ہے۔ اگر ان سب باتوں سے ہٹ کر ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ لوگ پولیس کے بارے میں کیوں اتنا بے چینی اور اضطراب کا شکار رہتے ہیں؟ تو مجھے یہ بات کہنی پڑے گی کہ آپ کو یاد ہو گا کہ 1990ء میں 70 افراد کی ایک فہرست اس ڈیپارٹمنٹ سے مانگی گئی تھی کہ جن کو جناب وزیر اعلیٰ نے یہ خود کہا تھا کہ ہمیں ان دیانت دار اور فرض شناس ملازمین کے نام دیے جائیں کہ جنہوں نے جرات اور ایمان داری کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا ہے تو یہ بات کیا قابل ستائش ہے کہ ابھی پچھلے ہی دنوں میں اس پر بات ہوئی تو 45 نام اس ادارے کی طرف سے آئے تھے اور جناب وزیر قانون نے وضاحت کی تھی کہ ابھی چونکہ نام پورے نہیں ہوئے اس لیے ہم ان افراد کو تمغے نہیں دے سکے۔ ہم ان کی صلاحیتوں کا اعتراف نہیں کر پا رہے تو اس حالت میں کہ جب اس بات کا اعتراف کیا جائے گا کہ کسی فورس کے 70 آدمی بھی ایسے نہیں ہیں کہ جن کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا جائے اور حکومتی بنچ خود اس بات کا اعتراف کریں اور اس بات کی گواہی دیں تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ لاء اینڈ آرڈر کو کنٹرول کرنے والی فورس انداز سے ان حالات کو کنٹرول کر سکے گی۔ پھر دوسری بات، میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ آج جو نظام اس وجہ سے بگڑا ہے کہ ایک تھانے کی حد تک جب آپ چلے جاتے ہیں تو پھر یہ بات مجھے کہنی پڑتی ہے کہ وہاں وہ لوگ جو سزا پاتے ہیں جن کو ڈپریشن کے بعد جن کو انہی حالات نے بے چین کر دیا ہو اور وہ کوئی ایسی راہ نہ پا رہے ہوں۔ وہ نوجوان کہ جن کو روزگار میسر نہ ہو اور والدین کہ جن کے پاس کوئی سفارش کا ذریعہ نہ ہو کہ جو کسی ڈیپارٹمنٹ میں جا کر رشوت دے کر اپنے کسی بچے کو نوکری نہ دلوا سکیں تو پھر وہ نوجوان راہیں تلاش کرتے ہیں۔ وہ ڈھونڈتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے اور عموماً ایسا ہوتا ہے کہ یہ پھندہ جو ہے یہ انہی کے گلوں میں فٹ آتا ہے کہ جن کے پاس نہ پیسہ ہوتا ہے، نہ سفارش ہوتی ہے اور وہ لوگ جو بڑے بڑے مجرم ہیں اور جن کے بارے میں واضح طور پر یہ بتا دیا گیا کہ آپریشن میں ان لوگوں کے نام آئے کہ جنہوں نے نہ صرف مجرمان کو تحفظ دیا بلکہ وہ خود ملوث تھے اور اس میں مجھے یہ بات کہنے میں کوئی بار نہیں ہے کہ ہر طبقے کو خواہ وہ سیاست دان ہو، خواہ وہ صحافی ہو

،خواہ اس کا تعلق آج معاشرے کے کسی اور ایسے شعبے سے ہو کہ جس میں وہ اس پاکستان کی آزاد فضا میں سانس لے رہا ہو اگر وہ اپنی ذمہ داری کا آج اندازہ کرے تو اسے اس بات کا احساس ہو گا کہ وہ کما حقہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر رہا۔

جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ یہاں لاء اینڈ آرڈر کے مسئلہ پر کرائمز کنٹرول کمیٹیاں بنائی گئی تھیں۔آج اسلام پورہ میں ایک واقع ہوا۔ اس کے فوراً بعد کرائمز کنٹرول کمیٹیاں بنائی گئیں مگر میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں کہ لاہور کرائمز کنٹرول کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے جب دو چار پانچ میٹنگیں ہو گئیں تو ایک میٹنگ میں پولیس نے اپنی کارکردگی جب بیان کی تو اس میں یہ تھا کہ 28 گاڑیاں، 128 موٹر سائیکلیں اور پونے تین کروڑ روپے کی لوٹی ہوئی رقم ہم نے مختلف گروہوں سے برآمد کی ہے تو میں نے تحریری طور پر سیکرٹری کرائمز کنٹرول کمیٹی جناب ڈی سی صاحب کو کہا کہ مجھے ان لوگوں کے نام اور پتے چاہئیں کہ جن کو یہ دی گئی ہیں۔وہ دن اور آج کا دن اس کرائمز کنٹرول کمیٹی کا دوبارہ اجلاس ہی نہیں ہوا۔یہ بات پولیس آفیسر کو اتنی ناگوار گزری کہ انہوں نے آج تک اس کو دوبارہ اجلاس نہیں کیا۔پھر لاہور کے کرائمز کنٹرول کمیٹی کے جو چیئرمین ہیں میں نے ان سے بھی متعدد بار یہ بات کہی کہ میں نے کون سا ایسا جرم کیا ہے اگر اس کارکردگی کی ان سے رپورٹ مانگی ہے۔آج تک اس کا دوبارہ اجلاس نہیں ہوا۔یہ جواب دہی کی صورت حال ہے تو میں یہ کیسے مان لوں کہ آج لاء اینڈ آرڈر کے مسئلہ میں ہم ان لوگوں سے یہ توقع کریں کہ جو اس خرد برد کے بعد حساب دینا بھی پسند نہ کریں۔

جناب سپیکر! میں تو یہاں تک یہ بات کہوں گا کہ آج سانحہ کرباٹھ سب کے سامنے ہے۔آج ان لوگوں سے جس انداز میں بیان دلوائے گئے ہیں ،جو تشدد کیا گیا ہے اور میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ 24 گھنٹے کے لیے جناب وزیر اعلیٰ کو بھی اگر آج اس پولیس کے ایس ایچ او کے سپرد کر دیں تو مجھے یہ دعویٰ ہے کہ 24 گھنٹے کے اس تشدد کے بعد وہ بھی یہ کہیں گے کہ میں کبھی مسلم لیگ کا رکن نہیں تھا۔جناب سپیکر! یہ عالم ہے۔پولیس جب چاہتی ہے ،جس سے چاہتی ہے ، تشدد کے ذریعے اپنی بات منواتی ہے۔غلط ایف آئی آر درج کرتی ہے اور اس کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج یہ پولیس ایسا کام کر رہی ہے۔شہریوں کی جان و مال کی محافظ بنی ہوئی ہے تو پھر قطعی یہ بات ہم ماننے کو تیار نہیں ہیں۔جناب سپیکر! دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ جناب وزیر اعظم نے پولیس کو وسائل فراہم کیے اور آپ کو پتہ ہو گا کہ 1 گریڈ کے کانسٹیبل کو 5 گریڈ دیا گیا۔اس کے ساتھ ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا۔جدید اسلحہ سے لیس کیا گیا اور آج ایس ایچ او کو سولہواں سکیل دیا گیا۔میں یہ سمجھتا ہوں

کہ اتنے کثیر اخراجات کے بعد بھی اگر آج ہمارے تھانوں کی حالت ایسی ہو۔

جناب سپیکر! میں ایک اور واقعہ جو مجھ سے اور میری ذات سے تعلق رکھتا ہے اس کا ذکر کروں گا۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین : جناب سیٹھی صاحب! ذرا پلیز وائنڈ اپ کریں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : شکریہ، جناب سپیکر! میں اس واقعہ کا ضرور ذکر کروں گا۔ مجھے یہ بتایئے کہ ایک وارڈ تھانہ شاد باغ میں ایک لڑکی جو والدین کے تشدد سے گھر سے بھاگ آئی۔ وہ گرفتار ہو گئی۔ ایس ایچ او اسے اپنے گھر لے گیا اور اس ایس ایچ او کے گھر میں وہ لڑکی بے آبرو کر دی گئی۔ یہ 9 اگست کا واقعہ ہے۔ تمام پولیس آفیسرز کے نوٹس میں دوسرے دن اخبارات کے ذریعے چار کالمی ایک خبر چھپی اور اس ایس ایچ او نے رپورٹر سے اس بات کا ٹیلی فون پر اقرار کیا کہ ہاں یہ واقعہ میرے گھر میں ہوا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کس آفیسر نے اس کے خلاف ایکشن لیا ہے؟ یہ بات جناب ایس پی سٹی نے کرائمز کنٹرول کمیٹی کے چیئرمین جناب ارشد لودھی کے کمرے میں مجھ سے کہی کہ جناب یہ واقعے جو ہیں یہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس پر آپ اتنا کیوں اصرار کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر! اس ایس ایچ او کے یہ الفاظ **********

****

یہ وہ الفاظ تھے جو ایس ایچ او نے کہے تھے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد بھی کوئی پولیس آفیسر اس کے خلاف ایکشن نہ لے تو میں یہ کیسے مان لوں کہ ان میں آج وہ اخلاقی جرأت ہے کہ جس کی بنیاد پر یہ معاشرے کو وہ تصویر دکھا سکیں کہ جس میں یہ کہا جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

محترمہ فوزیہ بہرام : پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔۔

جناب چیئرمین : پوائنٹ آف آرڈر محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام : جناب والا! فاضل ممبر نے جوش و جذبات میں انتہائی غلط لفظ استعمال کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ غیر پارلیمانی لفظ ہے۔ اسے کارروائی سے حذف ہونا چاہیئے۔

جناب چیئرمین : کون سا لفظ استعمال کیا ہے؟

(قہقہے)

*** (بحکم جناب چیئرمین الفاظ حذف کیے گئے)

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! اگر وہ لفظ میں ہٹا دوں تو چیئر کو کوئی اعتراض تو نہ ہو گا؟

جناب چیئرمین : اس کو نہ ہی دہرائیں تو بہتر ہے۔آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! یہ گشت والوں سے پوچھیں۔گشت والوں کو نام پتے میں اپنی تقریر میں ہٹاؤں گا۔یہ تیاری کر کے آئیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی :جناب سپیکر! میں نے وہ الفاظ جیسے اس نے کہے تھے یہاں دہرائے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے وہ الفاظ دیدہ دانستہ طور پر یہاں کہے تھے کیونکہ اس نے ایسا ہی کہا تھا۔آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آیا یہ پارلیمانی گفتگو میں آتے ہیں یا نہیں۔میں نے چونکہ واقعہ بیان کیا تھا۔اس لیے جناب سپیکر! میں نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔

جناب چیئرمین : میرے خیال سے یہ الفاظ حذف کر دیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی :جناب والا! آخر میں میں یہ کہوں گا کہ ہمارے تمام دوست جو یہاں بیٹھے ہیں اور جن کی مداخلت کی وجہ سے آج صحافیوں کو یہ کہنے کا موقع مل رہا ہے اور آج کے اخبار میں بھی یہ خبر چھپی ہے کہ ارکان اسمبلی کو اے ،ایس ،آئی کی بھرتی کے اختیارات دے دیے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کیا ارکان اسمبلی یہ اختیارات لے کر پولیس میں کون سی فورس بھرتی کرنا چاہتے ہیں کیا یہ بات جناب والا! ہمارے حق میں جاتی ہے؟ نہیں! جناب والا! یہ ہمارے خلاف جاتی ہے۔جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے اس ایوان میں دو سال قبل اعلان کیا تھا کہ کوئی آدمی اس انداز میں کوئی سفارش نہ کرے۔ان کو میرٹ پر بھرتی کرنے کا موقع دیا جائے۔

شیخ محمد طاہر رشید : (پوائنٹ آف آرڈر)۔جناب سپیکر! آج دوسری مرتبہ جناب سیٹھی صاحب اور جماعت اسلامی کے اراکین صحافیوں کا نام استعمال کر رہے ہیں ابھی میں صحافیوں کی گیلری میں گیا تھا ۔انہوں نے جناب فرید احمد پراچہ صاحب کے اس بیان پر انتہائی رد عمل کا اظہار کیا ہے کہ پریس کو انہوں نے جس انداز سے ایوان میں پیش کیا ہے پریس نے نہ کسی قسم کا کوئی احتجاج کیا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی بات کی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

تو میں فاضل اراکین سے یہ گزارش کروں گا کہ خدارا! جب اس ایوان کے اندر کوئی بات کیا کریں تو ذمہ دارانہ طریقے سے بات کیا کریں۔شکریہ!

جناب چیئرمین : سیٹھی صاحب!آپ اپنی تقریر کو وائنڈ اپ کریں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : میں اپنی بات کو یہ کہتے ہوئے ختم کروں گا کہ اس میں پولیس کا کس حد تک قصور ہے۔ جناب سپیکر! مجھے اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہے کہ جب فیصل ٹاؤن میں رنگ رلیاں منانے والے افراد حکومتی دباؤ کی وجہ سے نہیں دیے جائیں گے کہ چونکہ یہ اقتدار والوں کمزوریاں ہیں تو ظاہر ہے پولیس بھی اپنی من مانی کی کارروائی کرے گی۔ جب بھوربن میں ٹھہرنے والے افراد کے نام صرف اس لیے نہیں دیے جائیں گے کہ چونکہ یہ اقتدار والوں کی کمزوریاں ہیں تو ظاہر ہے کہ پولیس بھی اپنی من مانی کی کارروائی کرے گی۔ جب سانحہ اسلام پورہ کے دوسرے ہی روز کسی ایس۔ ایچ۔ او کو ڈی آئی جی بنا دیا جائے گا تو پھر اس سے کیا معنی لیے جائیں گے۔ تو جناب سپیکر! میں اس طرح سے کہوں گا کہ آج کے دور میں صرف اور صرف ایک طریقہ یہ ہے کہ آج کے اراکین اسمبلی صرف احتساب کے عمل کو اپنے لیے پسند کر لیں کہ ہم نے ان اداروں کو آج وہ افراد نہیں دیے آج ہم نے تھرڈ کلاس آدمی کو کسی ادارے میں بھرتی نہیں کروانا تو میں سمجھتا ہوں کہ صرف احتساب کے عمل سے وزیر اعلیٰ کے اقدام کے مطابق کہ میرٹس پر کام ہوں اور چیک کرنے کے کام کو وہ اپنے ہاتھ میں لے لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ پولیس کی کارکردگی بہتر ہو سکتی ہے۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب چیئرمین : شکریہ بھٹی صاحب!۔۔۔۔۔۔۔۔ محترمہ فوزیہ بہرام

بیگم فوزیہ بہرام : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب سپیکر! کسی بھی حکومت کے لیے امن عامہ اور عوام کی جان و مال کا تحفظ اولین فرض منصبی ہے بلاشبہ یہ عوام اور صوبے کا حق ہے کہ حکومت وقت انہیں ہر طرح کا تحفظ فراہم کرے۔ مگر جہاں حقوق کی بات ہو وہاں فرائض کا ذکر بھی ہونا چاہیے۔ عوام کو ان کے حقوق یاد دلانے میں مشغول افراد اب وقت ہے کہ نہ صرف اپنے فرائض یاد کریں بلکہ انہیں دیانت داری سے ادا کرنے کی کوشش کریں۔

جناب سپیکر! یہ رواج بنتا چلا جا رہا ہے کہ اسمبلیوں سے باہر لاء اینڈ آرڈر situation کو جی بھر کے خراب کیا جائے sub-judice معاملات پر so-called عدالتیں stage کی جائیں اور ایسے فیصلے سنائے جائیں جو حقائق اور حالات کے برعکس ہوں ان غلط فیصلوں کے ذریعے عدالتی کارروائیوں پر اثر انداز ہوں اور پھر اسمبلیوں میں بیٹھ کر صرف لذت تقریر کے لیے حکومت کے ان اقدامات سے جنگ کی جائے اور گفتار کے غازی بن کر خاصہ ایوان میں، شہ سرخی، اخبارات میں خبر بنیں کیا ملک میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے یہی طریقہ ہونا چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایسی عدالتیں کسی زمانے میں ایک یورپی مرحوم سیاستدان "چرچل" صاحب لگایا کرتے تھے مگر کبھی بائبل کے نیچے کھڑی کر کے کسی عورت کی عصمت دری کے قصے سر بازار، سر عام نو عمر اور نوجوانوں کو سنا کر اکٹھا کر کے انہیں مشتعل نہیں کیا اور انہیں یوں نہیں ورغلایا کہ وہ مشتعل ہو کر گھیراؤ، جلاؤ کا عمل کریں اور امن عامہ کو خراب کریں۔ آج جس طرح زیر قرآن بد نصیب خاتون سے خود اس کی زبان سے داستان غم سنی جاتی ہے جیسے یہ الف لیلیٰ کی داستان ہو اور اخبارات میں تصویریں لگیں عام آدمی کا نہ صرف پولیس بلکہ عدالتوں پر سے اعتبار متزلزل ہو سکتا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اور اس طریقہ کار سے امن عامہ کا بلکہ ایک عام عورت کے وقار اور اس کی عزت نفس کو دھچکا لگا ہے حالانکہ اسلام میں ان واقعات کا سر بازار اور سر عام اچھال کر فساد اور نقص امن عامہ کا مسئلہ پیدا کرنا سختی سے منع ہے۔ تو جناب سپیکر! اگر قانون کا مذاق اڑانا بند نہ کیا گیا تو مجھے ڈر ہے کہ ملکی سنگین معاملات پر یوں نا عاقبت اندیش انداز اور خدا نخواستہ عدالتی integrity کے لیے نقصان دہ نہ بن جائے۔ عوام کو یہ تاثر کہ قانون اور قانون کو قائم رکھنے والی ایجنسیز ناکارہ اور بے بس ہو چکی ہیں۔ ایک عام آدمی کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے پر اکسا رہا ہے اور ملک میں جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے قانون کا خوف اپنی جگہ مگر قانون کا احترام کب ہو رہا ہے۔ بدلتے وقت اور بدلتے حالات کے ساتھ اس کے تقاضے بھی بدل جاتے ہیں۔

جناب والا! جرائم کی نوعیت وقت کے ساتھ ساتھ بدل چکی ہے جرائم پیشہ افراد اب جدید گاڑیوں اور خود کار اسلحہ سے لیس ہوتے ہیں یہاں ضرورت ہے کہ پولیس کی مسلسل تنظیم نو کا سلسلہ جاری رکھا جائے انہیں جدید حالات کے ساتھ equip کیا جائے جس طرح تمام پولیس کو اچھا نہیں کہا جا سکتا اس طرح تمام پولیس کو برا کہنا بھی مناسب نہیں باوجود عدالتی ذمہ داریاں، ہنگ ڈیوٹیز، پروٹو کول ڈیوٹیز گھروں پر پہرے، جیل خانہ جات کے فرائض نبھانا بھی پولیس ہی کی ذمہ داری ہے اگر ان تمام حالات کو مد نظر رکھیں تو percentage کا یہ ریشو کہ ایک ہزار شہریوں کی تعداد پر پولیس کا ایک افسر تعینات ہے اور یہ ٹھیک نہیں رہتا۔

جناب والا! نفری اضافے کے ساتھ ساتھ ضرورت ہے کہ دیانت دار اور مخلص پولیس افسران کی تعریف کی جائے اور ان چند پولیس افسران کی غلطی اور بد دیانتی کے لیے پوری فورس کو الزام نہ دیا جائے۔ میری اس ایوان سے یہ درخواست ہے کہ پولیس کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا

جائے اور ان سے ان کے شعبوں کے مطابق ڈیوٹیز لی جائیں۔ صنعتی استحکام بھی جناب والا! ملک میں امن عامہ کو خراب کرنے میں حصہ بنتا ہے یقینی اور ذہنی انتشار کی یہ کیفیت جو چند سیاست دان لگاتار اپنی منفی بیان بازی سے قائم رکھنے کی شعوری کوشش میں مبتلا ہیں اس سے بھی غیر ملکی تخریب کار اور جرائم پیشہ افراد ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں ویسے بھی غیر ملکی تخریب کار نہ صرف پنجاب بلکہ پورے ملک میں پچھلے کئی سال سے تخریب کاریوں میں مصروف ہیں سیاستدانوں پر یہ فرض پہلے عائد ہوتا ہے کہ وہ کردار کے غازی بنیں۔ کیونکہ دشمن عناصر کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے ملحقہ سرحدوں سے اختی یہ سازشیں اندرون اور بیرون ملک زور پکڑ رہی ہیں اور حکومت کو ایسے غیر ذمہ دار افراد کا سختی سے محاسبہ کرنا اور ان کا نوٹس لینا چاہیے۔

جناب والا! اگر ہم دوسرے صوبوں کے ساتھ پنجاب کے امن عامہ کا تقابلی جائزہ لیں تو نہ صرف حالات بہتر بلکہ پولیس کی کارکردگی بھی نسبتاً بہتر ہے فرائض کی بجاآوری میں پولیس کا جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی گریزاں نہیں رہی۔ حکومت پنجاب نے پولیس کی تنظیم نو کے لیے مرحلہ وار اور سلسلہ وار ایک پروگرام ترتیب دیا ہے جس پر عمل درآمد شروع ہو چکا ہے جس کے تحت جدید طریقے پر پولیس کی تربیت جاری ہے۔ اس پروگرام کے لیے وفاقی حکومت نے 25 کروڑ روپے کی انتظامی گرانٹ دی ہے۔ اس سے پولیس ٹریننگ، اس کی تنظیم نو اور جدید اسلحہ کے علاوہ پولیس سٹیشنز اور پولیس لائنز کی تعمیر شروع ہو چکی ہے آئندہ مالی سال میں تین ارب 28 کروڑ روپے کی تجویز مرکزی اور صوبائی حکومت کے لیے امن عامہ کا اول ترجیح ہونا ثابت کرتا ہے اس کے علاوہ بھی وفاقی حکومت 37 کروڑ 50 لاکھ روپے فراہم کرے گی اور صوبائی حکومت بھی اتنی ہی رقم پولیس پر عوام کے جان و مال کے تحفظ اور امن عامہ کو بہتر بنانے کے لیے خرچ کرے گی۔ امید ہے کہ جلد ہی پنجاب حکومت اور پنجاب پولیس جرائم اور اس کے ذمہ دار افراد سے پہلے سے بھی بہتر طریقے سے نمٹ سکے گی جس کے لیے ہم سب کو حکومت سے تعاون اور حکومت کی مدد کرنی چاہیے۔

ان ہی الفاظ کے ساتھ جناب والا! میں اپنی گزارشات ختم کرنے کی اجازت چاہوں گی اور حکومت سے درخواست کرتی ہوں کہ ایوان میں پیش کی جانے والی سنجیدہ اور مثبت تجاویز کا سنجیدگی سے جائزہ لیں اور ان کو ممکن حد تک قابل عمل بنائیں۔ شکریہ جناب والا!

جناب چیئرمین : ابھی دس منٹ باقی ہیں۔ چودھری واجد علی خان صاحب، آپ اظہار خیال فرمانا چاہیں گے؟

چودھری واجد علی خان: جناب سپیکر! میں کل اظہار خیال کروں گا۔

جناب چیئرمین: کوئی اور معزز رکن بات کرنا چاہتے ہیں؟ اگر نہیں تو اجلاس کل صبح 9 بجے تک کے لئے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

پیر' 19۔ اکتوبر 1992ء

(دو شنبہ' 21 ربیع الثانی 1413ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں صبح 9 بج کر 37 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ
عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ
كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا
رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۖ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ
يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ الرعد آیات 2 تا 3)

اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان جیسا کہ تم دیکھتے ہو (اتنے) اونچے بنائے۔ پھر عرش پر جا ٹھہرا اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک ایک میعاد معین تک گردش کر رہا ہے وہی (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے (اس طرح) وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم اپنے پروردگار کے روبرو جانے کا یقین کرو ۝ اور وہ وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کیے۔ اور ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں بنائیں۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

وما علینا الا البلاغ ۝

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر : وقفہ سوالات میں محکمہ خوراک اور امور پرورش حیوانات سے متعلق سوالات ہیں۔ رانا اکرام ربانی صاحب کا سوال ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! سوال نمبر 359۔

محکمہ خوراک کے گوداموں کی تفصیل

☆359۔ رانا اکرام ربانی : کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) محکمہ خوراک نے گندم چینی اور دیگر کن کن زرعی اجناس کے ذخائر کے لیے کہاں کہاں گودام قائم کر رکھے ہیں اور ان میں کتنی کتنی گنجائش ہے ان تمام گوداموں کی ضلع وار تفصیل کیا ہے؟

(ب) متذکرہ محکمہ اس وقت کن کن فلور ملوں کو پسائی کے لیے گندم سپلائی کر رہا ہے۔ ایسی فلور ملوں کے نام اور ان کو فراہم کی جانے والی گندم کی مقدار ماہانہ کیا ہے اور انہیں پسائی کی فی من کیا اجرت دی جاتی ہے۔ نیز محکمہ ہذا نے کتنی ملوں کو باضابطہ چلانے کا سرٹیفکیٹ جاری کیا ہوا ہے۔ ایسی ملوں کے نام کیا ہیں۔

(ج) محکمہ ہذا میں اس وقت راشننگ کنٹرول کا کل کتنا عملہ موجود ہے اور یہ عملہ کیا فرائض انجام دے رہا ہے اس کی مکمل تفصیلات کیا ہیں؟

وزیر خوراک (دیوان سید عاشق حسین بخاری) :

(الف) محکمہ خوراک پنجاب نے صرف گندم ذخیرہ کرنے کے لیے گودام قائم کیے ہیں۔ پنجاب میں تعمیر کردہ گوداموں کی گنجائش ذخیرہ 24,62,650 میٹرک ٹن گندم ہے۔ ضلع وار تفصیلات منسلکہ الف پر ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) محکمہ خوراک اس وقت 285 فلور ملوں کو گندم جاری کر رہا ہے۔ ان فلور ملوں کے نام فہرست منسلکہ ب میں درج ہے۔

پچھلے چند ماہ میں ان کو جاری کی جانے والی گندم درج ذیل ہے۔

جولائی 1992ء	33.53 ٹن
اگست 1992ء	1,02,868 ٹن
ستمبر 1992ء	2,05,205 ٹن

1987ء میں آٹا کی راشننگ ختم ہوگئی تھی اور اس وقت سے فلور ملیں گندم کی پسائی اور آٹے کی فروخت نجی کاروبار کے طور پر کررہی ہیں۔ لہٰذا حکومت انہیں کوئی اجرت ادا نہیں کرتی۔ فلور مل لگانے اور چلانے کی اجازت محکمہ صنعت دیا کرتا تھا اور جس فلور مل کو لگانے کی اجازت محکمہ صنعت دے دیتا تھا محکمہ خوراک اس مل کو گندم جاری کردیتا تھا۔ جن ملوں کے پاس محکمہ صنعت کا اجازت نامہ نہ ہوتا تھا محکمہ خوراک ان کو بھی چھ ماہ تک گندم جاری کردیتا تھا۔ اگر کوئی مل انتظامیہ متعینہ عرصہ میں محکمہ صنعت کا اجازت نامہ پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوتی تھی تو اس مل کو گندم کی پسائی بند کردی جاتی تھی۔

آٹے کی مل لگانے پر حکومت سے اجازت نامہ حاصل کرنے کی پابندی مورخہ 22-10-90 سے اٹھائی جاچکی ہے۔ لہٰذا اس وقت فلور مل لگانے یا چلانے کے لیے کسی قسم کے اجازت نامہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(ج) 16 اپریل 1987ء سے راشننگ کا نظام ختم ہوگیا تھا جس کے نتیجہ میں محکمہ خوراک پنجاب میں راشننگ کی تمام آسامیاں ختم کردی گئی تھیں اور اب راشننگ کے لیے کوئی عملہ متعین نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اس بارے میں کوئی ضمنی سوال؟

کوئی ضمنی سوال نہیں۔ اگلے سوال کے لیے رانا اکرام ربانی صاحب

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! سوال نمبر 376۔

شوگر ملوں کی تعداد

☆376۔ رانا اکرام ربانی: کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) مالی سال 78-1977ء سے لے کر تاحال کن کن اضلاع اور مقامات پر کن کن ناموں سے نئی شوگر ملیں لگائی گئیں ہیں۔ 78-1977ء تک صوبہ بھر میں کتنی شوگر ملیں تھیں اور وہ کہاں کہاں واقع تھیں ان کے نام کیا ہیں؟

(ب) سال 77-1976ء تک شوگر سیس کے تحت شوگر ملوں سے کتنی رقومات وصول کی گئیں۔ ہر ایک مل کی الگ الگ تفصیل کیا ہے؟

(ج) 78-1977ء سے لے کر تاحال صوبہ بھر کی شوگر ملوں سے شوگر سیس کی مد میں کتنی رقومات وصول کی گئیں ہر شوگر مل کی تفصیل کیا ہے نیز اب تک کتنی رقومات واجب الادا ہیں اور نادہندگان کے نام و پتے کیا ہیں؟

وزیر خوراک (دیوان سید عاشق حسین بخاری) :

(الف) محکمہ صنعت سے موصولہ اطلاع کے مطابق سال 78-1977ء تک صوبہ پنجاب میں کل 13 شوگر ملیں تھیں۔ جن کی تفصیل کا گوشوارہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے 'سال 78-1977ء کے بعد مزید 11 شوگر ملوں کا اضافہ ہوا جن کی تفصیل کا گوشوارہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) شوگر ملوں سے سال 77-1976 تک جمع شدہ شوگر کین ڈویلپمنٹ سیس کی مل وار اور سال وار تفصیل منسلک گوشوارہ (الف) (ب) میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ج) 78-1977ء سے لے کر آج تک بھی 91-4-30 تک شوگر ملوں سے شوگر کین ڈویلپمنٹ سیس کی مد میں جمع شدہ رقومات کی تفصیل کا گوشوارہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

تمام ملوں سے واجب الادا رقم وصول ہو چکی ہے لہٰذا کوئی مل نادہندہ نہیں۔

جناب سپیکر : کوئی ضمنی سوال؟

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ شوگر مل کی sanction کرتے وقت محکمہ یا حکومت کے پاس کیا considerations ہوتی ہیں؟

وزیر خوراک (دیوان سید عاشق حسین بخاری) : جناب سپیکر! شوگر ملیں محکمہ خوراک sanction نہیں کرتا، بلکہ یہ وفاقی حکومت کرتی ہے۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! وفاقی حکومت کی کوئی ایسی sanction تھی۔ جس کو پنجاب حکومت نے مختلف وجوہات کی بناء پر لگانے کی اجازت نہیں دی؟

وزیر خوراک : رانا صاحب براہ کرم اپنا سوال دہرادیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! کوئی ایسا کیس ہے جس میں وفاقی حکومت نے شوگر مل sanc-tion کی تھی۔ لیکن پنجاب حکومت نے اسے لگانے کی اجازت نہیں دی۔ اس کی کیا وجوہات

تھیں؟

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا کوئی ایسا کیس وزیر خوراک کے علم میں ہے کہ وفاقی حکومت نے ایک شوگر مل sanctionکی، اس کے لیے قرضہ بھی منظور ہوگیا۔ لیکن پنجاب حکومت نے اس کو لگانے کی اجازت نہیں دی۔ وہ کون سی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے یہ مل لگانے کی اجازت نہیں دی گئی؟

جناب سپیکر: محترم رانا صاحب! دراصل یہ سوال محکمہ خوراک سے متعلق نہیں ہے۔ اس میں محکمہ خوراک نہ تو شوگر ملز sanction کرنے میں آتا ہے اور نہ ہی محکمہ خوراک اس کا این او سی جاری کرتا ہے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! اس سلسلے میں عرض ہے کہ محکمہ خوراک کا ایک ڈائریکٹر خوراک ہوتا ہے جو اس کا انچارج ہوتا ہے اور اسے دیکھتا ہے اور ہم صرف develop-ment cess کو deal کرتے ہیں۔ یعنی اڑھائی فیصد شوگر ملز والے جمع کرواتے ہیں اور اڑھائی فیصد cess کاشت کار جمع کرواتے ہیں۔ اس کو ہم lookafter کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارا اس میں اور کوئی عمل دخل نہیں۔

جناب سپیکر: جی ہاں شوگر ملز سے محکمہ خوراک کا کوئی واسطہ نہیں۔ یعنی شوگر ملز sanc-tion کرنے سے یا این او سی جاری کرنے سے محکمہ خوراک کا کوئی تعلق نہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس سوال میں جو انہوں نے گوشوارہ (الف) دیا ہے اس کے نمبر 1 پر ہے کہ مالی سال 78-1977ء سے لے کر تاحال صوبہ پنجاب میں لگائی جانے والی ملوں کے کوائف اور اس میں فیصل آباد میں تین شوگر ملوں کا درج کیا گیا ہے تو میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا یہ تعداد درست ہے؟ کہ فیصل آباد کی قسمت میں تین شوگر ملیں ہیں؟ دو لگی ہوئی ہیں اور ایک زیر تعمیر ہے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! یہ misprint ہے۔ گوشوارہ سے (الف) کو(ب) تصور کیا جائے اور (ب) کو (الف) تصور کیا جائے، کیونکہ یہ misprint ہوگیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جزو (الف) اور (ب) کو اگر بدل کر بھی پڑھا جائے تو پھر بھی

انہوں نے صرف ایک رمضان شوگر ملز کے متعلق لکھا ہے کہ یہ زیر تعمیر ہے، جبکہ وہاں پر اور بھی دو شوگر ملیں زیر تعمیر ہیں، ان کے بارے میں یہاں پر درج نہیں کیا گیا۔ لہٰذا یہ فرمائیں کہ کیا ان کا یہ جواب درست ہے؟

وزیر خوراک : جناب والا! ایک لیہ شوگر ملز miss ہوگئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! آپ سے یہ گزارش ہے کہ یہ جواب نامکمل ہے اور گوشوارے سے متعلق وزیر موصوف نے خود تسلیم کیا ہے کہ اس میں غلطی ہوگئی ہے کہ (الف) کو (ب) اور (ب) کو (الف) کی جگہ پر دے دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سوال کو pending کرلیا جائے تاکہ correct اور complete information اس ایوان میں آسکے۔

جناب سپیکر : رانا صاحب! اس میں کون سی ایسی چیز جو کہ سوال میں دریافت کی گئی تھی لیکن جواب میں نہیں ہے۔ اس کو آپ point out فرمائیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! وزیر موصوف نے خود تسلیم کیا ہے کہ ایک مل یہاں پر miss ہوگئی ہے اور پھر انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ گوشوارہ (الف) اور (ب) یہاں پر درست طور پر نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر : کس نے تسلیم کیا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! وزیر موصوف نے خود ہی فرمایا ہے۔

جناب سپیکر : کہاں؟

رانا ثناء اللہ خان : اپنے جواب میں۔

جناب سپیکر : نہیں! انہوں نے تو گوشوارے میں تبدیلی کی بات کی ہے کہ گوشوارے میں تھوڑی سی تبدیلی ہے۔ لیکن اس میں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ miss ہوگیا ہے۔ آپ فرمائیں کہ کون سے سوال کا جواب اس میں تشنہ ہے؟

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! وزیر موصوف نے شوگر ملز سے متعلق ضمنی سوال کے جواب میں خود فرمایا ہے کہ فلاں مل کے متعلق درج کرنا یہاں پر رہ گیا ہے۔ miss ہوگیا ہے۔

جناب سپیکر : رانا صاحب! اس میں آپ فرمایئے کہ سوال کے کون سے حصے کا جواب نہیں آیا۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! یہ جزو (الف) ہے کہ مالی سال 78-1977ء سے لے کر

تاحال جناب والا! "تاحال" آج کی تاریخ ہوگا۔ سوال کے جزو (ج) میں پوچھا گیا ہے کہ تاحال صوبہ بھر کی شوگر ملوں سے شوگر سیس کی مد میں کتنی رقومات وصول کی گئی ہیں۔ شوگر مل کی تفصیل کیا ہے؟ جناب سپیکر! اس تفصیل میں وہ ملیں آئی ہی نہیں ہیں اور گوشوارے میں ان کے بارے میں درج ہی نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس وقت فیصل آباد میں تین ملیں زیر تعمیر ہیں۔ ساری دنیا کو اس بات کا علم ہے ان کے متعلق بھی یہاں پر کوئی کوائف درج نہیں کیے گئے۔ صرف ایک رمضان شوگر ملز تحصیل چنیوٹ کے بارے میں لکھا ہے۔ جبکہ گوجرہ اور تاندلیانوالہ کے پاس دو شوگر ملیں تقریباً مکمل ہو چکی ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ جو گوشوارہ دیا گیا ہے یہ اسی سلسلہ میں دیا گیا ہے۔ اب آپ فرمایئے کہ کون سی چیز اس میں نہیں ہے جو دریافت کی گئی تھی؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہاں پر جو گوشوارہ الف دیا گیا ہے اس میں اوپر یہ title ہے کہ مالی سال 78-1977ء سے لے کر تا حال صوبہ پنجاب میں لگائی جانے والی شوگر ملوں کے کوائف۔ تو جب وہ شوگر ملیں جو کہ وہاں پر اس وقت زیر تعمیر ہیں ان کے نام ہی درج نہیں کیے گئے تو پھر یہ اطلاع کس طرح سے مکمل ہوگی؟ یہاں پر صرف تین ملوں کے کوائف دیے گئے ہیں۔ (1) گوجرہ سمندری شوگر ملز (2) کمالیہ شوگر ملز اور رمضان شوگر ملز ضلع جھنگ زیر تعمیر ہے جبکہ وہاں پر دو اور شوگر ملیں بھی زیر تعمیر ہیں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! ہمیں جو تفصیل محکمہ صنعت کی طرف سے موصول ہوئی ہے اس کے مطابق ہم نے لسٹ میں دے دیا ہے اور میں اپنے فاضل ممبر سے پھر یہ گزارش کرتا ہوں کہ شوگر کین رولز 1964ء سیس ڈویلپمنٹ کے قاعدہ نمبر 9 کے تحت ہم اس کو deal کرتے ہیں اور محکمہ صنعت نے جو ہمیں لسٹ بھجوائی ہے اس کے مطابق ہی یہ جواب ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر وزیر موصوف کی اس بات کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ یہ سوال ان سے متعلقہ نہیں بنتا تو پھر انہیں چاہیے تھا کہ اس سوال کے جزو (الف) کے جواب میں صرف اتنا ہی لکھتے کہ یہ ان سے متعلقہ نہیں ہے۔ یہ اطلاعات اور یہ گوشوارے دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ اور اگر یہ دیے گئے ہیں تو پھر انہیں مکمل کر کے دینا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر: آپ کی یہ بات درست ہے کہ اگر محکمہ خوراک یہ سمجھتا ہے کہ یہ سوال ان سے متعلقہ نہیں ہے تو ان کو جزو (الف) کے بارے میں یہ کہنا چاہیے تھا کہ یہ سوال محکمہ

خوراک سے متعلقہ نہیں ہے بلکہ یہ محکمہ صنعت سے متعلقہ ہے اور اگر اس کے کوائف محکمہ صنعت سے پوچھ کر دیے گئے ہیں تو پھر یہ کوائف صحیح ہونے چاہئیں۔ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔

وزیر خوراک : جناب سپیکر! اس کے جزو (الف) میں ہم نے حوالہ دیا ہے کہ محکمہ صنعت سے موصلہ اطلاع کے مطابق۔

جناب سپیکر : محکمہ صنعت سے موصولہ اطلاع کے مطابق۔

وزیر خوراک : جی! ان کی اطلاع کے مطابق ہم نے دیا ہے۔

جناب سپیکر : اب یہ کہتے ہیں کہ ان کی اطلاع کے مطابق جو جواب آپ نے دیا ہے نامکمل ہے۔ جو آپ نے یہ گوشوارہ دیا ہے یہ نامکمل ہے۔ تو اس کے بارے میں یہ کہہ رہا تھا کہ یا تو آپ کو یہ گوشوارہ دینا ہی نہیں چاہیے تھا اور صرف یہ لکھنا چاہیے تھا کہ یہ سوال محکمہ صنعت کے متعلقہ ہے، یہ انہی سے دریافت کیا جاسکتا ہے اور اگر جواب دیا ہے تو پھر مکمل ہونا چاہیے تھا تو آپ کے خیال میں فیصل آباد میں دو اور ملیں زیر تعمیر ہیں ان کے علاوہ تین ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جی! ان کے علاوہ تین ہیں۔

جناب سپیکر : آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جواب نامکمل ہے۔

رانا ثناء اللہ خان : جی! نامکمل ہے۔

جناب سپیکر : تو اس سوال جزو (الف) کو موخر کرلیتے ہیں اس کا جواب comprehen-sive انداز میں محکمہ صنعت سے لے کر یہاں ایوان کی میز پر رکھنا چاہیے آپ کا محکمہ اور محکمہ صنعت ان سے مکمل معلومات حاصل کرکے اسے ایوان کی میز پر رکھ دے۔ تو جزو (الف) کو موخر کرتے ہیں۔

سوالات نمبر 1699,1698,1476,1452,1388,999,798 پیش نہیں کیے گئے۔

جناب فرید احمد پراچہ نے سوال نمبر 1731 پیش کیا۔

گندم کی خریداری کا ہدف

☆1731۔ جناب فرید احمد پراچہ : کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ موجودہ سال میں نئی فصل کی آمد پر محکمہ خوراک نے صوبے

بھر میں گندم کے خریداری کا ہدف اٹھائیس لاکھ ٹن مقرر کیا تھا اور اس مقصد کے لیے تقریباً 500 مراکز قائم کیے گئے تھے۔ اگر ہاں تو ہدف کا کتنا حصہ پورا ہو سکا۔ اگر ہدف مکمل نہیں ہو سکا تو اس کی وجوہات کیا تھیں۔ نیز مراکز خریداری پر متعین عملہ کی تنخواہوں الاؤنسز و دیگر انتظامات پر کل کتنی رقم خرچ ہوئی۔

(ب) سال رواں کے علاوہ گزشتہ دو سالوں کے اہداف اور اس کے حصول کے نتائج ان پر اٹھنے والے اخراجات نیز ناکامی کے اسباب بھی ایوان کو فراہم کیے جائیں۔

(ج) محکمہ نے مسلسل کئی سالوں میں اپنی ناکامی کا کیا جائزہ لیا ہے؟ نیز غلط منصوبہ بندی اور نااہلی کے مرتکب افسران کے خلاف کیا ایکشن لیا گیا ہے یا لیا جارہا ہے؟

وزیر خوراک (دیوان سید عاشق حسین بخاری):

(الف) اس سال محکمہ خوراک پنجاب نے صوبے میں گندم کی خریداری کا ہدف 27 لاکھ ٹن مقرر کیا تھا۔ اس مقصد کے لیے 467 مراکز خریداری قائم کیے گئے جن کے ذریعے محکمے نے 17,39,394 میٹرک ٹن گندم خرید کی جو کہ ہدف کا 64 فی صد بنتی ہے۔ گندم کی خریداری کے سلسلے میں محکمہ خوراک نے اس مرتبہ اپنی تمام تر کوششیں صرف کیں۔ جس میں ضلعی انتظامیہ کی مدد بھی لی گئی۔ تاہم محکمہ خوراک کو مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر کم گندم بھیجی گئی۔

1۔ راولپنڈی۔ گوجرانوالہ۔ لاہور اور فیصل آباد ڈویژن میں فلور ملز نے بھاری مقدار میں حکومت کی مقرر کردہ قیمت خرید 124 روپے فی 40 کلوگرام سے کہیں زائد قیمت دے کر گندم خرید کی۔

2۔ صوبہ بھر کے بیشتر علاقوں میں کھلی منڈی میں آڑھتیوں کی طرف سے کاشت کار کو گندم کی سرکاری قیمت خرید سے زائد قیمت دی گئی۔

3۔ چونکہ سرکاری قیمت فروخت (136 روپے فی کلوگرام) کا اعلان وفاقی حکومت کی طرف سے پہلے ہی کردیا گیا۔ چنانچہ کاشت کاروں اور غلے کے تاجروں نے کافی مقدار میں گندم ذخیرہ کرلی تاکہ گندم کی خریداری مہم ختم جانے کے بعد اسے زائد قیمت پر بیچ سکیں۔

تاہم اس ضمن میں یہ بتانا ضروری ہے کہ گزشتہ سال کی نسبت محکمہ نے 2 لاکھ

91ہزار ٹن زائد گندم خرید کی۔ جہاں تک خریداری گندم پر اٹھنے والے انتظامی اخراجات کا تعلق ہے یہ محکمہ اپنے ریگولر سٹاف کے ذریعے ہی سر انجام دیتا ہے۔ تاہم گندم کی خریداری کے دوران عارضی مراکز پر متفرق اخراجات مثلاً چوکیداران کی تنخواہ وغیرہ پر 74 لاکھ 54 ہزار 762 روپے کا خرچہ ہوا۔

(ب) سال رواں کے علاوہ گزشتہ دو سالوں کے اہداف اور ان کے حصول مندرجہ ذیل ہیں۔

سال	ہدف	خریداری	اخراجات
1990-91	23,25,000 ٹن	25,33,608 ٹن	54,48,453 روپے
1991-92	22,40,000 ٹن	14,58,628 ٹن	79,09,769 روپے

سال 1991-92ء میں خریداری گندم کا ہدف پورا نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس سے گزشتہ سال یعنی 1990-91ء کی فصل ایک BUMPER CROP چنانچہ 1990-91 میں جیسا کہ اوپر دیے گئے نتائج سے ظاہر ہے۔ ہدف سے بھی کافی زیادہ خریداری ممکن ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1991-92 کی خریداری شروع کرتے وقت محکمہ خوراک پنجاب پچھلے سال یعنی 1990-91 کی فصل سے بچ رہنے والا 7.76 لاکھ ٹن گندم کا ذخیرہ پہلے ہی موجود تھا۔ لہٰذا محکمے نے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ؛ محکمہ کے پاس گندم ذخیرہ کرنے کی گنجائش بھی محدود (تقریباً 24.50 لاکھ ٹن) ہے۔ 1991-92ء کی سرکاری خریداری کی بہت زیادہ کوشش نہیں کی۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ 1984-85ء سے اب تک BUMPER CROPS 1990-91,1989-90,19986-87ء کو نکال کر باقی پانچ سالوں میں اوسطاً 70فیصد ہدف حاصل ہوتا رہا ہے۔

(ج) یہ کہنا درست نہیں ہے کہ محکمہ خوراک اپنی کارکردگی میں ناکام ہوا ہے۔ گندم کی سرکاری خرید و فروخت مکمل طور پر ایک رضاکارانہ عمل ہے۔ جس کا مقصد کاشتکاروں کو ان کی پیداوار کا صحیح معاوضہ دلانا اور آٹے کے صارفین کو مناسب نرخوں پر آٹے کی فراہمی یقینی بنانا ہے۔ محکمہ خوراک یہ دونوں مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ لہٰذا محکمے کی ہمہ تن کوششوں کے نتیجہ میں صوبہ بھر میں نا مناسب قیمتوں پر وافر مقدار میں آسانی سے دستیاب ہے۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ محکمہ خوراک کا ماضی میں

زیادہ سے زیادہ ہدف 23 لاکھ 25 ہزار ٹن رہا ہے۔ حکومت نے اس مرتبہ ارادتاً بھی ہدف زیادہ یعنی 27 لاکھ ٹن مقرر کیا تھا تاکہ اہل کار تساہل کے مرتکب نہ ہوں۔ لہٰذا ہدف سے کم خرید کو محکمہ کی ناکامی نہیں کہا جاسکتا۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ گندم کی خریداری کا ہدف پورا نہ ہونے کی ضمن میں جو وجوہات بیان کی گئی ہیں وہ تین ہیں وہ تینوں وجوہات وفاقی حکومت کی طرف سے گندم کی مقرر کردہ قیمت خرید کم ہونا بیان کی گئی ہیں۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ کیا محکمہ نے وفاقی حکومت کو اس ضمن میں کوئی مراسلہ بھیجا ہے یا اس کی وجوہات سے آگاہ کیا ہے کہ اگر آپ قیمت زیادہ مقرر کریں تو ہم بہتر طور پر گندم کی خریداری کر سکتے ہیں۔

وزیر خوراک : جناب سپیکر! اس پر پنجاب اسمبلی کی طرف سے بھی recommendation گئی تھی اور actually یہ recommendation محکمہ زراعت نے بھیجنی تھی اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے بھیجی ہوگی۔ لیکن پنجاب حکومت کی طرف سے یہ recommen-dation بھیجی گئی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! جزو (ج) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گندم کی سرکاری خرید و فروخت مکمل طور پر ایک رضاکارانہ عمل ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ رضاکارانہ عمل ہے تو گندم کی خریداری کے دوران مختلف اضلاع میں دفعہ 144 کیوں نافذ کی جاتی ہے؟

وزیر خوراک : وہ صرف احتیاط کے طور پر کیا جاتا ہے کہ گندم سمگل نہ ہو جائے اور وہ حکومت کے لیے بہت sensitive مسئلہ ہوتا ہے۔

خان احمد خان بلوچ : جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہدف بھی پورا نہیں ہوا اور جزو(ب) میں 25 لاکھ ٹن کی خریداری پر خرچہ 54 لاکھ روپے اور جہاں 14 لاکھ ٹن ہے وہاں خرچہ 79 لاکھ روپے ہے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ 14 لاکھ ٹن پر اتنا خرچہ کیسے آگیا جبکہ 25 لاکھ ٹن پر اتنا خرچہ نہیں آیا۔

وزیر خوراک : جناب والا! تنخواہیں بڑھنے کی وجہ سے اخراجات میں بھی اضافہ ہوا۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ جزو (ب) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ 1990-91 کی فصل چونکہ بہت زیادہ ہوگئی تھی اور اس وجہ سے جب 1991-92 کی

خریداری شروع کی گئی تو محکمہ کے پاس پہلے سے فصل سے بچ جانے والا ذخیرہ موجود تھا۔ اس لیے خریداری کی زیادہ کوشش نہیں کی گئی۔ سوال یہ ہے کہ کیا محکمہ خوراک نے محکمہ زراعت سے اس سال کی گندم کی پیداوار کا گوشوارہ حاصل نہیں کیا تھا اور انہیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ اس سال گندم اتنی پیدا نہیں ہوئی اور اس کے مطابق یہ اپنے ذخیرہ کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ جو 64 فی صد خریداری کی گئی ہے اور جو 36 فی صد کی کمی آئی ہے یہ نہ آتی تو کیا انہوں نے اس سلسلے میں محکمہ زراعت سے کوئی رابطہ بھی کیا؟

زیر خوراک : جناب والا! ہمارے پاس محکمہ زراعت کی طرف سے معلومات تھیں لیکن فاضل ممبر نے یہ نہیں پڑھا کہ already ہمارے پاس 7.76 لاکھ ٹن ذخائر تھے۔ تو اس وجہ سے ہمارے پاس گوداموں میں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ ہم مزید گندم خرید کرتے۔

جناب سپیکر : خان غلام سرور خان! سوال نمبر 1753

محکمہ خوراک کے گودام سے گندم کی چوری

☆1753۔ خان غلام سرور خان : کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ گندم کے گودام مچھرالہ ضلع سیالکوٹ سے محکمہ خوراک کے چند افسران کی ملی بھگت سے گندم کی تقریباً گیارہ سو بوریاں چوری ہو گئی تھیں۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ محکمہ کے ایک ملازم نے جب اس حقیقت سے پردہ اٹھایا تو اس کی نشان دہی پر گندم کی برآمدگی کا بہانہ گھڑ لیا گیا۔ اگر ہاں تو اس واقع میں ملوث افسران کے نام اور عہدہ کیا ہیں؟ ان کے خلاف کیا کاروائی کی گئی ہے؟ جس مل سے گندم برآمد ہوئی تھی اس کے خلاف کیا کارروائی کی گئی؟ تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر خوراک (دیوان سید عاشق حسین بخاری) :

(الف) سنٹر پر تعینات عارضی چوکیدار نے سنٹر کے سٹاف کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بروز جمعہ مورخہ 3-7-1992 کو گودام سے 1080 بوری گندم چوری کی۔ جس کے خلاف مورخہ 4-7-92 کو پولیس سٹیشن ہیڈ مرالہ میں مقدمہ درج ہوا۔ افسران کی ملی بھگت ہونے کے متعلق رائے محکمانہ انکوائری کے بعد ہی قائم کی جاسکتی ہے۔

(ب) محکمہ خوراک کے مقامی سنٹر کے انسپکٹر۔ فوڈ ڈائریکٹوریٹ (پنجاب) لاہور کے عملہ کے

انفورسمنٹ اور مقامی پولیس کی بروقت کوشش سے اسلام آباد کی دو فلور ملز سے گندم برآمد ہوئی اور محکمہ نے اپنی تحویل میں لے لی۔ مچھرالہ سنٹر پر لال دین بھٹی فوڈ گرین انسپکٹر اور زاہد حسین فوڈ سپر وائزر تعینات تھے انہیں غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے معطل کرایا گیا اور محکمانہ کارروائی کی جارہی ہے۔ جبکہ ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر سیالکوٹ کی اس ضمن میں جواب طلبی کی گئی ہے۔ مزید یہ کہ ملزم شفیق الرحمان (عارضی چوکیدار) گرفتار کیا جاچکا ہے اور تفتیش جاری ہے۔ چونکہ اسلام آباد کی فلور ملیں ڈائریکٹر خوراک اسلام آباد کے زیر انتظام ہیں۔ اس لیے ڈائریکٹر خورک اسلام آباد کو ڈائریکٹر خوارک پنجاب کی طرف سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ چوری شدہ گندم خریدنے کے الزام میں ان دونوں فلور ملوں کے خلاف مناسب کارروائی کرے۔

تمام چوری شدہ گندم برآمد ہوچکی ہے اور محکمہ نے عدالت سے سپرداری پر حاصل کرلی ہے۔ اس طرح بروقت کارروائی کی وجہ سے محکمہ کو کسی قسم کا نقصان نہ اٹھانا پڑا ہے۔

خان احمد خان بلوچ : جناب والا! اس میں یہ کہا گیا ہے کہ 11 سو بوریاں چوری ہوگئیں اور admit کیا گیا ہے اور اس کے لیے کہا گیا ہے کہ انکوائری کرارہے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ انکوائری افسر کون ہے؟ کیا اس انکوائری کو بھی 13 سال لگیں گے۔ جیسے پیچھے لگے ہیں یا کتنے عرصے میں مکمل ہوگی؟

وزیر خوراک : جناب والا! یہ انکوائری دو ماہ کے اندر مکمل ہوجائے گی۔

خان احمد خان بلوچ : یہ انکوائری کون کررہا ہے؟

جناب سپیکر : ضمنی سوال یہ ہے کہ انکوائری کون کررہا ہے؟

وزیر خوراک : یہ انکوائری ڈپٹی ڈائریکٹر سیالکوٹ کررہا ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو مہینے میں انکوائری مکمل ہوجائے گی۔ یہ مقدمہ 92-7-4 کو درج ہوا ہے۔ چنانچہ دو ماہ گزر چکے ہیں۔ اس بارے میں ارشاد فرمائیں کہ کیا انکوائری مکمل ہوگئی ہے؟

وزیر خوراک : جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ آج سے دو مہینے کے اندر انکوائری مکمل ہوجائے گی۔

جناب سپیکر : جب سے انکوائری شروع ہوئی ہے اس سے دو مہینے کے اندر یا آج سے ؟
وزیر خوراک : جناب سپیکر! آج سے۔
جناب سپیکر : ٹھیک ہے جی! آج سے دو مہینے کے اندر انکوائری مکمل ہوگی۔ آخری ضمنی سوال
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! جزو (ب) میں ہے کہ غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے ایک فوڈ انسپکٹر اور فوڈ سپر وائزر کو معطل کیا گیا ہے محکمانہ کارروائی کی جارہی ہے جبکہ اس ضمن میں ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر سیالکوٹ کی جواب طلبی کی گئی ہے اور مزید یہ کہ ملزم شفیق الرحمٰن عارضی چوکیدار کو گرفتار کیا جاچکا ہے۔ اس میں عارضی چوکیدار کو تو گرفتار کیا گیا ہے ۔ دوسروں کو معطل کیا گیا ہے۔ معطل کرنا اور اس کے بعد محکمانہ کارروائی کرنا جواب طلبی کرنا کوئی ایسی سزا نہیں جسے ہم یہ کہیں کہ واقعی اس جرم میں جو انہوں نے کیا ہے قرار واقعی سزا ملی ہے۔ صرف ایک غریب آدمی جو عارضی چوکیدار ہے اس کو گرفتار کیا گیا ہے اور باقی دونوں کو کوئی ایسی سزا نہیں دی گئی۔ ان کو جو معطل کیا گیا ہے اور اس کے بعد جواب طلبی کی گئی ہے اب ان کی کیا پوزیشن ہے ؟ آیا معطل ہیں یا معطل ہونے کے بعد انہیں سفارش پر چھوڑ دیا گیا ہے یا ان کے خلاف کوئی اور محکمانہ کارروائی ہونے کے بعد ان کو سزا تجویز کی گئی ہے ؟
وزیر خوراک : جناب سپیکر! اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ چوکیدار نے سنٹر کے سٹاف کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جمعہ کے روز تین ٹرک گندم چوری کروائے ۔ دوسرے لوگ اس وقت موجود نہیں تھے اور میرے انہی دوستوں نے کہا ہے کہ غبن ہوا ہے چوری ہوئی ہے۔ اس کے باوجود ہم نے ان کے خلاف کارروائی کی ہے۔ مزید یہ کہ اس کے متعلق ڈپٹی ڈائرکٹر فوڈ انکوائری کررہے ہیں۔
ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! ان لوگوں کے خلاف محکمانہ کارروائی اب تک ہورہی ہے۔ کیا وہ اب تک معطل ہیں ؟ یا ان کو رہا کردیا گیا ہے ؟
وزیر خوراک : وہ اہل کاران ابھی تک معطل ہیں۔
جناب سپیکر : اگلا سوال ۔ میاں منظور احمد موہل!
میاں منظور احمد موہل : سوال نمبر 1915

اپنے ضلع میں تعینات افسروں کو تبدیل کرنے کے لیے اقدامات

☆1915۔ میاں منظور احمد موہل : کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر محکمہ خوراک میں اپنے ضلع کا انچارج ہوتا ہے؟

(ب) اس وقت پنجاب میں کتنے ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر ایسے ہیں جو اپنے ہی ضلع میں تعینات ہیں ان کے نام معہ تاریخ تعیناتی سے آگاہ فرمایا جائے۔

(ج) کیا حکومت کے زیر غور ایسی تجویز ہے کہ ایسے افسران کو جو اپنے ہی ضلع میں تعینات ہیں ان کو وہاں سے تبدیل کیا جائے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو کب تک عمل درآمد ہوگا اگر جواب نفی میں ہے تو اس کی وجہ بیان کی جائے؟

وزیر خوراک (دیوان سید عاشق حسین بخاری):

(الف) درست ہے۔

(ب) اس وقت پنجاب کے 32 میں سے صرف 8 اضلاع میں ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر ایسے ہیں جو اپنے ہی ضلع میں تعینات ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ محمد فاروق گورچانی	ڈیرہ غازی خان	1-5-90
2۔ رانا محمود احمد	گوجرانوالہ	8-12-90
3۔ میاں اعجاز احمد	لاہور۔i۔	10-10-91
4۔ شاہد رشید شیخ	لاہور۔ii۔	7-3-91
5۔ سید قطب عباس	شیخوپورہ	8-10-91
6۔ شفقت حسین	گجرات	26-10-91
7۔ خالد محمود	جھنگ	8-4-89
8۔ احمد محمود بھٹی	بہاول نگر	8-4-91

(ج) حکومت کی ٹرانسفر پالیسی جو مارچ 1980ء میں دی گئی کے تحت بعض حالات میں اور وقتی ضرورت کے تحت گریڈ 16 اور اس سے اوپر والے گریڈ کے افسران اپنے اضلاع میں تعینات کیے جاسکتے ہیں۔ جزو (ب) کے تحت دیے گئے جواب سے ظاہر ہے کہ مجموعی طور پر محکمہ خوراک ٹرانسفر پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ تاہم ناظم خوراک پنجاب کو ہدایت کردی گئی کہ مندرجہ بالا آٹھ تعیناتیوں پر بھی حکومت پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے نظر ثانی کریں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میرا سوال یہ تھا کہ ایسے افسران جو اپنے ضلع میں تعینات ہیں ان کو وہاں سے تبدیل کیا جائے گا۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو کب تک عمل درآمد ہوگا۔ لیکن انہوں نے جواب کے (ج) جزو میں جو جواب دیا ہے اس سے میرا سال تشنہ رہ گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ گریڈ 16 اور اس سے اوپر والے گریڈ کے افسران اپنے اضلاع میں تعینات کیے جاسکتے ہیں اور حکومت کی یہ ٹرانسفر پالیسی مارچ 1980ء میں بنی تھی۔ میں وزیر موصوف سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو ڈی۔ ایف سی اپنے ضلع میں تعینات ہیں کیا ان کو وہاں سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں، یا انہیں مزید اپنے اضلاع میں رکھنا چاہتے ہیں۔

وزیر خوراک: جناب والا! میری تو ہمیشہ سے یہ کوشش ہوتی ہے کہ میں محکمہ خوراک کے لیے بہتر سے بہتر کام کروں۔ فاضل رکن کا سوال بالکل جائز ہے۔ جس ڈسٹرکٹ میں اسی ضلع سے تعلق رکھنے والا ڈی ایف سی تعینات ہوگا میں اس کو ایک ماہ کے اندر اندر وہاں سے تبدیل کردوں گا۔

جناب سپیکر: اب لائیو سٹاک کے سوالات کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سید خاور علی شاہ

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: سوال نمبر 788

محکمہ امور پرورش حیوانات

ویٹرنری سینٹروں کو فراہم کی گئی ادویات کی تفصیل

☆788۔ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سال 1988 سے 1990 تک ملتان ڈویژن میں ویٹرنری سینٹروں کے لیے کتنی عمارتیں کس کس جگہ تعمیر ہوئیں اور وہ کس کس محکمہ کے زیر استعمال ہیں۔

(ب) ضلع خانیوال کے معرض وجود میں آنے سے لے کر تا حال ویٹرنیری سینٹروں میں کتنی رقم کی ادویات فراہم کی گئی ہیں اور 1985 تا1990 کے دوران مہیا کی گئی ادویات کی تفصیل مہیا کی جائے۔

(ج) ضلع خانیوال کے کن کن ویٹرنیری سنٹروں میں عملہ نہیں ہے مکمل تفصیل فراہم کی

جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات(چودھری عامر سلطان چیمہ) :

(الف) سال 1988ء تک ملتان ڈویژن میں کوئی بھی عمارات برائے ویٹرنری سنٹر تعمیر نہیں ہوئی۔

(ب) محکمہ ہذا کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کا دفتر یکم جولائی 1986ء سے تا حال (مئی 1991ء جس مہینہ سوال کیا گیا) تک مبلغ 811968 روپے کی ادویات فراہم کی گئیں جبکہ 1986ء سے 1990ء کے دوران مبلغ 681407 روپے کی ادویات فراہم کی گئی۔ ادویات کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع خانیوال وٹرنری سنٹر حویلی کورنگہ اور درکھانہ میں فی الحال باقاعدہ عملہ تعینات نہیں ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! جزو (ب) میں انہوں نے 1991ء تک کا حساب دیا ہے یعنی 811968 روپے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت موجودہ پوزیشن کیا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات : جناب والا! انہوں نے جو سوال کیا ہے ہم نے اس کے مطابق (ب) جزو میں جواب دے دیا ہے اور اس کی تفصیل بھی موجود ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! میں نے تو سوال 1990ء تک کیا تھا لیکن انہوں نے تفصیل 1991ء تک کی بتائی ہے۔ حالانکہ اسے اپ ٹو ڈیٹ ہونا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر : آپ نے جو سوال کیا ہے وہ یہ ہے کہ 1985 تا 1990ء کے دوران مہیا کی گئی ادویات کی تفصیل مہیا کی جائے۔ لہٰذا اس میں آج تک کا سوال نہیں ہے؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا! انہوں نے 1991ء کی تفصیل تو خود ہی بتائی ہے۔

جناب سپیکر : یہ تو پھر ان کی efficiency ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : میں ان کی زیادہ efficiency چاہتا تھا۔

جناب سپیکر : کوئی اور ضمنی سوال؟ کوئی ضمنی سوال نہیں۔ اگلا سوال ملک محمد ذاکر صاحب۔

ملک محمد ذاکر : سوال نمبر 1002۔

لائیو سٹاک فارمز کے نفع نقصان کی تفصیل

☆1002۔ ملک محمد ذاکر : کیا وزیر امور پرورش و حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) لائیو سٹاک فارمز کو پچھلے سال کتنا منافع یا نقصان ہوا۔

(ب) پچھلے سال مذکورہ فارموں سے عام کاشت کاروں کو اچھی نسل کے کتنے جانور دیے گئے تھے۔

(ج) ہر فارم کے جانوروں کی تعداد نسل کے لحاظ سے کیا ہے اور ہر فارم سے جو جانور عام کاشت کاروں کو قیمتاً اس نسل کے بڑھنے کے لیے دیے گئے ان کی تعداد کیا ہے۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ لائیو سٹاک اور ویٹرنری سٹاف عام کاشت کار کے جانوروں کی دیکھ بھال کے لیے تعاون نہیں کرتا اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

(ہ) کیا یہ درست ہے پولٹری فارمز کی معاونت صرف پرائیویٹ سیکٹر کر رہا ہے سرکاری طور پر کوئی مدد نہیں مل رہی ہے اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات (چودھری عامر سلطان چیمہ) :

(الف) محکمہ ہذا کے تحت مختلف فارموں پر پچھلے سال 91-1990ء میں نفع و نقصان گوشوارہ (الف) میں درج ہے۔

(ب) پچھلے سال 91-1990ء میں 3449 جانور عام کاشت کاروں کو دیے گئے۔

(ج) تفصیل گوشوارہ (ب)☆☆☆میں ملاحظہ ہو۔

(د) یہ درست نہیں ہے۔

(ہ) یہ درست نہیں ہے۔

گوشوارہ (الف) بابت نفع و نقصان لائیو سٹاک فارمز۔ برائے سال 1990-91

رقم لاکھوں روپوں میں

نمبر شمار	تجرباتی فارم	خرچ	آمدن	نفع	نقصان
1۔	تجرباتی فارم مویشیاں خضر آباد	72.12	60.22	—	11.90
2۔	" " " " رکھ غلاماں	97.56	54.23	—	43.33
3۔	" " " " خوشاب	45.49	28.16	—	17.33

4۔	لائیو سٹاک فارم کلورکوٹ	48.43	31.63	--	16.80
5۔	" " " " رکھ ماہنی	9.01	1.36	--	7.65
6	فائن وول شیپ فارم TDA2.5	24.81	6.02	--	18.79
7۔	تجرباتی فارم مویشیاں رکھ خیرے والا	37.47	9.72	--	27.75
8۔	" " " " چک کٹورہ	34.12	27.32	--	6.80
9۔	لائیو سٹاک فارم جھیت پیر	30.18	5.82	--	24.36
10۔	تجرباتی فارم مویشیاں فاضل پور	36.92	5.51	--	31.41
11۔	" " " " ہارون آباد	20.63	18.01	--	2.62
12۔	" " " " جہانگیر آباد	65.41	60.27	--	5.14
13۔	" " " " شیر گڑھ	7.06	7.62	0.56	--
14۔	" " " " اللہ داد	7.70	12.13	4.43	--
15۔	" " " " رحیمہ چاہل	40.74	18.85	--	21.89
16۔	" " " " ٹھیری مورت	17.45	5.62	--	11.83
17۔	" " " " رکھ بھوتیکی	59.42	22.44	--	36.98
18۔	" " " " شاہ جیونہ	3.61	3.68	--	0.07
19۔	" " " " درکھانہ	3.62	10.56	--	6.94
20۔	" " " " کوٹ امیر شاہ	0.68	0.26	--	0.42
21۔	" " " " بہادر نگر	68.64	68.77	--	0.13
22۔	" " " " قادر آباد	34.64	31.85	--	2.79

جناب فرید احمد پراچہ : سوال نمبر 1104۔

ڈی وی ایم اور بی ایس سی آنرز کو یکساں حیثیت دینا

☆1104۔ جناب فرید احمد پراچہ : کیا وزیر امور پرورش حیوانات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے بی سی ایس آنرز (اینمل ہسبنڈری) کی ڈگری رکھنے والوں کو سال 1988ء تک محکمہ بطور ویٹرنری آفیسر ملازمتیں

دی جاتی رہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سال 1988ء میں اس ڈگری کے حامل افراد کو بطور ویٹرنری آفیسر بھرتی کرنے پر بلا وجہ پابندی لگادی گئی۔

(ج) اگر جزو (ب) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس پابندی کی وجہ کیا ہے نیز یہ پابندی کس قانون ضابطے یا قاعدے کے تحت لگائی گئی۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے سال 1989ء میں ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی نے ڈی وی ایم اور بی ایس سی آنرز کو یکساں حیثیت دینے کا فیصلہ کیا تھا اگر جواب اثبات میں ہے تو اس پر اب تک عمل در آمد نہ کرنے کی وجہ کیا ہے۔

وزیر امور پرورش حیوانات (چودھری عامر سلطان چیمہ):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے مگر یہ پابندی بلاوجہ عائد نہیں کی گئی تھی۔

(ج) بی ایس سی آنرز (اینمل ہسبنڈری) ڈگری کے حامل حضرات کو بطور وٹرنری آفیسر بھرتی کرنے پر پابندی عائد کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ ڈگری وٹرنری آفیسر و ہیلتھ کے قواعد ملازمت میں شامل نہ ہے۔ اس ضمن میں اس ڈگری کے حامل ایک صاحب نے لاہور ہائیکورٹ میں ایک رٹ دائر کی۔ فاضل عدالت نے باقاعدہ سماعت کرنے کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مدعی کا مؤقف درست نہ ہے۔ اور مذکورہ ڈگری شرائط ملازمت میں شامل نہ ہے۔ اس لیے وہ درخواست دینے کا اہل ہی نہ تھا۔ عدالت عالیہ نے مزید وضاحت کی کہ فاضل عدالت محکمانہ معاملات میں مداخلت نہیں کرسکتی اور اس طرح یہ اپیل خارج کردی گئی۔

(د) یہ درست نہیں ہے کہ کسی اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی نے ڈی وی ایم اور بی ایس سی آنرز (اینمل ہسبنڈری) کو یکساں حیثیت دینے کا کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ تاہم ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی کے فیصلے پر مختلف شعبوں میں کچھ اسامیوں کے فرائض منصبی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قواعد ملازمت میں بی ایس سی آنرز (اینمل ہسبنڈری) حضرات کے لیے کچھ اسامیاں مختص کرنے کے لیے ایک سمری مورخہ 15-9-92 کو برائے منظوری جناب وزیر اعلیٰ کو مرسل کردی گئی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس ضمن میں محکمہ نے جزو (ج) اور (د) دونوں میں یہ بیان فرمایا ہے اس میں تضاد ہے۔ ایک طرف تو یہ کہا گیا ہے کہ اس ڈگری کے حامل افراد کو بطور وٹرنری آفیسر بھرتی کرنے پر پابندی عائد کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ ڈگری وٹرنری آفیسر کے قواعد ملازمت میں شامل نہ تھی۔ سوال یہ ہے کہ 1988ء تک ان کو بطور وٹرنری آفیسر بھرتی کیا جاتا رہا تو اس وقت کن قواعد کے تحت ان کو بھرتی کیا جاتا رہا؟

وزیر امور پرورش حیوانات : جناب والا! جس وقت اس ڈگری کو ہم نے رائج کیا تو اس وقت اس ڈگری کے خلاف کسی نے رٹ نہیں کی تھی۔ اس کے بعد اس کو عدالت میں چیلنج کردیا گیا۔ میں اس سلسلے میں تھوڑی سی وضاحت کردوں کہ یہ دو ڈگریاں ہیں ۔ ایک ڈگری ڈی وی ایم ہوتا ہے اور ایک اینمل ہسبنڈری کی ڈگری ہوتی ہے۔ ان میں مختلف مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ جو ڈی وی ایم ہوتا ہے وہ جانوروں کا علاج کرتا ہے۔ وہ امراض کی نشان دہی کرتا ہے۔ جبکہ اینمل ہسبنڈری ڈگری کے حامل افراد کا یہ کام ہوتا ہے وہ فیلڈ میں ہوتا ہے۔ یعنی اس کا کام پروڈکشن کا ہوتا ہے۔ جواب میں ساری تفصیل بتادی گئی ہے۔ ہمارے پاس جو زیادہ کام ہے وہ animal treatment کا ہوتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ ہم نے اینمل ہسبنڈری کی ڈگری کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن اس کے باوجود جواب کے آخر میں جزو (د) میں یہ جواب بھی دے دیا ہے کہ ہم نے اس سلسلے میں 15-9-92 کو ایک سمری جناب وزیر اعلیٰ کو ارسال کردی ہے۔ اس کی جب منظوری آجائے گی ہم اس کو بھی رائج کردیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر : اگلا سوال جناب چودھری محمد اسلم کائرہ۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : چودھری محمد اسلم کائرہ کے ایماء پر سوال نمبر 1884۔

محکمہ امور حیوانات کے بارانی ایریا کے ملازمین کو تنخواہ کی ادائیگی

☆1884۔ چودھری محمد اسلم کائرہ : کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ جدید نسل کشی سکیم محکمہ امور حیوانات کے بارانی ایریا میں متعین ملازمین عرصہ ایک سال سے تنخواہ سے محروم ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

ویٹرنری آفیسر۔8۔ ٹیکنیشنز۔88۔ڈرائیورز۔ 2۔ چوکیدار۔8۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ رواں مالی سال میں بھی مزکورہ عملہ کے لیے بجٹ میں رقوم مختص نہیں کی گئی ہیں۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اتنے عرصہ سے غریب ملازمین کو تنخواہ نہ دینے کی وجوہ کیا ہیں۔ کیا حکومت اس سلسلہ میں کوئی جلد اقدام کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو وجہ؟

وزیر امور پرورش حیوانات(چودھری عامر سلطان چیمہ) :

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(ب) جی ہاں! یہ بھی درست ہے۔

(ج) سکیم بنام بارانی ایریا میں جدید طریقہ نسل کشی حیوانات کے مرکز کا قیام عرصہ دو سال کے لیے از 87-1986ء تا 88-1987ء ترقیاتی بجٹ کے تحت زیر عمل رہی۔ بعد ازاں قواعد کے مطابق سکیم ہذا کو 1-7-1988 سے غیر ترقیاتی بجٹ کے تحت کردیا گیا۔ لہٰذا سکیم مذکورہ عرصہ ڈیڑھ سال کے از 1-7-88 تا 21-12-89 غیر ترقیاتی بجٹ کے تحت زیر عمل رہی۔ 1990ء میں جب محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات ایو یلیو ایشن ونگ کا قیام عمل میں آیا تو محکمہ خزانہ نے سکیم ہذا کے فنڈز روک کر اس کی ایویلیوایشن رپورٹ معہ ایلویشن ونگ کی سفارشات پیش کرنے کے لیے کہا۔ چنانچہ محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات نے اپنے ایویلیو ایشن ونگ کی تیار کردہ ایویلیو ایشن رپورٹ معہ مثبت سفارشات اور ماہ فروری 1992ء محکمہ خزانہ کو ارسال کردی۔ جس میں سکیم کو غیر ترقیاتی بجٹ سے منتقل کرنے کی سفارش کی گئی۔ جس کی بناء پر محکمہ خزانہ نے از 1-1-90 تا 20-9-91 تنخواہوں کی ادائیگی تو کردی لیکن سکیم کو مذکورہ بالا سفارشات کے مطابق غیر ترقیاتی بجٹ کے تحت منتقل نہ کیا جس کے نتیجہ میں نہ سکیم کو گزشتہ مالی سال 92-1991ء کے دوران فنڈز دیے گئے اور نہ ہی رواں مالی سال 93-1992ء میں کوئی رقم مختص کی گئی۔

محکمہ لائیو سٹاک نے متعلقہ محکمہ سے مسلسل رابطہ کیا ہوا ہے اور کوشاں ہے کہ جلد از جلد ملازمین کی تنخواہ کا مسئلہ حل ہو جائے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! جواب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اس تمام عملے کی تنخواہ کا جٹ میں ابھی تک کوئی انتظام نہیں کیا جاسکا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ کیونکہ ان بے چاروں کو پہلے ہی کافی عرصہ سے تنخواہ نہیں ملی۔

وزیر امور پرورش حیوانات : جناب والا! جیسا کہ جواب میں بھی بتایا گیا ہے ہم نے یہ سکیم مصنوعی نسل کشی کے لیے شروع کی تھی۔ یہ سکیم 87-1986ء میں شروع ہوئی اور 88-1987ء تک یعنی دو سال تک یہ سکیم جاری رہی اور اس کو بعد میں غیر ترقیاتی اخراجات کی طرف منتقل کردیا گیا۔ جب محکمہ کو غیر ترقیاتی اخراجات کی طرف منتقل کیا گیا تو محکمہ خزانہ نے اس پر اعتراض کیا۔ یہ وجہ ہے کہ ان ملازمین کی تنخواہیں روک دی گئیں۔ اس کے باوجود ہم نے بار بار کوشش کی اور اس کوشش سے ہم نے ان کے کچھ واجبات دلوا بھی دیے ہیں۔ اب ہمارے محکمے نے دوبارہ محکمہ خزانہ کو لکھا ہوا ہے اس سلسلے میں ہماری بات بھی جاری ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے تمام واجبات عنقریب واپس کردیے جائیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! اس موضوع پر میں نے ایک تحریک التواء بھی دی ہوئی ہے۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ لوگوں کی تنخواہیں ڈیڑھ دو سال سے رکی ہوئی ہیں۔ جہاں تک وزیر موصوف کا یہ فرمانا ہے کہ محکمہ خزانہ نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ محکمہ خزانہ بھی حکومت کا یہ ایک محکمہ ہے ۔ تو یہ حکومت کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ محکمہ لائیو سٹاک نے اس ضمن میں کس حد تک ذمہ داری ادا کی ہے۔ کیا یہ اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہیں؟ اپنے ہی ملازموں کو یہ دو سال تک تنخواہ نہیں دلوا سکے۔

وزیر امور پرورش حیوانات : جناب سپیکر! میں تو واضح طور پر اس کا جواب دے چکا ہوں۔ ہمارے سیکرٹری نے چار دفعہ اس سلسلہ میں محکمہ خزانہ کو لکھا ہے اور ان کے لکھنے کے بعد ہم نے ان کو کچھ بقایا جات ادا بھی کردیے تھے۔ اب جو کچھ واجبات بقایا ہیں اس پر بھی بات چیت ہورہی ہے۔ وہ انشاء اللہ جلد ہی ادا کردیے جائیں گے۔ محکمہ خزانہ نے اس بارے میں حامی بھرلی ہے۔ جیسے ہی محکمہ خزانہ کی طرف سے مثبت جواب آجائے گا ہم ان کی ادائیگی کردیں گے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! جلدی کی کوئی وضاحت کی جائے۔ ایک سال بھی جلد

ہو سکتا ہے۔ دو سال بھی جلد ہو سکتا ہے۔ اگر وزیر موصوف مہربانی فرما کر یہ بتا دیں کہ کس مہینے کس تاریخ تک تنخواہیں مل جائیں گی تو بہتر ہوگا۔ اس طرح ان ملازمین کی تسلی اچھے طریقے سے ہو جائے گی۔

وزیر امور پرورش حیوانات : جناب والا! چونکہ اس میں محکمہ خزانہ کا مسئلہ ہے۔ ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ یہ مسئلہ جلد از جلد حل ہو جائے۔ اس کی تاریخ تو محکمہ خزانہ والے بتا سکتے ہیں کہ وہ کب تک اس کا مثبت جواب دے دیں گے۔ لیکن پھر بھی سیکرٹری محکمہ خزانہ نے یہ یقین دہانی کروائی ہے کہ اس مسئلے کو جلد از جلد حل کر لیا جائے گا۔

جناب سپیکر : کوئی اور ضمنی سوال؟ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔ میاں منظور احمد موہل۔

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : میاں منظور احمد موہل پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جب سوال پوچھا جاتا ہے ، ممبر حاضر ہوتا ہے تو اس نے کس طرح آپ کی توجہ مبذول کروانی ہے۔ اگر ممبر غیر حاضر ہو تو اس کا طریقہ کیا ہوگا۔ آج جناب والا ! یہاں پر یہ ہوا ہے کہ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب نے on his behalf کہا تو اس کے بعد انہوں نے سوال کا نمبر بھی پکارا۔ تو میں ریکارڈ ٹھیک کرنے کے لیے یہ گزارش کروں گا کہ جب on his behalf ہو تو پھر نمبر نہیں پکارنا پڑتا۔ اس کا متعلقہ رول 49 ہے۔ وہ میں پڑھ کر سناتا ہوں۔

"(1) At the time of asking questions, the Speaker shall call successively each member in whose name starred question appears in the list of questions.

(2) The member so called shall rise in his place and unless he states that it is not his intention to ask the question standing in his name, he shall ask the question by reference to its member on the list of questions."

اگر وہ ممبر حاضر ہوگا تو جناب والا! نام پکاریں گے۔ وہ رکن اپنے سوال کا نمبر پکاریں گے تو بات چلے گی۔ آگے جو ممبر غیر حاضر ہوں ان کے بارے میں ہے کہ

"(3) If on a question being called , it is not put.....

یا تو وہ put نہ ہو پھر دوسرے آدمی کو اختیار ہوتا ہے۔

.....or the member in whose name it stands is absent the Speaker, at the request of any other member

وہ کہتے ہیں کہ on his behalf یہ استدعا ہے۔

"..may direct that the answer to it may be given.".

یہاں پر وہ ریفرینس نہیں کہ وہ نمبر کا ریفرنس دے کر call upon کریں۔ یہاں پر صرف وہ کہے گا کہ on his behalf تو میں نے یہ ریکارڈ کی درستی کے لیے عرض کیا ہے تاکہ کوئی غلط پریکٹس نہ چل پڑے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب نے on his behalf کہا تھا اور ساتھ ہی انہوں نے نمبر بھی بول دیا۔ تو موبل صاحب کو اس بات پر اعتراض ہے کہ رولز کے مطابق نمبر بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ تو وقفہ سوالات ختم ہوتا۔ آج دونوں محکمہ جات محکمہ فوڈ اور لائیو سٹاک کے مکمل سوالات ہم نے فیک اپ کیے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آج وقفہ سوالات میں ایک اور چیز سامنے آئی ہے کہ جو معزز اراکین سوالات دیتے ہیں اور پھر وہ تشریف نہیں لاتے تو ان کے behalf پر آج discourge کیا گیا ہے کہ جو معزز اراکین موجود تھے انہوں نے ان کے behalf پر ان کو فیک اپ کرنا پسند نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک اچھی روایت ہے تاکہ جو معزز اراکین اپنے سولات دیتے ہیں ان کو اپنے سوالات کی کی پیروی کے لیے سنجیدہ بھی ہونا چاہیے اور اس ایوان میں تشریف بھی لانا چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جی پوائنٹ آف آرڈر، ایس اے حمید صاحب!

جناب ایس اے حمید: جناب والا! آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ سوالات جو معزز ممبران دیتے

ہیں انہیں اسمبلی میں حاضر ہونا چاہیے اور یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن میں نے کل ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا کہ اگر ہمیں کم از کم ایک روز پہلے ایجنڈا مل جائے تو اس میں ایک تو یہ واضح ہو جائے گا۔ ایک سوال میں نے چار ماہ قبل دیا تھا مجھے پتہ نہیں کہ اس کی کب باری آئے گی۔ اگر وہ مجھے ایک دن پہلے مل جائے تو میں اس کی تیاری کر سکتا ہوں۔ اس سلسلے میں میری درخواست یہ ہے کہ کبھی ایجنڈا مل جاتا ہے، دو روز پہلے کا بھی مل جاتا ہے اور دو روز بعد کا بھی ایجنڈا ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا۔ میں چاہوں گا کہ اسمبلی سیکرٹریٹ اس بات کو ریگولیٹ کرے کہ وہ کم از کم ایک روز پہلے ایجنڈا ممبران میں تقسیم کر دے تو اس میں جن لوگوں کے سوالات آئیں گے وہ ضرور بہ ضرور ایوان میں حاضر ہوں گے۔

جناب سپیکر : یہ بات صحیح ہے ۔ اس میں کیا مشکل ہے کہ ایک دو روز پہلے ایجنڈا تقسیم ہو جائے۔ کیا دو روز پہلے ایجنڈا تقسیم نہیں ہوتا۔ سوالات دو روز پہلے تقسیم نہیں ہوتے؟ یہ آج جو سوالات ٹیک اپ کیے ہیں یہ کب سرکولیٹ ہوئے؟

ایوان کی آواز : کل مل گئے تھے۔

جناب سپیکر : اچھا یہ کل مل گئے تھے۔

جناب ایس اے حمید : عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ کبھی مل جاتے ہیں کبھی نہیں ملتے۔

جناب سپیکر : اس میں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے کوئی چانس ہو سکتا ہے کہ کوئی misplace ہو جائے اور وہ آپ کی سیٹ پر نہ ہو۔ لیکن سوال نہیں کہ وہ نہ ملے۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ کبھی نہیں ملتے۔

جناب سپیکر : ایس اے حمید صاحب! جب آپ کو ایجنڈا نہ ملے تو پوائنٹ آؤٹ کیجئے گا۔ جس معزز رکن کو یہ سوال و جواب کی شیٹ نہ ملے تو وہ مجھے پوائنٹ آؤٹ کرے میں اس کا نوٹس لوں گا۔

ملک سرفراز احمد : جناب والا! اگر اجازت ہو تو اس مسئلے پر کچھ عرض کروں۔

جناب سپیکر : جی جناب ملک سرفراز احمد صاحب۔

ملک سرفراز احمد : جناب والا! جب بھی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوتا ہے تو اس کے آغاز سے دو دن پہلے ایک پروگرام آتا ہے جس میں ہر سوال کے جواب کے لیے دن مقرر ہوتا ہے کہ آج کون سے محکمے کے سوالات آئیں گے۔ وہ اس کا دن مقرر ہے اور وہ سوالات کا پروگرام

تقسیم کردیا جاتا ہے۔ میرے خیال میں اگر اس کو سامنے رکھ لیا جائے اور اسے دیکھ لیا جائے تو یہ جو تکلیف معزز ممبر کو آئی ہے یہ پھر شاید پیدا نہ ہو۔

جناب سپیکر: درخواست ہائے رخصت پیش کی جائیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین اسمبلی کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

جناب مہر محمد سلیم

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب مہر محمد سلیم رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بندہ 13-10-92 تا 15-10-92 تک ضروری کام کے سلسلہ میں ملک سے باہر تھا مہربانی فرماکر میری تین یوم کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔ نوازش ہوگی۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

ملک خدا بخش وڈھل ٹوانہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ملک خدا بخش وڈھل ٹوانہ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بندہ 22-10-92,21-10-92,20-10-92, 19-10-92 کو اپنے ایک عزیز کی فوتیدگی کی وجہ سے اسمبلی سے اجلاسوں میں شمولیت نہ کرسکا۔ اس لیے متذکرہ ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔ اطلاعاً عرض ہے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سردار امجد حمید خان دستی

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست سردار امجد حمید خان دستی رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Sir , I am not well. My doctor has advised me complete rest far a few days. Kindly grant me leave for three days dated 19-10-1992 to 21-10-1992

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر محمد شفیق چودھری رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

احتراماً عرض ہے کہ میں نجی اور ضروری کام کی وجہ سے 7 اکتوبر سے 14 اکتوبر تک اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہوسکا۔ مہربانی فرماکر اس عرصہ کی رخصت منظور فرمائیں۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سردار حاجی غلام مجتبیٰ دریشک

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست سردار حاجی غلام مجتبیٰ دریشک رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں اپنے عزیز کے آپریشن کی وجہ سے اسمبلی میں حاضر نہ ہوسکا۔ برائے مہربانی مورخہ 11,12,13-10-92 تین یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب محمد مظفر علی خان سیال

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد مظفر علی خان سیال رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بندہ کی حقیقی چچی اور جناب ذوالفقار علی خان صاحب سیال ایکس ایم پی اے کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی مورخہ 16-10-92 کو وفات پاگئی ہیں مجھے ان کے سوگ کے سلسلے میں گڑھ مہاراجا جانا ضروری ہوگا لہذا میں رواں اجلاس اسمبلی میں دس دن حاضر نہیں ہوسکوں گا لہٰذا مورخہ 192-10-26 تک بندہ کی چھٹی تصور کی جاوے۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

ڈاکٹر سید وسیم اختر

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر سید وسیم اختر رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I will not be able to attend the session on 15-10-92 leave may please be granted

Thanks

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

شیخ محمد طاہر رشید

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست شیخ محمد طاہر رشید رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

خدمت جناب سپیکر صاحب پنجاب اسمبلی

جناب عالی!

گزارش ہے کہ میں خرابی صحت کی بنا پر 11-10-92 اور 12-10-92 اجلاس میں حاضر نہ ہو سکتا ہوں۔ لہٰذا جناب سے گزارش ہے کہ مجھے دو روز کی رخصت عنائت فرمادیں۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ملک خدا بخش ٹوانہ صاحب جو منسٹر ہیں ان کی درخواست بھی پڑھی گئی ہے۔

جناب سپیکر : وہ ممبر ہیں، منسٹر نہیں۔ وہ ملک خدا بخش وڈھل ٹوانہ صاحب کی درخواست رخصت پڑھی گئی تھی۔

وزیر قانون : جناب والا! مہربانی فرماکر تحاریک استحقاق پہلے لے لیں اور کال اٹینشن موشن اس کے بعد ٹیک اپ کرلیں۔ کیونکہ عام طور پر ہمارا وقفہ سوالات ساڑھے دس پونے گیارہ بجے تک چلتا ہے۔ میں نے آپ سے یہی عرض کیا تھا کہ ساڑھے دس پونے گیارہ تک وقفہ سوالات چلے گا تو اس کے بعد کال اٹینشن نوٹس لیا جائے۔ لیکن آج سوالات جلدی ختم ہوگئے ہیں۔ اس لیے مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر : کیا کال اٹینشن نوٹس کو تحاریک استحقاق کے بعد لیا جائے؟۔۔۔ تو ہاؤس کا اس میں consensus ہے کہ کال اٹینشن نوٹس کو تحاریک استحقاق کے بعد لے لیا جائے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ اس میں علی حسن رضا قاضی صاحب کی تحریک استحقاق ہے جو وزیر مال صاحب کی درخواست پر پینڈنگ ہے۔ اس کو پندرہ اکتوبر تک پینڈنگ کیا گیا تھا۔ وزیر قانون صاحب! اس معاملے میں وزیر مال صاحب کو فرماسکیں گے کہ وہ اس معاملے کو ٹیک اپ کریں؟ یہ پندرہ تاریخ تک پینڈنگ کی گئی تھی اور ہم چاہتے ہیں کہ اس معاملے کو dispose of کیا جائے۔ کیونکہ پندرہ اکتوبر اس کی آخری تاریخ تھی۔ وہ تشریف نہیں لائے۔ گیارہ نمبر تحریک استحقاق ہے۔ یہ بھی وزیر مال صاحب کی درخواست پر

پینڈنگ کی گئی ہے۔ اس پر بھی لاء منسٹر صاحب انہیں فرمائیں گے کہ وہ کل ایوان میں تشریف لائیں اور کل اس کو ٹیک اپ کیا جائے۔

(جناب وزیر مال ایوان میں تشریف لائے)

ریونیو منسٹر صاحب! یہ دو تحاریک استحقاق نمبر 6اور نمبر 11 ہیں۔ یہ آپ کی درخواست پر پینڈنگ ہیں۔ تو ان کو کل ٹیک اپ کریں گے۔ تحریک استحقاق نمبر 19 اس سلسلے میں چودھری محمد حنیف صاحب اور وزیر اطلاعات صاحب نے بات کرنی ہے۔ مجھے وزیر اطلاعات نے بتایا ہے کہ اس سلسلے میں پیش رفت ہوئی ہے۔ میرے خیال میں آج یا کل تک وہ اس بات کو حل کریں گے۔ رانا اکرام ربانی صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 22 ہے۔ یہ معاملہ اس بات کا تعین کرنے کے لیے پینڈنگ ہے کہ subjudice ہے یا نہیں۔ تو اس کا تعین کیا جائے گا۔ چودھری محمد فاروق صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 31 اس کو چودھری محمد فاروق صاحب کی درخواست پر پینڈنگ کیا جاتا ہے۔ ملک محمد دین صاحب، تحریک استحقاق نمبر 33۔

فیصل آباد میں فراہمی آب کے لیے محکمہ خزانہ کی طرف سے فنڈز کی عدم فراہمی

ملک محمد دین : بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ فیصل آباد شہر کو فراہمی آب اور نکاسیٔ آب کی خدمات کو جاری رکھنے کے لیے مسئلہ مسلسل حکومت پنجاب کے علم میں لایا گیا کہ ترقیاتی فنڈز اپریشن و مینٹیننس پر خرچ نہ کرنے پڑیں۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے محکمہ پلاننگ میں 19 فروری 1992ء کو وزیر خزانہ کی سربراہی میں اجلاس منعقد ہوا جس میں صوبائی اسمبلی کے ارکان، چیئرمین پلاننگ، کمشنر فیصل آباد اور میئر فیصل آباد شریک ہوئے اور طے پایا کہ حکومت پنجاب واسا کو پچاس ملین روپے کا غیر ترقیاتی قرضہ مہیا کرے اور اس فیصلہ کو جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے مورخہ 8 مارچ 1992ء منظور فرمایا۔ لیکن ابھی تک محکمہ فنانس نے منظور شدہ غیر ترقیاتی قرضہ مہیا نہیں کیا۔ فنڈز کی عدم دستیابی کی وجہ سے ٹھیکے داروں نے ترقیاتی کام بالکل بند کردیے ہیں اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ عظیم فیصل آباد منصوبہ مرحلہ اول کے فراہمی آب کا

نظام بھی بند ہو جائے گا۔ جو کہ فیصل آباد کے شہریوں کے لیے شدید پریشانی کا باعث ثابت ہوگا۔ واسا شدید مالی بحران کا شکار ہے۔ عملہ تنخواہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ہڑتال پر ہے۔ جلسے، جلوس ہو رہے ہیں۔ اس اہم مسئلہ کے حل کے لیے وزیر خزانہ ، ارکان اسمبلی، کمشنر فیصل آباد اور میئر فیصل آباد کے متفقہ فیصلہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی منظوری کے باوجود سیکرٹری خزانہ نے فنڈز فراہم نہیں کیے جس سے نہ صرف میرا بلکہ اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس لیے میری تحریک استحقاق کو منظور کیا جائے اور اس استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور معاملہ کی مکمل چھان بین کی جائے۔

جناب سپیکر! فیصل آباد شہر پاکستان کا تیسرا اور پنجاب کا دوسرا بڑا شہر ہے اور اس کے شہری مدت سے پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں اور نکاسئ آب کا بھی کوئی خاص انتظام نہ ہے اور واسا کی یہ ذمہ داری تھی کہ شہریوں کو صاف پانی مہیا کرے۔ اس سلسلے میں ایک منصوبہ بنایا گیا اور منصوبے پر کام شروع تھا لیکن اس رقم میں سے maintenance پر کچھ رقم خرچ کرنا پڑی۔ اس سلسلے میں بہت دفعہ کام بند ہوا اور مسلسل حکومت کے علم میں لایا گیا۔ اس سلسلے میں آخری میٹنگ اراکین پنجاب اسمبلی فیصل آباد سے جو تعلق رکھتے تھے وزیر خزانہ کی سربراہی میں ہوئی جس میں میئر فیصل آباد اور کمشنر فیصل آباد بھی موجود تھے۔ اس میں یہ متفقہ فیصلہ ہوا کہ واسا کے ریٹ بڑھائے جائیں اور اس کے فوراً بعد 5 کروڑ روپیہ حکومت پنجاب ، واسا کو دے لیکن آج تک وہ رقم واسا کو فراہم نہیں کی گئی جس سے تمام منصوبے رک گئے ہیں اور ٹھیکے داروں نے ہڑتال کی ہوئی ہے۔ اور جو تھوڑا بہت پانی مل رہا ہے۔ شاید وہ بھی بند ہو جائے۔ جناب سپیکر! چیف منسٹر کی واضح منظوری کے باوجود بھی یہ رقم سیکرٹری خزانہ نے فراہم نہیں کی ہے۔ جس سے اس ایوان کا اور میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس لیے اس تحریک استحقاق کو منظور کیا جائے۔ اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ میرے پاس چیف منسٹر صاحب کے آرڈر ہیں جو غالباً 8 جون کے ہیں 8 مارچ کے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : ملک صاحب! آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں؟

ملک محمد دین : جناب والا! وزیر صاحب جو ہمارے فیصل آباد سے تعلق رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! cross talk کی اجازت نہیں ہے۔ اس پر کون صاحب بات

کرنا چاہیں گے؟ یہ کس محکمہ سے متعلقہ ہے؟

وزیر قانون: جناب والا! یہ ہاؤسنگ اور فنانس سے متعلقہ ہے۔ ویسے اس کا ایڈمنسٹریٹو ڈیپارٹمنٹ ہاؤسنگ ہے۔

جناب سپیکر: اگر ایڈمنسٹریٹو ڈیپارٹمنٹ ہاؤسنگ ہے تو متعلقہ محکمے کو ہی تحریک استحقاق کا جواب دینا ہوگا۔

وزیر ہاؤسنگ (چودھری نذیر احمد): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! فاضل محرک کی جو تحریک استحقاق ہے اس کی اطلاع آج تک ہمارے محکمے میں کس کو نہیں ملی۔ ہمیں اگر اطلاع ہوتی تو یقیناً میں اس کا جواب دیتا۔ لیکن جیسے فاضل محرک فرمارہے ہیں کہ ایک میٹنگ ہوئی جس میں یہ settle کیا گیا کہ اتنے پیسے واسا کو دینے ہیں اتنے نہیں دینے۔ جناب سپیکر! یہ اربوں روپے کا منصوبہ ہے اور آج سے کوئی پانچ چھ سال پہلے شروع ہوا۔ پھر اس دوران پچھلے دور حکومت میں demonstrations ہوئیں اور تقریباً 32 کروڑ روپے کا نقصان ہوگیا۔ وہاں آگ لگ گئی اور اس آگ لگنے کے بعد اس منصوبے میں تاخیر ہوتی گئی اور یہ مکمل نہ ہو پایا۔ اب جناب والا! میں منسٹر انچارج کی حیثیت سے وہاں میٹنگز کی ہیں۔ وہاں کے دورے کیے ہیں کام دیکھا ہے۔ لیکن اب بہت تھوڑا کام باقی ہے لیکن اس پر ہمیں پی اینڈ ڈی اور فنانس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے پیسے ملیں گے تو ان شاء اللہ میں یہ ensure کروں گا کہ ہم اپنے اس منصوبے کو بروقت مکمل کرلیں گے۔ لیکن ہماری financial constraints ہیں۔ حکومت کی مجبوریوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے یہ میٹنگز کیں اور دیکھا اور یہ طے پایا کہ ایک مرحلہ وار پیسے ملتے جائیں گے۔ لیکن اس میٹنگ کے بعد ہمیں پیسے ابھی تک release نہیں ہوئے۔ ہماری پی اینڈ ڈی اور فنانس سے خط و کتابت بھی جاری ہے۔ میں ذاتی طور پر بھی وزیر خزانہ صاحب سے مل چکا ہوں اور میں نے گزارش کی ہے کہ ہمیں پیسے دیے جائیں تاکہ یہ پراجیکٹ بروقت مکمل ہوجائے۔ یہ بہت بڑا پراجیکٹ ہے اور امید ہے کہ اس کے لیے ہماری اطلاع ہے کہ ہمیں کوئی دو چار دن میں محکمہ فنانس پیسے release کررہا ہے۔ تو پانچ کروڑ کے قریب پیسے آجائیں گے تو کم از کم ہم اس مالی سال میں اپنا کام چلانے کے قابل ہوجائیں گے۔ یہ پیسہ منظور بھی ہوچکا ہے۔ اس کی ابھی کوئی کاغذی کارروائی باقی ہوگی تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن ہمیں امید ہے کہ بہت جلد یہ پیسہ مل جائے گا۔ چیف منسٹر صاحب نے

بھی منظوری دے دی ہے اور جو ہماری کمیٹی نے فیصلے کیے تھے انہی کے مطابق منظوری دی ہے۔

جناب سپیکر : جی بہت شکریہ!

ملک محمد دین : جناب سپیکر! یہ ہاؤسنگ کا مسئلہ نہیں بلکہ فنانس ڈیپارٹمنٹ کا مسئلہ ہے۔ میں نے یہ بتایا ہے کہ 19 فروری 1992ء کو وزیر خزانہ کی سربراہی میں یہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ جس میں اراکین پنجاب اسمبلی جو فیصل آباد سے تعلق رکھتے تھے میئر فیصل آباد اور کمشنر فیصل آباد اور شاید اس میں وزیر ہاؤسنگ بھی موجود تھے۔ اس نے متفقہ فیصلہ کیا تھا کہ پانچ کروڑ روپیہ واسا کو دیا جائے اور اس کی منظوری جناب چیف منسٹر نے 8 مارچ 1992ء کو دے دی ہے۔ اس کے باوجود وہ پیسے فراہم نہیں کیے گئے۔ یہ فنانس کا مسئلہ ہے۔ ہاؤسنگ کا مسئلہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر : تو پھر ایسے کرتے ہیں کہ اسے pending کر لیتے ہیں، کیونکہ وزیر خزانہ صاحب آج نہیں ہیں۔ کل وہ آجائیں گے تو اس کو take up کر لیں گے۔

ملک محمد دین : ٹھیک ہے جناب!

وزیر قانون : جناب والا! اب تحاریک التوائے کار کو لے لیا جائے۔

جناب سپیکر : وزیر قانون صاحب تجویز فرمارہے ہیں کہ اب تحاریک التوائے کار کو take up کر لیا جائے۔ ٹھیک ہے۔ ہمارے پاس تحاریک استحقاق بہت کم تعداد میں ہیں۔ ساری پانچ چھ تحاریک استحقاق ہمارے پاس باقی ہیں اور ابھی ہمارے پاس ان کو take up کرنے کے لیے کافی دن ہیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر : تو اب ہم تحاریک التوائے کار کو take up کر لیتے ہیں اور تحاریک التوائے کار کے بعد پھر Call Attention Notice کو take up کریں گے۔ یہ تحریک التوا نمبر 24,15 اور 78 ایک جیسی ہیں اور نمبر 24 کے محرک میاں محمود الرشید صاحب ہیں۔ تو اس سلسلے میں وزیر قانون صاحب سے محرک حضرات کی میٹنگ ہونی تھی تو وہ میٹنگ ہونے تک یہ تحاریک التوائے کار pending ہیں۔ تو لاء منسٹر صاحب اس کی کیا صورت ہے؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! اس سلسلے میں آج سیشن کے فوراً بعد دو بجے میں نے، منسٹر

کو آپریٹو نے اور محرک حضرات نے میٹنگ رکھ لی ہے۔ ان شاء اللہ آج ہماری میٹنگ ہو جائے گی۔

جناب سپیکر : جی! بہت اچھا۔ تحریک التوائے کار نمبر 34 ہمارے پاس pending ہے۔ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب اور لاء منسٹر صاحب میرے ساتھ آج اس سلسلے میں بات کریں گے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 43 ہے۔ اس کے بارے میں چودھری محمد فاروق صاحب کی استدعا ہے کہ اسے مؤخر کیا جائے۔ وہ آج تشریف نہیں رکھتے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 52 رانا اکرام ربانی خان صاحب اور ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب کی ہے۔ تو ملک صاحب، آپ اس کو ٹیک اپ کریں گے ؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جی ہاں۔

جناب سپیکر : ارشاد فرمایئے۔

کوٹ خواجہ سعید میں محکمہ آثار قدیمہ کی زمین پر ناجائز قبضہ

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا عبدالقادر آزاد اور علماء اکیڈمی کے دو سینئر اہلکاران یوسف گورایہ اور محفوظ الرحمٰن نے قانون آثار قدیمہ کی سنگین خلاف ورزی کرتے ہوئے کوٹ خواجہ سعید کے نزدیک واقع ایک تاریخی عمارت کے نزدیک مکانات تعمیر کر لیے ہیں۔ یہ زمین سارو والا مقبرہ کی ہے۔ یہ مقبرہ لاہور کے سابق گورنر نواب ذکریا خان کی ہمشیرہ شرف النساء بیگم کے لیے 1745 میں تعمیر کیا گیا تھا۔ انہیں کوٹ خواجہ سعید میں ایک خوبصورت باغ میں ہی دفن کیا گیا تھا۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو چکا ہے تاہم مقبرہ ابھی تک قائم ہے اور سیاحوں کے لیے کشش کا مرکز ہے۔ برطانوی ہائی کمشنر نے بھی مقبرہ کا دورہ کیا تھا اور حکومت کو اس معاملے میں دلچسپی لینے کے بارے میں لکھا تھا۔ محکمہ آثار قدیمہ اور ایل ڈی اے کے حکام نے مذکورہ مقبرہ کا دورہ کیا اور علاقہ کے مکینوں نے انہیں بتایا کہ مولانا عبدالقادر آزاد جناب نعیمی اور جناب گورایہ نے زمین پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ حالانکہ محکمہ آثار قدیمہ نے یہ زمین پبلک پارک میں تبدیل کرنے کی غرض سے ایل ڈی اے کو دی تھی لیکن مولانا آزاد اور علماء اکیڈمی کے دیگر اہل کاروں نے پولیس کی مدد اور

محکمہ آثار قدیمہ اور ایل ڈی اے کی ملی بھگت سے زمین پر قبضہ کر رکھا ہے۔

زندہ قومیں اپنی تہذیب کے یہ شاہکار آثار قدیمہ نہ صرف سنبھالتی ہیں بلکہ انہیں اپنی اصل حالت میں (preserve) رکھتی ہیں تاکہ جہاں یہ شاہکار سیاحوں کے لیے کشش کا باعث بنے رہیں گے وہاں یہ ہمیں بھی اپنے شان دار اور پروقار ماضی کی یاد دلاتے رہیں گے لیکن اس ضمن میں موجودہ حکومت کی بے حسی سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اسے فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر : جی اس تحریک التوائے کار پر کون جواب دیں گے ؟

وزیر اطلاعات و سیاحت (ملک سلیم اقبال) : جناب سپیکر! سارو والا مقبرہ بیگم پورہ تحفظ آثار قدیمہ ایکٹ مجریہ 1954 کے تحت عمارت Protective Monument قرار دی گئی ہے اور محکمہ آثار قدیمہ حکومت پاکستان کے زیر کنٹرول ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ پنجاب کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر معزز اراکین چاہیں تو ایک تحریک حکومت پاکستان اور وزارت ثقافت کو بھیجی جاسکتی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ محکمہ آثار قدیمہ وفاقی حکومت کے زیر کنٹرول ہے۔ لیکن جو زمین ہے وہ میرے خیال میں صوبائی حکومت کی ہے اور صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی زمین کا تحفظ کرے۔ ہمیں مولانا کا بہت احترام ہے۔ میں ان کا دلی طور پر احترام کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر ناجائز طور پر کسی چیز کو قبضہ میں لیا جائے یا حکومت کی کسی پراپرٹی پر ناجائز قبضہ کیا جائے تو وہ بہتر نہ ہے۔ اس لیے میری گزارش ہوگی کہ جو وزیر موصوف صاحب فرماتے ہیں اس پر یہ ایک تو مقبرے کے بارے میں یقین دہانی کرائیں کہ اس کو ٹھیک کرائیں گے اور پھر اس کو خالی کرانے کی کوشش کریں گے۔ اس کے بعد میں اپنی تحریک پر زیادہ زور نہیں دوں گا۔

جناب سپیکر : جی، ملک صاحب!

وزیر اطلاعات وسیاحت : جناب سپیکر! جس ناجائز قبضے کا یہ ذکر کر رہے ہیں اس کو دیکھا جاسکتا ہے۔

جناب سپیکر : جی وہ یہی چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ اس کا پتہ کرایا جائے اور ناجائز قابضین سے وہ زمین خالی کرائی جائے۔ وہ پارک کو دی جائے اور مقبرے کی بھی مرمت کرادی جائے۔

وزیر اطلاعات وسیاحت : جناب سپیکر! وہ زمین حکومت پنجاب بھی دیکھے گی۔ اب مرمت کرانے کا کام تو فیڈرل گورنمنٹ کا ہے اور اس سلسلے میں حکومت پنجاب اور فیڈرل گورنمنٹ کی گفت و شنید بھی جاری ہے۔ ہمارا ایک ڈائریکٹوریٹ بھی قائم ہو چکا ہے کہ جتنے بھی آثار قدیمہ کے یہاں مقبرے ہیں وہ حکومت پنجاب کے ذمہ کیے جائیں تاکہ ان کی مرمت کی ذمہ داری حکومت پنجاب پر ہو لیکن اس کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا۔ جو نشان دہی ملک صاحب کر رہے ہیں اس کو میں دیکھوں گا اور اس کا نوٹس لوں گا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! یہاں ریونیو منسٹر بھی بیٹھے ہیں۔ کم از کم ان سے پوچھ کر ہی ہمیں تسلی دے دیں کہ ہم اس کے متعلق کچھ کریں گے تو پھر بھی بات ختم ہو سکتی ہے۔ ورنہ تو یہ معاملہ میرے خیال میں تو سنگین ہے کیونکہ ان لوگوں نے گورنمنٹ کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے جو کہ پارک کے لیے مختص کی گئی تھی۔ یہ ایل ڈی اے کو دی گئی تھی اور ایل ڈی اے نے بھی ان کے ساتھ مل کر قبضہ کروایا ہے۔

وزیر اطلاعات و سیاحت : جناب سپیکر! حکومت کی ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے میں نے یہ کہا ہے کہ ہم اس کو دیکھیں گے۔ ریونیو منسٹر کی تو بات نہیں ہے۔ میں نے جب خود کہہ دیا ہے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! آپ کی بات لنگڑیال صاحب نے سنی نہیں ہے۔

وزیر اطلاعات و سیاحت : وہ اپنی بات کو بند کریں تو میری بات سنیں نا۔

(قہقہے)

جناب سپیکر! جن تجاوز کا ملک صاحب نے ذکر کیا ہے اس پر میں نے کہا ہے کہ میں حکومت کی طرف سے اس کا نوٹس لوں گا۔ اگر ایسی تجاوزات ہوئی ہیں تو ہم اس کا پورا ایکشن لیں گے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ اگر یہ یقین دہانی کراتے ہیں تو پھر میں اس پر زور نہیں دیتا۔

جناب سپیکر : یقین دہانی ہو گئی؟
ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جی ہاں۔
جناب سپیکر : مودر پریس نہیں کرتے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر53 رانا اکرام ربانی صاحب اور علی حسن رضا قاضی صاحب کی طرف سے ہے۔

سندھنائی بیراج کے قریب پرانی حویلی نہر میں شگاف

جناب علی حسن رضا قاضی : ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ عبدالحکیم سے دو میل دور سندھنائی بیراج کے قریب پرانی حویلی نہر میں چھ سو فٹ شگاف کو پر کیے بغیر گوجرہ کھیوڑہ پراجیکٹ فیصل آباد والوں نے لوگوں کو بغیر اطلاع اولڈ کینال حویلی سابقہ برجی نمبر 220 اور موجودہ برجی نمبر 8 میں اچانک رات اندھیرے میں پانی چھوڑ دیا اس پانی سے چک نمبر 111 گ ب کی سالم آبادی موضع سرکی پوری اور چک نمبر 776 گ ب کو جزوی طور پر نشانہ بنایا۔ نہر کے شگاف سے پانی تاحال بڑی تیز رفتاری سے گزر رہا ہے۔ اس علاقہ کی قریباً دو ہزار ایکڑ پر کھڑی فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ پانی ابھی تک ریلوے لائن کو کراس کر کے تحصیل کبیر والا کے بستی دائرہ محرم اور چک نمبر ایک اور دو کے ڈیم کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس مصنوعی سیلاب کے متاثرین نے بتایا ہے کہ محکمہ واٹر سنٹر فیصل آباد نے اولڈ حویلی کینال کو گوجرہ کھیوڑہ پراجیکٹ کے مطابق قابل عمل بنانے کے لیے حویلی کینال کے شمالی پشتہ کو درست کرنے اور نہر کی صفائی کے لیے تین کروڑ روپے کا ٹھیکہ دیا تھا لیکن موقع پر نمائش کا کام کیا گیا اور حکام نے ٹھیکے دار سے ملی بھگت کر کے تین کروڑ روپے ہضم کر لیے اور نہر میں اطلاع دیے بغیر پانی چھوڑ دیا بلکہ سیم کے لیے نصب چار ٹیوب ویلوں کا پانی بھی نہر میں ڈال دیا تاکہ اپنے گناہوں پر پردہ ڈال سکیں۔ اس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اسے فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔
وزیر آب پاشی(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) : جناب سپیکر! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔
جناب سپیکر : تو آپ اس کے بارے میں کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر آب پاشی : جناب سپیکر! یہ گوجرہ کھیوڑہ پراجیکٹ کا علاقہ واپڈا سے متعلق ہے اور فاضل رکن جانتے ہیں کہ واپڈا صوبائی حکومت کے ماتحت نہیں بلکہ یہ مرکزی حکومت کا ایک ادارہ ہے لہذا یہ تحریک التوائے کار یہاں entertain نہیں کی جاسکتی اور میں اس تحریک التوائے کار کی مخالفت کرتا ہوں۔ لیکن فاضل رکن اور اس ایوان کی اطلاع کے لیے جناب کی وساطت سے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ ہم نے واپڈا کے ساتھ رابطہ کیا اور چیف انجینئر اور اس پراجیکٹ کے ڈائریکٹر سے بھی رابطہ قائم کیا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ رات کے اندھیرے میں اولڈ کینال حویلی میں پانی نہیں چھوڑا گیا۔ بلکہ غیر معمولی بارشوں کی وجہ سے پانی اولڈ حویلی کینال میں گیا ہے اور جس دو ہزار ایکڑ پر کھڑی فصل کا ذکر کیا گیا ہے یہ بھی ان کی رپورٹ کے مطابق غلط ہے۔ کوئی دو ہزار ایکڑ ایستادہ فصل کا نقصان نہیں ہوا۔

جناب والا! اس ایوان میں 7 کروڑ کی رقم کا ذکر کیا گیا تو میں اس بارے میں عرض کرتا ہوں کہ 13-9-92 کو پراجیکٹ ڈائریکٹر اور چیف انجینئر (واٹر) کی اطلاع کے مطابق وہ وہاں موقع پر گئے ہیں اور انہوں نے اس کی تصدیق بھی کی ہے اور ان کی یقین دہانی کے مطابق اولڈ حویلی کینال آؤٹ فال ڈرین کا کام دے گی اور اس پر 7 کروڑ نہیں بلکہ 3 کروڑ 26 لاکھ پانچ سو اور کچھ روپے کی لاگت آئے گی جس میں سے اس وقت 54 فی صد کام ہو چکا ہے اور باقی کام جون 93ء تک یعنی اگلے سال کے جون تک مکمل ہو جائے گا۔ جناب والا! اس میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں کہ جسے تحریک التوائے کار کے طور پر پیش کیا جائے۔ میری استدعا ہے کہ اسے مسترد کیا جائے۔

جناب علی حسن رضا قاضی : جناب والا! میں نے اس میں سات کروڑ کا ذکر نہیں کیا میں نے تو تین کروڑ کا کیا ہے اور وزیر موصوف نے اپنے جواب میں ان کی رپورٹ کا ذکر کیا ہے میرے خیال میں یہ خود اس کے بارے میں definite نہیں ہیں۔ جناب والا! اگر یہ اس بات کی یقین دہانی کراتے ہیں کہ یہ میری تحریک التوائے کار کے مطابق مکمل چھان بین کریں گے تو میں اس کو پریس نہیں کروں گا۔

وزیر آب پاشی : جناب سپیکر! فاضل رکن نے یہ کہا ہے کہ میں ان کی رپورٹ کا حوالہ دے رہا ہوں۔ جناب والا! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں اور میرا فقرہ یہ تھا کہ واپڈا حکومت پنجاب کے ماتحت نہیں ہے یہ مرکزی حکومت کا ایک ادارہ ہے۔ تو جناب والا! میں رپورٹ تو

انہی سے لوں گا۔ یہ پنجاب کے محکمہ آبپاشی کا کام نہیں ہے اور میں جو حوالہ دوں گا ان ہی کی رپورٹ کا دوں گا۔ اگر یہ اسے مزید pursue کرنا چاہتے ہیں تو یہ نیشنل اسمبلی کے ذریعے کرلیں۔

جناب سپیکر : قاضی صاحب! کیا اسے پریس کرتے ہیں؟

جناب علی حسن رضا قاضی : جی نہیں۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ قاضی صاحب اسے پریس نہیں کرتے ہیں۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 54 ہے اور یہ فرید احمد پراچہ صاحب، میاں محمود الرشید صاحب اور ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی ہے آپ میں سے کون صاحب اسے پیش کریں گے؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میں اسے پیش کروں گا۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ آپ اسے پیش کریں۔

صوبائی دارالحکومت میں ٹریفک حادثات کی شرح میں اضافہ

جناب فرید احمد پراچہ : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ صوبائی دارالحکومت میں ٹریفک حادثات کی شرح بڑھ رہی ہے روزنامہ "پاکستان" 14 ستمبر میں چھپنے والی سروے رپورٹ کے مطابق کہ حادثات کے مرتکب ڈرائیوروں کے لیے مرنے والے کے لواحقین کو خون بہا ادا کرنے کے آرڈیننس جاری ہونے سے حادثات میں نمایاں کمی واقع ہوگئی تھی لیکن اس آرڈیننس کے خاتمے کے بعد صورت حال پہلے سے بھی زیادہ پیچیدہ ہوگئی ہے۔ شہریوں کے لیے پیدل چلنے کے لیے فٹ پاتھ ناپید ہیں۔ ٹریفک حکام رشوت لے کر ایل ٹی وی اور ہیوی لائسنس نااہل افراد کو جاری کردیے ہیں۔ ویگن اڈوں کی طرف سے شٹل سسٹم کا دوبارہ اجراء ہوچکا ہے۔ ٹریفک کے اس بگڑے ہوئے نظام کا تقاضا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کرکے اس موضوع کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر : تحریک التوائے کار کا جواب گورنمنٹ کی طرف سے کوئی صاحب دینا پسند کریں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (سردار نصراللہ دریشک) : جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔ جناب والا! یہ کوئی specific incident نہیں اس میں کئی مسئلوں کا ذکر کیا گیا

ہے اس لحاظ سے یہ تحریک التوائے کار قابل پذیرائی نہیں، پھر بھی میں اپنے بھائی کی تسلی اور اطلاع کے لیے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک قصاص و دیت آرڈیننس کا تعلق ہے یہ وفاقی حکومت کا جاری کردہ آرڈیننس ہے۔ اس لحاظ سے ٹیکنیکلی ہم اس مسئلہ کو اس ایوان میں زیر بحث نہیں لاسکتے۔ اس بارے میں وفاقی وزارت قانون و انصاف نے 30-7-92 کو نیا آرڈیننس جاری کردیا ہے اور اس آرڈیننس کا نمبر 10آف 1992ء مورخہ30-7-92ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ لاپروائی کی ڈرائیونگ کی وجہ سے ہلاک ہونے والوں کو معاوضے کا قانون ختم ہوگیا ہے یہ بھی حقیقت پر مبنی نہ ہے۔

جناب والا! جہاں تک قانون شکنی کے مرتکب ڈرائیوروں کے خلاف ضروری کارروائی کا مسئلہ ہے حکومت اس سلسلے میں کارروائی کرتی ہے اور جو انہوں نے monthly کے الزامات وغیرہ لگائے ہیں اس بارے میں کوئی specific مسئلہ حکومت کے نوٹس میں لے آئیں۔ اس میں جو ملوث ہوگا ہم اس کے خلاف بڑی سخت کاروائی کریں گے۔ تو جناب والا! جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اس بارے میں جو آرڈیننس جاری کرنا تھا وہ مرکزی حکومت نے جاری کرنا تھا اور یہ کہنا کہ یہ قانون ختم کر دیا گیا ہے یہ بھی حقیقت پر مبنی نہیں ہے اور دوسرے یہ فیڈرل گورنمنٹ کا قانون ہے اس لحاظ سے بھی یہ تحریک التوائے کار قابل پذیرائی نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے جو تفصیل دی ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے میرے فاضل بھائی اپنی اس تحریک التوائے کار کو پریس نہیں فرمائیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس میں آرڈیننس کو نہیں بلکہ ٹریفک کے بگڑے ہوئے نظام کو تحریک التوائے کار کا موضوع بنایا ہے اور میں نے یہ عرض کیا ہے کہ لاہور میں ٹریفک کا نظام انتہائی بگڑ چکا ہے۔ جناب سپیکر! آپ کا بھی مشاہدہ ہوگا کہ لاہور میں جتنی سڑکیں ہیں اس سے زیادہ تعداد گاڑیوں کی ہوچکی ہے ٹریفک گھنٹوں جام رہتی ہے۔ مختلف جگہوں پر پہنچنے کا عرصہ وقت بڑھ چکا ہے۔ جہاں پہلے آدھے گھنٹے میں پہنچتے تھے اب اس کے لیے سوا گھنٹہ درکار ہوتا ہے۔ اس طرح سے اوور لوڈنگ ہورہی ہے۔ لوگوں کو ٹریفک میں بڑی شدید دشواریوں کا سامنا ہے اور یہ واقعی ایک ایسا موضوع ہے جسے پنجاب اسمبلی کو خاص طور پر زیر بحث لانا چاہیے۔ اگر اس کے بارے میں ہم نے بروقت نہ سوچا تو یہ نظام اور زیادہ بگڑ جائے گا۔ اس لیے جناب سپیکر! میں

آپ سے گزارش کروں گا کہ اس کے لیے ایک دن مختص کیا جائے اور لاہور میں بگڑے ہوئے نظام کو زیر بحث لایا جائے۔ یہ التوا کے لیے انتہائی اہم موضوع ہے۔ جس پر فی الواقع اجلاس کی کارروائی ملتوی کر کے اس کے لیے ضروری وقت دیا جائے اور یہ معاملہ زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب جو تجویز فرماتے ہیں اس بارے میں وزیر قانون صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ جو ٹریفک کا نظام ہے جس کے بارے میں میرے فاضل بھائی نے نشان دہی کی ہے یہ بھی امن عامہ کا ایک حصہ ہے اور امن عامہ پر بحث کے لیے دو دن کی جائے تین دن مختص کیے ہیں اور میرے فاضل رکن نے اس پر اپنی تقریر بھی کی ہے اور اپنی تقریر میں اس سلسلے میں انہوں نے کوئی بات خود نہیں کی۔ اگر یہ اسے اتنا اہم سمجھتے تھے تو یہ اپنی تقریر میں ہی فرمادیتے کہ جی! میرے پاس وقت تھوڑا ہے اور میں نے تحریک التوائے کار اس سلسلے میں دی ہوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ جیسا میں نے ان کو کہا ہے ٹریفک کے بارے میں اگر کوئی شکایات ہیں یا ان کے پاس کوئی تجاویز ہیں اور اگر یہ شکایات کسی سرکاری ملازم کے بارے میں ہیں یہ ہمیں بتائیں ہم اس کے خلاف نوٹس لیں گے اور اگر ان کے پاس کوئی تجاویز ہیں یہ ہمیں ضرور دیں حکومت ان پر بڑی سنجیدگی سے غور کرے گی۔ اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے گی۔ جناب والا! یہ تو ہمارا اپنا مسئلہ ہے۔ اگر ٹریفک کا نظام بہتر ہوجائے تو حکومت کی کارکردگی میں بھی اضافہ ہوگا۔ حکومت ان کی تجاویز کو بڑی خوشی سے زیر غور لائے گی۔ شکریہ۔ جناب والا!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں اس بارے میں تھوڑا سا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ٹریفک کے بارے میں میں نے جو تجاویز لکھ کر دی ہیں۔ محکمہ تک بھی پہنچائی ہیں اور تمام اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔ جیسے یہ فرمارہے ہیں کہ اگر یہ فرما دیتے تو پھر ہم کردیتے۔ اگر امن عامہ پر بحث کی جائے صرف اسی مسئلہ کو بحث کے لیے رکھا جائے تو یہ واقعی ایک اہم موضوع ہے جس کی آپ خود بھی پذیرائی فرمائیں گے کہ ٹریفک کا موضوع ایسا ہے کہ اس پر ایک دن مختص کیا جائے۔

جناب سپیکر : جناب فرید احمد پراچہ صاحب کی اس تجویز کے بعد کہ وہ فرمارہے ہیں کہ ٹریفک کی صورت حال کو زیر بحث لانے کے لیے ایک دن مختص کیا جائے تو میرے خیال میں وہ اپنی تحریک التوائے کار پر زور نہیں دیتے۔ چودھری شاہد اکرم بھنڈر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری شاہد اکرم بھنڈر : جناب سپیکر! اس سے پہلے بھی متعدد بار پوائنٹ آؤٹ کیا گیا ہے کہ اپوزیشن بنچز اور جماعتی بنچز میں سے پراچہ صاحب خصوصی طور پر اس پر بحث شروع کردیتے ہیں۔ قاعدہ کے مطابق جب بھی کوئی تحریک التوائے کار یا تحریک استحقاق ہو تو محرک اس کو پڑھتا ہے اور اس کے بعد اس پہ شارٹ سٹیٹمنٹ بھی دے دیتا ہے۔ اس کے بعد حکومتی مؤقف آتا ہے۔ لیکن اس کے بعد کسی قسم کی اجازت نہیں ہونی چاہیے اور نہ بحث کی اجازت ہونی چاہیے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : انہوں نے مجھ سے بات کی ہے، آپ سے نہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب! میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : درست بات ہے اور میں نے پراچہ صاحب کو اس لیے اجازت دی ہے کہ اگر وہ اس تحریک التوائے کار کو پریس نہیں کرنا چاہتے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ وہ پریس نہیں کرنا چاہتے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 55 فرید احمد پراچہ ڈاکٹر وسیم اختر صاحب، ارشاد حسین سیٹھی صاحب، چودھری محمد حنیف صاحب کی طرف سے ہے۔ اس تحریک التوائے کار کو کون صاحب پیش کرنا چاہیں گے؟

محکمہ لائیو سٹاک کے ملازمین کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی

چودھری محمد حنیف : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" 15 ستمبر کی اشاعت کے مطابق لائیو سٹاک کے پانچ سو ملازمین نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت ان کو تنخواہیں ادا کرے یا نجیل بھیج دے۔ یہ ملازمین اڑھائی سال سے تنخواہ سے محروم ہیں ان میں سے جنکو surplus pool میں لیا گیا ان

کو بھی ابھی تک تنخواہیں نہیں ملیں۔ جنہوں نے گولڈن شیک ہینڈ کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا ان سے بھی ابھی تک گولڈن شیک ہینڈ نہیں ہوا اور جو عملہ skeleton میں لیا گیا ان سے بے پناہ گرمی میں کام لینے کے باوجود ان کو بھی تنخواہوں سے محروم رکھا گیا ہے۔ بیسویں صدی میں ان ملازمین سے ابھی تک دور غلامی والا سلوک ہورہا ہے اور حکومت نے گزشتہ اڑھائی سالوں سے انہیں بیگار کیمپ میں رکھا ہوا ہے۔ یہ ملازمین اپنے رشتہ داروں سے ادھار لے لے کر گزارا کرتے رہیں ہیں لیکن اب انہیں ادھار ملنا بند ہوگیا ہے اور وہ اپنے گھروں کی قیمتی اشیاء اور زیورات فروخت کرکے وقت گزارا کررہے ہیں۔ یہ صورت انتہائی تشویش ناک ہے۔ یہ پانچ سو افراد ہی نہیں پانچ سو گھرانوں کا مسئلہ ہے۔ سرکاری ملازمین کا اپنی حکومت پر سے اعتماد کے متاثر ہونے کا معاملہ ہے۔ اس لیے استدعا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کرکے اس اہم مسئلہ کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر : اس تحریک التوائے کار پر حکومتی مؤقف کل سنیں گے اس لیے کہ تحاریک التوائے کار کا وقت اب ختم ہوتا ہے۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر : اب ہم call attention notice کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ جناب فرید احمد پراچہ صاحب!

لودھراں میں چار افراد کی آنکھیں نکالنے اور خاتون کے قتل کے ملزمان کی گرفتاری

جناب فرید احمد پراچہ : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ لودھراں میں ایک ہی خاندان کے چار افراد کی آنکھیں نکال کر تیزاب ڈالنے اور ایک خاتون کو قتل کرنے کا افسوس ناک سانحہ پیش آیا؟

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ پولیس با اثر افراد کی وجہ سے ملزمان کو گرفتار نہیں کررہی اور مظلوم خاندان کی داد رسی نہیں ہورہی؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت ملزمان کو گرفتار کرنے اور معاملہ فوری سماعت کی عدالت میں پیش کرنے کو تیار ہے؟ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب سپیکر : جناب وزیر اعلیٰ!

وزیر اعلیٰ (جناب غلام حیدر وائیں) : شکریہ جناب سپیکر! جس call attention notice کی طرف توجہ میرے فاضل بھائی پراچہ صاحب نے دلائی ہے، اس کیس کی تفصیل یہ ہے کہ 30 اگست 1992ء کو قریباً بیس پچیس افراد نے چک نمبر 171 w.b ضلع لودھراں میں حملہ آور ہو کر کئی افراد کو مضروب کیا اور ان میں سے چار افراد یعنی غلام محمد، محمد رمضان، خدا بخش اور اللہ دتہ کے چہروں پر تیزاب پھینکا گیا۔ جس کے نتیجے میں ان کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ دیگر افراد کو بھی زدو کوب کیا گیا، جن میں کچھ خواتین بھی شامل ہیں اور ایک مضروب جس کے چہرے پر تیزاب ڈالا گیا اس کو ملزمان نے گولی مارنے کی بھی کوشش کی اور جب اس پر گولی چلائی گئی تو اس عرصہ کے دوران اس کی بہن عائشہ بی بی آگے بڑھی اور وہ گولی اس کو لگی اور وہ زخموں کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو گئی۔ اس واقعہ کی وجہ عناد یہ ہے کہ ایک کمہار برادری اور دوسری کانجو برادری کے درمیان عدالتوں میں بھی مقدمات زیر بحث ہیں اور اس وقوعہ سے کچھ ماہ پیشتر کمہار برادری، جن پر اس کیس میں تشدد ہوا ہے، نے کانجو برادری کے دو افراد کو اغوا کیا اور اغوا کرنے کے بعد تیزاب ڈال کر ان کی آنکھیں ضائع کر دیں۔ یہ اس واقعہ کی وجہ عناد ہے۔ اس واقعہ کا بھی مقدمہ درج ہوا اور اس میں کمہار برادری کے دو ملزمان گرفتار ہوئے، دو ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے۔

اس واقعہ میں مقدمہ 30 اگست ہی کو 452/149/148/324/302 دفعات کے تحت قصاص و دیت تعزیرات پاکستان جلہ ارائیں میں درج کیا گیا جو کہ زیر تفتیش ہے۔ یہ بات کہ پولیس با اثر افراد کی وجہ سے ملزمان کو گرفتار نہیں کر رہی بالکل غلط اور واقعات کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کیس میں جس کے لیے Call Attention Notice کے ذریعے اس ہاؤس میں میری توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ اس میں ایف آئی آر میں مدعی فریق نے 7 اشخاص کو شناخت کیا تھا اور باقی افراد کے متعلق انہوں نے کہا تھا کہ ان کو وہ بعد میں شناخت کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے ناموں کا انہیں علم نہیں ہے۔ ان 7 شناخت شدہ ملزمان میں سے سب سے پہلے پولیس نے سات میں سے چھ ملزمان کو گرفتار کیا اور ان شناخت شدہ ملزمان میں سے صرف ایک ملزم حفیظ ولد محمد خان ابھی تک گرفتار نہیں ہوا۔ باقی وہ ملزمان جن کے نام نامزد نہیں کیے گئے تھے، ان ملزمان سے پتہ چلا اور ان میں سے سات مزید ملزمان اس

ایف آئی آر کے نتیجے میں گرفتار کیے گئے اور گذشتہ ایک دو تین روز میں ان میں سے تین مزید ملزمان گرفتار ہوئے۔ گویا اس کیس میں اب تک سولہ ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں اور ان میں سے ایک نامزد ملزم حفیظ ولد محمد خان اور غالباً ایک یا دو ملزمان کو ابھی پولیس نے گرفتار کرنا ہے۔ ان کو پولیس جلد گرفتار کرنے میں انشاء اللہ ہر قیمت پر کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گی۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اس وقوعہ کی وجہ عناد یہ تھی کہ پہلے کمہار برادری نے ان کے دو آدمیوں کی آنکھوں میں تیزاب ڈال کر بے رحمی سے ان کی آنکھیں ضائع کیں اور یہ اس action کا بدقسمتی سے reaction تھا۔ مگر یہ بات بالکل غلط ہے کہ اس میں کوئی بااثر افراد کے ذریعے ملزمان نہیں پکڑے گئے۔ اس میں سولہ افراد پکڑے جا چکے ہیں، بلکہ کمہار برادری کے پہلے مقدمے میں چار ملزمان میں سے دو ملزمان گرفتار ہیں اور ابھی ان میں سے دو ملزمان گرفتار ہونے باقی ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! اس کا ایک پہلو بہت اہم ہے کہ یہ واقعہ 30 اگست کا ہے اور اسلام آباد میں ایک ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد 2 ستمبر کو ایک قومی اخبار کے ذریعے سے اس کو سنسنی خیز خبروں کے ذریعے اخبارات کی نذر کیا گیا۔ واقعہ کے ایک ماہ کے بعد جبکہ اس وقت بھی بیشتر ملزمان گرفتار ہو چکے تھے اور یہ بات ایک سوچی سمجھی سوچ اور منصوبے کی نشان دہی کرتی ہے جس کا مقصد حکومت کو یا حکومت کے ایک وزیر کو بلا وجہ سے میں ملوث کرنا ہے۔ جس کا دور کا بھی اس واقعہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ماسوائے کہ جیسے کسی کی برادری ہوتی ہے اور پھر ان کے آپس کے تعلقات بھی درست نہیں کشیدہ ہیں۔ اس کی تحقیق کی جاسکتی ہے۔ میری معلومات کے مطابق جو پولیس نے مجھے بتائی ہیں کہ کمہار برادری کے وہ دو ملزمان جو ابھی تک پہلے کیس میں ملزم ہونے کی بنیاد پر گرفتار نہیں ہوئے انہوں نے اپنی گرفتاری کو چھپانے اور اس کو ایک سنسنی خیز واقعہ بنانے کے لیے اسلام آباد میں جاکر کسی ذرائع سے اس کو ایک سنسنی خیز صورت دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں کانجو برادری کے کسی بااثر آدمی نے ملزمان کی کوئی امداد نہیں کی۔ ہمارے معاشرے میں ہر برادری یا ہر سوسائٹی میں اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں اور اگر یہ تصور کرلیا جائے کہ کسی برادری کے کسی شخص کا جرم جو ہے وہ اس برادری کے ہر آدمی پر لگا دیا جائے یہ میرے خیال میں درست بات نہ ہوگی، بلکہ یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی راجپوت برادری کا شخص کوئی جرم کرے تو ہم رانا اکرام ربانی صاحب یا رانا پھول محمد خان

صاحب کو اس کا مورد الزام گردان دیں۔ میرے خیال کے مطابق اس معاملے میں پولیس نے پہلے ہی اچھی پیش رفت کی ہے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملے میں باقی ملزمان جو کہ چند ایک رہ گئے ہیں کی گرفتاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے گا۔ یہ بات کہ اس معاملے کو فوری سماعت کی عدالت میں منتقل کردیا جائے میں نے ایس پی اور ڈی سی لودھراں دونوں کو ہدایات جاری کی ہیں کہ پہلے اور دوسرے دونوں کیسوں کی پرزور سفارش وفاقی حکومت کو کردی جائے کہ ان کا trial,speedy trial court میں کیا جائے، کیونکہ اس کا فیصلہ وفاقی حکومت کرتی ہے ہم نے سفارشات کرنی ہوتی ہیں ان شاء اللہ ہم دونوں کیسوں کے بارے میں سفارشات کریں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ جب یہ معاملہ 30 اگست کو ہوا ہے اور 2 اکتوبر کو اسلام آباد میں مظاہرہ ہوا جس کا ذکر جناب وزیر اعلیٰ نے فرمایا ہے تو کیا جو سات افراد پرچے میں نامزد تھے ان کو کب گرفتار کیا گیا یعنی ان کی گرفتاری کی تاریخ کیا ہے؟ اور اس مظاہرے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

وزیر اعلیٰ : جناب سپیکر! میرے بھائی پراچہ صاحب نے تاریخ کا تعین غلط کردیا۔ میں نے 2 اکتوبر کی بات نہیں کی 2 ستمبر کی بات کی ہے۔ اس کی جناب پراچہ تصحیح فرمائیں۔ جہاں تک ان سولہ افراد میں سے کون کون سے ملزم کس کس تاریخ کو گرفتار ہوئے اس بات کا تعلق ہے ان میں سے ہر ایک کی تفصیلات کو پیش کرنا شاید ممکن نہ ہو۔ اگرچہ ریکارڈ سے یہ بات حاصل کی جاسکتی ہے۔ لیکن میں نے جس بات کی طرف جناب پراچہ صاحب آپ کی توجہ مبذول کرائی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے کیس میں کمہار برادری کے دو ملزمان جو ابھی گرفتار نہیں ہوئے۔ انہوں نے میری معلومات کے مطابق اپنی اس گرفتاری سے بچنے اور اس واقعہ کو سنسنی خیز بنانے کے لیے یہ ڈرامہ کھیلا ہے۔ اس معزز اسمبلی کے معزز اراکین سے میری استدعا ہوگی کہ کسی واقعہ کو وہ اسمبلی میں لانے سے پیشتر اس واقعے کے تمام پہلوؤں کا پوری سنجیدگی، غیر جانب داری اور منصفانہ انداز سے غور و فکر کرنا اس اسمبلی کے وقار اور واقعات کی چھان بین کے بعد انصاف فراہم کرنے کے لیے میرے لیے بھی اور انتظامیہ کے لیے بھی معاونت کا ذریعہ بنے گا۔ لہٰذا میری استدعا ہوگی کہ ایسے معاملات جو اسمبلی میں لائے جانے ہوں ان کی اگر فاضل ممبران پوری تحقیق کرکے پیش کریں تو میں ان کا شکر گزار بھی ہوں گا اور اس سے

انصاف کی فراہمی میں زیادہ مدد بھی ملے گی اور انشاء اللہ میں یقین دلاتا ہوں کہ ایسے معاملات میں جو بات منصفانہ ہوگی اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے گا اور انشاء اللہ کوئی Reservation نہیں رکھی جائے گی۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! پہلے تو اتنی وضاحت ہے کہ جناب وزیر اعلیٰ نے 30 اگست اور 2 ستمبر، دو تاریخیں بیان فرمائیں اور اس پر زور دیا تھا کہ ایک مہینے کے بعد انہوں نے دو مرتبہ واقعہ دہرایا تھا۔ تو میں نے اپنے خیال میں ان کی اصلاح کی اکہ ایک مہینے کے بعد کا واقعہ تو 2 اکتوبر کو ہی ہو سکتا ہے 2 ستمبر کو ایک مہینہ نہیں بنتا۔ تو انہوں نے جو 30 اگست اور 2 ستمبر کا ذکر کیا تھا اس کے مطابق میں نے تو ان کی اصلاح کی کہ انہوں نے شاید غلطی سے بیان فرما دیا ہے۔ اب ضمنی سوال یہ ہے کہ میں نے اس کے سارے واقعات دیکھے ہیں اس پر پوری تحقیق کی ہے۔ ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر اعلیٰ یہ بیان فرمائیں گے کہ اتنے افسوس ناک سانحہ کی بنیادی وجہ یہ نہیں ہے کہ پہلے زمین پر قبضہ پھر اس کے بعد ایک واقعہ جس میں دو افراد پر تیزاب ڈالا گیا ان واقعات کا پولیس نے بر وقت نوٹس نہیں لیا اور ان پر کارروائی نہیں کی۔ جس کے بعد ایک اور سانحہ ہوا اور اسی طرح شاید اس سے اور سانحے بھی رونما ہوں تو پولیس کے بر وقت ایکشن نہ لینے کی وجہ سے یہ عمل در عمل کا سلسلہ چلتا ہے۔ کیا اس کی وجہ یہ نہیں ہے؟

جناب سپیکر : تو اس میں ضمنی سوال کیا ہوا؟

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! ضمنی سوال یہی ہے کہ پولیس نے بر وقت ایکشن نہیں لیا اس کی وجوہات کیا تھیں؟

وزیر اعلیٰ : جناب سپیکر! میں نے پہلے ہی عرض کر دیا ہے۔ پہلا واقعہ جو کہ کمہار برادری کی طرف سے جرم کا ارتکاب ہوا اس کا بروقت پولیس نے نوٹس لیا پرچہ درج ہوا اور اس کے دو ملزمان گرفتار ہوئے اور دو ملزمان ابھی گرفتار نہیں ہوئے دوسرے کیس میں بھی اسی روز 30 اگست کو پرچہ ہوا جس کے آج تک 16 ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں اور مدعی نے خود پریس والے اصحاب کے سامنے بیان دیا ہے کہ پولیس میری تفتیش درست طور پر کر رہی ہے اور مجھے پولیس سے کوئی شکایات نہیں رہ گئی۔ یہ بات کہ کسی معاملے میں سارے ملزمان بروقت اور فوری طور پر گرفتار نہیں ہوتے یہ بات درست ہے۔ لیکن اس کی وجہ یہ قرار دینا کہ اس

میں پولیس چشم پوشی کر گئی ہے یہ مکمل طور پر درست نہیں کہی جاسکتی۔ کئی دفعہ ملزمان جرم کر کے بغیر نشانی دیے ہوئے ایسے فرار ہوتے ہیں کہ ان کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ البتہ میں ایک بات بیان کرتا ہوں کہ اگر ہم زی اثر احباب اور اپنے اپنے علاقے کے منتخب نمائندگان، وہاں کی انتظامیہ اور ہمارا نہایات قابل احترام قومی پریس معاملات کو آگے بڑھانے سے پہلے اس کی تحقیقات کرلیں تو میرے خیال میں اس میں زیادہ معاونت مل سکتی ہے اور میری رائے میں بعض اوقات سنسنی خیز انداز سے بعض جرائم کے حقائق کے خلاف ان کی پبلسٹی ان کے تذکرے ان کے بارے میں مظاہرے بعض اوقات جرائم کی بیخ کنی کی بجائے تحفظ کا ذریعہ بننے کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ اس بات پر بھی ہمیں ایمان داری سے اور سنجیدگی سے توجہ دینی چاہیے اور اس بنیادی مقصد کو کہ مظلوم کو جلد انصاف فراہم ہو اس کا تعلق خواہ معاشرے کے کسی بھی طبقے سے ہو اس کے لیے ہم سب کو مل جل کر ایک جہاد اور تحریک اور اس کے لیے آگے بڑھنا چاہیے اور میں حکومت پنجاب کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے اس بات کا پتا چل جائے کہ یہ واقعہ سچا ہے اور اس میں انتظامیہ یا کوئی میرا اہل کار یا میرا کوئی رفیق جو اس کو بلا وجہ انا کا مسئلہ بنا رہا ہے تو اس انا کے مسئلے کو ہم انصاف کے معاملے میں حائل نہیں ہونے دیں گے۔

جناب سپیکر : نوٹس برائے توجہ طلبی کا وقت ختم ہوتا ہے۔

امن عامہ کی صورت حال پر بحث

جناب سپیکر : آج لاء اینڈ آرڈر پہ بحث کا آخری روز ہے ہمارے پاس بہت سے معزز اراکین اسمبلی کے اسمائے گرامی ہیں جو بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں تعداد کافی زیادہ ہے۔ میں ان کے نام بول دیتا ہوں شاید ان میں سے کئی صاحبان نہ بولنا چاہیں تو اس کے مطابق وقت کی تقسیم کر لی جائے۔ میرے خیال میں ٹائم آج ہمیں طے کرلینا چاہیے تاکہ اس کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ معزز اراکین حصہ لے سکیں۔ ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر وسیم اختر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

پیر احمد شاہ کھگہ: جناب والا! ہمیں بھی وقت دیا جائے۔ ہم نے بھی کل پرسوں کے نام دیے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب! آپ کو ضرور وقت دیا جائے گا۔ میاں محمود الرشید صاحب بھی

تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ ملک محمد دین اور چودھری اصغر علی گجر صاحب اس پر بات کر چکے ہیں؟ (نہیں) چودھری اصغر علی گجر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ حاجی احمد خان ہرل صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ حاجی گلاب خان بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ چودھری واجد علی خان صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ عتیق الرحمان صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ پیر احمد شاہ کھگہ بھی بات کرنا چاہتے ہیں ملک جلال دین ڈھکو تشریف نہیں رکھتے۔

پیر احمد شاہ کھگہ : جناب والا! مجھے اگر پہلے ہی وقت دے دیا جائے تو بڑی مہربانی ہوگی۔

جناب سپیکر : جی شاہ صاحب! وہ تو میں ہاؤس سے دریافت کروں گا اور میں اس کے لیے کوشش کروں گا کہ آپ کو سب سے پہلے وقت دیا جائے۔ آپ تشریف رکھیں۔ بادشاہ خان آفریدی صاحب بھی تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ حاجی غلام ربانی خان بھی تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ ملک محمد عباس خان کھوکھر بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ جیا مین صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ نور محمد تارڑ صاحب بھی بات کرنا چاہیں گے۔ چودھری محمد حنیف صاحب بھی بات کرنا چاہیں گے۔ شیخ محمد طاہر رشید صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ کھوسہ صاحب بھی بات کرنا چاہیں گے۔ حاجی احمد خان ہرل صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ میاں منظور احمد موہل بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ قاضی صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ ایس اے۔ حمید صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ سید طاہر احمد شاہ بھی بات کرنا چاہتے ہیں نعیم اللہ خان شاہانی کا میرے پاس نام ہے لیکن وہ تشریف نہیں رکھتے۔ انتظار حسین بھٹی صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ احمد خان بلوچ بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ اقبال احمد صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس طریقے سے پانچ پانچ منٹ آتے ہیں پانچ منٹ میرے خیال میں ما فی الضمیر بیان کیا جاسکے گا۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اپوزیشن کے دوستوں کو تو اپنے اظہار خیال کے لیے متعدد مواقع مل جاتے ہیں حزب اقتدار کے دوستوں کو اس سلسلے میں کم مواقع میسر آتے ہیں اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ حزب اقتدار والوں کو پانچ منٹ کی بجائے زیادہ وقت دیا جائے۔

جناب احمد خان بلوچ : جناب والا! سیلاب کے موضوع پر جب بحث ہو رہی تھی جو پانچ چھ آدمی بات کرنے سے رہ گئے تھے ان میں میرا نام بھی شامل تھا۔ جناب والا نے شیخ محمد طاہر رشید کے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ وعدہ فرمایا تھا کہ اگر آج آپ تقریر نہ کریں تو آپ کو آئندہ

ڈبل ٹائم دیا جائے گا اور آپ کو پہلے نمبر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اس میں جناب احمد خان بلوچ صاحب شامل ہیں۔ سید طاہر احمد شاہ صاحب ہیں اور شیخ محمد طاہر رشید صاحب ہیں اور حاجی گلاب خان صاحب ہیں۔

جناب احمد خان بلوچ : جناب والا! ایک تو ہمارا نمبر پہلے آنا چاہیے اور اس کے لیے وقت بھی زیادہ ملنا چاہیے۔

جناب سپیکر : درست ہے، آپ صاحبان کی کیا رائے ہے کہ سب سے پہلے پیر احمد شاہ کھگہ صاحب کو تقریر کی دعوت دی جائے؟

آوازیں : ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : پیر احمد شاہ کھگہ صاحب!۔

پیر احمد شاہ کھگہ : اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ الحمد اللہ رب العالمین۔

جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے وقت عنایت فرمایا اور اپنی موجودگی میں وقت عنایت فرمایا۔ میری ایک امن عامہ سے متعلق چھوٹی سی تقریر قابل غور ہے ذرا مہربانی فرماکر اس کو سننے کے بعد اُس پر عمل درآمد کروانے کا بندوبست بھی آپ اپنی طرف سے کروائیں۔ امن عامہ پر ہماری حکومت نے اچھا کنٹرول کیا ہوا ہے یہ وجہ ہے کہ لوگ آج کل آرام کی نیند سورہے ہیں اور کافی سے زیادہ اثر پڑا ہے۔ ہماری حکومت نے اس پر اچھا خاصا کنٹرول کیا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ تھوڑی تھوڑی خامیاں رہ جاتی ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو کچھ تکالیف آتی رہتی ہیں۔ اگر اس پر بھی غور کیا جائے اور اچھی طرح سے عمل در آمد کروایا جائے تو میرے خیال میں وہ خامی بھی دور ہوسکتی ہے۔ کیونکہ لوگوں کے ساتھ زیادتی ، دھاندلی، اگر چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہوتی ہے تو اسے اگر فوری طور پر دور کردیا جائے تو وہ مسئلہ پھر آگے نہیں بڑھتا اور بد امنی بھی پیدا نہیں ہوتی۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆

☆☆

☆☆

☆☆☆ (حکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆۔ ہمارے معزز رکن اللہ یار صاحب چشتی بھی آجاتے پتہ نہیں وہ اس وقت کہاں چلے گئے ہیں دو واقعات ان کے حلقے کے ہیں اور ایک واقعہ ہمارے تھانے کا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک سید لڑکا عاشق حسین جو کہ اپنی والدہ کا اکلوتا بیٹا تھا اور وہ ابھی شادی شدہ بھی نہیں تھا۔ کچھ مجرم ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے دو تین دفعہ رپٹ تھانے میں یہ درج کروایا کہ مجھے فلاں فلاں آدمی قتل کرنا چاہتے ہیں میں مارا جاؤں گا اس لیے میری حفاظت کا انتظام کیا جائے۔ لیکن اس کا انتظام نہ کیا گیا جس کے نتیجے میں وہ بے چارہ دن دہاڑے قتل ہوگیا۔ حالانکہ وہ اپنی والدہ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کا کوئی اور سہارا نہ تھا۔ یہ بھی ایک بد انتظامی کی نشانی ہے بد عملی کی نہیں۔ یہ بد انتظامی ایسے ہے کہ یہ تین کیس ہیں اور اس پرچے کا نمبر 322/92 ہے اور یہ نور شاہ کا کیس ہے اور یہ میرے حلقے کا کیس ہے۔ باقی جو دو کیس میں نے عرض کیے ہیں وہ احمد یار تھانہ اور قبولہ تھانہ کے ہیں وہاں پر وہ کیس بھی درج ہیں۔ ابھی ایم پی اے صاحب بھی آجاتے ہیں تو ان سے بھی دریافت کرلیں یہ اس قسم کے مکروہ کیس بے حیائی بدامنی میں نہیں ہوتے بلکہ سرکشی میں ہوتے ہیں۔ ایسی بد تمیزی طبع میں آجائے تو لوگ اس قسم کی بے حیائی کرتے ہیں یہ ایسی باتیں ہیں ان کو کنٹرول کروایا جائے ہمارے جو افسران ہیں اگر وہ ان پر فوری قابو پالیں تو میرے خیال میں پھر ایسے عمل نہیں ہوں گے۔ تو اپوزیشن کے ارکان میری ان باتوں سے خوش تو ہوئے ہوں گے کیونکہ اپوزیشن والے تو اپنے لیڈر صاحبان کو خوش کرنے کے لیے اپنے نمبر بناتے ہیں۔ یہ کوئی بد امنی نہیں ہے یہ تو کوئی بدانتظامی کی شکل ہے اور ان آدمیوں کی نااہلی ہوسکتی ہے جن کے حلقہ کے جو چھوٹے چھوٹے

☆☆☆ (حکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

افسران یا تھانے دار صاحبان یا انسپکٹر ہیں انہوں نے یہ کارروائی کروائی ہے تو وہ جو 302 کا کیس ہے جو بے چارہ دو مرتبہ درج کرواتا رہا ہے کہ مجھے فلاں آدمی مار رہا ہے مجھے فلاں آدمی قتل کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس کا اسی وقت سدباب ہو جاتا اور انہی دنوں میں کوئی نقص امن کی اچھی مضبوط کارروائی ہو جاتی تو ان مجرمان کی لاکھ ، لاکھ دو لاکھ کی ضمانتیں ہو جاتیں اور ان کا انسداد ہو جاتا تو وہ قتل نہ ہوتا۔ جناب والا! یہ بات قابل غور ہے اور ہمارا ہاؤس بھی اس پر غور کرے کہ ایسی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ امن میں پھر اس طرح آہستہ آہستہ بد امنی کی صورت اختیار ہو جاتی ہے۔ ایک آدھ ایسے کیس ہوئے پھر ان پر پردہ پڑ گیا، کوئی لے دے ہو گئی تو مک مکا ہو گیا اور یا تو کسی نے لے دے کر اس کو خراب کر دیا۔ تو لوگوں نے کہاں جس طرح پنجابی کی مثال ہے "خیر سلہ یار کوئی نہیں جرم کر لو اللہ زندگی کرسی چھوڑ دیساں" تو یہ چیزیں نہیں ہونی چاہیں۔ جناب والا! میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا اور غور سے بات سنی۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : آرڈر پلیز۔ یہ پیر احمد شاہ کھگا صاحب بڑی سنجیدہ باتیں کر رہے ہیں ان کی تقریر بڑی قابل توجہ ہے اس کو پوری توجہ کے ساتھ سنا جانا چاہیے۔

پیر احمد شاہ کھگا : جناب والا! آپ پنجاب اسمبلی کے سپیکر ہیں۔

جناب سپیکر : ملک اقبال احمد خان لنگڑیال پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میں ☆☆۔

پیر احمد شاہ کھگا : جناب سپیکر! میرے خیال میں آپ پورے پنجاب کے اور اس ہاؤس کے custodian ہیں ازراہ کرم آپ اس پر عمل در آمد کروائیں۔

جناب سپیکر : اب یہ بات اتنی زیادہ آگے بڑھ رہی ہے اور یہ غیر سنجیدگی کسی لحاظ سے بھی موزوں نہیں ہے اور میں یہ چاہوں گا کہ شاہ صاحب کی تقریر کا جو پہلا حصہ ہے اسے میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

پیر احمد شاہ کھگا : یہ آپ حذف کر رہے ہیں کیا یہ جرم سرزرد نہیں ہوئے۔ جناب والا! آپ

☆☆☆(حکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے۔)

ان کو حذف کیوں کرتے ہیں؟ یہ کارروائیاں ہی ایسی ہوئی ہیں، اگر یہ کارروائیاں نہ ہوتی ہوں پھر تو آپ ان کو حذف بھی کریں ۔ اگر اس میں کوئی جھوٹ ہو یا اس میں کوئی ایسی واہیاتی کا نقشہ ہو تو پھر آپ اسے حذف بھی کریں۔ یہ تو جائز معاملہ ہے اور ان لوگوں کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ اس کا سدباب ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب ! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

حاجی احمد خان : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : پوائنٹ آف آرڈر حاجی احمد خان صاحب۔

حاجی احمد خان : ☆☆۔(قہقہے)

جناب سپیکر : آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

چودھری محمد فاروق : جناب والا! یہ دونوں پوائنٹ آف آرڈر کارروائی سے حذف کیے جائیں۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز۔ چودھری صاحب تشریف رکھیں۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ پیر احمد شاہ کھگا صاحب کی تقریر کا پہلا حصہ جو ہے اس کو آپ بھی جانتے ہیں اور ہمارے معزز اراکین جو پریس گیلری میں تشریف رکھتے ہیں بھی جانتے ہیں کہ میں نے ان کے پہلے حصے کو کارروائی سے حذف کردیا ہے۔ ملک اقبال احمد خان لنگڑیال کے پوائنٹ آف آرڈر کو بھی کارروائی سے حذف کرتا ہوں اور حاجی احمد خان صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر وکو بھی کارروائی سے حذف کرتا ہوں اور اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اس انداز میں ایوان کی کارروائی میں غیر سنجیدگی اس حد تک اختیار کی جائے ۔ یہ نامناسب بات ہے۔ شاہ صاحب ! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ جی پوائنٹ آف آرڈر شیخ طاہر رشید صاحب۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا جو الفاظ کارروائی سے حذف کردیے جاتے ہیں، معزز پریس گیلری سے بھی درخواست کی جائے کہ ان الفاظ کو پریس میں نہیں آنا چاہیے۔

جناب سپیکر : میں نے وہی بات دہرا کے پریس گیلری کے حوالے سے بات کی ہے کہ جو الفاظ میں نے حذف کیے ہیں پریس گیلری میں بیٹھے ہمارے معزز دوست اس بات کو جانتے

☆☆☆(حکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے۔)

ہیں کہ میں نے کون سے الفاظ حذف کیے ہیں، اور اس کا کیا مطلب ہے؟
پیر احمد شاہ کھگا: یہ آپ نے ٹھیک کردیا ہے آپ اس معاملے کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ لیکن ان باتوں پر بھی عمل در آمد ضرور ہونا چاہیے۔
جناب سپیکر: شاہ صاحب! اپنی بات کو آگے بڑھائیں۔
پیر احمد شاہ کھگا: تو انشاء اللہ تعالیٰ بد امنی کا سد باب ہوجائے گا۔ آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ شکریہ!

سردار عبد الوکیل ایم پی اے کے انتقال پر تعزیتی کلمات

جناب سپیکر: میں نہایت افسوس اور دکھ کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ ہمارے نہایت ہی محترم دوست اور ساتھی سردار عبدالوکیل خان صاحب ایم پی اے قضائے الٰہی سے انتقال کرگئے ہیں اور اس سلسلے میں مصدقہ خبر موصول ہوئی ہے اور ان کا انتقال لندن میں ہوا ہے اور ان کے گھر والوں نے اس بات کی تصدیق کردی ہے کہ ان کو بھی اس سلسلے میں اطلاع موصول ہوگئی ہے۔ وہ ہمارے دیرینہ رفیق اور اس معزز ایوان کے نہایت ہی محترم اور معزز رکن تھے۔ان کی وفات سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے جس کو مدتوں محسوس کیا جاتا رہے گا۔ ابھی ان کی تجہیز و تکفین نہیں ہوئی اس لیے ہم ان کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی نہیں کرسکتے۔ لیکن میرے پاس چونکہ اس المیے کی اطلاع موصول ہوئی تھی میں نے یہ مناسب سمجھا کہ میں فوری طور پر بغیر کسی توقف کے ایوان کو اس سانحے سے مطلع کروں اور آپ تک یہ خبر پہنچاؤں۔ یہ بہت افسوس ناک واقعہ ہے اور اس کے بارے میں ہمیشہ سے یہ پارلیمانی روایات چلی آرہی ہیں کہ کسی sitting معزز رکن کا اگر انتقال ہوجاتا ہے تو اس سلسلے میں اگر قائد ایوان موجود ہوں تو وہ بات کرتے ہیں قائد حزب اختلاف موجود ہوں تو وہ بھی اس سلسلے میں بات کرتے ہیں اور اگر کوئی معزز رکن بھی اس سلسلے میں بات کرنا چاہے تو وہ بھی اس پر بات کرتے ہیں۔ روایات میں نے دیکھی ہیں کہ اس کے بعد پھر اجلاس کی کارروائی جاری نہیں رہتی بلکہ اجلاس کو adjourn کردیا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم ان روایات کو نبھائیں اور اس کے مطابق میں یہ چاہوں گا کہ اس وقت چونکہ قائد ایوان تشریف نہیں رکھتے تو وزیر قانون و پارلیمانی امور اس سلسلے میں اظہار خیال فرمائیں۔
وزیر قانون: جناب سپیکر! سردار عبدالوکیل خان ہمارے اس معزز ایوان کے انتہائی قابل

احترام اور معزز رکن تھے ۔ ہمیشہ انہوں نے راست بازی اور حق گوئی سے کام لیا۔ اپنے دل کی بات کرنے میں وہ کبھی نہیں گھبراتے تھے اور منہ پر حق کی بات کر دینا ان کے مزاج کا ایک خاصہ تھا۔ انتہائی وفادار اور بااصول تھے۔ ان کی ایک مکمل شخصیت تھی اور وہ ہمارے لیے اور اس ایوان کے لیے ایسی مثالیں چھوڑ کر گئے ہیں جو قابل تقلید ہیں۔ جو ہمارے لیے اور ہماری آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گی۔

جناب والا! جب یہ غیر مصدقہ اطلاع مجھے ملی تو مجھے اس قدر پریشانی ہوئی کہ میں فوراً ایوان چھوڑ کر باہر گیا اور فوری طور پر اس کے بارے میں تصدیق کی۔ جب یہ پتا چلا کہ واقعی یہ الم ناک اور افسوس ناک خبر درست ہے۔ آپ نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ جب تک ان کی تجہیز و تکفین نہیں ہو جاتی ہم اس وقت تک ایوان میں دعا نہیں کر سکتے۔ ہمیں اپنی ان روایات کو برقرار رکھنا چاہیے اور میں سمجھتا ہوں کہ آج ہمارے بھائی، ہمارے دوست ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ ان کے اس انتقال پر ملال کے موقع پر ہاؤس کی مزید کارروائی adjourn کر دینا چاہیے۔ جب ان کی تجہیز و تکفین ہو جائے گی تو پھر ان کی تعزیت اور مغفرت کے لیے ہاؤس میں قرارداد پیش کروں گا۔ شکریہ۔ جناب والا!

جناب سپیکر : جناب قائد حزب اختلاف اس پر کچھ ارشاد فرمائیں گے ؟

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے یہ خبر غیر مصدقہ طور پر ملی تھی لیکن بعض خبریں اور اطلاعات ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا یقین ہونے کے باوجود یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ چودھری عبدالوکیل صاحب کے بارے میں یہ خبر بھی اس قسم کی تھی۔ ان کی شخصیت اس ایوان کے لیے باعث رونق بھی تھی۔ اختلافی بات کرنے کے باوجود ان کے لہجے کا ایسا انداز ہوتا تھا اور ہمیشہ اختلافی بات بھی کی تو وہ اس انداز میں کی کہ ہم نے کبھی محسوس نہیں کی۔ اتفاق ایسا ہے کہ جب وہ علاج کے لیے جا رہے تھے تو لاہور ایئرپورٹ پر میری ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کا وہ شگفتہ لہجہ برقرار تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس سلسلے میں جا رہے ہیں؟ انہوں نے اس وقت بھی مذاق کے انداز میں بات کی کہ : "میں بابے دی خبر لین چلیا واں"۔ جناب سپیکر! ان کی شخصیت کے بارے میں میرا خیال نہیں کہ کم از کم اس ایوان کی حد تک کسی شخص کے ذہن میں ان کے بارے میں کوئی غلط رائے یا ناخوشگوار یاد ہو گی۔ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے سب دوست ایک عجیب سے رشتے میں منسلک ہو جاتے

ہیں۔ میں نے یہ محسوس کیا ہے۔ اس رشتے کے حوالے سے بھی اور ان کی اپنی شخصیت کے حوالے سے بھی ہمیشہ ہمیں یاد رہیں گے۔ یہ درست ہے کہ ان کی تجہیز و تکفین سے قبل ہم ان کے لیے یہاں دعائے مغفرت نہیں کر سکتے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم کم از کم یہ دعا ضرور کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے پس ماندگان کو یہ اچانک صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ جناب سپیکر! میرا ان کے ساتھ اس ایوان کے علاوہ بھی ایک تعلق اور ایک رشتہ تھا۔ مجھے مناسب الفاظ اس وقت نہیں مل رہے کہ جو یادیں ان کی شخصیت کے ساتھ وابستہ ہیں ان کو بیان کر سکوں۔ میں آپ کی اور وزیر قانون صاحب کی رائے میں اپنے جذبات شامل کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ایک ایسی شخصیت تھے جو ہمیشہ ہمیں یاد رہیں گے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! اس خبر کو سن کر ہم سب کو دلی صدمہ اور رنج ہوا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اسمبلی میں اپنے آپ کو ایک خاندان اور کنبے کے فرد تصور کرتے ہیں۔ جب کوئی اس اسمبلی، اس کنبے کا معزز رکن اللہ کو پیارا ہوتا ہے تو ہم سب یقیناً اس کے غم میں شریک ہوتے ہیں اور ہمیں اس کا ملال ہوتا ہے۔ میں چودھری عبدالوکیل صاحب کو ذاتی طور پر بھی جانتا تھا اور میں یہ کہنے میں یقیناً حق جانب ہوں گا کہ وہ نہایت سادہ انسان تھے اور ہمیشہ عوام کے مسائل کی طرف پوری توجہ دیتے تھے اور اس کے بعد بغیر کسی reservation کے جو مسئلہ ان کی سمجھ میں آتا تھا وہ یہاں پیش کر دیتے تھے۔ وہ خوش مزاج بھی تھے، پر خلوص بھی تھے اور مرنجان مرنج انسان تھے۔ وہ یہاں اکثر پنجابی میں بات کیا کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنی گفتگو میں وہ بات کہہ دیتے جو ان کے دل میں آتا۔ اس میں کوئی ادنیٰ چاشنی وغیرہ نہ ہوتی تھی۔ میں ان کے تمام عزیز و اقارب سے پوری طرح ہمدردی کرتا ہوں اور میری دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کی نیکیاں قبول کرے، ان کی کوتاہیاں معاف کرے، انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

وزیر اطلاعات و تعمیرات (کرنل (ریٹائرڈ) محمد یامین): جناب سپیکر! مجھے اس خبر کا علم اس وقت ہوا جب میں چند منٹ پہلے اسمبلی میں داخل ہوا اور آپ اس افسوس ناک خبر کے حوالے سے فرما رہے تھے۔ چودھری عبدالوکیل مرحوم کو میں دو حیثیتوں سے جانتا ہوں۔ ایک

ان کے ذاتی تعلقات جو میرے ساتھ تھے اور دوسری یہ کہ جو انہوں نے دوسری مرتبہ اپنے علاقے کی نمائندگی کی۔ ان کے حلقہ انتخاب میں ایک دفعہ مجھے جانے کا اتفاق ہوا اور جس طرح بھرپور طریقے سے انہوں نے نے اپنے علاقے کی نمائندگی کی اور اپنے علاقے کے مسائل کو حل کرنے کے لیے شب و روز مشقت کی وہ تاریخ کا ایک حصہ بھی بن چکی ہے۔ عملی طور پر وہ کام ان کے حلقہ میں دیکھے بھی جاسکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے علاقے کی کیا خدمت کی ہے۔ اکثر اوقات ان سے بحث کے حوالے سے یہ بات بھی سامنے آئی تھی کہ ان کے علاقے میں مزید کوئی ڈویلپمنٹ کے کام ہو رہے یا نہیں میں سمجھتا ہوں کہ ایک پبلک کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے یہ ان کی انتہائی اعلیٰ کارکردگی تھی۔ ان کے ساتھ ذاتی تعلقات کے حوالے سے میں یہ بات بڑے ہیوی ہارٹ سے ریکارڈ کرانا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ میرے ساتھ ان کے ذاتی تعلقات تھے اور ابھی چند ماہ پیشتر یہ ویسٹ کوٹ میں نے نے پہنا ہوا ہے اس کا کپڑا انہوں نے مجھے تحفتاً عطا فرمایا تھا۔ میرے ان کے ساتھ ذاتی تعلقات تھے اور مجھے اس بات کا انتہائی دکھ ہوا ہے۔ میں ان کی نذر ایک شعر کرتا ہوں جس کا آخری مصرعہ یہ ہے "ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا"۔ یہ شعر حالات پر واقعات پر اور ان کی ناگہانی موت پر سو فی صدی پورا اترتا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

جناب سپیکر : جی۔ جناب ارشد خان لودھی صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! محترم کرنل محمد یامین صاحب نے جس شعر کا آخری مصرعہ پڑھا تھا وہ میں مکمل پیش کرتا ہوں۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا۔

وزیر مال(جناب محمد ارشد خان لودھی) : جناب سپیکر! آج ہمیں انتہائی دکھ ہوا ہے کہ ایک دوست، ایک کلیگ، ایک بھائی کی اچانک موت پر ہر دل غمگین ہوچکا ہے۔ جناب سپیکر! یہ قدرت کے اٹل فیصلے ہیں۔ اس میں کسی انسان کا عمل دخل نہیں ہے۔ کسی نے آگے کسی نے پیچھے سب نے جانا ہے۔ لیکن بے وقت اور اچانک موت نے تمام ہاؤس کے معزز ممبران کے

دلوں پر گہرا اثر کیا ہے۔ جناب وکیل خان صاحب ایک انتہائی پرخلوص دوست، پارلیمنٹرین، بے باک، سٹیٹ فارورڈ اور حقائق کہنے والا شخص تھا۔ شائد اس کے جانے کے بعد اس ضمن میں یہ گیپ پورا نہ ہو سکے۔ جناب سپیکر! انسان چلے جاتے ہیں۔ یہ دنیا چلتی رہتی ہے۔ لیکن جو شخص جن صفات کا آدمی ہو وہ جو گیپ پیدا کر جاتا ہے وہ کبھی پورا نہیں ہوتا۔ جناب والا! ہم ان کے لواحقین کے لیے یہ دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ جناب سپیکر! سیاست ایک ایسا پیشہ ہے کہ جو لوگوں کی تکالیف کو نزدیک سے بھی دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سیاست ایک پیشہ ہے کہ تمام دور دور کے رہنے والے لوگ سمٹ کر اس ہاؤس میں آجاتے ہیں۔ پھر اس ہاؤس میں ایک خاندان پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک فیملی افراد کی طرح اتنے نزدیک ہو جاتے ہیں کہ ان کے جانے سے پھر اتنا درد ہوتا ہے جسے میں بیان نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارے دوست تھے۔ بھائی تھے۔ پارلیمنٹرین تھے انہوں نے بڑی روایات چھوڑی ہیں اور وہ 1988ء سے لگاتار ممبر چلے آرہے تھے کئی ایسے معاملات بھی آئے میرے دوست bear out کریں گے کہ باوجود اس کے کہ انہیں یہ علم ہوتا تھا کہ شاید یہ بات کسی کو ناگوار گزرے گی لیکن انہوں نے حقائق بیانی ضرور کی۔ یہ ان کی صفات کا ایک حصہ تھا۔ وہ بڑے پرخلوص انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں جگہ دے۔ ہم سب ان کے غم میں ان کی فیملی کے ساتھ شریک ہیں۔ جناب سپیکر! یہ واقعی دکھ کی بات ہے کہ وہ آج ہم سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ میں آپ کا انتہائی طور پر مشکور ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری محمد فاروق صاحب!

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! یہ افسوس ناک خبر یقیناً ہمارے لیے ایک سانحے سے کم نہیں ہے۔ چودھری عبدالوکیل خان صاحب صرف اسمبلی کے ممبر ہی نہیں تھے بلکہ وہ اپنے حلقے کی ایک آواز اور نمائندہ حیثیت رکھتے تھے۔ اس اسمبلی میں جہاں آکر انہوں نے اپنے حلقے کے عوام کی بہتر انداز میں نمائندگی کی وہاں انہوں نے جمہوری قدروں کو پروان چڑھانے کے لیے بھی اس اسمبلی کے اندر اپنا ایک الگ حیثیت سے رول ادا کیا۔ چودھری عبدالوکیل خان صاحب ایک ہنس مکھ اور جان دار شخصیت کے مالک تھے۔ جس محفل میں بھی وہ بیٹھے انہوں نے ہمیشہ اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ اسمبلی کے اندر ان کی تقاریر بے شک تمام ممبران کو یاد ہوں گی لیکن ایک بات جو ان میں انفرادیت تھی کہ وہ پنجابی زبان میں اس ایوان کے اندر

گفتگو کیا کرتے تھے اور پنجابی زبان میں ان کا لب و لہجہ اتنا میٹھا تھا کہ وہ اس انداز میں بات کیا کرتے تھے کہ سننے والا اپنے جذبات کی ترجمانی محسوس کیا کرتا تھا۔ آج ان سننے والوں کے جذبات کی ترجمانی شاید اس ایوان کے اندر کوئی نہ کر سکے۔ ان کے حلقے کے اندر جو خلا پیدا ہوا ہے شاید وہ خلا مدتوں پورا نہ ہو اور جناب سپیکر! بے شک تمام ممبران اسمبلی اپنی اپنی حد تک اپنی اپنی بساط کے مطابق، صلاحیتوں کے مطابق اپنے عوام کی نمائندگی کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن چودھری عبدالوکیل خان کی انفرادیت اس لحاظ سے اہم تھی کہ انہوں نے اپنے پورے ہفتے کا وقت، ایک ایک دن، ایک ایک پہر انداز میں باقاعدگی کے ساتھ مختص کیا ہوا تھا کہ بیوروکریٹس کو ملنے کا ان کا اپنا وقت تھا عوام سے ملاقات اور ان کے کاموں کے لیے دفاتر میں جانے کا ان کا اپنا وقت تھا اور وہ اس وقت کے اتنے پابند تھے کہ لاہور کی مصروفیات چھوڑ کر وہ کاموکی موجود ہوتے تھے اور کاموکی کی مصروفیات چھوڑ کر وہ لاہور میں موجود ہوتے تھے۔ اس حلقے کے عوام کو نمائندہ تو مل جائے گا لیکن میں اس ایوان میں یہ بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ چودھری عبدالوکیل خاں جیسا مخلص، ملنسار، ہمدرد اور غریب پرور نمائندہ شاید اس علاقے کو نصیب نہ ہو۔ ہماری دعائیں چودھری عبدالوکیل خان کی روح کے ایصال ثواب کے لیے ہیں۔وہ ہمارے ساتھی تھے۔ ایم پی اے تھے۔ ہمارے دوست تھے اور ایک بڑے بھائی کی حیثیت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور میں یہ بات دوبارہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس ایوان کے اندر ان کی کمی شدت سے محسوس کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔

جناب سپیکر : چودھری محمد اقبال صاحب!

وزیر خوراک(چودھری محمد اقبال) : جناب سپیکر! آج صبح میرے ضلع سے ایک دوست جو ہمارے کلیگ بھی ہیں انہوں نے جب یہ خبر چودھری صاحب کی وفات کی دی تو یقین کیجئے بڑا صدمہ ہوا اور پھر ہم نے دفتر میں بیٹھ کر اس خبر کو کنفرم بھی کیا۔

جناب سپیکر! چودھری وکیل خان، ہمارے وہ ساتھی تھے کہ جن کے اوپر بندہ ناز کر سکتا ہے اور اتنا مضبوط ساتھی، اتنا دھڑے باز آدمی اور پارٹی کے ساتھ اتنا نباہ کرنے والا بندہ بہت کم پیدا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں ایک واقعہ کا حوالہ دوں گا کہ ایک دفعہ ہماری پارٹی کی قیادت

ان سے ایک چھوٹی سی بات سے ناراض ہوگئی تو ہمارے جو پارٹی لیڈر ہیں انہوں نے کہا کہ چودھری وکیل خان تم حد سے بڑھتے جارہے ہو۔ میں نے تمہیں پارٹی سے نکال دینا ہے تو چودھری وکیل خان کا برجستہ جواب یہ تھا کہ آپ کی ناراضگی سر آنکھوں پر۔ آپ ناراض تو ضرور ہوں گے لیکن پارٹی تو میں نے چھوڑنی ہے۔ جب تک میں پارٹی نہیں چھوڑوں گا آپ مجھے کیسے نکال دیں گے۔ یہ چودھری وکیل خان کا جواب تھا۔ اتنا مضبوط ساتھی، دھڑے باز اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نباہ کرنے والا بندہ بہت کم میں نے دیکھا ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ وہ ایک دفعہ اپنی میونسپل کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے ہیں اور شاید جناب والا کا کبھی جی ٹی روڈ سے گزر ہوا ہو تو جناب نے دیکھا ہو کہ "کاموکی" میونسپل کمیٹی کی صفائی آپ دیکھیں، آپ پنجاب میں بالکل ایسی کوئی مثال نہیں پائیں گے جیسے "کاموکی" میونسپل کمیٹی کی صفائی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اتنا اچھا ایڈمنسٹریٹر، جب وہ ایم پی اے بنے ہیں تو ان کے حلقے کی لوگ مثال دیتے تھے کہ چودھری وکیل خاں کے حلقے میں نہ کوئی باہر سے آدمی جاسکتا ہے نہ کوئی داخل ہوسکتا ہے اور نہ کوئی مداخلت کرسکتا ہے۔ یہ بات ہمارے ضلع میں عام مشہور تھی۔ بڑا مضبوط آدمی اور بڑا ہی ایڈمنسٹریٹر قسم کا آدمی آج ہم نے کھو دیا ہے۔ ہمارے ان کے متعلق جذبات بڑے دکھ بھرے ہیں۔ شاید ان کی اولاد جوان تو ہے لیکن ایسے آدمیوں کی کمی پوری کرنا نہ صرف کسی آدمی کا بس نہیں ہوتا بلکہ ایسے آدمیوں سے ایک خاندان کو نہیں پوری پارٹی کو اور پورے صوبے کو بڑا فرق پڑتا ہے۔

جناب والا! میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کی اولاد کو توفیق دے کہ وہ بھی اسی طرح کے مضبوط آدمی ثابت ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا۔

جناب سپیکر: محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! چودھری وکیل خان صاحب کی اچانک موت کا سن کر مجھے بہت افسوس ہوا۔ چودھری صاحب انتہائی مخلص اور بھرپور شخصیت کے مالک تھے۔ وہ دو مرتبہ میرے ساتھی رہے اور میں سمجھتی ہوں کہ خواتین کا احترام نہ صرف وہ کرتے تھے بلکہ اس کو دلی طور پر وہ سمجھتے تھے۔ ان کے یوں اچانک چلے جانے سے مسلم لیگ ایک بہترین ورکر، ان کے حلقہ کے لوگ ایک بہترین ہم درد، غم گسار رہنما سے اور ہم سب لوگ ایک

بہترین ساتھی سے محروم ہو گئے ہیں۔

میری دلی دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ ان کے حلقے کے لوگوں کو، ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! آج چودھری وکیل خان صاحب کی اچانک موت کی یہ افسوس ناک خبر کا پتہ چلا ہے۔ یہاں ممبر اسمبلی ہونے کے علاوہ ہمارا تعلق ضلع گوجرانوالہ سے بھی ہے اور ایک ضلع، ایک تحصیل اور ایک علاقے کے ہونے کی بناء پر چودھری وکیل خان کو گوجرانوالہ کے لوگوں کو اور ہم سب کو بڑے قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ جیسا کہ فاضل ممبران نے ان کے بارے میں کہا۔ جناب والا! وہ پارٹی کے پکے، دوستوں کے دوست اور ایک عظیم انسان تھے۔ ان کی بے وقت موت سے نہ صرف پارٹی میں بلکہ ضلع گوجرانوالہ اور خصوصاً ہماری پارٹی کے جو ساتھی ہیں ان سب میں بہت زیادہ ایک خلاء پیدا ہوا ہے۔ ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پس ماندگان، سب دوستوں اور خصوصاً حلقے کے لوگوں کو صبر جمیل عطا کرے۔ میری آپ سے یہ استدعا ہوگی اور اپنے فاضل ممبران سے بھی یہ استدعا ہوگی کہ آج کا سیشن اگر اس سوگ کے سلسلے میں اس پر اس کے بعد ختم کیا جائے تو یہ اچھا اقدام ہوگا کہ آج ایک ساتھی ہم سے جدا ہوا ہے اور ایک بڑی ہی افسوس ناک خبر ہے۔ ایسے لوگ کم ہی آیا کرتے ہیں کہ جو دوستوں کے دوست ہوں اور دشمنوں کے دشمن ہوں۔ ہمیشہ ملک و قوم کی خاطر جہاد کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے ہوں۔

جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور خاص طور پر اس ناتے سے۔ ممبر ہونے کے علاوہ گوجرانوالہ کے ہم سب دوستوں کے غم میں آپ سب لوگ شریک ہوئے ہیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: چودھری شوکت داؤد صاحب!

چودھری شوکت داؤد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہی بات کنفرم کرنا چاہتا تھا۔ انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ ہمیں یہ خبر سننے میں ملی ہے۔ میں اپنی بات اس لیے بھی کرنا چاہتا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ حیثیت مسلمان یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ جس انسان کے متعلق ہماری ایک اچھی سوچ ہے یا جس کی اچھائیاں ہمیں معلوم ہیں

وہ بیان کرنا ہمارا فرض بنتا ہے۔ جناب چودھری صاحب سے کوئی میرا اتنا پرانا تعلق تو نہیں لیکن یہاں ہاؤس میں ان کی موجودگی میں سمجھتا ہوں کہ جس انداز میں تھی اب ان کی کمی ہمیں ہمیشہ محسوس کی جاتی رہے گی۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ۔

کسی شخص کے متعلق رائے دینے سے پہلے تین چیزوں میں سے ایک چیز لازمی ہو کہ یا اس کے ہمسائے رہے ہوں یا اس کے ساتھ کاروبار کیا ہو یا اس کے ہم سفر رہے ہوں۔

اس میں سے ایک چیز کا اتفاق میرے ساتھ ہوا کہ میں نے ان کے ساتھ ایک سفر کیا اور یہ میں حقیقت بیان کرنے میں فخر محسوس کروں گا کہ ان کی شخصیت نے مجھے انتہائی متاثر کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعلیمی لحاظ سے شاید ان کی قابلیت نہ ہو لیکن انہوں نے اپنی ذاتی کاوش سے اور اپنی محنت سے جو اپنا مقام پیدا کیا وہ مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ جیسا کہ چودھری فاروق صاحب نے فرمایا کہ جب انہوں نے مجھے اپنا طریقہ کار بتایا تو میں نے اپنے چند ساتھیوں کو بھی کہا اور میں نے کوشش کی کہ میں اس طریقہ کو اپناؤں اور اس طرح اپنے کام کو جاری رکھوں کہ جس لحاظ سے انہوں نے کام کیا اور ان کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مسلسل چوتھی بار، تین بار وہ خود اور چوتھی بار ان کے بیٹے آج بھی میونسپل کمیٹی "کامونکی" کے چیئرمین ہیں۔ 88ء میں وہ آزادانہ حیثیت سے الیکشن جیتے اور ان کی بات مجھے اب تک یاد ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے حلقہ میں کوئی گھر ایسا نہیں چھوڑا جہاں کا کوئی چہ ملازمت کا خواہش مند ہو اور میں نے اس کو ملازمت نہ دلوائی ہو۔ میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے ان کا صرف ایک طریقہ اور انہی کے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا کہ انہوں نے کہا۔ میں آپ سے پنجابی میں بات کرنے کی اجازت چاہوں گا شاید میں وہ انداز تو نہ اپنا سکوں کہ۔

میرا ایہہ وی طریقہ کار ہے گا اے کہ میں جمعے والا دن فونجیاں تے صرف کرداں تے میں ہر پنڈ وچ اک اک بندے نوں اک اک خط دتا ہوندا کہ جہدوں کوئی مر جاندا واتے اوہ خط مینوں پا دیندا وا۔ تے میں جا کے دوجے دن اوہدا بوہا کھڑکاتا تے میں جا کے کہتا کہ چاچا برکت مر گیا تے مینوں بڑا افسوس ہویا اے تے بہہ جا ایتھے افسوس کرلیئے۔

یعنی یہ انداز ان کا، عوامی انداز جو ہے یہ مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ میں اپنی بات ختم کروں گا۔ چند اور دوستوں نے بھی باتیں کرنی ہوں گی۔

آخر میں، میں یہی دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور ان کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : ملک امان اللہ چھینہ صاحب۔

ملک امان اللہ چھینہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر عبد الوکیل خان صاحب کی المناک موت کا سن کر دلی صدمہ ہوا اور اس وقت میرے قلب و نظر میں جو کیفیت پیدا ہورہی ہے اگر میں اسے ظاہر کرنا چاہوں تو ناممکن ہے میں اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ایک موسم کی جدائی در اصل زندگی سے کھوجانے کا نام ہے۔ لیکن چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔ حیات کے بعد موت۔ لہٰذا اس زندگی میں کچھ زاد سفر بھی تیار کرنا چاہیے اور اس چار روزہ زندگی پہ اترانا بھی نہیں چاہیے تاکہ اگلے جہاں میں سرخروئی حاصل ہو اور میں یہ دعا کروں گا کہ ان کے پس ماندگان کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے اور عبدالوکیل خان صاحب کو کروٹ کروٹ جنت بخشے۔

جناب سپیکر : شیخ محمد طاہر رشید صاحب۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! فرمان رسالت ہے کہ

"اپنے مردے کو یاد کرو اس کی اچھائی کے ساتھ"۔

چودھری عبدالوکیل صاحب صرف گوشت پوست کا ایک ڈھانچہ نہ تھے بلکہ معاشرے کا ایک کردار تھے اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے کہ ان کا ایک منفرد انداز اور معاشرے کے ان پہلوؤں کو ہنستے ہنستے اجاگر کردینا شاید اس معزز ایوان کے کسی اور ممبر کے بس کا روگ نہ ہو۔ چودھری عبدالوکیل نہ صرف اپنے جونیئرز کے ساتھ شفقت فرماتے تھے۔ بلکہ ان کی اصلاح بھی کرتے تھے اور انہوں نے مجھ پر متعدد بار کم فرمایا نہ صرف یہ کہ انہوں نے میری اصلاح فرمائی بلکہ انہوں نے مجھے اپنی داد رسی سے بھی نوازا اور ان کی یہ خوبی دل میں رکھتا ہوں اور پروردگار کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کی منازل کو آسان فرمائے اور جناب سپیکر! آج ان کے مخالفین بھی یہ کہتے ہیں کہ۔

مانا کہ اس جہاں کو نہ گلزار کرسکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جہاں سے ہم

آج ان کے مخالفین بھی معترف ہیں کہ جس وقت ان کے حلقہ نیابت سے گزرا جاتا ہے تو ہر

جگہ چودھری عبدالوکیل خان کی پھٹی لگی ہوتی ہے اور یہ درحقیقت ان سے عوام کی محبت کا اظہار ہے اور انہوں نے فرمان الٰہی کے اس اسرار کو سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے پروردگار کی رضا کو اس کی مخلوق کی رضا میں پوشیدہ پاتے ہوئے اس کے لیے تمام تر کاوش کی ہے۔

جناب والا! میں ایک دفعہ پھر اس معزز ایوان میں ان کی منازل کی بلندی کے لیے۔ ان کی منازل کی آسانی کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی منازل کو آسان فرمائے ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل فرمائے۔ (آمین)۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : سید افتخار الحسن شاہ۔

سید افتخار الحسن شاہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! اور کوئی کیا جنے گا حقیقت مسلمہ ہے موت تو برحق ہے مرنا سب نے ہے لیکن وقت وقت کی موت، ہمہ صفت اور سدا بہار لوگوں کی موت پر یقیناً سب کو افسوس ہوتا ہے۔ شاید مجھ جیسا کوئی گناہ گار مرجائے تو کسی کو افسوس نہ ہو۔ وکیل صاحب ہماری اسمبلی کے روح رواں تھے۔ ہمارے دلوں کی دھڑکن تھے اور جب کبھی ہم مرجھائے ہوئے چہرے لیے ہوئے باہر لابی میں جاتے تھے تو وکیل صاحب کی گفتگو ان کا ہمیں ہنسانا اور ہمارے ساتھ ان کی محبت ہمیں ہمیشہ یاد رہے گی اور شاید لابی میں اب وہ رونقیں نہ ہوں ۔ جو وکیل صاحب کے دم سے ہوتی تھی۔ جناب والا! اگر میں جناب وکیل صاحب کو کامونکی کا بے تاج بادشاہ کہوں گو یہ ضلع گوجرانوالہ کے ہمارے قریبی دوست تھے تو اس میں کوئی شک نہ ہوگا۔ ٹکٹوں پر تو سارے جیت کر بہادر بن کر آجاتے ہیں ان کو پارٹی کی سپورٹ ہوتی ہے پارٹیاں ان کے ساتھ ہوتی ہیں پارٹیوں کے وسائل ساتھ ہوتے ہیں۔ لیکن وکیل خان صاحب نے بغیر ٹکٹ کے بغیر کسی سہارے کے اور بغیر کسی امداد کے اور غیر جماعتی طور پر بھی الیکشن جیتا تھا اور وہاں اپنا سکہ منوایا تھا۔ جب تک وہ زندہ رہے ان کا وہاں طوطی بولتا رہا۔ اب بھی کامونکی میں ان کے صاحبزادگان کی معتبری ہے اور جو وہ اپنے خاندان کو تربیت دے گئے ہیں اس سے ان کا نام انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ہماری دعا ہے کہ جیسے وہ سدا بہار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو بھی سدا بہار رکھے اور انہیں اپنے پیارے حبیب کی قربت میں جگہ دے۔ خدا انہیں غریق رحمت کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)۔

جناب سپیکر : جناب چودھری واجد علی خان صاحب۔

چودھری واجد علی خان : جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اگر کوئی اپنی قابلیت کی بنا پر صوبائی اسمبلی کی رکنیت جیسے اہم منصب پر پہنچا ہے میں سمجھتا ہوں کہ چودھری عبدالوکیل صاحب کا نام ان میں سرفہرست ہے ان کی ساری عمر جدوجہد میں گزری۔ جناب والا! میرا تعلق کاموںکی سے بھی ہے میں انہیں دیکھتا رہا جس طرح وہ صبح سے لے کر شام تک عوامی مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں لگے رہے اور ہر جگہ عوام کی نمائندگی کا حق ادا کرتے رہے یہ انہی کا حصہ تھا۔

جناب سپیکر! ہر موت دنیا کی بے ثباتی کو اور عیاں کر جاتی ہے اور اس میں عام لوگوں کی عقل کے لیے ایک سبق پوشیدہ ہوتا ہے۔ جناب والا! آج انہوں نے جس طریقہ سے اپنی زندگی میں حیران کن کامیابیاں حاصل کیں آج ان کی موت بھی ہم سب کو حیران کر گئی۔ جناب سپیکر! یہاں پر ابھی یہ کہا گیا ہے کہ اچھے کاموں کی وجہ سے کسی کا نام زندہ رہے گا اور اس کی اچھائیوں اور اس کی برائیوں سے اس کا نام زندہ رہے اور جن لوگوں نے اچھے کام کیے ان کا نام تا قیامت زندہ رہے گا۔ ابھی میرے ایک دوست جناب چیمہ صاحب نے کہا کہ ان کی موت "بے وقت" ہے تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ وقت کا تعین تو خدا تعالیٰ کے پاس ہے "بے وقت" کہہ کر بھی دائرہ ایوان سے باہر ہونے کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ یہ اسے مغفرت کرے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور جو میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ دنیا کی بے ثباتی بقول اقبال اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ۔

موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہہ جائے گا
ہاں ، مگر نام حسین ابن علی رہ جائے گا

شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر : جناب عادل شریف گل صاحب۔

جناب عادل شریف گل : جناب سپیکر! سردار عبدالوکیل صاحب کی اس الم ناک موت پر میرے بہت سے دوستوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ جناب والا! میں بھی اگر ان باتوں کو دہراؤں اور ان کی خوبیوں کا ذکر کروں جو ان کی ذات

گرامی میں پائی جاتی ہیں تو جناب والا! مجھے بہت سا وقت لگے گا۔ میں نے ان کی ذات کو قریب سے دیکھا ہے اور وہ دو خوبیاں جنہوں نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھی کہ جس مقصد کے لیے ہمارے لوگ ہمیں منتخب کر کے ہمیں یہ مقام دلاتے ہیں انہوں نے اس مقصد کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتے ہوئے اپنی زندگی ان لوگوں کے لیے وقف کر دی اور شاید ان کی موت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ڈاکٹرز کے منع کرنے کے باوجود "کہ وہ اس بیماری کی حالت میں زیادہ محنت نہ کیا کرے" وہ مسلسل محنت کرتے تھے اور صبح چار بجے اٹھ کر وہ اپنے علاقے میں جایا کرتے تھے اور دن رات محنت کیا کرتے تھے۔ جناب سپیکر! میں اپنی طرف سے اور خصوصی طور پر ان کے حلقہ کی مسیحی برادری کی طرف سے ان کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں ان کا واسطہ ان کا تعلق ان دوستوں کے ساتھ بزرگوں جیسا تھا اور ان کو عام طور پر بڑے پیار سے بڑے بھائی کہا کرتے تھے۔ جناب سپیکر! انہی الفاظ کے ساتھ میری دعا ہے میری طرف سے اور میری کمیونٹی کی طرف سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)۔ شکریہ جناب سپیکر!۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! آج ہم اس شخص کے لیے رنج و غم میں مبتلا ہیں کہ جو شخص اپنے حلقہ کے عوام کے لیے ہر وقت فائلیں اٹھا کے سیکرٹریٹ، چیف منسٹر ہاؤس ان کی بہتری کے لیے پھرتا رہتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم سردار عبدالوکیل خان (مرحوم) کو جتنا بھی خراج عقیدت پیش کریں وہ کم ہے۔ اس شخص نے اس اسمبلی میں ہمیشہ پنجابی کاز کو اجاگر کیا، انہوں نے ہمیشہ پنجابی میں تقریر کی اور میں سمجھتا ہوں کہ ضلع گوجرانوالہ میں وہ ایک سیاسی قدآور شخصیت تھے اور انہوں نے اپنے عوام کی اس طرح بھرپور خدمت کی انہوں نے کاموکی میں بے شمار سکول اور کالج کھولے اور جب ہم لاہور سے پنڈی جائیں تو تمام لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ لاہور سے راولپنڈی کے درمیاں اگر کوئی خوبصورت حصہ آپ کو نظر آتا ہے تو وہ کاموکی کا ہے اور یہ صرف سردار عبدالوکیل کی کاوشوں اور محنت کا نتیجہ تھا کہ آج ان کا نام اسمبلی میں گونج رہا ہے، آج وہ لوگوں کے دلوں پہ راج کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ان کو مغفرت نصیب کرے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کا ایک بہترین ذریعہ یہ ہے کہ آج ہم اسمبلی کی کارروائی معطل

کر کے اس شخص کی عزت افزائی کر سکتے ہیں۔ میں آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : چودھری ریاض صاحب!

چودھری محمد ریاض : جناب سپیکر! میں اسمبلی ہال میں داخل ہوا تو اپنے عظیم دوست کی جدائی کا سن کر دل کو بڑا افسوس ہوا۔ کل شام کو ہی میں اپنے حلقہ انتخاب گوجر خان میں فاتحہ کے لیے گیا تو لوگ وکیل خان کے حلقہ انتخاب میں رہتے تھے تو وہاں سردار وکیل خان کا ذکر خیر ہوا۔ اتنے بہترین الفاظ کے ساتھ جب میرے حلقہ انتخاب کے لوگوں نے جب ان کی تعریف کی تو مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میرے ایک بڑے بھائی اور ایک عظیم ساتھی کا ذکر خیر ہوا۔ معلوم نہیں تھا کہ کل ہمیں یہ خبر دی جائے گی کہ وہ ہم سے جدا ہو گئے۔ ان کا یہ غم ہمیں کبھی نہ بھولے گا، ان کی پیاری پیاری باتیں جب کبھی ہم اسمبلی سے باہر بھی بیٹھتے تھے یا چیف منسٹر ہاؤس میں یا کہیں بھی ہماری ملاقات ہوتی تھی تو ان کی وہ باتیں جو وہ ہماری رہنمائی فرماتے تھے، ہم اس بات کو کبھی نہ بھولیں گے۔ ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کے کارنامے سب دوستوں نے بیان کیے میں صرف اتنا کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عظیم دوست کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ شکریہ!

جناب سپیکر : چودھری خادم حسین صاحب!

چودھری خادم حسین : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! اسمبلی تو کافی دنوں سے چل رہی ہے لیکن آج جب ہم اسمبلی میں پہنچے تو باقی دوستوں کی طرح جب سردار عبدالوکیل خاں صاحب کی موت کی خبر سنی تو اتنا دکھ ہوا کہ جو بیان نہیں کر سکتا۔ میرے باقی دوستوں نے بڑے بڑے اچھے الفاظ کہ جن کے واقعی وہ مستحق ہیں ادا کیے۔ ایک بات میں عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں وہ یہ کہ وہ ایک مخلص اور دھڑے کے پکے آدمی تھے۔ یعنی ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کا یہ عقیدہ اور ایمان ہوتا ہے کہ دھڑا دھرم ایمان ہوتا ہے۔ ان میں یہ صفت تھی اور دوسری ان میں یہ صفت بھی تھی کہ وہ دوستوں کے ہاں خوشی غمی میں جہاں بھی جانا پڑتا تھا وہ شریک ہوتے تھے۔ ابھی وہ انگلینڈ گئے ہوئے تو انہوں نے وہاں سے صاحبزادگان کو فون کیا کہ چودھری خادم کی والدہ ماجدہ فوت ہو گئی ہیں اور وہاں جا کر حاضری دینی ہے۔ وہ میرے پاس پہنچے۔ چونکہ دوسرے میرے بھائیوں نے اپنی اپنی محبت اور عقیدت

اور پیار کے مطابق ان کی موت پر اظہار خیال فرمایا ہے، آخر میں میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل اور میں پورے ایوان کی طرف سے ان کے صاحبزادگان کو آپ کی وساطت سے یقین دلاتا ہوں کہ ہم جو بھی ان کا حکم ہوگا جو بھی ان کی مدد ہوگی اور جو بھی ان کا ساتھ دینا ہوگا ہم انشاء اللہ اسی طرح ہر مسئلہ پر ان کا ساتھ دیں گے۔

جناب سپیکر : راجا خلیق اللہ خاں صاحب!

راجا خلیق اللہ خان : یہ خبر مجھے ایک گھنٹہ پہلے ملی تھی لیکن دل قبول نہیں کررہا تھا کہ اتنا بڑا دوست ، اتنا بڑا ہمدرد اور اتنا بڑا انسان آج ہم سے بچھڑ چکا ہے۔ جس ہمدردی، جس پیار اور جس خلوص سے وہ دوستوں کی خدمت کیا کرتا تھا اس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ انساب بھی تھا، میرے پاس اس کی تعریف کرنے کے الفاظ نہیں ہیں۔ وہ دوست بھی تھا اور میں ایسے الفاظ تلاش کررہا ہوں جن الفاظ سے ان کی تعریف کروں ۔ وہ نباض تھا، وہ لوگوں کی نبضیں ٹٹولا کرتا تھا آج ہماری بدقسمتی ہے کہ وہ نبضوں کو ٹٹولتا ٹٹولتا اپنی نبض گنوا بیٹھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ضلع میں اس جیسا ایم پی اے کم ہی پیدا ہوا ہے۔ وہ جابر حکمران کے سامنے بھی صحیح بات کیا کرتا تھا۔ وہ نہیں ڈرتا تھا خواہ ڈپٹی کمشنر ہو، کمشنر ہو وزیر ہو یا وزیراعلیٰ۔ حقیقت ہے جو اس کے ذہن میں بات آتی تھی وہ برملا کہتا تھا، اور اسی لیے ہم سب اس کے عقیدت مند تھے۔ وہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے لیے بھی ڈھال بنتا تھا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ گوجرانوالہ کے دوست اور ساتھی اور بھائی سب اس کے لیے نوحہ خواں ہیں۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں کن الفاظ سے ان کو خراج عقیدت پیش کروں۔ شکریہ!

جناب سپیکر : حاجی احمد خان!

حاجی احمد خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سردار عبدالوکیل خان ہمارے ساتھی اور دوست تھے۔ وہ 1988ء سے ہمارے ساتھ تھے اور 1988ء میں ان کی سیٹ میرے ساتھ ہوتی تھی۔ ان کی اچھی اچھی اور میٹھی میٹھی باتیں آج بھی مجھے یاد آرہی ہیں۔ وہ باہمت اور بے باک انسان تھے۔ پارٹی میٹنگ ہو یا اسمبلی کا اجلاس جو بات وہ صحیح سمجھتے تھے وہ بے باکانہ کہہ دیتے تھے۔ جناب والا! ایسے لوگوں کے لیے بزرگوں نے کہا ہے کہ "لکھ مرے لکھ پال نہ مرے" وہ اپنے حلقے کے لاکھوں انسانوں کی نمائندگی کرتے تھے، ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے

تھے۔ دو بار ان کا نمائندہ بن کر آنا اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ وہ ایک اچھے انسان تھے، با کردار انسان تھے، ہمدرد انسان تھے۔ ورنہ ایک شخص جو ایک دفعہ منتخب ہو کر آتا ہے، اگر وہ اچھے کردار کا مالک نہیں ہوتا تو دوسری دفعہ وہ منتخب ہو کر نہیں آتا۔ میں ان کی کمی جو آج ایوان میں محسوس کررہا ہوں آج ان کے حلقے کے لوگ کیا محسوس کر رہے ہوں گے۔ ان کے لواحقین کیا محسوس کررہے ہوں گے۔ ایسا خلا بڑی مشکل سے پر ہوتا ہے۔ میں صرف یہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ :۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

وزیر تعلیم (بیرسٹر عثمان ابراہیم) : جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔ جناب والا! ابھی سب دوستوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے اور خاص طور پر ہمارے ضلع گوجرانوالہ کے لیے یہ بہت بڑا نقصان ہے اور حقیقت میں جہاں ایک طرف ہمارے لیے ایک افسوس ناک خبر ہے وہاں ان کے علاقے کے لیے بھی بہت عظیم نقصان ہے۔ مجھے چونکہ وہاں کاموکی سے گزرنے کے علاوہ وہاں جانے کا اتفاق ہوتا رہا ہے میں نے ان کے ساتھ اکٹھی میٹنگز کی ہیں اور مجھے اس بات کا ذاتی طور پر علم ہے کہ وہ اپنے علاقے میں کتنے popular ہیں۔ ہمارے ان کے ساتھ ویسے بھی فیملی تعلقات تھے وہ نہ صرف میرے دوست تھے بلکہ میرے والد صاحب کے بہت ہی قریبی دوست رہے ہیں اور ہم سب ان کی فیملی کے ساتھ ان کے غم میں شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ میں ایک واقعہ بیان کروں گا کہ جب یہ مشاورتی بورڈوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا تو میں نے ان کا نام ایجوکیشن بورڈ کی چیئرمینی کے لیے پیش کیا تھا۔ باوجود اس کے کہ وہ اتنے تعلیم یافتہ نہیں تھے اور مجھے بہت لوگوں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے۔ لیکن میں نے کہا کہ میں ان کی خوبیوں کا مداح ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ گوجرانوالہ ضلع میں جو ایجوکیشن میں خرابیاں ہیں وہ ان کو بڑے احسن طریقے سے ختم کرسکیں گے اور انہی خوبیوں کی وجہ سے وہ اپنے عوام میں popular تھے۔ میں یہاں یہ ذکر کروں گا کہ وہ اپنے علاقے میں جتنے ترقیاتی کام کررہے تھے، مجھے اکثر کہا

کرتے تھے کہ میں جو پارک کاموکی میں بنا رہا ہوں گوجرانوالہ کے لوگ یہاں پر سیر کے لیے آیا کریں گے۔ یہ تمام خوبیاں بہت کم انسانوں میں یکجا ہوتی ہیں بہر حال ہر آدمی کو یہاں سے جانا ہے لیکن اپنے پیچھے یادیں چھوڑ جاتے ہیں۔ میں آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! چودھری عبدالوکیل خان صاحب کی موت ہم تمام ممبران اسمبلی کے لیے حلقہ کے عوام کے لیے اور گوجرانوالہ کے شہریوں کے لیے ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ ہر انسان خوبیاں اور خامیوں کا مالک ہوتا ہے۔ چودھری عبدالوکیل خاں صاحب میں خوبیاں اس قدر زیادہ تھیں کہ اکثر اوقات وہ کہا کرتے تھے کہ میں اب سوچتا ہوں کہ میرے حلقے کا کون سا کام باقی رہ گیا ہے۔ اتنی محنت اور اتنی devotion کے ساتھ انہوں نے اپنے حلقہ نیابت میں کام کیا اور اس پلاننگ کے ساتھ کام کیا باوجود اس بات کے کہ ان کی تعلیم اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن ان کے کام کا طریقۂ کار ان کی پلاننگ اور ان کا پروگرام ایسا تھا کہ وہ بیک وقت اپنے تمام حلقہ نیابت کے کام کرتے تھے میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک بہت ہی اچھے ساتھی سے محروم ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عاقبت اچھی کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ شکریہ۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب سپیکر میں جناب سردار عبدالوکیل خان صاحب کی بے وقت موت کے وقت جو الفاظ اور ان کی ذات کی تعریف میں جو پورا ہاؤس رطب اللسان ہے میں سن کر بے حد دکھ محسوس کر رہا ہوں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ :۔

خیر کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اس سے پہلے کہ تیری موت آئے لوگ یہ کہیں کہ کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے اور اقبال نے ایک جگہ کہا ہے کہ :

یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ :

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

آج وہ جو نقش اس معزز اسمبلی کے ارکان کے دلوں پر چھوڑ رہے ہیں اور اپنے حلقے کے دلوں

پر یہ ہمیں دعوت دیتے ہیں کہ ایسے کام کرنے چاہیں جن سے ہمارے بعد بھی ہماری یادگار رہے۔ اللہ پاک انہیں غریق رحمت کرے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ۔ و آخر د دعونا عن الحمد للہ رب العالمین۔

حاجی سردار خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آج میں جب اسمبلی میں داخل ہوا تو مجھے یہ خبر سنائی گئی۔ یہ دل قبول نہیں کر رہا تھا میں نے ادھر اُدھر بھاگ دوڑ کی اور کوشش کی کہ کسی سے confirm کرنا چاہے۔ چودھری عبدالوکیل خان صاحب کی موت کا صدمہ ہم سب کو ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر عطا فرمائے وہ ہمارے بہترین ساتھی تھے۔ میرا ان کے ساتھ قریبی تعلق تھا میں نے ان کو بہت قریب سے دیکھا ہے ان کے ساتھ اچھا وقت گزارا ہے۔ ان کے اخلاق، ان کی عادات کو اور ان کے برتاؤ کو ہم بھول نہیں سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب کو صبر عطا فرمائے۔

جناب سپیکر : آج کے دن کی بقیہ کارروائی ہماری لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پر بحث یہ پرسوں بدھ کو جاری رہے گی اور آج ہم مرحوم و مغفور سردار عبدالوکیل خان کے احترام میں اسمبلی کی بقیہ کارروائی نہیں کرتے اور اجلاس کو کل صبح 9 بجے تک کے لیے adjorn کرتے ہیں۔